www.alahazratnetwork.org

فہرست مضامین تفسیر نعیمی پارہ نہم (قال الملاء)

مضمون	صفحہ
قال الملا الذین استکبروا من قومہ	11
نبی کے سامنے بڑائی کفر ہے	12
اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر ہے	16
کسی جگہ نبی و مومنین کا آباد رہنا خدا الہام سے ہے	17
اور نکل جانا مذہب نبی اور امتیوں کے ایمان میں فرق	20
وقال الملا الذین کفروا من قومہ لئن اتبعتم شعیبا	22
شعیب علیہ السلام کی قوم پر مذہب ہلاکت کا واقعہ	24
حرام روزی میں نفع اور حلال میں نقصان جاننا طریقہ کفار ہے	26
فتولی عنہم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی	28
حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار کہ مظفر پور میں سنگ مرمر کے بنا ہے بعد موت روح کی قوت سے چلا جاتا ہے مرہ اور چلنے والوں کے قدم کی آہٹ کو سنتا ہے	28 / 31
وما ارسلنا فی قریۃ من نبی	31
نبی کی بددعا اور اس کو جھٹلانے کے لیے عذاب الٰہی نہیں آتا	34
ولو ان اھل القری امنوا	36
برکات کے معنی اور اور تفصیل	37
انسان کے سنبھلنے اور بگڑنے سے ملک سنبھل اور بگڑ جاتے ہیں	38
افامن اھل القری ان یاتیھم بیاتا وھم نائمون	41

مضمون	صفحہ
خوف خدا کی چند صورتیں	45
دنیا میں خدا کے خوف سے رونا آخرت کے آرام کا ذریعہ ہے	45
اولم یھد للذین یرثون الارض	46
جس دل پر مہر نبی کی سرنگ جائے تو کان حق بات نہیں سنتے	50
تلک القری نقص علیک من انبائھا	51
ہمارے حضور رب کی دلیل بن کر گئے	53
دل کی بیماریاں مختلف ہیں اور ان کے علاج بھی جدا جدا	56
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت	57
ثم بعثنا من بعدھم موسی بایتنا	58
موسیٰ علیہ السلام کے نظر ما عصاء اور لقا موسیٰ کے معنی	59
تمام انبیاء اپنی قوم کے نبی تھے اور ہمارے حضور تا قیامت سارے جہاں کے	62
قال ان کنت جئت بایۃ فات بھا	65
عصائے موسیٰ کے سانپ بننے کا واقعہ اور یدبیضا	66
جادو اور معجزے میں فرق	68
قال الملا من قوم فرعون	70
انذار کے معنی اور تحقیق	72
فرعونی جادوگر اور ان کا قصہ	73

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
وجاء السحرۃ فرعون	75
کبھی کافر کے پاس پہنچ کر ایمان مل جاتا ہے	78
یا محو لکھنا درست ہے مگر یا محو اللہ کے	80
واوحینا الی موسی ان الق عصاک	82
سجدوں کی اقسام اور فرعونی جادوگروں کا سجدہ	84
مقصد شاندار ہو تو چیز بھی شاندار ہوگی	85
قال فرعون امنتم بہ قبل ان اذن لکم	89
جرم سے اعضا پاؤں وغیرہ کاٹنے کی سزا فرعون نے ایجاد کی	91
فرائض نماز جمعہ وغیرہ کی ادائیگی کے لئے باپ وغیرہ کی	92
اجازت کی ضرورت نہیں	
قالوا انا الی ربنا منقلبون	94
نبی کی ایک آن صحبت برسوں کی عبادت سے افضل ہے	99
وقال الملا من قوم فرعون	101
فرعون پر حضرت موسی علیہ السلام کا رعب تھا	103
قال موسی لقومہ استعینوا باللہ	106
صبر تین قسم کا ہے	108
نبی بندے اور رب کے درمیان وسیلہ ہیں	109
فرعون کے ہلاک ہونے کی پیشگی خبر موسی علیہ السلام نے دی	111
نفس انسان فرعون ہے	113
ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین	114
کسی قوم کو اتنی ڈھیل نہ دی گئی جتنی فرعون کو ملی	115
قوم فرعون سرکشی اور لفظ العذاب	117

مضمون	صفحہ
نبی کی خدمت کفار بلکہ جانوروں کو بھی فائدہ دیتی ہے	118
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعات	120
وقالوا مہما تاتنا بہ من ایۃ لتسحرنا بہا	121
طاعون اور ٹیکہ پہلے فرعونیوں پر آئی	123
مینڈک کے طبائعات اور عذاب کی تفصیل	124
مُڈیوں کا عذاب	125
خیرات سے عذاب ٹل جاتے ہیں	127
ولما وقع علیہم الرجز	128
حضور نے اپنی خاص دعا قیامت میں شفاعت کے لئے محفوظ رکھی	131
نبی کی بددعا کام آتی ہے	132
نبیوں کے طفیل کا وسیلہ بھی جائز ہے	133
نوح علیہ السلام نے کنعان کے لئے نجات کی دعا نہیں مانگی	135
فانتقمنا منہم فاغرقنہم فی الیم	137
مصر میں عذاب نہ آیا کیونکہ وہاں انبیاء کی قبریں تھیں	140
واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون	142
ارض سے کیا مراد ہے اور قبضہ کی تفصیل	143
جس زمین میں بزرگان دین رہتے ہوں وہ مبارک ہے	146
ملک شام میں قیامت قائم ہوگی	148
وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر	149
یوم عاشورہ کا روزہ سنت ہے	150
بنی اسرائیل کا عمل	151
مرشد کامل کی ضرورت ہے	154

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
قال اغیر اللہ ابغیکم الھا"	155
رب کی گزشتہ نعمتوں اور احسانات کا شکر بجا لایا کرو	158
نبی فرشتوں سے افضل ہیں	159
ووعدنا موسی ثلثین لیلۃ"	160
رب سے کلام کرنے کے لئے موسی علیہ السلام نے 40 روزے رکھے	162
دن سے رات افضل ہے اور 40 کا عدد سنت محبوب ہے	164
نائب مقرر کرنا انبیاء کی سنت ہے	164
روزہ کی حالت میں مسواک جائز ہے	166
ولما جاء موسی لمیقاتنا	167
طور پر کلام الٰہی کی کیفیت کیا تھی؟ دو رواز دیدار الٰہی	169
حضور انور کی آنکھوں پر کھلا۔ طور پہاڑ کے پھٹنے کی	170
کیفیت کیا تھی اور موسی علیہ السلام کا تین بار بے ہوش ہونا	172
موسی علیہ السلام نے کلام و مناجات سے	173
دیدار الٰہی	173
حضور علیہ السلام نے قرآن میں جبریل کو نہیں اور خدا کو دیکھا	174
کرامات سے استدراج کا فرق	176
حضرت عائشہ صدیقہ کا دیدار الٰہی سے انکار اور اس کی تحقیق	177
قال یموسی انی اصطفیتک علی الناس	180
حضور علیہ السلام سب نبیوں سے افضل ہیں ان کے بعد	182
حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں	183

مضمون	صفحہ
کلام الٰہی کے وقت موسی علیہ السلام کا لباس کیا تھا	184
موسی علیہ السلام حضرت ہارون و خضر علیہ السلام سے افضل ہیں	186
وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء	187
توریت شریف کی تختیوں پر کس چیز کی تھیں اور کتنی تھیں	190
توریت میں امت رسول اکرم کا ذکر اور اس کی خصوصیات	191
توریت اور قرآن میں فرق	191
کتاب واحد ایک ہے مگر اسکی عبارات ہدایات مختلف	
بندوں کے لحاظ سے مختلف ہیں	194
سأصرف عن اٰیٰتی الذین یتکبرون فی الارض	199
اللہ و رسول کے مقابل تکبر کفر ہے کفار کے مقابل عبادت	200
رب کی شان ہے کہ بھی دور والے حضور اور حضور والے دور ہوتے ہیں	201
واتخذ قوم موسی من بعدھم من حلیھم عجلا	202
سامری کا علم موسی کا اور اسکی پرورش حضرت جبریل نے کی	203
جانوروں کے بچوں کے گلے میں گھنٹی اور ان کی آوازوں کے نام	203
بچھڑے کی اصل اور جان پڑنے کی صورت	206
قوالی کے احکام	209
قرعہ فال سونے اور پاک خاک کی نسبت کا عجیب فرق	210
ولما رجع موسی الی قومہ غضبان اسفا"	211
غضب اور اسف کا فرق	213
غصہ مٹانے کے لئے حضور علیہ السلام کا کیا کیا کیا	215
جوش اور بے خودی میں شرعی احکام مرتب نہیں ہوتے	218

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
ماں کی نافرمانی بڑا جرم ہے	
حضرت زکریا نبی علیہ السلام نے تبلیغ کرتے ہوئے شہادت قبول کرلی۔	
ایک لاکھ عورتوں کی ولادت	220
ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم	220
بدعتی دو ہے جو دین میں برے عقیدے گھڑے	222
گناہ کرنے والا اس میں تعاون کرنے والا سب مجرم ہیں	223
توبہ کی اقسام اور ان کی شرائط	224
ولما سکت عن موسی الغضب	226
غصہ کے احکام و اقسام	230
نبی پاک ہر نیک مجلس میں موجود ہوتے ہیں	231
واختار موسی قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا	231
میقات کی تشریح	233
موسی علیہ السلام کے 70 ساتھیوں کی ہلاکت اور انکی برکت سے دوبارہ زندگی	235
نبی کی دعا سے مُردہ جی اٹھتا ہے اور دوسروں کے ساتھ بے قصور بھی پکڑے جاتے ہیں	237
اصحاب نبی پاک اور دوسرے لوگوں کے مجالس میں فرق	239
واکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ	240
کوئی مخلوق رب کی رحمت سے خارج نہیں	242
جامع دعا مانگنا بہتر ہے	244
عذاب عبث نازل نہیں ہوتا ہر عمل کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے	245

مضمون	صفحہ
الذین یتبعون الرسول النبی الامی	246
رسول و نبی میں فرق اور امی کی تشریح	248
تبلیغ دین کی اقسام اور حضور علیہ السلام کی صفات	248
غلام اور مخدوم کی حد میں فرق	250
حضور علیہ السلام کے نام اور گزشتہ کتب میں آپکی بشارتیں	251
نبی پاک کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا گیا	252
سرور عالم علیہ السلام پر درود پڑھنا آپکا حق اور فرض ہے	255
قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا	259
رسالت تمام صفات سے اعلیٰ صفت ہے	261
کلمات اور لیلہ اور کون ہیں	262
جنت صرف انسانوں کے لئے اور جہنم صرف جنوں اور انسانوں کے لئے ہے	264
حضور کی سنتوں کی اتباع باعث نجات ہے	266
ومن قوم موسی امۃ	267
بھری جماعت بھی امت کہلا سکتی ہے	269
وقطعنھم اثنتی عشرۃ اسباطا امما	271
عصائے موسوی کی تعداد نور اس کے معجزات اور قوم موسی	273
من و سلوی کیا تھا	273
بندوں کے توسل سے دعا رب قدیر کا قانون ہے	275
نبی کا قرب تکلیف کو راحت بدلتا ہے	276
واذ قیل لھم اسکنوا ھذہ القریۃ	278
میدان تیہ میں بنی اسرائیل کی قید کا زمانہ اور وجوہ	280

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
کفار کی مسجد کو جائیداد کے مسلمان مالک ہیں	282
منقول دعاؤں اور وظیفوں کے الفاظ نہ بدلے جائیں	282
وسلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر	283
ہفتہ کے دن شکار ہونے کے لئے ممنوع ہونے کا ذکر	286
جمعہ کے وقت کاروبار ممنوع ہے	287
واذ قالت امة منهم لم تعظون قوما	288
معذرت کے تین معنی ہیں	290
فلما نسوا ما ذكروا به	293
برائی کو دیکھ کر خاموش رہنے والوں کی نجات کی امید ہے	295
داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بندر بنائے جانے کا واقعہ	295
مسخ شدہ لوگوں کے مسائل	296
صورت کے مسخ سے مسخ سیرت بدرجہا بہتر ہے	297
واذ تاذن ربك ليبعثن عليهم	299
یہود رسوا ہوئے اور تاقیامت رہیں گے	300
حکایت	301
وقطعناهم في الارض امما	304
ہر قسم کی ذلت سے یہود کو ملوث کیا	305
رب تعالیٰ تک پہنچنے کے بہت سے راستے	306
فخلف من بعدهم خلف	308
قوم بنی اسرائیل کے اخلاف جانشین	311
دم تعویذ عملی اور قرآن چھاپ کر اجرت لینا جائز ہے	312
والذين يمسكون بالكتب واقاموا الصلوة	315

مضمون	صفحہ
یہود رشوت پر سجدہ کرتے ہیں	318
کتاب اللہ کے پڑھنے پڑھانے اور مضبوط پکڑنے میں فرق	319
واذ اخذ ربك من بني ادم من ظهورهم	320
میثاق کے دن روحیں جو جنتیوں کی شکل میں ظاہر ہوئیں	322
امام قطب الدین شعرانی کی میثاق کے متعلق تحقیقات	324
انسان اشرف المخلوقات اور موجودات سے افضل ہے	325
او تقولوا انما اشرك ابآؤنا من قبل	327
شرک بالفعل ہونے بجائے زید غیرہ کا موجد قائل ہے	329
میثاق کا مقصد	330
واتل عليهم نبا الذي اتينه اياتنا	332
علم یا امور اللہ	334
آیات سے نکل جانے کے معنی	337
ولو شئنا لرفعنه بها	338
بلندی رب کے فضل اور نبی کی محبت سے ملتی ہے	340
شیخ شہاب الدین سہروردی کا امام فخر الدین رازی کے نام	341
ساء مثلا القوم الذين كذبوا باياتنا	343
کفار کی ایک قوم کے دلوں کو رب نے بند کر دیا ہے	345
ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس	346
جن اور انسان میں فرق اور ان کی وجہ تسمیہ	347
گمراہ انسان جانور سے بدتر ہے	348
باری جن کو آگ سے ایسی ہی تکلیف ہوگی جیسے خاکی انسان کو ہوتی ہے	351

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا	351
اللہ کے نام وہی ہیں جو معقول ہیں جیسی دعا ہو ویسے ہی نام سے پکارو	354
اللہ تعالیٰ کے نام	356
عمل اور اللہ کے ناموں کے احکام	357
حکایت ایک مست کی	359
والذین کذبوا بایاتنا	360
مستدرج کون ہے فاروق اعظم کی دعا	361
جنون، غشی وغیرہ میں فرق	362
نبی بہرے گونگے، مراقی، مجنون نہیں ہو سکتے	363
اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض	366
بصارت و بصیرت اور فکر و نظر میں فرق	367
حواس اور علم بینت اعلیٰ علم ہیں آلہ انہیں معرفت الٰہی کا ذریعہ بنایا جائے	368
یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسہا	371
قیامت کے بہت سے نام ہیں	372
قیامت کے وقت کا چھپانا ضروری ہے تاکہ خوف باقی رہے	373
حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم دیا گیا	375
قیامت کی اقسام: صغریٰ و کبریٰ، صغریٰ و کبریٰ وغیرہ	379
قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا	379
حضور کے دو ران علم میں ماضی کی موت اور اپنی امت و دشمن کی موت	380
سلطنت مصطفیٰ و مملکت ارض (آیات قرآنی)	381

مضمون	صفحہ
انبیاء کرام کے تصرفات	384
شریک و حبیب میں فرق (عجیب نکات)	385
(وہابی نجدی کہتا ہے تو ہم حاضری مدینہ کیلئے سفر کرتے ہیں ہمارا کام خالص)	
ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ	389
حضرت حوا کو آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے بنایا گیا	390
حضرت حوا کو پانچ سو بار حمل ٹھہرا ہر بار میں دو بچے ہوئے	391
بیٹا ظاہر، اس کی خواہش انبیاء کی سنت ہے طریقی کی	392
مجددی گمراہ ہے	
ایشرکون مالا یخلق شیئا وہم یخلقون	395
پتھر کے بت کی عبادت اور پتھروں والے کعبہ کی تعظیم میں فرق	397
بتوں کے معبود نہ بن سکنے کے دلائل	398
عبادت، اطاعت، تعظیم و استعانت میں فرق	398
ان الذین تدعون من دون اللہ	402
بتوں کی کمزوریوں اور احتیاج ظاہر اور مجبوری بندگی کی علامت ہے	
انزلنا الیکم کتابا انزل الکتاب	406
ایک پیارا عمل وظیفہ	409
مقبر اشرف میں نبی جی کی مسجد اور درویش کا واقعہ	411
خذ العفو وامر بالمعروف	412
عالم سے لڑی کرنا اخلاق نہیں ضروری ہے	414
فقط عابد سے عالم دین و مبلغ اسلام بہتر ہے	415
وظیفہ عمل	415

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
انا الذین اتقوا اذا مسھم طئف من الشیطن	418
پرہیز گار اور بد کار کا فرق	419
اللہ والوں سے شیطان بھاگتا ہے اور بھاگ کر بدی ان کے پیچھے ہیں	421
واخوانھم یمدونھم فی الغی ثم لا یقصرون	422
قرآن پاک سے دل میں روشنیاں پیدا ہوتی ہیں	423
واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا	426
امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت قرآن الحمد شریف یعنی قرأت	429
خلف الامام منع ہے	
عقلی دلائل و مسائل	430
نفس کے معاملی اور دل میں ذکر اللہ کی صورتیں	434
ذکر خدا اپنی صفات کے ساتھ	436
ذکر جلی اور ذکر خفی	437
ایک بزرگ کی حکایت	439
سورہ انفال	441
یسئلونک عن الانفال	442
اس کا شان نزول اور وجہ تسمیہ	442
مال غنیمت بہت پاک و طیب ہے	443
اطاعت رسول ایمان ہے	446
انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت	447
توکل کے اقسام اور ایمان کی صفتیں	449
قرآن پڑھنا بھی اور پڑھوا کر سننا بھی اچھا ہے	

مضمون	صفحہ
حکم و عشق	450
کما اخرجک ربک من	452
حضور کے تمام کام رب کی طرف سے ہیں	456
مدینہ منورہ حضور فاتح اور کعبہ قبلہ فاتح کا گھر ہے	456
حضور کا ہر فعل ہر لحاظ سے لائق ہے	456
وان فریقا من المومنین لکرھون	458
حکایت	460
حضور کا حکم رب کا حکم ہے	461
اذ تستغیثون ربکم فاستجاب	463
بدر میں فرشتوں کا نزول مسلمانوں کی مدد افزائی کے لئے تھا	466
انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین	468
جہاد تلوار اور آفات کے وقت لوگ اللہ کی رحمت ہے	471
اذ یوحی ربک الی الملئکۃ انی معکم	472
ابولہب کی موت	475
غازیان بدر اللہ کے نہایت مقبول بندے ہیں	
یایھا الذین امنوا اذا لقیتم	478
روایت	481
دشمن کو دھوکا دینا جائز بلکہ ثواب ہے	487
فلم تقتلوھم ولکن اللہ	484
مومن اپنی کسی نیکی پر فخر نہ کرے	488
اللہ کے بندوں میں خدائی طاقت ہوتی ہے	488
ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح	
انسان کے نیک اعمال سے خود	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
ان الملوک	491
ان تستفتحوا فقد جاءکم	495
دل قلب کو شامل رسول کی اطاعت	497
سب پر واجب ہے	
یاایھا الذین امنوا اطیعوا	500
اگر انسان اپنے تمام حواس صحیح استعمال	503
کرے تو فرشتوں سے بڑھ جائے	
انشر الدواب عند اللہ	505
مومن کسی حالت میں رسول کے بلانے	507
پر فوراً حاضر ہو	
حدیث پر عمل کرنا کتنا ضروری ہے جتنا قرآن پر	507
یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ	511
واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین	518
بڑے سے بڑے گناہ سے مسلمان کافر نہیں ہوتا	520
یاایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ	523
اللہ و رسول سے تقویٰ اول کام، مطلوبانہ ہے	524
حکایت	524
یاایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ	528
تعویذ	531
امانت دوست دشمن سب کی ادا کرنا واجب ہے	532
واذ یمکر بک الذین کفروا	533
واذا تتلی علیھم ایاتنا قالوا	539
توبہ استغفار کی برکت سے عذاب نہیں آتے	543
مسلمانوں کو باطنی شرک سے بچنا چاہیے	
وما کان صلاتھم عند البیت	546
لیمیز اللہ الخبیث	551
اسلام کی برکت سے بدکاری کے تمام گندے عیب دور ہو جاتے ہیں	551
وقاتلوھم حتی لا تکون	556
کفار عرب سے زیادہ ظالم نہ ہوں گے ان کے دور رہنے میں کل اسلام	559

www.alahazratnetwork.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ

کہا اس جماعت نے جنہوں نے غرور کیا ان کی قوم میں سے البتہ نکالیں گے ہم تم کو اے شعیب

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَ

اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ تمہارے بستی سے اپنی یا لوٹ آؤ تم دین میں ہمارے فرمایا اور

بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ کہا گیا اگرچہ ہم بے زار ہوں

لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۝ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ

کیا ہم ہیں ناپسند کرنے والے بیشک گمراہ کیا ہم نے اللہ پر جھوٹ کو اگر لوٹ آئیں ہم دین میں تمہارے

ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے

بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

بعد اس کے کہ نجات دی ہم کو اللہ نے اس سے اور نہیں ہوتا ہے واسطے ہمارے یہ کہ لوٹیں ہم اس میں مگر یہ کہ

ہم کو اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللہ

اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا

چاہے اللہ پالنے والا ہمارا گھیرے ہوئے ہے رب ہمارا ہر چیز کو علم سے اور اللہ پر بھروسہ کیا ہم نے

چاہے جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے رب ہمارے

وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝

اے رب ہمارے فیصلہ کر دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان اور تو بہتر ہے فیصلہ کرنے والوں سے۔

ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

تعلق: ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کی اعلیٰ تعلیم وارشادات کا ذکر ہوا اب اس نالائق قوم کے الٹے جوابات کا ذکر ہے گویا موثر کا ذکر فرمانے کے بعد اثر نہ لینے والی قوم کا ذکر ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ذکر ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو صبر کا حکم دیا **فاصبروا حتی یحکم اللہ**۔ اب ارشاد ہے کہ اس قوم نے اس پر عمل نہ کیا۔ ان حضرات پر ظلم کرنے کی ٹھانی گویا تلقین صبر کا ذکر پہلے ہوا تھا اور ظالموں کے ظلم کا اب ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کافر قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد کرنے کا حکم دیا۔ **واذکروا اذکنتم قلیلا** اب اس نالائق قوم کے الٹا اثر لینے کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے نعمتیں یاد دلانے والے کو ہی ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو گزشتہ ہلاک شدہ کفار کے واقعات یاد دلائے۔ اب ذکر ہے کہ انہوں نے بجائے عبرت پکڑنے کے خود اپنی ہلاکت کی طرف قدم بڑھایا کہ ان قوموں کی طرح اپنے نبی کی سرکشی کی۔

تفسیر: قال الملا الذین استکبروا من قومہ۔ یہ نیا جملہ ہے جس میں قوم شعیب کے سرداروں کا جواب نقل فرمایا گیا کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی حکیمانہ تعلیم کے جواب میں ایسا بے ہودہ کلام کیا۔ **ملا** کہتے ہیں جماعت کو جس سے مجلس بھر جاوے۔ خصوصاً سرداروں کی جماعت جس کی ہیبت سے نگاہیں بھر جائیں۔ **ملا** کے لفظی معنی ہیں بھرنا۔ اس کا مقابل ہے خلا یعنی خالی۔ **الذین استکبروا۔ ملا** کا بیان ہے۔ **استکبروا** باب استفعال سے ہے۔ مبالغہ کے لئے ہے یا تکلف و بناوٹ کے لئے یعنی جنہوں نے اپنے کو بہت ہی بڑا سمجھا یا جو تھے تو چھوٹے مگر اپنے کو بڑا سمجھتے تھے۔ کفار کے مقابل اپنے کو بڑا سمجھنا عبادت ہے مسلمانوں کے مقابل اپنے کو بڑا سمجھنا حرام۔ نبی کے سامنے بڑائی کفر ہے۔ انہوں نے تیسرا تکبر کیا۔ **قومہ** یعنی قوم شعیب سے مراد ان کی نسبی قوم ہے اور وہ قوم مراد ہے جن کے آپ نبی تھے یعنی ایک والے۔ دینی قوم مراد نہیں۔ **قال** میں روئے سخن حضرت شعیب علیہ السلام سے ہے یعنی شعیب علیہ السلام کی کافر قوم کے بخی خورے کافروں نے شعیب علیہ السلام سے کہا یہ بخی خورے وہ تھے جو اللہ رسول پر ایمان لانے پر اپنی توہین سمجھتے تھے مگر پتھروں لکڑیوں کی پرستش پر فخر کرتے تھے۔ عقل کے اندھے تھے۔ **لنخرجنک یشعیب** اس کلام میں ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی کئی طرح بے ادبی کی۔ (1) آپ کو صرف نام شریف سے پکارا بغیر کسی احترام کے بغیر تعظیم کے (2) ان سے کہا کہ ہم آپ کو اپنی بستی سے نکال دیں گے حالانکہ زمین اللہ رسول کی ہے (3) نکالنے کو آپ کی طرف نسبت کی کہ ہم اصل میں تو آپ کو نکالیں گے آپ کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو۔ **والذین امنوا معک** یہ عبارت معطوف ہے کاف ضمیر پر **لنخرجنک** میں مفعول تھی یعنی آپ کو بھی نکالیں گے اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے انہیں بھی۔ خیال رہے کہ **معک** ظرف امنوا کا نہیں بلکہ لنخرجن کا ظرف ہے کیونکہ مومن ایمان میں نبی کے ساتھ نہیں ہوتے بلکہ نبی کے بعد ہوتے ہیں۔ نبی مومن بالذات اور لوگ مومن بالغیر۔ نبی کا ایمان پہلے مومنین کا ایمان بعد میں (خازن۔ کبیر۔ روح المعانی وغیرہ) لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں بالکل واضح ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان کفار کا خیال یہ ہو کہ مومنین ایمان میں نبی کے ساتھ ہیں اگرچہ حقیقت میں نبی زمان و مکان نوعیت ایمان میں پہلے ہوتے ہیں۔ نبی کا ایمان عرشی ہوتا ہے مومنین کا ایمان فرشی۔ نبی کا ایمان ان کی پیدائش سے پہلے کا عالم

www.alahazratnetwork.org

ارواح سے۔ اس فاایمان والی موسوں کا ایمان عرصی یعنی ہی کے ذریعہ سے۔ **من قریتنا** اس کا تعلق ہی **نخرجن** سے ہے قریہ معنی بستی سے خواہ شہر ہو یا گاؤں۔ یہاں شہر مراد ہے یعنی ہم تم کو بھی نکالیں گے اور تمہارے ساتھ تمہارے موسوں کو بھی تاکہ تم پر ہماری معصیت بھاری ہے۔ اپنی اور دوسروں کو سنبھالنے کی خیال رہے کہ ان لوگوں نے آپ کو قتل کی دھمکی دی کہ وہ لکھا ہے کہ قتل کی تکلیف قتل سے زیادہ ہے کہ قتل کی تکلیف تو ایک ہی بار ہوتی ہے مگر یہ نکالے کی تکلیف ہمیشہ کا ہے خصوصاً ایسے کہ ساتھ میں بیوی بچوں کی مفارقت ہو اسی سے معلوم ہوا کہ اسلامی سن ہجرت سے شروع ہوتا ہے نہ انبیاء علیہم السلام کی ہجرت سے **او لتعودن فی ملتنا**۔ اس عبارت میں **او** عاطفہ نہیں ہے بلکہ بمعنی **الا ان** ہے یعنی مگر اس صورت میں کہ تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ خیال رہے کہ **لتعودن** بنا ہے **عود** سے جس کے معنی ہیں تو رجوع ہے یعنی لوٹنا معنی صیرورۃ ہے یعنی ہو جانا۔ پہلی صورت میں عام موسوں سے خطاب ہے حضرت شعیب علیہ السلام اس سے خارج ہیں کیونکہ آپ سے کبھی کفر کیا تھا پھر کفر کی طرف لوٹ جانے کے کیا معنی اور دوسری صورت میں حضرت شعیب علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں یعنی اے موسوا تمہارے دین میں پھر لوٹ آؤ یعنی تم پہلے کافر تھے اب بھی ہیں یا ہمارے شعیب اور موسوں تو کافر ہو ہم تم سے بری ہیں یہاں **عود** معنی ہو جانا کے لئے ایک شاعر کہتا ہے

قال تبکی الایام احسن مرۃ الافقد عادت لھن ذنوب

یہاں عادت معنی صیرورۃ ہے دوسرا **قال او لو کنا کرھین** یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب ہے جو آپ نے اپنی قوم کو دیا اس میں الف تو سوال انکاری کا ہے اس کے بعد **لعودنا فی ملتکم** پوشیدہ ہے اور واو حالیہ ہے ظاہر پوشیدہ کے ضمیر سے حال واقع ہوئے اور یہ عبارت محذوف کا ظرف ہے کیونکہ واو **بعد ان** **او لو** کو جملہ شرطیہ کے واقع کر دیتا ہے **کرھین** بنا ہے **کراھتہ** سے معنی ناپسندیدگی یہ ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا تھا **او لو جئتک بشیء مبین** یعنی یا ہم ٹھہرتے ہیں یا تمہارے دین میں لوٹ سکتے ہیں حالانکہ ہم کو نفرت ہے تمہارے دین سے اور تم اس سے متنفر۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے پہلے تو اپنی قوم کی اس دعوت کھانے پر تعجب کیا کہ شیطان تو ہم کو دعوت دیتا ہے اور تم کو دعوت نہیں دیتا ہم سے بایوس ہو کر ہم سے دعوت کی جرات کرتے ہو پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ رب کی طرف سے ہم کو فطرۃً دو نعمتیں دی گئی ہیں ایک اچھوں سے الفت دوسرے برائیوں سے نفرت۔ یہ تو ہمارا حال ہے اور رہے میرے موسوں تو میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں الفت یہاں تک نفرت نصیب ہو گئی لہٰذا ان کا کفر کرنا بھی مشکل ہے خیال رہے کہ الفت سے نفرت اور نفرت سے الفت کا تعلق ہے ہم کو جہاں سے الفت ہے تو باپ سے نفرت مال سے الفت ہے تو چور سے نفرت ہے کسی اگر یہاں سے الفت ہے تو شیطان سے نفرت اگر تقویٰ سے الفت ہے تو ساتھیوں سے نفرت **کرھین** میں اسی طرف اشارہ ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ ظرف **لتعودن** پوشیدہ کا ہے یعنی تم ہم کو اس بستی سے نکالو گے حالانکہ ہم تمہارے دین سے برات رکھتے ہیں بعض نے فرمایا **او لو** **من کیفہ** ہے یعنی ہم کو کفر میں جیسے واپس کر سکتے ہو ہم تو اس دین سے بیزار ہیں تم پہلے تو ہمارے دین میں داخل تھے ہی نہیں دوبارہ کیسے داخل کر سکتے ہو **قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم** اس عبارت میں پہلے معصوم کی دو شرطیں فرمائی گئی ہے الف شرک سے توبہ دوسرے اسلام کی طرف

www.alahazratnetwork.org

ثابت کر دیتا اللہ اور اس کا رسول اپنے دین میں سچا اور عظمت کی ہے جس کے معنی ہیں بڑائی اور عظمت کی ہے [illegible] محفل میں نہ آئیے یعنی اگر تم ہوں تمہارے دین شرک و کفر اختیار کریں تو تم پر کوئی گناہ ہوگا ایک تو شرک و کفر اللہ تعالیٰ کی طرف بڑے جھوٹ کی نسبت کلام ہے رب نے فرمایا ہے کہ فقہ ایک ہے وہ ہے اسلام حق ہے اور چوتھائی کفر باطل ہے دو ہیں اور شرک اچھے ہیں ہمارے رب خالق نے یہ کتاب ہدایت کے لئے اتاری ہے وہ بھی خالق ہیں

پہ۔ معاملہ اللہ۔ **بعد اذ نجنا اللہ منہا** یہ ظرف ہے **عدنا** فعل کا **نجانا** سے جب سے معنی ملیدگی کو دوری کی ہے سے مناجات وغیرہ۔ نجات سے دو معنی میں بچانا اور رکھنا اور بچنے ہوئے کو نکالنا حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے **ونجینہ من الغم وکذلک ننجی المؤمنین** یہاں نجات دوسرے معنی میں ارشاد ہے یعنی غم اور مصیبت میں پھنسے ہوئے کو نکالنا اور بچانا حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے **فانجینہ واھلہ الا امراتہ** یہاں نجات پہلے معنی میں ارشاد ہے یعنی نوح علیہ السلام اس عذاب میں پھنسے ہی نہیں بلکہ محفوظ رہے اگر یہ کلام مومنین سے متعلق ہے تو نجات کے معنی ہیں نکال لینا پہلے وہ حضرات عذاب میں پھنسے ہوئے تھے حضرت شعیب علیہ السلام کے ذریعہ اس سے نکالا گیا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ایمان لا کر اللہ کی اطاعت فاخرہ چکے ہیں جیسے مزدل جانور چرتے رہے

تیرے قدموں میں ہیں میرا سر یہ ہیں میری آنکھیں جس نظر سے تو دیکھے ہے تماشا تیرا

کس پر بھی نکار ہو جائے وہ شاذ ہے جس میں کفار اگر اس میں حضرت شعیب علیہ السلام مراد ہیں تو نجات پہلے معنی میں ہے کیونکہ وہ نبی ہیں اور نبی کفر سے محفوظ ہیں ہے چہ جائیکہ کفر شرک کریں یعنی ہم کو اللہ نے پہلے ہی سے کفر و شرک سے بچائے رکھا کہ نہ وہ گمراہ تک جائیں نہ ہمارے ہاتھ آئے اگر فرض کے پاس گناہ آئے گا تو نیکی بن کر کسی نیکی کی محفل میں جائے گا نیکی کے پاس جائے گا دور سے گانے کی آواز سے مزامیر نما کا کان کے پاس آئے گا اگر اس کی آواز سے لذت پائے گا ہے یہ گناہ نیکی بن جائے گا خیال رہے کہ ایمان کے بعد کفر مرتد ہوتا ہے اور ارتداد اصلی کفر سے بدتر ہے اس لئے **افترینا** اور **عدنا** ارشاد ہوا **وما یکون لنا ان نعود فیہا** اس فرمان میں تصویر کا دوسرا رخ دکھایا گیا ہے یعنی اختیار اور خوشی سے کفر کی طرف لوٹنے کی نفی۔ یہ فرمان **او لتعودن فی ملتنا** کے مقابل ہے یہاں بھی اگر مومنین کے متعلق یہ فرمان ہے تو یہاں سے بعد ما نجانا منا یا پوشیدہ ہے اور اگر حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق ہے تو ممکن پوشیدہ ہے چونکہ **عود** میں دخول سے معنی کا لحاظ ہے اس لئے اس کے بعد **الی** سے بعد **فی** یا بھی ہم مومنین کے لئے کسی طرح کسی حال کسی وقت میں یہ مناسب نہیں کہ بعد اسلام کسی طرف لوٹ جائیں یا ہم کروہ انبیاء کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم کافر ہو جائیں یہ اور بات ہے کہ ارادہ جیسے سوء سے روشنی [illegible] گری چونکہ اس فرمان عالی میں پوری معصومیت اپنے مکان میں محفوظ ہے اور ہو سکتا ہے کوئی حیلہ کر کے آپ اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں فرمایا۔ **الا ان یشاء اللہ ربنا** اس فرمان کا مقصد ہے اپنے معاملہ کو رب تعالیٰ کے سپرد کر دینا اگر پہلے والا کلام مومنین کے متعلق تھا تب تو مطلب واضح ہے کہ ہم مومنین کسی طرح بھی ایمان سے نہ پھریں گے اگر اس صورت میں پھر سکتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا ارادہ ہی یہ ہو کہ مومنین مرتد ہو جائیں تب تو مرتد ہو سکتے ہیں۔ تم کتنا ہی زور لگا لو ہم مومنین انشاء اللہ مرتد نہ ہوں گے اور اگر اس کا تعلق حضرت شعیب علیہ

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

اپنی نہیں جس کے علاوہ ہو۔ کا احتمال نہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تخلوق کے فیصلوں میں اور بہت طرح فرق ہے۔ خدا نے خیر الفاتحین فرمایا بالکل درست ہے۔ رب کا فیصلہ اٹل ہے۔

خلاصہ تفسیر جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے مدد و بلا کیفیہ فرمایا تو اس کی قوم سے دو گروہ ہو گئے ایک گروہ تو شعیب علیہ السلام کو اور تم پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے تمہارے ساتھ ہی نکال دیں گے اس تمہارے یہاں رہنے کی ایک ہی صورت ہے کہ تم ہمارے دین میں آجاؤ یا تمہارے موجودہ لوگ ہمارے دین میں لوٹ آویں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے دین میں آسکتے ہیں حالانکہ ہمارے دل تم سے اور تمہارے دین سے بدظن رہتے ہیں اگر ہم تمہارے دین میں آجاویں تو ہم اللہ پر بڑے جھوٹ باندھنے والے ہو جائیں گے جب اللہ نے ہم کو اس دین سے بچایا پھر ہم اسی دین میں پھنس جاویں۔ اس میں رب تعالیٰ پر صریح بہتان باندھنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر شخص اور ہر چیز کو محیط ہوئے ہے کوئی چیز اس کے علم سے خارج نہیں یعنی ہم نے صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے تمہارے ڈرانے دھمکانے سے مرعوب نہیں ہو سکتے۔ تو ہمارا پکا کام ہیں مناسب نہیں کہ آپ اپنی کافر قوم کے یہاں سے مایوس ہوئے تو اس قوم نے سرکشی کی اے ہمارے رب اب تو قوم ایمان لانے کی نہیں اس میں کوئی سے لوگ ہوتا ہوں جب تو جاں بوریہ جائیں تو ہمارا فیصلہ کر دیجئے درمیان سے ہمارے رب تعالیٰ نے عذاب بھیجا ہے اے مولیٰ اب تو ہی ہمارے اور ان کے درمیان کھلی حق فیصلہ کر دے کہ کفار کو ہلاک کرے اور مومنوں کو جیتا رہنے دے یہاں فیصلہ کرنے والے بہت ہیں مگر تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے تیرا فیصلہ سچا ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** عموماً قوموں کے سردار قوموں کی ہلاکت کا سبب ہوتے ہیں اگر یہ درست ہو جائیں تو قوم درست ہو جائے یہ فائدہ **الذین استکبروا** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** غرور و تکبر بڑا برا عیب ہے اور سب کے مقابلہ میں ہو تو بدترین کفر ہے ہمارے گاؤں کے جھگڑے کی جگہ سے اکڑنے کی جگہ میں یہ فائدہ بھی **الذین استکبروا** سے حاصل ہوا اس قسم کے تکبر اور غرور نے شیطان کو ہلاک کیا۔ **تیسرا فائدہ** کسی جگہ مومنین اور نبی تشریف فرما ہو تو اللہ کی رحمت فائدہ ہے اس گاؤں سے نکل جانا اللہ کے عذاب آنے کا باعث ہے جب ایسی جگہ سے وہاں آتے ہیں تو وہ اللہ والوں سے دور ہو جاتا ہے یا اس طرح کہ وہ ان کے پاس سے بھاگ جاتا ہے یا اس طرح کہ انہیں اپنے پاس سے ہٹا دیتا ہے یہ فائدہ **لنخرجنک** سے حاصل ہوا وہ لوگ اپنی قسمیں خود کھاتے تھے۔ رب خود فرماتا ہے **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا** اگر کہ مسلمان نکل جاتے تو ہم کافروں کو عذاب دیتے۔ **چوتھا فائدہ** عام مومنوں کو نبی کے برابر جاننا ایمان میں ان کے ساتھ ملنا طریقہ کفار ہے یہ فائدہ **الذین امنوا معک** سے حاصل ہوا کہ انہوں نے ملنے کا صاف کہہ دیا کہ آپ پر ایمان لائے۔ خیال رہے کہ نبی کے ایمان اور مومنوں کے ایمان میں چند طرح فرق ہے اولاً یہ کہ نبی کے ایمان عرفان تبوت کمالات لے کر آتے ہیں عام مومنین پیدائی ایمان دیکھتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن انبیاء سے کتاب و حکمت کی خبر دے دی تھی **واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ** اس لئے وہ گندے ماحول میں آتے ہیں مگر خود پاک ستھرے ہوتے ہیں۔ علم حضرت

www.alahazratnetwork.org

ابراہیم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے ظاہر ہوا کہ ایمان عرشی ہوتا ہے موحد کا فرشی۔ اس سے معلوم ایمان کو ہر طرح حضرات ہیں اس شیطان وغیرہ سے ان کے ایمان کو کوئی خطرہ نہیں عرشی چیز فرشی آفات سے محفوظ ہوتی ہے فرشی چیز عرشی آفات سے محفوظ نہیں ہوتی۔ اور اگر ان سے کوئی گفت نہیں ہوتی تو ان کے ایمان ذاتی موحدوں کا ایمان عرضی ان کی سے ہاتھ اور قلم ہیں یہ ان کی قدرتیں۔ اللہ ان کا موقف کہتا ہے پنجواں فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو شیطان حضرات انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کو بہکانے سے مایوس ہیں ہو گئے الٰہی میں عرض کیا **لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین** مگر کافر ان میں مقدس ہستیوں کو بہکانے سے مایوس ہیں ہو گئے **لتعودن فی ملتنا** سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ** تقیہ بزدلی سے حضرات انبیاء اولیاء مومنین اس لیے دور ہیں یہ فائدہ **او لتکرھن** سے حاصل ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے صاف فرمادیا کہ نہیں ہو سکتا کہ ہم تمہارے دین میں آجائیں اور یہاں سے اس کا قرار کریں ہمارے دل میں جو ہو گا وہی رہے گا۔ **ساتواں فائدہ** مرتد کا حکم قتل کفر سے بدتر ہے۔ **آٹھواں فائدہ** **قد افترینا** سے معلوم ہوا کہ فریب سے حاصل ہوا۔ **دسواں فائدہ** انبیاء کرام علیہم السلام گناہ سے معصوم ہوتے ہیں وہ بھی ان سے فرض کی نہیں ہو سکتا۔ **یہ فائدہ ربنا افتح بیننا اللہ** کی اب تفسیر سے حاصل ہوا کہ فتح کے معنی میں بچانا اور نجی سے ماضی مطلق ہے کہ اللہ نے ہمیں ان سے بچا لیا ہے۔ **نواں فائدہ** کافر اور مشرک کا شر کبھی اللہ تعالیٰ سے ٹلتا نہیں اللہ کے بندوں سے ہی ان کا شر ہٹایا جاتا ہے۔ **دسواں فائدہ** **الا ان یشاء اللہ** سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت رضا اور امر میں فرق ہے بہت سی باتیں ہوتی ہیں کافر اللہ تعالیٰ کی رضا اس سے نہیں ہاں اس کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ **دسواں فائدہ** اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا سب نبیوں کا رہا ہے اس پر توکل رکھنے والا شر سے محفوظ رہتا ہے۔ **ربنا تعالیٰ یہ فائدہ علی اللہ توکلنا** سے حاصل ہوا اللہ کو مقدم فرمانا **توکلنا** پر توکل کی بہت قسمیں ہیں جس کا ذکر بار بار ہو چکا۔

پہلا اعتراض قوم شعیب علیہ السلام نے آپ کو بستی سے نکالنے کی دھمکی کیوں دی۔ انہیں نکالنے کا کیا لائق تھا یہ وہاں بادشاہ تھے جو ایسے ویسے کو نکال دیتے تھے بادشاہ کوئی نہیں ہوتی تھی بادشاہ کوئی نہیں ہوتی تھی قوم نے چاہتی تھی یہاں اللہ سے بچتی تھی سے بھی محض گائوں سے چوہدری سردار جس شخص سے ناراض ہو جاتے ہیں اسے گائوں میں رہنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے وہاں سے ہٹنا پڑتا ہے۔ یہ عمل اسی بنا پر تھی۔ **دوسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا حضرت شعیب علیہ السلام کو ان میں سے کوئی بات ناگوار نہ تھی کیا انہوں نے ان حضرات کو نکال دیا جواب میں وہ بھی عمل سے زیادہ ناگوار ہے اس حرکت کی بستی سے نکالنے کی دھمکی دیتا تھا فرمایا **اقتل موسیٰ ولیدع ربہ** کفار کی جرات سے کرتا تھا یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی امان و حفاظت میں ہوتے ہیں۔ **لا تخف انک انت الامین** ہاں جب اس قوم کی ہلاکت کا وقت آیا تو آپ حکم مومنین کے وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ **تیسرا اعتراض** بستی کفار حضرت شعیب علیہ السلام کو فرماتے ہیں تو ضرور ہے کہ حضور اور کو ہجرت کرانے پر تلے کیوں ہو گئے رب فرماتا ہے **اذا خرجہ الذین**

www.alahazratnetwork.org

دوسرا اعتراض جواب اور حضور انور کو مکہ معظمہ سے نکلنے کی دھمکی دی تھی وہ یہ چاہتے تھے کہ قتل کرنا چاہتے تھے جس میں وہ ناکام رہے اللہ نے اپنے حبیب کو محفوظ رکھا آیۃ کریمہ **اخرجوہ** میں خرج سے بھی یہی نکلتے کے اسباب پیدا کرنے کا حضور کو تنگ یا جس کی وجہ سے آپ نے ہجرت کی۔ **چوتھا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومنین ایمان میں بی کے ساتھ ہوتے ہیں حالانکہ وہ بی سے زیادہ ایمان اور درجہ ایمان میں پست پیچھے ہوتے ہیں۔ بی کا ایمان مومنین کے ایمان پر رہا اور اسے دونوں جماعتوں سے مقدم ہوتا ہے پھر اسنوا مکمل کیونکر درست ہوا۔ جواب اس کا جواب بھی تفسیر میں نظر چکا کہ معیت کا تعلق اسنوا سے نہیں بلکہ **لنخرجنک** سے ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اپنی بستی سے آپ کو بھی نکال دیں گے اور آپ کے ساتھ مومنین کو بھی نکال دیں گے مگر چونکہ مومنین کا نکالنا حضرت شعیب علیہ السلام کی وجہ سے تھا اس لئے معیت کہتے تھے یا وہ آپ کے گھر کی وجہ سے اس میں فرق نہ کرتے وہ سمجھے کہ نبی اور مومنین سب یکساں ہیں وہ تو اپنے کو بھی نبی کے برابر سمجھتے تھے۔ **پانچواں اعتراض**۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی کفر نہ کیا تھا پھر آپ کو کفر کی طرف لوٹ جانے کی دھمکی کیوں دی کہ **او لتعودن فی ملتنا** عود کہتے ہیں پہلی حالت کی طرف لوٹنے کو پھر شعیب علیہ السلام نے اسے عود یوں فرمایا کہ **مقد عدنا فی ملتکم**۔ جواب اس اعتراض کے چند جوابات ابھی تفسیر میں دیے گئے کہ اگر حضرت شعیب علیہ السلام سے یہ فرمان اپنے مومنین کی جماعت کی طرف سے فرمایا ہے تب تو عود کے معنی لوٹنا ہیں یعنی وہ لوگ پہلے کافر تھے بعد میں مومن بنے تھے اب ان کا گھر کفر کی طرف لوٹنا ہوا اور اگر اپنی طرف سے یہ جواب دیا ہے تو عود کے معنی لوٹنا نہیں بلکہ ہو جانا ہیں **عاد بمعنی صار** بھی آتا ہے جیسا کہ ہم ابھی تفسیر میں شعراء عرب سے حوالے ثابت کر چکے ہیں ان عبارتوں کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارا کافرانہ دین ہی اصلی دین ہے جس پر انسان پیدا ہوتا ہے جو مومن ہو گیا وہ اصلی دین سے پھر گیا تب جس وہ کفر سے لوٹا آپ ان کی اصلی پیدائشی دین یعنی کفر کی طرف لوٹے کا خود بخود۔ اس لئے وہ اسے **عود** یعنی لوٹنا کہتے تھے۔ **لتعودن فی ملتنا** چھٹا **اعتراض** حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا **بعد اذ نجنا اللہ** اللہ تعالیٰ نے ہم کو کفر سے نجات دی اور نجات کہتے ہیں کسی پھنسے ہوئے کو نکالنا جیسے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں وہاں کی وحشت وغیرہ میں مبتلا تھے رب نے آپ کو نکالا تو فرمایا **و نجیناہ من الغم** حالانکہ شعیب علیہ السلام نے کبھی کفر کیا ہی نہ تھا تو نجات کے معنی آپ کے لئے کیونکر درست ہوئے۔ جواب اس اعتراض کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ عربی میں نجات سے دو معنی ہیں نجات نے نکالنا اور نجات سے بچانا محفوظ رکھنا تمہاری پیش کردہ آیت میں نجات پہلے معنی میں ہے اور نوح علیہ السلام سے متعلق **فانجیناہ و اھلہ** یہ نجات دوسرے معنی میں ہے۔ اب اگر آپ کا یہ فرمان مومن قوم کی طرف سے ہے تو نجات پہلے معنی میں ہے کہ ان پھنسے ہوئے کو نکالنا یعنی وہ دوسرے پہلے عرض گزار تھے اللہ نے انہیں حضرت شعیب علیہ السلام سے رجوع نکالا اور اگر یہ فرمان آپ کے اپنی طرف سے ہے تو نجات دوسرے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام کو کفر سے ہر گناہ سے محفوظ رکھتا ہے بچاتا ہے۔ لفظ آیت بالکل واضح ہے۔ **ساتواں اعتراض**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام بھی کفر و ارتداد کے حضور میں ہیں اگر رب چاہے تو وہ بھی کفر کریں فرمایا گیا **الا ان یشاء اللہ** حالانکہ تم انہیں کفر

www.alahazratnetwork.org

کفار سے معصوم مانتے ہو کہ وہ حضرات یہ رسالے ہی نہیں۔ تمہارا یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب اس کلام سے بھی تفسیر میں گزر چکا۔ مگر یہ علامہ موصوف سے متعلق ہے تو بالکل ظاہر ہے کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے متعلق ہے تو اس کا مقصود ہے اپنا علانیہ رب کے سپرد کرنا یعنی ہم خود بخود معصوم نہیں بلکہ محض فضل ربی سے معصوم ہیں اور اس میں ایسے ناکس پر دو سرے ناکس پر متعلق کیا گیا ہے نہ تو یہ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ بھی ناکام چاہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ بھی ناکام فرما دیں۔ **فتوکل** اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر کام **توکل** صرف اللہ تعالیٰ پر ہی چاہئے کہ ارشاد ہو **علی اللہ توکلنا** یہ فرمان حصر کے لئے ہے تو پھر تم نہیں دعاؤں سے فریاد ہی کیوں کرتے ہو تمہارے یہ کام توکل علی اللہ کے خلاف ہیں۔ جواب اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ تم لوگ بھی تجارت، بلیات میں حاکموں، حکیموں، بلکہ چندہ لینے کے لئے امیروں سے فریاد کرتے ہو یہ بھی اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب تحقیق تفصیل اس کی یہ ہے کہ مطلب تحقیق تفصیل اس کی کتب جلد اول حصہ اول میں حاضر ہو یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ اللہ کے بندوں سے استمداد پر حاضر رہنا پر توکل کے خلاف نہیں۔ وہ حضرات اس رب کریم کی صفات بلکہ ذات کے مظہر ہیں۔ رب تعالیٰ ان کے ذریعہ ہم کو سب کچھ دیتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا **من انصاری الی اللہ** حضرت ذوالقرنین نے فرمایا تھا **اعینونی بقوۃ** رب نے ہم کو حکم دیا **تعاونوا علی البر والتقوی** رب فرماتا **ان تنصروا اللہ ینصرکم** یہ سب علماء یہ کہتے ہم کو بھی اسباب اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ بعض اوقات بدون ظاہری اسباب کے بے یار ہو جاتا ہے مگر روحانی اسباب سے کبھی بے یار نہیں ہوتا۔ بچہ ماں کے پیٹ میں شہداء اولیاء قبروں میں زندہ ہیں طرح طرح پانی ہوتے بے یار ہیں مگر کسی حال میں حضور انور کی نبوت سے بے یار نہیں۔ اللہ کی ربوبیت حضور کی نبوت ہی سب کو ہر جگہ ضرورت ہے بلکہ حضور کی نبوت اللہ کی ربوبیت کا مظہر ہے کہ اللہ کی قدرت اگر بی بی کے ذریعہ ہم تک پہنچے تو رحمت ہے اس واسطہ سے جیسے بجلی کلپ رجے کے غلاف کے ذریعہ رحمت ہے بغیر غلاف ہاتھ میں ہو۔ یہاں تو یہ بتایا گیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے قطعاً خوف نہیں کیا ان کے کہنے سے اللہ کے دین کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کی۔ رب پر بھروسہ یہ **نواں اعتراض**۔ تم نے تفسیر میں کہا کہ مومنوں کو نبی کے ساتھ ایمان میں ناطہ ہے طریقہ کفار ہے مگر قرآن مجید نے بہت جگہ مومنوں کو نبی کے ساتھ کہا ہے۔ فرماتا ہے **والذین معہ اشداء علی الکفار** اور فرماتا ہے **واسوا ممدود عرروہ** پھر تمہارا قول کیونکر درست ہوا۔ جواب۔ مومنوں کی نبی کے ساتھ ہمراہی ایسی ہے جیسے سلطان کی فوجی بی اس نے خدام بلساتھ رہنا خدمت کے لئے جیسے ریل کے ڈبوں کا انجن کے ساتھ رہنا فیل لینے کے لئے۔ برابری والی ہمراہی ناکس ہے یہ جیسے حاضروں کا پیر رکھوالے کے ساتھ رہنا محبوبیت کے لئے۔

میں مجرم ہوں تو مجھے ساتھ لے لو کہ رحمت میں ہیں جا بھی تھامنے والے

تفسیر صوفیانہ۔ جس پر حق تعالیٰ کا رحم ہوتا ہے وہ نبی پاک کی طرف دوڑتا ہے اور اس دامن پاک کو پکڑتا ہے مگر جس پر رحمت نہ ہو وہ پاک سے بھاگتا ہے یہ ہر ایک کا اپنا اپنا ظرف ہے۔ آفتاب کی روشنی سے بھاگنا اس کی علامت ہے کہ وہ چمگادڑ ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے پناہ ہیں۔ ان کا دین ان کی شریعت

www.alahazratnetwork.org

دیا کے سے محمود ہو دیا ظاہر ہے۔ قوم شعیب ہاں سے کہنا کہ ہم تم کو اپنی بستی سے نکال دیں گے اپنے کو تباہی کی طرف دھکیلنا ہے بھی نہ مانے ہاں نکل دیں۔ یہ طے ہو کر درست ہو جاتی ہے ہوں سے شعیب علیہ السلام سے ساتھ ہم آپ بستی سے نکل دیں گے اللہ تعالیٰ سے ہاں یہ بات ان کے متعلق درست کر دی کہ ہمیں اپنی رہیں سے نکال دیا ہمیں تباہ کر دیں گے قوم ہاں سے ساتھ ہاں ہو جرت کر گئے ہاں سے ساتھ ہاں و عمر میں ہو جاتے ہیں ہاں سے ہاں حق علیہ السلام سے ہاں سے مقابل ہار پانی ہاں ہاں ہاں

www.ahazratnetwork.org

تعلق ... **پہلا تعلق** ... **دوسرا تعلق** ... **تیسرا تعلق** ... **فاخذتھم الرجفۃ** ... **وقال الملا الذین کفروا من قومہ** ... **لئن اتبعتم شعیبا** ... **انکم اذا لخسرون** ... **فاخذتھم الرجفۃ**

www.alahazratnetwork.org

ظلمت میں تھے کہ وہ سخت زلزلہ سے ہلاک ہو گئے مگر سورہ **ھود** میں ہے **واخذت الذین ظلموا الصیحۃ** کہ ان ظالموں کو حضرت جبریل کی چیخ لے بیٹھی۔ پہلا اس کی مطابقت کئی طرح ہو سکتی ہے۔ (۱) ہاں ان پر چیخ کی پھر اس چیخ سے زمین میں زلزلہ آیا۔ وہ ہلاک ہوئے اب بھی ہوائے سخت رعد و برق آواز سے زمین ہل جاتی ہے۔ (۲) ان کے عاقل و بالغ سرکش مرد چیخ سے ہلاک ہوئے عورتیں بچے وغیرہ زلزلہ سے۔ اسی لئے یہاں **اخذت الذین ظلموا** فرمایا ہوا۔ (۳) حضرت شعیب علیہ السلام کی یہ قوم مدین ایکہ و بیشہ میں آباد تھی مدین والے چیخ سے ایکہ والے زلزلہ سے اور باقی حد کے لوگ ظلہ یعنی ہوا کے عذاب سے ہلاک ہوئے انہیں کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فاخذھم عذاب یوم الظلۃ** (۴) اور بعض کو سخت گرمی نے پکڑا پھر ایک بادل نمودار ہوا جس میں ٹھنڈی ہوا تھی یہ سب لوگ اس کے سایہ میں چلے گئے وہاں پہنچے تو چیخ نے پکڑا (زلزلہ حضرت عبداللہ ابن عباس کا یہ ہی قول ہے (روح المعانی۔ معالم۔ خازن وغیرہ) **اصبحوا فی دارھم جثمین**۔ ان کے عذاب کا بیان ہے **اصبحوا** یعنی **صاروا** ہے یعنی وہ لوگ ہو گئے دار سے مراد ان کے سارے مکانات میں یا بستی ہے یا یعنی قریہ رہنے والے **جثمین** بنا ہے **جثوم** سے یعنی زمین پر بیٹھ جانا۔ اس طرح کہ بیٹھے گئے ہوں رات سے وہاں پہنچی سے اور پہلی رات میں سے بھی وہ لوگ اپنے گھروں میں یا اپنے شہر میں یا گھروں سے قریب میں زلزلہ ہی وہ سے زمین پر گر گئے اور اسی طرح ہلاک ہو گئے۔ ایک بھی باقی نہ بچا **الذین کذبوا شعیبا** یہ ابدل ہے جس میں ان مکانوں کے گزشتہ ہونے کی نحوست کا ذکر ہے۔ الذین سے مراد وہی کفار ہیں ان سے پہلے ان سے تابع ہیں۔ **کذبوا** کے معنی ہیں جھوٹا بتانا، جھوٹا جاننا، جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی یا ایک بار نہیں بار بار مرتے دم تک۔ **کذبوا شعیبا** فرما کر یہ بتایا کہ قوم پر عذاب آنے کی وجہ حضرت شعیب علیہ السلام کا انکار تھا نہیں سمجھانا ہے۔ صرف رب تعالیٰ سے انکار بلکہ ساری الہامیات کے انکار سے عذاب نہیں آتا نبی کے انکار سے عذاب آتا ہے۔ **وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا** **کان لم یغنوا فیھا** اس سے پہلے ایک محاورہ سے عبارت پوشیدہ ہے **استاصلوا صاروا لم یغنوا** بنا ہے **مغانی** سے یعنی رہنے بسنے کی جگہ۔ **غنی** یعنی رہنا بسنا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

عفا رمانا بالعصورک والعفی	فکلا سقاہ بکاس الدھر
فمازالنا بھا عفی فی قرانہ	غنا ثلاثا لزری باصابعنا الغمر

ان شعروں میں غنا عفی رہنا بسنا دوسرا شاعر کہتا ہے۔

ولقد غنوا فیھا بانعم عیشہ	فی ظل ملکک ثابت الاوتاد

یہاں بھی غنوا یعنی رہنا بسنا جس طرح حضرت شعیب کو جھوٹا جاننا جھوٹا کہنا وہ ایسے برباد ہوئے کہ وہ وہاں بھی یہاں رہے ہی نہ تھے وہ بھی برباد ہوئے اس نے کفر بار بھی ختم ہو گئے **الذین کذبوا شعیبا کانوا ھم الخسرین**۔ یہ بھی یا جملہ ہے اس میں اس کافر قوم سے دوسری جزائی کلام ہے جس سرانکار سے جو کہیں اس قوم نے کی وہ کہتے تھے اگر تم حضرت شعیب علیہ السلام کی اتباع کرو گے تو تم خسران میں رہو گے۔ یعنی حضرت شعیب کی جنہوں نے اتباع کی تھی وہ تو نجات پا گئے اور جن لوگوں نے انہیں جھوٹا کہا تھا وہی ہر طرح سے خسران میں رہے جو انہوں نے دوسروں سے کہا تھا وہ خود

www.alahazratnetwork.org

پر لہ حصار نے سخی مہا ما ہ ں رہتے ہیں ر حصار وہ فصیل ہے جس میں اپنی اصلی پونجی بھی جانے چوری کا ڈر اپنی رہتی ہی رہا کرتے اس لئے وہ حصار ہی ہے سکار سوس اگرچہ فصیل میں مگر حصہ تو فی حصار میں ہیں۔

خلاصہ تفسیر حضرت شعیب علیہ السلام نے بعد تبلیغ سے بعد سخی نا گوار کفار کی سرکشی کا یہ حال دیکھا کہ وہ اس سے بھی بڑھ کر اپنے دشمنانہ طرز عمل پر قائم تھے، وہ تینوں طرح ورغلاتے تھے کہ خیال رکھنا اگر تم نے شعیب علیہ السلام کا

دین قبول کر لیا تو ہم تمہیں اس شہر میں رہنے نہ دیں گے یا تو تمہیں ہمارے دین پر آنا ہوگا یا ہر طرح سے پورے فصیل بند حصار میں رہو گے تم سے تمہارے باپ دادے ناراض ہو جائیں گے یا تو تمہیں ہمارے دین پر آنا ہوگا ورنہ ہم تمہیں ڈرا دھمکا کر ایک شخص سے کہنے سننے پر اختیار کر لیا اور تم سب تم تجارت میں خرابی ڈالنے کی کوشش کرتے ہو خواہ مخواہ ہمارے مروجہ طریقوں میں نکتہ چینی کرتے ہو اس سے یکدم محروم ہو جاؤ گے وہ اس لڑائی ظاہر سے بھی عاجز آ گئے اور اپنی طرف سے ایک اور وار کرنے کی تدبیر کی کہ پہلے سے زیادہ اپنے پھلاؤ کے لئے زمین پر اکڑوں ہو کر بیٹھ گئے اور زمین میں گاڑ گئے اور اس طرح بیٹھ گئے کہ ان کے مکانوں کو اس طرح چھپا لیا گویا وہ کبھی اس جگہ میں رہے ہی نہ تھے وہ تو مومنین کو جانے کا حکم دیتے تھے مگر پورے حصار میں وہ گھلنے والے حوض پر گئے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان پر سورج کا دروازہ کھول دیا اور گرمی سے تڑپ گئے تو خانوں میں ٹھنڈک لینے گئے تو وہاں اور بھی زیادہ گرمی تھی وہ خانوں سے بھاگ بھاگ کر باہر آتے تھے تو پیاس بھی غلبہ پاتی تھی بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ شہر سے باہر جنگل میں نکلے تو ایک ابر کا ٹکڑا ان کے سروں پر سایہ کرنے کو آیا تو اس کے نیچے پناہ لینے کو جمع ہو گئے۔ عورتیں مرد بچے بوڑھے جوان سب کے سب وہاں پہنچ گئے کہ اس پر دم بھر آرام پائیں تو اس بادل سے بجائے ٹھنڈک کے ایسی آگ برسی کہ سب وہاں ہی ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ زلزلے سے عمارات بھی گر گئیں اور ان کے مکان ان پر گر پڑے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس گرمی میں ایسے بھن گئے جیسے بھاڑ میں بھنی جاتی ہے اور جل کر کوئلہ ہو جاتی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور مومنین کو لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یہ ہے ان کا انجام جو اللہ کے نبی سے دشمنی کرتے ہیں۔ اس قوم پر عذاب آیا تو ایک ہی چیخ سے وہاں کا ہر شخص بھی ہلاک ہو گیا اس کی بیٹی جو موجود تھی اور عذاب سے محفوظ رہی تھی اس نے اپنے باپ کی ہلاکت اس طرح بیان کی۔

کلکلس	تدمدر	رکس	هلکه وسط المجله
سید	القوم	اتاه	الفنو نار بحنطله
جعلت	نار	عنیهم	دارهم کالمضمحله

فائدہ اس آیت سے چند امور حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ قوم شعیب پر یہ عذاب کس طرح آیا یہ صراحت طلب ہے بعض مفسرین وہاں بیان کرتے ہیں کہ ان پر بادل سے آگ برسی اور گرمی سے پگھلا دینے والا فائدہ **فاخذتهم الرجفة** اس سے حاصل ہوا اور وہاں **هم** کی ضمیر عذاب کی طرف سے پھیرتے ہیں جس طرح فرعونیوں پر طوفان ٹڈی وغیرہ کے عذاب آئے وہاں ان کی ضمیر حال بھی تھے وہاں سب سے محفوظ رہے۔ (مدارک) دوسرا فائدہ جب کسی قوم پر عذاب آنے والا ہوتا ہے تو اس سے اول ہی خوف اس کی زمین سے ہوتا ہے زلزلہ وغیرہ کی علامت ہے۔ تیسرا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم عذاب کی خبر سن کر ہی ان کو روانہ ہو گئی کہ وہ کہتے تھے **لئن اتبعتم شعیبا** تیسرا فائدہ حرام مدنی واقع

www.alahazratnetwork.org

سمجھانا اور حال زار روں بلکہ عبرت میں مشغول ہونا کہ ہمارا طریقہ ہے۔ فائدہ **انکم اذا لخسرون** سے حاصل ہوا۔ دیں رکھو کہ دنیا میں مشغول ہونے میں دنیا ہی نفع ہے۔ اگرچہ بظاہر اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ چوتھا فائدہ جو آپ کی اس چیز کی ہوس اس کی گردش منواتی ہے مگر وہ ملتا کام نہیں آتا یہ فائدہ **فاحدتهم** سے حاصل ہوا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں

ہر آں طفل کو در نہ آموزگار ... بسے نقش باطل کند بر گیا

قوم شعیب نے جب عذاب الٰہی سے ہلاکت سنی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ اطاعت کی طرف توجہ کی یہ پانچواں فائدہ جب فسق و فجور حد سے بڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرماتا ہے۔ اس سے پہلے کافروں نے پیغمبروں کو بھی ہلاک کرنا چاہا تھا۔ ان کی ہلاکتوں کو بھی بیان کیا ہے یہ فائدہ **کان لم یغنوا فیها** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة** چھٹا فائدہ یہ نصیحت آمیز باتیں ہوتی ہیں۔ ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ رب تعالیٰ کی کسی آیت سے ہمارے پیغمبر رب کی خلیل سے ہلاکت ہونا فائدہ ہے۔ ساتواں فائدہ جن چیزوں پر عذاب آتا ہے وہ چیزیں کبھی بھی **فاسدهم** ان سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ جن چیزوں پر عذاب آتا ہے وہ چیزیں کبھی پھر بھی آباد نہیں ہوتیں۔ یہ فائدہ **كان لم يغنوا فيها** سے حاصل ہوا۔ یہ تھا تفسیر۔ یہ تھا قوم شعیب کا واقعہ اور قوم شعیب کی عذاب والی مثال۔ آج مکہ کی ہیں کافر قریش پر عذاب نہیں آیا۔ ہاں سے ہمارے حفاظ کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ آٹھواں فائدہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے بدلے میں دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا ہے یہ ہلاکت ہمارے دوستوں کے ساتھ کفر تھے۔ حضرت شعیب کی اتباع کی تو **انكم اذا لخسرون** رب تعالیٰ نے ان سے فرمایا **الذين كذبوا شعيبا كانوا هم الخاسرين** یہ ہلاکت ان کی شان میں کہا **تبت يدا** آپ کا ہاتھ ٹوٹ جائے تو رب نے جواب دیا **تبت يدا ابي لهب** ان کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ یہ بھی حال ان کے ملنے والے حضور انور کی تعریف کرے جائے۔ **تحقق** ہمدم تمہاری تعریف فرماتا رہے گا بعد اپنی روحی کے کفر و عصیان میں حضور کے گیت گاتا رہے گا **تحقق** قیامت تک تمہارے گیت گائے گا دیکھو وہابیہ اللہ کے آستانوں کی بدنصیبی۔

اعتراضات: پہلا اعتراض بھی وہابی نے کیا ہے فرمایا تھا کہ **قال الملا الذين استكبروا** سے معلوم ہوا کہ ان قوم میں تکبر کا مرض ہوا ایسا ان کے کفر کا سبب ہوا۔ ان میں فرق بیان کی کیا وجہ ہے۔ **جواب** اگر ایسا کہنے والوں سے دوسرے مقام میں پہلے سے علاوہ ہے تو یہ فرق ظاہر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے وہ ہٹ دھرمی گفتگو ہوئی اس کے بعد ہی قوم کے یہ تمام عام کافر ہوئے۔ اور کہاں دین پہنچانے والے خاص مراد ہوں تو یہ بات مقصود ہے کہ ان لوگوں میں عیب بہت تھے۔ تکبر و غرور اور بڑھ بڑھ کر تکبر تھے۔ بڑی بڑی بہت سی عیبیں ہوتی ہیں جن میں سے مذکورین بڑوں سے ہوتے ہیں جو سب سے مقبل تکبر ہے۔ اسی سے ہوا یہ ابلیس والا ہے۔ اس سے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے بڑا جانا۔ دوسرا اعتراض یہاں ارشاد ہوا ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام زلزلہ سے ہلاک کی گئی مگر سورہ **ہود** میں فرمایا گیا کہ وہ قوم چیخ سے ہلاک کی گئی دونوں میں تعارض ہے۔ **جواب** ان کے چند جواب بھی تفسیر میں گزر گئے کہ یہ تو بعض کفار زلزلہ سے ہلاک ہوئے اور بعض چیخ سے یا دونوں چیخ

گئی۔ اس تیغ سے رسیں میں ہر ... یاد رہ ... ہو گئے۔ سب قریب کا کر یہاں ہے سب بعید کا ... رہا۔ تیسرا اعتراض یہاں ارشاد ہو **فاصبحوا فی دارھم جثمین**۔ مگر دوسری جگہ ارشاد ہے کہ وہ شہر سے باہر میدان میں تھے۔ ان سے سابقہ میں ہل ساکنوں نے ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** یا تو **دار** سے مراد گھر نہیں بلکہ بستی مراد ہے یا دار واحد ارشاد ہوا **دیارھم** یہ فرمایا یا بعض لوگ باہر نکل کر ہلاک ہوئے بعض اپنے گھروں میں اور **دار** اسم جنس ہے تعارض اور زیادہ سب پر ہوتا ہے۔ چوتھا اعتراض یہاں **کان لم یغنوا فیھا** کیوں ارشاد ہو۔ **اھلکوا** فرمایا یہ کامل اقامت دار عذاب میں یادار نہ رہنے۔ **جواب** یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ان مکانات سے وہ صرف ہلاک ہوئے ہلاکتوں کے گھر کھنڈ اور وغیرہ تمام چیزیں برباد ہوئیں غرضیکہ ان کی ہستی کی ویرانی بتلانے کے لئے یہ ارشاد ہوا۔ پانچواں اعتراض یہاں ارشاد ہے **کانوا ھم الخاسرین۔ ھم** سے حصر کا فائدہ دیا جس سے معلوم ہوا کہ خسارہ والے وہ لوگ صرف تھے حالانکہ ان کے سوا اور بھی کافر خسارہ والے تھے۔ **جواب** واقعی بات تو یہ ہے سب سے بڑھ کر خسارہ والے صرف تھے انہوں کا ہو کہ ان دنیا میں ہلاک ہوئے۔ آخرت میں عذاب بھی ہوگا ان کے لئے وغیرہ گرچہ دنیا میں ہلاک ہو گئے مگر ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ آخرت کا عذاب صرف تھے والوں کے لئے لہٰذا خسارہ میں پڑا خسارہ آخرت کی مال صرف تھے ہی کو ہوئی۔

تفسیر صوفیانہ اس سے ظاہر ہوا کہ ... ہیں تو وہ بھی بری اور بری ... بھی محسوس ... تھے ... دی کو شیخی اور ... بھی کو روی ہتا ہے یوں ہی ... دل خراب ہو جاویں تو وہ روحانیت سے محروم ... تھے ... شیطانیت ... محرومیت و خسران ... شیطانیت ... یاری آشنا ... ان کی عداوت سے پرہیز ... ہری یاریوں کی ... موت ہے مگر ان ... یاریوں کا نتیجہ دنیا و آخرت کی تباہی۔ قوم شعیب علیہ السلام اسی یاری میں مبتلا تھی تو انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام ... تھے ... خسران جاناں کی مخالفت کو مفید۔ اس یاری کا نتیجہ ان کی ہلاکت ہو چکی ظاہری یاری والوں کی صحبت مضر ہوتی ہے ویسے ہی باطنی یاری والوں کی ہمراہی بھی برباد کر دیتی ہے ان کفار کے ساتھ رہنے والے ... ہلاک کرائے گئے جس طرح گیہوں کے ساتھ گھن وغیرہ کو بھی پیس کر رکھ دیتی ہے۔ اسی قسم کی آفت ... لوگوں کی آنکھیں ہونے کے قائل ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مدین شہر میں کفار پر زلزلہ ... آئی ... ان مدین میں مومنوں کو ان سے محفوظ رکھا گیا تھا مگر حوالی مختلف جیسے ایک پورا ... میں ... ہوتا ہے ایک قوم میں ... ان دونوں کو ملا دیں تو ... قبر ... کے ... باغ ہے ... کافر ... ہے ... ورخ کی ... ہیں ... حضرت ... ہیں ... ایک ... ہوگئی ... ایک ... ہوگئی ... ہوگئی ... ہوگئی

www.alahazratnetwork.org

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ

پس منہ پھیرا آپ نے ان سے اور فرمایا اے میری قوم البتہ تحقیق پہنچا دیئے میں نے تم کو پیغامات رب اپنے کے اور

تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے

فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝

بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں کا۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیات میں قوم شعیب کے بعض حالات کا ذکر تھا اس آیت سے بعض حالات اور ہیں۔ وہ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں ارشاد ہوا کہ قوم شعیب علیہ السلام اس طرح برباد ہوئی کہ سب کے سب اوندھے منہ گر کر مر گئے۔ ان میں کوئی ایک بھی نہیں بچا مگر اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ان کے گھروں کی دیواریں باقی رہیں۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی بربادی سے پہلے شعیب علیہ السلام نے ان کو نصیحت کی تھی۔ اس نصیحت کے نہ ماننے والوں پر غم کھانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ گویا موت سے پہلے بھی ان کی بربادی تھی اور مرنے کے بعد بھی۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں ارشاد تھا کہ قوم شعیب کے مکانات برباد ہو کر ویران ہو گئے۔ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی اپنی بربادی سے محروم رہے۔ وہ نعمت جو انبیاء کی دعاؤں سے مرنے کے بعد بھی ملتی ہے وہ نعمت بھی ان کو نہ ملی۔ وہ مرنے کے بعد بھی اس نعمت سے محروم رہے۔

تفسیر فتولی عنھم میں دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت شعیب علیہ السلام ان کفار پر عذاب آنے سے پہلے ہی ان کی بستیوں سے باہر چلے گئے تھے یہاں اس جانب اشارہ کرنے اور یہ فرمانے کا کہ آپ نے اپنی قوم کو کیا نصیحت فرمائی تھی اور کس طرح سمجھایا تھا۔ اور یہ کہ آپ نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد آپ نے محفوظ مقام سے یہاں آ کر ان کی بستیوں پر عبرت کی نگاہ ڈالی اور ان سے عبرت پکڑی۔ فرمایا کہ یہاں سے پھر چلے گئے۔ یہ عذاب آپ کو اور مومنین کو وہاں رہتا تھا چلتے وقت والے واقعہ یہاں بیان فرمایا۔ ان سے خطاب فرماتے ہوئے وہ سارا آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ دوسری تفسیر حسب ذیل ہے۔ **فتولی** کا فاعل شعیب علیہ السلام ہیں اور یہ واقعہ ان کی ہلاکت کے بعد یہاں بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہاں ان کی ہلاکت کے بعد کا حال ہے۔ **تولی** بمعنی **ولی** ہے کہ ولایت سے۔ اس اعتبار سے تولی بمعنی آنا سے ہے۔ آنا سے دونوں معنی ہیں دور ہونا بھی استعمال میں۔ معنی یہ ہوئے کہ اس قافلہ شعیب علیہ السلام میں سے جانا آپ سے مع تمام مومنین کے اس کفار کی بستیوں کے پاس سے ہوا۔ پھر اتفاقاً ہوا۔ آپ اصل میں تمام مومنین آپ سے ملنے ان سے **تولی** واقع ہوا۔ صرف آپ ہی اپنے ان کی بستیوں پر سے ہوں پھر وہاں سے **وقال یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی** علیہ السلام نے یہ خطاب ان کفار کی بستیوں سے کیا جیسے ہمارے حضور علیہ السلام نے بدر کے بعد ان کفار کے لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا۔ یا آپ نے یہ خطاب ان سے اس وقت فرمایا جب وہ مر کر قبروں میں پہنچ گئے تھے۔ حضرت قتادہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے یہ خطاب مردوں سے کلام فرمانے میں قرآن سے زیادہ کیس سنتے بھی وہ تم

www.alahazratnetwork.org

سے زیادہ سنتے ہیں۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام کا منشا یہ ہے کہ میں نے تمہارے متعلق کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تمہیں بہت سمجھایا تھا۔ رسالت جمع ہے رسالہ کی۔ معنی پیغام جو نکہ نبی اپنی قوم کو بہت قسم کے پیغام پہنچاتے ہیں۔ عقائد کے اعمال کے اصلاح نفس کے نافرمانی پر عذاب آنے کے فرمانبرداری پر ثواب ملنے کے اس وجہ سے رسالات جمع مذکور ہوا۔ یہاں اجتماع مبالغہ کے لئے ہے۔ یعنی اے میری سرکش قوم میں نے تجھے اپنے رب تعالیٰ کے پیغامات بہت اچھی طرح پہنچادئے کہ فلاں چیز سے پہلے اپنے عمل سے۔ ظہور نبوت کے بعد اپنے عمل اور قول دونوں سے تم کو تبلیغ کرتا رہا خلوت و جلوت میں تمہیں بلا کر تمہارے گھروں، کھانوں میلوں میں جا کر تبلیغ کرتا رہا۔ یہ ہے اچھی طرح پہنچانا۔ آج جو دن تم نے دیکھ لیا اس کی خبر میں نے تم کو پہلے دے دی تھی مگر تم نے میری ایک بات نہ مانی **ونصحت لکم** یہ فرمان مقبول ہے **ابلغتکم** پر پہلے آپ کی دینی تبلیغ کار کر ہے اب آپ کی دلی خیر خواہی کا ذکر ہے نصحت بنا ہے نصح سے۔ معنی خالص بغیر ملاوٹ والی۔ اب محاورہ میں خالص خیر خواہی کو نصیحت کہتے ہیں جس میں اپنی غرض شامل نہ ہو یعنی اے میری قوم میں نے فقط زبانی تبلیغ کر کے اپنا فرض ہی ادا نہیں کیا بلکہ دل سے چاہا کہ تم اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ تمہاری حالت پر میرا دل روتا تھا۔ میرے دل میں تمہارا بہت ہی درد تھا۔ **لکم** میں لام صلہ لایا ہے یا نفع کا یعنی میری یہ خیر خواہی خالص تمہارے نفع کے لئے تھی۔ میری اپنی کوئی غرض اس میں شامل نہ تھی مگر تم نے میری قدر نہ جانی۔ اب زندگی بھر تمہارا میرا یہ حال رہا **فکیف اٰسی علی قوم کٰفرین** اس جملہ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ فرمان حالی غم کرنے کے لئے ہے اور **کیف** میں استفہام انکار کے لئے یعنی اب میں تم پر غم کیوں کروں۔ تم جیسے اسی سزا کے لائق تھے بلکہ مجھے تمہاری ہلاکت پر خوشی ہے کہ تمہارے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین پاک ہوئی۔ ہمارے مصور نے ابوجہل کے قتل کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کیا۔ دوسری یہ کہ یہ فرمان اظہار غم کے لئے ہے یعنی اب میں کن الفاظ میں کس طرح تم پر غم کروں میرے پاس اس غم کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں۔ تم لوگ قدر دانی میں بہت ہو گر یہ زبان قوں کر لیتے تو یہ تو لتا فائدہ پہنچتا مگر پہلی تفسیر قوی ہے۔ کفار کی ہلاکت پر غم کرنا نبی کی شان سے بعید ہے۔ **اسی** بنا ہے **اسی** سے، معنی سخت غم۔ جمع آسیٰ سے ہے۔ **یاسی علیکم** نہ فرمایا بلکہ اتنی دور از عبارت فرمائی تاکہ غم نہ کرنے کی وجہ بھی معلوم ہو جائے کہ تم کافر مرے۔ کافر کی ہلاکت پر غم کیسا۔

خلاصہ تفسیر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں۔ ہم ان میں سے ایک تفسیر جو قوی بھی ہے اور آسان بھی وہ عرض کرتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس بستی پر عذاب آنے سے پہلے وہاں سے مع تمام مومنین کے محفوظ جگہ چلے گئے تھے جب عذاب آچکا۔ کفار ہلاک ہو چکے تو آپ وہاں سے مسلمانوں کو لے کر مکہ معظمہ چلے۔ راستہ میں ان کی لاشیں بکھری ہوئی دیکھیں ان پر کھڑے ہو کے ان کی حالت زار میں غور کیا پھر یہ کہتے ہوئے وہاں سے چل دیئے کہ اے میری نافرمان قوم میں نے تجھ تک اپنے رب کے سارے پیغامات پہنچادیئے۔ یہ واقعات جو آج پیش آئے تم کو بتادیئے تھے اور صرف دہلا دینے پر کفایت نہیں کی بلکہ ہمیشہ دل سے تمہاری خیر خواہی کرتا رہا مگر تم نے میری قدر نہ کی میری ایک نہ مانی تو اب میں تمہاری ہلاکت پر غم کیوں کروں۔ مجھے تو خوشی ہے کہ تمہارے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین پاک ہو گئی۔

واقعہ اس قوم کی ہلاکت کے بعد شعیب علیہ السلام مع مسلمانوں کے وہاں سے منتقل ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے وہاں ہی رہے

www.alahazratnetwork.org

وہیں ہی کل سب کی وفات ہوئی وہ سب اس تہ تہ تے ہیں کہ بعد مظلمہ میں صرف دو نبیوں سے مزارات ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا اور معرفی صاحب میں شعیب علیہ السلام فلہ عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب کا مزار مسجد اسود کے مقابل ہے (عمدۃ علم اور روح المعانی) مرشانی وغیرہ میں ہے کہ مطاف شریف میں ستر نبیوں کے مزارات ہیں۔ واللہ علم۔

فوائد اس آیہ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** جہاں عذاب آنے والا ہوتا ہے وہاں سے بی ور مومن پہلے ہی نکال لیے جاتے ہیں۔ عوام کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا۔ **یہ فائدہ فتولی عنھم** کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ مکہ سے متعلق فرماتا ہے **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا** اگر مکہ سے مومنین نکل جاتے تو ہم مکہ پر عذاب بھیجتے۔ اللہ والوں کے قدم ان کلوہ وہاں کے لئے تعویذ حفاظت ہوتا ہے۔ **دوسرا فائدہ** جس بستی پر عذاب الٰہی آنا ہو مومنوں کو وہاں رہنا جائز نہیں بلکہ وہ جگہ چھوڑ دیں ہوتی۔ **یہ فائدہ فتولی عنھم** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ حضور انور قوم ثمود کی بستی پر گزرے تو صحابہ کرام کو حکم دیا کہ یہاں سے جلد نکل جاؤ اور اس ظالموں کی بستی استعمال نہ کرو۔ حضرات نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا وہ آٹا چھنوا دیا۔ جن کو اب بھی حکم ہے کہ کسی جگہ سے جب عذاب نازل ہو رہا ہو تو اس جگہ سے گزریں تو وہاں سے تیزی سے گزر جائیں کہ وہ جگہ عذاب کی ہے۔ **تیسرا فائدہ** مردے سنتے ہیں ان سے کلام کرنا جائز ہے بلکہ مومنوں کے قبرستان میں جاکر تمہیں سلام کرو جو مخاطبہ ہوئے سلام کرنا مسنون ہے جیسے سونا اور بے ہوش آدمی۔ **یہ فائدہ قال یقوم** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ ہمارے حضور نبیوں کے بوجھل وغیرہ کی لاشوں سے کلام فرمایا۔

نکتہ بعد موت روح کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے کہ مدفون مردہ اوپر چلنے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے جانکہ مزار کی چھت کے نیچے ہے۔ قبرستان سے گزرنے والوں کو دیکھتا ہے ان سے ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے تو جو مقبرے بنے ہوئے ہیں مدفون میں مشرق و مغرب کو دیکھتے ہوں ہر جگہ کی آواز سنتے ہوں ان کی قوت کا بعد وفات اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ پنجرے سے نکلنے کے بعد پرندہ کی طاقت بڑھ جاتی ہے مکان سے نکلنے کے بعد روح کی طاقت و قوت بڑھ جاتی ہے۔ کافر کی لاش کی کوئی عزت و حرمت نہیں۔ غسل کفن دفن سب مومن کے لئے ہے۔ **یہ فائدہ فتولی عنھم** سے حاصل ہوا کہ باوجودیکہ یہ مدفون شدہ مومنوں کے بھائی برادر اور رشتہ دار تھے مگر کسی سے نہ کسی کو غسل دینا کفن دفن اٹھنے پر نہ مومن مدفون میں عزت ہے اور بعد موت بھی کیونکہ گوشت پوست کی عزت نہیں ہوتی۔ عزت تو ایمان اخلاص عشق رسول کی ہے **یہ فائدہ** مردہ جانور کی طرح ہے۔ **چوتھا فائدہ** انبیاء کرام قوم کے بچے خیر خواہ ہوتے ہیں ان کی خیر خواہی ماں باپ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ **یہ فائدہ ونصحت لکم** سے حاصل ہوا۔ قیامت میں ہمارے اعضاء ہماری شکایت کریں گے مگر حضور شفاعت فرمائیں گے۔ **پانچواں فائدہ** ہماری موت لوگوں کی بدبخت پر مومن کو غم نہیں کرنا چاہئے۔ **یہ فائدہ فکیف اسی** سے حاصل ہوا۔ گلے ہوئے حصوصہ مٹ جانے پر کہ ڈرے برکت کے گھر سے نکل جانے پر ڈاکوؤں چوروں کے مارے جانے پر غم کیسا۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ: بعض خوشامدی مسلمان کفار کو خوش کرنے کے لئے کافر لیڈروں کے مرنے پر ماتم کرتے، مرثیے لکھتے ہیں یہ حرام ہے کسی خوشامدی مسلمان کا یہ شعر تلف سے مرثیہ کا مشہور ہے۔

آپ تو چلتے ہو ... کون سمجھے ... کو ... کی چاں اعلیٰ

بعض ہندو مسلمانوں سے گاندھی کے مرنے پر قرآن پڑھوانے۔ بعض نے اس کی راکھ تبرک کے لئے نکال لی، جو حرام گیا میں بہائی۔ بعض نے اسے یکسٹ ماشی اچھی بلکہ ایسا سب حرام ہے اور اگر اسے جنتی سمجھا تو کافر ہوئے۔ نعوذ باللہ **مسئلہ** ہندو کافر مرے ہمارے جانے پر خوشی کرنا سنت ہے۔ حضور انور نے ابوجہل کے قتل کی خبر پر سجدہ شکر ادا کیا۔ ہے بھی ملائکہ سے ان کا مرنا ثابت ہے۔ وہ فرعونوں اور فرعونیوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ ہم تو مومن کی موت پر روتے ہیں اسی لئے فرشتے روتے ہیں روتے ہیں۔ **فما بکت علیہم السماء والارض۔ چھٹا فائدہ**: مردہ کافروں کو یہ کہنا کہ ہمارے فلاں مرے حضرت صالح حضرت شعیب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے تو یقیناً مردہ مومنوں کو اور بالخصوص انبیاء کرام کو خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کو پکارنا ایسی سلام کرنا جائز ہے بلکہ حضور کو پکارنا ایسی سلام کرنا کس مذہب میں حرام ہے۔ ظاہر پارٹی کے اعتراض مسلمانوں کو دھوکے کے لئے۔ نبی ولی کو اتفاقاً عرس حاجات سنتے ہیں۔ **ساتواں فائدہ**: ... یہ چاہے ... فرض معنی ہو جاتا ہے قبول کرنا ہمارے کام میں۔ یہ فائدہ **القد ابلغتکم** سے حاصل ہوا۔ جناب شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پیغامات تم کو پہنچا چکا اب تم جانو۔

اعتراضات پہلا اعتراض: مردہ اس کی جگہ رہنا منع ہے تو لوگ مکہ معظمہ میں کیوں رہتے ہیں۔ وہاں بھی تو اصحاب فیل پر عذاب آیا تھا اس کو قرآن مجید میں ہے۔ **جواب**: یہ عذاب مکہ معظمہ سے باہر آیا یہ جگہ ہی کو جاتے ہوئے ... پڑتی ہے۔ ہتی مکہ سے دور رہتے وہاں رہنا تو یاد ہاں ٹھہرنا بھی منع ہے۔ حتیٰ کہ حجاج کو وہاں سے تیزی سے گزر جانے کا حکم ہے لہٰذا پہلا اعتراض نہیں۔ **دوسرا اعتراض**: حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ کلام مردہ کفار سے کیا تھا مردوں سے نہیں۔ ... یہ آیہ **انک لا تسمع الموتی** کے خلاف ہوا۔ مردے بالکل نہیں سنتے۔ **جواب**: قرآن کریم کی آیت یا حدیث سے یہ کہنا ان مقتولوں کی بات کے جھوٹ ہے کیونکہ پہلے ان کی ہلاکت کا واقعہ بیان ہو پھر ان کے ساتھ ارشاد ہوا **فتولی عنہم** ان کا ساتھ چھوڑ ہوتا ہے۔ **جاءزید فعمرو** تمہاری پیش کردہ آیت میں موتی سے مرادوں کے مردے جیتی کفار ہیں کیونکہ اس سے بعد ارشاد ہے **ان تسمع الا من یومن بایتنا۔ تیسرا اعتراض**: اس کا مقصد اظہار ... ہے میں تیرے غم میں یہ بھی تمہارے سے ہوتا ہے جیسے رحیم شاعر کہتا ہے۔

قف بالمنازل التی لم تمحها القدم ... بلی وغیرها الاری واح والدیم

بعض شعر میں ہے اس فرمان میں معنی یہ ہے کہ میں کن لفظوں میں غم کا اظہار کروں۔ **چوتھا اعتراض**: تم نے کہا کہ مردے پر خوشی منانی چاہئے قرآن شریف میں فرماتے ہیں۔

گر مرا مردہ ... شادمانی نیست ... کہ زندگانی انیز جاودانی نیست

اور خوش مرجانے سے تو خوش ہونا تمہارا زندگی کی ہوس کی نہیں ہے آخر تم نے بھی مرجانا ہے۔ **جواب**: اس شعر میں اتنی

www.alahazratnetwork.org

دشمنی مراد ہے نہ کہ دینی اور مومن و دشمن اور یہاں دینی دشمنی مراد ہے وہ شعور درست ہے۔ یہ قول بھی درست۔ **پانچواں اعتراض:** حضرت شعیب علیہ السلام نے علیکم کیوں نہ فرمایا اتنی دراز عبارت علی القوم الکافرین کیوں ارشاد فرمائی یا قوم کے بعد علیکم فرمانا مختصر بھی تھا اور مناسب بھی۔ **جواب:** دو وجہ سے ایک یہ کہ اس سے غم نہ فرمانے کی وجہ بیان ہو گئی کہ تمہارے کفر کی وجہ سے تم لوگ غم کے لائق نہیں ہو۔ مومن کی موت پر غم ہوتا ہے۔ کافر مودی کی موت پر غم نہیں دوسرے یہ کہ تم نسبی لحاظ سے میری قوم ہو دینی لحاظ سے کافر قوم ہو۔ کفر کے ہوتے ہوئے میری قوم ہونا تمہارے لئے مفید نہیں تم گھاس کوڑے ہو جس کا نکل جانا باعث غم نہیں۔ **چھٹا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کے مرنے پر غمزدہ چاہئے مگر حضور انور نے ابو طالب کی موت پر غم کیا۔ حتی کہ اس سال کا نام عام الحزن رکھا یعنی غم کا سال حضور انور کا یہ عمل شریف اس آیت کریمہ کے خلاف ہے۔ **جواب:** ابو طالب اگرچہ شرعاً مومن نہ تھے مگر دل سے مومن تھے اور دل و جان سے حضور انور علیہ السلام اور اسلام کے حمایت گزار پے جانثار تھے۔ ان کی موت سے حضور انور کے ایک مخلص غمگسار سے زمین خالی ہو گئی اور اسی سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات ہوئی ان دونوں سے اس سال کو عام الحزن کہا گیا۔ یہ لوگ کافر بھی تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کو ستانے والے مودی بھی۔ اسی لئے ہم نے کہا کہ مودی کافر کی موت پر خوشی ہونی چاہئے۔ یہ جواب اس صورت میں ہے کہ یہ واقعہ درست ہو۔ واللہ و رسولہ اعلم۔

تفسیر صوفیائہ: بی کافر کی زندگی میں بھی اس سے بیزار ہوتے ہیں اور اس کی موت کے بعد بھی۔ حضرت تعالیٰ مومن کی زندگی اور موت اور بعد موت کبھی بھی نبی اس سے منہ نہیں پھیرتے۔ زندگی میں مومن کے تصور میں رہتے ہیں۔ دل میں ایمان میں، جان میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ مرتے وقت حمل دکھا کر نزع کو آسان کرتے ہیں بعد موت اس کی قبر میں جلوہ گری کر کے قبر کو منور و گلزار بناتے ہیں۔ محشر میں رب سے بخشوانے میں کافر کے لئے نبی کا اس سے منہ پھیر لینا فاعتبروا ہے اسی لئے فرمایا گیا۔ **فتولی عنھم** نبی کافر کو تبلیغ فرما کر اس کی خیر خواہی کر کے اس سے فارغ ہو جاتے ہیں مگر مومن سے کبھی فارغ نہیں ہوتے۔ اس کی زندگی موت سب کچھ سنبھالتے ہیں کہ زندگی تقویٰ والی موت ایمان والی نصیب کراتے ہیں۔ اسی لئے ابلغت اور نصحت لکم ارشاد ہوا کہ میں تمہارے متعلق یہ کرم کر چکا۔ یوں نبی کو کافر کی ہلاکت اس کے رنج و غم سے کچھ سروکار نہیں ہوتا مگر مومن سے تعلق ایسا رہتا ہے کہ کانٹا چبھتا ہے مومن کے پاؤں میں اور خلش ہوتی ہے جناب مصطفےٰ ﷺ کے دل میں۔ رب فرماتا ہے **عزیز علیہ ما عنتم** حتی کہ دیکھا گیا ہے کہ مومن کی موت کے وقت حضور انور جلوہ گر ہوتے ہیں جان نکالنے والے فرشتوں کو آسانی نرمی کا حکم دیتے ہیں کہ ہلکا کر ہلکا کر۔ یہ وہ کرم ہے جو آنکھ والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور ان شاء اللہ تم بھی دیکھو گے لہٰذا **فکیف اسی** کے ساتھ **علی القوم الکافرین** بالکل درست ہے **یاقوم** فرما کر ان بدنصیبوں کی انتہائی بدبختی ظاہر فرمایا کہ تم میری قوم ہو کر میرا دشمن بن کر بھی کافر ہی رہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بعض متقین بندوں کو رب تعالیٰ نے دو نعمتیں دنیا میں عطا فرمائی ہے (۱) مومنوں سے الفت و محبت (۲) کفار سے نفرت و عداوت۔ **تولی عنھم** فرما کر بتایا گیا کہ حضرت شعیب اور ان پر ایمان والے ان نعمتوں سے موصوف تھے۔ دیکھو ان میں سے کسی نے ان بدنصیبوں کو مرتد کہہ کر، عہدہ رنج بلکہ نفرت کے الفاظ کہے۔ جیسے جنتی مومن کافر کو جلتا ہوا دیکھ کر رنج نہ کرے گا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اس بستی والوں کو سختی اور تنگدستی میں پکڑا

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ

کہ وہ عاجزی کریں ۔ پھر بدل دیا ہم نے بجائے برائی کے بھلائی کو

حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

یہاں تک کہ زیادہ ہوگئے اور کہا انہوں نے بیشک پہنچا باپ دادوں کو ہمارے سختی اور آرام پس پکڑا ہم نے

وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

ان کو اچانک حالانکہ وہ نہیں شعور رکھتے تھے ۔

انہیں اچانک ان کی غفلت میں پکڑ لیا ۔

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** گزشتہ آیات میں پانچ نبیوں کی تبلیغ اور ان کی امتوں کی ہلاکت کا ذکر ہوا حضرت نوح' ہود' صالح' لوط' شعیب علیہم السلام۔ شاید کوئی سمجھتا کہ صرف ان پانچ قوموں پر ہی عذاب آئے ہوں اس لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کے علاوہ اور نبیوں نے بھی تبلیغ فرمائی اور ان کی قوموں پر عذاب آئے۔ یہاں ان میں سے چند کا ذکر ہوا ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں کچھ قوموں کے تفصیلی عذاب کا ذکر ہوا اب باقی ساری مذکور شدہ قوموں کے اجمالی عذاب کا ذکر ہے تو یہاں اجمال بعد تفصیل ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں خاص خاص قسم کے عذابوں کا خطاب اس آیت کریمہ میں دوسری قسم کے عذابوں کا تذکرہ ہے یعنی ظاہری عذاب اور باطنی جو بظاہر رحمت معلوم ہوں حقیقت میں عذاب ہوں۔

تفسیر **وما ارسلنا فی قریۃ من نبی** یہ من یہاں زائد ہے اسی لئے اس کا لفظ ابتدائیہ ہے صاحبیہ ہے مگر اس کا تعلق ارسال سے نہیں ہے بلکہ پورے مضمون سے ہے۔ ارسال کے لغوی معنی ہیں بھیجنا شریعت میں نبی بنانے جیسی اس کی طرف دی بھیجنے کو ارسال کہتے ہیں۔ یہاں یہی لغوی معنی مراد ہیں بعض نبی رہنے والے کسی اور جگہ کے تھے مگر تبلیغ کسی اور جگہ فرمائی جیسے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہم السلام' بعض نبی جہاں کے رہنے والے تھے وہاں ہی کے نبی ہوئے جیسے حضرت عیسیٰ و غیرہم علیہم السلام' بعض نبی جہاں پیدا ہوئے وہاں ہی نبی ہوئے مگر نبوت سے پہلے کچھ دن باہر رہے پھر وہاں سے نبی بن کر آئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ مصر میں پیدا ہوئے مصر میں ہی نبی ہوئے مگر نبوت سے پہلے کچھ عرصہ مدین میں رہے پھر وہاں سے نبی ہو کر

www.alahazratnetwork.org

مصروف ہوں **ارسلنا** اس سب کو شامل ہے **قریۃ** مفرد بستی کو کہتے ہیں یہاں بمعنی شہر ہے کیونکہ عموماً یہی شہر میں سے اور ان کے علاقہ میں سے دیہات جہاں خلق کی آمد و رفت ہو تاکہ تبلیغ میں آسانی ہو۔ **من نبی** میں **من** تعریفی زیادتی ہے یعنی کسی نبی کو بھیجا ہر بستیوں میں کثرت سے انبیاء ہوچکے ہیں ہر بستی میں ایک یا دو نبی ضرور ہوتے ہیں مگر ہر نبی کا ذکر ضروری نہیں۔ **الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء** اس عبارت سے پہلے ایک مختصر عبارت پوشیدہ ہے **فکذبوہ** (خود انہیں یا دوسروں کو) **اخذ** کے معنی پکڑنا لیتا ہیں یہاں مراد ہے پکڑ کر سزا تکلیفوں میں گرفتار کرنا۔ **بأساء** کی پکڑ مراد ہیں جو کہ لگے مضمون سے ظاہر ہے۔ **الا** کا متعلق **ما ارسلنا** میں **ما** کی نفی سے ہے **اھلھا** میں **اھل** سے مراد وہاں کے رہنے والے کافر ہیں جو کہ سیاق سے ظاہر ہے۔ **بأساء** بنا ہے **بوس** سے جس کے معنی حال و شان کی خرابی کے ہیں یہاں اس کی اضافت **ضراء** کی طرف ہے **ضراء** بنا ہے **ضرر** سے جس کے معنی جلب منفعت کے ہیں یہاں اس کی اضافت **بأساء** کی طرف ہے۔ **بأساء** و **ضراء** کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں۔ **لعلھم یضرعون** اس قرآن حال میں عدم ایمان کی علت ہے **لعل** کا ترجمہ شاید سے کرنا غلط ہے قرآن تعالیٰ شانہ پاک ہے اس سے کلام میں یہ قسم کی علمت سے لئے آتے ہیں شاید نہیں ہوتے بلکہ آکر ہوتے ہیں **ھم** کا مرجع وہی پکڑے ہوئے لوگ ہیں۔ **یضرعون** اصل میں **یتضرعون** تھا اس کا مصدر تضرع ہے۔ معنی عاجزی زاری کرنا تو۔ کے اضافی حاصل یہ ہوا کہ ان دونوں پر مذکورہ بالا قسم کی مصیبتوں کا بھیجنا ان کے قصور یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگیں توبہ کریں۔ اس خلاص اور یہ کارروائی نہیں ہوئی اس لئے مصیبتوں میں توبہ کرنا ہے **ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ** اس فرمان میں پہلے ہوئے ۱۲ سے عذاب ظاہر کرتے یہ عذاب پچھلے عذاب سے سخت تر ہے اس لئے اس کا بعد میں ذکر ہے اس دونوں قسم کے عذابوں کی ترتیب بھی یہی تھی کہ پہلے مصیبتوں کے عذاب آتے ہیں پھر ان سے عذاب یاں رہے۔ مصیبتوں کے بعد راحتوں کا آنا شکر کی طرف لانے کے لئے ہے مگر جس کی عقل ماری گئی ہو وہ ان الٹا زیادہ چونکہ بہت عرصہ تک ان پر مصیبتوں کا عذاب رہا تھا اس لئے یہاں **ثم** فرمایا گیا جو بہت ہی مناسب ہے **سیئۃ** بنا ہے **سوء** سے ہر ناخوشگوار چیز **سوء** کہلاتی ہے جس کا ظاہر بھی بدہو یا باطن۔ اور ہر راحت طبیعت و عقل کو بھی بھلی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہلاتے ہیں۔ یہاں دونوں سے مراد ہے تنگدستی اور اپنی اصل دولت کی فراوانی ہر وقت بارش جس سے عمدہ اناج پھل وغیرہ) تبدیلی در حقیقت کافر ہم بیان کرچکے ہیں کہ ذات واحد میں تبدیلی سے حالات و کیفیات کا تغیر ہوتا ہے بلکہ ان پر پوری تبدیلی ہوتی تھی اس لئے **عفوا** فرمایا بلکہ عدم ظاہر ہوا پوری تبدیلی کے زمانہ میں تمام تکلیف دور ہوگئی تھیں یہ نہ تھا کہ بعض تکلیف رہیں اور بعض آرام اس لئے یہاں مکمل بیان فرمایا گیا **عفوا** اصل میں **عفو** مصدر **عفا یعفو** باب **نصر** سے ہے اس کے معنی میں زیادہ ہونا بھی ہے حدیث پاک میں

www.alahazratnetwork.org

وامعوا اللحی۔ ذازھیاں بڑھاؤ۔ اہل عرب کہتے ہیں **عفا الشعر عفا النبات۔ عفا وبر عفا الحمر** شاعر کہتا ہے۔

بعثنا سیف القربان مالک باتہ تما قطنی والرحل من صوت منعد
ولکنا بعض السیف مرتب یا سوق عافیک التعم کرم

(معالی)

اس کے معنی مٹانا بھی آتے ہیں اسی سے ہے معاف یعنی گناہ مٹادینا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے یعنی حتی کہ وہ لوگ اولاد، مال جائیداد وغیرہ میں خوب زیادہ ہو گئے۔ پھلے پھولے **وقالوا قد مس آبائنا الضراء والسراء** یہ فرمان عالی معطوف ہے **عفوا** پر۔ اس میں اس انعام فرمانی کرم والوں کے اس غلط نتیجے کا ذکر فرمایا گیا ہے جو انہوں نے نکالا یعنی انہوں نے بجائے شکریہ ادا کرنے ہمارے نبیوں کی اطاعت کرنے کے یہ کہا کہ گذشتہ تکلیف اور موجودہ راحتیں کسی عمل یا عقیدے کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اتفاقیات میں سے ہے اور یہ انقلابات زمانہ کے ہمیں پہلے ہوتے رہے ہیں یہ زمانہ کی چنگیاں ہیں ہمارے باپ دادوں کو بھی رنج و راحت پہنچتے رہے ہیں اسی قاعدے سے ہم کو پہنچے۔ پیغمبر کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ عذاب یا آزمائشیں ہیں **فاخذنھم بغتۃ** یہ فرمان عالی باتو ظہور پر معطوف ہے **فقالوا** پر۔ ان کی مذکورہ حرکتیں ان کے عذاب کے اسباب تھے اور عذاب ان کا مسبب۔ اسی لئے ف ارشاد ہوئی **اخذنھم** سے مراد غصب قہری پکڑ ہے اور غصب قہری ہلاکت۔ کما حاصلت فلہ تعد **بغتۃ** کے معنی ہیں **فجاۃ** یعنی اچانک یعنی ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا کیونکہ اچانک کی مصیبت سخت تر ہوتی ہے **وھم لا یشعرون** یہ فرمان عالی یہاں ہے **بغتۃ** یعنی ایسی گمان و وہم بھی نہ تھا کہ ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ پورے غافل تھے کہ ان پر ہلاک کر دینے والا عذاب آگیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بے شعوری سے مراد ہے پیغمبر کی باتوں پر دھیان نہ دینا۔ آخر وقت تک ہی انہیں عذاب سے ڈراتے رہے بتاتے رہے کہ عذاب اب آیا کہ تیا مگر وہ مذاق اڑاتے رہے۔ لہذا یہ فرمان عالی اس آیت کے خلاف نہیں جہاں ارشاد ہے کہ ہم کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے **وما کنا مھلکی القری الا وھا ظلمون** اور **وما اھلکنا الا ظالمون** سرمایہ بے خبری اور منبع بے شعوری کچھ اور غفلت اور بے شعوری میں فرق کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ تفسیر: اے لوگو! تم کو معلوم نہ ہو۔ یہ چند واقعات سنائے گئے حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی نبی آئے اور ان کی قوموں نے انہیں جھٹلایا ان کا انجام یہ ہوا کہ پہلے تو ہم نے وہاں کے باشندوں کو جانی اور مالی تکلیفیں دیں تاکہ وہ ہمارے پیغمبر کی اطاعت کریں۔ ایمان قبول کر لیں مگر جب وہ لوگ اس پر باز نہیں آئے کفر و نافرمانی ہی کرتے رہے تو ہم نے بجائے تکلیف کے انہیں آرام عطا فرمائے۔ بیماریاں، تکلیفیں دور فرما کر انہیں صحت اور مالی وسعت عیش عطا فرمائی مگر ان لوگوں نے عطائے شکر کرنے اور راہ راست پر آنے کی بجائے یہ سمجھے کہ یہ عذاب پچھلے عذاب سے سخت تر ہے وہ یہی کہتے رہے کہ تکلیف اور آرام رنج و راحت انتقالی چیزیں ہیں۔ پرانے زمانہ سے ہمارے باپ دادوں کو بھی ان چیزوں سے سابقہ رہا ہے یہ تو زمانہ کی رفتار گی ہے جب وہ بالکل ہی غافل ہو گئے تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا انہیں خیال بھی نہ تھا کہ یہ عذاب ہے گا کہ وہ عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

www.alahazratnetwork.org

فائدہ ... سے پہلا فائدہ ... حاصل ... ان کی ... ہیں ... اللہ ... کو **وما ارسلنا** ... مرتب فرمایا ... رب تعالیٰ فرماتا ... **وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا** ... فرماتے ہیں ۔

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد ... تا لے صاحب لے نہ آمد بدرد

دوسرا فائدہ ... حاصل ہوا ... تیسرا فائدہ ... شہروں ... تفکر میں ... جاتے ہیں ۔ یہ فائدہ **قریتہ** ... سے حاصل ہوا ۔ ایک جگہ ... فرمائے **حتی یبعث فی امہا رسولا** ... اصل چند ... میں ... شریف ... میں ... تشریف فرما ہوئے ... دوسرے انبیاء قریٰ میں ... فرمایا ... فرمایا تو وہ بھی ... ان ... یا ... ان ... یعلمی ... سے ... ان ... مرتبہ ... فرمایا ... ورد ... ہے ... طیبہ کی ... ان ... ہے ... ان ... ان ... ان ...

چوتھا فائدہ ... ان کو ... ہوئے ... وہ ... کی رحمت ... وہ ... کی کرنوں ... پہنچ ... قدرتی ... ان ... سے ... رب تعالیٰ ... شفاعت ... ہی چاہیے ... یہ فائدہ **لعلہم یضرعون** ... سے حاصل ہوا ۔ پانچواں فائدہ ... یا کا جو ... راحت ... سے ... حاصل ... وہ اللہ تعالیٰ ... راحت ... ہے ... ابوجہل ... کی امیری ... بھی ... نعمت ... دل ... فقیری ... رحمت ... یہ فائدہ **ثم بدلنا** ... حاصل ہوا ۔ چھٹا فائدہ ... ان ... چوٹ ... یا ... تکلیف ... برائی ... تنگی ... سے ... ان ... ہوئی ... راحت ... غم ... اتفاقاً ... دے ... گئی ... حاصل ... ان ... مرجع ... ہوئے ... کہ ... خوشی ... آئی ... تو ... ان ... سے ... اللہ ... نعمت ... ان ... ہوئے ... **قد مس اٰباءنا** ... سے حاصل ہوئے ۔ ساتواں فائدہ ... ان ... الدین ... ان ... ان ... ان

www.alahazratnetwork.org

اعتراضات پہلا اعتراض جس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی تشریف آوری پر ہوگ ہوں "معصیتوں میں گرفتار ہوتے ہیں پھر عذابوں میں پکڑ لئے جاتے ہیں۔ نبی تو رحمت بن کر آتے ہیں یہ کہ معصیت میں پکڑ آتے ہیں۔ مطلب کیا ہوا۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب اوپر تقریر میں گزرا کہ یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے۔ **فکذبوہ** کہ لوگ جب انبیاء تشریف لاتے ہیں تب یہ عذاب آتے ہیں۔ نبی کی تشریف آوری عذاب کا باعث نہیں بلکہ ان کا جھٹلانا عذاب کا سبب ہے۔ **دوسرا اعتراض** تم شعیب علیہ السلام اور تمہارے حضور انور ہی ہیں مگر ان کی تشریف آوری پر کوئی بات نہ ہوئی پھر۔ فرمایا حال یہ کہ درست ہوا۔ **جواب** اس آیت کریمہ میں قاعدہ کلیہ بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ عذاب الٰہی آنا نوح علیہ السلام سے شروع ہوا۔ ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہوا **وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم**۔ **تیسرا اعتراض** یہاں **بدلنا** سے بعد **مکان السیئۃ الحسنۃ** کیوں فرمایا۔ **بدلنا** سے ساتھ مکان فرمانے کی ضرورت تھی۔ **جواب** تم معلوم ہوا کہ ہر معصیت کے مقابل راحت عطا ہوئی۔ بیماری کے عوض تندرستی خوشی کے عوض غمی میں گرفتاری کے عوض رہائی مفلسی کے عوض مال غرض کوئی ایسی معصیت نہ تھی جس کے عوض اس کے مقابل راحت نہ دی گئی یہ بات بھی معلوم ہوئی ہوتی سمجھتا کہ ان پر معصیتیں بھی رہیں راحتیں بھی۔ **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ ہم نے بستی والوں کو شامت کے پکڑ لیا ہے جس میں گھر بھی سبھی آگئے۔ ارشاد ہوا **ان لم یکن رب مھلک القری بظلم واھلھا غافلون** جس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ ظالموں کو ہلاک کرتا ہے نہیں رہتا ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** تمہاری پیش کردہ آیت میں ان ظالموں کو ہلاک کرنے کی کی ہے جن تک نبی کی تبلیغ پہنچی ہو یہاں سے جس اور سے شعور و گوش کو ہوا ہے فرمایا ہے ظلمی اور بے حسی میں بڑا فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ یہاں آزمائش ہوا بیماری کی پرواہ ہے وہ بیماری ختم ہے ظلمی مزاج والے کی ہر غلط ظلم حق سے صفحہ والے کی ساری عمر میں صفحات جاتی ہیں پھول فرماں عزیز تو ہوں کے پیٹ میں رہ مرتب شدہ کی کمی کے پیٹ میں شدید بیماری کا حامل وسیلہ ہیں انسان کی راحتیں اور تکلیفیں محض عارضی ہیں کہ وہ انہیں محض اتفاقی چیزیں جانتا ہے مگر غافل وہ ہوس سے ان میں سے ہر ایک کی پیدائش اور بیماری کی وجہ قرار دیتا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بیماری میں ہوتے تھے۔ ان کی غلطی کی ہے یہ آفت آئی اور سر تھوڑا راحت پر خوش رہتے تھے۔ اللہ رب تعالیٰ کا شکر ہے ہوا بیماری بھی ان کی راحتوں کی طرح اللہ کی طرف سے سمجھتے تھے۔ بیچتی اور سوچتے تھے کہ ہم میں اللہ کی طرف سے ہیں اللہ کی عظمت اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ دیکھو قوم شعیب علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ سے وہ ہوس میں مبتلا رہے اور راحت و محنت گزرتے غافل ہی رہے۔ آخر عذاب ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو ظاہری بیماری چاہتے تھے وہ ان میں علامت ظاہر ہو چلی ہوں کیونکہ وہ اس علامت سے جانتے تھے کہ ان کی **فجات** کی چاہت ہے۔ وہ اس حال بیماری کو مرحمت کہ وہ بیماری میں دوا اور علیم کی طرف ہی جاتا ہے صحت تعلیم سے غافل رہتا ہے تو اس کی چاہت ہوئی بھی **فجات** میں کہ وہ ہر وقت تیار ہے بیماری اور تیاری تیاں ہوئی ان کے یہاں **بغتۃ** سے ساتھ شدت فرمایا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی پیدائش سے مقصد مختلف ہیں جو مقصد پر

www.alahazratnetwork.org

...ے کلام ...ہیں ...ے ظاہر اجاے گا ...ہر بچنے کے لئے پیدا ہوا۔ شد پینے ...ے ...ہد پیدا ہوا ...ہر ...ے ...ہد ...ے لئے ...یوں کی ہم پیدا ہوئے عبادت کے لئے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** اور حضرات انبیاء ...ے آئے اپنی اطاعت کی **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ** حضرات ہزاروں سال پیدائش ...ے پہلے رب کی عبادت کرتے رہے ہیں جن خوش نصیبوں ...ے ان کے مقصد تشریف آوری کو پورا کیا ان کی اطاعت کی وہ دونوں جہاں میں رہے ...ے ان کی تشریف آوری کا مقصد پورا نہ کیا کہ بجائے اطاعت کے ان کی مخالفت کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ **اخذناھم بالبأساء والضراء** حضور کی تشریف آوری کا مقصد اطاعت رسالت ہے اور دونوں جہاں ...ایہ فگن رہتا ہے۔ ...ال ساری زمین پر سایہ فگن فرشتے تھے اور خ عرشی کری اس کے احاطے ...ہر ...ہ تھے ...ایہ فگن ...ارحمۃ ...ا میں حضور سید ...ں ...ال صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوح ہی ...ہ قلم ہی تو تیرا ...ہ الکتاب — گنبد ...گینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عشق ...ا اگر ...ہ میری ...ا ...ا دام — میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

...ج ...ہ ...ے لیتے ہیں ...ہم نوازیں چاہے ...ہ ...ے ...ہ میں یا شراب ...ں ...ہر ...ہ ...ہ ...ں کے پاس ...نیں ...ہم پابندی لیں۔ ...ہیں چاہئے ...ہ ...ے ...ہ ...ے ...ہ ...

www.alahazratnetwork.org

تفسیر **ولو ان اھل القری اٰمنوا واتقوا** اس سے بستی والے مراد ہیں جن پر عذاب الٰہی آیا اور اہل قری سے مراد وہی ہیں جن کا ذکر ہوا۔ بعض نے کہا یہاں قری سے مراد مکہ مکرمہ اور اس کی آس پاس کی بستیاں ہیں اور یہ ملتا ہے آیت سے کہ یہ آیت مکہ اور یہاں کی بستیاں ہوں اور یہاں قاموس قدرت کا ذکر ہو کہ مومن متقیوں اور پرہیزگاروں کی کم پرسی نہ ہو۔ قوی سے **واتقوا** اس تقوی سے مراد یا تو صرف شرک سے بچنا ہے یا گناہوں سے بچنا مطلقاً تقوی اور پرہیزگاری مراد ہے یہ دونوں کلمات سے ظاہر ہوا۔ **لفتحنا علیھم** لو شرطیہ ہے اس فرمان میں قدرت کی عظمتوں کو خوف ایسے سے موتوں سے دلوں کی عظمتوں کو ظاہر کیا ہے **علی** اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ عظمتیں بستیوں کی ایک طرف سے نہیں بلکہ ہر طرف سے ہیں **فتحنا** سے یہاں ہر برکت مراد ہے اس لئے **علی** کا فرمانا **لفتحنا علیھم** فرمانا ہی مناسب ہے **برکت من السماء والارض** یہ **فتحنا** کا مفعول سے برکت نفع سے برکت کی جمع لائی ہے برکت کے معنی بڑھنا ہے اور اس سے حوض کے گرد کھڑے ہونے کی جگہ کو برکہ کہتے ہیں کیونکہ حوض کا پانی بڑھتا ہے اور اونٹ وہاں بیٹھتے ہیں مبارک اونٹ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بہت بیٹھتا ہے اور بہت نفع دیتا ہے یہاں ایک قسم کی دو ایک طرف کی نعمتیں نہ تھیں بلکہ ہر قسم کی ہر طرف سے نعمتوں کی بارش ہوتی اس میں اشارہ ہے کہ آسمان کی برکتیں بارشیں اور زمین کی برکتیں پیداوار ہیں ظاہر ہے کہ آسمان کی برکتیں بروقت بارش وغیرہ مناسب ہوا میں ہیں اور زمین کی برکتیں نہروں کے چلنے اچھا غلہ اور امن اور راحت سے سلامتی میں مقصد یہ ہے کہ ہمیشہ ان پر طرح طرح کی نعمتیں اس طرح بھیجتے رہتے ہیں کہ یہ نعمتیں کبھی زائل نہ ہوتیں ان کا حال یہ ہوتا کہ پھلوں یہ نعمتیں زمین پر نازل ہوتیں اور وہ اس میں برقرار ہوتے اور سلامتی وغیرہ **ولکن کذبوا** اس عبارت کا تعلق **کذبوا** سے ہے **کذبوا** سے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا **رسلھم** سے مراد وہ نبیوں علیہم السلام کی مخلوق ہے جن میں اس کو بھیجا گیا تھا یہ رسول مخلوق تھے جن کو اللہ نے اپنی طرف سے ان قوموں کے پاس بھیجا تھا جن کی طرف انہیں بھیجا گیا تھا **رسلھم** ہی کی وجہ سے یہ ضمیر جمع مذکر کی لائی گئی ہے **کفروا** سے یہ ایک نئی فرد پیدا کرنا ہی ہے **کذبوا** باب تفعیل سے ہے **فاخذنھم بما کانوا یکسبون** اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ **اخذ** سے یہاں مراد کوئی چیز ہے **فاخذنھم بغتۃ** اس سے پہلے ان کی معصیتوں کا ذکر ہے تو یہاں بھی ہری

www.alahazratnetwork.org

وبیروۃ **فاساکا** ... یہاں پر سے مراد ہے جنہوں عذاب اور پہلے پڑے سے مراد قطعی عذاب، بہرحال آیات میں تکرار نہیں ... سے مراد ظاہری یا عقیدے ہیں۔ فسق و فجور یا عقیدے اور اعمال دونوں کی برائیاں اس میں سب ہیں ہے ... ان تمام لوگوں کی بری عادتوں، برے عقیدے برے اعمال کی وجہ سے ہلاک کردیا قسم قسم کی تکالیف میں گرفتار ... خیال رہے کہ یہ تکلیفیں ان عذاب تھیں اس پر قرآن کی مذکورہ علمیوں کی وجہ سے ... میں تم سے تصور بچے اور عورتیں ... ان سے یہ چیزیں رب کی پکڑ نہ تھیں لہٰذا آیت سریہ بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

خلاصہ تفسیر جن ہلاک شدہ بستیوں قائم ہے ... یا گیا گر یہاں کے باشندے مکلف انسان ایمان لاتے پرہیزگار بنتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے اور ہم ان پر نعمتیں بھادیتے کہ وہ ہمیشہ دنیا کی ظاہری باطنی ... میں مشغول رہتے یہ قیامت کی بستیوں والے ایمان اور پرہیزگاری اختیار کریں تو ہم رحمتوں برکتوں سے دور رکھیں گے ... ہمارے ایمان اور فرمانبرداری سے اور ہمارے رسولوں کو جھٹلایا عقیدۃً بھی عملاً بھی اور ہر ... جھٹلایا کہ مرتے ... قائم رہے ان ... کرتوں کی وجہ سے سخت پکڑ میں لے لیا کہ نہیں پتا سکتے ... تو بھی ... ان ... قادر ... نام ہے **احدیہ بطش** یعنی رب کی پکڑ عام موحدوں کی موت کا نام ہے ... **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا** اللہ والوں کی موت کا نام ہے رجوع الی اللہ یا وصال۔ **یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک** ... **اصبتھم رضیتہ** ... یہاں کفار کی موت مراد ہے اس لئے **اخذناھم** فرمایا۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** ایمان اور نیک اعمال دنیاوی اور اخروی نعمتوں کا ذریعہ ہیں رب فرماتا ہے **ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب** یہ فائدہ اہل القریٰ کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ قریٰ سے مراد ہیں قیامت تک ہونے والی بستیاں بعض لوگ مصیبتوں میں ختم خواجگان، میلاد شریف، فاتحہ، نذر، گیارھویں، نوافل وغیرہ کرتے ہیں ان سب کی اصل یہ آیت کریمہ ہے اسی لئے بارش کی نماز استسقاء اور ... نماز کسوف بھی پائی جاتی ہے۔ صدقہ خیرات کے جاتے ہیں۔ **دوسرا فائدہ** انسان کے سنبھل جانے پر ... مشغول ... اسباب ... جاتا ہے رب فرماتا ہے **ظھر الفساد فی البر والبحر** یعنی جس سفینوں ... سے دل سے جاتے رہے جاتے ہیں ... ہوگئے حالانکہ جرم صرف انسانوں نے کئے تھے۔ **تیسرا فائدہ** ... کی ... دنیا میں مل جاتی ہے کہ تکالیف مصیبتیں آتی ہیں ... فرماتے ہیں ؎

ہر بلا کیں بر تو آید از گناہ ... ایں ز بے باکی و گستاخی است ہم

ابر رحمت آید از بہر منع زلۃ ... دفع زنا آمد بلا قحط جہات

یہ ... کی نیک اعمال کی برکت سے دنیا میں نعمتوں برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ آفتیں دور ہو جاتی ہیں یہ فائدہ **واتقوا لفتحنا علیھم** سے حاصل ہوا ... فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ذکر حق پاکی است چوں پاکی رسید ۔۔۔ رخت می بندد بداں آید پدید

چوں ۔۔۔ پدید ۔۔۔ دل

چوتھا فائدہ ایمان و عمل کی برکت سے ۔۔۔ نیکی نعمتیں بھی ملتی ہیں اور رسمی ظاہری نعمتیں بھی۔ یہ فائدہ **برکات من السماء والارض** سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ** نبی کو ضمناً اور حقیقت اللہ تعالیٰ فرشتوں تمام سب ہی کو معلوم ہے یہ فائدہ **کذبوا** سے ظاہر ہے۔ **چھٹا فائدہ** معیر فرمانا قصور سے اللہ تعالیٰ کی عداب میں زیادہ رحیم و کریم ہے جرم تو معاف فرما دیتا ہے جب تجرم حد سے بڑھ جاتا ہے تب پکڑتا ہے یہ فائدہ **بما کانوا یکسبون** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ** دوست کریم ایک دو بار کے جرم پر نہیں پکڑتے بلکہ بجرم کو پکڑتے ہیں ان کی مہربانی سے ملا یہ فائدہ ۔۔۔ **ماضی استمراری** فرمانے سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ** گناہوں کے باوجود نعمتیں ملنا عذاب سے ۔۔۔ ہوں دلیل ہے نعمتیں حاصل ہوں اور رحمت الٰہی سے ابو جہل کی دولت عذاب نہیں ہٹی گئی ہے دولت ۔۔۔ ہیں بلکہ دنیوی زیادہ ہے آخرت دنیا کی برکات عطا فرمائے۔ **فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء** عذاب سرکش پر ہر چیز کے دروازے کھلے گئے ہیں یہ برکات دنیا ہیں دوسرا ۔۔۔ عذاب ہے۔

اعتراضات پہلا اعتراض ۔۔۔ آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان و تقویٰ سے دنیوی و آسمانی برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ اکثر متقی مومن پریشان حال رہتے ہیں بدعمل کافر مزے میں پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب** اس اعتراض سے چند جوابیں ایک یہ کہ یہ فرمان عام ہے ان عذاب والی نعمتوں کے لئے ہے کہ اگر دوں کے باشندے ایمان و تقویٰ کے ساتھ زندگی بسر کریں تو ان پر تمام عذاب سے ۔۔۔ نعمتیں نازل ہوتیں۔ یہ ہمیشہ کے لئے کلی قانون نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر تو مومن متقی بن جاوے تو رب تعالیٰ تجھے دوبارہ عمر موت تک جوانی و سلطنت بخشے گا یہاں ایمان و تقویٰ کے ساتھ ۔۔۔ سے رب کے لئے نہیں رب تعالیٰ پر ہیں کی ہاں کی نہ کہتے ہیں رب فرماتا ہے **لو اقسم علی اللہ لابرہ** یہ جواب اہل تقویٰ کی پہلی تقسیم کی بنا پر ہے دوسرے یہ کہ بندہ اس خیال میں ۔۔۔ رحمت ۔۔۔ متقی کی زیادتی تکلیف کی آسانی ہوتی ہے۔ نعمتیں ۔۔۔ وہ عذاب ہوں گی۔

۔۔۔ نعمتیں ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ نعمتیں ان چند روزہ معصیتوں سے ۔۔۔ ہوتی ہیں ۔۔۔ بھی ہوتی ہے اور اللہ قادر ہے ۔۔۔ دوسرا اعتراض برکات سے ہے **فتحنا** ہیں **اعطینا** ہیں ۔۔۔ فرمایا وہ ۔۔۔ **جواب** ۔۔۔ ہے ۔۔۔ جانتے کہ جتنا چاہو ۔۔۔ کار ۔۔۔ نعمتیں ہو

www.alahazratnetwork.org

ہیر جب بہت دینا ہو اور ہر طرف سے دینا ہو تو اوپر سے اس کی بارش کی جاتی ہے تاکہ ہر قسم کی ہر صحیح تر ہو جائے۔ رب فرماتا ہے **ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر** غرضیکہ ان دونوں لفظوں سے رحمتوں اور برکتوں کی بہتات بتانا مقصود ہے۔ تیسرا **اعتراض** یہاں یہ ہے کہ آسمانوں کا ذکر ہوا رحمت کا ذکر ہوا برکت کا نہ فرمایا گیا پھر برکات جمع کیوں ارشاد ہوا **جواب** رحمت عام ہے برکت خاص۔ رحمت ہر وہ بندہ پر ہوتی ہے جو خیر مقصود کسی پر کی جائے مگر برکت وہ رحمت ہے جو مانگنے کے پس سے جائے یہیں اس میں بڑھوتری ہوتی ہے۔ غرض نعمتیں دو قسم کی ہوتی ہیں بغیر مانگے ملنے والی رحمتیں اور مانگنے پر ملنے والی برکتیں۔ موسیٰ پر اللہ کی رحمتیں اور ان کی برکتیں ہیں چونکہ برکت رحمت کی ہی قسم ہے اس لئے برکت رزق میں برکت وغیرہ۔ اس لئے برکات ہمیشہ جمع ارشاد ہوئے جیسے رب فرماتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں سے فرماتا ہے۔ **چوتھا اعتراض** یہاں آسمان کے دروازے کھلنے پہلے ہوا زمین پر نعمتیں نازل ہوئیں تاکہ زمین ہم سے قریب ہے آسمان دور۔ **جواب** آسمان کی نعمتیں پہلے ہوتی ہیں زمین کی بعد میں آسمانی برکتوں سے زمینی برکتیں حاصل ہوتی ہیں بارش ہو تو پیداوار ہوتی ہے اس لئے مقدم کا ذکر پہلے فرمایا۔ پانچواں **اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان و تقویٰ سے صرف دنیوی رحمتیں ملتی ہیں مگر دوسری جگہ ارشاد ہے **فلما نسوا ما ذکروا به ففتحنا علیهم ابواب کل شیء** جب کفار ہدایتیں بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر نعمت کے دروازے کھول دیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں پر نعمتیں ملتی ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا **لولا ان یکون الناس امة واحدة** اگر سارے ہی کافر نہ ہو جاتے تو ہم کافروں کو اتنا دیتے کہ ان کے برتن چاندی سے ہو جاتے۔ فرمایئے ان آیات کو آپس میں کیسے ملائیں گے تو اس کو یہاں بھی ملا دیں گے اور انکار کرنے والے یہ کہیں گے کہ فقیران آیت و حدیث میں تعارض ہے۔ جواب یہ اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ وہاں لفظ برکات نہیں ابواب کل شیء ہے۔ بے شک انہیں دنیوی عیش و آرام دے دیئے گئے جو ان کے لئے قرآنی تھے تو وہ اور زیادہ غافل ہو گئے ان کے لئے برکتوں اور رحمتوں کے دروازے نہیں کھولے گئے تھے۔ دنیوی سامان کی فراوانی اور شے ہے رحمت یا برکتیں اور چیز ایمان و تقویٰ سے برکتیں عطا ہوتی ہیں۔ اسی لئے طریقہ بیان میں فرق ہے۔

تفسیر اس آیت کریمہ میں ایمان و تقویٰ پر آسمانی و زمینی برکتوں کی عطا کا وعدہ ہے۔ ایمان کی مدح نبی کو بتانا ہے کہ اس میں سب کچھ آجاتا ہے۔ ایمان وہیں حضور انور ﷺ ہیں حضور کے جسمانی حالات کا نام شریعت ہے۔ حیاتی یعنی دلی حالات کا نام طریقت روحانی پاک کے حالات کا نام حقیقت ہے۔ سرتاپا کے حالات معرفت تقویٰ کی جان ہے ہر حاصل کرنے والی چیز سے بچنا اور اپنی خودی سے ذرا ذرا سے یہ دو چیزیں مل جاویں اسے یہ برکتیں عطا ہوتی ہیں وسعت رزق انسان کی بیک نگاہ ہے اگر شکر کی توفیق ہے ورنہ عذاب ہے۔ اسی لئے دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ ہم کافروں کو اتنا دیتے کہ **لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة** یہ کثرت و فراوانی دنیا ہے یہاں ارشاد ہوا کہ اگر بندے میرے احکام پر عمل کرتے میری مخالفت سے بچتے تو میں ان کو آسمانی رزق یعنی دونوں عالم کے خاص کر سے عطا فرماتا یہ اور گویا آسمانی برکتیں ہیں اور میں ان سے اعضاء ظاہری کو بھی عبادت کی توفیق سے آراستہ سجاتا کہ یہ زمینی برکتیں ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ز زمیں ۔ آسماں ز ۔ ۔ ۔ ی شاد ۔ ۔ ۔ اہل جو

www.alahazratnetwork.org

تو زمین پر طاعت باز کن ۔ برسماء معرفت پرواز کن

مگر جو غافل دلوں سے یہ دونوں کام۔ سے قحط ہمارے ان کی ان بد عملیوں کی وجہ سے قلب کے نور قالب کے تقوی سے محروم

مایہ رب تعالی کی رحمت پڑنے سے صوفیاء فرماتے ہیں کہ جسمانی پیداوار میں آسمانی بارش۔ دھوپ ہوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور ایسی مٹی قحط تخم کی بھی ضرورت۔ ان دونوں سے غذا میں حاصل ہوتی ہیں یوں ہی ہمارے نفس گویا اعمال کی زمین ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانی بارش ان دونوں کے ذریعہ شرعی اعمال کی کھیت اور طریقت کے باغ لگتے ہیں شریعت کیلئے ہوائیں ہیں۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝
کیا پس مطمئن ہو گئے بستیوں والے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب رات میں حالانکہ وہ سوتے ہوں ۝
کیا بستیوں والے نڈر ہو گئے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں ۝ یا بستیوں والے
اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝
کیا مطمئن ہو گئے بستیوں والے کہ آئے ان پر عذاب ہمارا چاشت کے وقت کہ وہ کھیلتے ہوں ۝ کیا پس وہ
نہیں ڈرتے کہ ان پر آجائے عذاب ہمارا چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں کیا امن پاتے ہیں
اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ع ۱۲
مطمئن ہو گئے اللہ کی تدبیر سے پس نہیں مطمئن ہوتے اللہ کی تدبیر سے مگر نقصان والی قوم ۝
تدبیروں سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیروں سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے ۝

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں گزشتہ کافر قوموں کے عذابوں کا ذکر ہوا اب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافروں کو عبرت دلائی جارہی ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں گزشتہ قوموں پر عذاب آنے کا ذکر تھا اب اس عذاب کی وجہ کا بیان ہے یعنی اللہ تعالی سے بے خوفی ان پر عذاب آنے کا سبب ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں اللہ کے مختلف عذابوں کا ذکر ہوا اب آیت عذاب کی مختلف صورتیں ہیں۔ یہ بھی اب ہی اطلاع دے کر عذاب بھیجیں ہو سکتا ہے کہ رات کی نیند دن کے کھیل کود کے وقت ہی عذاب بھیج دیں۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ لفظ اس کی ف عاطفہ ہیں محذوف سے فرمایا کہ یہ فرمان حال کی پوشیدہ عبارت پر معطوف ہے اس کا بیان یہ ہے کہ **اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً** پر معطوف ہے ان دونوں صورتوں میں ف عاطفہ ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ کیا پس مطمئن ہو گئے ہیں بستیوں والے۔ ظاہر یہ ہے کہ **قریٰ** سے مراد وہ بستیاں ہیں اور اہل قریٰ سے مراد وہاں کے رہنے والے ہیں اس صورت میں یہ اہل تغلب کے لئے ہے یعنی کیا ان بستیوں کے باشندے مطمئن ہو

www.alahazratnetwork.org

او یاتیھم باسنا بیاتا۔ کون سی **امن** افعل سے پتہ کس پر شبیخون **یاتی** ہے وہ شبخون طریقہ سے ہوتے ہیں پھر ساتھی سے لوہا ہلدیہ عاجز اسے کہ وقت پہنچے سے پہلے ہی وہ سے آفت ہے ہاں وہ **بیاتا** ہے مصدر سے ہیں وقت پر شبخون مارنے والے ہیں **یاتی** فعل سے ہیں شب باشی کے وقت یا آنے والے ہیں **ھم نائمون** جملہ ہے محل میں دو وجہ سے حال ہونے کی وجہ سے **او ھم نائمون** سے ہیں حال سے حال ہو تو حال متداخلہ ہو سکتے ہیں یا حال ہو تو حال متداخلہ ہو سکتے ہیں **بیتوتت** جمع شب گذارنے والے ہیں **او ھم قائلون** قیلولہ سے ہیں دوپہر کے وقت میں آرام کرنے والے ہیں **وھم یلعبون** یہ عبارت **یاتیھم** کی ضمیر سے حال ہے **لھو** کھیل تماشا **البھار معاشا** یہاں تک ہیں ہلاکت کی صورتوں سے **او امن اھل القری** اس فرمان میں تصویر ہے کہ یہ یا تو چونکہ یہاں تک بیان ہوا ہے اس لئے یا بلکہ ارشاد ہو یہاں بھی مال قری سے مراد ہو کہ عاصی والے ہیں یا ان میں بسنے والوں کے باشندے۔ **اھل** اس حصہ ہے جو کہ ورست سب پر حاوی ہے اس عبارت میں بھی اہل سے ورسوں تجسس کے لئے بعض قراتوں میں واؤ کے ساتھ ہے **او یاتیھم باسنا ضحی** یہ عبارت **یاتیھم** کی ضمیر سے حال ہے **ضحی** دن کا وہ حصہ ہے جس میں سورج کی تیزی ہو سایہ سمٹ گیا ہو **او ھم یلعبون** یہ عبارت **یاتیھم** کی ضمیر سے حال ہے **لھو** کھیل تماشا

www.alahazratnetwork.org

ہمیں جب کہ یہ بالکل غافل ہوں یا رات کو جب یہ سو رہے ہوں یا دن چڑھے جب یہ اپنے کاروبار میں لگے ہوں چونکہ رات میں قریباً سب لوگ ایک ہی کام کرتے ہیں جیسی سونا اس لئے وہاں نا معلوم ارشاد ہوا اسم فاعل مکرون دوپہر میں مختلف لوگ مختلف کام کرتے ہیں بلکہ ایک آدمی ہی کبھی کچھ کرتا ہے کبھی کچھ اس کے لئے **یلعبون** مضارع مرشد ہوا جو تجدد چاہتا ہے **افا مواامکر اللہ** یہ جملہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے خاص منصب کا ذکر ہے مکر کے لغوی معنی ہیں خفیہ تدبیر مگر عام محاورہ میں دھوکہ فریب کو مکر کہا جاتا ہے یہاں لغوی معنی میں ہے فرماتا ہے **مکروا و مکر اللہ** اس آیت میں پہلا مکر معنی دھوکہ فریب ہے اور دوسرا مکر معنی خفیہ تدبیر ہے کہ اللہ تعالیٰ دھوکہ فریب سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مکر کے معنی ہیں دھوکہ۔ بندے کا مکر ہے دھوکہ دینا یہ عیب ہے رب کا مکر یہ ہے کہ کسی بندے کا اس کی نعمت سے دھوکہ کھانا یہ رب کی صفت کمال ہے بندہ کا عیب یہاں مکر سے مراد یا تو یہ ہے قبر میں عذاب دینا ہے تو یہ پچھلے مضمون کی شرح ہے یا انہیں باوجود کفر و گناہ کے نعمتیں عطا فرمانا ہے۔ و امال آہستہ دیا انہیں ڈھیل دینا مراد ہے کہ عرصہ دراز تک کفر و گناہ کریں مگر عذاب نہ آئے **فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون** یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے **اذا کان استدراجہ علی ھذا** (روح البیان) اسی صورت میں یہ فقرہ ہے جب بعض سے فرمایا کہ یہ عبارت ایک پوشیدہ عبارت کی علت ہے تب ہے جیسے یعنی یہ کفار بے خبر ہونے والے ہیں کہ اللہ کی ڈھیل سے مطمئن ہیں چونکہ لفظ قوم لفظاً واحد ہے مگر معنی جمع اس لئے یہی صفت خاسرون لائی گئی ہے۔ خسارہ اور نقصان فرق ہمیشہ بیان کر چکے ہیں گنہگار مومن اگرچہ نقصان اٹھاتا ہے کہ اپنی زندگی کی قیمتی گھڑیاں گناہوں میں صرف کرتا ہے مگر خسارہ اللہ تعالیٰ خسارہ میں یعنی توشہ میں نہیں کہ ایمان ہے۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب کہ وہ قوموں کی ہلاکت کے واقعات سن چکے تو کیا عرب کی بستیوں والوں کو اللہ سے امن ہے کہ وہ اس سے مطمئن ہیں کہ رات کے وقت جب وہ سو رہے ہوں تب ان پر ہمارا عذاب اچانک آجائے یا جب یہ بستیوں والے دن دوپہر اپنے دنیاوی کاروبار اور اپنی خرافات میں مشغول ہوں اور ان کو عذاب آنے کا وہم و گمان بھی نہ ہو تب نہیں ہمارا عذاب آ دبوچے کیا یہ لوگ ہماری تدبیروں سے امن میں ہیں وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں سے دھوکہ کھا رہے ہیں یا ہماری (حیل سے ناجائز عائدہ اٹھا رہے ہیں یقین رکھو کہ ہماری تدبیروں سے امن میں اور ہم سے بے خوف وہی لوگ ہوتے ہیں جو بالکل خسارہ میں ہیں بھی وقت ہے نصیحت حاصل کریں گذشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ خیال رہے کہ بعض بندے وہ ہیں جو رات میں جاگتے ہوں تب بھی سوتے ہیں بعض خوش نصیب بندے وہ ہیں کہ جو رات میں سوتے ہوئے بھی بیدار رہتے ہیں غرضیکہ غافلوں کی عید اور ہے ہوشیاروں کا کچھ اور

فائدہ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ بندوں سے رب تعالیٰ کا خوف نکل جانا اس کے خلل کی دلیل ہے خوف حاضر رہنا اس کی حاضری کی دلیل اور عذاب الٰہی آنے کی علامت ہے۔ یہ فائدہ لفظ امن سے حاصل ہوا اس کے برعکس میں خوف خدا ان شاء اللہ عاقبت بخیر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے خاص لطف کی علامت ہے جس حضرات سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ مغفرت فرمایا جیسے حضرات صحابہ ہم حضور ﷺ کے زمانہ میں لوگوں میں خوف الٰہی دوسروں سے زیادہ تھا جناب صدیق اکبر کو رب تعالیٰ سے اتنی فرمایا مگر وہ یہی عرض کرتے تھے الٰہی میرا یہ ہے گا میرے پاس کوئی نیک عمل ہے ہی نہیں یہ ہے خوف خدا۔ رب تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

اس خوف کا ذکر ہم بھی عطا فرما دے آمین ایسا خوف رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے دل ہراساں چشم گریاں نصیب ہو۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

دوسرا فائدہ اشعار اس امر کی علت سے وقت آنے سب امیں اس کا ہو گیا بھی ہیں تا وہ بیتا" گی" سے حاصل ہو تیسرا فائدہ ہو میں قابل ہونے میں رب سے غافل ہو ہے کاروبار سے علت پیدا میں اس قابل ہو تب سے دل سے یاد رہے یہ فائدہ **نائمون** اور **یلعبون** کے ساتھ **ھم** ضمیر سے حاصل ہو یہ دونوں گمراہیوں عادی طرف ہو رہی ہیں۔ **چوتھا فائدہ** ذکر کا ہم ہو لعب یعنی کھیل کود سے پیدا ہو ہو ہو گھر کھیل رہے یہ مشغول ہو تیسرا فائدہ ہو میں ظاہر ہو سکتا ہے ہو ناچنا گانا بجانا بھی ہیں ہے کہ ان کے لیے ہے ہے پانچواں فائدہ اسماں ہو چاہئے ہو ہو تکلیف ہو چیز میں عورت ہو ہو ہو

عذاب آسکتا نہیں وعدہ الٰہی ہو چکا کفار کو اس کا یقین تھا پھر اس یقین پر عتاب کیوں فرمایا گیا اللہ سچا اس کے وعدے سچے۔ جواب یقین پر عتاب نہیں بلکہ امن اور بے خوفی پر عتاب ہے جیسا کہ ابھی فوائد میں عرض کیا گیا کہ رب تعالیٰ کے وعدوں کے باوجود اس سے بے خوف ہو جانا۔ رب تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ اور یقین ضرور چاہئے مگر بے خوفی نہ چاہئے۔

مسئلہ۔ خوف خدا کی چند صورتیں ہیں اس کی پکڑ کا خوف۔ یہ ہم گنہگاروں کو ہے حضرات انبیاء و بعض اولیاء اس سے بری ہیں جن سے وعدہ مغفرت ہو چکا۔ رب کی وعدہ خلافی کا خوف یہ کفر ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمت کا یہ ہر بندہ کو چاہئے بلکہ جتنا رجاء اتنی ہی رحمت زیادہ۔ اللہ کا خوف مگر صرف زبانی کہ عمل اس کے خلاف ہو یہ محض بے فائدہ ہے۔ یہ خوف تو شیطان کو بھی ہے اس نے کہا **انی اخاف اللہ** مگر اس زبانی خوف سے وہ مومن نہیں ہو گیا۔ **چوتھا اعتراض** یہاں عذاب کے لئے دو وقت ہی کیوں مقرر فرمائے گئے۔ سونے کا وقت رات میں دوپہر کا وقت دن میں کیا اور وقت عذاب نہیں آسکتا جواب اس لئے کہ یہ دونوں وقت عموماً غفلت کے ہوتے ہیں اور غفلت میں عذاب سخت محسوس ہوتا ہے۔ حکومتیں آنے والے سیلابوں، زلزلوں وغیرہا کی خبریں پہلے سے دیتی ہیں کہ غفلت سے معلوم ہو رہا ہے کہ زلزلہ یا سیلاب آنے والا ہے تاکہ لوگ تیاری برائے بچاؤ کا انتظام کریں اس پر یہ حکمتیں زیادہ دشوار ہوں **پانچواں اعتراض** اللہ تعالیٰ کو وغیرہ سے پاک ہے کہ یہ تو بدترین عیب ہے پھر یہاں مکر کیوں فرمایا۔ جواب اس کا جواب بہت پہلے تفصیل سے پہلے پارہ میں **یخدعون اللہ** کی تفسیر میں گزر چکا کہ اس جیسی آیات میں مکر معنی دھوکا فریب نہیں ہوتا بلکہ معنی خفیہ تدبیر ہوتا ہے کہ وہ جرم کرے اس کو خبر نہیں میں اس کی پکڑ ہو سکتا ہے یہ عیب نہیں بلکہ عیب والوں کی پکڑ ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ غافل کافر کی زندگی کا خلاصہ ہے کھانا کھیلنا کھانا اس کی زندگی ایک شعر میں پڑھ رہے۔

کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے ۔۔۔ بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

یہ زندگی اللہ کا عذاب ہے۔ حسرت سے چھوڑ کر اس کی زندگی ہے اسی محبوب کا ان آیات میں ذکر ہے۔ رات میں سوتے **ھم نائمون** دن میں **کیلعبون**۔

دن کو میں کھوتا تجھے شب نیند بھر سوتا تجھے
خوف خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

جب انسان حد سے آگے بڑھتا ہے تو اس میں حد انسانی سے بے خوفی پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ کی دی ہوئی ڈھیل سے غلط فہمی نکالتا ہے وہ اس ڈھیل میں اور زیادہ گمراہ ہوتا ہے اس کا علاج ہے **فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون**۔ یہ مرض اعلیٰ ہو تب وہ اس مہلت کو برے کاموں میں صرف کرتا ہے ایسے لوگ بالکل خسارہ میں رہتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں امن آخرت کی بے امنی کا ذریعہ ہے۔ دنیا میں بے خوفی آخرت کا خوف ہے۔ دنیا کا چین و سکون آخرت کی بے چینی بے قراری سے اس کے برعکس دنیا میں خوف آخرت میں بے خوفی کا ذریعہ ہے دنیا میں دل کی بے قراری آخرت کا قرار ہے۔ دنیا میں خوف سے رونا آخرت میں ہنسنے کا ذریعہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گفت پس ہر گریہ آخر خندہ ایست ۔۔۔ ہر آخر بیں مبارک بندہ ایست

www.alahazratnetwork.org

ہر روز سے بعد انشاء اللہ ہنسا خوش ہونا مبارک ہے وہ بندہ جو انجام پر نظر رکھے جیسے بدن کا رونا جس کے سر پر قاش خیمہ سے ایسے ہی وہ بندہ عشق رسول میں رونا یوں ایمان کے لئے قاش خیمہ ہوتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان آیات میں رب نے کافر کے شب و روز کی مثالیں کی ہے کہ رات میں سونا دن میں کھیلنا ان کی زندگی ہے اے مسلمان تیری زندگی ایسی نہ ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ سونا بھی تین قسم کا ہے آنکھ کا سونا دل کا سونا نصیب و قسمت کا سونا اس کے مقابل جاگنا بھی تین طرح کا ہے آنکھ کا جاگنا دل کا جاگنا مقدر و قسمت کا جاگنا جگانے والے بھی تین طرح کے ہیں۔ آنکھ کو جگانے والے تین ہیں۔ سورج کا طلوع رات میں خاص تکلیف دہ سوئے ہوئے کسی بیدار کی آواز یوں جگانے والی بھی تین چیزیں ہیں۔ دنیاوی مصیبت و تکلیف ہی جاگنے والے کی محبت یا اللہ کی رحمت کہ انسان پیدائشی ہی کا بیدار ہو جیسے حضرت رابعہ بصریہ کہ چار برس کی عمر میں آپ چولہے میں آگ جلتے دیکھ کر روتی تھیں کہ کہیں میں وہ تو نہ ہوں جس سے اول آگ روشن ہوئی ہے عذاب جگانے والی ہے اور صرف ایک چیز ہے یعنی اللہ کے حبیب کی نگاہ کرم "ہاں تا سورج سوتی آنکھ جگا" ہے نبوت کے آسمان کا سورج (علیہ السلام) سوئی تقدیر جگاتے ہیں۔

مری بگڑی ہوئی حالت بنا دو مری سوئی ہوئی قسمت جگا دو

یہ تو موس و کافر سوئے میں فرق ہے۔ دل بیداری میں بھی فرق ہے کہ کافر کی بیداری ہے سارے اعمال حالت میں اور مومن کے سارے کام عبادت ہیں سعید ہیں۔ پلاؤ کے سارے اجزاء بغیر پکائے ہوئے پڑے ہیں جب تک چولہے پر نہ چڑھے پلاؤ تیار نہ ہو جائے جب اس کے اندر پڑتا ہے اور باہر یعنی چولہے میں رہ کر آگ اثر کرتی ہے تو اس کا نام پلاؤ ہو جاتا ہے یوں ہی دل کے اعمال میں اتباع رسول کا پانی پڑتا ہے اور عشق رسول کی آگ جوش میں ہو دل سے وہ اثر کرتی ہے تو وہ اعمال عبادت بن جاتے ہیں اور سعید بنا کر تاثیر دکھاتی ہے کہ دیگ میں اعمال چولہے میں آگ ہے یوں عشق رسول کی آگ اعمال سے اثر و تاثیر دکھاتی ہے کہ اعضاء بدن میں اعمال نوروں میں سرور کر رہتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر اعلیٰ چیز کمیل ہو جاتی ہے اور ہر ادنیٰ چیز گوہر کے مثل ہے نفسانی چیزیں فانی ہیں اور باقی چیزیں باقی۔ رب تعالیٰ ہماری زندگی کے ہر شعبہ کو ربانی بنائے آمین۔

وَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ

اور کیا نہ راہبر ہوئی ان لوگوں کی جو وارث ہوتے ہیں زمین کے پیچھے ان کے رہنے والوں کے یہ کہ اگر ہم

اور کیا وہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث ہوتے انہیں نہیں بتاتا یہ کہ ہم چاہیں تو ان

بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ

چاہیں جو پہنچائیں ہم ان پر جو ان کے گناہوں کے بدلے اور مہر کر دیں ان کے دلوں پر کہ وہ نہ سنتے ہوں

ان کے گناہوں پر ہم سزا پہنچا دیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے

www.alahazratnetwork.org

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے دو طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں گزشتہ کافر قوموں سے عذاب کی ہلاکت کا ذکر ہوا۔ اب اس ذکر کی حکمت کا تذکرہ ہے کہ یہ وقت کے موجودہ کافروں کی ہدایت کے لئے یہاں تک آگے یہ لوگ عبرت پکڑیں اور ایمان لائیں۔ تفسیر کبیر) دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ اللہ پر اس اور اس سے بے خوفی رسے غافل سے غفلت کی علامت ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان عقیب میں موجودہ کفار کو قارین گویا ایک قاس قل ہیں فرمایا ہے عذ اس قافلوں والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں گزشتہ کفار کی ہلاکت کا تھا اب اس موجودہ عبارت مدینہ طیبہ کے کفار کو عذاب پر قادر تھے بھی اور ہیں بھی کہ ان کو بھی ہلاک کر سکتے ہیں۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت کا تھا کہ یہ لوگ گزشتہ قوموں کے عذابوں کو سن کر عبرت نہیں پکڑتے۔ اب ارشاد ہے کہ یہ لوگ آئے ہوئے عذابوں کے آثار بھی عبرت نہیں پکڑتے گویا پہلے ان کے کی کیفیت تھی اب ان کے دیکھنے کی کیفیت کا تذکرہ ہے۔

تفسیر اولم یھد۔ عبارت سے اس آیت میں تین قسم کے سوال ہیں اور دو ابتدائیہ۔ **اولم** کے متعلق بھی پچھلی آیت میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ سوال واضح نصب سے پہلے سننے والے کو توجہ دلانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں کی حضرت ہے کہ وہ لوگوں کی لطائف سے غفلت پکڑتے اور ان سے پہلی تدبیریں ہوتا ہے وہ پچھل جانے تو اس سے بچنے کی تدابیر نہیں کرتے۔ **لھم** ہے ہدایت کے معنی اس سے اقتباس کیے ہیں۔ **اھدنا الصراط المستقیم** کی تفسیر میں عرض کیا جا چکا ہے **للذین یرثون الارض** یہ عبارت متعلق ہے **لم یھد** پر۔ یہاں ہدایت میں ظاہر ہونے کے معنی ہیں اس سے **للذین** میں لام کا بیان ہے۔ **الذین** سے پہلے معنوں پر ہیں یہاں **الذین** سے مراد وہ کفار مکہ ہیں جو اس وقت حضور انور کی مخالفت میں سرگرم عمل رہتے تھے یہی قول ہے۔ **یرثون** ہے ماضی سے جس کے معنی ہیں مرنے کے بعد اس سے مال کا مالک ہونا قرآن میں ہے **الارض** سے مراد مکہ کی زمین ہے مراد وہ کفار ہوں تو اس سے مراد ان میں ہونے والی موت ہے۔ **یمشون بمناکبھا** یہ عبارت خبر ہے **یرثون** کا **ھا** اس کا مرجع **الارض** ہے۔ اس جملہ میں سے عبارت ہو گزشتہ اپنے پیشروؤں سے بعد ان کی موت سے بعد ان کی ہلاکت سے بعد ان کی زمین سے ان کو ہدایت نہیں ملی ان کی ہلاکت و موت سے ان لوگوں پر یہ بات ظاہر ہوئی **ان لو نشاء اصبنھم بذنوبھم**۔ عبارت **یھد** کا فاعل ہے اس میں ان اصل میں **انہ** تھا ہ ضمیر شان ہے **اصبنا** سے **اصابتہ** ہے اس کا مصدر ہے موت پہنچانا عذاب پہنچانا اللہ حضرت قدس سرہ کا زمانہ اس دونوں کا شامل ہے کفار کی موت عذاب کی موت بھی آفت ہوتی ہے۔ مومن کی موت رحمت **بذنوبھم** میں ہے **ذنوب** جمع ہے ذنب کی ہر گناہ خواہ ظاہر کی گناہ ہو یعنی بعد عملی یا باطنی گناہ یعنی بد عقیدگی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ اصل **نجزاھم بذنوبھم** تھی خبر ہے مبتدا محذوف پر شیدہ ہو گیا (معنی) یعنی اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی ان کے کفر و گناہ کی وجہ سے آفت میں مبتلا کر دیں جیسا کہ ان سے پہلوں کو ہم نے کیا ہم قادر مطلق ہیں۔ خیال رہے کہ اس عبارت کی خوبی نہ رہے گی اور ہی ہیں۔ ترتیب آسان بھی ہے اور واضح بھی۔ بعض قرائتوں میں **نھد** ہے اس سے پھر اس فرمان میں کا مطلب یہ ہو گا

www.alahazratnetwork.org

ونطبع علی قلوبھم اس عبارت کی نحوی ترکیبیں بہت ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہے یا ہے اور اس کا واو ابتدائیہ ہے اس صورت میں **فھم لا یسمعون** معطوف ہے **اصبنا ھم** پر اور ہو سکتا ہے کہ **ونطبع** سے لے کر **لا یسمعون** تک ایک ہی جملہ ہو۔ یہ معترضہ نہیں اور بعض نے فرمایا کہ یہ جملہ **ان لو نشاء** پر معطوف ہے اور **یھدا** کا فاعل ہے (تفسیر خازن و روح المعانی) غرضیکہ اس کی تین تفسیریں ہیں اور تین ترکیبیں۔ **نطبع** بنا ہے **طبع** سے معنی چھاپنا، مہر لگانا اس کی تفسیر ہم پہلے پارہ میں **ختم اللہ علی قلوبھم** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ طبع، ختم اور دین میں قدرے فرق ہے۔ کفار کے لئے قرآن مجید میں یہ تینوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ **فھم لا یسمعون** اس کی نحوی ترکیبیں ابھی ابھی عرض کی جا چکی ہیں۔ اس جملے کے بہت معنی ہیں۔ آسان معنی یہ ہیں کہ ہم ان کفار کے دلوں پر کفر و عناد اور غفلت کی مہر لگا دیتے ہیں لہٰذا وہ لوگ اس مذکور واقعات آپ کی تبلیغ کو سنتے ہی نہیں پھر ان کی ہدایت کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ آپ ان کے ہدایت پر نہ آنے سے غم نہ کریں۔

خلاصہ تفسیر: ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں۔ ہم آسان اور واضح تفسیر عرض کرتے ہیں یہ کفار گزشتہ ہلاک شدہ اور فوت شدہ لوگوں کی بستیوں مکانات کے وارث بن کر انہیں استعمال کرتے ہیں۔ کیا انہیں یہ ہدایت نہ ملی کہ اگر ہم چاہیں تو گزشتہ کفار کی طرح جو ان کے مورث تھے جن کی زمینوں میں آباد ہیں انہیں بھی آفات میں مبتلا کر دیں اور عذاب ناز فرما دیں ان کے دلوں اور جسمانی گرہوں کی وجہ سے یعنی ان کے کفر و عناد کی وجہ سے کیونکہ پچھلی قومیں بھی کفر و عناد کی وجہ سے ہی ہلاک کی گئیں یہ بھی انہی بیماریوں میں مبتلا ہیں اے محبوب علیہ السلام ہم ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر غفلت کی مہر لگا دیتے ہیں اس لئے وہ ان مذکور عذابوں کی آیتیں آپ کے فرمان قبول کے کان سے سنتے ہی نہیں لہٰذا ان کے کافر رہنے پر غم نہ کریں۔ آپ کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں۔ قصور ان کے اپنے اندر ہے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** عبرت کہ جائیدادوں مکانات سے عبرت پکڑنا ضروری ہے کہ جیسے یہ چیزیں ہمارے مورثوں کے پاس نہ رہیں ان کے بعد ہم مالک ہو گئے ایسے ہی ہمارے پاس نہ رہیں گی۔ ہمارے بعد کوئی اور مالک ہو گا تاکہ دل میں عبرت اور غفلت پیدا نہ ہو۔

چنانکہ دست بدست آمد است ملک بما　　بدست دیگراں ہم چناں بخواہد رفت

حکایت: ایک شخص شیر کی کھال کی پوستین پہنے ہوئے بہت فخر سے اکڑتا ہوا جا رہا تھا ایک اللہ والے نے کہا کہ جب یہ کھال اس کے جسم پر نہ رہی جس کی کھال ہے تو تیرے جسم پر کیسے رہے گی اس عارضی چیز پر کیوں اتراتا ہے یہ فائدہ **یرثون** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** دوسروں کی موت سے عبرت نہ لینا برابر گناہوں میں مشغول رہنا غفلت دل کی علامت ہے۔ یہ غفلت ہی تمام گناہوں کی اصل ہے اس لئے ہر وقت قبر و موت کو سامنے رکھ کر زیادہ عبرت پکڑے۔

جا کے گورستان میں دیکھو عجب صورت کے حال　　کیسے کیسے لوگ واں سو رہے ہیں پا مال
کیسے حسیں کی قبر پر کتوں کی باڑ ہے　　پھول سا بدن ہو خاک کہاں گئی

یہ فائدہ بھی **اولم یھد** کے تعجب والے سوال سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** بندہ ہر وقت اپنی جان اپنے ایمان بلکہ اپنے ہر

www.alahazratnetwork.org

حال کو اللہ کے قبضہ میں جانے دو: جب چاہے ہماری جو چیز چاہے ہم سے چھین لے۔ ہم کسی چیز کے اصل مالک نہیں یہ عام چیزیں ہمارے پاس عارضی ہیں یہ فائدہ **ان لو نشاء** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**: دل کی غفلت اللہ کا سب سے بڑا عذاب ہے۔ بیداروں اللہ کی رحمت ہے یہ فائدہ **و نطبع علی قلوبھم** سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ**: ہمارے ظاہری اعضاء اور دل کی قوتیں دل کے تابع ہیں جس سے دلی محبت ہو اس کی بات اچھی طرح سنی جاتی ہے اسے محبت سے دیکھا جاتا ہے مگر جس سے دلی عداوت ہو اس کی بات کان لگا کر نہیں قبول کا سنتا اسے آنکھیں الفت سے دیکھتی نہیں اس کی طرف پوری رغبت سے چلتے نہیں۔ یہ فائدہ **فھم لا یسمعون** سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ**: جس سننے دیکھنے کے ساتھ قبول اور عمل نہ ہو وہ سننا دیکھنا درحقیقت نہ تو سننا ہے نہ دیکھنا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے ان سننے والے کفار کو جو بہرے نہ تھے فرمایا **لا یسمعون** اندا جہاں کہیں ارشاد ہو **انک لا تسمع الموتی** وغیرہ وہاں بھی موتی سے مراد یہی ہیں کے مردے کفار ہیں اور سمع سے مراد قبول کا سنانا۔ یہ آیت ان آیات کی نظیر ہے فرماتا ہے **صم بکم عمی فھم لا یرجعون** اس کی مفصل بحث پہلے پارے کی تفسیر میں اس آیت **صم بکم** کے تحت دیکھو۔

اعتراضات: پہلا اعتراض: جن قوموں پر عذاب آیا ان کی بستیاں بھی آباد ہوئیں وہاں رہنے سہنا بلکہ وہاں ٹھہرنا کسی کو عار نہ ہوا پھر یہاں ان بستیوں کے متعلق **یرثون** کیوں ارشاد ہوا۔ ان زمینوں کا تو کوئی وارث ہوا ہی نہیں۔ **جواب**: قوی یہ ہے کہ یہاں خطاب مکہ کے عار سے ہے اور وارث سے مراد ہے ان کے باپ دادوں کی موت کے بعد ان کا ان کی جائیدادوں کا وارث ہونا انہیں برتنا۔ مقصد یہ ہے کہ ان مقامات عبرت کو دیکھ کر عبرت لینی چاہئے اپنی موت پر نظر رکھنی چاہئے اس صورت میں آیت بالکل ظاہر ہے اور اگر ہلاک شدہ قوموں کی زمینیں مراد ہوں تو بھی ہو سکتا ہے کیونکہ فرعونیوں کو مصر سے نکال کر ہلاک کیا۔ ان کی زمین و عمارات کا مالک وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔ رب فرماتا ہے **واورثنا ھا بنی اسرائیل** نیز قوم نوح طوفان سے ہلاک ہوئی ان کی زمیں کشتی والوں نے کشتی سے اتر کر استعمال کی اگر قوم پر عذاب ان کی بستی پر آوے اور وہ عذاب ہر طرح سے عذاب ہو کسی طرح کسی کے لئے رحمت نہ ہو اور عذاب بھی کبھی آسمانی ہو جیسا وہ حکم ہے جو معترض نے کہا جیسے قوم ثمود وغیرہ کی۔ تیسرا جواب تک آباد ہوئیں اتنا آیت صاف ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ دوسرا اعتراض: یہاں **یرثون** کیوں ارشاد ہوا یہ صرف وارثوں کو ہی عبرت لینی چاہئے دوسروں کو نہیں۔ عبرت تو سب کو ہی لینی چاہئے۔ **جواب**: اگر یہاں وراثت سے مراد شرعی وراثت مراد ہے تب تو اس کا ذکر اس لئے فرمایا کہ وارث لوگ ہر وقت میراث کا مال و متاع دیکھتے اور برتتے ہیں ہر وقت وہ چیزیں کے سامنے رہتی ہے انہیں عبرت کا موقعہ بہت ملتا ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا اور اگر وراثت سے مراد لغوی وراثت ہے یعنی کسی کی چیز اس کے بعد دوسروں کا قبضہ کرنا تب مطلب ظاہر ہے۔ قرآن مجید میں وراثت لغوی معنی میں بہت مستعمل ہوا ہے۔ رب فرماتا ہے **واورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء** اور فرمایا ہے **واورثکم دیارھم و اموالھم** اپنے متعلق فرماتا ہے **نحن الوارثون** تیسرا اعتراض **یھدللذین**۔ یہ بحری قاعدے سے درست نہیں کیونکہ ہدایت کے پہلے مفعول پر لام نہیں آتا۔ ہاں دوسرا مفعول کبھی خالی آتا ہے۔ جیسے **اھدنا الصراط المستقیم** اور کبھی لام سے جیسے **یھدی للتی ھی اقوم** اور کبھی الی سے

www.alahazratnetwork.org

انک لتھدی الی صراط مستقیم مرسلین سے معلوم ہوا۔ آیندہ جواب ہے اس اعتراض کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا۔ سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں ہدایت سے معنی تبلیغ ہے یعنی ظاہر کرنا بتانا۔ اور درست ہے ہدایت اپنے معنی میں بھی۔ چوتھا اعتراض تم سے تین ہی ممکن ہے۔ بقیہ مضمون معطوف ہو اصبتاکم پر یا قاف سے درست نہیں یا تو اصبتاکم سے مستقبل ہے اور بقیہ مضمون معطوف علیہ ہے جواب کی صورت میں یا تو اصبتاکم ہی مستقبل ہے اور بقیہ مضمون معنی ہی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان سے تباہ کر دیں اور ہم ہیں بھی اور ان سے تباہ کر دیں (عادی روح المعانی) اور آخر مضمون تیسرا ملا ہو پھر تو کوئی اعتراض ہی نہیں۔ یوں ہی یہ بات معروف ہو اور **فھم لا یسمعون** کا تعلق **اصبتاکم** سے ہو تو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ پانچواں اعتراض ہے اگر بقیہ مضمون معطوف ہو **اصبتاکم** پر تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر ہم چاہیں تو تمہیں ہلاک کر دیں اور ان سے دونوں پر عمر دراز کی بات درست نہیں جو قوم ہلاک ہو جائے اس سے دوں پر عمر کرنے کے لیا معنی۔ دوں پر عمر تو زندوں میں ہوتی ہے۔ جواب اس کا جواب تفسیر میں دیا ہے۔ اس سے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو تمہیں ہلاک کر دیں اور چاہیں تو تمہیں دونوں پر عمر دراز اور ہو سکتے ہیں دو معنی ہو سکتے ہیں بقیہ مضمون **اصبتاکم** پر ہو اور عطف تفسیر ہو۔ اسی حضرت قتادہ سے اس کا شاہد حدیث بھی ہے۔ چھٹا اعتراض یہاں ارشاد ہوا کہ ہم ان کے دلوں پر مہر دیں تو وہ ایمان نہ لا سکیں۔ حضور علیہ السلام کا فرمانا تو یہ ہے کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور ان سے کفر دور ہو جائیں۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ جواب یہ ہے ظاہری علامات میں یعنی ایسا ہونا ہے کہ ایسے ہو جائیں گے یا ایمان کی حالت میں دل پر اثر پڑتا ہے تو اس آیت میں حکم بلکہ پیشگوئی ایسے ہیں ایسے ہی دوسری آیات میں ہے کہ جن پر مہر لگ جاتی ہے تو اہل حق بھی نہیں دیکھتے ہی نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے مگر دل پر غلاف سے قبول نہیں کرتا نہیں سے یہ سمجھ لیا ہے اور جواب دیا ہے نہ ہونے کی طرف سے۔ وقوع قبول میں ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے جا بجا ان کا ذکر فرمایا ہے اور اس لئے **فھم لا یسمعون** کا تعلق ہو **اصبتاکم بذنوبھم** سے تب تو کوئی اعتراض ہے ہی نہیں کہ ظاہر ہے کہ ہم اگر چاہیں تو ان کو ایسی سخت سزا دیں کہ یہ نہ سنیں۔

تفسیر صوفیانہ

ہم ہی ہیں جو ان کو توفیق عطا فرماتے ہیں اگر ہم چاہیں تو ان سے یہ توفیق سلب کر لیں۔ حضرت کہ عابدین اور عارفین اپنے بیٹوں اور شاگردوں کو فاتحہ پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں تو ہم ہی ہیں جو ان کو توفیق دیتے ہیں ورنہ ہم چاہیں تو ان سے یہ توفیق سلب کر لیں۔ حضرت علی نے فرمایا:

جہاں کے بزور نہ ماند بہ کس ۔۔۔ دل اندر جہاں آفریں بندہ بس
چو آنک رفتن سد جہاں پناہ ۔۔۔ چہ بر تخت عزرا چہ بر روئے کاہ

وراثت مال کی ہی ہوتی ہے قتل بھی مال ہی کا ہوتا ہے۔ **العلماء ورثۃ الانبیاء** مال وارثوں کو ملتا ہے مگر علم کو ورثہ سے ناقص وارثوں کو۔ جو صاحب علم کی وراثت پر قناعت رہے یہاں ارشاد ہوا کہ اے مال کے وارث ہم تو کہتے ہیں کہ اپنے

www.alahazratnetwork.org

گزشتہ قوموں کی عبرتناک سرگزشت سنا کر فرمایا کہ کہیں تم بھی ویسی نہ کرنے لگنا۔ تم لوگ ابراہیمی ہو ان کے مثل کے وارث ہو یہ اس مثل کا ظہور محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذریعہ ملے گی اگر تم نے جناب ابراہیم کی وراثت حاصل کرلی تو دونوں جہانوں میں نہال ہو جاؤ گے۔ ہر مرتبہ میں طرح طرح کی ہوتی ہے غضب کی مہر جس کی وجہ سے دل میں سے ایمان نکل جائے یہ غلاف دلوں پر ہوتی ہے رحمت کی مہر جس کی وجہ سے دل میں سے ایمان نکل جائے۔ جواہرے طبیعتی دل میں نہ رہنے دیے یہ حاص مومنوں کے قلب پر ہوتی ہے اسے اقرام کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے **والزمھم کلمۃ التقوی** قرب خصوصی کی مہر جس کی وجہ سے دل رب کی طرف ہی متوجہ رہے۔ دنیا کی طرف متوجہ نہ ہو۔ **ان یشایختم علی قلبک** رحمت کی مہر کا سبب قوی متشکر رہوں ہے۔ غضب کی مہر کا سبب قوی عداوت رسول ہے۔ مہر کیا ہے جیسے آج کل کی چپ سرکاری سیل۔ دل سے دو دروازے ہیں ایک دنیا کی طرف دوسرا آخرت کی طرف۔ خاص مومنوں کے دل پر دنیا کی طرف والے دروازے پر مہر لگتی ہے خاص خاص مومنوں پر دیں کے جانب والے دروازے پر سیل لگ جاتی ہے۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

یہ آبادیاں وہ ہیں کہ کچھ بیان کرتے ہیں ہم آپ پر ان کی خبریں سے اور بیشک تحقیق کر آتے ان کے پاس پیغمبر ان کے

یہ بستیاں جن کے احوال ہم نہیں سناتے ہیں اور سے تمہارے لئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ

ساتھ روشن دلیلوں کے پس نہ تھے کہ ایمان لاتے وہ اس چیز سے کہ جھٹلا چکے تھے پہلے سے اسی طرح مہر کرتا

تو وہ اس قابل نہ تھے کہ ایمان لاتے جس چیز کو جھٹلا چکے تھے اللہ یوں ہی چھاپہ لگا دیتا ہے دلوں کے

الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝

ہے انکار والوں پر اور نہیں پایا ہم نے واسطے زیادہ کے ان میں سے کوئی وعدہ اور بیشک پایا ہم نے بہت کو ان میں

بہت اور ان میں سے اکثر کو ہم نے جو وعدہ کیا تھا پورا نہیں پایا اور ضرور ان میں اکثر کو نافرمان پایا ہے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں گزشتہ پانچ قوموں کی سرگزشت کی تفصیل تھی اب اس آیت میں اس تفصیل کے بعد اجمال سنایا گیا ہے۔ یہ چیز دلوں میں بٹھا جائیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں قوموں کا ذکر تھا اب اس سے نتیجے نکالا ہے تاکہ سننے والے اپنی ردی اعتقاد سے باز آئیں اور گزشتہ لوگوں کے عقائد و اعمال سے بچیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں گزشتہ قوموں کے قصے بیان ہوئے اب اس آیت میں مقصد بیان ہو رہا ہے محبوب سے قلب بیان کرنا کہ موجودہ کفار کی ہٹ دھرمی سے آپ ملول نہ ہوں گزشتہ قصے پہلے بیان ہوئے اور ان قصوں کا مقصد اب بیان ہو رہا ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں تباہ شدہ قوموں کی ہلاکت

www.alahazratnetwork.org

ان کے رسولوں کی آمد کو حضرت فرمایا۔ اب ارشاد ہے کہ یہ تو ان کے بعض حالات ہیں اس کے علاوہ ان کے حالات اور بھی ہیں جو ابھی تک آپ پر قرآن مجید میں سنائے نہ گئے ان کے حالات ان کے نبیوں کے مقامات سے زیادہ ہیں۔

تفسیر تلک القری تلک سے اشارہ انہیں مذکورہ بستیوں کی طرف ہے جس طرح اب تک ہو چونکہ وہ بستیاں مکہ معظمہ سے دور بھی تھیں ان کے رہنے والے بھی دور ہو چکے تھے اس لئے دور کا اشارہ فرمایا ہوا **القری** سے مراد وہ پانچ بستیاں ہیں قوم نوح عاد، ثمود، قوم لوط، قوم شعیب کی بستیاں جس کا رب تک ہوا چونکہ ان لوگوں کو عمر دولت اولاد بہت زیادہ دی گئیں جن پر وہ دھوکہ کھا گئے۔ سمجھے کہ رب تعالیٰ ہمارے طرز عمل سے راضی ہے تب ہی تو ہم کو ایسی نعمتیں دے رہا ہے ان کے ان ظاہر خصوصیت سے کیا گیا (کبیر وغیرہ) قرآن کہتا ہے قرینہ کی معنی بستی خواہ گاؤں ہو یا شہر گاؤں کو مدر کہتے ہیں شہر کو **نقص علیک** یہ عبارت خبر ہے **تلک القری** کی۔ نقص بنا ہے قص سے۔ معنی پیچھے چلنا۔ رب فرماتا ہے **قصیہ فبصرت عن جنب** کہانی اور واقعہ بیان کرنے کو قصہ کہتے ہیں کہ قصہ کہنے والا واقعہ کے پیچھے ہوتا ہے **علیک** فرما کر یہ بتایا کہ یہ واقعات ہم تو آپ کو سناتے ہیں تاکہ آپ سے مبارکوں کو تسلی ہو اور قوم کے انکار سے آپ ان تنگ نہ ہوں اور آپ اپنی قوم کو سنائیں تاکہ وہ بھی حق سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ خیال رہے کہ حضور پر اللہ تعالیٰ کا کلام تین قسم کا ہوتا تھا۔ مذریعہ حضرت جبریل بدریعہ الہام، شب معراج بدریعہ خواب اور چوتھا کلام خصوصی معراج کی رات ہوا۔ **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** ممکن ہے کہ نقص میں یہ سارے قسموں کے کلام مراد ہوں یہ بھی خیال رہے کہ مذکورہ قصوں میں بھی مدت ہے اور رب تعالیٰ نے بیان فرمانے میں بھی مدت۔ اسی مدت کی وجہ سے حضور انور کے قلب پاک کو مکمل تسکین ہوتی تھی۔ آپ کفار کی تمام تکالیف کو نظر انداز فرما دیتے تھے **من انبائھا** یہ عبارت متعلق ہے نقص کے جس میں من تبعیضیہ ہے اور انباء جمع ہے نبا کی چونکہ ان کی بعض خبریں ہی بیان ہوئی ہیں نہ کہ ساری اس لئے من ارشاد ہوا یعنی ہم آپ کو ان قوموں کی بعض خبریں سناتے ہیں صرف ان کی ہلاکت کی کہ اتنی خبر سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ہر کہانی نہیں کہتے بلکہ عظیم الشان خبر کو کہتے ہیں۔ ایضاً روح المعانی یہ بھی خیال رہے کہ یہاں قری فرمایا گیا حالانکہ وہ ہلاک ہو گئے تھے ان بستیوں کے باشندے یونہ ان بستیوں پر ایسا عذاب آیا تھا کہ نہ لوگ بچے تھے نہ ان کے مکانات نہ بستیوں کا نشان اس لئے یہاں بستیوں کا نام لیا یا (معالم) **ولقد جاءتھم رسلھم بالبینات** یہ عبارت یا لمعہ ہے اس لئے واؤ لایا گیا ہے آگے سے مراد ہی لمعہ ہے تاہم یونہ انہیں بستی میں پیدا ہوئے وہیں ہی رہے وہیں ہی نبی ہوئے بلکہ ان سے مرد عورت نبوت پر فائز ہوا ان لوگوں میں تبلیغ کے لئے مامور ہوتا ہے۔ نبی کی پیدائش سکونت اور تشریف آوری میں فرق ہے۔ موسیٰ رہتا ہے آسمان پر چلتا ہے جہاں پر **جاءتھم** کی ضمیر ان بستیوں کے ذکر سے وہ لوگ معلوم ہو گئے تھے اس سے ان کی طرف ضمیر لوٹ سکتی ہے۔ خیال رہے کہ پہلے پیغمبر خاص بستی خاص قوم کے لئے آتے ہمارے حضور سارے جہاں کے لئے اور ہمیشہ کے لئے آئے۔ لہذا یہاں **ھم** سے مراد وہ خاص قومیں ہیں اور **لقد جاءکم رسول** میں تاقیامت ساری مخلوق مراد ہے یہاں کے **ھم** اور وہاں کے **کم** کا فرق خیال رہے یونہ اس زمانہ میں بیک وقت ایک قوم ایک قوم سے چند ہی جاتے تھے اس لئے **رسلھم** جمع ارشاد ہوا۔ ہمارے حضور کے زمانہ سے تاقیامت کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا اس لئے وہاں

www.alahazratnetwork.org

ارشاد ہوا **لقد جاءکم رسول** واحد رشتہ والے لوگوں میں تعدد کی گنجائش تھی۔ حضور کی ختم نبوت میں وحدت ہی ہو سکتی ہے۔ چراغوں میں تعدد ہے سورج میں وحدت۔ حضور نبوت کے سورج ہیں۔ یہ بات سے مراد یہ تو ان کے معجزات ہیں یا ان کے دلائل نبوت ان سب کو بیان کرنا مشکل ہے۔ پس صرف ایک دلیل یا ایک معجزہ ہو مطلب یہ ہے کہ ہری بھری اپنی دلیل، پھر اپنے معجزات سے ثابت ہوئے۔

ان لوگوں نے اپنے گھوڑے فروخت کر دیئے یا یہ کہ **اغسلوا ایدیکم** اپنے اپنے ہاتھ دھوئیے مطلب یہی کہ ہر ایک نے ایک گھوڑا فروخت کیا یا ایک ہاتھ دھویا۔ معنی اپنا رہے کہ تمام نبی روش دیسیں سے کر گئے۔ یہ فیصلہ اسی لئے ارشاد ہوا تمہارے ہی موروثی دلیل ہیں کر گئے۔ حضور کے لئے فرمایا گیا **قد جاءکم برھان من ربکم** دلیل نہ اور دلیل میں کر گئے اس میں بڑا فرق ہے۔ حضور آنکھوں والوں کے لئے نور ہیں **قد جاءکم من اللہ نور** اور دل والوں کے لئے دلیل۔ آنکھ کا نور دکھائی دینے والی چیز کو دیکھتا ہے اس کو دلیل نہیں کہتے **فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل** اس جملہ کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں اختصار کے ساتھ ان کا بیان یہ ہے کہ وہ لوگ جس چیز کو جھٹلا چکے تھے کہ صرف زبان سے **بلیٰ** کہہ کر اقرار کر لیا تھا دل سے انکار کیا تھا وہ ہمیشہ اس انکار پر قائم رہے۔ بلکہ اسی انکار پر قائم رہے۔ حضرت ابن عباس و سدی کا یہی قول ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں رب تعالیٰ نے تمام لوگوں سے اپنی توحید کا اقرار بواسطہ انبیاء لیا۔ **الست بربکم** سب نے زبان سے **بلیٰ** کہا مگر دل سے صرف زبان سے کسی نے دل سے پھر حضور کی نبوت کا عہد بواسطہ انبیاء لیا کہ سب نے زبان سے حضور کا اقرار کیا۔ **واذ اخذ اللہ میثاق النبیین** یہ عہد سب نے دیکھ بعض روحیں خوش ہو گئیں بعض حسد سے جل گئیں۔ پہلی قسم کے لوگ دنیا میں مومن ہوں گے دوسری قسم کے کافر۔ یہاں دوسری قسم کا ذکر ہے (2) اگر ہم ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے پیش کر دیتے تب بھی وہ اس چیز کو نہ مانتے جسے وہ پہلی زندگی میں جھٹلا چکے تھے یہ تفسیر مجاہد کی ہے۔ اس چیز سے یہ لوگ علم الٰہی میں جھٹلا چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آچکا تھا کہ یہ لوگ اسے جھٹلائیں گے وہ اس کا ایمان نہ لائیں گے۔ (3) یہ تفسیر ہے ابن عباس کی (4) انہوں کے معجزات دیکھنے سے پہلے جس چیز کو جھٹلا چکے تھے اسے معجزات دیکھنے کے بعد بھی نہ مانے (5) انبیاء کرام کی تشریف آوری کے بعد بھی نہ مانے (کبیر) (6) انبیاء کرام کی تشریف آوری پہلے ہی سے ان کے دلوں میں جمے ہوئے تھے کہ ان سے ہٹائے نہ ہٹ سکے (مدارک) روح المعانی وغیرہ۔ (7) ایک نبی کی تبلیغ سے جو لوگ انکار کر چکے تھے وہ سب سے انبیاء کرام کی تبلیغ کے بعد جھٹلاتے ہی رہے۔ آخر تک ایمان نہ لائے۔ پچھلی تفسیر قوی ہے اور اس فرمان الٰہی کی طرح ہے **کذلک یطبع اللہ علی قلوب الکافرین** کذلک سے اشارہ دائیں طرف ہو تو ان کافروں سے مراد یہ تو حضور پر ایمان نہ لانے والے ہیں جو کفار میں سے مر گئے مرنا علم الٰہی میں آچکا تھا یا قیامت تک کے کافر ہیں جو آئندہ مریں گے۔ ان جیسے گزشتہ کفار کے دلوں پر مہر لگی تھی کہ نہیں چہروں کی تبلیغ عبث ہوئی ہم نے ہر زمانہ کفار یا قیامت کفار کے دلوں پر مہر کرتے رہیں گے کہ وہ کبھی معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے (معالم وغیرہ) اس وجوہ سے یہاں **علی قلوبھم** نہیں فرمایا بلکہ **علی قلوب الکافرین** فرمایا **وما وجدنا لاکثرھم من عھد** اس عبارت میں کفار کے دوسرے عیب کا ذکر ہے۔ **وجدنا** یہاں علمنا یعنی وجدان علمی مراد ہے۔ **اکثرھم** میں **ھم** سے مراد یا تو گزشتہ کفار ہیں یا حضور کے زمانہ کے کفار۔ عہد سے مراد یا تو وہ عہد

www.alahazratnetwork.org

اور محمد (ﷺ) یہاں سے ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے وعدہ عرلوں کو یہ لوگ مصیبت میں پھنس جانے پر دعا کرتے تھے کہ خدایا اگر تو ہمیں اس بلا سے نجات دے دی تو ہم تیرے نبی پر ایمان لائیں گے **لنکونن من المھتدین** جو بعد میں اصل لوگ یہ عہد پورا نہیں کرتے تھے اس لئے **لا نکشر عنھم** ارشاد ہوا۔ عہد سے پہلے ایفاء پوشیدہ ہے بھی کہ ہے بعد میں اظہار۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ عہد سے مراد اللہ تعالیٰ کا عہد ہے جو اس نے دنیا میں لوگوں سے یا اس طرح کہ ان میں نبی اور ان کے معجزات بھیجے۔ ان کو ایمان و تقویٰ کا حکم دیا مگر پہلی تعمیر قوی ہے (معالم) **وان وجدنا اکثرھم لفاسقین** یہ تیسرا جملہ ہے لفظ لو کو بتدائیہ ہے ان اصل میں ان فاتحہ ہے لام زائدہ ہے جو کاشفہ ہوا معنی دونوں میں اس صورت میں **لفاسقین** میں لام فارقہ ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لو اس جگہ بمعنی ان ہے (معالم) **اکثرھم** میں **ھم** سے مراد سارے انسان ہیں یا گزشتہ امتیں انکار مراد ہیں کہ کفار تو سارے ہی فاسق ہوتے ہیں۔ کہ انکا بھی ہم سب سے سابقوں و گزشتہ امتوں میں جنت کو بے حکم کی ہوئی ہیں جن سے بہت سے ایمان لائے تو فاسق بنا ہے فسق سے معنی اطاعت سے نکل جانا فرض ہو جانا ہے۔ اسکے اصطلاحی معنی اور فسق کے اقسام ہر قسم کے احکام پہلے پارہ کی تفسیر میں عرض کر چکے۔ فسق تعلقی فسق اسماء اور فسق حدود میں بڑا فرق ہے۔

خلاصہ تفسیر سے خوب معلوم ہوا کہ ان مذکورہ پانچ بستیوں کی خبریں ہم بطور قصہ آپ کو سناتے ہیں تاکہ آپ کو تسلی ہو اور تاکہ آپ ان لوگوں کو سمجھا دیں وہ آپ حالات درست کریں ان کے قصوں سے عبرت پکڑیں ان سب سے پہلے جو پیغمبر معجزات اور دلائل علامات وغیرہ سے کر پہنچے مگر ان لوگوں نے وہ حال کیا تھا کہ ان ہی سے اپنوں کو بھلا دیا تو پھر آخر تک تعلقات ہی رہے پھر ایمان نہ لائے ایسے ہی لوگوں کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی تھی جو لوگ علم الٰہی میں کافر ہو چکے کہ ان پر ایمان کا پھیلنا نہیں پس ان کے حق میں ایمان پر مرنا نہیں ہے جس کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایسی مہر لگا دی ہے نہ وہ امر فوت سمجھ سکے نہ وہ ایمان لا سکتے ہیں ان میں سے اکثر لوگوں میں ہم نے وعدہ وفائی نہیں پائی جو ہم سے وعدے کر گئے تھے وہ پورے نہ کئے ہم وعدہ یہ مصیبت میں پھنس لیتے ہیں وہ پورے نہیں کرتے۔ وفاداری سے تھوڑے ہیں بے وفاداری سے ہم نے ان میں سے اکثر کو فاسق (بدکار) ہی پایا اللہ نے محبوب آپ ان کی بے وفائی پر غمگین نہ ہوں۔

فائدہ اس آیت سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے محبوب بنائے ہیں کہ وہ حضور سے ان کی قسمیں سے گذشتہ قوموں کے قصے سناتا ہے ان قصوں سے حضور کا حوصلہ بڑھاتا ہے یہ فائدہ **نقص علیک** سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ اگرچہ سارا قرآن حضور پر اتارا اور حضور سارے امت کو پڑھا مگر آیت کے مقاصد مختلف ہیں اس آیت کا مقصد حضور ہیں۔ امت حضور کی طفیل بعض آیات کا مقصد امتی ہیں۔ حضور اور ان پر عمل فرمائیں۔ تیسرا فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے کافروں کے سینکڑوں معجزات دیکھنا ضروری نہیں بلکہ ایک معجزہ کافی ہے۔ چوتھا فائدہ یہ آیات امت کے لئے ہیں۔ حضور اور پر وہ ذکوۃ ہے نہ میراث کے احکام حضور کے لئے ہیں۔ پانچواں فائدہ **فتھجد بہ نافلۃ لک** سے معلوم ہوا کہ تہجد حضور کی خصوصیت ہے۔ بعد کا قصہ حضور کی خاطر سنایا حضور کی خاطر اس سے فائدہ نمبر ۱ میں یوں ہی گزشتہ قوموں کے واقعات آیات حضور کی خاطر ہیں کہ آپ سے

www.alahazratnetwork.org

قلب و سکینہ و مسلمان حضور کی خصوصی فضیلت سے عزت پکڑیں۔ یہ فائدہ **نقص علیک** سے اشارۃً حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ حضور سے فرماتا ہے کہ گزشتہ قوموں کے عجائب تمہیں شروع فرما کر سناتا ہوں۔ یہ فائدہ بھی **نقص علیک** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ یہ کہ گزشتہ انبیاء کی امتیں تمہاری امت کی پروردہ ہوں گی۔ اس لئے **ذالک مثلھم فی التورٰۃ و مثلھم فی الانجیل** فرمایا۔ اس میں امت کی پرورش کی طرف اشارہ ہے۔ ناناؤں کا حسب ہونا بھی ظاہر ہوگا۔ نانا کی نسبت کسی نے کیا خوب کہا ہے

حق تو یہ ہے کہ یہ خاطر ہے تمہاری ماری ۔۔۔ خلق تو کہتی ہے کہ یہ فضل ہے ۔۔۔

اپنے محبوب کو امت سے ہے یاری ماری ۔۔۔ جتنے اس سے ہیں ۔۔۔

تیسرا فائدہ قانون الٰہی یہ ہے کہ ۔۔۔ اس قصے سنانے سے پہلے محبوب کو بشارت دیتا ہے پھر محبوب ظاہر ہونے سے کلام فرماتا ہے۔ اس قصے سنانے سے یہ فائدہ کی **نقص علیک** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ قرآن مجید میں گزشتہ ساری امتوں سے ۔۔۔ یہ فائدہ **من انبائھا** سے حاصل ہوا۔ **وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا** چھٹا فائدہ اس میں بھی تین ۔۔۔ ان سے ملاقات کا وعدہ پورا نہیں فرماتا۔ ناناؤں کو ہدایت نہیں ملتی۔ یہ فائدہ **ھکذا وامن قبل** سے تیسرا ۔۔۔ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے محبوب کی الفت سے ۔۔۔

ان بخشا ہے مولیٰ بلکل دے الفت محمد کی ۔۔۔

تعلیمیں دی ہیں کھڑے ہے مجھے صورت محمد کی ۔۔۔

ساتواں فائدہ ۔۔۔ ہدایت سے کسی چیز سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ یہ فائدہ **ھکذا وامن قبل** سے دوسری تعبیر سے حاصل ہوا۔ اس سے مراد اللہ کے طریقے ان کا فرمانا آپک۔ **آٹھواں فائدہ** میثاق کے دن اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وغیرہ ۔۔۔ **ما قالوا الا ان** کہنے والے ۔۔۔ یا قلب جس سے انکار یا اقرار ہوتا ہے ایمان نہیں رہتے۔ یہ فائدہ **ھکذا وامن قبل** سے تیسری تعبیر سے حاصل ہوا۔ جس قبل سے میثاق مراد ہو اور ربوبیت ۔۔۔ مراد ہو۔ **نواں فائدہ** ۔۔۔ یہ فائدہ ۔۔۔ سے حاصل ہوا۔ یہ سمجھ میں آتی ہے جیسے لوہے کی زنگ آلود جس سے لوہا بالکل بیکار ہو جاتا ہے ان کی عقلیں ۔۔۔ آنکھوں کی بینائی ۔۔۔ انہوں کی طرف میلان اور رسولوں سے الفت ہے۔ رب تعالیٰ محفوظ رکھے۔ **دسواں فائدہ** ۔۔۔ مختلف باتوں میں ایک بات سے ۔۔۔ کامل یقین ہونا۔ دوسری باتوں سے ۔۔۔ کامل یقین ہونا ۔۔۔ کامل یقین ہونے کی وجہ سے محبت ۔۔۔ محبت کی وجہ سے ۔۔۔ ہوتی ہے ۔۔۔ حضرت خلیل کی محبت میں ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ حضرت خلیل کی محبت میں ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ گیارھواں فائدہ ۔۔۔ حاصل ہے۔ کافروں کا طریقہ ۔۔۔ یہ فائدہ **وما وجدنا لاکثرھم من عھد** سے حاصل ہوا۔ وعدہ خلافی ہے یا کسی بندے سے صادر ہوئی ہو پوری ۔۔۔

www.ahazratnetwork.org

کرے کہ نذر بھی ایک طرح طلاق ہے۔ رب فرماتا ہے **ولیوفوا نذورھم**

اعتراضات: پہلا **اعتراض** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قوموں کے بعض حالات حضور انور کو سنائے ہیں۔ دیکھو یہاں ارشاد ہوا **من انبائھا** مگر دوسری جگہ ارشاد ہے **کلا نقص علیک من انباء الرسل** ہم تم کو سارے نبیوں کی خبریں سناتے ہیں۔ آیتوں میں تعارض ہے ان میں سے کون سی بات درست ہے۔ **جواب:** یہاں اس آیت میں قرآن مجید میں صراحتہً بیان فرمانے کا ذکر ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں قرآن مجید کے علاوہ دوسری قسم کی وحی میں سنانے بتانے کا ذکر ہے یا قرآن مجید میں اجمالاً اشارۃً بتانے کا تذکرہ ہے لہٰذا دونوں آیتیں درست ہیں۔ دوسرا **اعتراض** یہاں **نقص** کے ساتھ **علیک** کیوں ارشاد ہوا **علیھم** کیوں نہ فرمایا۔ قرآن مجید کے قصے تو سب کو سنانے کے لئے ہیں۔ کہ صرف حضور ﷺ کو۔ **جواب** اس کے دو جواب پہلی تفسیر میں گزر گئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ صرف حضور انور کو سناتے ہے پھر حضور ﷺ دوسروں کو سناتے بتاتے ہیں دوسرے یہ کہ دل کی **تسکین** کے لئے حضور انور کو یہ قصے سنائے جاتے ہیں اور عبرت حاصل کرنے کے لئے دوسروں کو۔ دونوں مقصدوں میں بڑا فرق ہے **تیسرا اعتراض** اس آیت میں فرمایا گیا کہ ہم آپ کو گزشتہ قوموں کے قصے سناتے ہیں وہ بھی بعض۔ معلوم ہوا کہ حضور انور اگلے پچھلے واقعات سے بے خبر ہیں کہ قصے سے خبر ہی سنائے جاتے ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور کی آنکھ سارے اگلے پچھلے واقعات کو دیکھتی ہے **الم ترکیف فعل ربک باصحب الفیل** یہ آیت تمہارے خلاف ہے۔ **جواب:** کسی سے کچھ بیان کرنا اس کی سب علمی کی دلیل نہیں۔ ہم رب تعالیٰ سے اتنے دکھ درد بیان کرتے ہیں تو گیارہ سے خبر ہے بیان کرنے کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں ہم رب سے اپنے درد دکھ کہتے ہیں تو ہم کو مزہ آتا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے حبیب کو قصے سناتا ہے تو حضور انور کو مدت و سرور حاصل ہوتے ہیں۔ **چوتھا اعتراض بما کذبوا من قبل** کا کیا مطلب ہے ان لوگوں نے پہلے کس چیز کو جھٹلایا جس کے بعد وہ ایمان نہ لائے۔ **جواب** اس کے سات مطلب ہیں ایک تفسیر میں عرض کر دیئے جس میں سے ایک یہ ہے کہ قبل سے مراد ہے ہمیشہ کی ابتدائی تبلیغ یعنی ابتدائی تبلیغ پر جن چیزوں کا ان کفار نے انکار کر دیا تھا انہیں آخر دم تک جھٹلاتے ہی رہے گویا من قبل میں ایمان نہ لانے کا ذکر ہے اور **فما کانوا لیؤمنوا** کا فر رہنے کا ذکر۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو پہلے انکار کرتے ہیں بعد میں ایمان لاتے ہیں۔ بہت سے لوگ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ **پانچواں اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ ان میں سے اکثر لوگ بد عہد ہیں **وما وجدنا لاکثرھم من عھد** حالانکہ سارے کافر ہی بد عہد ہوتے ہیں پھر یہ فرمانا کیونکر درست ہوا۔ **جواب** اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ **اکثرھم** میں **ھم** سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو گزشتہ امتیں ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ان میں اکثر شدہ امتوں میں تھوڑے لوگ تو ایسے تھے جو ایمان لے آئے کچھ عہد تھے جو ایمان نہ لائے۔ دوسرے یہ کہ **ھم** سے مراد کفار ہیں اور عہد سے مراد وہ وعدے ہیں جو وہ مصیبت کے وقت ایمان کے وعدے اللہ تعالیٰ سے کر لیتے تھے پھر وقت پر ایمان نہ لاتے تھے چونکہ اکثر کافر ایسے تھے اور بعض کافر وہ تھے جو یہ عہد نہ کرتے تھے نہ توڑتے تھے اس لئے اکثر فرمایا۔ بعض بار موت کفار وعدوں کے پکے ہوتے ہیں جیسے بعض کفار بڑے انصاف والے ہوتے ہیں مگر کم۔ اکثر کفار جھوٹے وعدے والے ہوتے ہیں۔ **چھٹا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ **اکثرھم لفاسقین** حالانکہ سارے

www.alahazratnetwork.org

کافر فاسق ہوتے ہیں۔ اس میں متقی ہونی نہیں **پھر اکثرھم** فرمانا کیونکر درست ہو۔ **جواب** اس اعتراض کے بھی وہ مذکورہ جوابات ہیں کہ **اکثرھم** میں **ھم** ضمیر سے یا اسلاف مراد ہیں یا گزشتہ امتیں کہ ان میں سے اکثر لوگ تو فاسق و کافر ہوتے۔ بعض مومن متقی اور ان **ھم** سے حاضری مراد ہوں تب فاسق۔ یعنی کافر نہیں یعنی فسق اعتقادی مرد نہیں بعض کافر اچھے کام کرتے ہیں جیسے سخاوت، صدقہ، صلہ رحمت، انصاف، مروت وغیرہ مگر اکثر کفار بدکار ہوتے ہیں۔ ابوسفیان اور ابوطالب برابر نہیں ہو سکتے یوں ہی عرعوں اور رومیوں اور حاتم طائی برابر نہیں۔ لہٰذا آیت بے غبار ہے۔

تفسیر صوفیانہ گزشتہ قوموں کے قصے عقل و دل کی آنکھیں روشن کرنے والے سرمہ ہیں یا عبرت حواس واقعات کو سن کر عبرت نہ پکڑے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی جس کے دل و عقل کی آنکھ روشن نہ ہو اس کے لئے سر کی آنکھ کی روشنی **بیکار** ہے اس سے ہدایت نہیں ملتی یہ تمام قصے ایمانی دوائیں ہیں حضور علیہ السلام ایمانی حکیم مطلق و واجب عید ہوتی ہے جب علیم کے ذریعہ سے مریض کو ملے۔ اس لئے ارشاد ہوا۔ **نقص علیک** ہم آپ کو یہ قصے سناتے ہیں آپ ان لوگوں کو سناؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بد عہدی و غداری بہت ہی ناپسند ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نبی کفار کے پاس بھی آتے ہیں اور مومنوں کے پاس بھی۔ گنہگاروں کے پاس بھی اور نیک بندوں کو دنیا اللہ کے پاس بھی مگر آنے کی کیفیت میں فرق ہے۔ غار کے صرف آنکھوں اور کانوں میں ان کی صورت یا الہام جاتے ہیں مگر مومن کے دل و دماغ بلکہ جان و جوارح میں ان کے جوش پہنچتے ہیں جیسے بارش پتھروں، نرم کلر اچھی زمین، سمندر وغیرہ ہر جگہ پہنچتی ہے مگر پتھر کے اندر جذب نہیں ہوتی۔ کھاری زمین میں مگرچہ جذب ہوتی ہے مگر فائدہ نہیں دیتی۔ باقی زمین میں کہیں کھیت کہیں باغ لگاتی ہے سمندر میں موتی **لہٰذا لقد جاءتھم رسلھم** میں اور قسم کا آنا ہے اور **لقد جاءکم رسول** میں دوسری قسم کا آنا مراد۔

حکایت: ترجمہ فتوحات **مکیہ** کی آخری جلد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰ جو تمہارے پاس آئے گا اس کو ناامید نہ ہونا اور جو تمہاری پناہ لے اسے پناہ دینا کچھ دن بعد موسیٰ علیہ السلام ایک جنگل میں تھے کہ ایک کبوتر آپ کے کندھے پر بیٹھ گیا اور پناہ مانگی آپ نے پناہ دیا جب پیچھے پڑا ہے پیچھے سے باز آکر دوسرے کندھے پر بیٹھ گیا بولا مجھے ناامید نہ ہونا اس کبوتر کا شکار کر لیجئے دو یہ میری روزی ہے جو مجھے رب نے دی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام حیران ہو کر بولے کہ یہ میرا امتحان ہے آپ نے چھری چاقو چلایا اپنی ران کی بوٹی کاٹ کر باز کو کھلائی تاکہ رب کے حکموں پر عمل ہو جائے۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر عرض کی الٰہی فرشتے میں آپ کا امتحان لیتے آئے تھے۔ آپ ہوں فرمایا اے موسیٰ! آپ نے دونوں وعدے پورے کئے (بخاری) غاری بدعہدی نے دنیا پر اتنا تعلق کیا کہ تمام مسلمانوں پر ہے جو مومن ہو کر بد عہد ہے وہ ہیں۔ اس کی تصوف نام اور خرقہ پوشی کی صرف رسم باقی رہ گئی ہے۔ وہ بد عہد مدعیان تصوف میں بھی کہیں کہیں ملتی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

www.alahazratnetwork.org

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا

پھر ہم نے ان سب کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے

بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ

اس پر ظلم کیا تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا اور موسیٰ نے کہا اے فرعون

اس پر ظلم کیا تو دیکھو کیسا انجام ہوا مفسدوں کا اور موسیٰ نے کہا اے فرعون

اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا

بیشک میں رسول ہوں سارے جہان کے رب کی طرف سے لائق ہوں میں کہ نہ کہوں اللہ پر

میں رسول ہوں سارے جہان کے رب کی طرف سے لائق ہوں میں کہ نہ کہوں اللہ پر

الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ؕ

مگر سچ میں تمہارے پاس روشن دلیل طرف سے رب کے تمہارے میں بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل لے کر آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے دو طرح کا تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں اس بات کا بیان ہوا کہ کفار مکہ کو قرآن کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اب اس شاندار کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے جو ایک منظم قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ دوسرا تعلق یہ ہے کہ پچھلی آیات میں کفار مکہ کے مطالبہ میں کہ ہمیں قرآن نہیں ملنا چاہیے بلکہ ہمیں موسیٰ کی طرح معجزات ملنے چاہئیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیات میں اس بات کا بیان ہوا کہ کفار مکہ کے مطالبہ پر کہ ہمیں موسیٰ کی طرح معجزات ملنے چاہئیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیات میں اس بات کا بیان ہوا کہ کفار مکہ کے مطالبہ پر کہ ہمیں موسیٰ کی طرح معجزات ملنے چاہئیں۔

ثم بعثنا من بعدهم موسى۔ ثم بعثنا من بعدهم رسلهم۔ ثم اس بات کا بیان ہے کہ ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔ ثم ارشاد ہوا کہ ان کے بعد ہم نے رسولوں کو بھیجا۔ ثم اس بات کا بیان ہے کہ ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔ ثم

www.alahazratnetwork.org

رشاد ہو اور صلوی، لہٰذا تم فرمانا حضرت صالح ہود و نوح جو لوط علیہم السلام کے لحاظ سے ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام تو آپ کے ہم زمانہ تھے۔ **بعثنا** سے **بعثت** سے زیادہ بہتر ہے دونوں قریباً ہم معنی ہیں مگر بعثت میں کچھ فرق یہ ہوتا ہے کہ بھیجنا کبھی اطلاع کے لئے ہوتا ہے اور بھیجنا کبھی اطلاع کے لئے نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ موسیٰ علیہ السلام چالیس تک فرعون کے پاس رہے پھر مصر سے مدین شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال رہے پھر حضرت شعیب کی صاحبزادی کو لیکر اپنی زوجہ صفورا کو مصر کی طرف آ رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو نبوت و معجزے عطا ہوئے یہ چیزیں لے کر آپ فرعون کے پاس گئے لہٰذا اس معنی سے بھی **بعثنا** درست ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنا۔ **من بعدھم** میں **ھم** سے مراد گزشتہ مذکورہ پانچ قومیں ہیں ورنہ کچھ ہی صدی پہلے نوح و شعیب علیہم السلام گرچہ ثم سے بعدیت معلوم ہو چکی تھی مگر اپنی رحمت عامہ اور قانون رحم کو جاری فرمانے کے لئے **بعدھم** ارشاد ہوا ہو سکتا ہے **ھم** سے مراد چار نبی ہوں یونکہ شعیب علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام سے ہم زمانہ تھے لفظ موسیٰ کے متعلق آپ مفصل نسب نامہ ہم پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں یہاں تکملہ دیکھ لیا جائے۔ **مولد رسی** سے موتی پانی اور ری یعنی ساگوان کی لکڑی مصنوعی چونکہ آپ کو پانی کی آبیدہ فرعون سے ایک بہتے ہوئے صندوق سے پایا تھا اس لئے آپ کا نام موسیٰ رکھا۔ **بایتنا** یہاں سب معنی صحیح ہے آیات سے آیات تسع یا توریت شریف کی آیتیں مراد نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو توریت فرعون کے ڈوبنے کے بعد ملی۔ لہٰذا اس سے مراد معجزات ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب نے نو معجزات عطا فرمائے۔ عصا ید بیضا فرعونیوں پر قحط سالی ان کے پھلوں کی کمی طوفان ٹڈیوں جوؤں مینڈک خون۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر دوسری جگہ ہے۔ (روح البیان وغیرہ) مگر پہلے دو معجزات آپ فرعون سے پیش لے گئے۔ باقی سات معجزات جلوہ غرقاب آپ کو عطا ہوئے۔ فرد عصا شریف بہت سے معجزوں کا مجموعہ تھا بہرحال **بایتنا** فرمانا بالکل درست ہوا۔ خیال رہے کہ کلام کتاب الٰہی ماننے کے مکلف ہیں ہوتے وہ ذریعہ معجزات ہی پر ایمان لانے کے مکلف ہوتے ہیں یہی پر ایمان لانے کے بعد ان کی کتاب ماننے کے مکلف ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ گزشتہ نبیوں کی نشانیاں ان کا معجزہ تھیں۔ قرآن مجید حضور انور کا معجزہ ہے اسی لئے اس کتاب نے کسی کو اپنے مقابلہ کی دعوت دی۔ قرآن مجید نے اعلان فرمایا کہ **وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ** یہ دعوت سوا اس کتاب کے کسی اور کتاب نے نہیں دی۔ **الی فرعون و ملائہ** یہ عبارت متعلق ہے **بعثنا** سے۔ ملاء سے مراد سردار معتمد لوگوں کے ہی تھی قبطی ہوں یا اسرائیلی (اسرائیلی) مگر چونکہ قبطی بادشاہ تھے ان کے ماتحت سے اسرائیلی بھی ایمان لے آتے اس لئے یہاں خصوصیت سے فرعون اور اس کی جماعت کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ مصر کے بادشاہ پہلے عربی ہوتے تھے پھر اسے فرعون کہا جانے لگا جیسے فارس کے بادشاہ کسریٰ روم کے بادشاہ قیصر حبش کے بادشاہ نجاشی عرب کے بادشاہ تبع حبشہ کے بادشاہ نجاشی (روح البیان) موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کا نام ولید بن مصعب ان بیان تھا۔ فرعونوں کے تاریخی حالات پہلے پارہ میں گزر چکے اس کی بیت ہو چکی ہے اطلاع کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ صحابہ نے فرمایا کہ اس کی عمر چھ سو تیس سال ہوئی چار سو سال سلطنت کی۔ اس عرصہ میں کبھی بیمار بھی نہیں ہوا کوئی تکلیف نہ دیکھی۔ واللہ اعلم۔ **ملا** سرداروں کی جماعت کو کہتے ہیں جن

www.alahazratnetwork.org

سے مجلس عرس سے اور دیکھنے والے کامل رعب سے بھر جاوے اگرچہ موسیٰ علیہ السلام سارے قبطیوں سے بھی بڑی تگڑے سرداروں کو خصوصیت سے آپ نے تبلیغ فرمائی اور خصوصیت سے اس کی طرف بھیجے گئے تھے جس کی وجہ الٰہی عرض کی گئی۔ جس کی اصلاح سے قوم کی اصلاح ہوتی ہے۔ **فظلموا بها** یہ عبارت مخذوف ہے **بمشابہ** ظلم بغیر حرف جر کے متعدی ہوتا ہے مگر یہاں بعد نہیں سب بولی گئی ہے۔ یہاں ظلم میں کھلم کھلا انکار کے معنی شامل ہیں۔ چونکہ ظلم اور دوسرے سیئہ سے متعدی ہوتے ہیں اس سے آپ نے فرمایا کہ ظلموا معنی کفروا ہے یعنی ان آیات کی وجہ سے وہ کافر ہوگئے کہ ان کو معلوم تھے (روح المعانی) یہ معنی عرض سے ہوتا ہے اس سے **بها** فرمانا کامل درست ہوا۔ **ها** ضمیر جمع مؤنث مذکورہ آیات میں خیال رہے۔ ظلم کے بہت معنی ہیں جن میں سے ایک معنی ہیں کسی چیز کو بے محل بے موقع استعمال کرنا چونکہ ان لوگوں نے آیات کے نزول کو جحود کہہ کر ان کا انکار کیا اس لئے اس انکار کو ظلم سے تعبیر فرمایا۔ **فانظر کیف کان عاقبة المفسدین** اس میں خطاب یا تو ہر سامع سے ہے تو نظر معنی غور فرما۔ عاقبت یعنی انجام سے مراد ہے فرعونیوں کا غرق ہونا اور مفسدہ سے مراد ہر کافر فاسد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں قصہ پڑھنے والے سے فرمایا یا اس نے تمہیں مفسدین فرمایا۔ یعنی اے محبوب کو جھوٹا بتانے والو تمہارا انجام پچھلی تباہ حال قوموں سے بدتر ہوگا۔ قرآن پڑھنے والے غور تو کریں ہر قوم کا نتیجہ کیا ہوا۔ **وقال موسیٰ** یہ عبارت یہ ہے اس میں بتقدیر قال موسیٰ علیہ السلام حکایت ہی سہ بارہ شمال سے فرعون کے دربار میں تشریف لے گئے اس کے دربار پر عصا شریف اس روز سے تھا کہ فرعون کانپ اٹھا آپ کا عصا اور آپ خود دس دس ہاتھ اونچے تھے۔ عصا شریف اگر پھینک دیتے تو سانپ بن جاتا اٹھاتے تو پھر وہی لکڑی سوئیں میں لٹکاتے تو رسی کا کام دیتا رات کو پیڑی کی طرح روشنی دیتا۔ ہری کا تھا پتھر پر مارتے تو اس سے چشمہ پانی کا بہنے لگتا بعض روایات میں ہے کہ خشک ریتی پر مارتے تو سرسبز ہو جاتا تھا کوئی درخت اس کی طرف آتا تھا تعبیر یہ وغیرہ) یہاں رہے کہ فرعون پلیدہ نحس سے اس نے اپنی بڑائی کی دلیلیں یہ طلب کیں۔ یہاں سے سیاق خطاب شروع ہے سو مضامین سے روح المعانی) سیاق خطاب میں چھ تفصیل سے حوالہ میں ہو ہمارے اردو ترجمہ میں ملاحظہ ہو۔ **یفرعونانی رسول من رب العلمین** موسیٰ علیہ السلام نے فرعون دربار میں پہنچ کر پہلے یہ میں صفات میں سے دو پہلے ایک ظاہری پکی صفت بیان کی **رسول من رب العلمین** دوسری صفت **حقیق علی ان لا اقول** تیسری صفت **قد جئتکم** حکم یہ دیا کہ بنی اسرائیل کو آزاد کردے اگرچہ وہاں سے کامل معجزات دیکھ چکے تھے مگر یہ خطاب صرف فرعون سے نہ تھا بلکہ وہاں سب درباری سے خطاب تھا۔ اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے پاس آیا ہوں اور یہ ساتھ حاضر ہیں تو میری بات مان لے تو اچھا ہے اس دلیل میں کہ **من رب العلمین** فرما کر فرعون کے دعوئے ربوبیت کی تردید فرمادی وہ مصروں سے **استاخ ما ربکم الاعلیٰ** ہیں۔ تمہارا رب تم سے فرماتا ہے رب وہ ہے جو سب کا پالنے والا ہو سب میں دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے تو اس کی عبادت میری اطاعت کر چونکہ ایمانیات میں نبی کی معرفت سب چیز اس پر مقدم ہے اس لئے پہلے آپ نے اپنی پہچان کرائی اور اپنے رسول اللہ تعالیٰ کی چونکہ نبی کو شرعاً اس فلاں کا بھیجا ہوا کہنے کا نام

www.alahazratnetwork.org

یہاں کہیں ملک کہیں رسول ہے ملک ایمان ہے۔ اس لئے آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں فرعون کو نظر انداز جتلا کر یوں حاضر ہوں بلکہ فرمایا میں رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں **حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق** موسیٰ علیہ السلام کا فرمان عالی فرعون سے مکالمہ کے جواب میں تھا کہ اس نے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ جھوٹ نہیں بولا کرتے یہ آم سے درخت میں کانٹے نہیں ہوتے ایسے ہی نبی کے پاس جھوٹ نہیں ہوتا۔ بلغ اور مجید کی قرأت میں **علی** سے ہی کے شد سے۔ باقی تمام قرأتوں میں علی ہے حرف جر۔ مجید کی قرأت کے معنی ہیں کہ مجھ پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سچ کے سوا کچھ نہ بولوں۔ ہماری قرأت کے بہت سے معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہ رسول کی صفت ہے اور علی سے علیحدہ جملہ ہے (۲) یہ اس کی دوسری خبر ہے (۳) یہ اناپوشیدہ کی خبر اور حقیق مبتدا ہے یا معنی حریص (۴) علی معنی لب ہے، عبارت قدس سرہ کا یہ معنی نہیں ہے۔ یہاں رد ہے کہ علی بمعنی لب آتا ہے۔ جاتا ہے **رمیت علی القوس** جس میں علی لب کے معنی نہیں ہے۔ **قد جئتکم ببینۃ من ربکم** یہ اپنے دعوے کا ثبوت ہے۔ **ببینۃ** یہاں جملی معنی میں ہے یعنی آپ اس وقت دو معجزے لے کر فرعون کے پاس گئے تھے عصا اور ید بیضا یہ کے معنی روشن واضح دلیل معجزے ہی کی ہوتا ہے دلیل ہوتے ہیں نبی میرے دعوی نبوت کی دلیل یہ ہے کہ میں خالی ہاتھ نہیں آیا ہوں بلکہ رب کی طرف سے کھلی نشانیاں معجزات لایا ہوں **فارسل معی بنی اسرائیل** یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے یعنی چونکہ میں اللہ کا نبی ہوں لہٰذا تجھ پر میری اطاعت واجب ہے لہٰذا تو مجھ پر ایمان لا اور بنی اسرائیل کو اپنی خدمت گاری سے آزاد کر دے۔ میں تیرے غلام کی اجازت دے دے۔ میں اپنے آبائی وطن فلسطین بیت المقدس چلا جاؤں جیسا کہ ہم ابھی علامہ تفتازانی سے ان شاء اللہ عرض کریں گے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ میں تیرا ملک نہ چھیننا چاہتا ہوں نہ تیرے ملک میں رہنے کا ارادہ رکھتا ہوں البتہ تیرے ظلم و تشدد سے مظلوم اسرائیلیوں کو چھڑانا چاہتا ہوں اس فرمان عالی میں حضرت کلیم اللہ نے اپنے استغناء اور بے نیازی کا دعوی فرمایا کہ ہم تیرا ملک تیری حکومت نہیں چاہتے بلکہ تجھے ایمان دینا چاہتے ہیں ہم تجھ سے پیسے نہیں مانگتے بلکہ ایمان مانگتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر ہم نے مذکورہ بالا آیتوں سے بعد ایک شاندار نبی موسیٰ علیہ السلام کو خصوصی معجزات دے کر فرعون اور فرعونیوں کی طرف بھیجا۔ جنہوں فرعونیوں نے بجائے ایمان لانے کے ان معجزات کا انکار کر دیا۔ اپنے پر ظلم کیا تم خود ہی غور کرلو کہ ان ظالموں کا انجام کیا ہوا۔ یہ واقعہ تفصیل کا ہے۔ یا وہ وقت جب موسیٰ نے فرعونی دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ اے فرعون میں تیرے پاس اس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں جو تمام جہانوں کا خالق ہے تو رب نہیں بلکہ رب کا بندہ ہے پہلے مجھے پہچان پھر میرے دعوے کو پہچان اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور رسول کا دعوی بغیر معجزات کے نہیں ہوتا آپ نے معجزات کو جھوٹ کہا تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے خالق نہیں۔ اللہ کی طرف حق کے علاوہ کوئی اور چیز و نسبت کروں میں حق باتیں ہی اس کی طرف منسوب کروں گا نہیں صرف دعوی نبوت لے کر خالی ہاتھ نہیں آیا ہوں بلکہ رب کی طرف سے اپنی نبوت کی روشن دلیلیں لایا ہوں لہٰذا تو مجھ پر ایمان لا اور میری قوم بنی اسرائیل کو آزاد کر دے تاکہ میں انہیں ان کے اصلی وطن فلسطین میں لے جاؤں میں تیرا ملک تیرے سے راج لینا نہیں چاہتا تجھے ایمان دے کر اپنی قوم کو تیرے ملک سے لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرعون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو میری بات

www.alahazratnetwork.org

ہیں لے کا تو یہ ہی ہوا تیرا حسن تیری تدبیر سمجھ سب تیرے پاس رہے گا۔

خیال رہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیچ اپنی بوڑھاپے کے اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں آ کر رہے تھے وہاں آپ کی اولاد بہت پھلی پھولی حتی کہ لاکھوں ہو گئی۔ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون یعنی بادشاہ مصر کا نام ریان تھا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا مصعب ابن ریان ہی اسرائیل کا مربی و محترم رہا۔ اس کی موت کے بعد جب ولید مصر کا بادشاہ ہوا یعنی فرعون موسیٰ علیہ السلام تو اس نے بھی وہی عداوانہ سلوک بنی اسرائیل سے کیا۔ موسیٰ نے کہا کہ تمہارے جد امجد یعنی یوسف علیہ السلام کو ہم مصریوں نے خریدا تھا تم لوگ ہمارے خریدے ہوئے کی اولاد ہو لہٰذا ہمارے غلام ہو بلکہ غلام زادے ہو اسیں اپنا غلام بنا کر رعایت شوہر اور رعایت نے غلاموں پر لگاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسیں آزاد کرانا چاہا۔ یہاں اسی طرف اشارہ ہے (روح البیان)۔

خون اسرائیل جب آ جاتا ہے جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

فائدہ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ** گروہ انبیاء میں موسیٰ علیہ السلام بڑے شاندار نبی ہیں۔ آپ پہلے صاحب کتاب نبی ہیں۔ حتی کہ بعض نے فرمایا کہ حضور انور کے بعد موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں آپ کا حق ہے کہ حضور انور سے بعد درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے یہ فائدہ موسیٰ علیہ السلام کا علیحدہ خصوصی ذکر فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے عطا فرمائے۔ یہ فائدہ **بایقنا** سے حاصل ہوا۔ ان سے حضور انور سے بعد زیادہ معجزات اسے موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں کہ آپ کو نو معجزے عطا ہوئے۔ حضور انور کی شان تو یہ ہے۔

دیئے تھے انبیاء کو جو معجزے اور ان سے کئی معجزے بن کے آیا

حضور انور کے معجزات بیچھ ہزار تو وہ ہیں جو روایات میں آ گئے۔ **تیسرا فائدہ** موسیٰ علیہ السلام صرف اہل مصر کے ہی نبی تھے جس کی آیت سارے انسانوں کے نبی تھے۔ یہ فائدہ **الی فرعون** سے حاصل ہوا۔ ہمارے نبی کے نبی صرف ان سے حضور انور ہیں۔ ان علیہ السلام بھی سارے جہان کے نبی تھے۔ حضرت سلیمان جن و انس کے بادشاہ تھے۔ لوط ہی صرف حضور انور ہیں۔ **چوتھا فائدہ** سرداروں کو خصوصیت سے تبلیغ کی چاہیئے کہ قوم کے درست ہو جانے سے عقیدت بھی درست ہو جاتے ہیں۔ یہ فائدہ **الی فرعون وملائہ** سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ** اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر عذاب بھیجنے سے پہلے ان کے اندر نبی بھیجا ہے۔ بغیر نبی کے عذاب نہیں دیا۔ اگرچہ وہ کیسے ہی مجرم ہوتے۔ یہ فائدہ **فظلموا بھا** اور **فانظر** فرمانے سے حاصل ہوا۔ فرعون سالہا سال بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل کرتا رہا مگر عذاب نہ آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا انتظار فرمایا۔ **چھٹا فائدہ** خالق کائنات ہی ہیں کہ ان کے لطف و لطف کی وجہ سے زمین میں بلائیں نازل فرماتے ہیں مومن فساد نہیں کرتے۔ یہ بھی سے فرعونیوں کو مفسدین فرمایا۔ **ساتواں فائدہ** آیات میں رسولوں کی معرفت پہلے سے ملتی ہیں تائید و تصدیق بعد میں ہوتی ہیں۔ فائدہ **انی رسول من رب العلمین** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلی تبلیغ میں اپنی پہچان کرائی۔ ہمارے حضور انور نے پہلی تبلیغ میں فرمایا تھا۔ **کیف فانا فیکم** تاؤ تم میں ہم کیسے ہیں۔ **آٹھواں فائدہ** حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر بلکہ اس کی دلیل ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ **من رب العلمین** سے حاصل

واکہ آپ سے کس لئے ہی تھا ہے تمہاری جسمانی پرورش کے لئے پھل وغیرہ پیدا فرمائے ہوں ان سے لئے ہی جیسے اوہام ارشاد فرمائے۔ نواں فائدہ حضرات انبیاء کرام کی زبان پر کبھی جھوٹ باطل نہیں آتا وہ ہمیشہ سچ و حق ہی بولتے ہیں۔ فائدہ **الا الحق** سے حاصل ہوا کہ یہ جھوٹ سے معصوم ہیں۔ دسواں فائدہ بنی اسرائیل پر حجت قائم کرنا ہے اس سے حاصل ہوا کہ آپ پر ظلم کرنے والے ظالم ہیں۔ فائدہ ارسل فرمانے سے حاصل ہوا کہ آپ پر ایمان لانا واجب ہے۔ گیارھواں فائدہ کسی نبی کی کتاب ان کا معجزہ تھی۔ ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن ہے اس لئے حضور کی نبوت دوسروں کو کتب دعوی نبوت سے عرصہ کے بعد ملی مگر حضور کی نبوت کے ظہور کی ابتداء دوسروں سے پہلی ہے۔ موسی علیہ السلام عصا لیکر جادو کے پاس تشریف لے گئے۔ ہمارے حضور قرآن سے ہر زمانہ کے جادو کے پاس تشریف لے گئے۔ حضور کا یہ معجزہ عظیم الشان ہے یہ فائدہ **جئتکم ببینۃ** سے حاصل ہوا۔

اعتراضات موسی علیہ السلام کا ذکر یہاں پانچ جگہوں کے بعد ہے۔ نوح ہود صالح ہود اور شعیب علیہم السلام ان میں سے چار نبی قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے مگر شعیب علیہ السلام آپ کے ہم وطن تھے لیکن ارشاد ہوا **ثم بعثنا من بعدھم موسی** جس سے پانچوں سے بعد موسی علیہ السلام کو بھیجنا یقینا ثابت ہوا۔ **ثم** اعتراض ہے **من بعدھم** کا جواب اس اعتراض سے پہلے جواب میں ایک یہ دیا گیا ہے یہاں **ثم** اور **من بعدھم** کا تعلق دوسری سے ہے۔ آپ سے پہلے جو رسول آئے ہیں ان کی قوموں کی طرف بھی اس سے بعد موسی علیہ السلام کی طرف بھیجے گئے دوسرا جواب یہاں **من بعدھم** فرمانا جیسے ہے چونکہ چار نبی موسی علیہ السلام سے پہلے تھے صرف ایک ہی نبی علیہ السلام آپ سے متصل تھے اس لئے **ثم** اور **من بعدھم** ارشاد ہوا۔ تیسرا جواب یہ کہ فرعون اور فرعونیوں کو ان پانچوں نبیوں کی خبر پہلے مل چکی تھی۔ موسی علیہ السلام ان نبیوں کے بعد ہی بنا بھیجے گئے لہذا **ثم** فرمایا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے ان نبیوں سے بعد ہونے کا مراد یہ نہیں ہے کہ فوراً ہی ان کے وفات کے بعد ہوئے مراد یہ ہے کہ ان کی قوموں کے ہلاک ہونے کے بعد ہوئے۔ دوسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ پانچوں نبی بھی فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے ان کے ارشاد **ثم بعثنا من بعدھم موسی بایتنا الی فرعون** ہم نے ان کے بعد پانچوں رسولوں سے فرعون کی طرف بھیجا ہے حالانکہ ان میں سے صرف موسی علیہ السلام ہی فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے۔ جواب یہاں **الی فرعون وملئہ** نہیں ہے بلکہ **بایتنا** ہے یعنی ہم نے موسی علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا جس سے گزشتہ نبیوں کی قوموں کی طرف بھیجنا ثابت نہیں ہوتا۔ تیسرا اعتراض یہاں ارشاد ہوا کہ موسی علیہ السلام کو فرعون اور فرعونیوں کی طرف بھیجا اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ انہیں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ ان میں تعارض ہے۔ جواب یہ ہے کہ موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ مصر میں اسرائیلی بھی آباد تھے اور قبطی یعنی فرعونی بھی۔ ان سے آپ ان دونوں قوموں کی طرف بھیجے گئے لہذا دونوں آیتیں درست ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ حضور عرب کے نبی ہیں اور حضور عجم کے بھی نبی ہیں دونوں سچ ہیں۔ چوتھا اعتراض یہاں ارشاد ہوا **بایتنا** کہ موسی علیہ السلام فرعون کے پاس

www.alahazratnetwork.org

صرف دو معجزے سے پہنچے تھے۔ العصا و ید بیضا پھر آیات جمع فرمانا کیونکر درست ہوا **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اگرچہ اس وقت تو آپ کے پاس دو معجزے تھے مگر بعد میں آپ کو اور معجزے بھی دیئے گئے جو فرعون سے لیکے جیسے حوں، جوں، مینڈک کے عذاب یہاں سارے معجزات مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ دونوں معجزے بہت سے معجزوں کا مجموعہ تھے۔ عصا سانپ بنتا تھا پھر اژدہا بن جاتا تھا۔ ید میں روشنی دیتا تھا۔ کوٹ میں لٹکانے پر سفید ہو جاتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام سوتے تھے تو آپ کا عصا پہرہ دار بن جاتا تھا۔ پتھر پر مارنے سے پانی کے چشمے نکلتے تھے۔ اسی سے دیگر چیزیں ہیں ان وجوہ سے آیات فرمانا بالکل درست ہوا۔ جب ہمارے حضور کے منہ کا لعاب دہن کھجلی آنکھ پر لگے تو شفا ہے۔ نوالی مٹی میں لگے تو جو دے۔ عطاری کو میں میں پڑے تو بیمار روئے۔ تھوڑے گوشت تھوڑے آٹے میں پڑے تو برکت دے کر صدہا آدمی اس سے سیر ہو جاویں۔ **اللھم صل وسلم وبارک علیہ** پانچواں اعتراض موسیٰ علیہ السلام سے اپنے کو رب اللہ کیوں۔ فرمایا **من رب العلمین** کیوں فرمایا۔ **جواب** اس لئے کہ فرعون اپنے کو رب کہتا تھا۔ **انا ربکم الاعلی** رب العالمین فرما کر اس سے اس قول کی تردید فرمادی کہ تو مربوب ہے کیونکہ عالمین میں تو بھی داخل ہے کیونکہ تو بھی دوسروں کی طرح کھاتا پیتا سوتا جاگتا وغیرہ کا محتاج ہے۔ وہ تمام عالمین میں سے ہے جو کل کا ہر طرح حاجت روا ہے وہ رب العالمین ہے ہر عالمین تجھ سے پہلے بھی تھے اور تیرے بعد بھی رہیں گے پالنے والا پہلے ہوتا ہے، پلنے والے بعد میں۔ ہر ربوبہ تو ہوتی جاتیں جائے تو بھی عالمین کی بھی خبر نہیں پھر تو رب کیوں بنتا ہے۔ ربوبہ ہے جس کا رسوں میں ہوں۔ میری رسالت اس کی ربوبیت کی دلیل ہے۔ چھٹا اعتراض **حقیق** کے معنی میں لائق یا سزاوار اس کے بعد **علی** کیوں آیا۔ پھر یہاں علی کیوں آیا۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں **حقیق بی** بمعنی حریص ہے یعنی علی ضمن ہے لہٰذا آیت واسع ہے۔ ساتواں اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت فرعون کو عبادت کا حکم نہیں دیا تھا صرف یہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے اس کی بنیاد پر تھی پھر تو احکام شرعیہ پہنچاتے ہیں۔ **جواب** کفار کو اول "صرف عقیدہ" کی تبلیغ کی جاتی ہے اسلام قبول کر لینے پر احکام کی تبلیغ ہوتی ہے یہ وقت اول تبلیغ کا تھا رسل فرمانا یہ بتایا کہ مجھے تیری حکومت تیرے ملک پر قبضہ کرنا نہیں ہے۔ میں تو یہاں رہنا بھی نہیں چاہتا اپنی قوم کو فلسطین لے جانا چاہتا ہوں تو انہیں آزاد کر دے میں یہاں سے لے جاؤں تو یہاں مزے سے راج کر۔

تفسیر صوفیانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ہے کہ ہر قسم کے گروہ کی طرف اس کے مناسب داعی بھیجتا ہے جس سے وہ لوگ کو انس ہوتا کہ تبلیغ میں آسانی ہو۔ نیز حق تعالیٰ کی مراد یہ ہدایت پھیلانا تھی موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گھر بلکہ اس کی گود میں پرورش دلائے اسے تیسرے مہینوں پڑھایا پھر آپ نبی بنا کر اس کی ہدایت کے لئے بھیجا پھر جس قسم کی چیزیں فرعون کی گمراہی کا باعث تھیں یعنی جادوگروں نے حاووں سے ملایا۔ اسی قسم کے معجزے اس کی ہدایت کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تاکہ فرعون کو کسی قسم کا عذر نہ رہے جب وہ اس چیز سے بھی درست نہ آیا تو اسے ظالم قرار دیا گیا۔ ارشاد ہوا **فظلموا بھا** یعنی فرعون نے معجزہ دیکھا پھر بھی انکار ہوتی ہے کہ بعض سے ایسے کام ان سے صادر نہیں ہوتے جو آگے چل کر ان

طعن طور پر ہیں ان سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون تو میرے بچپن و جوانی دیکھ چکا ہے۔ میری زبان سے کبھی

www.alahazratnetwork.org

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

www.alahazratnetwork.org

اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماقبل کی کامیابی کا یقین دلایا گیا (روح المعانی) اس ہاتھ کو ابھی آپ نے نہیں دیکھا ہے **فاذا ھی ثعبان مبین** یہ عبارت محذوف ہے **فالقی** پر پوشیدہ شرط کی وجہ سے **ف** سے معلوم ہوا کہ عصا شریف آپ سے ہاتھ لے کر زمین پر ڈالتے ہی اژدہا بن گیا۔ **ثعبان** سے **ثعبت** من الماء سے آپ موٹے تازہ اژدہا **ثعبان** بن گئے۔ وہ چھلانگیں مارتا ہوا فرعونیوں کی طرف چلا (روح المعانی) **ھی ثعبان** فرما کر بتایا کہ اس کی کارستانی ماقبل ظاہر تھا۔ ہی کی ضمیر میں شک ہو سکتا تھا۔ ظاہر طور پر آپ کا ہاتھ سانپ بن گیا۔ وہ سانپ آپ کو نگلنے آیا تو آپ نے اژدہا کو پکڑ لیا۔ سانپ کی طرح تھامتے ہی اسے جان فرمایا۔ **تھتز کانھا جان** مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ اژدہا سانپ تھا اس سے بڑا چھوٹا اس کا بچا ہوا سانپ نہیں پر بھالا چلا ہوا تھا فرعون کے محل کی چوٹی پر تھا۔ دونوں جبڑوں میں اونٹ کا فاصلہ تھا۔ پہلے رنگ کا تھا۔ پھر دم پھٹکارا۔ یہ سن کر فرعون فرعون کی طرف چلا۔ فرعون گھوڑا تھا کہ اس نے اپنا گھوڑا دیتے وقت تک فرعون کو اسوں کا عرس رمانا سے پہلے اسے چالیس دن میں ایک بار ماہواری حالت ہوتی تھی مگر اس میں اس قدر بھگدڑ مچی کہ کئی آدمی پیچھے گئے۔ فرعون چیخا اے موسیٰ مجھے بچا۔ میں بنی اسرائیل کو آزاد کروں گا۔ آپ نے اسے پکڑ لیا۔ وہ پھر اسی حالت پر آ گیا تھا۔ **اوسع یدہ** آپ کا ہاتھ بڑا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ بڑا تھا۔ آپ نے پہلے اپنا ہاتھ فرعون کو دکھایا۔ فرعون نے کہا ہاں آپ کا ہاتھ ہیں آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالا۔ نکالا تو سورج سے بھی بڑھ کر چمکتا تھا۔ یہاں سے **ضم** کی ہیں کھینچ لیا۔ یہاں سے اس کے معنی آپ ہی سمجھ میں آ گئے۔ **یدہ** سے مراد ہاتھ ہے (روح المعانی) **فاذا ھی بیضاء للنظرین** ھی ضمیر آپ کا ہاتھ شریف ہے۔ **بیضاء** فرمایا کہ معلوم ہو وہ محض سفید نہیں تھا بلکہ چمکدار تھا۔ **للنظرین** فرمانے میں یہ ہے کہ صرف فرعون ہی اس کی شعاعیں محسوس نہ کر رہا تھا بلکہ اس کے محل میں دیکھنے والوں کو نظر آ رہا تھا۔ دوسرے معجزوں کی شعاعیں بینائی کی طرح صرف دیکھنے والوں کو نظر آتی تھیں۔ جیسے سورج کی شعاعیں ہر دیکھنے والے کو نظر آتی ہیں۔ یہاں سے پہلے معجزہ میں حقیقت کی تبدیلی تھی کہ عصا سانپ بن گیا تھا اس معجزہ میں صرف رنگت کی تبدیلی ہے۔ ہاتھ شریف کی حقیقت نہیں بدلی تھی۔ تبدیلی حقیقت اور چیز ہے۔ تبدیلی صفت اور چیز۔ اس سے معلوم ہوا کہ عصا کا معجزہ پہلے دیا گیا اور ہاتھ کا معجزہ بعد میں۔ عجائب یہ ہے کہ یہ معجزہ بھی اسی مجلس میں دکھایا گیا جس میں پہلا معجزہ فرعون کی مجلس درہم برہم ہو گئی تھی جیسا کہ ابھی عصا کے واقعہ سے عرض کیا گیا۔ یہ دوسری مجلس خواہ اسی وقت لگ گئی ہو یا عصا کے واقعہ کے بعد واللہ اعلم۔ اس ہاتھ شریف کی صفت یہ تھی کہ جب آپ پہلی بار بغل میں ڈالتے تو پہلے جاتا تھا جب دوسری بار ڈالتے تو اپنی اصلی حالت پر آ جاتا تھا۔ صرف تھیلی چمکتی تھی۔ اسی کو **ید** فرمایا گیا (روح المعانی ملخص الزیادۃ)

خلاصہ تفسیر: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا گیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ تو اسے حیرت ہوئی کہ میرے سوا کوئی رب العلمین ہے جو آسمانوں اور زمین کے مالک ہیں۔ معجزہ مانگتے ہیں۔ معجزہ مانگنے سے حیران ہو کر کہا کہ اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو کوئی معجزہ ہمیں دکھائیں۔ آپ نے یہ سنتے ہی عصا ڈال دیا۔

www.alahazratnetwork.org

پھینکی تو وہ ظاہر طور عظیم اشکال اژدہا بن گیا۔ یہ صرف صورت میں اژدہا ہوا تھا نظر بندی تھی بلکہ حقیقت میں بدل گئی تھی۔ اس کے فورا بعد دوسری مثل میں آپ نے اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالا تو سکی ہتھیلی جو دیکھنے والوں کی طرف تھی سفید چمکیلی ہو گئی جس نے اپنی تیزی سے وہ سب نظر بندی کر دیا۔ خیال رہے کہ فرعونی جادوگروں نے بھی رسیوں بھیڑوں لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھایا مگر وہاں صرف نظر بندی تھی۔ حقیقت نہ بدلی تھی اس لئے اس کے متعلق ارشاد ہوا **سحروا اعین الناس** لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا۔ **سورہ طہٰ** میں فرمایا **یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی**

فائدے ان دونوں معجزوں سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ جیوں و سعید مخلوقات عطا فرمائے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں معجزہ تھا عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں معجزہ کہ ان کے دم سے مردے زندہ اندھے کوڑھی اچھے ہوتے تھے اور مٹی کی چڑیاں اسی دم سے اصلی جیتی جاگتی چڑیاں بن جاتی تھیں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ شریف میں معجزہ مگر اس میں یہ تھا کہ موسیٰ عصا اور کسی چیز کو سانپ نہیں بناتا تھا اور بغیر بغل میں گئے ہوئے چمکتا تھا۔ یہ فائدہ **القی عصاہ** اور **نزع یدہ** سے حاصل ہوا مگر ہمارے نبی محمد کو رب نے مطلق معجزات عطا فرمائے کہ حضور سے ہر قسم کے ہر محل میں معجزے ظاہر ہوئے۔

وہ معجزے ہر نبی کو عطا نے ہمارا نبی معجزہ ہیں کے نبی

دوسرا فائدہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ یعنی عصا کا سانپ بننا ہاتھ شریف سے پھینکنے پر ظاہر ہوتا تھا خود ہاتھ میں رہتے ہوئے عصا کا سانپ نہ تھا بلکہ ہاتھ میں آ کر وہ سانپ عصا بن جاتا تھا مگر دوسرا معجزہ خود ہاتھ میں نمودار ہوتا تھا یعنی ہاتھ شریف بغل میں جاتا تھا یہ فائدہ **القی عصاہ** اور **نزع یدہ** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** عصا موسیٰ پھینکنے پر حقیقتاً سانپ بن جاتا تھا اس میں روح آ جاتی تھی وہ نظر بندی نہ تھا جب ہی تو وہ جادوگروں کے سارے رسے پاس نگل گیا اور انھیں حقیقتاً نگلنا ہوتا تھا۔ یہ فائدہ **ھی ثعبان مبین** فرمانے سے حاصل ہوا کہ **ھی** مبتدا ہے اور **ثعبان** اس کی خبر پھر اس کا ازدھا بن جانا ظاہر ہوتا تھا۔ **چوتھا فائدہ** اجسام میں انقلاب حقیقت ممکن بلکہ واقع ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی حقیقت بدلے اور اس میں روح پڑ جائے یا نکل جائے۔ ہم روز رات دیکھتے ہیں کہ سرکا میل ہوا میں جاتا ہے چاروں طرف میل پھیل جاتا ہے اور اس میں جان پڑ جاتی ہے تو گرمی یا پانی کے وسط سے یہ ختم ہو جائے تو میل کا اظہار نہیں پایا جاتا۔ یہ فائدہ بھی **ھی ثعبان مبین** سے حاصل ہوا۔ اس کی تحقیق ہم پہلے پارہ میں کر چکے ہیں۔ **پانچواں فائدہ** اسی کے ذریعہ سے ہاتھ کی حقیقت بدل جاتی ہے ویسے ہی چیز کی صفت بھی بدل جاتی ہے۔ یہ فائدہ **فاذا ھی بیضاء** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا رنگ بدلتا تھا ذات نہیں بدلتی تھی۔ تبدیلی ذات تبدیلی صفت سب باتیں ممکن ہیں **چھٹا فائدہ** یہ ہے کہ جب ذات سے صفت بدل جاتی ہے تو ایسے ہی ان کی برکت سے اشیاء کی صفت بدل جاتی ہیں۔ حضور نے اپنے عمل شریف میں جھٹی کو لے کر اسے حسین روئی بنا دیا۔ تشہد میں انگلی کا اشارہ بدل دیا۔ کافروں کا ذبح کرنا قتل عادت قاتل بنا دیا۔ **اللھم صل وسلم وبارک علیہ**

اعتراضات پہلا اعتراض فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے معجزہ مانگتے ہوئے یہ کہا **ان کنت من**

www.alahazratnetwork.org

الصدقین اگر سچے ہیں۔ جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کی صداقت ناں سے قائل تھا کہ آپ کی شروع رندگی اسی کے گھر گزری تھی مگر اب جادو کو رب ماننا موسیٰ علیہ السلام کو ماننا اس کے لئے موت تھی اب وہ کشمکش میں تھا اس لئے اس نے کہا کہ آپ سچے ہیں تو فرمائیے کہ یہ لمبا کہ آپ جھوٹے ہیں آپ کے پاس کوئی معجزہ نہیں۔ **دوسرا اعتراض** یہاں تو فرمایا کہ عصا میں پر پھینکیں تو اژدہا بنا سانپ بن گیا مگر دوسری جگہ قرآن مجید نے **جان** یعنی چلا سانپ فرمایا ہے دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** مفسرین و غیرہ نے اس اعتراض کے چند جواب دیئے ہیں سب سے زیادہ قوی جواب یہ ہے کہ وہ تھا تو اژدہا مگر تیز رفتاری میں پتلے سانپ کی طرح تھا۔ اژدہا تیز نہیں چل سکتا مگر وہ بہت تیز چلتا تھا اسی لئے قرآن مجید نے فرمایا ہے **تھتز کانھا جان** وہ پتلے سانپ کی طرح لہراتا تھا۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ یہ کہنا کہ وہ پہلے پتلا سانپ تھا پھر پھولتا ہو موٹا اژدہا بن جاتا تھا ضعیف سا قول ہے۔ **تیسرا اعتراض** اگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جاتا تھا پھر بعد میں لاٹھی ہو جاتا تھا تو آریوں کا مسئلہ تناسخ (ایک روح کا دوسرے جسم میں آنا) درست ہوا کہ انسان مرنے کے بعد کتا بلا وغیرہ بن کر دنیا میں آتا ہے حالانکہ مسلمان اس عقیدے کو کفر کہتے ہیں۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ہم پہلے پارہ میں دے چکے ہیں کہ جسموں کا تناسخ درست ہوتا ہے۔ جیسے مٹی قرابیں گل کر مٹی شکل میں مل کر رہ جاتا ہے سرکا میل جوں اور چارپائی کا میل کھٹمل بن جاتا ہے۔ البتہ روح کا تناسخ ناممکن ہے کہ روح انسان ناطق گھوڑے گدھے کی روح بن جاوے۔ آریہ روحوں کا تناسخ مانتے ہیں یہ کفر ہے۔ پانی بھاپ بنتی ہوا بن جاتا ہے۔ ہوا پانی بن جاتا ہے۔ سیسے کا ٹکڑا سونا ہو جاتا ہے رانگ چاندی بن جاتی ہے ایک جو چیز جانے تک بن جاتی ہے۔ یہ سب تناسخ مادوں ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے مٹی کا پرندہ بن جانا لاٹھی کا سانپ ہو جانا بالکل برحق ہے۔ **چوتھا اعتراض** یہاں **مبین** کیوں فرمایا یعنی ظاہر ظہور اژدہا بن گیا۔ اژدہا تو چھپ سکتا ہے **جواب** چند وجوہ سے (۱) فرعونی جادوگر بھی رسیوں لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھا دیتے تھے مگر وہ رسیاں صرف سانپ کی طرح حرکت کرتی تھیں اور کچھ نہ کر سکتی تھیں اور یہ حرکت بھی نظر بندی ہوتی تھی مگر آپ کے عصا سے سانپ بن کر وہ مذورہ کرنے دکھائے کہ فرعون و فرعونیوں کا حلقہ تنگ ہو گیا۔ لہٰذا اس کا اژدہا بن جانا بالکل ظاہر تھا (۲) آپ نے عصا کو رومال میں رکھ کر اژدہا بن کر نکلا ہے یا کہ جادوگر کرتے ہیں بلکہ لاٹھی ان کے سامنے اژدہا بنی۔ لہٰذا یہ بالکل ظاہری چیز ہے (۳) اس اژدہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت بالکل ظاہر کر دی۔ **مبین** یعنی ظاہر کرنے والا۔ **تفسیر کبیر پانچواں اعتراض** یہ عصا کے متعلق یہ یوں فرمایا کہ عصا ظرف ہے اور دینے والوں کے لئے سفید بن گیا۔ **جواب** اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ اس ہاتھ کی نقیلی سانے والوں کے لئے ہوتی تھی۔ آپ کی طرف کا رخ اسی طرح کا ہوتا تھا جیسے آج کل کی بیٹری۔ چراغ ہر طرف روشنی دیتا ہے مگر بیٹری نہیں۔ **چھٹا اعتراض** موسیٰ علیہ السلام نے دربار فرعونی میں عصا کا معجزہ پہلے دکھایا ید بیضا کا معجزہ بعد میں یوں عصا کا معجزہ قوی ید بیضا سے معجزے ہے۔ ترقی کی طرف رقی کرنی چاہئے **جواب** اس کی بہت وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ظاہر وجہ یہ ہے کہ عصا علمی معجزہ تھا ید بیضا قولی معجزہ انکار کے لئے جدال کا ظہور پہلے ہونا ہی مناسب ہے۔ ان سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ڈرانا پہلے کرتے ہیں بشارت بعد میں نیز عصا کے معجزے سے فرعون اور فرعونیوں کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت بیٹھ گئی تھی تبلیغ کا قوی درجہ ہے۔ **ساتواں اعتراض** جب عصا کے معجزہ یکے بعد دیگرے

www.alahazratnetwork.org

مجمع میں مقدمہ زیر بحث تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے دوسرا معجزہ پیش کیا گیا۔ جواب اسی کو دکھایا گیا تھا۔ اسی وقت سب کو سمجھ آ گئی۔ مگر ہمارے مخالف ثبوت دینا چاہتے ہیں کسی کو ہلاک کرنا نہیں چاہتے یا کسی اور ہی امر میں پہلا احتمال قوی ہے۔ آٹھواں اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے تو لاٹھی کو سانپ بنایا۔ آپ نے ہاتھ شریف کو۔ بلکہ فرعون سے سارے قوی یہ ہیں تو یدِ بیضا کے ذکر سے رب تعالیٰ نے ان دلائل کو اژدہے اور ہاتھ کی چمک سے تعبیر فرمایا۔

نوٹ یہ اعتراض [illegible] فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ معجزات کے منکر پہلے سے ہی موجود ہیں۔ اب قادیانی اس کی نقل کر رہے ہیں۔ اس قل قادیانی نے بھی ہاتھ کے ساتھ لکھتے شائع کرتے ہیں۔ **جواب** یہ قرآن مجید کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے [illegible] اگر اس قسم کی تحریفوں کا دروازہ کھل جائے تو اسلام ہی ختم ہو جائے۔ سحر اور معجزہ کی پہچان ہوتی ہے۔ سب احکام ختم ہو گئے خود بخود آگے آ رہے کہ اس عصا سے فرعونی جادوگروں سے بنا دی سانپ نکل گئے۔ اس قوی سانپ کیسے نگل گئے چونکہ اس زمانہ میں جادو کا بہت زور تھا۔ جادوگر اس قسم کے جادو بہت، اللہ تعالیٰ نے اس کا زور توڑنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کا معجزہ عطا فرمایا چونکہ ہر زمانہ کے معجزات اسی زمانہ کے [illegible] ان کی مستند کتابوں میں معجزات کی منکر ہے۔ **نواں اعتراض** یہ تبدیلی حقیقت آپ کے ہاتھ کا معجزہ تھا [illegible] آپ سے بطور معجزہ چاہئے تھا کہ آپ مرغی کو سانپ بنا دیتے اور اگر مرغی کا معجزہ نہ چاہتے تھا کہ آپ ہی سے بطور معجزہ ہی سانپ بنا دیتی۔ **جواب** معجزہ آپ کے ہاتھ شریف کا تھا مگر اس کا ظہور عصا میں بھی ہو سکتا تھا۔ جیسے بجلی کا ظہور کبھی بادل سے کبھی کسی اور ذریعہ سے چنانچہ اگر پور کا تعلق تیل کے چراغ سے رہا ہے تو وہ روشنی دے گا۔ بات حیران کن رہے۔ **دسواں اعتراض** اس سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں سے بڑھ کر ہیں۔ حضور نے تبدیلی حقیقت نہیں کی۔ **جواب** حضور نے بارہا چیزوں کی حقیقت بھی بدلی ہے اور صفت بھی۔ بدر میں سوائے تین گھوڑوں کے سارے مجاہدین کے پاس کھجور کی ٹہنیاں تھیں جو وقت جنگ تلواریں بن گئیں بعد میں پھر لکڑیاں کی لکڑیوں کو گھوڑے روئی بنا دیا۔ بعض دودھ سے پانی کو دودھ، پتھر کو سونا کھجوروں، چھاپوں کو پتھر کر دیا وہ آج تک موجود ہیں۔

تفسیر صوفیہ [illegible] طرف سے ہوا اور بندہ اسے محل حاجت سمجھے وہ اژدہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اول وحی سے وقت عرض کیا تھا [illegible] کاہیتاں اور بھی اس سے میری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ **ولی فیہا مارب اخری** تم ان ہو **قالفہا یموسیٰ** اے موسیٰ سے پھینک دو اس پر اختلاف کر دیا پھر سنو اس معجزہ کا ظہور عصا پھینکنے پر ہوا تھا [illegible] ہاتھ اصل فطرت کے ذکر سے سفید ہیں۔ دیا میں مشاہدہ ہے [illegible] سفید ہوتے ہیں۔ اسی لئے ارشاد ہوا **وانزع یدہ** آپ نے ہاتھ کھینچا [illegible] فرماتے ہیں [illegible] موسیٰ علیہ السلام کے ہی تھے تو انہیں معجزے بھی عطا ہوئے گئے۔ عصا [illegible] زمانہ کے جادو کا توڑ کرنے کے لئے اور ید بیضا فرعونیوں پر حجت [illegible] جانا چاہیے۔ ان کے حال کا علام الغیوب رب تعالیٰ نے فرمایا۔ **فقولا لہ قولا لینا** نرمی سے نرم بات کرنا جاہلی بات نہ کرنا۔ ہمارے حضور

www.alahazratnetwork.org

قوت، عمل اور سے ہاتھ میں ہی ہے حضور نے فرمایا۔ **واغلظ علیھم** اے محبوب ان کفار و منافقین پر سختی و غلظت فرمائیے اور وہ سختی کی مثل نرمی اور رحمت والے عطا ہوئے۔

عصا، علم اور ہاتھ سب تھے گروں کا سہارا عصا تم

اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ کا علم چلتے اس لئے ثابت ہوا کہ موسوی معجزے ہوئے محمدی کامل تھے۔ موسیٰ کے وقت جادو ہوئے عیسیٰ کے وقت طبابت۔ محمد کے وقت فصاحت۔ پھر موسیٰ کے وقت جادو کے مقابلہ میں ہاتھ سفید ہوئے۔ عیسیٰ کے وقت مردے جی اٹھے۔ محمد کے وقت ہاتھ سے خشک کھجور میں سرسبز ہو کر پھل لگنے لگے۔ شق القمر کا معجزہ صرف محمد کے لئے خاص ہے۔ دوسرے انبیاء کو نہیں ہوا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۙ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ

کہا سردار قوم میں سے فرعون کے بیشک یہ البتہ جادوگر ہے جانتا ہے وہ ارادہ کرتا ہے یہ کہ نکال

قوم فرعون کے سردار بولے یہ تو ایک علم والا جادوگر ہے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا

مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ

تم کو تمہاری زمین سے پس کیا ہے وہ تم حکم کرتے ہو بولے وہ مہلت دو اس اور اس کے بھائی کو اور تم

چاہتا ہے تو تمہارا کیا مشورہ ہے بولے اس اور ان کے بھائی کو کچھ اور شہروں میں لوگ جمع

حٰشِرِيْنَ ۝ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝

بھیجو شہروں میں جمع کرنے والوں کو لائیں وہ تیرے پاس ہر جادوگر جانے والے کو

کرنے والے بھیجو ہے کہ وہ ہر علم والے جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے دو طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا عملی تابع کا ہونا اب دوسرے سے اس کے جادو کا تعلق رہتا ہے گویا شعائر دلوں سے نکلنے کے بعد مردہ دلوں میں جگہ حاصل کرتے ہوئے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے معجزات کا ذکر ہوا ہے اس کے مقابل جادو کے مقابلہ کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو اللہ کی طرف دعوت فرمانا ہے اس آیت میں فرعون کا اپنی قوم کو موسیٰ کی اطاعت سے روکنا اور اپنی اطاعت کرنا بیان ہوا ہے۔ فرعون نے اپنی قوم کو موسیٰ کا ساتھ دینے کی وجہ سے ان کی اطاعت کرنے اور اپنی نافرمانیوں سے باز آنے کا حکم دیا۔ فرعون کی

تو پھر وہ پانوں کا سانپ بنے ہاتھ والی لاٹھی کے بعد کہ وہ اپنی جادوگروں کی اس نے پہلے ہی میں سے آیا۔ خیال رہے کہ فرعون خود کو خدا کہتا تھا اس کے جادوگر اور وغیرہم کا سارا ایمان تھا اس کی عقل میں کبھی بات نہ آئی کہ خدا تو سب چیزوں سے بے نیاز ہوتا ہے خدا ایسے ہو سکتا ہوں نہ وہ سمجھانے اس کے متعلق۔

تفسیر قال الملاء من قوم فرعون ملاء سے مراد ان میں فرعون کے درباریوں کی جماعت خاص ہے مجلس بھر جانے دیکھنے والے آنکھوں رعب سے بھر جانے۔ یہاں فرعون سے مراد امراء اور اس سلطنت مراد ہیں۔ قوم فرعون سے مراد ہیں قبطی لوگ۔ یہ درباری اسرائیلیوں کے دشمن تھے صرف بیل حقیر کاموں پر مقرر تھے۔ یعنی فرعون کے درباریوں نے سرداروں نے آپس میں چند قول میں سے آپس میں ایک دوسرے سے طور مشورہ کہا۔ ان درباریوں نے درباری فرعون سے قبل رہنے والے فرعون سے مشورہ دیتے ہوئے **ھذان لساحران** یہ قال کہا۔ **ھذان** سے اشارہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے یہ دونوں معجزے موسیٰ علیہ السلام نے کی تھے۔ حضرت ہارون تو ان سے ملے ہوئے تھے۔ اس آیت میں **ھذا لساحران** فرمایا گیا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ یہاں حضرت ہارون کا ذکر ہے حالانکہ وہ موجود نہ تھے۔ اس لئے کہ چھپی چیز۔ اسی لئے سورج کے وقت کو سحر کہتے ہیں کہ بھی ہی قدرتی چیز ہے جس سے چیزیں چھپی ہوتی ہیں ظاہر میں ہوتی ہیں جبکہ کو سحر کہتے ہیں کہ ہمیں سحری و غرض کہ وہ بھی ہمیں سے چھپا رہتا ہے۔ جادو کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حقیقت اسباب کے ذریعہ کو کچھ کر کے دکھایا جاتا ہے۔ دیکھنے والے کی آنکھ پر پردہ پڑا ہوتا ہے کہ وہ اصلی حقیقت کو نہیں دیکھتی۔ **علیم** کہہ کر یہ بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام معمولی جادوگر نہیں بلکہ جادو کے فن میں بہت ہی اعلیٰ درجہ کے جادوگر ہیں۔ ایسے جادوگر نہ کسی نے دیکھے تھے نہ سنے تھے۔ خیال رہے کہ یہاں تو فرعون یا یہ کہنے والے فرعون کے درباری تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ نہ کہا کہ مقتول خود فرعون نے کی مگر میں تعارض نہیں کیونکہ پہلے فرعون کے درباریوں نے یہ کہا اور درباریوں سے یہ کہا درباریوں نے یہ کہا (**یریدان یخرجکم من ارضکم**) ان میں سے **ارضکم** سے مراد پورا مصر اور ان کا قبضہ جہاں تک فرعونیوں کا قبضہ تھا۔ اس میں مال حاصل ہے اس سے کہتے ہیں کہ تم پر جادو سے ڈرا دھمکا کر تمہاری سلطنت سے نکال دیں گے۔ یہ درباری کا فرعون کو سمجھانے میں اس رشتہ قصہ ہیں۔ خیال رہے کہ ان کی یہ گفتگو اس وقت ہوئی تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ اس پر ان درباریوں نے فرعون سے کہا کہ آپ نے فرعون سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو ایسی حرکت نہ کرنا بلکہ آپ نے فرعون سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو ایسی حرکت نہ کرنا جس سے تو ہمارے ملک سے نکالا جائے۔ آخر تک جو فرعون کو بار بار شورہ کا کچھ بھی ان کا یہ مطلب تھا کہ **فماذا تامرون** ان کا مقصد یہ تھا کہ اب آپ کا حکم مقدم ہے۔ ہم صرف آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ بعض مفسرین نے اس صورت میں شامل ہیں ایک یہ کہ یہ کلام فرعون کا ہے۔ وہ ان کا

www.ahazratnetwork.org

دولت سے لیا ان کے مواجہ میں اس صورت میں امر مشورے۔ 2۔ یہ کام درباریوں کا ہے واسوں سے فرعون سے ملا مع ناصحہ تقلید سے ہے بہ تسلیم امر مشورتی حکمیہ 3۔ یہ کلام درباریوں کا ہے جو ہوں سے دربار سے نکل شہریوں سے یا ہیں اے شہر باشندوں سب بتاؤ تمہاری رائے کیا ہے تب امر مشورتی رائے ہے۔ دیکھو تفسیر کبیر وغیرہ۔ **قالوا ارجہ واخاہ** قالوا کا فاعل ملا فرعون کے درباری ہیں کہ پہلے ہوں نے فرعون سے مذکورہ گفتگو کی پھر جو دی سے رائے مشورتی ہو سکتا ہے کہ قالوا کا فاعل ملا شہری لوگ ہوں کہ ہوں نے مل کر فرعون کو یہ رائے دی ہماری قرأت میں **ارجہ** ہمزہ کے ساتھ اور ہاء کے سکون سے ہے بعض قرأتوں میں **ارجئہ** ہے یعنی ہمزہ ساکنہ کے ساتھ اور ہاء کے پیش سے۔ **ارجہ** بنا سے **ارجاء** سے معنی مؤخر کرنا پیچھے کرنا۔ رب فرماتا ہے **واخرون مرجون لامر اللہ** اور فرماتا ہے **ترجی من تشاء منھن** یعنی اے فرعون اتوا کی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کہ اسیں مہلت سے دوسرے جادوگروں کو مدائن کے جادو کا ہوں سے جادو **وارسل فی المدائن حشرین** یہ عبارت معطوف ہے **ارجہ** پر اس میں دیر تک کا قصد ہیں یا یہ ہے مدائن جمع ہے مدینہ کی اس کی تحقیق میں تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ مدن سے۔ معنی اقامت ٹھہرنا مدن یمدن فتح سے ماضی مضارع ہے جیسے محمد یمحمد فتح سے مدینہ کی جمع مدائن ایسے ہی مدینہ کی جمع مدائن ہے۔ مدینہ اصل میں مدین تھا ظرف۔ لغۃ مدن بالمکان سے مدینہ معنی قبہ حکایت کی طرح جیسے معیشۃ کی جمع معائش۔ 3 مدینہ کی اصل مدن ہے معنی مقصورہ معنوب تی بادشاہت بادشاہ کی جگہ بہرحال مدینہ معنی شہر ہے مصر اور مدینہ ہم معنی ہیں۔ مدائن سے مراد وہ شہر ہیں جو مصر سے پاس آباد تھے جہاں فرعون کی سلطنت تھی۔ **حاشرین** جمع ہے **حاشر** کی **حشر** سے معنی جمع کرنا ای سے قیامت کو حشر اور قیامت کے میدان کو محشر کہا جاتا ہے یعنی اے فرعون مصر کے شہروں سے ہاتھوں میں اپنی پولیس جمع کرنے والے وہ جادوگروں کو جمع کر کے تیرے پاس لائیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں۔ **یاتوک بکل سحر علیم** اس میں بھیجنے کا مقصد کا بیان ہے یعنی تو انہیں اس لئے بھیج تاکہ وہ شہر شہر پھر کر جادوگروں کو لائے اور ذرا کر تیرے پاس لائیں۔ **علیم** کہہ کر یہ بتایا کہ چوٹی کے چنے ہوئے بڑے ماہر جادوگر لائیں معمولی نہ لائیں جو موسیٰ علیہ السلام سے مغلوب ہو جاویں۔ کل کہہ کر یہ بتایا کہ ماہر جادوگر کو چھوڑیں نہیں گھٹیا کو لائیں نہیں بڑھیا کو چھوڑیں نہیں۔ سبحان تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ اس وقت مصر میں جادو اس وقت تھے جادوگر کسی نہیں ہوتے تھے جادوگروں سے ملاقات کرنا انتظام کرنا کس چیز کی حکومت فرض ہے۔ ہاں بہت آتی ہوتی ہے۔ فرعون فلاں فلاں جادوگروں کو قائم مقام روساء مقرر کرتا ہوگا اس لئے جادوگر بہت زیادہ ہو گئے تھے۔

خلاصہ تفسیر موسیٰ علیہ السلام کے مدینہ روانہ ہونے کے بعد فرعونی درباریوں کے سردار فرعون سے مشیر کار ہیں یا فرعون سے ہوئے سے موسیٰ علیہ السلام سے اور ملک کو ہم سے مناسب رہے یہ جادو سیکھے گئے تھے سے بڑے جادوگر ہیں بڑے ماہر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ ساحرانہ کوششیں صرف اس لئے ہیں کہ تم لوگوں کو تمہارے ملک سے نکال کر خود یہاں حکمران رہیں۔ بولو اب کیا مشورہ ہے اپنے چالاک لوگوں کو اس پر گرفتار کر بحث کے بعد طے یہ ہوا کہ بھی موسیٰ علیہ السلام سے تم خود کچھ کہو ہم سیں اور ان کے مقابل مناسب ہوں ان کے حل پر رہتے دو اور مصر کے اطراف بستیوں میں بڑے جادوگر رہتے

www.alahazratnetwork.org

ہیں۔ اپنی پولیس کو تمام بڑے بڑے جادوگروں و زبردست جادوگروں کو جمع کریں اور یہاں مصر میں تمہارے پاس لے آویں مگر معمولی جادوگر کو نہ لاویں بلکہ علم جادو میں ماہر کو بلاویں۔ **واقعہ**۔ مصر کے علاقہ میں ہر ایک صوبہ میں بہت جادوگر رہتے تھے۔ ان کے تلاوہ تھے جو آپس میں بھائی بھی تھے فرعونی پولیس ان کے پاس پہنچی اور انہیں موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کی دعوت دی تو انہوں نے اس کے متعلق اپنی ماں سے مشورہ لیا اور ان سے عصاء موسوی کا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا کہ تم مصر جاؤ لیکن تحقیق بیشک اگر موسیٰ علیہ السلام نے تمہارے ساتھ بھی عصاء کیا ہو تو تم ان سے مقابلہ نہ کرنا کیونکہ وہ جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے جادو ہمیشہ جادوگر کی بیداری و ہوشیاری میں کام کرتا ہے۔ معجزہ کا مقابلہ ساری دنیا کے جادوگر نہیں کر سکتے۔ غرضیکہ یہ دونوں اپنی ماں کی یہ تعلیم لے کر مصر آئے اس کا ذکر آگے آرہا ہے (روح البیان)۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**: موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر مدین میں قیام فرمانا۔ اس سے فرعونی لوگ سمجھے کہ آپ بھاگ گئے۔ وہ سمجھے کہ آپ باہر گئے تھے جادو سیکھنے کے لئے۔ **دوسرا فائدہ** **لسحر علیم** سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اور لوگوں کا حضور ہونا نہ مکہ شریف میں رکھا نہ مدینہ شریف میں بلکہ مکہ و مدینہ کے درمیان مقام حدیبیہ میں رکھا۔ حدیبیہ سے آپ کی واپسی مکہ شریف پر ہوئی اور حضور مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے۔ آپ کی زندگی شریف میں مرد مکہ والوں کو اطلاع ہوئی۔ اس میں یہی راز تھا۔ دوسرا فائدہ یہ دیئے جاتے ہیں جس کا اس زمانہ میں زور ہو کہ مقابلہ کرنے والے آزمائش کے لئے اس کا معجزہ ہونا معلوم کریں۔ یہ فائدہ **بکل ساحر علیم** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مقابلہ میں جادو کا بہت زور تھا۔ پہلوان سے مقابلہ میں کوئی اکھاڑے میں نہ آوے تو اس کا زور کیسے معلوم ہو جب اکھاڑے میں پہلوان پچھاڑے ہوئے تب اس کی طاقت کا پتہ لگتا ہے۔

موسیٰ و فرعون شبیر و یزید
ایں دو طاقت از ازل آمد پدید

تیسرا فائدہ حضور ﷺ کی طرح ہی کی ہمت نہیں بلکہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے اول تبلیغ میں فرعون سے کہہ دیا تھا کہ تو بنی اسرائیل کو آزاد کر دے میں انہیں لے کر چلا جاؤں مگر فرعونی یہی کہتے رہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہم کو کاشتکار جو مصر میں لانا چاہتے ہیں۔ یہ فائدہ **یریدان یخرجکم** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** فرعون اور فرعونی لوگ موسیٰ علیہ السلام سے ان دونوں لفظوں سے واقف ہو گئے تھے ان میں ہمت و جرأت آپ کے مقابلہ کی نہ رہی تھی۔ یہ فائدہ **بکل ساحر علیم** سے حاصل ہوا۔ وہ آپ کی نبوت کے مقابلہ سے عاجز ہو کر ہر جادوگروں کو جمع کرنے لگے اگر اس قدر خوف دل میں نہ ہوتا تو صرف ایک جادوگر کو بلا لیتے۔ نبی کی نبوت اگر اس نبوت کے ساتھ اطاعت ہی نصیب ہو جائے تو ایمان حاصل ہو۔

اعتراضات **پہلا اعتراض**۔ یہاں وارد ہوا کہ سرداروں کی جماعت نے یہ گفتگو کی کہ یہ بڑے جادوگر ہیں وغیرہ مگر سورہ شعراء میں ہے کہ فرعون نے کہا تھا۔ یہ آیتیں میں تعارض ہے۔ **جواب** واقعہ یہ ہوا تھا کہ پہلے فرعون نے قوم کے سرداروں سے یہ کہا تھا پھر سرداروں نے اس کی تائید کرتے ہوئے یہی کہا پھر ان لوگوں نے باہر نکل کر قوم سے یہی کہا۔ سورہ

www.alahazratnetwork.org

... فرعون کا کلام نقل فرمایا اور ان سرداروں کا کلام نقل نہ کیا جو انہوں نے فرعون سے کہا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ... فرعون سے کہا تھا ... فرعون کا کلام ہے ... فرعون کا کلام ہے ... فرعون کا کلام ہے

[illegible] ہے کہ [illegible] نے [illegible] محض عقل سے تراوید میں نبی کو تولنا چاہا تو بولے کہ اس ایک سے مقابلہ میں ہزار [illegible] والی رسی سے [illegible] نے دھیل اس کے کفل کا مشاہدہ نہ کیا ایسے ہی آج جو لوگ نبی کو محض بشر کہہ کر [illegible] اللہ تعالیٰ سمجھیں وہ بھی دونوں طرح عینی میں مبتلا ہی میں رہتے ہیں۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ

اور آئے جادوگر فرعون کے پاس بولے کیا تحقیق ہمارے واسطے بدلہ ہے اگر ہوں ہم غلبہ والے

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے بولے کچھ ہمیں ملے گا اگر ہم غالب آ جائیں

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ

بولا فرعون ہے اور بیشک تم تو ہو گے اس حالت میں کہ نزدیک کیے ہوئے بولے اے موسیٰ یا تو ڈالیں

بولا ہاں اور اس وقت تم مقرب ہو جاؤ گے بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں یا ہم

اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ

آپ اور ہو جائیں ہم ڈالنے والے فرمایا موسیٰ نے ڈالو تم پس جب ڈالا انہوں نے تو جادو

ڈالنے والوں میں ہوں کہا تم ہی ڈالو جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی

النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝

کر دیا انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر اور ڈرا دیا ان کو اور لائے جادو بڑا

لگا دیں ان کی آنکھوں پر اور ڈرا دیا انہیں اور بڑا جادو لائے

تعلق اس [illegible] سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں جادوگروں کو بلانے کے مشورے کا تھا اس آیت میں جادوگروں کو بلائے جانے پر ان کے آجانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق، پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام سے حاصل بات کا تھا کہ آپ نے یہ سب کچھ تبلیغ دین کے لئے اللہ کا حکم سے یا تھا اب اس آیت میں [illegible] نے اپنی قوم کو [illegible] فرعون سے مزاحمتی لینے کے لئے اس کے حکم سے [illegible] لیے تھے۔ تیسرا تعلق، پچھلی آیت میں فرعونیوں کی [illegible] کا ذکر تھا اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ان کی شکل میں بگاڑ کا ذکر ہے۔ [illegible] فرعون جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے اجازت لے کر اپنے کرتب دکھائے۔ نتیجہ ظاہر ہے [illegible] شکست ہو گئی۔

تفسیر وجاء السحرۃ لفرعون۔ [illegible] ہے اس میں جاء سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے کہ فرعونی پوچھیں

www.alahazratnetwork.org

قالوا ان لنا لاجرا ان کنا نحن الغلبین ان حضرات کی مت ہی ماری گئی ہے کہ قوی و کمزور سے دلیل سے دلیل سے اپنے سوال کا جواب پوچھ رہے ہیں لو اجر کے معنی جزا یا معاوضہ کے ہیں یہ لوگ فرعون سے اس کی آمد و رفت کا خرچہ اعانتاً نہ دینا تھا بلکہ جو مانگتے ہوں یا مدعا ہوں اجرت طے کر لیتے تھے اللہ فرماتا ہے کہ ان سے اجرت کا مطالبہ کرنا ان کی شان کے خلاف ہے ان کی شان تو یہ ہے کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اللہ کی راہ میں لٹا دیں اور اس کے بدلہ میں اللہ سے اجر عظیم کے طلبگار ہوں۔ **ان کنا نحن الغلبین** اور تیری جماعت کا کیا حال ہے۔ **وما اکرھتنا علیہ من السحر** اس آیت میں معارض کہتے ہیں کہ تحقیق کی یہ تحقیق نہیں ہے۔ **قال نعم و انکم لمن المقربین** فرعون کا یہ قول ہے جس میں اعلام کے علاوہ ان کی عزت و بڑائی کا بھی وعدہ ہے۔ جی ہاں تم تو خاص میرے قریب کی بیٹھک میں بیٹھو گے تمہیں میرے دربار میں پہلے پہلے جگہ ملے گی تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے اللہ کی شان ہے کہ رب سے فرعون کی ہاں سے ہاں ملا رہے ہیں۔ **قالوا یموسی اما ان تلقی** یہ دوسرا جملہ ہے جو پہلے جملہ سے الگ ہے اس میں ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی ہے کہ پہلے آپ ہی اپنا کرتب دکھائیں گے یا ہم دکھائیں۔ **یاکلیم اللہ** اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلیم کا لقب عطا فرمایا ہے اور اسی کا حوالہ دے کر اللہ کے حضور میں دعا کرنے کی درخواست کی ہے۔ **لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا** آپ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا ہے اور ہمارے پاس عصا نہیں ہے اس لئے وہ ہم پر غالب آ گئے ہیں اس لئے انہوں نے پہلے شروع کی کہ مقابلہ صرف عصا کے معجزے کا ہے اور یہ عصا ہی ہے جو ان کے پاس ہے اور ہمارے پاس نہیں ہے اس لئے ہم ہار گئے ہیں اور وہ جیت گئے ہیں اور ہم ان کے غلام بن گئے ہیں اور ہمیشہ ان کی خدمت کرتے رہیں گے۔

www.alahazratnetwork.org

چیسے کہ دریا پار کرنا، اسے والے معجزے عصا کا دریا پر مارنے والے معجزے یدبیضا کا ذکر نہیں کیا۔ بعض معجزات کا تعلق ظاہری حس سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق باطنی حس سے۔ عصا پہلی قسم کا معجزہ تھا، یدبیضا دوسری قسم کا چونکہ یہ معجزہ صرف موسیٰ علیہ السلام ہی کا تھا اس لئے یہاں سے صرف آپ سے خطاب ہے۔ حضرت ہارون سے خطاب نہیں۔ اس وقت نظارہ یہ تھا کہ بڑا عظیم میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ لاکھوں فرعون کے اپنے رعایا ان کے تخت و کرسیوں پر تھے۔ ایک طرف تماشائیوں کا ہجوم۔ مقابلہ میں ان ہزار ہا جادوگروں کا مجمع اور اس طرف یہ دو بھی بھائی خدائی ایک طرف یہ دونوں بھائی ایک طرف۔ فصل الی ان دونوں کے شامل حال تھا اور یہ گھبرا رہی تھی۔ **واما ان نکون نحن الملقین** یہ عبارت معطوف ہے **اما ان تلقی** پر۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے صرف یہ لاٹھی پھینکنے والے تھے۔ اس لئے وہاں تنگی نہ تھا اور یہ جادوگروں سے اس کلام کا مقصد یہ تھا اس میں گھبراہٹ ہے۔ حقیر کے نزدیک قوی یہ ہے کہ جادوگروں نے طور تواضع حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو پہلے ہم اپنا کرتب دکھائیں ورنہ آپ ہی پہلے معجزہ ظاہر فرمائیں۔ اس عاجزانہ گفتگو میں دو نکتے قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ جادوگروں نے جو دو باتیں کہیں ان سے ایک یہ بھی ہے اس لفظ سے رب سے ان کا شک **قال القوا** موسیٰ علیہ السلام کا جواب ہے جس میں انہیں اولاً جادو دکھانے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ ان کا جادوگروں کا کفر ظاہر ہو۔ لہٰذا یہ فرمانا نہیں بلکہ اس کا توڑ ہے۔ جادو توڑنے کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ پہلے کمال کا ظہور کرنے سے اس سے تیسری بات پوچھنا بالکل جائز ہے۔ اگر پہلے عصا ڈال دیا جاتا تو وہ شان ظاہر نہ ہوتی جو بعد میں ڈالنے سے ظاہر ہوئی کہ سارا میدان سانپوں سے بھر گیا تب سانپ نے ان سب کو نگل کر دریائے النیل سے یہاں فرمایا۔ بعض احادیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے اپنے غیبی عطا سے **بل انتم القوا** یا **ولیا اللہ** سے اللہ والے ہیں پہلے ڈالو۔ تب آپ نے یہ فرمایا **معاذ اللہ** کافر ہو مگر ولایت اللہ کے چکر میں آپ سے ہو وہ جادوگر یہاں فرعون سے مال پانے کے لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ولایت اپنے پانے آئے تھے۔ غرضیکہ موسیٰ علیہ السلام کی اس عبارت میں رضا الٰہی تھا۔ **فلما القوا سحروا اعین الناس** اس فرمان ربانی میں جادوگروں کے جادو کے اثر کا ذکر کیا کہ انہوں نے اپنے پھینکے ہوئے رسیوں یا لاٹھیوں میں حقیقت نہ بدلی بلکہ ہاتھ پھیری سے لوگوں کی نگاہوں پر اثر ڈال دیا کہ لوگوں کو دوڑتے سانپ محسوس ہوئے۔ اس طرح کہ سارا میدان ان موٹے پتلے سانپوں سے بھر گیا۔ ناس سے مراد فرعونی لوگ اور تماشائی ہیں دوسرے مقام پر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی سانپ ہی محسوس ہوئے فرمایا **یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی** ان کے جادو سے موسیٰ علیہ السلام کو بھی محسوس ہوا کہ یہ سانپ ہیں حالانکہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں تھیں۔ تماشائیوں کو تو تماشا تھا کہ بیل لمبا چوڑا تھا جادوگروں نے اپنے رسیوں یا لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھا دیا تھا۔ میدان میں کسی نے پارہ بھر دیا تھا کہ وہ حرکت کرنے لگا۔ اس سے یہ سب دوڑتے ہوئے سانپ دکھائی دینے لگے۔ **واسترھبوھم** پچھلی آیت میں لوگوں کی آنکھوں پر اثر ڈالنے کا ذکر تھا اس عبارت میں ان کے دل پر اثر ڈالنے کا ذکر ہے۔ جادوگروں نے لوگوں کو ڈرا دینے یعنی لوگوں پر ظاہر ہوا اس کا ذکر دوسری آیت میں ہے **واوجس**

www.alahazratnetwork.org

فی نفسہ حیفتہ موسیٰ تو آپ کو سانپوں سے خوف ہوا یعنی عجز اور جادو کے مٹنے کا اندیشہ ہوا **وجاءو بسحر عظیم** اللہ اکبر جب رب تعالیٰ ان کے جادو کو عظیم فرما رہا ہے تو غور کرو کہ انہوں نے کیا جادو کیا ہوگا۔ روایات میں ہے کہ یہ لوگ تیس ہزار تھے ہر ایک کے ہاتھ میں رسیاں اور لکڑیاں تھیں جو سب سانپ محسوس ہو رہے تھے سارا میدان ان مصنوعی سانپوں سے بھر گیا تھا۔

خلاصہ تفسیر چنانچہ فرعونیوں نے پورے مصر کے علاقہ میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے پھیل گئی اور بہت سے ہر ہر ملک کے جادوگروں کو فرعون کے پاس لے آئے۔ جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ تو بتا اگر ہم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے تو یا ہم کو تیری طرف سے علاوہ تنخواہ اور صلہ اور عزت کے کچھ انعام بھی ملے گا۔ وہ خوش سے ہوا کہ یہ تو کہتے ہو۔ مگر کو بہت بھاری انعام بھی ملے گا اس کے علاوہ تم کو رہنے دوں گا بھی دلواؤں گا کہ تم سب میری بارگاہ میں مقرب ہو جاؤ گے۔ میرے دائیں ہاتھ میری پریوں سے خاص نمبردار ہو جاؤ گے تم کسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کر دو چنانچہ تعالیٰ نے ان کا وقت اور دن اور وقت صبح کا مقرر ہو گیا اس مقابلہ کا اطلاع ہو گیا اور فریقین وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔ اس میدان کے اور گرد و پیش کے فرعونی لاکھوں تماشائی دیکھنے والوں کا ہجوم ہو گیا اور ایک طرف یہ دو بھائی تنہا ہو گئے۔ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ چاہیں تو پہلے آپ پھینکئے اور اگر ہم کو اجازت دیں تو پہلے ہم پھینکیں۔ آپ نے جادوگروں سے فرمایا کہ پہلے تم ہی اپنی چیزیں پھینکو چنانچہ انہوں نے یہ چیزیں میدان میں پھینکیں تو ہمارے فرعونیوں اور تماشائیوں کی نظر بندی کر دی۔ سب کو یہ معلوم ہوا کہ سارا میدان چھوٹے بڑے سانپ بنا رکھا دیا۔ سب کو ڈرا دیا بھاری جادو دیا کہ لاکھوں مرد و عورت میدان سانپوں سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ سانپوں کا سمندر لہریں مار رہا ہے۔

فائدہ ان آیات سے چند امور حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** کفر کی کافر سے پس پشت رہا ایمان مل جانا ہے۔ یہ فائدہ **جاء السحرۃ فرعون** سے حاصل ہوا کہ جادوگر آتے تھے کافر فرعون کے پاس مگر ایمان لے کر دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عاص اور ابن عاص رضی اللہ عنہما حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ارادہ میں پہنچ کر حضرت عمر کرے تو ہر جگہ کہہ دیتا ہے۔ فرعون سے موسیٰ علیہ السلام تو اپنی گود میں پالا کہ رہا ہے۔ یہ رب کی بے یاری۔ **دوسرا فائدہ** کفر اللہ تعالیٰ کافر کے مرنے تک قبول ہوتا ہے دوسرے کسی سے درست فرمایا ہے۔ یہ فائدہ **وانکم لمن المقربین** سے حاصل ہوا کہ فرعون سے جادوگروں نے کہا تھا کہ تم مقرب بارگاہ ہو جاؤ گے۔ رب نے ان فرعون سے پہلے اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا۔ **تیسرا فائدہ** کفر اور کافر کی ذلت و رسوائی پامالی اور بے عزتی سے ہوتی ہے کہ ابھی کفر سے توبہ کی ہے ابھی کفر ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ **اما ان تلقی** سے حاصل ہوا کہ ان کافر جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ اللہ کا غلبہ دیکھا مومن ہو گئے اور مومن جادوگر بلا تامل حضرت موسیٰ سے پہلے ہی کفر سے توبہ کر لیتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ** کفر و حرام کو باطل کرنے کے لئے کفر کے حرام کرنے کی اجازت دینا یا اجازت دینے کا فائدہ القوت سے حاصل ہوا کہ جادو حرام ہے یہی فائدہ **القوا** کا ہے مگر موسیٰ علیہ السلام سے اس کی اجازت دلوا کر باطل فرعون سے کہلوانے سے ہم کو یہ مسئلہ سمجھ میں آیا کہ تو اسلام پر اعتراض کرتا کہ میں اس کا جواب دوں یہ عبارت

www.alahazratnetwork.org

باطل جادو ہے۔ پانچواں فائدہ: اس جادو میں حقیقت کچھ نہیں ہوتی محض نظربندی ہوتی ہے جو تھوڑی دیر ہوتی ہے۔ یہ فائدہ **سحروا اعین الناس** سے حاصل ہوا کہ لوگ سمجھے کہ اس میں جادو کیا جا رہا ہے۔ واقعہ میں ایسا ہوتا ہے۔ حضور کے جادو سے واقعی چاند کے ٹکڑے ہو گئے تھے، محض نظربندی نہیں تھی۔ چنانچہ مکہ والوں نے حضور سے کہا تھا کہ اگر آپ واقعی نبی ہیں تو ہمیں ایسا معجزہ دکھائیے جو آج کل ہم نہ دیکھ رہے ہوں۔ حضور نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر سے ہو کر گزرا۔ دوسرا نیچے سے۔ ہر ایک نے یہی سمجھا کہ چاند میں ایک ٹکڑا میرے اوپر سے گزرا ہے۔ یہ خلق کی آنکھ کا جادو تھا۔ اسی طرح جادوگروں نے جو رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی تھیں وہ بھی سانپ نہ تھیں۔ محض نظربندی تھی۔ چھٹا فائدہ: **واسترھبوھم** سے حاصل ہوا کہ جادوگر لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اپنا کام نکالتے ہیں۔ پھر لوگوں سے پیسہ پیسہ بھیک مانگتے ہیں۔ ساتواں فائدہ: **بسحر عظیم** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ جادو کے زور کا تھا۔ آپ کو بھی اسی قسم کا معجزہ دیا گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا۔ انہیں اندھے کو زخموں کا اچھا کرنا مردے زندہ کرنے کا معجزہ عطا ہوا۔ ہمارے حضور کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا۔ حضور کو قرآن کا معجزہ خصوصی عطا ہوا۔ یہ فائدہ تفسیر کبیر نے بیان فرمایا۔ **ساتواں فائدہ:** اس معجزات کا مقابل جادو ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جادو سچ مچ کا ہوتا ہے۔ محض نظربندی نہیں ہوتی۔ اس پورے واقعہ سے حاصل ہوا کہ جادو کا علاج جادو سے ہو سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جادو باطل ہے۔ اس کی ہستی قرآن کریم کے خلاف ہے۔ یہاں تفسیر روح المعانی نے بیان کیا کہ جادو کفر ہے۔ اور سچا جادو ہمیشہ باطل رہتا ہے۔ نئی ایجادیں اس میں داخل نہیں ہوتیں۔ ہاں نئی ایجادات جنگ میں کام آ جاتی ہیں اور محفوظ رہتا ہے۔

اعتراضات ان جادوگروں نے اجرت کے لئے مالک ہونے کی شرط کیوں لگائی کہ **ان کنا نحن الغلبین** اجرت تو کام کی ہوتی ہے۔ کامیابی اور طبیب کی دوا سے مریض کو آرام نہ ہو تو بھی اسے فیس اور دوا کی قیمت ملتی ہے۔ **جواب:** مفسرین نے اس اعتراض کے کئی جواب دیئے ہیں۔ آسان تر جواب یہ ہے کہ یہاں اجرت سے مراد عمل جادو کا معاوضہ ہے جو عام طور پر ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ جادوگر اپنا کام مفت بھی کر دیتے ہیں۔ جادوگر اپنا کام مفت کر دیتے تھے۔ مزدوری نہیں لیتے تھے۔ وقت پر مزدوری مانگی۔ اس پر انہوں نے پوچھا مگر ہمارے لئے انعام بھی ہے گا یا نہیں۔ دوسرا اعتراض: یہاں اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے اپنے غلبہ میں شک کیا۔ حالانکہ ان سے پہلے رب فرما چکا ہے۔ **وقالوا بعزۃ فرعون انا لنحن الغلبون** تم ہی غالب رہو گے۔ **جواب:** اس اعتراض کا جواب اسی آیت سے معلوم ہو چکا ہے کہ انہیں اپنے غلبہ کا یقین تھا۔ شک نہ تھا۔ یہاں اس آیت میں شک والی جو بات کہی ہے وہ تمہاری نہیں۔ وہ آیت میں یقین والوں کا قول ہے۔ دونوں آیتیں درست ہیں۔ تیسرا اعتراض: اس سے معلوم ہوا کہ جادوگروں نے خوشی اور رغبت سے جادو کیا۔ انہیں اس پر اکراہ نہ تھا۔ حالانکہ دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ جادوگر فرعون کے مجبور کرنے سے ہی ناچار اس سے جادو کرنے

www.alahazratnetwork.org

۔۔۔ **لیغفر لنا خطایانا وما اکرھتنا علیہ من السحر** اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ بخش دے اور وہ جادو بھی جس پر تو نے ہم کو مجبور کیا۔ آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: اس اعتراض کے جواب دو ہیں۔ ایک یہ کہ ان جادوگروں میں سے اکثر لوگ تو مقابلہ سے خوش تھے مگر بعض سمجھدار لوگ بالکل ناخوش تھے جس کو پتہ لگ گیا تھا کہ عصا جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا یہ بعض خوشی دلوں سے ظاہر ہے۔ سورہ طٰہٰ میں مجبور لوگوں کی دوسرے یہ کہ سورہ طٰہٰ کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تو نے ہم کو جادو دیکھنے میں پیشہ کرنے پر مجبور کیا یعنی ہم نے آج تک جادوگری کا جرم پیشوائی سے نہیں بلکہ تیرے مجبور کرنے پر۔ اللہ ہمیں معاف کرے۔ چوتھا اعتراض: فرعون نے جادوگروں کے ہاتھ پیر کیوں کٹوائے قرآن میں ہے ہو جاؤ گے۔ ان کے سوال کا جواب تو صرف **نعم** یعنی ہاں کہنے سے ہو چکا تھا **جواب** اس کا مقصد یہ تھا کہ تو مجھ سے صرف دولت مانگ ہو مگر تم کو دوست بھی دوں گا عزت بھی۔ میرے قرب میں تمہاری عزت ہے۔ پانچواں اعتراض: قرآن نے کہا کہ پچھلے دنوں میں بی بی کو نام لے کر پکارنا جائز تھا ہمارے دین میں حضور کو نام شریف سے پکارنا حرام ہے مگر بعض لوگ اپنے مکانوں مسجدوں کتابوں میں لکھتے ہیں یا فقیر محمد اور مولانا محمد نے لکھا ہے۔ تو کیا سلطان عالم یا محمد بخش بھی حرام ہونا چاہئے۔ **جواب** حضور اور رسول شریف سے پکارنا حرام ہے۔ لکھنا حرام نہیں۔ آیت کریمہ میں **لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا** ہے **لا تجعلوا کتابۃ اسم الرسول** نہیں۔ یہ یاد رکھنا پڑھنے والے پر لازم ہے کہ جب اس لفظ کو پڑھے تو محمد پڑھے یا رسول پڑھے۔ یہ علم اس اشعار کا ہے جس میں یا محمد بلکہ جن دعاؤں میں یا محمد لکھنا ہو وہاں بھی یہ علم ضروری ہے۔

کہ ان دعاؤں میں بھی یا رسول احمد لکھنے اور پڑھنے کے احکام میں فرق ہے۔ کبھی لکھا جاتا ہے پھوٹا پڑھا جاتا ہے۔ دیکھو **الم الر المص** میں کہا گیا اور پڑھتے ہیں **الف لام میم یا الف لام را یا الف لام میم صاد** اور لکھنے میں آتا ہے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھتے ہیں **بسم اللہ کاف الف لام میم** کیوں ہی الرحیم کا الف لام پڑھنے میں نہیں آتا۔ اسی طرح یا محمد لکھنا درست ہے پڑھنا کہنا درست نہیں۔ پڑھنے میں ٹھہرا بھی پڑھے۔ کتاب میں تو پڑھائی کی رہبری کے لئے ہے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جادو کی حقیقت نہیں صرف خیال اور نظربندی ہے حالانکہ دوسری آیت سے معلوم ہوا **سحروا اعین الناس** بہت ضروری۔ اسلامی فرقوں میں معتزلہ جادو کے منکر ہیں یہ اعتراض ان کا ہے۔ ان کی دلیل یہی آیت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جادو صرف خیال ہی چیز ہے۔ **جواب** اس آیت میں اس کا ذکر نہیں۔ فرعونی جادوگروں نے جو جادو کیا وہ نظربندی تھا اس میں یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ہر جادو نظربندی ہوتا ہے ہم پہلے پارہ کی تفسیر **یعلمون الناس السحر** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ جادو کی کچھ قسمیں ہیں جن میں سے خیال جادو اور شعبدے کی حقیقت کچھ نہیں اس میں صرف جادو کی چالاکی ہوتی ہے۔ باقی قسموں کی حقیقت ہے۔ لبید اس اعصم اور اسی یہودیوں نے حضور پر جادو کیا اس جادو کی حقیقت تھی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے کھجور کے درختوں کے پھول کاٹ ڈالے گئے ہیں گے تو یہود نے آپ پر جادو کیا ان سے آپ بہت جلد بیمار ہو گئے۔ دیکھو روح المعانی) ساتواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جادوگروں سے تماشائیوں اور حاضرین کو ڈرنا۔ موسیٰ علیہ السلام اس ڈر سے محفوظ رہے مگر قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے **واوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی خوف ہوا۔ ان آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی فن کے معمولی ساتھیوں

www.alahazratnetwork.org

سے خوف ہوا۔ فرعونیوں کا خوف کی محسوس نہیں ہوا۔ فرعونیوں اور تماشائیوں کا خوف سب کو محسوس ہوگیا اس لئے **واسترھبوھم** فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوا۔ **اوجس فی نفسہ** انہوں نے دل میں خوف چھپا۔ دوسرے یہ کہ تماشائیوں کو تو اس سانپوں سے ایسا خوف ہوا مگر موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف ہوا کہ اب میرا معجزہ ثابت نہیں ہوگا کہ میرا عصا بھی سانپ بنے گا اور ان دونوں سے بھی سانپ ہی بنا دیئے۔ لہٰذا ان دونوں خوفوں میں فرق ہو۔ **آٹھواں اعتراض** اللہ تعالیٰ نے جادو کو عظیم کیوں فرمایا جب کہ رب تعالیٰ کی تو یہ شان ہے کہ اس دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں کو حقیر و قلیل فرمایا کہ فرمایا **قل متاع الدنیا قلیل** اور فرمایا **وما الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا متاع** تو چند سانپوں کو عظیم فرمانا کس دلیل سے صحیح ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ ہے کہ وہ جادو دیکھنے والوں کی نظر میں عظیم تھا۔ جادوگروں نے ایک بڑا اژدہا جادو سے فن سے دھوکے سے بڑا خانہ کر لنگہ کے نزدیک بہت چیزیں دنیا والوں کی نظر میں معمولی ہوتی ہیں مگر اللہ کے نزدیک عظیم ہوتی ہیں۔ دیکھو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت لگانا اس وقت کے منافقوں کی نظر میں معمولی بات تھی مگر اللہ کے نزدیک عظیم گناہ تھا۔ فرمایا **تحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم** بعض چیزیں اس دنیا میں دنیا والوں کی نظر میں بہت ہی عظیم اور بڑی ہوتی ہیں مگر رب کے نزدیک حقیر جیسے دنیا اور دنیا کی چیزیں دوسرے یہ کہ جادوگروں نے اپنے جادو کو اللہ کے نزدیک بھی عظیم الشان تھا کہ اس کے ذریعہ اتنے سب سے جادوگروں کو یہاں تک کہ فرعون جیسے بادشاہ کو بھی موسیٰ علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام کا جادو بھی عظیم ہوا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو عظیم فرمایا **وقدیہ بذبح عظیم** حالانکہ وہ ذبیحہ صدہا درجہ میں زیادہ میں تھا مگر چونکہ اس جناب کے ہاتھ سے سنت خلیلی ادا عظیم ہوا۔

تفسیر صوفیانہ۔ فرعونیوں نے سمجھا تھا کہ تاخیری تدبیر سے تقدیر بدل جائے گی تو وہ ہوئے **ارجہ واخاہ** حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دو مگر ہوا وہ جو رب تقدیر نے چاہا کہ یہ مقابلہ فرعون کی ہمت ٹوٹ جانے جادوگروں کو یہاں مل جانے کا ذریعہ بنا۔ فرعون کی تباہی کا پیش خیمہ ہوا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔

ہونے والا ہوتا ہے جب کوئی کار
غیب سے ہوتے ہیں اسباب آشکار

چونکہ ان جادوگروں کو ان کی ہمت سے زیادہ ایمان ملنے والا تھا اس لئے ان میں موسیٰ علیہ السلام کے ادب و احترام کی توفیق ملی۔ ورنہ ان کی تقدیر پلٹ جانے کا ذریعہ بنی۔ انہوں نے جناب کلیم اللہ سے اجازت مانگ کر جادو ڈالا ان کے جادو سے لوگوں کی آنکھوں پر جو پردے پڑے تھے جادوگروں کی آنکھوں سے پردے اٹھ گئے اسی لئے یہاں **اعین الناس** ارشاد ہوا کہ لوگوں کو جادو طاری ہوا جادوگروں پر جادو طاری نہ ہوا۔ ان وجوہ سے رب تعالیٰ نے اس جادو کو سحر عظیم فرمایا کہ یہ عظیم الشان انعام کا ذریعہ بنا۔ ان سے زیادہ ہزاروں جادوگروں سے رنگ آوروں پر غالب ہونے والی تھی فرعون کثیر تھے جادوگر عظیم و کثیر ہوں کلام کی سے ریم کی۔ وہ تھے ہے معظم اکرم جو دانا مجموعہ تھی۔

www.alahazratnetwork.org

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ۚ

اور وحی بھیجی ہم نے طرف موسیٰ کے یہ کہ ڈال دے تو اپنا عصا پس اچانک وہ نگلنے لگی وہ جو گھڑتے تھے

اور ہم نے موسیٰ پر وحی نازل کی کہ اپنا عصا ڈال دے۔ یکایک وہ سانپ بن کر ان کے بناوٹی سانپوں کو نگلنے لگا

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ۚ

پس ثابت ہو گیا حق اور باطل ہوا وہ جو کرتے تھے وہ لوگ۔ پس مغلوب کیے گئے وہ اس جگہ اور لوٹے ذلیل ہو کر

تو حق ثابت ہوا اور باطل ہوا وہ جو وہ کرتے تھے۔ اور وہاں وہ مغلوب پڑے اور واپس ہوئے ذلیل ہو کر

وَ اُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۔ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ رَبِّ

اور ڈالے گئے جادوگر سجدہ میں کہنے لگے ہم ایمان لائے رب سارے جہانوں کے رب پر جو

اور جادوگر سجدے میں گر پڑے کہنے لگے ہم ایمان لائے سارے جہانوں کے رب پر جو

مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۟

اور ہارون کے رب پر

ہے موسیٰ اور ہارون کا

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے دو طرح ہو سکتا ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں جادوگروں سے رب تعالیٰ کے مقابلہ کا ذکر تھا۔ اس کے بعد ان کے مقابلہ کا ذکر ہے گویا اس کے دو حصے ہو گئے اب اس دوسرے حصہ کا پہلے حصہ سے تعلق ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں جادوگروں کے ایمان کا ذکر تھا اب اس ایمان کا سبب بیان ہو رہا ہے کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھا۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں جانے والے فرعونیوں کا ہے کہ جادوگروں کے ایمان لانے سے بھاگ جانے والوں سے اور ان سے بھی زیادہ فرعون پر وہ جانے والے کہ وہ رہا ہے کہ جانے والے فرعونیوں کا ایمان لانے والے جادوگروں کے ایمان کا ذریعہ بن گئے۔

تفسیر **واوحینا الی موسیٰ** ظاہر ہے کہ یہاں وحی سے شرعی وحی مراد ہے یعنی بذریعہ جبریل علیہ السلام پیغام اور حکم بھیجا یہ وحی بعض اوقات انبیاء کرام علیہم السلام کی دوسری طرح کی ہوتی ہے وہ بھی شرعی ہو جاتی ہیں جیسے خواب میں دیکھنا یا الہام ہونا یا کسی فرشتہ کا بات کرنا یا کسی رب کی طرف سے کوئی بات پڑھا دینا۔ وحی مقامی یعنی وہ وحی جو خواب میں دیکھی **فاذا هی تلقف** یہ ضمیر ہے تلقین وحی کی طرف لوٹ رہی ہے **قلب قوسین** یا وحی **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** یہاں سے تین رب کا ہے یہاں پہلی دو ضمیروں میں سے کوئی وحی شرعی یا الہامی پر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وحی کی آپ کو ہوئی۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو ہوئی **الق عصاک** یہ جملہ مستانفہ ہے یا ہو سکتا ہے کہ یہ بیانیہ ہو اور یہ عبارت تو جیسا کہا ہوا القاء ہے

www.alahazratnetwork.org

مرلو وی یا لمبا پھینا ہے جو اظہار معجزہ کے لئے ہو تا تھا جس سے وہ سانپ بن جاتا تھا۔ عصا کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملکیت کی ہے یا قصہ کی یاد دلوں کی۔ حیران رہ گئے کہ ایک بار تو لاٹھی سے سانپ آپ نے فرمایا گیا تھا۔ **القھا یموسی** اے موسیٰ اپنی لاٹھی پھینکو اور دوسری بار آج فرمایا گیا **الق عصاک** کہ تمہارا سانپ بنانا دکھانا مقصود تھا اور آج یہاں یہ دکھانا ہے کہ یہ سانپ بن کر کھا بھی سکتا ہے۔ آج سے پہلے جتنے کلیم اس نے کھائے تو نگلے تھے۔ اسی لئے آپ کو آج پھینکنے میں پس و پیش تھا۔ خیال فرما رہے تھے۔ عصا بھی سانپ بنے گا اور جادوگروں نے بھی سانپ بنا دیئے ہیں پھر میرا عصا کیسے معلوم ہو گا۔ **فاذا ھی تلقف ما یافکون** اس سے پہلے دو عبارتیں پوشیدہ ہیں اور وہ کی ف فصیحہ ہے۔ یعنی **القاھا اور صارت حیۃ فاذا** کے معنی ہیں اچانک یہ فرق یا شرطیہ نہیں بلکہ مفاجاتیہ ہے۔ اس سے پہلے کو دو عبارتوں کا پوشیدہ ہونا بتانے کے لئے ہے۔ تلقف سے بہت ہی جلد بہت ہی پھرتی سے عصا شریف پھینکا۔ تلقف بابِ تفعل سے ثقف سے۔ ثقف اور لقمان دونوں کے معنی ہیں بہت ہی جلد جلد کھانا گویا یہ چبانا ویسے ہی نگل جانا اس لئے یہاں **تلقف یا تبتلع** ارشاد نہ ہوا چونکہ جادوگروں نے بہت قسم کے سانپ بنائے تھے۔ موٹے پتلے چھوٹے بڑے رسوں کے بانسوں کے ہوں کے اس لئے یہاں تلقف ہی بڑی عمارت ارشاد ہوئی۔ حیات نے فرمایا۔ **یافکون** مانا ہے **افک** سے۔ یعنی الٹا کر دینا تہمت اور جھوٹ کو **افک** کہتے ہیں کہ اس میں بات الٹی رکھ کر واقعہ کے خلاف بتائی جاتی ہے۔ یعنی عصا سانپ بن کر ان کی ساری بناوٹی چیزوں کو ایک ایک کر کے جلد جلد چبانے لگا۔ یہ مقابلہ اسکندریہ میں ہوا۔ آپ کے سانپ کی دم دریا میں تھی منہ اس میدان میں تھوں میں اس نے سارا میدان صاف کر دیا پھر اپنی جانب لپٹا سمیٹ کر قوم فرعون کی طرف رخ کیا۔ ان میں بھگدڑ مچی تھی کہ پچیس ہزار آدمی کچل کر مرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے اٹھایا تو پھر لاٹھی کی لاٹھی تھی۔ یہ مشہور ہے کہ ایک لمبی قد والا شخص ہو اس نے جادوگروں سے سوچا۔ یہ بھی جادو ہے تو ہمارے سینکڑوں من رسے کہاں گیا اور ان کے دلوں میں اللہ کی شان موسیٰ علیہ السلام کی عظمت نے کس کس طرح گھر کر لیا ہو۔ **فوقع الحق** یہاں وقع ظہور و تبین ہے۔ حسن مجاہد فرماتے ہیں تحریر حق سے مراد یہ تو عصا کا اژدہا بننا یا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت یا اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی وحدانیت ہے یا یہ سب کچھ حق کی طرف موسیٰ علیہ السلام دعوت دیتے تھے چونکہ عصا کے ان سب چیزوں کو نگلتے ہی ان سب کا ثبوت ہو گیا تھا اس لئے یہاں یہ ارشاد ہوا۔ یعنی یہ واقعہ ہوتے ہی حق ظاہر ہو گیا۔ حق کے بہت معنی ہیں۔ سچی اور اصل چیز، ثابت شدہ قوی وغیرہ تو ہم بہاریاں پڑھتے ہیں۔ **وبطل ما کانوا یعملون** یہ عبارت معطوف ہے توقع پر یہاں بطلان سے مراد ہے بطلان کا ظہور چونکہ جادوگر یہ شعبدہ بازیاں ہر عصر میں رہتے تھے اس لئے **کانوا یعملون** ارشاد ہوا یعنی جادوگر عرصہ سے جو کرتب دکھا رہے تھے آج ان سب کا باطل و جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا۔ سب کو دن کا نکل آیا۔ رات بھر جو چیز چھپی رہی آج کھل گئی **فغلبوا ھنالک وانقلبوا صغرین** یہ عبارت معطوف ہے **بطل** پر۔ خیال رہے کہ **غلبوا** اور **انقلبوا** دونوں کی ضمیریں فرعون اور اس کے ہمراہیوں کی طرف ہیں کہ وہی لوگ مغلوب ہوئے وہی لوگ وہاں سے بھاگے ہوئے وہی ذلیل ہوئے۔ رہے جادوگر تو آج سارے فرعونیوں پر غالب آگئے اور وہ حضرات اسی جگہ سے نہ بھاگے نہ ذلیل ہوئے آج اسی یہاں ہی ایمان اور شہادت عظمیٰ کی نعمتیں پائیں۔ **ھنالک** سے مراد یہی مقابلہ کا میدان ہے۔ لوٹنے سے مراد ہے یہاں سے بھاگ جانا۔ ان کا

www.alahazratnetwork.org

موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ میں ناکامی سے ہونا یہ اس کی معلومیت کو ذلت ہے یعنی سارے فرعونی اسی جگہ مغلوب ہوئے اور یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر اپنے گھروں میں ہوئے۔ تو ہر جادوگروں کا یہ حال ہوا کہ **وَالْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ** یہاں **اُلْقُوْا** شاذہ ہوا بلکہ فرمایا گیا یعنی جادوگر خود سجدے میں گر گئے بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے گرائے گئے کہ ان کے سجدے ایمان و غیرہ کی توفیق اسی سے ان کے سر توفیق الٰہی کے تحت تھے اسی نے گرایا **اَلسَّحَرَةُ** مرد کی ستر یا ستر ہزار جادوگر تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آئے تھے جیسا رہے کہ جادوگروں کا سجدہ و توفیق ایمان ملنے سے شکر فاقہ دبدبہ معلومیت کے شکر کا یہ معلومیت ان کے یہاں کے رعیتی، اظہار اطاعت کا یا انکسار و فداری کا ہو یا تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف انہوں نے سجدہ کیا یا بیت المقدس کی طرف یا جس طرف رخ ہو گیا ادھر ہی گر گئے یہ سجدہ و صوتی سجدہ وقت رفع وغیرہ قیدیوں سے آزاد کی طرح اس سجدے میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى** نہ کہا گیا ہمارے اسلام میں بھی سجدے بہت قسم کے ہیں۔ سجدہ نماز، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت، سجدہ شکر، سجدہ دعا، سجدہ معصیت اور بعض وقت سجدہ میں جانا ہونا ضروری نہیں ہوتا جیسے ہمارے نوافل میں جیسی نماز میں قبلہ رو ہونا ضروری ہے مگر بچہ کے کان میں اذان دینے میں یہ شرط ضروری نہیں **قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** حق یہ ہے کہ ان جادوگروں نے سجدے سے سر اٹھا کر یہ نہ کہا بلکہ سجدے میں گرتے ہی یہ کہا ہاں ہاں کامل ایمان تھا اور یہ قول ان کا قولی ایمان ہے یہ دونوں فعل و قول نے ایمان کا ثبوت کیا ان سے قبل میں پڑے پڑے چیخ چیخ کر یہ نہ ایک بار بلکہ بار بار کہا ان کی اس پکار سے میدان گونج گیا۔ اللہ کی شان تھی کہ میدان مقابلہ میدان طاعت اور میدان عصیان ایمان بن گیا ان لوگوں نے **اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ** کہنے کو توحید سے ملت کہیں تھی ایمان سے ملتی ہے ہمارے ہاں تو توحید کی دعوت دیتے کہیں آئے یہاں کی دعوت دیتے آئے ہیں۔ توحید تو شیطان اور بعض اعرابی کا مذہب ہے۔ ان جادوگروں نے اللہ تعالیٰ کو عالمین کی ربوبیت سے جانا پھر اسمیں جبریل آیا تو یہ معرفت یہاں سے لے لی ہیں یہ شاید فرعون کہہ دے کہ رب العلمین تو میں ہی ہوں تو فرمایا اس حالت میں کہ **رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ** یہ عالمین میں سے ہیں شاید فرعون کہہ دے کہ میں ہی موسیٰ علیہ السلام کا رب ہوں کہ انہیں میں نے پرورش کیا ہے تو ساتھ حضرت ہارون کا نام لیا ان کے متعلق فرعون یہ نہیں کہہ سکتا تھا جادوگروں کا مقصد یہ تھا کہ رب العلمین وہ ہے جو حضرت موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ ہمارے اللہ تعالیٰ کا رب العالمین ہونا ان دونوں کی زبان سے جانا بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ ان کی یہ شان ہے کہ رب تعالیٰ عالمین کا بھی رب ہے عالمین کو ربوبیت عامہ سے پالنے والا موسیٰ و ہارون کو ربوبیت خاصہ سے پالنے والا یہ عالمین میں موسیٰ و ہارون علیہم السلام بھی داخل تھے مگر چونکہ ان کی شان خصوصی تھی اس لئے ان بزرگوں کا نام خصوصیت سے لیا۔ عام مفسرین یہ ہی مطلب بیان کرتے ہیں مگر حقیر کے نزدیک پہلی توجیہ قوی ہے رب العالمین کہنے سے حضرت موسیٰ و ہارون نے رب العالمین بنایا۔ ان کے اس ایک لفظ میں سارے ایمانیات آگئے۔ قیامت فرشتے، کتاب، دوزخ وغیرہ سب پر ایمان اس ایک لفظ میں آگیا۔

خلاصہ تفسیر: جادوگروں نے اپنا پورا زور صرف کر دیا اور میدان مقابلہ کو مصنوعی سانپوں سے بھر دیا لوگوں کو ڈرا دیا تو ہم نے جنگل موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اب موقعہ ہے آپ اپنا عصا کہ مصنوعہ عصاؤں کو چٹ کر جائے گا۔

www.alahazratnetwork.org

عصا کا اژدہا بنا تھا کہ وہ عظیم الشان اژدہا بن گیا اور اس میدان کے سارے مصنوعی سانپوں کو ایک ایک کر کے نگل گیا دیکھتے ہی دیکھتے میدان بالکل خالی ہو گیا پھر اس نے تماشائیوں کی طرف رخ کیا سارے فرعونیوں میں کھلبلی مچ گئی بھاگ دوڑ شروع ہو گئی بہت سے کچل کر مر گئے اس نے اس کی دم پکڑ کر اٹھایا تو پھر وہی ملکی پھلکی لاٹھی تھی حق یعنی توحید نبوت موسوی عصا کا معجزہ ہونا ید بیضا موسوی کا معجزہ ہونا ثابت ہو گیا اور آج تک جو کچھ جادوگر کرتے رہے تھے اس کا باطل ہونا سب پر معلوم ہو گیا۔ جادوگروں نے سوچا اگر عصا موسوی بھی ہمارے سانپوں کی طرح ایک شعبدہ یا نظربندی ہے تو ہمارے رسے بانس بیٹھ جو میدانوں میں سے ہیں اور اس قدر بڑی چیزیں نگل جانے کے بعد اس کا دس بیس کا بوجھ بھی نہ ہو عصا یقیناً وہ معجزہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں چنانچہ وہ جو سجدے میں گرے بلکہ رب کی طرف سے سجدے میں گرا دیئے گئے انہوں نے شریعہ اظہار وفاداری اپنے پیارے سے سجدہ کیا اور سجدہ میں گر کر بلند آواز سے بولے کہ ہم اس پر ایمان لائے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے یعنی وہ جسے حضرت موسیٰ و ہارون رب العالمین بتاتے ہیں جو ان دونوں کا رب ہے اس پر ہم ایمان لائے۔ فرعون اور اس کی ربوبیت کے عقیدے سے ہم پھر گئے۔ توبہ کرتے ہیں۔

فائدہ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** کفار و مشرکین سے مناظرہ مقابلہ کرنا سیکھنا دعوت و تبلیغ کی اہم قسم ہے اس پر ثواب ہے۔ یہ مقابلہ خواہ زبان سے ہو یا قلم سے یا تلوار سے ان سب میں اللہ کی رحمت حضرت موسیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اخلاص نیت شرط ہے **دوسرا فائدہ** **فالق عصاکے** سے حاصل ہوا کہ یہ حمادات قابل مت رہیں گے۔ **دوسرا فائدہ** جب کوئی چیز کسی اور شکل میں ہو جائے تو اس شکل کی بعض خصوصیات بھی اس میں آ جاتی ہیں۔ یہ **فائدہ** **تلقف** سے حاصل ہوا کہ عصا موسیٰ لکڑی تھا مگر جب سانپ کی شکل میں ہوا تو کھانے لگا۔ اس سے بہت سے عقیدے کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ حضرت جبریل جب شکل انسانی میں آتے تھے تو ان کے بال سیاہ کپڑے سفید ہوتے تھے حالانکہ فرشتے بال اور کپڑوں سے پاک ہیں۔ حضرت ہاروت و ماروت فرشتے شکل انسانی میں بھیجے گئے تو ان میں شہوت پیدا ہو گئی سب ملک الموت شکل انسانی میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے طمانچہ سے ان کی آنکھ جاتی رہی یہ سب اس شکل سے احکام تھے جس میں وہ ظاہر ہوئے حضور پر نور قرآنی گویا سے اللہ کا نور ہیں مگر بباس بشریت میں بسا اوقات حضور پر نور ہوتے ہیں تو اللہ کی صفات کاملہ سے موصوف ہوتے ہیں اس بشری شکل کے احکام تھے ہاں کبھی آپ پر نورانیت کے احکام بھی جاری ہوتے ہیں۔ عرس میں کرم فرما صندلے طلعتوں سے نور برسانا اس کا آپ پر اثر نہ کرنا آسمانوں کی سیر فرمانا سانس تک نہ لینا بھی روضہ وصال میں عوک کپڑوں کا اثر مطلق نہ ہونا اگرچہ بہت روز تک سنہ کھائیں ہوں۔ اسی نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ **تیسرا فائدہ** جادو معجزے کے مقابل نہیں ٹھہر سکتا یوں ہی جادوگر معجزے والے کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ فائدہ **وبطل** سے حاصل ہوا۔ دیکھو اس وقت پوری عدن ایک طرف تھی دو بھائی ایک طرف تھے مگر دونوں بھائی غالب آئے ساری عدن مغلوب ہوئی۔ **چوتھا فائدہ** شان الٰہی کثرت تعداد پر موقوف نہیں بلکہ شاندار مقصد پر موقوف ہے۔ امام حسین کی جماعت صرف ستر نفوس تھی یزیدی لاکھوں تھے جانبازوں میں سو تیرہ تھے کفار ہزار تھے۔ یہاں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دو ہیں مقابل لاکھوں تماشائی ہزاروں جادوگر مگر شاندار یہ تھوڑے ہی تھے کہ ان کا مقصد شاندار تھا یہ **فائدہ** **فوقع**

www.alahazratnetwork.org

الحق سے حاصل ہوا۔ شاندار علم، شاندار مدرسہ، شاندار عالم وہ ہے جس کا مقصد خدمت دین ہو۔ پانچواں فائدہ۔ معرفت الٰہی کے دو درجے ہیں۔ ایک اپنی مجبوری معذوری سے کسی بڑے جابر و دوسرے حاسدوں کی طاقت حاسدوں کی قدرت، قوت، غلبہ کو جانا کہ ان کی قدرت و طاقت رب تعالیٰ کی قدرت و طاقت کا آئینہ، اس کے پہچاننے کا ذریعہ ہے۔ یہ فائدہ **فوقع الحق** اور **وبطل ما کانوا یعملون** سے حاصل ہوا کہ جادوگر یہ ہی دو چیزیں دیکھ کر سجدے میں گرے جو اپنے کو قدر مطلق سمجھنے والوں کو سجدے پہچان سکتے اور جو انبیاء اولیاء کو اپنے جیسا اپنے سے زیادہ مجبور و محدود سمجھتے وہ رب کو نہیں پہچان سکتا فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتا تھا **انا فوقھم قھرون** ہم موسیٰ اور قوم موسیٰ پر غالب ہیں دیکھو اسے ایمان نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نبیوں کو معجزات دینوں کو کرامت اس لئے عطا فرماتا ہے کہ مخلوق کو ان کی قدرت، قوت، طاقت کا پتہ لگے اور مخلوق سمجھے کہ جس رب کے بندے ایسے قدرتوں والے ہیں تو رب کیسی قدرت والا ہوگا۔ چھٹا فائدہ ایماں و اطاعت کے مدار کے بے عمل دفعہ دونوں کا اجتماع اللہ تعالیٰ کو بڑا پیارا ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اس آیت میں فرعونی جادوگروں کے دو عمل بیان فرمائے۔ ایک سر سجود ہونا، دوسرے زبان سے اپنے ایمان کا اعلان کرنا یعنی سجدہ بھی تھا، سجدہ میں اپنے ایمان کا اعلان بھی اس سے یہ پورا معلوم ہوا کہ نبیوں میں پل بھر میں ایمان معجزہ، صحابیت، ضروری نشانات سب ہی عطا فرمادی۔ ساتواں فائدہ: موسیٰ سے بھی تقیہ کرکے اپنا ایمان نہیں چھپایا۔ دیکھو ان جادوگروں نے فرعون کا ظلم، اپنا علم فرعون سے بالکل معلوم، مگر انہوں نے اپنے نازک حالات میں تقیہ نہیں کیا بلکہ کھلے سجدوں اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ یہ فائدہ **قالوا امنا** سے حاصل ہوا۔ کیا حضرت علی و اہل بیت رسول ان جادوگروں سے بھی ہمت و جرأت میں کم تھے کہ انہوں نے خلفاء ثلاثہ کے زمانوں میں دبی گئے قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا اور خوف جاں سے خاموشی اختیار کی۔ ہاں ان کی جرأت دیکھنا ہے تو معرکہ کربلا میں غور کرو۔ آٹھواں فائدہ: انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کا پتہ ہیں کہ کن کے ذریعہ رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اگر ان کے توسل کے بغیر اور ذریعوں سے خدا اپنا بنالیں تو ایمان نہیں ملتا۔ یہ فائدہ رب العالمین کے بعد رب موسیٰ دو بار کہنے سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: پیغمبر کے لب سے کافر کو ایمان مل جاتا ہے اور پیغمبر کی بے ادبی سے مومن و متقی کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ **القی السحرۃ سجدین** فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں **وقموا** نہ فرمایا **القی** فرمایا وہ سجدہ میں گرے نہیں بلکہ گرائے گئے۔ معلوم ہوا کہ جادوگروں کے حال پر کبھی بھی نصیحت دیتے ہیں انہیں سے کچھ نہ کہا۔ یہ جادوگر جب رسول سے سب کچھ ہوئے ان کے لب کلام ہم بھی تفسیر میں کر چکے کہ انہوں نے پڑھا، دیکھا مگر موسیٰ علیہ السلام کی عادت نے ان سے یہ عبارت لیے۔ ان کا پیدا کردہ۔ رب تعالیٰ رب کی توفیق دے۔ دسواں فائدہ: ارکان ایمان بہت ہیں۔ توحید، رسالت، حشر و نشر، فرشتے، جنت و دوزخ وغیرہ جس کافر سے **امنتم لہ قبل ان اذن لکم** مگر رسالت ان سب کا اصل اصول ہے جس نے صحیح معنی میں رسول کو مان لیا اس نے اس سے متعلق میں سب کچھ مان لیا۔ یہ فائدہ **رب موسیٰ و ھرون** فرمانے سے حاصل ہوا کہ ان جادوگروں نے ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی کا ذکر نہ کیا صرف **رب موسیٰ و ھرون** پر ایمان لائے اور شہید ہو گئے نہ مومن بلکہ مومنوں کے سردار ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ ماننا مگر کافر رہنا۔ بہت اصل ایمان ہے۔ گیارھواں فائدہ: ثابت کاملدار کتاب اللہ کے بتائے طریقہ عمل کرنے پر ہیں ہمدردی

www.alahazratnetwork.org

کے ماننے پر ہے، یہ لوگ جادوگروں کے یہاں لانے کے وقت توریت شریف نہیں آئی تھی نہ احکام شرعیہ نازل ہوئے تھے یہ جادوگر صرف موسیٰ علیہ السلام پر یہاں لائے اور شہید ہو گئے۔ کتاب اللہ یعنی توریت تو فرعون کے ڈوبنے کے بعد آئی۔ بہت صحابہ وہ ہیں جو میدان جنگ میں حضور انور کو دیکھ یہاں لائے اور فوراً شہید ہو گئے اسمیں قرآن مجید کی خبر بھی نہ ہوئی۔ ایک نماز نہیں پڑھی۔ ایک روزہ نہ رکھا مگر اس آن میں موحدین عارف غازی شہید ہو گئے مگر اس کی مثال نہ ملے گی کہ کوئی شخص بغیر نبی کو مانے جانے صرف کتاب اللہ کے ذریعہ مومن بن گیا ہو۔

اعتراضات: پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں **تلقف** کیوں فرمایا **تاکل، تلقم** کیوں نہ فرمایا۔ **جواب**: تاکہ پتہ لگے کہ عصا نے تمام چیزوں کو بھی نگلنے میں دیر لگتی۔ **تاکل** فرمانے سے یہ بات معلوم نہ ہوتی۔ دوسرا **اعتراض**: یہاں **تلقف** مضارع میں ارشاد ہوا **لقفت** ماضی ارشاد کیوں نہ ہوا یہ واقعہ تو ہو چکا ہے۔ ماضی فرمانا مناسب تھا۔ **جواب**: تاکہ معلوم ہو کہ عصا نے یہ سارا سامان یکدم نہیں نگل لیا بلکہ جلدی جلدی ایک کر کے نگلا۔ اس طرح نگلنے سے غیب ہی سامان بڑھا ہوگا اور اس میں موسیٰ علیہ السلام کی شان بھی کا پتہ لگا۔ تیسرا **اعتراض**: یہاں **مایافکون** تی دراز عبارت میں ارشاد ہوئی۔ **عصیھم، حبالھم** کیوں نہ فرمایا وہ مختصر ہوتا۔ **جواب**: وہ جادوگر مختلف قسم کے سامان لائے تھے۔ رسے، لٹے، بانس وغیرہ وہ اس سے مختلف قسم کے، وہ ہے پتلے سانپ اور وہ لمبے سانپ بنائے تھے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ عصا شریف ان سب پر یہ سارے سامان نگل گیا یہ مقصد صرف **عصیھم یا حبالھم** فرمانے سے حاصل نہ ہوتا۔ چوتھا **اعتراض**: یہاں **یافکون** مضارع کیوں ارشاد ہوا **کما فعلوا** ماضی کیوں نہ فرمایا۔ **جواب**: یہ جادوگر اس چیز پر ہمیشہ جادو کیا کرتے تھے اس کا یہی سماں ان کے کمال سحر کا سرمایہ تھا، وہ آج عصا شریف کے ذریعہ فنا ہو لہٰذا وہ لوگ کہ آج بت گئے تھے یہ بتانے کے لئے مضارع استمراری ارشاد ہوا۔ اس سے آگے ارشاد ہوا **وبطل ماکانوا یعملون** جس چیز پر وہ جادو کیا کرتے تھے وہ آج فنا ہو گئیں۔ پانچواں **اعتراض**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کے مقابل جادو کام نہیں کرتا مگر حضور پرنور ﷺ پر لبید اس اعصم کے جادو سے [illegible] اس کے اتارنے کے لئے سورہ فلق و ناس نازل ہوئیں۔ یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے۔ **جواب**: یہاں جادو کا فعل سے مقابلہ ہوا تھا جادو فیل ہو گیا وہاں مقابلہ نہ تھا بلکہ چوروں کی طرح چھاپہ کر کیا گیا تھا وہاں ایسا اثر ہوا جیسے تلوار کی تیز دھار کا ٹرین کے حکم پر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان واقعات میں تعارض بالکل نہیں۔ چھٹا **اعتراض**: یہاں جادوگروں کے متعلق **غلبوا** اور **انقلبوا** اور **صغرین** ارشاد ہوا حالانکہ جادوگر نہ تو ذلیل ہوئے تھے نہ ایمان کی وجہ سے عزت مل گئی بلکہ وہاں سے واپس ہوئے۔ یہ فرمانا حال واقعہ کے خلاف ہے۔ **جواب**: یہاں فرعونیوں کا ذکر ہے یہ جادوگر وہاں فرعون اور فرعونی لوگ ہی معصوب ہوئے وہی ذلیل ہو کر اپنے گھروں کو پلٹے کچھ وہاں ہی پگل کر مرے۔ کئیں مسلمان ہونے سے قبل۔ رہا چھٹا **اعتراض**: اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ جادوگروں نے سجدہ تو پہلے کیا اور ایمان بعد میں، اسے حال حدیث سے برعکس چاہئے تھا کہ ایمان پہلے لاتے سجدہ بعد میں کرتے کہ ایمان عقیدہ ہے سجدہ عمل۔ **جواب**: جادوگروں کا یہ سجدہ اطاعت کا تھا علامت قائلہ تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام ہم نے اب تک تو آپ کا مقابلہ کیا اب ہم آپ کے فرمان پر ڈٹے رہتے ہیں اور سجدے ہی کی حالت میں اپنے ایمان کا اعلان کیا یعنی یہ کلام سجدے میں پڑے پڑے کیا اگر سجدہ عبادت

www.alahazratnetwork.org

ہو جاتو اس میں **سبحان ربی الاعلی** ہے۔ **آٹھواں اعتراض**: یہ سجدہ کس طرف ہوا اور بادصبا ہوا یا بغیر وصو۔ **جواب**: اس کی تفصیل نہیں دیکھی کیں ظاہر یہ ہے کہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گرے کیں پر قبلہ تجویز بنایا اس پر وصو وغیرہ کی پابندی نہ تھی کیونکہ وہ ابھی جماعت کفر میں تھے یہ سجدہ کفر سے پھرے ایمان میں داخل ہونے کی علامت بنایا جیسے ایک موقعہ پر کفار نے حضرت خالد بن ولید کے ساتھیوں کو سجدہ کرکے پی ایمان پر دلی کا اظہار کیا تھا اس قسم کے سجدے تمام شرائع سے آزاد ہوتے ہیں۔ **نواں اعتراض**: جادوگروں نے اپنے اس اقرار میں رب تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کیں۔ ایک **رب العالمین** دوسری **موسیٰ و ہارون** حالانکہ یہ دونوں حضرات عالمین میں داخل تھے۔ عالمین سے بعد ان کے ذکر کی ضرورت نہ تھی پھر کیوں ذکر کیا۔ **جواب**: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک علمائے دوسرا عاشقانہ۔ جواب علمائہ تو یہ ہے کہ رب العالمین ہونے کا دعویٰ فرعون کرتا تھا اگر یہ لوگ صرف رب العالمین کہتے تو فرعون کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ مجھ پر ایمان رکھنے کا اعلان کر رہے ہیں اس لئے **رب موسیٰ و ہارون** کہا تاکہ اب فرعون یہ نہ کہہ سکے۔ جواب عاشقانہ یہ ہے کہ **رب العالمین** میں توحید کا اقرار ہے اور **رب موسیٰ و ہارون** میں ایمان کا اقرار۔ رب تعالیٰ کو عالم اور عالم کی چیزوں کے ذریعہ پہچاننا توحید ہے اور نبی کی معرفت پہچاننا ایمان ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں کی طرح موحد نہیں ہیں بلکہ مومن ہیں۔ **دسواں اعتراض**: جادوگروں نے موسیٰ اور ہارون دونوں کا ذکر کیوں کیا۔ **رب موسیٰ** کہہ دینا کافی تھا۔ **جواب**: اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک علمائہ دوسرا عاشقانہ جواب علمائہ تو یہ ہے کہ فرعون کہہ سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا رب میں ہوں یہ علم میں نے ان کی پرورش کی ہے جب ساتھ ہی ہارون علیہ السلام کا بھی ذکر کر دیا تو اس کا منہ بند ہو گیا جواب عاشقانہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جناب ہارون علیہ السلام کو نبوت ملی۔ یعنی رب ربوبیت خاصہ کی تجلی جناب موسیٰ کے ذریعے حضرت ہارون پر پڑی جادوگروں نے کہا کہ ہم اس پر ایمان لائے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بواسطہ رب ہے اور حضرت ہارون کا بواسطہ موسیٰ علیہ السلام رب ہے اور اب دونوں کے ذریعہ اقرار رب ہے یہ ترتیب تعلق کی اصل ہے رب نے انہیں شریعت بھی بخشی طریقت بھی عطا کی۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کا خالق و مالک ہے اور حضرات انبیاء کرام رب تعالیٰ کے معرفت رب سے جیوں کو بتایا۔ جیوں سے رب کو بتانا اس کا دعویٰ کرنا رب تعالیٰ جیوں کو پیدا نہ کرتا تو یہ حضرات موجود نہ ہوتے گویا رب کا ظاہر ہونا رب تو دونوں پر ظاہر ہے۔ ہاں اس کی تجلی کا ظاہر کرنے والے حضرات انبیاء ہیں۔ یہ حضرات مختلف طریقوں سے رب کو ظاہر کرتے ہیں کسی پر صفت کی پرتو سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں پر رب ظاہر فرمایا طلسم و قہر سے کہ جادوگروں کی معلومیت ان کے ایمان و عرفان کا ذریعہ بن گئی۔ حق کا جلوہ باطل کی معلومیت ہے۔ حق کا ظہور ہوتا ہے باطل کا نور ہوتا ہے اس معلومیت پر ہزار ہا کرامتیں قربان ہو جائیں۔ جادوگر مغلوب ہو کر سجدے میں گرے سچائی آ گئی سورج نکل گیا تاریکی کافور ہو گئی۔ ایمان آ گیا عرفان آ گیا معرفت ہو گئی۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ رب وہ ہے جسے ہی رب کہیں۔ رب العالمین فرمانے کے بعد **رب موسیٰ و ہارون** کہنے میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لائے جس سے عالمین کا بنانا ثابت ہے حضرت موسیٰ و ہارون سے رب بتایا یہ نبی کی زبان ایمان عرفان کی چابی ہے جہاں نبی کا کرم ہو وہاں اندھیری نہیں رہتی۔ حضرت

www.alahazratnetwork.org

قدس سرہ فرماتے ہیں

ہے آمد وہ کے نور میں تیم برخاست
شب خال اپنی ہو نور نور کا اجلا تیرا

صوفیاء فرماتے ہیں یہاں فی داخل ہے جو اسے ہی اس میں فرق کرتے ہیں دیکھو جادوگروں نے جادو ڈالا حضرت کلیم سے اور عصا ڈالا حضرت موسیٰ نے مگر عصا نے سچ مچ اژدہا بن کر تھے حضرت آدم سے کھانے کو جو گیہوں کھڑے کو عطا فرمایا یہ فرق ان کلمات کا ہے جو قرآن موسیٰ و عیسیٰ کے ذریعہ ان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ کس کی عبارت کیسی ہے یہاں فرعون

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي

کہا فرعون نے کیا ایمان لائے تم ان پر اس کے پہلے کہ اجازت دوں میں تم کو بیشک یہ البتہ دغا ہے جو
فرعون بولا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں یہ تو بڑا حیلہ ہے جو

الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهٗ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

جاری کرتم نے اس شہر میں تاکہ نکالو تم اس شہر سے اس کے رہنے والوں کو پس عنقریب جان لوگے تم البتہ کاٹوں گا میں
تم نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے تم سے ہے کہ میں

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ

ہاتھ تمہارے اور پاؤں تمہارے دونوں طرف سے پھر البتہ سولی دونگا میں تم سب کو
تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی دوں گا

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیات میں جادوگروں و یہاں نعمت ملنے کا ذکر ہے وہاں ثابت کا ذکر ہے تیسرا تعلق ہوا کہ وہاں ایک نعمت کا ذکر ہوا ہے جادوگروں کو نعمت ملنے کا دوسرا **تعلق** پچھلی آیات میں فرعون کی دھمکی کا ذکر ہوا اب اس کی عملی کا بیان ہے تیسرا **تعلق** پچھلی آیات میں جادوگروں نے فرعون سے جادوگروں سے پہلے ایمان لانے پر دھمکایا گیا ہے یہاں ان کے ایمان لانے پر دھمکایا گیا ہے **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں جادوگروں سے یہاں کا ذکر ہے اب اس آیت میں ان کے انجام کا بیان ہے۔ **تعلق** قال ایمان ہوا جب انتہائی سخت مخالف یہ فرمائش قبول

تفسیر **قال فرعون** جادوگروں نے یہ کام میدان مقابلہ میں کیا ہوا کہ وہاں تالاب بنا ہوا تھا جادوگروں نے اپنے اپنے ڈنڈے ڈالے اور فرعون و فرعونی وہ لمبے لمبے سانپ دیکھ کر بھاگ رہے تھے وہاں تو

www.alahazratnetwork.org .

فرعون کو اپنا ہی ہوش نہ رہا تھا جادوگروں سے کیا کہتا بلکہ جب گھر پہنچ کر اس کے ہوش و حواس ٹھکانے آئے اور سے جادوگروں کے ایمان و اخلاص کی خبر ملی تب اس نے ان جادوگروں کو پھر جمع کیا اور ان سے یہ گفتگو کی۔ میدان مقابلہ کا نقشہ تو یہ تھا کہ **وانقلبوا صغرین**۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ گفتگو براہ راست فرعون نے کی کسی سے کہلوا یا نہیں اور اس کا مقصد یہ لوگوں کے سامنے اپنی شرمندگی مٹانا تھا تاکہ انہیں دکھائے کہ میں اب بھی یہ ظلم و ستم کر سکتا ہوں۔ اس واقعہ سے میری خدائی میں فرق نہیں آیا۔ اس کلام میں روئے سخن جادوگروں سے ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے تو اس کی روح کانپتی تھی۔ **امنتم بہ** ہماری قراءت میں **امنتم** ایک امر ہے ہے' یہاں بھی اور سورہ طہٰ و شعراء میں بھی۔ مگر امام کسائی' ابوبکر' حمزہ وغیرہم کی قرأۃ میں **امنتم** دو امر ہے ہے' یہاں بھی اور دوسری سورتوں میں بھی۔ ان حضرت کی قرأت پر تو معنی ظاہر ہیں۔ ہماری قراءت میں اس کا مقصد یہ تو سوال ہی ہے۔ سوال کا ہمزہ پوشیدہ ہے جیسے **ان لنا لاجرا** میں قضایہ خبر ہے مگر استفہام و تہدید اور اظہار غضب کے لئے۔ (کبیر' روح المعانی۔ بیان وغیرہ) **امنتم بہ** میں ہ کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں' یا صدر کی ہے جیسے **امنت باللہ** میں کیونکہ نبی پر ایمان ایسا ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ پر۔ یا اس کا مرجع رب موسیٰ ہے کہ کلموں سے بھی رب موسیٰ و ہارون (معالی) پہلا احتمال قوی ہے کیونکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے **امنتم لہ انہ لکبیرکم** وہاں دونوں ضمیریں موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور ہو سکتا ہے کہ **بہ** کا مرجع عصا ہو اور سبب یعنی کیا تم موسیٰ علیہ السلام پر یا رب موسیٰ پر ایمان لے آئے یا کہ تم عصا کی وجہ سے موسیٰ ہو گئے۔ **قبل ان اذن لکم** اس کا تعلق **امنتم** سے ہے۔ **قبل** بمعنی بعید ہے۔ کہ بمعنی پہلے۔ جیسے **قبل ان تنفذ کلمات ربی** میں **قبل**۔ بمعنی غیر ہے۔ **اذن** بمعنی اجازت ہے نہ کہ بمعنی طلاع یا حکم یعنی بغیر میری اجازت تم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان کیوں لے آئے فرعون نے جادوگروں سے یہ کلام علانیہ کیا سارے لوگوں کو سنانے کو۔ نیز اس کا مقصد یہ تھا کہ تم لوگ میری رعایا بلکہ میرے کہو تم کوئی کام میری اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی تم ایمان بھی میری اجازت کے بغیر نہیں لا سکتے۔ تمہارے افعال' اعمال' عبادات' اعتقادات سب کچھ میری اجازت سے ہونے چاہئیں کیونکہ میں تمہارے قلب و قالب کا مالک ہوں۔ اس کا نام ہے فرعونیت۔ **ان ھذا لمکر** اس میں فرعون نے جادوگروں کا دوسرا قصور بیان کیا۔ **ھذا** سے اشارہ ہے جادوگروں کی شکست اور بعد میں سجدہ کرنے اور جلد سے جلد ایمان لانے کی طرف۔ **مکر** کی نسبت جب بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں فریب' دھوکا دہی یعنی تمہارا ایک قصور تو یہ ہے کہ تم میری اجازت کے بغیر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے دوسرا قصور یہ ہے کہ تم نے شکست حقیقۃً نہیں کھائی بلکہ اپنی بزدلی شکست دلوں کو دکھائی ہے پھر تم نے اپنا سجدہ بھی دکھایا۔ اپنا اعلان ایمان بھی سنایا۔ **مکر تموہ فی المدینۃ** یہاں **مکر تم** میں خطاب جادوگروں سے بھی ہے اور جناب موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے بھی۔ مدینہ سے مراد اگر مصر ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ تم نے اسکندریہ پہنچنے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے یہ مشورہ کر لیا تھا کہ ہم تمہارے مقابلہ میں اکثر طور پر ہار جائیں گے یا مدینہ سے مراد ہے اسکندریہ تب اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اجازت مانگی پھر کرتب دکھائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے خفیہ استاد ہیں تم سب ان کے شاگرد تم نے استادی رعایت رکھ کے یہ سب کچھ کیا۔ خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام آٹھ دس سال مصر سے باہر مدین

www.alahazratnetwork.org

میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہے۔ فرعون نے الزام لگایا کہ اس زمانہ میں موسیٰ علیہ السلام نے اعلیٰ درجہ کا جادو سیکھ لیا اور لوگوں کو سکھایا ہے وہ استاد ہیں یہ لوگ شاگرد دوسری جگہ ہے **انه لکبیرکم الذی علمکم السحر** کی بات وہیں کہہ رہے ہے **لتخرجوا منها اهلها** یہ متعلق ہے **مکر تموه** کے **منها** ضمیر مدین کی طرف راجع ہے۔ **اهل** سے مراد ہیں قبطی لوگ یعنی تمہارا اور تمہارے استاد موسیٰ علیہ السلام کا منشا یہ ہے کہ میں تم سے مرعوب ہو کر مصر وغیرہ کی سلطنت سے دستبردار ہو جاؤں اور تم میری قوم قبطیوں کو اس علاقہ سے نکال دو اور خود یہاں راج کرو۔ فرعون کی یہ ساری گفتگو اپنے لوگوں پر اپنا رعب قائم رکھنے کے لئے ہے۔ **فسوف تعلمون** اس میں دھمکی ہے۔ **تعلمون** کا معمول **به عاقبة امرکم** پوشیدہ ہے یعنی تم عنقریب اپنے اس جرم کا انجام جان لو گے بلکہ دیکھ لو گے اس میں اجمال ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف یہ اس دھمکی کی تفصیل ہے۔ عربی میں قطع کے معنی میں کاٹنا۔ تقطیع کے معنی میں خوب ہی کاٹنا۔ لہٰذا اس کے معنی ہوئے تمہارے ہاتھ پاؤں خوب ہی کاٹوں گا یا اس طرح کہ صرف پہنچے یا ٹخنے نہیں کاٹوں گا بلکہ پورے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا یا اس طرح نہ مقطع سے چھڑے سے دیر تک قائم رہوں گا تاکہ تم کو بہت ہی تکلیف ہو۔ رب مصری عورتوں سے متعلق فرماتا ہے۔ **وقطعن ایدیهن** انہوں نے محل یوسفی دیکھ کر سیب ہاتھ دیر تک کاٹے اور خوب ہی کاٹے کھال گوشت ہڈی سب کاٹ ڈالی۔ **کم** میں خطاب صرف جادوگروں سے ہے نہ کہ موسیٰ علیہ السلام سے۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام سے توجہ ہٹانے کی سعی تھی۔ **خلاف** سے مراد ہے دو طرفہ یعنی ایک طرف کا تمہارا ہاتھ پاؤں کاٹوں گا دوسری طرف کا پاؤں۔ جیسے کہ اسلام میں ڈاکو کی سزا ہے علماء فرماتے ہیں کہ اس طرح ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا فرعون نے ایجاد کی اس سے پہلے کسی کو یہ سزا نہ دی تھی۔ **ثم لاصلبنکم اجمعین** یہ معطوف ہے **اقطعن** پر۔ مطلب ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بہت عرصہ بعد سولی دیتا تھا اس لئے **ثم** بولا۔ **اصلبنکم** بنا ہے **صلب** سے۔ معنی سولی دینا۔ اس سے ہے **صلیب** جس پر سولی دی جائے۔ سولی دینے کے طریقے مختلف تھے۔ فرعون کی سولی کا طریقہ یہ تھا کہ مجرم کو کسی درخت سے باندھ دیتا تھا حتیٰ کہ وہ سسک سسک کر مر جاتا۔ اس نے ان جادوگروں کو کھجور کے درختوں پر سولی دی۔ دوسری جگہ ہے **لاصلبنکم فی جذوع النخل** جس سے فرمایا کہ گلے میں پھندا ڈال کر مارنا سولی تھا جسے آج پھانسی کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی)

خلاصہ تفسیر: فرعون جب اس میدان سے سخت شکست خوردہ حواس میں بھاگا گھر پہنچ کر ہوش ٹھکانے آئے اور سوچنے لگا کہ جادوگر تو سجدے میں گر کر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو اپنی قوم کے سامنے سخت شرمندگی ہوئی تب اس نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے جادوگروں کو پھر جمع کیا مگر اس دفعہ موسیٰ علیہ السلام اس مجمع میں نہ تھے اس لئے وہ قبطی میری رعایا ہو۔ میری اجازت کے بغیر تم کوئی کام نہیں کر سکتے۔ تم میری بغیر اجازت ایمان لانے تمہارا ایک قصور تو یہ ہے دوسرا قصور تمہارا یہ ہے کہ تم نے شکست اور موسیٰ علیہ السلام سے فتح میں پہل سے بلکہ تم نے اس مقابلہ سے پہلے بھی یہ مقابلہ کے وقت سکندریہ میں ایک سازش کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام تم سب کے استاد ہیں تم سب ان کے شاگرد۔ تم نے یہ سازش

www.alahazratnetwork.org

کھیل رچایا ہے تاکہ تمہاری ظاہری شکست دیکھ کر میں اپنی سلطنت سے نکل جاؤں اور میری قوم تمہیں دے دی جائے
سے نکل کر خود راج کرو ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں تم کو تمہارے کئے کی سزا دلواؤں گا تم اپنی سزا قریب جان لو۔ میں پہلے تمہارے
دونوں ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا۔ ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں پھر تم کو درخت میں لٹکوں گا۔ میں سے ایک
زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ خیال رہے کہ ایسی سزائیں اور احکام ظالمانہ بھی ہے۔ علامہ معنی فاعلی "آقا" بھی "میاں بیوی" کا
بھی "مستی بی فاعلی" کو زندہ رب فاعلی گلہ شدہ "موہو" آقا کا راں صرف ظاہری احساس ہوتا ہے وہ بھی وقتی۔ ہاں راج
وغیرہ اس سے آزاد ہے لیکن بی کاراج "مستی بی" رب کی حکومت ہے ہر طرح اور ہر وقت ہر عضو پر ہے۔ "کھ" "میاں"
راج پر حضور کا راج ہے پھر سونا گلا جلا جیسا مرنا حضور سے ریز نظم ہے اس کے مرنے کے بعد لعنت ہوں کے دلوں پر
جاری ہیں۔ فرعون بادشاہ تھا مگر بیوی گیخدا اس کے جادوگروں سے یہ ہے کہ تم میری حکومت کے خلاف میں حکومت
موسیٰ کی محبت یوں قائم ہوئی۔ دماغ میں ان کی عظمت یوں سوچی "سر" مسجدہ میں کیوں رکھا "یہاں" سے وہ ثابت ہوئے
تمہارے یہ علاوہ شاہی ان دماغ "سر" یہاں میری عبادت میں ہے تم نے کیوں میری عبادت کے خلاف کیوں استعمال کیا۔

فائدہ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا **فائدہ** ایمان اور ہدایت بلکہ نیک عمل سے روکنا
فرعون کام ہے اور لعنت جرم ہے۔ یہ فائدہ **قال فرعون** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ ان کی رعایت دینا سب سے بڑا ظلم
ہے۔ اس سے روکنا اس پر لعنت جرم ہے اس پر عذاب ہے یوں ہی گمراہ بنانا ان کی رفاقت دینا اس سے خوش ہونا
سب ان گناہ ہے۔ دوسرا **فائدہ** فرعون سے ملا "باپ بادشاہ" شاہی اعزاز کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا عمارت فرش وغیرہ مال
باپ بلکہ بادشاہ عبادت سے جو جگہ ان کے متعلق ہے اس پر بھی ہو اکثر ہوتے۔ یہ فائدہ بھی **قبل ان اذن** سے حاصل ہوا۔ تیسرا
فرعونی جادوگر بغیر ان سے پوچھے ان کے سجدے میں گر گئے اور ایمان لائے۔ **تیسرا فائدہ**: مسلمان پر کمال حرام ہے "بی بی" مدعی
کفر اور طریقہ فرعون ہے۔ یہ فائدہ **ان هذا لمكر** سے حاصل ہوا کہ فرعون نے ان موحدین اور موسیٰ علیہ السلام پر مدعی
اور ایمان سے محروم رہنا اس سے بڑے اور اہم واقعہ و سازش قرار دیا۔ یہ فائدہ بھی **ان هذا لمكر** سے حاصل ہوا۔
چوتھا فائدہ کافر کی علامت یہ ہے کہ وہ ایمان "ہدایت اور نیک اعمال و خصال" کو سمجھتا ہے کہ ان چیزوں سے میرا ملک
جاتا رہے گا۔ مومن ان چیزوں کو دنیا و آخرت میں فائدہ مند جانتا ہے۔ یہ فائدہ **لتخرجوا منها** سے حاصل ہوا۔ موسیٰ علیہ
السلام نے فرعون سے وعدہ کیا تھا کہ ایمان، توحید ملک تیرا ہی ہوگا تیرے مرتبہ قائم رہیں گے مگر پھر بھی سے اپنے
ملک سے نکالنا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا مقصد
میں رب تھا ہی نہ تھا پھر چاہیے وہاں سلطنت کرتا مگر فرعون تو اپنے ملک کا خوف و خطرہ تھا۔ یہ ہے اس کا فریب۔ **پانچواں فائدہ**: اللہ
تعالیٰ کی طرف سے ایسی حالت متحمل ہوتا ہے جس پر وہ فضل و رحمت سے دنیا کی مصیبت ہو جائے۔ یہ فائدہ **لاقطعن** سے
حاصل ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ ظلم پر ہاتھ پاؤں کاٹنے میں مبتلا ہوئے۔ **چھٹا فائدہ**: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی آزمائش کے دو
طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ بندے کے سامنے مصیبت پیش کر دی جائے بندہ اپنے کو اس میں ڈالنے کے لئے تیار ہو جائے تو
مصیبت دور کر دی جائے کہ تم کامیاب ہوئے جیسے حضرت ابراہیم کے لئے نمرود کی آگ اور حضرت اسماعیل کے لئے

www.alahazratnetwork.org

دوسرے یہ کہ اس معیت میں شامل ہو جائے جیسے حضرت زکریا **یحیٰی** علیہما السلام کا قتل ہو جانا اس صورت میں فاعل پہلی قسم کا ہوگا اگر فرعون نے انہیں سولی وغیرہ دیدی تو دوسری قسم کا اگر انہیں سونپ دے دی۔

اعتراضات پہلا اعتراض قبل ان ادن سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر جادوگر فرعون سے پوچھ لیتے تو وہ اجازت ضرور دے دیتا اور پھر اس پر کوئی سختی نہ کرتا انہوں نے بے اجازت لئے ایسا کیوں کیا اور آپ نے اجازت میں کیوں دلالت پائی ہوگی۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک وہ جو عام مفسرین نے کہا یہاں **قبل** بمعنی پہلے نہیں بلکہ اس کے معنی میں ہے۔ قرآن پاک میں **قبل** بمعنے کے معنی میں آیا ہے۔ **قبل ان تغدق کلمت ربی** دوسرا وہ جو قاضی نے کہا کہ فرعون سے یہ گفتگو میں یہ ظاہر ہوا جس سے اس کی اہلیت کی ہوا نکل گئی ہو گی تو وہ خود ہی جلدی رخصت کر دیتا اور کہہ دیتا کہ تم میری اجازت لینے کے پہلے کیوں چلے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت لینا اور کہہ دینا ضروری نہیں ہے۔ اجازت سے رہنما علیہ السلام نے آخر فرعون ان سے پوچھ سکتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے۔ یہ جواب قریب ہے۔ **دوسرا اعتراض** فرعون نے اس سے دھمکی دی تھی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا اور سولی دے دوں گا۔ جادوگروں نے اس دھمکی کی پرواہ نہ کی اور ایمان لے آئے۔ **جواب** اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو اللہ کے عذاب اور اس کے غضب اور اس کے خوف سے ڈرایا تھا۔ **جواب** اس سے دو بار معلوم ہوا کہ جو کچھ ان سے ان میں ہوا وہ ان کا اپنا کیا دھرا تھا موسیٰ علیہ السلام سے تعلق رکھنے والا نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جادوگر جتنا تھا آپ کو دھمکی دیتے رہے آپ کو اس سے ڈر نہ تھا اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہی کہیں مناظرہ سے جواب دیا۔ میں ہی اسرائیل سے چھوڑ دو ورنہ مارے جاؤ گے۔ **تیسرا اعتراض** اس سے یہ ہوا کہ ہمارے ہاتھ پاؤں صاف یعنی مختلف طرف سے ہوں گے۔ چاروں ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھمکی ہے۔ زیادہ سختی تھی۔ **جواب** ماجا وہ یہ چاہتا تھا کہ ہاتھ پاؤں کٹتے رہیں اور آپ ایمان پر ثابت رہیں۔ دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چاروں ہاتھ پاؤں تو ایک ہی طرف سے کٹوا دیئے ہاتھ پاؤں تو ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے قتل نہ کرتے اس بادشاہ پر ہیبت طاری کرنے کے لئے ایسی سزا دی اس نے یہ سمجھا کہ میں سزا دیتا ہوں اور یہ ایمان سے پھرتے ہیں اور وہ ایمان پر ثابت رہیں اور وہ کہیں کہ ہم حضرت پکڑیں عقیدہ وہ مردود ہوئے دوزخی ہوئے۔ **چوتھا اعتراض** فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا میں تم سب کو سولی دے دوں گا قرآن مجید میں دھمکی کا تو ذکر ہے کہ میں نے سولی دی۔ **جواب** اس کے متعلق مفسرین نے دو قول ہیں بعض نے فرمایا کہ وہ اس پر قادر تھا اس نے سولی دے دی **انتما و من اتبعکما الغلبون** ان قبطیوں نے موسیٰ علیہ السلام اور تمہارے مقابل جانے والے ان کے متبع تھے وہ مغلوب ہوئے ثابت ہوا کہ یہ دلیل صرف اسی وقت کیلئے تھی جب تک قتل ہو کر نہیں جاتے تھے قتل کا بادشاہ پر ہو جانے سے تمام نہیں قتل ہو جانے پر جانب رہے۔ بعض اجلہ اور امام علماء نے فرمایا کہ **یحیٰی** یعنی سلام علیہ السلام نے فرمایا **لاعلبن اناورسلی** تو اگر صرف دھمکی ہی تھی تو وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کو بھی ہے اس لئے علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں ہوتا کہ ان کی دلیل وہ تھی **اقدر موسیٰ و قومہ** اس سے دو باتیں ہوئیں اس سے کہا تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو کیوں چھوڑ دیتی اس سے دوسری طرف

www.alahazratnetwork.org

[illegible] پانچواں اعتراض [illegible] فلو قدلی یہامن اوقدی علی الطین [illegible]

تفسیر صوفیانہ [illegible]

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ

کہا اور گروں نے بیشک ہم طرف رب کے اپنے لوٹنے والے ہیں اور تیں بدلہ لیتا ہے تو ہم سے مگر اسلئے کہ ایمان لائے ہم

www.alahazratnetwork.org

رَبَّنَا مَا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

ساتھ ہی ہمیں اپنے رب کی طرف آئیں وہ ہمارے پاس لے آئے ۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا

ایمان لائے جب وہ جادو جائے پاس آئیں ۔ اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا

تعلق یہ آیت پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں فرعون کی جادوگروں کو دھمکیوں کا ذکر تھا اس نے جادوگروں کو دیں اب اس جادوگروں کی ایمان کا ذکر ہے کہ انہوں نے ان دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں لیا بلکہ ایمان پر ثابت قدم رہے اسے تو سے گویا ظالم کے ظلم کا ذکر پہلے ہوا مظلوم کے صبر کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں فرعون سے مقابلہ اور مصیبت کا ذکر تھا اب اس مصیبت کا ذکر ہے جو جادوگروں کو ایمان لانے کے بعد درپیش ہوئی۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں پہلے جادوگروں کی مصیبتوں کا ذکر تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ ان پر مصیبتیں آئیں تھیں ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے گئے اب ان کے ایمان کا ذکر ہے جادوگروں کے ایمان کی وجہ سے ان پر مصیبتیں آئیں ۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں جادوگروں کے ایمان کا ذکر تھا اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ایمان لانے کی وجہ سے ان پر مصیبتیں آئیں ہیں جادوگروں نے صبر کی توفیق مانگی۔ ایمان پر موت کی دعا کرنے کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا اور صبر کی دعا کرنے کا ذکر اس آیت میں ہے کہ جادوگروں نے کہا

تیر آزمائیں ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

چوتھا تعلق پچھلی آیت میں جادوگروں کی ایمان کا ذکر تھا اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ایمان لانے کی وجہ سے ان پر مصیبتیں آئیں ہیں جادوگروں نے ایمان کی دعا کی اس سے یہ شبہ دور کر دیا گیا ہے جس کے ذریعہ انہیں توفیق ملی ہے ایمان پر ثابت قدمی کی توفیق مانگی۔

تفسیر **قالوا** یہ جادوگروں نے کہا **قالوا** کا فاعل سوائے جادوگروں کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے جواب ایسا ہے جیسا کہ علامہ نے فرمایا ہے کہ جب وقت موسیٰ علیہ السلام یہاں موجود تھے ہی وہ سب مسئلہ ان میں بات چیت ہوئی ہے تو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام سے پوچھ کر جواب دیں گے ایسا کہیں میں مشہور ہے کہ کسی طرح معلوم نہیں کہ ہماری بات کس طرح ان تک پہنچے گی ان مصیبت سے رہائی کی دعا کی ہے یہ ممکن ہے کہ شاید یہ دعا قبول ہو جائے صبر میں شمار ہو جائے عبدیت کے اظہار سے ہو رہے ہوں ہیں پچھلی آیت میں تو یہ ہے کہ ہم تو تمہارے پاس آئیں گے ہی تو تم ہمیں صبر دے دو ہمیں مسلمان اٹھا ہے ہو سکتا ہے کہ ہم صبر میں شمار ہو جائے بلکہ فوراً ہی جواب دیا کہ ہم تو تمہارے پاس آئیں گے ہی

www.alahazratnetwork.org

[illegible] یہ ہے کہ اپنے سے وقت [illegible] کا مرحلہ ہی وہ ہے تاکہ یہ تاکید کیلئے ہے۔ **انا الی ربنا منقلبون** یہ تاکید معنوں سے ہے اس مقدمے میں کوئی شک نہیں۔ کہ **ربنا تمت علیہ رحمتہ** جس پر قرب و شہادت کی نعمتیں ہوں ہے کہ جلد ہی بہشت و شہید [illegible] نکل جائیں گے خدا اس طرح شہادت [illegible] رحمت اس کی سعادت اس کی [illegible] طرف دیکھیں گے جس وقت فرشتوں سے [illegible] رب تعالیٰ نے ہمیں [illegible] عطا فرمائیں [illegible] سوں دے۔ ہم تو اسے میں عذر چاہتے ہیں [illegible] زندگی بار ہے (روح المعانی) اور مسور کا دوسرے یہ کہ آخر کار ہم سے رب کی طرف دنیا سے [illegible] شہادت کی موت سے مریں یا اپنی طبعی موت سے مریں۔

جو یہاں آئے اسے وہ کا جانا ہے ضرور ۔۔۔ سب کو ہے ہونا **خلقناکم** کا مصداق ایسا ہے

اے عزیزو تم کو ہی عمر کی ہے یہاں ہوس ۔۔۔ حیف ہا تھری تو پھر یاں سے ہے جانا ایسا

ایک عربی شاعر اس کے متعلق کہتا ہے۔

ومن لم یمت بالسیف مات **تعددت الاسباب والموت واحد**

تیرے یہ [illegible] ہوں [illegible] ہے [illegible] طرف [illegible] ہے [illegible] ہوتے [illegible] ہے

الی دیان یوم الدین **و سدالله تجتمع الخصوم**

پہلی دو صورتوں میں [illegible] ہے مراد صرف [illegible] ہیں اور اس تیسری صورت میں [illegible] مراد [illegible] ہیں (روح المعانی) یہ [illegible] ہے [illegible] قیامت [illegible] ہے [illegible] ہے اگر شہادت کی موت مرے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے والا مرکر [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

www.alahazratnetwork.org

یعنی میرے محبوب میں ورنہ کوئی عیب نہیں ان کے سوا کہ ان کے مہمان اپنے دوستوں اور وطن کو بھول جاتے ہیں۔ شاعر نے ان کی مہمان نوازی کو فرمی عیب کہہ دیا ورنہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تو کوئی قصور نہیں کیا اس کے سوا کہ اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے جو ہمارے پاس آئیں۔ آیات سے مراد موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی نبوت اس لئے فرمایا کہ ان دونوں کا معجزہ اپنی معجزیت کھو بیٹھا کہ لاٹھی سانپ بن جانا اور پھر اس میں ماشہ بھر کا اضافہ نہ ہونا یہ سب آیات ہی ہیں۔ بہرحال اس سے تو یہ آیات مراد نہیں کہ ابھی تو پیدا نہیں ہوئی تھی بہرحال اس کلام کا مقصد اپنی پوزیشن صاف بنانے اور فرعون کو تبلیغ کرنا کہ ہم مظلوم ہو کر آرہے ہیں تو ظالم ہو کر جائے گا ہم پر تیرا اور جمہ مٹ کا ہو گا تو تجھ پر عذاب نازل ہوگا۔ سب کی باز آجا۔ **ربنا افرغ علینا صبرا** یہ پانچواں کلمہ ہے جس میں تین دعائیں ہیں۔ فرعون کی دھمکی کا جواب دیا یہ بھی قالوا کا مقولہ ہے وہ حضرات فرعون کو جواب دے کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر یہ عرض کرنے لگے ظاہر یہ ہے کہ یہ الفاظ میں ہاتھ بلند کر کے فرعون کو سنا سنا کر کہے تاکہ وہ جل کر کہے کہ ہم اس لئے ہیں مظلوم ہیں فرعون ظالم خاتمہ کا انجام خراب ہے اور ہو سکتا ہے یہ الفاظ اپنے دل میں کہے ہوں تاکہ رب تعالیٰ نے قیامت ظاہر فرما دیا کہ رب تعالیٰ مومن کی چھپی نیکی کو بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ چہرے کے نور سے بھی۔ نور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک یہ دعا کرتا ہو باقی دو نے آمین ہی کہی ہو یا آمین ہی دعا ہے مگر پہلا احتمال قوی ہے کہ سب نے فرعون و سانحہ سے بیٹھ کر دعا کی۔ **ربنا** تحقیق پہلے اور تیسرے پارہ کی تفسیر میں ہو چکی جب دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کو رب کے نام سے پکارنا سنت ہی اچھا ہے۔ **افرغ** بنا ہے **افراغ** سے جس کا مادہ ہے **فرغ** بمعنی خالی کر دینا۔ اسی سے ہے **فراغت** اصطلاح میں برتن اوندھا کر کے اس کا پانی وغیرہ بہا دینا افراغ کہلاتا ہے کہ اس سے برتن خالی ہو جاتا ہے۔ صبر کو **تشبیہ** دی رحمت کے پانی سے جس پانی کسی کے اوپر سے بہایا جائے تو تمام اعضاء اس پانی سے صاف ہو جاتا ہے۔ پورا غسل ہو جاتا ہے اس کا تمنا یہ تھا کہ ہم عمر بھر کے پاپی گنہگار ہیں اب اس آخری وقت تک ہم پر مصیبت سلسلہ وار آتے رہے گناہ دھل جائیں ہم پاک و صاف ہو جائیں۔ ہمارا کوئی رواں گناہ سے شکستہ نہ رہے جب ہم آنے والی مصیبت کو برداشت کر لیں۔ صبر کی تفسیر اس کی قسمیں دوسرے پارہ میں **وبشر الصبرین** کی تفسیر میں عرض کر دی گئیں کہ صبر گناہوں سے صبر نیکیوں پر۔ صبر مصیبتوں میں ہو تا ہے یہاں آخری صبر مراد ہے۔ **صبرا** کی تنوین تعظیمی ہے یعنی ہم پر عظیم الشان صبر نازل فرما۔ جس کے نتیجہ میں ہم کو قتل جائے۔ دوسری دعا یہ کی **وتوفنا مسلمین** ہم کو اپنا مطیع فرمانبردار موت دے کہ ایمان توکل صبر و رضا پر ہم موں یہاں دو سوال۔ **توفی** بنا ہے وفات سے۔ وفات کے معنی اور اس سے متعلق تفسیر تیسرے پارہ میں **یعیسیٰ انی متوفیک** کی تفسیر میں عرض کر گئے۔ یہاں بمعنی موت ہے۔ مسلم و ایمان کبھی تو ہم معنی ہوتے ہیں کبھی ان میں کچھ فرق ہوتا ہے کبھی ایمان اسلام سے ضمن میں ہوتا ہے یہاں یہی تیسری صورت مراد ہے یعنی ہم کو ایمان اپنی اطاعت صبر وغیرہ پر موت نصیب کر۔ **توفا** فرمایا یہ نہ کہ ہماری موت بمعنی پکڑی موت ہو بلکہ وفات کی موت ہو کہ ہم صرف روح سے جدا ہو جائیں یوری رہے نہ مریں بلکہ بقصد حیات پورا رہے مریں۔ **مسلمین** کہہ کر اشارۃً بتا دیا کہ ہم موت آئے تو ہم کوئی نیکی اطاعت کا کام کر رہے ہوں ہم رکھ نہ تاکہ تیرا اور تیرا نبی سے رہے ہوں اس سے بجائے موت میں مسلمین کہا۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ تفسیر جادوگر فرعون کی یہ دھمکی سن کر بولے کہ ہم کو تیری دھمکیوں کی پروا نہیں کیونکہ اس صورت میں ہماری موت شہادت کی ہوگی اور ہم دار الفنا سے نکل کر دار البقا کی طرف، دار المحن سے نکل دار الراحت کی طرف تیرے پاس سے چھوٹ کر اپنے رب کی رحمت کی طرف جائیں گے۔ ہمیں کامیاب موت پر مرنے والے قرار دینا تجھ سے ہم نے کوئی قصور نہیں کیا ہے جس سے ہم برائے موت کے مستحق ہوں۔ ہمارا جرم صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے رب کی آیات پر آیات کے ذریعہ پر ایمان لائے۔ یہ ایمان کامل ہے عیب نہیں یہ کہ کر وہ اسی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ مولیٰ اب تو ہم پر صبر بہا دے جس سے ہم تیرا پاک وصاف ہو جاویں اور ہم کو ایمان اپنی اطاعت پر موت نصیب فرما۔ سیدنا عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرعون نے اس طرح پہلے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوائے پھر انہیں دریائے نیل کے کنارے کھجوروں کے درختوں پر سولی دی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ساحراں چوں حق لو شہ حسنہ دست و پا ہر جر صبور با تلدوح العالی)

فائدے: ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ کفر میں رہتی ہے ایمان میں ہمت و جرات پیدا ہو جاتی ہے جادوگر ایمان لانے سے پہلے فرعون سے کس قدر ڈرتے تھے مگر ایمان لاتے ہی کیسے بے خوف ہو گئے کہ اس سے پہلے فرعون کا خوف و ہراس نہ رہا۔ یہ فائدہ ہمیشہ کے لئے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: ایمان اور خوف خدا عشق رسول ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔ یہ فائدہ بھی **قالوا** سے ہی حاصل ہوا کہ ان جادوگروں کے سامنے فرعون کے ہاتھ پاؤں کاٹنا سولی دینا پیش پا افتادہ میں کوئی مطلقاً پروا نہیں ہوئی۔ عشق ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے آسان کو مشکل میں فرق کرنا اور مشکلات سے گھبرانا عقل کا کام ہے۔ عشق ان چیزوں سے آزاد ہے۔ شعر

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

تیسرا فائدہ: موت بہرحال آنی ہے خواہ قتل کے ذریعہ آئے یا کسی اور ذریعہ سے بلکہ راہ خدا میں قتل کی موت دوسرے ذریعہ سے موت سے آسان ہے کیونکہ برسوں بستر علالت پر بیماری رگڑ رگڑ کر جان دینے سے پانچ منٹ قتل سے جان دینا آسان ہے۔ یہ فائدہ **منقلبون** کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ:** اللہ و رسول کی وجہ سے قتل ہونے سے قاتل جہنم اور مقتول اس پر ثواب سے بلا قصور قتل ظلم سے اور ایمان کی وجہ سے قتل ہونے کہ اس سے قاتل کافر ہو گیا۔ فائدہ **وما تنقم منا** سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ:** مومن کامل کی پہچان یہ ہے کہ کسی سے غیر ناخوش ہوں۔ یہ فائدہ **ما تنقم** سے حاصل ہوا۔ جو کافروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرے وہ کامل مومن نہیں۔ دیکھو حضرات موسیٰ و ہارون تک غیر راضی ہیں۔ **چھٹا فائدہ:** یہ جادوگر فرعون کے قول کے مطابق شہید نہ ہوئے کیونکہ ان کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے پھر سولی دیئے گئے۔ یہ فائدہ **افرغ علینا صبرا** سے حاصل ہوا۔ کہ وہ قتل سے بچ گئے ہوتے تو صبر کی دعا کیسے کرتے۔ جب فرعون سے درباریوں نے فرعون سے کہا کہ تو حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو کیوں چھوڑ رہا ہے انہیں قتل کیوں نہیں کرتا اور خود بھی قتل کرنے

www.alahazratnetwork.org

ہوتے تو وہ اس کا علم بھی نہ تھا۔ ساتواں فائدہ: یوں صحبت ایک آن میں وہ کام کرتی ہے جو برسوں کی عبادت نہیں کرتی۔ یہ فرعونی جادوگر چند ساعت میں موسیٰ صحیح عارف صاحب شہید سب کچھ بن گئے اگر وہ سالہا سال عبادت کرتے تو نہیں کمالات حاصل نہ ہوتے۔ آٹھواں فائدہ: بے ڈرتے ڈالو موسیٰ بھی سچے پر بھروسہ نہ کرے۔ اللہ سے استقامت کی دعا کرے جب تک کہ خاتمہ بالخیر معلوم نہ ہو جائے تب تک نہیں۔ رہے۔ اللہ سے اس کے عذاب اس کی بے یاری سے ڈرتا رہے یہ فائدہ **توفنا مسلمین** سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: کبھی اسلام یعنی ایمان بھی آتا ہے یہ فائدہ **مسلمین** فرمانے سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: جب مصیبت پڑے یہ آیت فائدہ بخش ہے تب صبر کی دعا کرے۔ بلا دفع صبر دعا میں نہ مانگو کہ اس میں ہر پردہ مصیبت کی دعا ہے۔ دیکھو جادوگروں کو اپنے قتل کا یقین ہو گیا تب انہوں نے صبر کی دعا نہ کی مگر کر صرف ایمان قائم رکھنے کی اس وقت صبر کی دعا نہ کی اس وقت آفت جاتے رہے۔ گیارہواں فائدہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کا امتحان لے تو بندے کو چاہئے کہ صبر اور امتحان میں کامیابی کی دعا کرے۔ آفت ٹلنے کی دعا نہ کرے۔ دیکھو اس موقعہ پر جادوگروں نے صبر کی دعا کی اس آفت کے ٹلنے کی دعا نہ کی بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے ٹالنے کی کوشش بھی نہ کی کہ پھر فرعون کو عصا کے ذریعہ ذلیل و خوار کرنے اس ارادے سے باز رہتے۔ یہ ہے راہ صبر کی سچی عاشقی تھی۔ حضور پرنور نے شہادت حسین کی خبر سنی مگر اس آفت کے ٹلنے کی دعا نہ کی بلکہ عرض کیا۔ **مولی لحظ حسینی صبرا جمیلا واجرا جزیلا** اے میرے حسین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا کر۔

اعتراضات پہلا اعتراض: فرعونی جادوگر تو اسرائیلی تھے۔ مصری پھر وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان کیوں لائے۔ موسیٰ علیہ السلام تو انہی کے نبی تھے۔ یہ لوگ تو آپ کی امت کہ آپ صرف اسرائیلیوں اور مصریوں کے نبی تھے۔ جواب: نبی پر ایمان لانا چاہئے۔ دیکھو ہم لوگ محمدی مسلمان ہیں مگر ہمارے نبی پر ہمارا ایمان ہے۔ امت نہ ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ان کی شریعت کے احکام ان لوگوں پر جاری نہیں ہو سکتے۔ گزشتہ انبیاء کرام اگرچہ خاص خاص علاقوں کے نبی ہوئے مگر سب سے ایمان کی دعوت سب نبی لیکر آئے۔ احکام صرف انہیں پر جاری کئے جن کے وہ نبی تھے۔ یہ فرق خیال میں رہنا چاہئے۔ دوسرا اعتراض: **اصابر رب العلمین** اور یہاں **اصابانیت ربنا** دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جادوگر قتل نہیں ہوئے بلکہ اپنی طبعی موت سے ان کی وفات ہوئی یہ حالانکہ یہاں سے **توفنا مسلمین** قتل کی دھمکی کے بعد ایمان لائے تھے اور وعدہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا۔ **لایصلون الیکما بایتنا انتما ومن اتبعکما الغلبون** یہ فرعونی لوگ ہمارے ان نشانوں کی وجہ سے تم تک ہاتھ نہ پہنچا سکیں گے تم اور تمہارے ساتھی غالب ہو جاؤ گے یہ جادوگر سولی دے دیئے گئے تو وعدہ کہاں رہا۔ ثابت ہوا یہ اعتراض ان لوگوں کا ہے جو جادوگروں کے قتل کا انکار کرتے ہیں۔ جواب: وفات ہر موت کو کہتے ہیں خواہ قتل سے ہو یا طبعی طور پر۔ فرمایا **یتوفکم ملک الموت الذی** اور فرمایا **توفتہ رسلنا** اور فرمایا **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا** اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور ملک الموت اور دوسرے فرشتے صرف طبعی موت مرنے والوں کو موت

www.alahazratnetwork.org

دیتے ہیں مقتولین کو نہیں دیتے اور جادو کی طبعی موت سے مرے تو ہوں نے مصری جادوگروں کو ہلاک کیا۔ تمہاری پیش کردہ آیت میں رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے ایسے دو فریقوں کو تو تکلیف نہ پہنچے گی یا وعدہ صرف ان دونوں بھائیوں سے ہے۔ **لایصلون الیکما** اور وعدہ ان دونوں کے ماں باپ سے بھی ہے اور ان کے تبعین سے بھی۔ وہی علم سے مراد ہے یہی علم ان کے قبضہ قدرت میں ہے اور ان کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی قدرت ان کو حاصل ہے اور یہی علم ان کے پاس حاصل ہوا ہے۔ **سنقتل ابناء هم** اور استحیاء **وانا فوقهم قاهرون** (ہم ان پر غالب ہیں) میرا اعتراض تم پر ہے تم نے فرعونیوں سے پیشتر ان سے ہاتھ پاؤں نکالے پھر یہ فرمایا بعد میں ہی تم نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے تھے پہلے نہیں کاٹے تھے کہ ان کے ہاتھ پاؤں صحیح اور سلامت ہوں (تفسیر حاشیہ) تمہارا قول ہمارے خلاف ہے۔ **جواب**: کسی تفسیر یا تاریخ میں ان دونوں کی تاریخ میں تطبیق کی ہے ہم نے بھی کی ہے ہو سکتا ہے پہلے ان سے کچھ ہاتھ پاؤں کاٹے ہوں بعد میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے ہوں یا قطع ید و رجل سے ہاتھ پاؤں کا کاٹنا مراد ہو حالات کی رفتار بتا رہی ہے کہ جادوگروں نے ہاتھ پاؤں کاٹے تھے۔ شام کو ہوا ہے **ثم لاصلبنکم** کہ میں تمہیں ضرور سولی دوں گا۔ یہ دونوں باتیں سخت ہیں ان میں تعارض نہیں۔ چوتھا اعتراض **اصابر ب العلمین** فرعون نے اب میں ہمارا یا ہمارے رب نے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے رب کی تمام شدید باتیں ہمارے حق میں ہیں اس لئے ہم نے ان کو صبر سے برداشت کیا اور رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اور ایمان لائے اس لئے ہم نے کہا **اصابر بنا** ہمارے رب پر ایمان لانے سے **ہدایت بنا** ہم نے ہدایت پائی اور ہمارے گناہ معاف ہوئے اور ہم نے ایمان لا کر اپنے اوپر سے عذاب الٰہی کو دور کر لیا۔

تفسیر صوفیانہ موت ہر ایک کو آنی ہے اس سے کسی کو مفر نہیں ہے اس لئے مومن کو موت سے نہیں ڈرنا چاہئے کافر کو موت سے ڈرنا چاہئے کیونکہ مومن کی موت اس کو دار آخرت میں لے جاتی ہے اور کافر کی موت اس کو فرعون کی طرح دوزخ میں لے جاتی ہے۔ **انا الی ربنا منقلبون** ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے مقام پر جانا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

چوں رہند از آب و گلہا شاد دل
ہمچو قرص بدر بے انفصال شوند
از لقائے دوست دارد صد فتوح

[illegible]

یالیت قوم یعلمون

[illegible]

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا

[illegible]

فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ

[illegible]

نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں اس معاملہ کا ذکر ہوا کہ فرعون نے جادوگروں سے کیا یعنی قتل کی دھمکی۔ پھر قتل ہونے کا سبب اس معاملہ کا ذکر ہے جو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے یعنی ان سے ڈرنا گھبرانا اور ان کا کچھ نہ بگاڑ سکنا۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیات میں فرعون کے اس ظلم کا ذکر ہوا جو اس نے وقتی طور پر جادوگروں پر کیا اب اس کے اس ظلم کا ذکر ہے جو اس نے بنی اسرائیل پر دوامی شروع کر دیا یعنی ان کے بچوں کا قتل اور عورتوں کو لونڈی بنانا گویا اس خاص اور وقتی ظلم کے بعد اس نے عام اور دائمی ظلم کا ذکر ہوا ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں جادوگروں کی دعا مصیبت شفاعت طلب اور مطلب اللہ تعالیٰ کی اس حوصلہ افزائی کا ذکر ہے جو اس نے اپنے محبوں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرمائی کہ فرعون اس کی ایذا کی ہمت نہ کر سکا کہ رب اس سے وعدہ فرما چکا تھا۔ **لا یصلون الیکما** چوتھا **تعلق** پچھلی آیات میں فرعون کی بددعائی کا ذکر ہوا کہ اس نے جادوگروں سے ایسے متکبرانہ کلمات کہے۔ فرعون کے انہی بددعائی کا ذکر ہے کہ وہ فرعون سے بدتر تھے۔ یعنی فرعون کی بددعائی کے بعد اس کے ماحول کی گندگی کا ذکر ہے کہ ان فرعون کی بددعائی کی وجہ اس کا گندہ ماحول تھا۔

تفسیر وقال الملا من قوم فرعون۔ اس تحریر سے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ اس سے پہلے میں گزرا آپ یہاں کا ملاں یا تھا ہوتا تھا ایمان لے آئے۔ بعض تفسیر والے التعلق اقوں صحیح نہیں کہ فرعونوں نے فرعون سے یہ کہا۔ یہاں رہے کہ موسیٰ علیہ السلام عطاء نبوت کے بعد مصر میں تشریف لائے سیدھے فرعون کے دربار میں پہنچے کسی درمیانہ تبلیغ نہ فرمائی گئے پھر آپ جادوگروں سے مقابلہ ہوا پھر جادوگروں کے سجدہ میں گرنے پر پھر اکثر اسرائیلی ایمان لائے۔ **قال** میں روئے سخن فرعون سے ہے۔ **ملا** سے مراد ہے سرداروں کی جماعت۔ قوم فرعون سے مراد میں قبطی لوگ کیونکہ فرعونی لوگ قبطی کہلاتے تھے۔ سریلی لوگ سبطی فرعون نے جادوگروں کو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی تھی اکثر اسرائیلی سریلیوں سے تھے۔ ملاں پر اس کے ارکان دولت نے فرعون سے یوں خطاب کیا۔ **اتذر موسیٰ و قومہ** یہ قال کا مقولہ ہے۔ **تذر** میں خطاب فرعون سے ہے موسیٰ علیہ السلام میں حضرت ہارون بھی شامل ہیں اور **قومہ** سے مراد میں وہ تھوڑا سا اسرائیلی جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور جو برابر ایمان لا رہے تھے قوم سے بنی اسرائیل مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے سبھی ہم قوم تھے۔ یہاں رہے کہ **اتذر** سوال یا تعجب کا ہے یا انکار یا رغبت دینے کا۔ فرعون کے ہم کو حیرت ہے کہ تو نے جادوگروں کو تو سزا دی اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا۔ میں قتل میں میدہ یا تو ان کو ایسے ہی چھوڑے رکھے گا۔ میں قتل نہ کرے گا۔ کیا بات تو حیرت ہے۔ **لیفسدوا فی الارض** یہ عبارت متعلق ہے **تذر** سے۔ اس میں ملاں کا مقصد ہے جس کے بعد اس پوشیدہ سے فساد سے مراد ہے دین اسلام کی فرعون کی عبادت کا ناقوں کا شکست سے رہا ہے۔ ملک میں عبادت پر گامزن ہونا اور دیوتا فساد بھی یعنی فرعون سے عبادت ناقوں کو خلافت پر بھارت الارض سے مراد یا تو مصر ہی ہے یا فرعون کی ساری مملکت کی رعیت یعنی تیرے ان چھوڑنے کا نتیجہ ہوگا کہ یہ لوگ رعیت مصر یا تیری مملکت میں فساد پھیلائیں گے۔ **ویذرک و الھتک** اس جملہ کی بہت ترکیبیں ہیں آسان ترکیب یہ ہے **یذرک** معطوف ہے **یفسدوا** پر۔ چونکہ وہاں ان پوشیدہ سے اس لئے یہ بھی مضمر ہے

www.alahazratnetwork.org

ہے اور ہماری قراءت میں **الھتک** سے ما **الھ** کی بعض قراءتوں میں **الاھتک** ہے الوہیت کے ہم معنی اس قراءۃ کے معنی یہ ہیں کہ حضرت موسیٰ تجھ کو اور تیرے عام معبودیت کو ترک کئے رہیں۔ ہماری قراءت کے معنی یہ ہیں کہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو ترک کئے رہیں اس میں مذکور ہے کہ فرعون کے معبودوں سے کون سے معبود مراد ہیں۔ صحیح و قوی قول یہ ہے کہ اس سے اپنا نام مراد تھا۔ مصر کے بادشاہ ملک شام و عراق میں بھیجے ہوئے تھے اور وہاں کے باشندوں کو حکم دیا تھا کہ ان کی عبادت کریں۔ علاوہ ازیں مصر کے بادشاہوں کو حکم تھا کہ خود فرعون کو پوجیں۔ مصر کے آس پاس کے لوگوں کو حکم تھا۔ چونکہ تمام روزمرہ فرعون تک نہیں پہنچ سکتے تھے لہٰذا ہر ایک سے نام کے بتوں کو پوجو۔ اس لئے وہ کہا کرتا تھا کہ **انا ربکم الاعلی** میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ بعض روایت پھوسے رب ہیں لیکن بڑا رب ہوں۔ بعض نے فرمایا کہ فرعون خود ستاروں کو پوجتا تھا یہ سمجھ کر یہ بڑی چیزوں کے رب ہیں اور لوگوں سے اپنی پرستش کرتا تھا۔ کہتا تھا کہ انسانوں کا رب میں ہوں مگر یہ قول قوی نہیں کیونکہ فرعون سے اس کی عبادت کسی بھی لوگوں نے نہیں کی وہ کہا کرتا تھا کہ **ما علمت لکم من الٰہ غیری**۔ یہ وہ ستاروں کی پرستش کرتا تو وہ رب ہی جیسے ہمارے اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں مگر یہ سب قول سے ہے۔ **قال سنقتل ابناءھم**۔ یہ فرعون کا جواب ہے موسیٰ کے سوال کے بالکل ہی خلاف اس سے رہا ہوں کی بات کاٹنے کو کہا کہ ہم تمہارے بچوں کو قتل پھر شروع کردیں گے۔ جواب کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور پھر ہمیں گھبرا نہ جاؤ ہم ابھی تمہاری قوم کو محترم کردیں گے۔ اس طرح کہ ان کے بچوں کا قتل پھر شروع کردیں گے اور اس کی قوم سے مراد مقاتلہ ہے کی یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرعون نے اسرائیلی بچوں کا قتل بند کردیا تھا جب سے موسیٰ علیہ السلام نے اس کے گھر میں پرورش پائی تھی جب سے پھر اس حرکت کے شروع کرنے کا اعلان کردیا۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے بچوں کے قتل کی مت نہیں کرتا تو اس کے ارادے سے قتل تھے سب قصور بچوں کے قتل کا اعلان کردیا۔ فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا تھا خوف سے گھبرا جاتا تھا **و نستحی نساءھم**۔ یہ عبارت معطوف ہے مستقبل پر اس میں دوسرے ظلم کا ذکر ہے **نستحی** کے معنی ہیں ہم ان کو زندہ چھوڑیں گے۔ نہیں قتل نہ کریں گے۔ یہاں رہے یہ سوال کہ اس کے مقابل بنانا ہے کہ بلکہ نساء کہا اس لئے کہ وہ اسرائیلی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ یہ پوری عورتیں ہو جاتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نساء کہنا اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ ابناء کا مقابل بنات ہے کہ نساء کا مقابل کیا ہے کہ ابناء علت قتل بچوں کی ایسی ہے نہ کہ مرد ہونا اور لڑکیوں کو زندہ رکھنے کی وجہ ان کا عورتیں ہونا علت ہے کہ نہ قتل کی جائیں ہو۔ **وانا فوقھم قاھرون**۔ یہ عبارت معطوف ہے **نستحی** پر۔ اس سے مراد فرعون اور اس کی قبطی قوم سے فوق سے مراد مکانی بلندی نہیں بلکہ درجہ کی بلندی مراد ہے۔ تم ان بنائے تم سے مگر ہم ہیں اس سے یہ بتایا کہ جیسے ہمیں اسرائیل پر موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے غالب تھے ایسے ہی اب بھی غالب ہیں۔ اب تو ہمارے غلبہ میں کوئی فرق نہیں آیا ہے ہم نے بچوں کے سے عارضی طور اسرائیلی بچے قتل سے بند کردیئے تھے واپس لے لیا ہے کہ اسرائیلی لوگ سمجھ رہے ہیں کہ اب ہم بالکل نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم کو ان کی بالکل پرواہ نہیں ہے یہ ہمارے ہر طرح محکوم ہیں۔ ہم ان کے ہر طرح حاکم ہیں ہم کو ان کی بالکل پرواہ نہیں جیسے کہ اس

www.alahazratnetwork.org

سے پہلے تھی۔ (روح المعانی)

خلاصہ تفسیر

فائدہ اس آیت سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کی تعریف کرنا اور اس کی تسبیح کرنا اور اس کی تقدیس کرنا اور اس کی تحمید کرنا اور اس کی تہلیل کرنا اور اس کی تکبیر کرنا اور اس کی تمجید کرنا اور اس کی تحنید کرنا اور اس کی تعظیم کرنا اور اس کی تکریم کرنا اور اس کی تشریف کرنا اور اس کی تبجیل کرنا اور اس کی تقدیر کرنا اور اس کی تعزیر کرنا اور اس کی تنزیہ کرنا اور اس کی تطہیر کرنا اور اس کی تقدیس کرنا اور اس کی تحمید کرنا اور اس کی تہلیل کرنا اور اس کی تکبیر کرنا اور اس کی تمجید کرنا اور اس کی تحنید کرنا اور اس کی تعظیم کرنا اور اس کی تکریم کرنا اور اس کی تشریف کرنا اور اس کی تبجیل کرنا اور اس کی تقدیر کرنا اور اس کی تعزیر کرنا اور اس کی تنزیہ کرنا اور اس کی تطہیر کرنا

پانچواں فائدہ ... بے عقل ہوتا ہے۔ عقل دین سے ملتی ہے۔ فائدہ حاصل ہوا **مستقبل اسماءھم** سے

فائدہ اس **مستقبل اسماءھم** سے حاصل ہوا کہ جو اپنے نام رکھے اللہ تعالیٰ کے نام پر رکھے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر رکھنے سے فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت قائم رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت قائم رہنے سے فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت قائم رہ

www.alahazratnetwork.org

ولرسولہ وللمؤمنین۔

اعتراضات یہاں اعتراض میں یہاں دو لوگوں کا ذکر ہے ان دونوں سے کون سے مراد ہیں جواب
الھنک یہاں سے دوسرا اعتراض جواب
واما قومھم قاھرون

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ حد اکثر خوف نبی کی ہیبت لوگوں سے کفر و گندگی نکال دیتی ہے مگر جب جمد دل میں تکبر و غرور ہو۔ بجز و انکسار ہو۔ جادوگروں نے دل میں عشق و محبت پیدا کر لیا تھا مگر اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے مقابل تکبر و غرور نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کی ہیبت دل میں چھائی خوف خدا دل میں آیا اس لئے پھر یا تقہ۔ پھر پھر کا کفر و عنادوں میں سے نکل گیا۔ فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت تو آئی وہ دبدبہ آپ کے مقابلہ میں بھاگا مگر چونکہ اس کے دل میں تکبر و غرور تھا اس لئے وہ ہیبت خوف خدا پیدا نہ کر سکی۔ لہٰذا اس سے دل سے نہ نکلا نہ فسق و فجور۔ ہاں ہوا یہ کہ اس کی محبت و غرور کا رخ دوسری محل استعمال بدل گیا۔ بجائے موسیٰ علیہ السلام کے اسرائیلی بچوں کی طرف اس کا رخ ہو گیا۔ اس نے کہا **وانا فوقھم قاھرون** موسیٰ علیہ السلام آپ کا تعلق ایک ہی میں قوم کے جادوگروں اور فرعون کے اس دو قسم کے میں سے یہ فرق حال ہے کہ وہاں سجدے ہوئے یہاں نعوذ باللہ غرور۔ لطیفہ مشرقی پاکستان میں 1971ء میں چار ماہ سے مسلسل لوٹ مار، آتشزدگی وغیرہ عام ہو رہی تھی۔ ملک کے حالات قابو میں نہیں آتے تھے۔ میں ادھر روپے فالتو تقسیم کیا۔ حالی تقسیم اس سے علاوہ ہے کہ اچانک اللہ نے رحمت کی بارش برسا دی۔ حالات بہتر ہو گئے جلدی سب ٹھیک ہو گئے صرف مارشل لاء کے نام کی ہیبت نے کہ سپاہی نہ پچا سکا۔ بڑے بڑے سرکش غائب ہو گئے جب مارشل لاء کے نام میں یہ ہیبت ہے کہ بڑے بڑے سرکش سیدھے ہو گئے تو اگر ہمارے دلوں میں اللہ و رسول کے نام کی ہیبت آجائے تو ہمارے نفس اور سرکش بیوی شیطان وغیرہ سب سیدھے ہو جائیں۔ یہ تھا کہ ہیبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ حدیث میں فاتحین کا حال اس والی کے ساتھ ہوگا کہ ایک ماہ کی مسافت کی فاصلہ پر ہیبت ہی۔ سن ۷۱ء کی جنگ میں ایک مارشل لاء کے نام سے معاملے بھوس ہو گئے تو پھر جب ہم صرف نام سے بھاگ جائیں گے اللہ و رسول کے نام کی ہیبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمان کو چاہئے کہ دو چیزیں دل میں رکھے۔ ایک یہ کہ نبی علیہ السلام کو اللہ نے بہت قوتیں قدرتیں بخشی ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور ہمارے ہر حال سے واقف خبردار ہیں۔ انشاء اللہ پھر گناہ کی ہمت نہیں پڑے گی۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ

فرمایا موسیٰ نے واسطے قوم کے اپنی مدد مانگو اللہ سے اور کرو صبر تحقیق زمین اللہ کی ہے

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو بیشک زمین کا مالک اللہ ہے۔

يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا

وارث بناتا ہے اس کا جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اور انجام ہے واسطے پرہیزگاروں کے کہا لوگوں نے

اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے بولے ہمیں ستائے گئے

www.alahazratnetwork.org

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ

پہنچے تھے ہم سے اس سے کہ آویں تو آپ ہمارے پاس اور پیچھے سے اس کے کہ آئے آپ ہمارے پاس فرمایا

پہلے تو سے پہلے اور پیچھے آنے کے بعد کی قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو

یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

غرق کرے تمہارا اس ملک کرے دشمن کو تمہارے اور جانشین کرے تم کو اس زمین میں پس نظر فرمائے کہ کیسے عمل کرتے ہو تم

ہلاک کرے اور اس کی مگر تم کو حکومت نہیں بتائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرعون سے مشورہ ظلم کا ہونا اب بنی اسرائیل سے مشورہ صبر کا ہونا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیات میں فرعون سے ظلم سہنا تھا اب اس کے مقابل تقویٰ و طہارت اور صبر و توکل کا ہونا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں فرعونیوں کی ہلاکت ہوا کہ وہ لوگ اپنی ہلاکت فرعون سے پس فریاد کی ہے اب بنی اسرائیل کی ہلاکت اپنی ہلاکت کی ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کا فرعون سے ملاقات میں اسرائیل کو ہلاک کرنے کا ذکر تھا اس آیت میں حضرت موسیٰ کا اپنی قوم سے ملاقات میں ہلاک فرعون کا ذکر ہے۔ **قل عسی ربکم ان یھلک عدوکم**۔ پانچواں تعلق پچھلی آیت میں بنی اسرائیل کی ہلاکت کا ذکر تھا اس آیت میں فرعون نے بنی اسرائیل کی ہلاکت کا ذکر ہے جس کا وعدہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے دیا۔ چھٹا تعلق پچھلی آیت میں فرعون کا بنی اسرائیل پر غلبہ ذکر فرمایا ہے **وانا فوقھم قاھرون** یعنی اسرائیل پر غلبہ میں ہے اس کے اس دعویٰ کی تردید کی جارہی ہے کہ ہمیشہ غلبہ متقیوں اور صبر کاروں کا ہوتا ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہمارے رب سے ہمیشہ وعدے کا ہونا رہا ہے کہ متقی کی تکلیف اور دشمن کا ہلاک عارضی ہوتے ہیں۔

تفسیر قال موسیٰ لقومہ اس سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے۔ فرعونیوں سے اس مشورہ کی خبر بنی اسرائیل کو پہنچی تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات میں عرض کیا یہ آپ نے فرمایا قول یعنی کلام ہست قسم کا ہوتا ہے وعدہ کا کلام کسی کا وعدہ کا وعید کا تو اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کا قول یا تو اسرائیل کا ہے یا وعدے کا جو بھی ہو ہے رب تعالیٰ کی طرف سے اسرائیل کی طرف سے وعدہ ہی ہے اس طرف سے رب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب تعالیٰ کا قوم سے عرض کیا موسیٰ نے بنی اسرائیل سے بھی ایمان لے آئے تھے یا تو قبل ایمان لے آئے تھے اس سے یہ کلام میں حیران کن مضمون سے خطاب ہے۔ **استعینوا باللہ واصبروا** یہ قال کا مقولہ ہے اس میں آپ نے بنی اسرائیل کو دو

www.alahazratnetwork.org

حکم دیتے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور صبر کرنا یہ دو چیزیں کام کی مدد کرنے ہوتی ہے صبر عبادت تقویٰ بعد میں ہے پہلے ہوا صبر کا بعد میں۔ ہم دو چیزیں ہم کریں رب ہمیں مدد دے گا۔ صبر تین قسم کا ہوتا ہے طاعت پر صبر گناہوں سے صبر مصیبت کے وقت وہ بھی صبر ہمیں تیسری قسم کا صبر عبادت ہے اس میں فرمایا کہ ہمیں فرعونیوں کا اور ان کے ساتھیوں کا یہ طریقہ ہے صبر تین قسم کا ہوتا ہے مجبوری کا صبر مجبوری کا صبر ہوتا ہے کہ کچھ نہیں کر سکتے مجبوری کا صبر ہوتا ہے کہ کچھ معنی ہے اس کے ساتھ صبر کرنا ہے مجبوری کا صبر یہ ہے کہ طاقت ہو کچھ معنی ہے اس کے ساتھ صبر کرنا ہے یہ تین قسم کا صبر ہوتا ہے تین قسم کا صبر ہوتا ہے مشرکوں کا اپنے دشمنوں کا بھی اور دین کے دشمنوں کا بھی صدق پکڑ سکتے ہیں ہم صبر کا ہوتا ہے مدد سے ہے مدد مانگنا ہے اللہ سے اور صبر کرنا ہے یہ دو چیزیں ہم فرعونیوں کی طرح صبر کرنے والے ہیں ہم ان کی باتوں کی وجہ سے ان کے ساتھ تھے یہ وقت امتحان کا ہے ان وقت ایسی عبادت ہے صبر میں شامل ہے

تمہید ہے اور فرعون نے قوں کی تائید دو تاکہ رہیں مصر میری ہے میں اس مالک مختار ہوں ان شاء فرمایا کہ ان مصیبتوں کا فرعونیوں موجود تھے رہیں سے مراد یہ تھا رہیں سے طاعت مانگ لو اللہ سے مدد رہیں سے چلنے والوں کا ہوں پر ملکیت کا ہوں میں کرتا ہے اس کا رہیں للہ میں ملکیت کا ہے ساتھ اور ملکیت سے حقیقی دائمی اور اصل ملکیت مراد ہے اللہ تعالیٰ ہے یورثہا من یشاء من عبادہ یہ ہے ہمارے علیہ السلام کا پیدا وہ ہی اسرائیل سے جتنی قریب ہیں رہیں سے کہ عام قریبے علاقے یہاں رہے ہیں ان سے مراد شرعی وراثت نہیں ہے وراثت مراد ہے اسرائیل لوگ فرعون کے ذلت رہتے تھے ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے ان کی مدد سے بچھیں ہلاک ہیں ان کی ان کے قریب ہیں گے اور ثنا الارض ہے ہم رہیں ذلت ہیں ان کی ہیں ان کی ہیں ان کی

www.alahazratnetwork.org

اقسام کے احکام اور پہلے پارے کے شروع میں **ھدی للمتقین** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صاحب ہوتے ہیں جو صاحب سے ہر قوم میں صاحب ہوتے ہیں ہر زمانہ میں ہر ملک میں ہر حال پر ہو تو ایسا بھی تمہاری نسبت تو آخرت بھی تمہاری ہے اور دنیا بھی مخاطب عام نہیں ہیں آخر کار ہدایت تو ہیں ہے۔ **قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا** یہ وہ عرض و معروض ہے جو اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کی۔ قاعدہ سے متعلق دو باتیں تھیں میں دیں ایسی ہی عرض کی ہے یہ کہ تو فرعون سے ہی پہلے اس مصیبت میں مبتلا ہوئے تھے اور ہمیں امید تھی کہ براہ راست خدا تعالیٰ سے ہدایت پائیں گے براہ راست کلام سنیں گے حضرت موسیٰ ہمارے اور رب کے درمیان روح سنی میں اس سے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ہماری آپ تمہارے ہی آپ کی رب کے پیغمبر ہیں صحابہ پر وحی ہوتی تھی کہ حضرت جبریل بھی مدینہ کی گلیوں میں آواز دیتے ہوئے آتے تھے۔ اسی طرح یہ بھی اسرائیلیوں نے کہا کہ سب قوموں کے مقابلہ میں ہمیں اپنی عرض قرار دیا ہے۔ **اوذینا** سے یہ اشارہ ہے کہ ہم ستائے گئے ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بنی اسرائیل کو دوبارہ ستائے جائیں۔ طرح طرح سے ظالم بیکس و فضول حال کو ہدایت ہوئی ہے اس کی تفسیر میں شارحین نے اپنے اپنے ذوق کے موافق کی ہے کسی نے کہا کہ اس سے مراد ہے کہ ہم کو ہدایت کا راستہ دکھا دے۔ بعض نے کہا کہ ہم کو ہدایت پر ثابت قدم رکھ

www.alahazratnetwork.org

کہتے ہیں اور مطلقاً کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں یہ کوئی فرق نہیں ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے **قال عسی ربکم ان یھلک عدوکم**۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخاطب ہے آپ کا عسی فرمانا یا تو امید دلانے کے لئے ہے یا اس واقعہ کا قرب بیان کرنے کے لئے۔ بہرحال کا امید دلانا ہی یقین دلانے کے لئے ہوتا ہے اس لئے عسی فرمانا مناسب ہے۔ **یھلک** سے مراد ہے عذاب سے ہلاک کرنا۔ دشمن سے مراد فرعون اور سارے فرعونی لوگ ہیں یعنی یہ تم سے یعنی امید ہے یا قریب ہی ہے کہ تمہارا رب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن فرعونیوں کو ہلاک کردے۔ **ولیستخلفکم فی الارض** یہ عبارت معطوف ہے **یھلک** پر۔ اختلاف سے یعنی فرعون کے بعد اسرائیلیوں کو جلیل سلطان بنانا ارض سے مراد یہاں مصر ہے چونکہ اسرائیلیوں کی سلطنت فرعونیوں کے پیچھے ہوئی لہٰذا اسے استخلاف کہنا بالکل درست ہے چونکہ موجودہ سارے اسرائیلی اس وقت موجود نہیں تھے۔ بعض تو فرعون کی ہلاکت سے پہلے وفات پا جائیں گے۔ بعض مصری خلافت سلطنت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ اس لئے یہی فرمانا بالکل مناسب ہوا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے تھے۔ قرآن مجید کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سلطان ہوئے۔ فرمایا **واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا** یعنی ہم نے اسی کمزور قوم کو جلیل یا یہ تھی سلطان ہونے (معاون و مددگار وغیرہ) اللہ ظاہر ہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے یہ دونوں وعدے اس وقت موجود بنی اسرائیل سے تھے جو رب نے پورے فرمادیئے **فینظر کیف تعملون** یہ عبارت معطوف ہے **یستخلف** پر چونکہ اسرائیلیوں کے ان اعمال کو دیکھنا اس خلافت دینے کے فوراً بعد ہوگا۔ اس لئے فاء ارشاد ہوئی یہ بھی ممکن ہے کہ نظر کے بہت معنی ہیں۔ غور و فکر کرنا دیکھنا انتظار کرنا دیکھا جانا یہاں آخری دو معنی میں سے کوئی معنی مراد ہیں کیونکہ پہلے تین معنی سے رب تعالیٰ پاک ہے۔ **کیف تعملون** سے یہ بتایا کہ رب تعالیٰ تمہارے اعمال کو بھی دیکھے گا اور اعمال کی کیفیت کو بھی۔ اس فرمان سے مقصد تو یہ ہے کہ تم سلطنت پاکر آزاد نہ ہو جانا بلکہ رب کے مطیع و فرمانبردار بن جانا یا مقصد یہ ہے کہ تم فرعون سے آزادی اور سلطنت پاکر آزاد نہ ہو جانا یا مقصد یہ ہے کہ تم فرعون سے آزادی اور سلطنت پاکر بربادی کے کام نہ کرنے لگو۔ اور روح المعانی نے ان تینوں وقتوں کا تحقق ہو جانے اور ایسا ہی ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اشارہ بالکل درست ثابت ہوا۔

خلاصہ تفسیر فرعون سے یہ مشورہ کی خبر اسرائیلیوں کو ہوئی تو وہ گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر عرض گذار ہوئے تب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو وہ علم بتاتا ہوں اور وہ خوش خبریاں۔ علم تو یہ ہیں کہ اللہ سے مدد مانگو فرعون سے مقابلہ اور فرعونی مصیبتوں پر صبر کرو۔ صبر سے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے خوش خبریاں یہ ہیں کہ زمین مصر فرعون کی ملک نہیں یہ تو عارضی بادشاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ملک سے وہی مالک حقیقی ہے۔ سلطنت کے بعد خلافت کو اکثر کے بعد بعض میں سے کس بندوں کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دے۔ وہ فرعون کے بعد تم کو مالک بنائے گا دوسری خوش خبری یہ ہے کہ عاقبت آخرت کی خوبیاں پرہیزگاروں یعنی مومن متقیوں کے لئے ہیں۔ دنیا تو کبھی فاسقوں بلکہ کافروں کو بھی مل جاتی ہے مگر عاقبت بالخیر سارے کے سارے متقی ہی ہوتے ہیں۔ اے موسیٰ فرعون سے تمہاری پیدائش سے پہلے ہم پر بہت ستم توڑے اور اب جبکہ تم نبی ہو کر

www.alahazratnetwork.org

مدین سے ہمارے پاس تشریف لائے تو پھر شروع کر دیئے۔ درمیان میں کچھ روز کسی قدر ہم کو چین سے رہنے دیا۔ ہم تو اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: عنقریب وقت آتا ہے کہ تمہارا رب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن فرعون کو سخت عذاب سے ہلاک کر دے گا اور اس کے بعد پھر اس زمین کا بادشاہ تم کو بنائے گا مگر بادشاہت پا کر تم خود سرنہ بن جانا۔ وہ تمہارے اعمال بلکہ اعمال کے حوال دیکھے گا وہ عطاء تمہارا امتحان ہوگی۔ خیال رہے کہ اکثر انسان آرام میں سرکش ہو جاتا ہے خیال رہے کہ اس موقعہ پر موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے اس مصیبت کے رفع فرمانے کی دعا نہ کی بلکہ بنی اسرائیل کو صبر کی تلقین فرمائی کیونکہ یہ بھی ان کا امتحان تھا۔ امتحان ٹلا نہیں جاتا بلکہ دیا جاتا ہے۔ کامیابی کی دعا کی جاتی ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** اپنے دکھ درد کی شکایت بھی سے کرنا حضرت یعقوب علیہ السلام وہ حضرت بھی پروردگار رافع مصیبت شامل الامراض ہیں۔ یہ فائدہ **موسیٰ لقومہ** سے اور **قالوا اوذینا** سے حاصل ہوا۔ دیکھو بنی اسرائیل فرعون کا مشورہ ظلم سن کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس فریادی ہوئے مرض کی شکایت حبیم سے ظلم کی شکایت حاکم سے کرسکتے ہیں کہ یہ لوگ ان کے دشمن سے لئے من جانب اللہ مقرر ہیں۔ ایسے ہی ہر مصیبت میں فریاد بھی دل سے کرسکتے ہیں۔ میاں محمد صاحب فرماتے ہیں:

ہر مشکل دی کنجی یارو جتھ ولیاں ڈے آئی
ولی دعا کر حل ویلے مشکل رہے نہ کائی

بلکہ فرعون اور فرعونی لوگ ہر مصیبت میں موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرتے تھے۔ آپ دعا فرماتے تھے تو مصیبت رفع ہو جاتی تھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **قالو یموسی ادع لنا ربک بما عھد عندک** اس کی تفصیل ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ **دوسرا فائدہ**، ہر مصیبت میں دو کام کرنے چاہئیں انشاء اللہ مصیبت رفع ہوگی ایک تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا، دوسرے صبر کرنا، اللہ تعالیٰ رب کی ناشکری نہ کرنا مصیبت کو دور کر دیتے ہیں۔ یہ فائدہ موسیٰ علیہ السلام کے فرمان **استعینوا** اور **اصبروا** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** ہر چیز کا مالک حقیقی رب تعالیٰ ہے کوئی کسی چیز کا کبھی مالک حقیقی نہیں۔ یہ فائدہ **ان الارض للہ** سے حاصل ہوا جو کسی بندہ کو کسی چیز کا ایک آن کے لئے مالک حقیقی مانے وہ مشرک ہے۔ اللہ کے مالک کرنے سے بندے ہر چیز کے مالک ہو سکتے ہیں یہ فائدہ **یورثھا** سے حاصل ہوا۔ اسی لئے بندہ اپنی محبوبہ کو فروخت بھی کر سکتا ہے اور عاریۃً دے سکتا ہے مگر یہ سب ملکیت کے احکام ہیں۔ **چوتھا فائدہ** دنیا یک بدمومن و کافر سب کو مل جاتی ہے مگر آخرت کی خوبیاں صرف نیک کاروں کو ملیں گی۔ یہ فائدہ **العاقبۃ للمتقین** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ عاقبت سے مراد آخرت ہے **پانچواں فائدہ** دنیوی تکلیف مومن کے لئے عارضی ہوتی ہیں۔ انجام اس کے لئے خیر ہی ہوتا ہے فاجر کے لئے دنیوی آرام و کامیابیاں عارضی ہوتی ہیں۔ اس کا انجام برا ہی ہوتا ہے یہ فائدہ **العاقبۃ للمتقین** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ عاقبت سے مراد انجام ہے۔ **چھٹا فائدہ** بنی اسرائیل پر فرعونی مظالم زیادہ تر موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے اور رسالت سے ہونے کے بعد ہوئے۔ درمیان میں اس کے ظلم کچھ کم ہو گئے تھے۔ پہلے تو موسیٰ علیہ السلام کی آمد روکنے کے لئے پھر دوسری بار صرف اپنا عرم رکھنے کے لئے کہ ہم اسرائیلیوں پر غالب ہیں۔ یہ فائدہ **من قبل** اور **من بعد**

www.alahazratnetwork.org

سے حاصل ہوا ہے۔ ... سے پہلے بھی ... تھا ... تھا ایک سال ... کے سال ... حضرت ... سے آپ ... چاہیے ... جلد ... **فینظر کیف تعملون** ... حاصل ہوا۔

اعتراضات پہلا اعتراض ... چاہیے۔ ... **استعینوا باللہ** ... **وایاک نستعین** ... حقیقت ... **من انصاری الی اللہ** ... **وتعاونوا علی البر والتقوی** ... **ان تنصروا اللہ ینصرکم** ... پوری ... **الارض للہ** ... **خلق لکم ما فی الارض جمیعا** ... ہے آیتوں میں ... جواب یہاں ... ملک ہے مگر ... **تیسرا اعتراض** ... ان شکلوں ... ایک ... ناموری ... جواب ... ہمارے ... ہو رہی ... **چوتھا اعتراض اوفیا** ... ہوئی ظلم ... جواب ... **ومدح فی الصور** ... پچوں

www.alahazratnetwork.org

اعتراض موسیٰ علیہ السلام سے بہت فرعون خلافت بنی اسرائیل کو کس سے کیوں بیان فرمایا یہ دونوں چیزیں تو یقینی نہیں۔ **جواب** یہ ہیں سے اعتراض سے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ یہاں گے میدانے کے لئے ہے رکر کم فائدہ دینا یقینیات پر ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے **عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا** حالانکہ حضور انور کو مقام محمود یقیناً ملنا ہے۔ سرے سے دینا اس واقعہ کے ہونے کے لئے نہیں بلکہ موجودہ اسرائیلیوں سے پانے کے لئے ہے یعنی اے اسرائیلیو! تمہیں سے کہ تم فرعون کی ہلاکت اپنی خلافت پاداس وقت تک تم زندہ رہو گے جب تک تم میں ہدایت اور خلافت سے وقت تک اس میں سے اعمال اچھے ہوں گے۔ چھٹا **اعتراض فینظر** کس سے معلوم ہوتا ہے رب تعالیٰ ان سے اعمال دیکھنا ان کے عمل کے بعد ہوگا حالانکہ رب تعالیٰ کی صفات قدیمہ میں وہ ہمیشہ سے سمیع و بصیر و علیم ہے پھر فرعون ہونا ضرور ہوا۔ **جواب** رب کی صفات قدیمہ کا دو واجب ہیں مگر اس کے فعل ایسے نہیں۔ یہاں فعل طرح ہے کہ صفت طریقہ رب تعالیٰ اس کی رازق ہے مگر اس سے پیدا کو رزق جب دیا جب کہ وہ پیدا ہو چکا اسی طرح وہ بصیر و سمیع تو ہمیشہ سے ہے مگر اس نے ان کو دیکھا ان کے بعد ہوا۔ ساتواں **اعتراض** بنی اسرائیل فرعون سے غریب و افتادہ رہے تھے اور میراث صرف مرد قرابتداروں کو ملتی ہے پھر یہاں **یورثھا** کیسے ہے۔ **جواب** یہاں میراث سے مراد شرعی میراث نہیں بلکہ اس سے یہی صرف یہ ہیں کہ گئے۔ بعد پہلے مالک ہوں سے ہیں جانے بعد مصر اس خطہ سے میراث فرمایا باطل درست ہوا کیونکہ بنی اسرائیل فرعون سے بعد مصر کے مالک ہو سے یہ سعی سے جو رب تعالیٰ کو مخلوق کو وارث بنانے **واانت خیر الوارثین**

تفسیر صوفیانہ سے ان فرعون اور فرعونی خوف ایسے ہی موسیٰ اور بنی اسرائیل سب نیچے سے اندر ہیں تیرا نفس گویا فرعون ہے جو وحشت ماحول مصر عورت گویا اس کی قوم ہے تیرا روح گویا موسیٰ تیرا عقل ہارون گویا بنی اسرائیل ہے تیری بشریت گویا مصر کی زمین ہے اور شیطان طبیعت گویا فرعونی ہامان ہے فرعونی نفس سے اس کی قوم وحشت غضب اور ہے کہ تو نے موسیٰ روح اور اس کی قوم قلب و عقل کو یوں چھوڑ دے رکھا ہے تو بشریت میں فساد پیدا کریں گے وہ تجھ کو نیچے گرا دیں گے اور دونوں شیطان کی عبادت کریں گے تو فرعون نفس ہے کہ ہم روح و قلب سے صفات اور ان سے نیک اعمال و اخلاق پھر ان سے نیچ کرتے رہیں گے۔ جس سے ان کے اعمال باطل ہو جائیں گے اور ہم ان کی ان صفات کو بیکار کر دیں گے۔ ان کی صفات کو بیکار کرنے سے ان میں جہل پیدا ہوں گے جو ان کے لئے قریب سے ریب غالب ہیں قوموں میں سے یہ قوم عقل دوں سے ہے کہ تم دونوں جس سے ہو اس کی عبادت کرو اور بشریت کا کام و بشریت کی میں کامیابی سے چاہے مالک بنا دے چھوٹا عالم اعلیٰ ہے ہے تب قوم روح نے موسیٰ روح سے کہا کہ تیرا دعوت کرنے سے پہلے ہم تو نفسانی عیوب سے ستائے جاتے رہے اور تیرے آنے کے بعد بھی ہم ستائے گئے تب روح نے فرمایا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے نفسانی عیوب کو اصلاحات رہا ہے اور تمہیں زمین کی ایذا تم سے دور کر دے گا پھر تم بشریت تمہاری میں ہو گے کہ قلب و روح یہاں حکومت کریں گے پھر دیکھے گا کہ اے قلب اے عقل تم کس طرح اس میں عبودیت کے خلاف ہو اور اس کی ربوبیت کا خیال نہ کرتے ہو تمہیں ہوشیار رہنا چاہئے۔ (روح البیان)۔

www.alahazratnetwork.org

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ

اور بیشک ہم نے فرعون والوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹنے سے پکڑا کہ کسی وہ

يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

نصیحت پکڑیں پھر جب آئی ان کے پاس بھلائی تو کہنے لگے ہمیں چاہیے ہے اور اگر پہنچتی ان کو

سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۚ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ

کوئی برائی تو بدشگونی لیتے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں سے سنتے ہو اللہ کے حضور ان کی بدشگونی تو

لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اللہ کے ہے اور لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں ۔

تعلق

تفسیر ولقد اخذنا ال فرعون

دونوں کی طرف نسبت ہو جاتی ہے مگر **آل** صرف عاقل کی طرف مضاف ہوتا ہے کہہ سکتے ہیں آل بنت آل علم آل پیشہ مگر آل بیت یا آل علم نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے یہ کہ **آل** کی نسبت بڑے چھوٹے سب کی طرف ہو جاتی ہے مگر **اہل** کی نسبت کمی بڑے کی طرف ہوتی ہے آپ لوگوں کو اہل سلطان تو کہہ سکتے ہیں مگر آل سلطان نہیں کہتے۔ فرعون چونکہ اپنی بیوی کا حاکم تھا لہذا اس کی طرف اس مضاف ہونا مناسب تھا اس لئے یہاں **آل** فرمایا۔ گھر میں رہنے والے بیویاں بچے وغیرہ **اہل بیت** کہلاتے ہیں یہاں تیسرے معنی میں ہے یعنی فرعون کی بیوی صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی مخصوص فرما دیا ہیں ان واقعات سے پہلے ہو چکے تھے لہذا تیسرے معنی ہی مراد ہیں یعنی فرعون کے متعلقین لہذا آل رسول حضور نوری یا امتی سے بھی کم ہے یہ لوگ تو اپنے عذابوں میں پکڑے ہوئے تھے اسرائیلی محفوظ رہے ہیں اس کے ان کی تکالیف سے متاثر ہوئے کہ ان سے بچوں کو ذبح کیا جاتا تھا عورتوں کو زندہ رکھا جاتا تھا مگر فرعون پر آنے والے سارے عذاب صرف قبطیوں پر آتے رہے بنی اسرائیل تو وہاں کی دعا سے محفوظ رہے صرف قبطیوں سے مرے اب کہیں اسرائیلیوں سے رحمت۔ **بالسنین** متعلق ہے **اخذنا** سے سنین جمع ہے سنہ کی اور اس آپ ہوا میں آنے والی دو موسموں سے آتی ہے گرمی کی طرف منسوب ہوتا ہے سنہ سے بھی یہ سال یا اس کا بعض حصہ مراد لیا جاتا ہے۔ حق۔ اس سے مشتق ہے **تسنہ** یہ گاؤں کا نام ہے **رجال مکتہ مستورہ عجاف** ان سے دبلے قطبی مقابلہ سے پتلے ہیں۔ (خازن) ایک اور شاعر کہتا ہے شعر

دعانی من نجد فان سمیہ لعبن بنا شیبا و شیبنا بنا مردا

حضور انور نے دعا کی تھی۔ **اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف** بہرحال مصر میں سات سال قحط رہا۔ سنہ کی جمع ہے پورا فرعونیوں پر قحط سال برسوں رہی اس لئے **سنین** جمع ارشاد ہوا۔ **ونقص من الثمرت** یہ معطوف ہے **سنین** پر ثمرات سے مراد مطلقاً پھل ہیں انہوں کے علاوہ دانہ پیدا کرنے کا کام آتا ہے جیسے گندم چنا وغیرہ۔ پھل بہت سے کھائے جاتے ہیں جیسے انگور انار وغیرہ۔ یہ سب قحط ہو گیا شہروں میں پھل کم لہذا دیہات سے آتے تھے دیہاتوں سے پھل وہیں سے کھا جاتے تھے حتی کہ انگور وغیرہ صرف ایک گچھا کبھی کبھی پیدا ہوتا تھا حتی کہ لوگ حشک ہو گئے تھے۔ **لعلھم یذکرون** اس میں اس قحط و پیداوار کی حکمت ذکر فرمائی کہ **لعل** معنی ہیں کہ **یتذکرون** اصل میں **یتذکرون** تھا تاء کو ذال میں ادغام کر دیا گیا ہے یہ عذاب اس لئے بھیجے گئے وہ لوگ نصیحت پذیر ہوں یہ عذاب آسان آفات مصیبتوں میں سے ہیں طرف رجوع تو وہ ہے اس کی حکمت تیسرے حال سے ہے کہ فرعون کی عمر قبل چھ سو سال ہوئی اس میں چار سو سال اس نے سلطنت مصر اپنے دور حکومت میں 120 سال تک اس سے پہلے بھی اس نے بیماری، مصیبت قحط وغیرہ میں بھی اس سے وہ خوف خدا اس پر غلبہ حال رہے ہیں دوسری عذاب دیں قومیں ہیں قدر ڈھیل نہیں دی گئی تھی ڈھیل دعوی کی ہے چار بار مختلف عذاب آئے اور ہر عذاب سے پہلے وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا۔ **لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل۔**

www.ahazratnetwork.org

فاذا جاءتهم الحسنة **هم** **قالوا لنا هذه** **ولا تصبهم سيئة** **يطيروا موسى ومن معه** **ان تصبهم** **يطيروا** **يتطيروا** **تطير** **طير** **تطير**

رجعت لها طيرا شمالي فان يكن هواك الذي تهوى يهبك اجتنابها

تطير **لا طير** **وكهامته** **من معه**

www.alahazratnetwork.org

الا انما طئرھم عند اللہ ... طائر ... طیرھم ... طائرون

کانہ تھمان یوم ماطر علی رھ وس کرہ وس طائر

ولکن اکثرھم لا یعلمون ... اکثرھم ... یعلمون

www.alahazratnetwork.org

لطیفہ ابن ابی حاتم نے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ ان کلمات سے دوران یک بار مصر کے تو میں مذہب حق سے دور ہونے سے بل بڑا مشکل ہو گئے مصری دشمن فرعون سے پناہ مانگتا ہے وہ عصا سے تو پناہ دے وہ عصا سے نجات ہوتا ہے ہاں جس لاٹھی سے بل گیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے یہ قصہ سنا ہے کہ تورب سے میں بندہ ہوں تو تکلوے میں گھوڑوں میں پکڑا گیا تو میں میری عرب کہنے کے بعد میں قصہ سن پانی کی آواز سی سرانجام تو دریا سے بل میں پانی ہاتھا انھا اور اپنے گھر پہنچ گیا پھر چکا تھا پھر ہی بارہ سو (تفسیر روح المعانی)

فائدہ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح ہوئی مشکلوں میں بھی صدہا سہولتیں ہوتی ہیں یہ آیت اور حقیقت اسباب پیدا کرے گا اسے رب تعالیٰ کے دروازے پر لگانے کے لئے آتی ہیں۔ یہ فائدہ **لقد اخذنا** سے حاصل ہوا۔ ہماری ناشکریاں آیات آنے کی وجہ ہیں۔ رب فرماتا ہے **مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم** اگر تم شکر گذار رہو تو رب تمہیں عذاب کیوں دے گا۔ دوسرا فائدہ نبی سے دوری سے ہدایت ملے اس میں سے کہیں مل سکتی ہے فرعون یا فرعونیوں کو ان سے ہدایت نہ ملی کیونکہ وہ جناب موسیٰ کلیم اللہ سے دور رہنا طے ہوا تھا فرعونیوں سے ان آیتوں سے ان کے لئے ہدایت نہیں موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے بتایا۔ تیسرا فائدہ نبی کی خدمات عبادت علماء کی خدمت بھی ہدایت ہے یہ فائدہ **ولقد اخذنا** سے حاصل ہوا۔ فرعون کو یہ آیتیں نہیں بھیجی گئی۔ وہ ان سے ہدایت نہ پا سکا اس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو دشمن سمجھا تھا۔ انہوں نے حضور کی خدمت کی تو ہم بھی ان سے محبت میں تخفیف ہوتی ہے اور اگلی سے اسے پانی ملتا ہے۔ بعد علماء و مگر حضرت ابراہیم کا خدمت گار تھا تو وہ اصحاب علماء کا حضرت سلیمان کا حاضر دربار ہوا اور اس کے ذریعہ بلقیس بلکہ سارے یمن والے ہدہد چوتھا فائدہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو بھی بیک عمل کو محبوں جانا علماء کا دامن نہ چھوڑنا کہ محبوں میں وہ حضرات تو ہیں ہی۔ یہی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ **وجعلنی مبرکا اینما کنت** اللہ ان سے جب رہتے ان چیزوں کی برکت ہوتی ہیں ہم میں کہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص برکت والی ہے۔ **یطیر والموسی** سے حاصل ہوا کہ ہدہد بھی ایک بار سلیمان کے لئے کئے مہینے کا سفر طے کرتا تھا۔ آج کل ہوائی جہاز کئی گھنٹوں میں یہ آیات قطعاً سمجھ میں آتی ہیں۔ دوسرا طریقہ فرعونی۔ مسئلہ اللہ تعالیٰ برکت والا تو رب اللہ رب تمہیں اس سے حاصل ہوئے مبارک **وجعلنی مبرکا** اس کو مبارک سے مشتق ہوا وہ مبارک **انا انزلنہ فی لیلۃ مبرکۃ** مسئلہ قرآن مبارک ہے چیزیں شامل ہوں جن سے ان کی برکت میں فرق نہ آئے گا ہوا میں بیچ میں تختہ سے تو ان سے اسی لئے اور صفا مروہ کے طواف دوڑ میں بیت رکھے ہوئے تھے۔ مبارک ہیں ہوئے محل مبارک ہیں فرعونی جب پانچواں فائدہ دنیا میں راحت و آرام کو اپنی نوشش کا نتیجہ سمجھنا طریقہ ہے یہ فائدہ **لاھنہ** سے حاصل ہوا اللہ جسے چاہے ہمیشہ راحت و آرام دے رب کا فضل سمجھے تکلیف و مصیبتوں کو اپنے گناہوں کا نتیجہ سمجھے۔ چھٹا فائدہ ان آیات سے معلوم ہوا رب کے یہ عذاب فرعونیوں پر مسلسل نہیں آئے بلکہ کبھی وہاں میں مبتلا ہوتے تھے اور کبھی

www.alahazratnetwork.org

چھوڑ دیئے جاتے تھے تاکہ وہ ان کھیتوں سے اپنے اور عورتوں کے لئے غلہ لیں۔ یہ فائدہ **فاذا جاءتهم الحسنة** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ** یہ ہے کہ ہر ساعت کی مصیبتوں کے بعد فضل ہے۔ فکر بہت طرح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد حضور کی نعمت اپنے کلام میں ذکر کرنے سے اور اس میں مشغول ہونے میں اصل ہیں۔ **آٹھواں فائدہ** نعمتوں کی فراوانی سے صبر کی بے وقعتی اور شکر کی عمدگی معلوم ہوئی کہ نعمتوں میں قید ہیں اور نعمت مصیبت کے ساتھ ہیں **والذین معه** فائدہ **ومن معه** حاصل ہوا کہ فرعونیوں و حضرت موسیٰ کا ساتھی۔ **نواں فائدہ** عرصہ تک حضرت موسیٰ کے ساتھ رہنے والوں میں کوئی منافق نہ تھا۔

اعتراضات پہلا اعتراض یہ ہے کہ ان آیتوں میں فرعونیوں کو قحط سالیوں وغیرہ سے پکڑنا مذکور ہے حالانکہ بہت سے فرعونی بڑے بڑے عہدوں پر رہے اور بڑی بڑی دولتیں پائیں۔ **جواب** یہ ہے کہ یہ آیتیں مکی ہیں اور مکہ میں مسلمان تھوڑے تھے اور کافر بہت۔ اس لئے خطاب بھی کافروں سے ہوتے تھے جو فرعونی مسلمان ہو گئے تھے وہ بھی اپنے کافر بھائیوں سے ملے ہوئے تھے اس لئے خطاب ان سے بھی ہوا۔ **دوسرا اعتراض** یہ ہے کہ ان آیتوں میں فرعونیوں کا ذکر ہے پھر یہ فرمانا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے ظلم سے نجات دی کیونکر صحیح ہے۔ **جواب** اس سے پہلے باب میں ایسے بیان ہو چکا ہے کہ فرعونیوں کے ظلم سے بنی اسرائیل کو اللہ عزوجل نے اس وقت نجات دی جب فرعونی قحطوں کی تکلیف محسوس کر چکے تھے جیسے خروج دجال کے وقت موجود حیثیتیں مثل مسیح کے ہوں گی کافر ان کی طرف ہو گا۔ دوسرے یہ کہ گو بنی اسرائیل کو قحط سے تکلیف ہوئی ہو تو وہاں سے مصر میں فرعونیوں سے بلندی و رحمت فاریہ تھی۔ تکلیف اور چیز ہے اور قتل کی پڑ جانا اور چیز ہے جو فرعونی اس آفت میں گرفتار تھے مگر جواب میں گرفتار تھے۔ اس کی آزمائش تھی۔ **تیسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ قحط بھیجنے سے صرف فرعونیوں کی اولاد ہی سے گھرانے والے پکڑے گئے کہ فرمایا **ولقد اخذنا ال فرعون** باقی سب اس سے بچے رہے۔ **جواب** یہاں **آل** سے فرعون کی اولاد یا اس کے گھرانے والے خاص نہیں بلکہ فرعون کے متبعین مراد ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا **وادخلوا آل فرعون** ہم کہتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں بھی **آل** سے متبعین مراد ہیں۔ **چوتھا اعتراض** یہاں یہ ہوا **اما طائرهم عند الله** ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ فعل پر ہیں مگر حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بعض چیزوں میں نحوست ہوتی ہے جیسے عورت گھر اور گھوڑا۔ **جواب** حدیث پاک کا خطاب ان لوگوں سے ہے جو ان چیزوں کو منحوس سمجھتے ہیں جیسے بعض جانور یا کالا آدمی یا الو وغیرہ۔ ان میں کوئی چیز منحوس نہیں ہے۔ ان کو منحوس سمجھنا قابل تغیر ہے۔ **پانچواں اعتراض** یہ ہے کہ **فی یوم نحس مستمر** مسلمان ہر مہینہ میں بیسیوں بار مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ **جواب** یہ ہے کہ ہم کو یہ علم نہیں ہے کہ ان پر مصیبتیں کیوں آتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوں۔ حضور علیہ السلام کی بارش کی دعا سے متعلق یہ بھی تو ہوا کہ بارش بند ہونے کی دعا حضور کو بہت پسند تھی مگر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

www.alahazratnetwork.org

نام میں برکت نہیں ہوتی **حکایت** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے (انگارہ) فرمایا تیرے باپ کا نام کیا ہے (شہاب ثاقب) فرمایا تیرا قبیلہ کون سا ہے (حرقہ) فرمایا تیرا گھر کہاں ہے (ذات لظیٰ) میں فرمایا جا تیرے گھر میں آگ لگ چکی ہے جا کر دیکھ تو واقعی آگ لگ چکی تھی **حکایت** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کام سے بھیجا وہ آیا تو اس کا نام پوچھا وہ جہاد بن ظفر تھا فرمایا تو واپس جا تیرا باپ ظالم اور تو مظلوم ہے تیرے باپ کو کام نہیں ملے گا۔ حضور علیہ السلام برے نام بدل دیتے تھے۔ فرماتے ہیں [illegible] مولانا فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ
رنج [illegible] چوں چراغ

اس کی بحث تفسیر نور العرفان میں ہے۔ چھوٹا پانچواں **اعتراض** اس آیت میں کیوں کہا گیا **اکثرھم لایعلمون** اکثر فرعونی یہ نہیں جانتے۔ **جواب** اس سے بعض فرعونی مراد ہیں جو ایمان لے آئے تھے۔ یا فرعونیوں کی عام تعلیم کا تذکرہ ہے مگر وہ اکثر جو علم سے محروم تھے اس سے مراد ہیں۔ **اکثرھم** فرمایا یا اس لئے کہ اکثر آفات کو ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اپنے گناہوں کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا یہ میں نے کہ مجھے میرے گناہوں کی شامت سے بخار آگیا۔ (تفسیر خازن وغیرہ)۔

تفسیر صوفیانہ جدا ہونے سے پہلے ہمت سواریوں میں خدا تعالیٰ نے محبت دنیا کی طبیعت یہاں سے عیش و آرام مخلوق میں غور و فکر و دیرہ گہرا تھی تیں سواریوں کو سیدھی چلیں تو رب تک پہنچیں اگر ٹیڑھی چلیں تو دوزخ تک تکالیف میں صبر اور آرام میں شکر مخلوق میں یہ فکر کہ ان کو کس نے پیدا فرمایا جیسے پیدا کیا ان کا بنانے والا بڑی کاریگری والا ہے وغیرہ وغیرہ تب پہنچاتے ہیں ایک تکالیف میں سے صبری آرام میں عیش پرستی مخلوق کو خالق مان بیٹھنا دوزخ کا راستہ ہے۔ ان فرعونیوں کو آفات و مصیبت کی سواریاں اپنے تک پہنچنے کے لئے ہیں۔ فرمایا **لعلھم یذکرون** کہ ان سے پتہ لیں عیش و آرام کی سواری بھی اس نے عطا فرمائی تھی ان سواریوں سے کام لیتے یہ کہ رحمت کو یاد کرتے مگر وہ غافل محض مومنین صالحین کاملین ان سواریوں سے یہ کام لیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان آیتوں میں علامت کے ذریعہ علامت کا پتہ لگایا ہے [illegible] حرام سے اور حلال حلال چلنے سے ایمان راسخ قوی تر ہوتا ہے ان کے مدرسے ملے ہوئے الہام کا پتہ دیتے ہیں [illegible] آیتیں پڑھ کر فال نکالتے ہیں وہ فال بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں [illegible] سیہ فال یعنی بدشگونی کو بھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں [illegible] ان کے حق میں حکم ہے کہ [illegible] اس سے بچو [illegible] اس سے بچاؤ [illegible] کی گئی کو پھونکی مارتا تھا تو روشنی ہو جاتی تھی [illegible] کہ اللہ کے مقبول بندے میاں اور اس وقت [illegible] پیروں

www.alahazratnetwork.org

الاطرھم مسالمۃ

یستحیاں لھم

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ

بِمُؤْمِنِیْنَ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ

تعلق

میں فرعونیوں پر دو نعمتوں کے زوال

تیسرا تعلق

www.alahazratnetwork.org

وقالوا مهما تاتنا بہ من آیۃ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعونیوں کا کہنا ہے **مهما** اسم شرط ہے **تاتنا** فعل شرط **بہ** متعلق ہے **یطیروا** کا **قالوا** فعل فرعونیوں کا **مهما** کی تفسیر میں **ای آیۃ** ہے **مهما** کے متعلق کئی قول ہیں یہ کہ یہ مستقل اسم شرط ہے یا **من** کا ابدال ہے یا **من** کا تاکید ہے یا **آیۃ** سے بدل ہے یا **آیۃ** کا بیان ہے یا **آیۃ** کی صفت ہے یا **آیۃ** کا حال ہے یا **آیۃ** کا تمیز ہے یا **آیۃ** کا مفعول ہے یا **آیۃ** کا مفعول ہے

و انک مهما تعط بطنک سؤله
و فرجک نالا منتهی الزم انجما (معانی)

من اجلہ یعنی ہمیں جادو کرنے کے لئے **لسحرنا بہا** یہ عبارت تاتنا کے متعلق ہے **فما نحن لک بمؤمنین** حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعونیوں کا کہنا ہے

قالوا فعل فرعونیوں کا **یطیروا** مضارع مجزوم ہے **ان** شرط محذوف ہے **تصبہم** فعل شرط **سیئۃ** فاعل **یطیروا** کا **بموسیٰ** متعلق ہے **یطیروا** کا **ومن معہ** معطوف ہے **موسیٰ** پر **الا** حرف استثناء **انما** حرف استثناء **طٰئرہم** مبتدا **عند اللہ** خبر **انما** کی **ولکن اکثرہم** معطوف ہے **انما** کی **لا یعلمون** صلہ **اکثر** کا

www.alahazratnetwork.org

معنی گھومنا چکر کھانا عرب کا ان سے طوفان سب فرماتے ہے **فطاف علیها طائف من ربک وهم نائمون** الف لوں راہ ہیں جیسے عمران قرآن اور فرقان میں پانی کی طغیانی کو اسی سے طوفان کہتے ہیں کہ وہ شہروں اور بستیوں کو گھیر لیتا ہے یہاں طوفان سے مراد وہ سیلاب ہے جو وادی شبی میں آیا پڑھنے کی وجہ سے یا اس سے مراد طاعون ہے یا چیچک کی وبا حضرت عائشہ صدیقہ سے اس کی تفسیر موجود ہے کہ فرماتی ہیں کہ معنی یہاں میں طوفان موت کو کہتے ہیں انہ طاعون ہے چیچک سے تفسیر ہے طاعون اور چیچک پہلے فرعونیوں کی تھی اس سے پہلے یہ امراض نہ تھے مگر قوی یہ ہے کہ یہاں طوفان سے مراد وہ سیلاب ہے جو پانی کے زور سے آیا تھا روایت میں ہے کہ پانی فرعونیوں کے تہ خانوں یا گھروں میں کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ اوپر کی منزل تک پہنچا تھا جو بیٹھا پانی تھا وہ دو ہاتھ سے زیادہ اونچا نہ تھا وہ اسرائیلوں کے گھروں میں نہ گیا پھر عجیب بات یہ تھی کہ ہر پشت قد آور اور قد سے مناسب تھی فرعونیوں سے مضبوط اور تنومند تھے ان پر یہ عذاب بہت دن رہا جس سے وہ مر گئے **والجراد** مفعول ہے **الطوفان** پر **ارسلنا** معطوف ہے عربی میں **جراد** اس ٹڈی سے ہے جس میں پر نکل آتے ہیں جراد کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو صحرا میں ہوتی ہے دوسری دریائی ہری (سبزی) کی اس کا نر پیلا ہوتا ہے مادہ کالی ہے یہ حیوان ہے اس کے ذبح کی ضرورت نہیں جیتوں کو سب سے زیادہ نقصان یہی پہنچاتی ہے یہ جانور بہت پھرتیلا ہے اس کا پیشاب بدبودار ہوتا ہے وہ اس مادہ کی جنس سے ہے شاید یہ پیشاب کھل ہونے کا اثر ہو فرعونیوں نے اس سے بہت تکلیف اٹھائی جانوروں میں اس کی نسل بہت ہوتی ہے جس کھیت پر جا پڑے تو اسے تباہ کر دیتی ہے فرعونی کھیتی کا دسواں حصہ جزام کے لیے مقرر کرتے تھے (روح البیان) اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ٹڈی ہے **والقمل** ہماری قراءت میں قاف کے پیش اور میم کے شد سے ہے بعض قراءت میں قمل قاف کے فتح اور میم کے سکون سے ہے (روح المعانی) یعنی قمل دوسری اخروٹ کے برابر ہوتی ہے بعض مفسرین نے قمل کی تین تفسیریں کی ہیں قمل چھوٹی مکھی کو کہتے ہیں جو جانوروں کے خصوصاً گائے بھینس کے جسم سے لگی ہوئی اس کی خون چوستی رہتی ہے جوں کھٹمل جوں ہو خواہ مرکب ان کی چھوٹی قوت سامعہ بہت ہی قوی ہوتی ہے وہ ایسی دور کی آواز سن لیتی ہے جس تک کسی سے پہنچنا حال ہے بعض نے فرمایا قمل بعینہ وہی ہے جسے روح البیان) بعض مفسرین نے اس کے کئی جوں سے ہوں کی چند خصوصیات بیان کی ہیں ہم نے بیان کر دیا ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ قمل سے مراد ہے ہوں جوں زندہ چھوٹی ہوں یہاں تک کہ عورت کے متعلق اگر معلوم کرنا ہو کہ حیض میں ہے یا نہ ہے تو اس کے بالوں کو جوں عورت کے دوا سے ظاہر ہو جاتا ہے ان اقوال کی تفصیل میں یہ ہے کہ جوں اس دانہ سے نکل جائے تو زندہ نکلے گا اس پیشاب بدبودار سے جوں پیشاب کی مکھی میں اور شاء اللہ پیشاب آسمان سے گا۔ ریشمی پارچہ میں جوں نہیں پڑتی اس لیے کہ اس کی بناوٹ میں مرد کا ریشم پڑتا ہے۔ حضور کے جسم اور کپڑوں پر جوں نہ تھی اور یہ اس عورت کی شامت تھی جس نے حضور کی تعریف نہ کی تھی۔ حضور کے جسم و لباس پر مکھی نہ بیٹھی آپ نے بھی مکھی کی غذا پاکیزہ نہیں کھائی اس لیے پاکیزہ جگہ میں نہیں پڑتی حدیث میں ہے جو مکھی کھانے والا ہے اس میں شفا ہے **و الضفادع** معطوف ہے اس پر ضفدع کی جمع ہے مینڈک

www.alahazratnetwork.org

صدع کہتے ہیں وہ میدانی جو صعد میدان سے اونچے ہوتے ہیں جس پر سے ہیں جس پر سے ہیں جس پر س

www.alahazratnetwork.org

گیا مگر لطف یہ تھا کہ اسرائیلیوں کے گھر یا تل محفوظ تھے آخر فرعونی اور فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہت سی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائے، قوم اسرائیل کو آزاد کرنے کا مصمم وعدہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ طوفان رفع ہوا۔ اللہ کی شان کہ پانی خشک ہونے کے بعد ان کے باغوں میں پھل کھیتوں میں دانے پہلے سے کہیں زیادہ پیدا ہوئے تو بولے کہ یہ عذاب نہ تھا بلکہ یہ رحمت تھی اس نے ہمارے باغوں کھیتوں میں کھاد ڈالا ہم تو ایمان نہیں لاتے۔ ایک ماہ یا ایک سال یا کچھ کم و بیش زمانے کے پھر اس پر ٹڈیوں کا حملہ ہوا۔ ٹڈیاں پہلے ملک پر ایسی چھا گئیں کہ زمین کی طرح چھپ گئیں۔ دھوپ نہ ہوگئی پھر ہمارے مصر و مدائن مصر پر گریں تو یک لخت ہو کر فرش بن گیا۔ کھیتیاں باغات مکانوں کے دروازے بلکہ مکانوں کی چھتیں فرعونیوں کے کپڑے ملک میں سب سامان حتیٰ کہ لوگوں و بیرونوں میں بھی بھائیں مگر بنی اسرائیل میں سے بالکل محفوظ رہے۔ آخر کار فرعون لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پھر عاجزی کرنے آئے ایمان لانے اور ظلم ستم نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام جنگل میں تشریف لے گئے۔ عصا شریف سے چار طرف اشارہ کیا طرح طرح کی ٹڈیاں چار طرف بھاگ گئیں جہاں سے آئی تھیں وہیں چلی گئیں۔ علاقہ صاف ہو گیا جب فرعون نے اپنے کھیتوں باغوں میں پہنچ کر دیکھا کہ قدرے دانہ اور پھل باقی تھے ہوئے بقیہ پہلے سے بہت کچھ تھا پھر کافی دن ہم ایمان نہ لائے پہلے سے بھی زیادہ سرکش اور بدعمل ہو گئے یہ عذاب بھی ایک ہفتہ رہا تھا ایک ماہ یا ایک سال پھر موسیٰ علیہ السلام سے پھر دعا کی درخواست کی۔ دونوں عذاب گیا تو پھر اسی طرح کہ موسیٰ علیہ السلام عید گاہ کے لیے نکلے وہاں عصا مارا تو دریا کے دونوں طرف میں تبدیل ہو کر فرعونیوں میں پھیل گئے ان کے کھیت باغات فرعونیوں سے مال کھال سب ہاتھ چاپ سے اور فرعونی لڑنے بھاگنے تو دو چار میر ہو گئیں تھرڑ پڑیں اور پھر اتنی ہی رہتیں فرعونیوں کے سر مونچھیں بھوؤں ہاتھ پاؤں کے بال تک چٹ کر گئیں۔ کھانا پکاتے وقت ہنڈیوں سے بھر جاتی گھاٹوں سے پھر جاتا یہ عذاب بھی سات دن رہا۔ بنی اسرائیل محفوظ رہے آخر کار فرعون چیخ پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے حاضر ہوئے روئے گڑگڑائے ایمان و تقویٰ کا وعدہ کیا آخر کار موسیٰ علیہ السلام کو رحم آیا دعا فرمائی اس عذاب سے نجات پائی۔ [illegible] علیہ السلام بڑے عاجز و قابل ہوں گے کہ انہوں نے عصا سے ریت سے [illegible] ہو گئیں بنا دیا۔ [illegible] پہلے سے بھی زیادہ صحت بن گئے ایک ماہ یا ایک سال آرام سے گزرے پھر مینڈک کا عذاب آیا فرعونیوں سے [illegible] کھانا پانی میں مینڈک ہی مینڈک تھے جہاں فرعون بیٹھتا اس کے چاروں طرف اونچے مینڈک ہوتے باتیں کرتے کھانے میں مینڈک تو بستر پر مینڈک اس کے منہ میں مینڈک۔ غل ہو جاتا کھانے سے منہ بھرا ہوا نکلتا پیچھے مینڈک پہلے مینڈک پہلے مینڈک پانی سے نکلتے باہر سے پانی سے بھرے گھروں میں مینڈک ہی مینڈک تھے آخر کار فرعونی پھر موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں روتے پیٹتے آہ و زاری سے حاضر ہوئے اے موسیٰ اس بار تو ہم مر گئے [illegible] یہ عذاب [illegible] سات دن رہا تھا تو بہت سے [illegible] ہو گئے جس سے ہمارے مینڈکوں کو دریا میں پھینک دیا عذاب دور ہوتے ہی پھر وعدے سے پھر گئے پہلے سے زیادہ خبیث ہو گئے ایک مہینہ یا ایک سال بعد آخری پانچواں عذاب خون کا آیا یہ پہلے سے بدحالوں سے سخت تھا [illegible] پانی تازہ خالص خون بنا پھر کنوؤں گھروں لوٹے گلاس کا پانی خون ہو جاتا دن بھر [illegible] خون اب فرعونی پیاسے مرنے لگے تو رحم کے لیے چلائے تاکہ ان کے دل سے پانی نکلیں مگر ان سے بھی خون نکلا

www.alahazratnetwork.org

اسرائیلی اس عذاب سے بالکل محفوظ تھے۔ فرعون نے حکم دیا کہ ایک پیٹ میں قبطی اور اسرائیلی ایک ساتھ کھانا کھائیں تو یہ حالت ہوئی کہ قبطی کی جانب خوں اور یحیی کی طرف شوربا پھر فرعون نے حکم دیا کہ قبطی یعنی اسرائیلی اپنے منہ میں یوں شوربا کر قبطی کے منہ میں اس کی نلی کردے تب یہ معلوم ہوا کہ اسرائیلی کے منہ میں پانی یا شوربا اور قبطی کے منہ میں پہنچتے ہی خون ہو جاتا تھا۔ اللہ نے قبطیوں کو ذلیل کیا کہ ان کے منہ میں اسرائیلیوں سے نلی کردی اس سے پہلے وہ اسرائیلیوں کے ساتھ کھانا تو کیا ان کو اپنے ساتھ بٹھانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے مگر تعجب یہ ہے اس لئے ان کی آنکھیں ان سے بھی نہ کھلیں۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ جس کے دل میں نبی کی عظمت نہ ہو اسے کوئی چیز حتی کہ عذاب الٰہی بھی ایمان نہیں دے سکتے۔ یہ فائدہ **فمانحن لک بمؤمنین** میں **لک** فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو فرعون اور فرعونی لوگ اتنے معجزات عذاب دیکھ کر ایمان نہ لائے کیونکہ ان کو موسی علیہ السلام سے عقیدت نہ تھی جس رب تعالی ایمان کی توفیق کسی کو دیتا ہے تو پہلے اس کے دل میں جناب رسالت مآب کی توقیر و وقار سے حد تعالی کی محبت ایمانیات و قطعیات دین میں جاگزیں ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ اور شرک کا اصل سبب نبی کا مقام نہ پہچاننا ہے نبی و رحمان میں معجزے اور عذاب میں فرق نہ کرنا ہے۔ یہ فائدہ **لنصرفنا بھا** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ یہ مذکور ہوا کہ یہ پانچ عذاب صرف فرعونیوں پر آئے تھے بنی اسرائیل ان سے محفوظ رہے تھے۔ یہ فائدہ **فارسلنا علیھم** میں **علیھم** فرمانے سے حاصل ہوا البتہ یہ چیزیں فرعونیوں پر عذاب بھی تھیں اور قبطیوں کے لئے معجزات موسوی بھی۔ اس سے رب تعالی نے موسی علیہ السلام کے معجزات کی تعداد بتا دی فرمائی ہے کہ ارشاد فرمایا **ولقد اتینا موسی تسع ایت بینت** وہ عصا و ید بیضا والوں کا قحط پھلوں کی کمی اور پانچ عذاب جو اس آیت میں مذکور ہیں نیز یہاں اسی آیت فرمایا کہ فرمایا **ایت مفصلت** چوتھا فائدہ فرعون مدتوں کافر و ظالم تھا مگر جتنی ڈھیل اسے دی گئی اتنی کسی قوم کو نہیں دی گئی نہ پہلے نہ پیچھے بلکہ عذاب قحط پھلوں کی کمی بھیجی گئی پھر پانچ بار میں پانچ سخت عذاب بھیجے گئے پھر بہت عرصہ کے بعد سے ہلاک کیا یہ علم موسی علیہ السلام کا حق تھا کہ آپ ہی اس سے پرورش لیا تھا اس نے اس کو بچپنے کے بہت احسان دیئے تھے دوسری بار شدہ قومیں تو نئے مواقع نہیں دیئے گئے۔ یہ فائدہ **فارسلنا علیھم الطوفان** فرمانے سے حاصل ہوا۔ ابی کی خدمت کافر ہو بھی کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا دیتی ہے۔ ابو طالب نے ایمان قبول نہیں کیا مگر حضور علیہ السلام کی خدمت کی وجہ سے دوزخ میں نہیں رہیں گے بلکہ اس سے باہر رہیں گے ان کا عذاب بھی ہلکا ہوگا **پانچواں فائدہ** کافروں کی عبادت نفع نہیں دیتی مگر نبی کی خدمت نبی کی ولادت کی خوشی منانا اسے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ دیتی ہے۔ ابولہب نے حضور انور کی ولادت کی خوشی منائی تو اسے بھی بیر کے دن عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ کلمہ کی نلی سے پانی ملتا ہے دیکھو بخاری شریف کتاب الرضاع **چھٹا فائدہ** فرعونیوں پر گئے دو عذاب یعنی طوفان کا قحط پھلوں کی کمی تو ایک ساتھ آئے تھے مگر یہ پانچ عذاب ان کے پیچھے آئے یہ بھی فاصلہ سے تھی کہ ان پر مسلسل بھی رہے۔ یہ فائدہ **مفصلات** فرمانے سے حاصل ہوا کہ ان دونوں کے متعلق مفصلات نہ فرمایا مگر یہاں مفصلات فرمایا ہو۔ **ساتواں فائدہ** فرعونیوں کے ان پانچ عذابوں میں ترتیب یہ تھی کہ پہلے ان پر طوفان آیا پھر ٹڈی دل پھر جوں پھر مینڈک پھر خوں یہ فائدہ اس آیت کی ترتیب بیانی سے حاصل ہوا۔ ان ہی سے ہر اگلا عذاب پچھلے عذاب سے قوی ہوتا تھا۔

www.ahazratnetwork.org

آٹھواں فائدہ جو شخص نبی کے آگے جھکے گا اسے کبھی ایمان نہیں مل سکتا نہ اسے پکڑ ہوتی ہے یہ فائدہ **فاستکبروا** سے حاصل ہوا کہ فرعونی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے نہ جھکے وہ کافر رہے۔ شعر

وہ ہے آنکھ ان کا جو منہ تکے وہ ہیں لب جو محو ہوں نعت کے
وہ ہے سر جو ان کے لئے جھکے وہ ہے دل جو ہو ان پہ نثار ہے

اعتراضات پہلا اعتراض فرعون کے ان خدائوں کو موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ کہنے سے کیوں نہ بچے۔ **جواب** محض مطلق کہہ دینے سے جن چیزوں کو آپ معجزہ کہتے ہیں مگر قرینہ میں ہوتا ہے اس نے وہ ساتھ ہی کہتے تھے **من ایتہ لتسحرنا** دوسرا اعتراض قوم ہود و ثمود کو بھی قوم نوح وغیرہ کی طرح ایک ہی عذاب سے ہلاک کیوں نہ کیا گیا اس میں فرق کی کیا وجہ ہے کہ پہلے ان پر دو عذاب بھیجے پھر پانچ عذاب ترتیب وار پھر بہت عرصہ کے بعد ان کا ایک ہولناک عذاب آیا۔ یہ سوال بھی فاضل مخالف کا فضول ہے جواب اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ہر قوم کے عذابوں کا فرق اس کے موسیٰ علیہ السلام سے تعلق کی کمی بیشی پر ہے۔ تیسرا اعتراض اس عذاب کو موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کیوں قرار دیا یہ قوموں کے عذاب تو گزرے ہوئے ان سے معجزات کیسے ہوئے کہ یہاں فرمایا **ایت مفصلت** اور موسیٰ علیہ السلام سے **ولقد اتینا موسیٰ تسع ایت بینت** جواب دوم یہ علامات کی بات کا مجموعہ ہے ان سے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہونے میں تو کلام نہیں ہاں ان طوفانوں کے متعلق میں اس طرح آیا کہ قبطیوں کے گھروں میں پانی نہ گیا اور اسرائیلیوں کے گھر ٹپکنے لگے دونوں سے مکانات بھر گئے تھے ایک پیشین گوئی کے طور پر ہوا اور اسرائیلیوں کی طرف سے دعا ہوئی اسرائیلی سے مراد یہاں قبطیوں کے پانی کی کل قطعی کے مراد ہیں قبطیوں کو پریشان کرنے کی تدبیر ہوئی ہو اور موسیٰ علیہ السلام کے اشارہ پر عمل ہوا ہو یہ ان سے معجزات ہونے میں مانع نہیں ہو سکتا۔ یہ جو ہیں خاص عذاب نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف بلانے کی غرض تھیں محض عذاب تعلق فرعون سے وقت آیا۔

تفسیر صوفیانہ اور اسی اللہ کا علم ہے جو یہ چیزیں اس کی خدام میں ہر چیز اس کی خدمت کرتی ہے اور

www.alahazratnetwork.org

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

www.alahazratnetwork.org

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ

آپکے کہنے پر ہم ان پر سے عذاب دور کر دیتے ہم عذاب ان سے اس وقت تک کہ جسکو وہ پہنچنے والے تھے دور کرتے ہی وہ بات کے بات عہد توڑ دیتے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے یہ طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیات میں فرعونیوں پر عذابات بھیجنے کا ذکر تھا اس آیت میں ان عذابات کے رفع ہونے کے بعد ان کے عہد توڑنے کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں فرعونیوں کے ایمان نہ لانے کا ذکر تھا اس آیت میں ان کے ایمان لانے کا ذکر ہے۔ **فما امن لموسیٰ الا ذریۃ من قومہ** اس آیت میں ان کے ایمان نہ لانے کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی گئی تھی اس آیت میں بھی وجہ بیان کی گئی ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیات میں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی گئی تھی اس آیت میں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ **پانچواں تعلق** پچھلی آیات میں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی گئی تھی اس آیت میں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

تفسیر **ولما وقع علیہم الرجز** فرماتے ہیں اس آیت میں مذکور شرط سے ہے **کلما** یعنی جب بھی ان عذابوں میں سے کوئی عذاب ان پر **وقع** واقع ہوا وقوع کہتے ہیں اوپر سے نیچے گرنے کو۔ یہ عذابات ان پر چھائے جاتے تھے جس کو وقوع فرمایا وقوع سے بتایا کہ عذابات آسمان سے آتے تھے۔ جس کا ظاہر ہے کہ آسمان سے زمین کی طرف گرنا ہوتا ہے۔ **علیہم** یعنی ان پر۔ **الرجز** اس سے پہلے ان سے مراد پانچ عذابوں کی طرف اشارہ ہے۔ **رجز** کے معنی ہیں عذاب۔ یہاں **رجز** سے مراد ان پانچ عذابوں کے علاوہ یہ عذاب ہے جو اس وقت آیا تھا جب فرعون غرق ہونے لگا تھا۔ **لما** کے معنی اذا ہے اور **رجز** سے مراد ان پانچ عذابوں کے علاوہ یہ عذاب ہے جو اس وقت آیا تھا جب فرعون غرق ہونے لگا تھا۔ **نکثوا** کے معنی توڑنا ہے۔ یہاں عہد توڑنا مراد ہے۔ یعنی جب بھی ان پر کوئی عذاب آتا تھا تو یہ موسیٰ علیہ السلام سے عہد کرتے تھے کہ اگر یہ عذاب دور ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ جب وہ عذاب دور ہو جاتا تھا تو یہ اپنے عہد سے پھر جاتے تھے۔ یہ ان کی عادت تھی۔ کیونکہ ان کے دل ایسے سیاہ ہو چکے تھے کہ ان میں ایمان کی روشنی داخل ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ روح المعانی

قالوا یٰموسیٰ ہے **لما** ظرف شرط ہے **قالوا** ماضی اکثر ہے۔ **قالوا** اس کا فاعل اور واؤ علامت جمع ہے۔ **یٰموسیٰ** منادیٰ مضاف ہے۔ **قالوا** ہے **قالوا** اس کا فاعل اور واؤ علامت جمع ہے۔ **لا تحملوا** امر ہے **حمل** مصدر سے **الرسول** مفعول ہے **لا تحملوا** کا۔ **ادع** امر ہے **دعا** مصدر سے **لنا** جار مجرور ہے **ادع** کا۔ **بکم** جار مجرور ہے **قالوا** کا۔

بما عھد عندک ہے **بما** جار **عھد** مجرور **عند** مضاف **ک** مضاف الیہ **عھد** فاعل **عندک** ظرف **عھد** کا **عھدا** مفعول **لئن** ہے **لئن** حرف شرط **کشفت** ماضی **عنا** جار مجرور **کشفت** کا **لنؤمنن** ہے **لنؤمنن** لام قسم **نؤمن** مضارع **ن** علامت جمع **لک** جار مجرور **نؤمن** کا **لنرسلن** ہے **لنرسلن** لام قسم **نرسل** مضارع **ن** علامت جمع **معک** ظرف **نرسل** کا **بنی** مفعول **نرسل** کا **اسرائیل** مضاف الیہ **بنی** کا۔

www.alahazratnetwork.org

دعا ہو جو حضرات انبیاء کرام رب تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے کہ اگرچہ ان کی ساری دعائیں منظور ہیں مگر رب تعالیٰ کا ان سے وعدہ ہوتا ہے کہ آپ ہم سے ایک دعا مانگو ضرور قبول ہوگی جس کے متعلق حضور انور فرماتے ہیں کہ ہمارے نبیوں نے اپنی دعا یہاں عالم کی طرح سے وہ قیامت کے لئے محفوظ رکھی ہے اس سے اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ پہلی تفسیر قوی ہے خیال رہے کہ قطبی لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مقبول الدعاء ہونا بایں آرا لیا تھا کہ آپ کی دعا سے قحط دور ہوا باغوں میں پھل لگے اور دوسرے عذاب دور ہوئے اس لئے وہ یہ کہہ رہے تھے۔ (روح المعانی) **لئن کشفت عنا الرجز** یہ فرعون اور فرعونیوں کا دوسرا کلام ہے جس میں دفع عذاب کے شکریوں کا ذکر ہے اس میں تاکید کا لام شرطیہ **کشفت** باب **کشف** سے ماضی اور **نا** ضمیر جمع متکلم یہاں کشف کے ساتھ جر کا ذکر ہے لہٰذا عن کا معنی دور کرنا ہے۔ ان عذاب دور کرنے کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت کیا کہ اگر آپ موسیٰ علیہ السلام ہم سے آپ عذاب دور کریں گے اس سے پتہ تو موسیٰ علیہ السلام سے لوگی اعتراض فرمایا کہ رب نے عتاب کیا بلکہ رب اور کلیم دونوں نے اس نسبت کو جائز و غیر تعمیم اس کی بات مانی۔ **عنا** سے مراد قطبی ہیں کیونکہ اسرائیلیوں پر تو یہ عذاب آتے ہی نہ تھے۔ **الرجز** سے مراد وہی عذاب ہیں جس میں وہ مبتلا ہوتے تھے اور جس کے دفع کرنے کی دعا کرتے تھے۔ **لنؤمنن لک** اس کشفت کی جزا ہے اور تسمیہ کا جواب ہے۔ ایمان سے مراد شرعی ایمان ہے یعنی باقاعدہ کلمہ پڑھ کر مومنین کی جماعت میں آجانا اب تک میں موسیٰ یہاں حاصل تھا شرعی ایمان حاصل نہ تھا **لک** میں لام یہ تو معنی ہے یعنی ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے یا لام اپنے ہی معنی میں ہے یعنی ہم آپ کے توسل سے رب تعالیٰ پر ایمان لے آئیں گے یہ بات خیال میں رہے۔ **ولنرسلن معک بنی اسرائیل** یہ عبارت معطوف ہے لنؤمنن پر۔ اس میں دوسرے وعدہ کا ذکر ہے چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں سے مطالبہ کیا تھا کہ **ارسل معی بنی اسرائیل** میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور میں انہیں ان کے آبائی وطن فلسطین لے جاؤں اس نے انہوں نے یہی کہا یہ نہ کہا کہ ہم آپ کی اور اسرائیلیوں کی بڑی عزت کریں گے یہاں ہی رہیں گے انہیں بڑے عہدے دیں گے یعنی ہم کو آپ کا مطالبہ منظور ہے آپ عذاب دفع کریں ہم اسرائیلیوں کو آزاد کریں۔ **فلما کشفنا عنہم الرجز** یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام ان کے لئے دعا کرتے تھے تو ہم ان کی دعا کی وجہ سے عذاب دور کر دیتے تھے۔ اس جملہ کے اس کے مطابق معنی ہیں جو پہلے ہوں کے ہے گئے یعنی جب ہم قبطیوں سے عذاب دور کر دیتے تھے موسیٰ علیہ السلام کی دعا آپ کے عرض معروض سے اخبار **الی اجل ہم بالغوہ** یہ متعلق ہے کشف کے اجل سے مراد ہے فرعونیوں کے ڈوبنے ہلاک ہونے کی میعاد جو عند اللہ مقرر تھی اس سے پہلے یہ سب ہلاک ہونے والے تھے یعنی ان عذابوں کا دور کرنا ایک عارضی چیز تھی جب کہ وقت آتا ان پر بھی ضروری تھا۔ اجل طے شدہ وقت کو کہتے ہیں۔ اس لئے موت کو اجل کہتے ہیں۔ **اذا ہم ینکثون** یہ ترکیب **فلما کشفنا** اذا ماضی اچانک کے معنی جاتا ہے۔ **ینکثون** باب **نکث** سے مضارع جمع مذکر غائب معنی نقض یعنی مضبوط عہد توڑنا یعنی وہ فرعونی لوگ عذاب دفع ہوتے ہی اپنے ہوئے وعدے توڑ دیتے تھے کہ نہ تو خود ہی ایمان لاتے تھے اور نہ ہی بنی اسرائیل کو آزاد کرتے تھے۔ **نکث** کے لغوی معنی ہیں گانٹھے ہوئے سوت کو الجھیڑنا بایں اصطلاح میں مضبوط وعدہ توڑنے کو

www.alahazratnetwork.org

نکتہ [illegible] یہاں مراد ہے **یکثون** [illegible] پر شروع ہے **عھدھم مواعیدھم** [illegible] فرعون [illegible] ان سے [illegible] ان طرف منسوب کیا جاتا ہے

خلاصہ تفسیر [illegible] سے [illegible] ہوئیں [illegible] سے [illegible] اور عرض [illegible] توسل سے [illegible] محفوظ [illegible] سے [illegible] اٹھا لے جائیں [illegible] طور [illegible] تازہ [illegible] ہوتے ہیں [illegible] قوم فرعون [illegible] مستقل اور [illegible] قرآن میں [illegible] **لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم** [illegible] **فلما کشفنا عنھم العذاب** [illegible] مسلمان [illegible] فائدہ [illegible] **یموسی ادع لنا** [illegible] عرض کرتے [illegible] دینا [illegible] نقاضے کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام [illegible] فرعون اور فرعونیوں سے [illegible]

www.alahazratnetwork.org

[illegible] تیسرا فائدہ [illegible] لئن کشکرتم [illegible] چوتھا فائدہ [illegible] لؤمن لک [illegible] پانچواں فائدہ [illegible] لؤمن لک [illegible] لؤمن مرتک یا بالقیامتہ یا با لملئکتہ [illegible] چھٹا فائدہ [illegible] ساتواں فائدہ [illegible] آٹھواں فائدہ [illegible] بماعھد [illegible] نواں فائدہ [illegible] بماعھد [illegible] دسواں فائدہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

رہتی ہیں پیدا ہوا پہلے روئی پیٹے یہاں سے گزرو فی آگ ہی تم کو وہیں ہی پہنچے وہاں ہی وہاں پکیں گے فرمایا منظور ہے **انی منزلها** میں بھیجوں گا تم پر آسمان سے **والدوا اعجور عقیم** یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے محبوب کلیم کی بددعا میں عرض کرتے کہ حضور اگر کچھ سیاہ کاری کی قلعی قلعی سے دور بھی ہو جاتے بھی مجھے بخشوا دیں گے آپ نے دعا قبول فرمائی اور بھی قبول فرمائے

یہ میں پیارے حبیباں دی عنایت نئی ۔۔۔ تجھ سے سوالی کوئی مایوس نہ جاوے

دسواں فائدہ: پیغمبروں کی دعاؤں سے متعلق قبول ہوتی ہے ان کی دعا عذاب سے بھی آفت ٹال دیتی ہے۔ فائدہ **فلما کشفنا** سے حاصل ہوا کہ مومنوں کو یوں فائدہ ہوتا ہے کہ وہ حصارات اقع ابتلاء ہوتے ہیں بھوکے ننگے ہی بیمار ہی نہیں بلکہ بہت سی بلائیں مومنوں پر آتی ہیں دعا سے ٹلتی رہتی ہیں کوئی شخص ظلم پر چھوٹ نہیں سکتا دیکھیں اللہ نے جتنی بلائیں اور فرعونیوں سے ٹلیں کہ فرعونیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ ہماری حرکتوں کی سزا ہے ہم پر آتی ہیں ہم ہی ان کو ٹال سکتے ہیں۔ گیارہواں فائدہ: ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی دعا کا فائدہ مند ہے یہ بھی ہاتھ نہیں رکھتا سے صاف ہو جاتا ہے۔ بارہواں فائدہ **الی اجل هم بالغوه** سے حاصل ہوا کہ بلا سے فائدہ دینا اللہ کا کام ہے اس فائدہ کو محفوظ رکھنا بندوں کا کام ہے۔ بندوں میں پیدا کرنا اللہ کا کام ہے محفوظ رکھنا بندوں کا کام ہے۔ اس لیے ان کی حفاظت کا ذمہ بھی اطاعت و فرمانبرداری سے ہے۔ تیرہواں فائدہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی ہے۔ نکالے اس کی دعا سے آئے ہوئی تدبیر نہیں ٹال سکتی۔ فائدہ **هم بالغوه** سے حاصل ہوا کہ فرعونیوں سے بھی وعدہ عذاب کے ٹلتے رہے فرعون کا عذاب نہیں ٹلا ہوا ہے اسلام کی دعا سے یا تھا ان کی بدکاریوں اور بے حد وعدہ ایمان سے تائب ہو کر بندے فائدہ عذاب فرعون سے ایمان لانے سے ٹلا رہے پھر بھی نہیں آئے وہ مختار **بلصبحانه لا الله الذي امنت به بنو اسرائيل** یہ فائدہ ہوا اسلام کا کہ نگاہ ہوا تقاضہ ہی مطلب ہے اس شعر کا

خدا نہ پکڑے پھڑا ہیں محمد ۔۔۔ محمد دے پکڑیں چھڑا وی نہیں سکدا

یعنی فرعونیوں پر رب تعالیٰ نے جتنے وعدہ عذاب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ٹلتے رہے اور فرعون اسلام کا مقابلہ ہوا اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرح ڈھیل دینے کے بعد وہ فیصلہ نہیں فرمایا دوسرا کوئی مارے تو ماں سے شکایت ہو ماں ہی مارے تو پھر شکایت کیا ہے۔ چودھواں فائدہ اللہ رسول سے ہوئے وعدے تو ٹلتے نہیں حرام ہے یہ فائدہ **اذا هم یمکثون** سے حاصل ہوا کہ بعد سے وعدہ کا عذاب ہے اس کی قسم کی تاخیر ہے تو ٹلنا ہی ہے۔ عذاب ہے۔

اعتراضات پہلا اعتراض: فرعونی لوگ جب موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرانے حاضر ہوتے تھے تو اپنے نام سے کیوں پکارتے تھے۔ اپنے ہی اللہ یا رب کہہ کر کیوں نہیں کہتے تھے۔ **جواب** اس اعتراض سے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے محاورہ میں ہم سے پکارنے کا یہی طریقہ تھا وہ تو فرعون کہہ کر پکارتے تھے۔ دوسرے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے صرف اپنی ذات کی حد تک بیزاری ظاہر کی تھی اپنے نبی شریف سے ان کا نام لے کر پکارتے تھے۔ ان کا

www.alahazratnetwork.org

[illegible] **تیسرا اعتراض** [illegible] **جواب** [illegible] **ادع لنا ربک** [illegible] **جواب** [illegible] **تیسرا اعتراض** [illegible] **جواب** [illegible] **یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم** چوتھا اعتراض **لما عھد عندک** [illegible] **عھد** [illegible] **جواب** [illegible] **پانچواں اعتراض** [illegible] **جواب فرعونی لوگ** [illegible]

www.alahazratnetwork.org

یٰابراھیم اعرض عن ھذا انہ قد جاء امر ربک وانھم اتیھم عذاب غیر مردود ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے عرض کیا **ان فیھا لوطا** اس وقت اسے وہ سب چھپا ہوا حال یاد آگیا جو اس نے کچھ دیر پہلے لوط علیہ السلام کی بیوی سے سنا تھا۔ آپ نے عرض کیا کہ آپ کی یہ عرض شاید اس وقت کی ہے جب آپ کو معلوم نہ تھا کہ اس عرض کا مقصود قوم سے عذاب ٹالنا ہے اس لئے اس عرض کو واپس لیا۔ مولیٰ مجھ سے قوم کے بارے میں جو عرض ہوئی وہ اس لئے کہ آپ سے تو قوی امید تھی کہ آپ ان کو عذاب سے بچا لیں گے۔ ذوق یا ہوش قوم کا یا لوط علیہ السلام کا پاس یہ سب ابراہیم علیہ السلام سے اپنا پیچھا چھڑا رہے تھے۔ ان کی عرض کو واپس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ **وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ** ۔ یہ عرض بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے نہ تھی بلکہ ان کے باپ آزر کی طرف سے تھی جو اس نے ایمان کا وعدہ کر کے کی تھی۔ اس کے بعد حضور ابراہیم علیہ السلام کا حال بیان فرمایا کہ آپ نے اپنے باپ سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ **ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب** ۔ حلیم سے مراد ہے جو جلد غصہ نہ ہو۔ اواہ کے معنی ہیں بہت آہ و زاری کرنے والا۔ منیب کے معنی ہیں رجوع کرنے والا۔ ان تینوں لفظوں سے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف مقصود ہے۔ **ولما جاءت رسلنا لوطا سیء بھم وضاق بھم ذرعا وقال ھذا یوم عصیب** ۔ جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو ان کی وجہ سے لوط علیہ السلام بہت تنگ دل ہوئے اور کہا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا ہے۔ **وجاءہ قومہ یھرعون الیہ** ۔ لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ **ومن قبل کانوا یعملون السیئات** ۔ یہ لوگ پہلے سے برے کام کرتے تھے۔ **قال یٰقوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید** ۔ لوط علیہ السلام نے کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں تمہارے لئے پاک ہیں اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں۔ **قالوا لقد علمت ما لنا فی بناتک من حق وانک لتعلم ما نرید** ۔ قوم نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ ۔ یہ ہی آفات دل کی گندگی کا کرم علاج ہیں جیسے گندے کپڑے کو پانی صاف کرتا ہے۔ پانی کی طرح آنسو بھی دل کی گندگی کو دھو ڈالتے ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنا لو۔ رونے کی صورت بنانے سے بھی رونا آجاتا ہے۔ اس کے بعد دل کی صفائی ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد رونا آنے لگتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو ہنسانے کے لئے ہنسنے کی صورت بنائے۔ پھر اس کو دیکھ کر دوسرا شخص ہنسنے لگے۔ پھر ہنسنے والے کو بھی ہنسی آجائے۔ اس طرح ہنسنے کی صورت بنانے والا بھی ہنسنے لگتا ہے۔ عارضہ مٹتے ہی دل پھر اپنی اصلی سیاہی پر آجاتا ہے۔ اس لئے ہنسنے کی صورت بنانے والے کو ہنسی نہیں آتی۔ اسی طرح رونے کی صورت بنانے والے کو رونا نہیں آتا۔ اس لئے کہ اس کا دل اپنی اصلی سیاہی پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آنے کے لئے بے قرار تھے۔ اس لئے کہ ان کے پاس ایسے خوبصورت مہمان آئے تھ

www.alahazratnetwork.org

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا

پس ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور

عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ۝

آیتوں سے بے خبر تھے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر تھا جس میں آپ نے اپنی قوم کے لئے دعا کی تھی اور اس آیت میں اس دعا کا اثر بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں فرعونیوں کے عذابوں کا ذکر تھا اور اس آیت میں ان عذابوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا **تعلق** پچھلی آیت میں فرعونیوں کے عذابوں سے نجات کا ذکر تھا اور اس آیت میں ان عذابوں کے انجام کا ذکر ہے۔

تفسیر **فانتقمنا منهم** یہ جملہ پچھلے جملوں سے بلحاظ عاطفہ کے منقطع ہے اور اس جملہ میں ان عذابوں کے بعد کا حال بیان کیا گیا ہے جو فرعونیوں پر آئے تھے۔ **انتقام** کے معنی کسی کو اس کے جرم کی سزا دینا ہے۔ **نقمتم** سے ماضی کا صیغہ ہے اور **نقمنا** سے ماضی کا صیغہ ہے۔ **نعمتم** سے ماضی کا صیغہ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

[illegible] **منهم** [illegible] **فاخرقنهم فی الیم** [illegible] **انتقمنا** [illegible] **ونادی نوح ربه فقال ربه** [illegible] **فاقذفیه فی الیم** [illegible] **مانهم کذبوا بایتنا** [illegible] **کذبوا** [illegible] **وکانوا عنها غفلین** [illegible] **عنها** [illegible]

www.alahazratnetwork.org

وہ سمجھتے تھے کہ جیسے گذشتہ سے پارسی اطمینان تھے آئندہ بھی رہیں گے۔ ایسے ہی ہم پر آئندہ یا تو عذاب آئے گا نہیں وہ ایمان لائیں گے تو ان کی مغفرت کا ذکر ہے۔ **امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل** اللہ آیت بالکل واضح ہے۔ یہ صحت ہی حرف ہے۔

خلاصہ التفسیر سے فرعون اور فرعونی قوم اور ان کے ماننے والوں سے نہیں سنکھے ہزار ایمان، تیرہ لاکھ سے زیادہ تھے اور فرعون سے آخر تک ہمارے ساتھ ان کی بڑی سے بڑی دشمنیاں تھیں ہمارے جرموں ہمارے ظلموں کے باوجود ایمان لے آئے۔ ایسی گہرے دریا کی عمیق ظلمت میں ہو یہ اس سے ساتھ جرم و ظلم تھے کرتے تھے مگر جس وقت ان کو ہماری شامل حال ہوئی اللہ تعالیٰ نے دریا کو ان کے لیے راستہ بنا دیا اور ہمارے پیارے نبی علیہ السلام ایسی بار بار عذاب دیکھ کر ایمان لائے تب بھی ان سے فرمایا گیا کہ اب ایمان لائے ہو پہلے کیوں نہ لائے۔ اب تو ہم نے تمہارے ساتھ ان کی مراد شامل کر دی ہ

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

تیسرا فائدہ: [illegible] **اعرقنهم فی الیم** سے حاصل ہوا۔ یعنی قوم عاد و ثمود پر عذاب [illegible]

[illegible]

وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم چوتھا فائدہ: [illegible] **مانهم کفروا بایاتنا** سے حاصل ہوا۔

[illegible]

پانچواں فائدہ: [illegible] **مانهم کفروا** سے اشارۃً حاصل ہوا۔ یعنی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

www.alahazratnetwork.org

اعتراضات پہلا اعتراض یہاں **فانتقمنا منھم** سے ارشاد ہوا ہے۔ معنی غور طلب ہوتی ہے مگر فرعون بہت عرصہ کے بعد دریا میں ڈوبا ہے۔ یہاں بلافاصلہ تعریل پانی سے پھر موسیٰ علیہ السلام کو ڈبو دینے سے علاوہ اس کو یہاں ذکر فرمانے سے مقصد یہ تھا کہ پہلے یہ بتا دیں کہ فرعون کا انجام کیا ہوا۔ اس کے بعد غرق ہونے کا وصف فرمانا ضرور تھا جو اب دیا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں ایسا کیوں فرمایا **کم ترکوا من جنت وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیھا فکھین کذلک واورثنھا قوما اٰخرین فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المھین من فرعون انہ کان عالیا من المسرفین ولقد اخترنھم علی علم علی العلمین وءاتینھم من الاٰیت ما فیہ بلؤا مبین ان ھٰؤلاء لیقولون ان ھی الا موتتنا الاولی وما نحن بمنشرین فاتوا بابائنا ان کنتم صدقین اھم خیر ام قوم تبع والذین من قبلھم اھلکنھم انھم کانوا مجرمین وما خلقنا السموٰت والارض وما بینھما لعبین ما خلقنھما الا بالحق ولکن اکثرھم لا یعلمون ان یوم الفصل میقتھم اجمعین یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئا ولا ھم ینصرون الا من رحم اللہ انہ ھو العزیز الرحیم ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم کالمھل یغلی فی البطون کغلی الحمیم خذوہ فاعتلوہ الی سواء الجحیم ثم صبوا فوق راسہ من عذاب الحمیم ذق انک انت العزیز الکریم ان ھذا ما کنتم بہ تمترون ان المتقین فی مقام امین فی جنت وعیون یلبسون من سندس واستبرق متقبلین کذلک وزوجنھم بحور عین یدعون فیھا بکل فاکھۃ امنین لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی ووقھم عذاب الجحیم فضلا من ربک ذلک ھو الفوز العظیم فانما یسرنہ بلسانک لعلھم یتذکرون فارتقب انھم مرتقبون۔** اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بطور احسان جتلانے کے لئے فرمائی ہے۔ یعنی ہم نے تم پر یہ احسان کیا کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے تمہیں ان کے باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور عمدہ مکانوں کا مالک بنا دیا۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مظلوم فرمایا ہے حالانکہ یہ لوگ بڑے ظالم تھے۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مظلوم بتایا ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ لوگ ظالم نہیں تھے۔ ممکن ہے کہ یہ ظالم بھی ہوں مگر فرعون کے ظلم کے مقابلہ میں مظلوم ہوں۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ان ھٰؤلاء لیقولون ان ھی الا موتتنا الاولی وما نحن بمنشرین فاتوا بابائنا ان کنتم صدقین** اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کفار کا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وما کان ربک لیھلک القری بظلم واھلھا غافلون** اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کی نفی فرمائی ہے۔ ظلم کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ظلم کی علت کی بھی نفی ہو۔ لہٰذا اہل کے ظلم کی علت کی نفی نہیں ہوئی۔

قصہ صوفیاء یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محبوب سے ملاقات کا وعدہ فرمایا ہے تو محب کو ہر وقت محبوب کے دیدار کا شوق رہتا ہے۔ اس لئے ہر وقت محبوب کے دیدار میں مست رہتا ہے۔ اس کو اپنے اوپر کسی قسم کا اختیار نہیں رہتا۔ اس لئے اس پر کوئی حکم شرعی عائد نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو کوئی عبادت نہیں کرنی پڑتی۔ اس لئے اس کو کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اس لئے اس کو کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو کوئی سزا نہیں ملتی۔ اس لئے اس کو کوئی جزا نہیں ملتی۔ اس لئے اس کو کوئی نعمت نہیں ملتی۔ اس لئے اس کو کوئی نعمت نہیں ملتی۔ اس لئے اس کو کوئی نعمت نہیں ملتی۔

www.alahazratnetwork.org

علوم سے ہوتی ہے وہ علوم کہ حضرت انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں ان کی خدمت اس پر فرمایا اللہ تعالیٰ پر توکل سے ہوتا ہے اور یہ حکم دو اصول ہوگا۔ **ان شاء اللہ من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ**۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے محبوب بندے بنی اسرائیل کے محبوب سے معلوم ہوا ان سے پہلے ان لوگوں سے پہلے فرعونوں اور ان کی قوت نے ان مظلوموں پر ظلم کیا تھا بندے ان سے قابو لیا ان کا ناحق خون بہایا۔ موسیٰ علیہ السلام بندے ان سے تعلیم یافتہ تھے۔ فرعونی ان سے آیات الٰہیہ ہونے سے غافل تھے۔ انہوں نے ان آیات کو معلوم اس لئے ہوا کہ جب کام چاہتے تو اس کے بندوں سے اچھا سلوک کرو۔ عادت کا تغیر رحمت سے عادت عزت کا تغیر عزت سے ہوتا ہے۔ **فانتقمنا** سبق سے ربط۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

اور وارث بنایا ہم نے اس قوم کو جو کمزور سمجھی جاتی تھی زمین کے مشرقوں کا اور اس کے مغربوں کا اور ہم نے اس قوم کو جو دبا دی گئی تھی اس زمین کے پورب و پچھم کا مالک کر دیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا۔ اس کے بدلہ جس کیلئے صبر کیا انہوں نے اور برباد کر دیا ہم نے جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو اونچے اٹھاتے تھے۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق گذشتہ آیت میں فرعون کی ہلاکت کا ہوا اس ہلاکت کی وجہ سے ان کی بنائی ہوئی عمارتوں کا برباد ہونا بھی ہوا۔ دوسرا تعلق یہ ہے کہ ان برباد شدہ قوموں کی بستیاں بھی ایسی اجاڑ نہیں کہ کبھی آباد ہی نہ ہوئیں بلکہ وہاں سے ہی اور لوگ آکر آباد ہوتے رہے۔ طوفانی بڑی مجرم قوم کو ایسے ہلاک کیا کہ مصری بستی قائم رہی اسے چھوڑ کر اسرائیل

www.alahazratnetwork.org

سے ٹھکانا یا جس میں ہزاروں لوگ جمع ہوئے یہ تھا اس میں اولیاء یا انبیاء قبروں میں آرام فرما تھے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیات میں ظالم فرعونیوں کی سزاؤں اور آخر کار ان کی ہلاکت کا ذکر ہوا اب مظلوم بنی اسرائیل کی دنیاوی جزوں کا ذکر ہو رہا ہے یہ تعلق ایک رخ، اعتبار سے جدید اور سرخ، علیحدہ جدا ہے۔ تیسرا تعلق گذشتہ پچھلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام سے اس وعدہ کا ذکر فرمایا تھا جو آپ نے بنی اسرائیل سے کیا تھا کہ میں زمین مصر کی حکومت اسرائیلیوں کو دوں گا ان الارض للہ اب اس وعدہ کے پورا ہونے کا تذکرہ ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ایسی حالت میں فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کی اسرائیل کی حکومت کی جڑ ہی کٹ گئی تھی پھر وہ سب کچھ آنکھوں نے دیکھ لیا تاکہ پتہ لگے کہ نبی کی قیامت سے پہلے وعدہ سے متعلق جو خبریں دیتے ہیں وہ پوری ہیں۔ چوتھا تعلق پچھلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی ان برکتوں کا ذکر ہوا جو فرعونی دور سے خاص طور پر حاصل کر لیتے تھے اس سے مذاب ٹل جاتے تھے پھر ان کی بدعہدی و خلافیوں کی وجہ سے آجاتے تھے اب آپ کی اس مستقل برکت کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل کو حاصل ہوئی یعنی مشرق و مغرب کی حکومت کا مل جانا۔

تفسیر: واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون۔ یہ عبارت یا تو معطوف ہے فاغرقنہم پر اور واؤ عاطفہ ہے یا جملہ اور واؤ ابتدائیہ اورثنا بنا ہے وراثت یا ارث سے جس کے لغوی معنی ہیں کسی کی موت کے بعد دوسرے کا اس کی جائداد کا مالک بننا۔ شرعی اصطلاح میں وراثت وہ شرعی ہے جو قانونی اسرائیل ملک مصر وغیرہ کے مالک نے فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد اس کے ورثاء کو عطا فرمایا۔ یہاں قوم سے مراد بنی اسرائیل ہیں چونکہ لفظ قوم لفظ "واحد" سے "جمع" اس کی صفت الذین جمع لائی گئی پھر فرعون سر سبز بلکہ ہر طرح سر سبز بلکہ ہر طرح سے طریقوں سے اسرائیلیوں کو دبا کر رکھتا تھا اس لئے کانوا یستضعفون ماضی استمراری ارشاد ہوا ان کے بچوں کو ذبح کرتا تھا ان کی عورتوں کو اندرون خانہ کاموں میں لگاتا تھا مردوں سے سخت ذلیل اور سخت کام لیتا تھا پھر بھاری ٹیکس بیگار وغیرہ ان کے علاوہ تھے۔ اس ایک فقرہ میں وہ سب باتیں آگئیں اور فرمادیں اس طرح بیان فرمانے میں لفظ کے لفظ سے نرم کلام کرنے میں اس نے ایسا دبایا اسرائیل۔ فرمایا بلکہ ان دو عبارت ارشاد ہوئی تاکہ یہ لگے کہ کمزوروں ذلیلوں کو زور عزت دے دینا رب تعالیٰ کی قدرت خاصہ سے ہے۔

مشارق الارض و مغاربہا۔ یہ عبارت اورثنا کا دوسرا مفعول ہے اس کا پہلا مفعول القوم تھا جو خلاصہ ہوں گا مشرق و مغرب سے نکلا ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید میں اسی جمع کا ارشاد فرمایا جاتا ہے اور جو خلا ان کی حکومت ایک ایک حصہ میں ہوئی اس لئے مشارق و مغارب ارشاد ہوتا ہے اور جو خلا ان کی حکومت ایک ایک حصہ میں ہوئی اس سے مشرق و مغرب واحد ارشاد ہوتا ہے۔ اس میں گفتگو ہے کہ یہاں ارض سے کونسی زمین مراد ہے اور کون سی بنی اسرائیل اس سے مالک ہوئے یہ وہی جو مصر سے نکلے تھے یا ان کی اولاد۔ اس کے متعلق مفسرین کے پانچ قول ہیں۔ ۱ اس سے مراد زمین مصر ہے اور موسیٰ علیہ السلام ہی کے زمانہ میں عمالقہ کے ہلاک ہونے کے بعد بنی اسرائیل مصر میں پہنچے اور پورے مصر اور اس کے مالک ہو گئے یہ قول ہے ابو شیخ کا۔ ۲ وہ حضرت لیث بن سعد سے روایت فرماتے ہیں۔ ارض سے مراد زمین مصر و شام دونوں ہیں جس پر فرعون کا قبضہ تھا اور یہی نکلنے والے اسرائیلی اس کے مالک ہوئے۔ ۳ ارض سے مراد صرف زمین شام ہے۔

قول ہے حسن قتادہ زید بن اسلم کا۔ ۴ ارض سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کے مالک یہ نکلنے والے اسرائیلی ہوئے

www.alahazratnetwork.org

بلکہ ان کی اولاد ہونی چاہیے تھی جو ان سے قوم عمالقہ سے لڑتے والی قصہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد کا ہے۔ ارض سے مراد ساری روئے زمین ہے یا اسرائیل کی سامنے ہونے والی سرزمین کیونکہ حضرت سلیمان تمام روئے زمین کے بادشاہ ہوئے معلق صحیح نہیں (غیرہ) مگر پہلا قول قوی ہے کیونکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ فرعونیوں سے متعلق ارشاد ہوا **کم ترکوا من جنت و عیون** اور اسرائیلیوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ **کذلک واورثنھا قوما اخرین**۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعونی لوگوں کے باغات و چشمے و عمارات پر بنی اسرائیل نے قصہ کیا۔ ہمیں اسرائیلیوں کو فرعونیوں سے دلیل دینا تھا کہ ان کی اولاد کو نیز قرآن مجید نے دوسری جگہ فرمایا **ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا** ان وجوہ سے ترجیح اس کو ہے کہ یہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات شریف میں مصر میں داخل ہوئے اور فرعون کی ساری املاک کے مالک ہوئے (از کبیر و صاوی) جناب کلیم کی اطاعت سے بنی اسرائیل کو دنیا و دین دونوں جہاں کی نعمتیں عطا ہوئیں۔ نبی کی اطاعت سے صرف دین نہیں ملتا بلکہ دنیا و دین دونوں ملتے ہیں۔ **التی برکنا فیھا** یہ عبارت یا تو صفت ہے مشارق و مغارب کی یا ارض کی۔ عام مفسرین نے اسے ارض کی صفت کہا مگر بعض نے کہا کہ یہ مشارق و مغارب کی صفت ہے یہ بعید ہے اگر ارض کی صفت ہو تو موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ ہو جانے کا مجاز لازم آئے گا یہ درست نہیں جیسے دن کہے **اکرمت الیوم رجلا عالما** (صاوی معلق) مگر عام مفسرین اسے ارض کی صفت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مغارب ارض کا اطلاق تبھی ہوگا اگر زمین سے مراد روئے زمین بیت المقدس تو برکت سے مراد ہے حضرت ابراہیم کا وطن ہونا وہاں ان کے مزارات ہونا اور اگر زمین شام مراد ہے تو برکت سے مراد ہوگی وہاں کے پھل فروٹ بہت انہار وغیرہ اور اگر زمین مصر مراد ہے تو برکت سے وہ ریت و ریت عمارات باغات سبزی وغیرہ مراد ہوں گی جو فرعون سے وہاں بنا رکھے تھے۔ رب فرماتا ہے **کم ترکوا من جنت وعیون** اور ہو سکتا ہے کہ برکت سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کی تجوریوں ہر حال مصر کی زمین بھی کئی وجہ سے مبارک ہے۔ اے فرعون کے متعلق قدم اس مرتبہ سے نکال لے۔ **وتمت کلمت ربک الحسنی** یہ عبارت معطوف ہے اور شاید سارے قرآن مجید میں کلمت کی ت سے صرف یہاں ہی آیا ہے۔ باقی ہر جگہ کلمۃ گول ت سے آیا یہاں تمام متقابل نقصان کا سین ہے بلکہ معنی پورا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کلمۃ رب سے مراد اللہ کا وعدہ ہے جو بنی اسرائیل سے فرمایا گیا سبی کلمہ کی صفت ہے معنی فرما کر بتایا کہ وہ وعدہ وہ تھا جو عذاب سے تھی اس وعدہ سے یا تو وہ وعدہ مراد ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کیا تھا **ان یھلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض** جو ان ہی کی بات رب تعالیٰ کا فرمان ہو تا ہے اس لئے کلمہ رب فرمایا گیا یا رب کا یہ وعدہ **و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین** ایک قراءت میں کلمت رب ماضی سے ہے کلمت بغیر الف واحد آیا ہے رب کا فرمان **ماربا اخری**۔ معلق **علی بنی اسرائیل** یہ صفت ہے کلمت کی یہاں حق نقصان کے نہ کہیں بلکہ عروج کے لئے ہے یعنی اللہ کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہو چکا وہ پورا ہو گیا کہ فرعونی ہلاک ہو گئے اور یہ خود ان کی املاک کے مالک ہو گئے۔ **بما صبروا** یہ عبارت متعلق ہے کلمت سے اس میں ب سببیہ ہے مصدر ہے صبر سے مراد ہے بنی اسرائیل کا فرعون کی مصیبتوں پر عرصہ تک صبر کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ

پر راہو ان کے سخت مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے کہ ان کا صبر اس وعدے کے پورا ہونے کا ذریعہ بنا جیسے مجاہدین بدر کا صبر اللہ تعالیٰ سے وعدہ نصرت کا سبب بنا۔ **ودمرنا ماکان یصنع فرعون وقومہ** یہ عبارت معطوف ہے اور شاپر۔ ودمرنا دمیر سے ہے جس کی اصل دمار ہے معنی ہلاکت سے ہے مراد فرعون، ہامان اور اس کے دوسرے امراء کے محل اور باغ تھیں ہیں اور اس کی وہ عمارت جو اس نے ہامان سے بنوائی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو اس پر چڑھ کر دیکھوں۔ خیال رہے کہ ان عمارات کا تباہ ہونا کسی زلزلہ یا طوفان کی وجہ سے نہ ہوا بلکہ عرصہ تک ویران پڑے رہنے کی وجہ سے ہوا اس سے پتہ لگا کہ بنی اسرائیل مصر میں بہت عرصہ کے بعد پھر آباد ہوئے عرصہ تک مصر ویران پڑا رہا چونکہ فرعون مسلسل یہ عمارات بناتا رہا اور مرتے وقت تک ان کی مرمت کراتا رہا اس لئے **یصنع** مضارع ارشاد ہوا **وماکانوا یعرشون** یہ معطوف ہے **ماکان یصنع** پر **یعرشون** ماہے **عرش** سے۔ معنی چھتنا اس سے یا تو مکانات کی معمولی چھتیں بنانا مراد ہے یا انگور وغیرہ کی بیلیں چھانے کے لئے چھتیں بنانا مراد ہے دوسرے معنی قوی ہیں کیونکہ مکانات کی چھتوں کا ذکر **ماکان یصنع** میں ہو چکا تو ہم نے فرعونیوں کی عمارات بھی ہلاک کردیں اور ان کے باغات وغیرہ بھی کہ وہ سب عرصہ تک ویران رہنے کی وجہ سے برباد ہو گئے۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب ﷺ ہم نے فرعونیوں کو غرق فرمانے کے بعد اس زمین مصر کا بادشاہ اس قوم کو بنایا جنہے فرعونیوں نے عرصہ تک بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنائے رکھا پھر یہ بھی خیال رہے کہ ہم نے انہیں یہ زمین مشرقوں مغربوں کے ساتھ اس کے سارے اطراف و جوانب عطا فرمادیئے جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں کہ اسے فرعونیوں نے خوب آباد سرسبز و شاداب بنایا تھا اور وہاں اولاد یعقوب ہی قوی واقع تھیں وہ وہاں ہی مدفون تھے۔ آپ کے رب نے جو بنی اسرائیل سے اچھا وعدہ فرمایا تھا وہ اس کے صبر و برداشت و تحمل کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعونیوں کی عمارات ان کے باغات باغوں کے انتظامات سارے کے سارے تباہ و برباد کردیئے کہ نہ کوئی ان کو دیکھنے بھالنے والا رہا نہ وہ قائم رہیں نہ فرعون رہا نہ اس کے ظلم اس پر لعنت و ائی رہی۔

نہ فریاد کا وہ ستم رہا نہ یزید کی وہ رہی جفا
جو رہا تو نام حسین رہا سے رہے رکھتی ہے کربلا

یوں ہی نہ ابوجہل رہے گا۔ بولہب سے جیسے لوگوں پر تاقیامت پھٹکار رہے گی۔ سورج آپ ہی کا چمکتا ہوا چاند آپ کے غلاموں ہی کے ہوں گے۔ خیال رہے کہ مصر بربادی سے محفوظ رہا کیونکہ وہاں انبیاء اللہ دفن ہیں یعنی اولاد یعقوب یوں ہی جس دل میں محبت انبیاء ہو وہ برباد نہیں ہوتا۔ مکہ معظمہ آباد رہے اصحاب فیل پر عذاب باہری آیا کیونکہ اسے اللہ نے خلیل نے آباد کیا تھا مدینہ منورہ آباد تو آیا طاعون کی بیماری سے بوقت بارش پانی کی طغیانی اور ہر ابا آفات سے محفوظ رہے کیونکہ وہاں اللہ کے حبیب جلوہ گر ہیں تو جس ان کے جس گھر کو جس قبر کو جس جگہ کو حضور انور آباد کریں وہ تاقیامت آباد ہی رہے۔ ان کو اقامت میں بہت کچھ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ حقیقی مالک الملک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بندے اس کی عطا سے مجازی طور پر ملک اور املاک کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ **واورثنا القوم** سے حاصل ہوا۔ کوئی قوم یا کوئی شخص یہ سمجھے کہ ہم ملک یا اس کی چیزوں کے ذاتی مالک ہو گئے۔ فرعون کا ملک بنی اسرائیل کو دے دیا گیا۔ بھی وہ رب بادشاہ لیکن بدلتے رہتے ہیں۔ دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے بعض بندوں کو اپنے ملک یا اپنی چیزوں کا مالک دیتا ہے ہم اپنی چیزوں کو فروخت بھی کر سکتے ہیں اگر لیہ پر بھی دے سکتے ہیں۔ یہ فائدہ بھی **واورثنا القوم** سے حاصل ہوا۔ اسی طرح رب تعالیٰ بعض بندوں کو ملکوت کا مالک بنا دیتا ہے اسی ملکوت دکھا دیتا ہے فرماتا ہے **وکذلک نری ابرھیم ملکوت السموت والارض** اور فرماتا ہے **وسخرنا الریح**۔ تیسرا فائدہ زمین مصر بڑی برکت والی ہے کیونکہ وہاں اولاد یعقوب علیہ السلام کی قبور میں وہ حضرات خود بھی مبارک ہوتے ہیں۔ **وجعلنی مبرکا این ما کنت** اور ان کی قبور بھی مبارک ہوتی ہیں۔ یہ فائدہ التی بارکنا فیھا کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا کہ ارض مبارکہ میں مصر ہے۔ **چوتھا فائدہ** جس زمین میں بزرگان دین رہتے ہوں وہ مبارک ہے اگرچہ وہاں کفار اشرار بھی ہوں یعنی اختیاری برکت اشرار کی نحوست سے نہیں ملتی۔ فائدہ بھی التی بارکنا سے حاصل ہوا۔ یکھو زمین مصر میں فرعون ہامان اور بڑے بڑے شیاطین تھے مگر رب تعالیٰ نے اسے انہیں کے متعلق فرمایا۔ **برکنا لہ** مکہ معظمہ میں ابوجہل وغیرہ بہت کافر تھے مدینہ منورہ میں عبداللہ ابن ابی وغیرہ بہت منافق تھے مگر اس کے باوجود مکہ تو معظمہ رہا اور مدینہ سرور ہا ایک پارے سے محبوب ہوا دوسرے قدم پاک کی برکت سے۔ لہٰذا میرا روضہ شریف ہے اگرچہ وہاں کفار رہتے ہوں فکر کرتے ہوں بلکہ جس زمین میں اللہ کا نیک بندہ آسودہ خاک ہو وہ پہلے ہی سے مبارک ہے۔ حضرت سلیمان نے زمین مدینہ کی اس وقت تعظیم کی جبکہ ایک ہزار برس کے بعد وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے **پانچواں فائدہ** اللہ تعالیٰ نے جیوں جیوں کافروں کو ہلاک کیا توں توں اللہ ہوتا گیا جو ہو کر رہتا ہے یہ فائدہ فستقر مکانہ سے حاصل ہوا کہ بنی اسرائیل سے موسیٰ علیہ السلام نے علیہ کا فرعون کی ہلاکت کا وعدہ فرمایا۔ رب نے فرمایا۔ **تمت کلمت ربک** تمہارے رب کی بات پوری ہوئی ان حضرات کی زبان کن کی کہی ہوتی ہے۔ **چھٹا فائدہ** کبھی اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ظہور خاص اسباب سے ہوتا ہے دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کا ظہور بنی اسرائیل کے مصر سے ہوا۔ یہ فائدہ **وما صبروا** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ** بنی اسرائیل اگرچہ مصر میں آئے وہاں کے مالک ہوئے مگر فرعون آئے انہوں نے فرعونی محلات وغیرہ پر قبضہ نہیں کیا۔ وہ تو ویران ہو کر برباد ہو چکے تھے۔ یہ فائدہ **دمرنا ما کان یصنع فرعون** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ** موسیٰ بنی اسرائیل نے فرعون کے بلنات وغیرہ استعمال نہ کئے وہ بھی ہلاک ہو چکے تھے۔ بنی اسرائیل مصر میں ایک عرصہ کے بعد پہنچے یہ فائدہ **وما کانوا یعرشون** ایک تفسیر سے حاصل ہوا جو عرش کے معنی ہوں وہ انگوروں کے ٹٹی ہوں وہ انگوروں کے ٹٹی بناتے تھے۔ فرعونیوں نے یہ عمارات بدلت چھوڑے تھے بنی اسرائیل نے ان کے بعد برتے۔ یہیں تک آیت کریمہ اس سے متعلق ہیں کہ **کم ترکوا من جنت وعیون**

اعتراضات۔ پہلا اعتراض بنی اسرائیل فرعونیوں کے رشتہ دار نہ تھے پھر ان کے مال سے وارث کیوں ہوئے۔ دوسرا اعتراض

www.alahazratnetwork.org

سے ملتا ہے پھر اور ثنا فرمانا پسند درست ہوا۔ جواب یہاں وراثت سے شرعی وراثت مراد نہیں ہے جس میں رشتہ و قرابت ضروری ہوتا ہے بلکہ یہاں اس کے معنی میں کسی کی موت کے بعد اس کی چیزوں کا مالک بننا لہٰذا اس میں قرابت کی ضرورت نہیں۔ دوسرا اعتراض اس آیت میں اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی۔ **القوم الذین کانوا یستضعفون** صرف اتنا ہی بنی اسرائیل فرما دینا کافی تھا۔ وہ مختصر بھی تھا۔ جواب اتنی دراز عبارت میں رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا عظیم نشان بیان ہوا کہ وہ کمزوروں کو قوی سے مظلوموں کو ظالم کرنے پر جا کر راج بنانے پر قادر ہے جس سے کہ مشرکین مرور مسلمانوں کو تسلی ہو اور وہ بھی اللہ کی رحمت سے امید وار ہو جائیں۔ یہ بتانا مقصود تھا کہ اسرائیلی بدات خود ضعیف و ناتواں نہ تھے بلکہ ان کو باتوں میں ہوا دے کر بلکہ ایسی کمزور سمجھا گیا تھا فرعونیوں نے اپنی طاقت سے انہیں ضعیف جانا ہوا تھا۔ تیسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مصر کے مالک نہ ہوئے تھے بلکہ وہیں فلسطین کے مالک بنائے گئے تھے کیونکہ اس سے متعلق ارشاد ہوا **ابو کنا فیھا** برکت والی زمین فلسطین کو فرمایا گیا ہے **الذی برکنا حولہ** توشہ یہ دلیل اس کی یہ ہوتے ہیں اسرائیلی مصر میں نہیں پہنچے تھے بلکہ فلسطین میں پہنچے تھے۔ جواب حق یہ ہی ہے کہ وہی اسرائیلی موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ حیات شریف میں ہی مصر میں واپس آئے اور وہاں آباد ہوئے۔ اسی فلسطین و شام میں مصر اس لئے برست والی تھی اور ہے۔ یہاں یوسف علیہ السلام کی قبر شریف تھی۔ دوسرے لوگ یعقوب وہیں ہی قبروں میں محو جواب ہیں بلکہ زمین فلسطین ہی مقدس ہے اسی کو ارض مقدس فرمایا کہ وہ تمام کا تمام انبیاء کرام ہے جن کہ مقام خلیل الرحمن میں ستر ہزار نبی آرام فرما ہیں۔ فقیر نے زیارت کی ہے اس قول کی پیروی میں۔ یہاں ہی اسرائیل کو اس زمین میں فرعون وارث فرمایا **واورثنا القوم** ظاہر ہے کہ فرعون مصر میں ہلاک ہوا تھا اس کی وراثت بنی اسرائیل کو مصر میں ملی۔ جواب یہاں ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے اسی قوم کو اس زمین کا وارث بنایا جو بہت کمزور سمجھی جاتی تھی جو ہلاک کی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ کمزور اور ہلاک ہوئے ہوئے بنی اسرائیلی تھے جو فرعون کے زمانہ میں تھے فلسطین فتح کرنے والے تو ان لوگوں کی اولاد تھے جنہوں نے قوم عمالقہ سے ملک فلسطین پر سلطنت کی۔ یہاں ارشاد ہوا کہ آپ نے رب کا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا۔ ظاہر ہے کہ رب نے یہی وعدہ بنی اسرائیلیوں سے فرمایا تھا **عسی ربکم ان یھلک عدوکم و یستخلفکم** کہ اس کو اس سے ہلاک یہاں ارشاد ہوا **بما صبروا** اس بنی اسرائیل نے صبر کی وجہ سے ہم نے ان کا وعدہ پورا کر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ صبر اسی اسرائیلیوں نے کیا تھا۔ اس کی وجہ سے ہی اس صبر کا پھل یہاں بنی اسرائیل کے مالک بنانے سے ساتھ فرعون کی عمارت باغات کی یہاں ظاہر فرمایا **و دمرنا ما کان یصنع** جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جو چیز فرعون کی تباہی کی وجہ بنی اسی کو یہاں اسرائیل کو مالک بنانے کی وجہ بنایا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے **ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا و نری فرعون و ھامن و جنودھما منھم ما کانوا یحذرون**

شام و فلسطین شام و فلسطین ملا ہوا ہے ہر ایک کو شام بھی کہا جاتا ہے اور فلسطین بھی۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حدیث شریف میں شام کے بڑے فضائل آئے ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ حضرت ابو الدرداء انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت شام کی طرف توجہ کرے گی۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ

سارے نبی یا شام میں رہے یا شام میں سے یا شام کی اسمیں سیر کرائی گئی۔ (معراج النبی) ۔ احمد نے عبداللہ ابن حوالہ سے روایت کی کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ حضور میرے لئے کوئی شہر تجویز کریں جہاں میں رہوں۔ فرمایا تم شام میں رہو اللہ کی بہترین زمین سے جہاں آخر میں بلا بھیجے جائیں گے۔ اس مسافر نے واثلہ ابن اسقع سے روایت کی کہ میں نے حضور انور کو فرماتے سنا کہ شام کو اختیار کر کہ وہ اللہ کی چھانٹی ہوئی منتخب زمین ہے۔ عالم نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ اللہ کے پیارے بندے شام کی طرف کھچ جاویں گے۔ احمد، ترمذی، طبرانی، ابن حبان، حاکم نے زید بن ثابت سے روایت صحیح روایت کی کہ مبارک نے شام حضور سے فرمایا۔ عرض کیا کیوں۔ فرمایا وہاں فرشتے اپنے پر پھیلائے ہوئے سایہ کر رہے ہیں اسحاق نے شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام دار الہجرت سے شام ہی میں قیامت قائم ہوگی مگر خیال رہے کہ زمین شام و فلسطین کی یہ عظمتیں زمین حرمین حصہ کے سوا ہیں جو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے بعض طبقے عرش اعظم سے افضل ہیں۔ شام کو شام کہنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ اسے سام ابن نوح نے بسایا یا یہ کہ وہ مکہ معظمہ سے جانب شام یعنی بائیں واقع ہے جیسے یمن جانب یمین داہنی طرف ہے یا یہ کہ وہاں پہاڑ شمال شامات کے واقع ہیں یعنی سرخ و سعید سفلی کی طرح۔ شام کا حدود اربعہ یہ ہے عریش مصر، فرات اور قبرص علیہ السلام ان چار حدود کے درمیان کی زمین شام ہے **چوتھا اعتراض**۔ کوی قلعہ ہے **التی بو رکنا الارض** کی صفت نہیں ہو سکتی کیونکہ الارض اور التی سے درمیان سے **و مغاربہا** اور موصوف و صفت کے بیچ میں لمبی فاصلہ نہیں چاہئے۔ **جواب**: بعض صحابیوں نے فرمایا کہ التی صفت ہے مشارق و مغارب کی۔ بعض نے فرمایا کہ یہ صفت ارض کی ہے مگر مغارہا بھی نہیں موصوف و صفت میں اجنبی فاصلہ ممنوع ہے کیونکہ مغارب و مشارق ارض کے کنارے ہی تو ہیں۔ نیز مغارہا میں ہا ضمیر ارض کی طرف ہے۔ **پانچواں اعتراض**۔ یہاں ارشاد ہوا **بما صبروا** جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ کے وعدے کسی کے صبر یا بے صبری پر موقوف نہیں پھر **بما صبروا** فرمانا کیسے درست ہوا۔ **جواب**۔ وعدہ ظہور اسباب سے ہوتا ہے جیسے ماں باپ کے سبب سے اولاد کی پیدائش بیماریوں کے ذریعہ ہماری موت، غذا و دوا کے ذریعہ ہمارا زندہ رہنا یہ سب ارادہ الٰہی وعدہ الٰہی ہیں مگر ان کا ظہور مذکورہ اسباب سے ہے **چھٹا اعتراض**۔ یہاں ارشاد ہوا کہ **و دمرنا ما کان** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مصر پر عذاب آیا جس سے مصر بھی تباہ ہو گیا حالانکہ مصر محفوظ رہا فرعونیوں ہی باہر کا ہلاک کیا گیا۔ **جواب**۔ فرعونی مصنوعات عمارات بلندی بربادی کسی غیبی عذاب سے نہیں ہوئی بلکہ عرصہ تک ویرانی کی وجہ سے ہوئی کہ فرعونی ہلاک ہو گئے اسرائیلی پہنچے نہیں اس لئے بلندیاں سوکھ گئے۔ عمارات گر کر ختم ہو گئیں۔ **ساتواں اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے فرعونی چیزیں جتنی برتیں وہ برباد ہو گئیں مگر دوسری آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے فرعون کی متروکہ چیزیں واپس آکر استعمال کیں۔ ان میں تعارض ہے۔ **جواب** فرعون کی متروکہ زمین اسرائیلیوں نے برتی مگر عمارات بلندیاں نہیں برتے۔ لہذا دونوں باتیں درست ہیں اس لئے یہاں **یصنع** اور **یعرشون** فرمایا گیا اور وراثت کے متعلق مشارق الارض و مغارہا ارشاد ہوا جس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل نے اطراف کی زمین لی رہتے اور فرعونی مصنوعات ان کے واپس پہنچنے سے پہلے برباد کر دی گئیں۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہے کہ طاقت وروں کو ہلاک کر دیتا ہے اس کی حکمت کمزوروں کو قائم فرماتا ہے۔ جہاں زاروں پر وہاں رحمت باری نے پھولوں کی آرائش کیے ہوتے ہیں بظاہر قلب فاسق کمزور ہے نفس امارہ مگر اگر جستجو رب تعالیٰ فضل دلگیری کرے تو فرعونی حس نور فراست سے فرعونی صفات مغلوب ہوتے ہیں اور موسوی قلب اور صفات قلب کے اسرائیلی اس سے دولت محسوس نہیں کرتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاں اللہ والوں کے قدم اور اس کی قبریں ہوں وہ جگہ ایسی مبارک ہو جاتی ہے کہ اسے فرعونیوں کی دولت محسوس نہیں کرتا۔ اس حضرت کو جس زمین میں جس مکان میں رہائش ہو جائے وہ مبارک ہو جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ **وجعلنی مبرکا این ما کنت** وہ جہاں بھی ہوں مبارک ہیں اپنے نفس کی اصلاح میں لگے رہو جاؤ تو وہ **قلب قالب** مبارک ہو جاتے ہیں اگر چہ دل گنہگار ہو قلب مجرم ہو طرح طرح کی بری صفات اس تمام سیاہیوں کی دولت یہ غائب آجاتی ہے۔ جب بزرگوں کے قدم سے زمین کے ذرے چمک جاتے ہیں اے دوست جہاں جائے میں تو جس مبارک جگہ میں وہ رہیں ان کے درجے کیوں نہ بڑھیں گے۔ اس لئے کسی بی بی والدہ فاقرہ کہیں ہو تیں صوفیاء نے دیکھ کر اصل سے نکلے ہے کہ صبر کی دعوتوں کی چابی ہے۔ **الصبر مفتاح الفرج** یعنی ہر مشکل سے اللہ تعالیٰ نے کئی صورتیں بنائی ہیں ہر مشکل کا مختلف طریقوں سے کامیابی کے ساتھ حل ہونا۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ

اور گزار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پس آئے وہ اوپر ایک قوم کے جو بیٹھے ہوئے تھے اوپر

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے

لَهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

بیٹھے ہوئے تھے بولے اے موسیٰ بنا دو ہمارے واسطے ایک معبود جیسے واسطے ان کے معبود ہیں فرمایا بیشک تم لوگ

آسن رکھتے تھے بولے اے موسیٰ ہمیں ایک معبود بنا دے جیسا ان کے بت خدا ہیں ہمارے واسطے فرمایا بیشک تم لوگ

تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

قوم ہو جو جہالت کرتے ہو بیشک یہ لوگ ہیں کہ ہلاک کی ہوئی ہے وہ چیز ہے کہ وہ ہیں اس میں اور باطل ہے وہ جو تھے کرتے لوگ

ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے

تعلق: اس آیت کا پہلی آیات سے دو طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیات میں فرعونیوں کے ظلم کا بیان ہوا ہے واقعات کا بیان ہوا کہ بنی اسرائیل کی نجات اب فرعونیوں کے ظلم سے پار کے واقعات ظاہر ہو رہے ہیں فرعونیوں کا قصہ ختم ہو جانے سے بنی اسرائیل کا قصہ شروع ہو گیا فرماتے ہیں۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیات میں فرعونیوں سے ڈرانے کے

www.alahazratnetwork.org

دریا والے اسرائیلیوں کی نجات کا ذکر فرمایا جارہا ہے گویا تصویر کا ایک رخ دکھانے کے بعد دوسرا رخ دکھایا جارہا ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ بحر قلزم میں فرعونی ڈبو دیئے گئے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہ تھے اب ارشاد ہے کہ اسی بحر قلزم سے اسرائیلی پار اتر گئے کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ دریا ایک تو کوں سے مال محفوظ آگئے قیامت مثال قائم ہو جائے کہ دریا سمندر سے وہی محفوظ رہے گا جس کے ہاتھ میں بی کا دامن ہو کافر دریا سے ڈبو دے گی۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر انعامات کا ذکر ہوا اب بنی اسرائیل کی سرکشیوں اور احسان فراموشیوں کا تذکرہ ہے تاکہ حضور پچھلے اور موجودہ مسلمانوں کو متنبہ کر دیا جائے کہ اسرائیل پہلے سے ہی سرکش ہیں۔ آپ کی موجودگی میں سرکشی سے باز رہیں تو آپ کے زمانہ میں ان کی سرکشی عجیب بات نہیں۔ **لطیفہ** ایک یہودی نے حضرت علی سے کہا کہ آپ کے آپ ہی سے بعد آپ میں اختلاف ہوا۔ ابھی تو تمہارے نبی کا کفن بھی خشک نہیں ہوا۔ جواب دیا کہ تم اسرائیل تو اپنے نبی کی موجودگی میں بچھڑے پوجنے لگے تھے جب تمہارے پاؤں بحر قلزم سے پانی سے خشک نہیں ہوئے تھے۔ اس پر اسرائیلی بہت شرمندہ ہوا۔ (مدارک)

تفسیر وجوزنا بنی اسرائیل البحر ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ یا ہے جس میں اسرائیلیوں سے متعلق سے قصہ کا آغاز ہے **جاوزنا** بنایا گیا ہے اور ہے ماضی آگے رہا ہے اس کے بعد سب متعدی ہونے سے دی گئی تو معنی ہوئے بھا دیا کافر بحر سے مراد ہے بحر قلزم جس سے ان کے مرد یا دریا کے پار اسوں سے بحث مفصلی دیکھو تفسیر روح المعانی اور روح البیان سے قلزم ایک بستی کا نام ہے جو کہ مقطم اور مصر کے درمیان ہے اس کے نام سے اسے سمندر کا نام بحر قلزم ہوا۔ (روح البیان) جیسے بحر سدیر بحر عرب بحر فارس وغیرہ یہ واقعہ محرم کی دس تاریخ جمعہ کو ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کی خوشی میں روزہ رکھا اب تک یہود عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں۔ عارف اسلام میں بھی پہلے یہ روزہ فرض رہا اب بھی سنت ہے اس خوشی میں

فاتوا علی قوم یہ عبارت معطوف ہے عاوزنا پر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے پار ہونے پر پیش آیا یہ لوگ فوراً مصر کی بستیوں سے نکل شام یا سینا کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ ان لوگوں کو مقام ریف یا مقام رفیدہ میں سمندر کے قریب ایک قوم ملی یہ لوگ کیا تھے اس سے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم دیا گیا یا عمالقہ تھے یا قبیلہ لخم جذام کے علاقہ سے ہجرت کر کے یہ لوگ یہاں آباد ہوئے تھے اس بارے میں اقوال ہیں۔ بعض علماء پہلوی کہ یہ وہی اسرائیل کی قومیں تھیں جو بنی اسرائیل کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کی بستی اور ان کے مکانات راستہ میں پڑتی تھی وہاں ٹھہرے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل دریا کے پار ہو کر ان کی بستی پر گزرے تھے۔

یعکفون علی اصنام لھم یہ عبارت صفت ہے قوم کی **یعکفون** بنا ہے عکف سے جس کے معنی ہیں کسی جگہ ٹھہرنا یا کسی جگہ جم کر بیٹھ جانا۔ اعتکاف اسی سے ہے۔ اعتکاف مسجد میں ٹھہر جانا وہاں سے نکلنا یہاں عبادتوں کی عبادت پر قائم رہنا ہے یہ اس ساری قوم کا عمل تھا یا اس کے مردوں سے مراد بت ہیں جن کو یہ لوگ پوجتے تھے یہ بتوں کا حال پڑھتے ہوئے اصنام کی صفت میں بت صنم اور ثن بھی ہم معنی ہوتے ہیں۔ کبھی صنم مجسمہ ہوتے ہیں اور ثن وغیرہ تو یہ بت ہوتے تھے یا لکڑ کے پتھر کے یا پیتل کی کانسی معلوم ہوا یہ بچھڑا پوجتی ہوئی بنی اسرائیل دریا

www.alahazratnetwork.org

سفر میں ایک ایسی قوم پر گزرے جو بچھڑ پرستی پر قائم تھی یا بچھڑے کے سامنے ان کے پنڈت وغیرہ آسن مارے بیٹھے تھے تو **قالوا یموسی** حق یہ ہے کہ یہ قول ان سارے اسرائیلیوں کا ہے ان میں ستر حضرات تو خاص اولیاء میں سے تھے۔ حضرت یوشع علیہ السلام تو بعد میں نبی ہوئے (از تفسیر کبیر) چونکہ اکثر لوگوں نے یہ کہا تھا اس لئے **قالوا** ارشاد ہوا۔ ان کی شریعت میں بھی نام لے کر پکارنا ممنوع۔ تعالیٰ نے **یموسی** کہا۔ **اجعل لنا الھا کما لھم الھۃ** اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جیسے ان لوگوں نے اپنے لئے پتھر پیتل کے بچھڑے معبود بنا لئے ہیں آپ بھی ہمارے لئے کوئی الٰہ بنا دیجئے۔ ہاتھ آپ کا سر ہمارے ہوں۔ دوسرے یہ کہ آپ ہم کو کسی چیز کی پرستش کی اجازت دے دیجئے۔ تو پھر آپ کی ہو عبادت ہماری ہو۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ خیال رہے کہ ان کا یہ کلام کفر و ارتداد نہیں ہوا ورنہ موسیٰ علیہ السلام انہیں زندہ کی سزا دیتے اور دوبارہ ایمان لانے کا حکم دیتے۔ موسیٰ کے چل کر بنی اسرائیل سے بچھڑا پوجا تو انہیں رب کی طرف سے سخت سزائیں گئی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کوئی بت ہمارے لئے تجویز فرما دیں جسے ہم قبلہ بنا کر سامنے رکھیں اور اس کے ذریعہ رب تعالیٰ کی عبادت کریں (از کبیر) یہ انہوں نے خود بولی مورتی وغیرہ بنا کر اس کی پرستش شروع نہیں کر دی بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کی اجازت چاہی۔ امام موسیٰ (قول تفسیر خازن) نے نقل فرمایا کہ ان کا یہ قول رب کی توحید میں شک کی بنا پر تھا ان سے آپ نے اس کا جواب سلم دیا کہ ارشاد فرمایا۔ **قال انکم قوم تجھلون** یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب ہے۔ آپ کا یہ فرمانا یا تو تحرک سے طور پر ہے یا تعجب کے لئے ہے۔ **تجھلون** فرمایا۔ **جاھلون** نہ فرمایا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی سرکشیاں جاہلیتیں بار بار دیکھ چکے تھے اور آئندہ بھی دیکھنے والے تھے وہ لوگ جاہلیتیں نت نئی کرتے ہی رہتے تھے۔ **تجھلون** کا مخاطب ارشاد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ عقائد و اعمال و احوال میں ہر طرح کی جہالت کرتے تھے۔ بھی فرعونیوں کا انجام ان کی عاقبت بھی دیکھ چکے تھے خود اپنے پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیاں صبح و شام پا رہا تھا چکے تھے۔ فرعونیوں کے شرک اور فرعون پرستی بھی ان کو معلوم تھی یہ بھی خبر تھی کہ ان پر اس بت پرستی کی وجہ سے عذاب آیا پھر خود ہی اس بت پرستی کی اجازت مانگ رہے ہیں اس سے بڑھ کر اور جہالت کیا ہوگی۔ **لطیفہ** ترمذی نے بروایت ابو واقد قریش فرمایا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں مع صحابہ تشریف لے گئے تو راستہ میں مشرکین کے ایک درخت پر گزر ہوا جس پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اس درخت کی پرستش کی نیت سے اس درخت کا نام ذات انواط تھا تو حضور سے ساتھ ہو لئے یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط مقرر فرما دیں جس طرح حضور نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ تم نے وہ کہا جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ان کی طرح ہمارے لئے بھی کوئی معبود مقرر فرما دیں پھر فرمایا تم ضرور یعنی مسلمان پچھلی امتوں کے نقش قدم پر چلو گے (ترمذی عن ابی واقد) **ان ھؤلاء متبر ما ھم فیہ** اس فرمان عالی میں ان مشرکین کے عقائد باطلہ اور اعمال سے فصل ظاہر ہے **ھؤلاء** سے مراد وہ بت پرست قوم کی طرف ہے۔ **متبر** ہلاک سے **تبار** کے معنی ہلاکت رب فرماتا ہے **ولا تزد الظالمین الا تبارا** اور فرماتا ہے **تبرنا تتبیر** اور یہ ہلاک شدہ ہوئے ہو تو کہتے ہیں کہ تبر اس سے مراد ان بت پرستوں کے باطل عقیدے ہیں یعنی جن عقائد میں یہ لوگ مبتلا ہیں ان کے لئے وہ سبب عذاب ہیں عنقریب یہ لوگ ان کے عقائد سب کچھ برباد و خراب ہو جائیں گے۔ ان کے بت انشاء اللہ ہمارے ہاتھوں ہی توڑے

www.alahazratnetwork.org

جائیں گے (سلق) **وباطل ما کانوا یعملون** یہ عبارت معطوف ہے جملہ سے۔ اس فرمان میں ان بت پرستوں کے اعمال کا ذکر ہے پہلے ان کے عقائد کا ذکر ہوا۔ اسلام میں مرد یا تو بت ہیں تب عمل سے مراد ان کا مندر بنانا ہے یا ان کی اور بد عملیاں جتنی جو اعمال یہ دنیا میں کرتے رہے وہ سب کے سب باطل ہیں۔ ان کا کوئی نفع انہیں نہ ملے گا بلکہ الٹا نقصان ہی اٹھاویں گے اگرچہ ان کی نیت یہ بھی ہو کہ ہم ان بتوں کے ذریعہ رب تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں یہ بت ہم کو رب تک پہنچاتے ہیں اگر تم نے ان جیسے عقیدے و اعمال اختیار کئے تو تمہارا انجام بھی یہی ہوتا ہے غرضیکہ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آخرت میں ان کے کفریہ عقائد برباد ہو جائیں گے۔ قبر و حشر میں ساتھ نہ رہیں گے اور ان کی نیکیاں باطل ہو کر وہاں کام نہ آئیں گی دوسرا یہ کہ دنیا میں ان لوگوں کے اعمال برباد ہو جائیں گے بھی انہیں ختم کریں گے دونوں تفسیریں حق ہیں۔

خلاصہ تفسیر: فرعون کا انجام تو وہ ہوا جو ہم نے بیان فرمایا اب بنی اسرائیل کا حال سنو یہ فرعون کی غرقابی اپنی سلامتی دریا کا چیرا جانا ان کا خیریت سے پار لگ جانا سب کچھ دیکھ کر سمندر پار ہو کر ابھی کچھ آگے ہی گئے تھے کہ راستہ میں مقام رفیف یا مقام رقہ میں پہنچے۔ وہاں کے کنعانی یا قبطی لوگوں کو بچھڑا پرستی کرتے اس کے آگے دو زانو بیٹھے دیکھا ان کے دل میں بت پرستی کا شوق پیدا ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے بولے کہ اے موسیٰ ہم کو بھی اجازت دیجئے کہ ہم بھی بچھڑا پرستی کریں یا آپ ہی ہمارے لئے کوئی بت تجویز فرما دیجئے کہ ہم اس کی پرستش کیا کریں یا آپ اپنے ہاتھ سے ہمارے لئے بچھڑے کے مجسمے بنا دیجئے تاکہ ہم اس کی طرح اسے پوجیں۔ ہم کو ان کا یہ عمل بڑا پسند آیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے نہایت حیرت سے فرمایا کہ تم ایسی قوم ہو جو جہالتیں کرتے ہی رہتے ہو۔ تم نے سمندر سے پار ہونے پر بلکہ خشک سمندر میں پہنچ کر حماقت کی باتیں کیں کہ تم سب ایک راستہ سے نہ گزرے، تمہارے ہر قبیلے کا الگ راستہ بنا تھا پھر تم نے مجھے پریشان کیا کہ مجھ سے کہا ہمیں دوسرے قبیلوں کی طرح تو پانی کی بیلوں میں تمہارے لئے روزن کئے گئے اب تم نے یہ غضب کیا کہ ابھی ابھی اللہ کا عذاب فرعونیوں پر اور اس کی رحمت اپنے پر دیکھ کر آرہے ہو اور پھر اسی کام کی تعلیم چاہتے ہو جس سے وہ لوگ ہلاک ہوئے تم عجیب قوم ہو جہالتیں کرتے ہی رہتے ہو۔ یہ لوگ جس بتوں کو پوجتے ہیں عنقریب یہ بت ہمارے ہاتھوں ہی مٹائے جائیں گے تم بت شکن ہو بت پرست کیوں بنتے ہو ان بت پرستوں کے اعمال محض بے فائدہ باطل اور نقصان دہ ہیں۔ خیال رہے کہ یہ بت پرست قوم عمالقہ تھے۔ اسی قوم پر بنی اسرائیل نے جہاد کیا موسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ نیز اس قوم کو بنی اسرائیل کے ہاتھوں ہلاک کیا گیا۔ آپ کلیہ فرمان اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے یہ بھی خیال رہے کہ یہ عرض و معروض کرنے والے سارے لوگ نہ تھے۔ ان میں حضرت ہارون و یوشع و کالب ابن یوحنا اور بہت سے اولیاء کاملین بھی تھے۔ یہ عرض ان عوام اسرائیلیوں نے کی تھی جو ابھی راسخ الایمان نہ تھے جیسا کہ ہم ابھی تفسیر میں حوالہ بیان کر چکے ہیں۔ یہ بات خوب خیال میں رہے۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: بچھڑا پرستی گائے کی پرستش بت پرستی ہماری ہے۔ اس کی ابتداء قوم عمالقہ سے ہوئی ان سے بنی اسرائیل نے سیکھی ان سے ہندو ستانی ہندوؤں نے یہ عمل شروع کیا یہ فائدہ **یمکفون علی اصنام** سے حاصل ہوا۔ حیرت ہے کہ ان بے وقوفوں نے گائے جیسے کمزور و کب کس بے بس جانور کو معبود کیسے سمجھ لیا۔ اس میں کونسی طاقت و قوت دیکھی۔ دوسرا فائدہ: اس بیماری میں مبتلا ہونے والا خود فراموش ہے۔ دیکھو

www.alahazratnetwork.org

اسرائیلیوں نے عرصہ تک فرعونیوں کے مظالم سے پھر انہیں ذبح ہوتے بچتے اپنے پروردگار تعالٰی کی بے شمار نعمتیں دیکھیں طرح طرح کے بار جود سمندر سے نکلتے ہی شرک و بت پرستی کی خواہش کرنے لگے یہ **فائدہ یجعل لنا الٰھا** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** نبوت کا فیضان نبی کی صحبت کا اثر سب کو یکساں نہیں پہنچتا دیکھو حضرت موسٰی کلیم اللہ کی صحبت سے بہت اسرائیلی اولیاء اللہ بن گئے۔ حضرت یوشع اور کالب ابن یوحنا جیسے حضرات نبی بن گئے مگر بہت سے لوگ ایسے بچے رہے کہ بہت جلد کفر و شرک کی طرف مائل ہو گئے۔ یہ فائدہ بھی **یجعل لنا الٰھا** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** کفر کو بھی جہل اس کی طرف میلان عمر نہیں بلکہ ارادہ کفر ہے یہ فائدہ **تجھلون** سے حاصل ہوا کہ موسٰی علیہ السلام نے بت پرستی کی خواہش کرنے والوں کے متعلق **تجھلون** فرمایا **تکفرون و تکفرون** نہیں فرمایا نہ انہیں مرتد قرار دیا نہ انہیں دوبارہ مسلمان کیا۔ ان پر عاید اسے بھی باقی رہے۔ ارادہ کفر کو بھی جہل کہا اور میلان قلب کو بھی الکفر کفر لکھا یہ ہے۔ ان کے احکام جدا گانہ ہیں۔ **پانچواں فائدہ** اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا کہ آپ نے بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ کے انجام کی بالکل بربادی کی خبر دی اور پھر بعد میں ثابت ہوا یہ فائدہ **ھولاء مدمر** سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ** علم غیب ہے جو انہیں بتائے وہ اللہ انہیں سے ہم بتائیں۔ یہ فائدہ بھی **قوم تجھلون** سے حاصل ہوا کہ آپ نے ان بیوقوفوں سے فرمایا تم بڑے جاہل ہو کہ کہتے ہو **یجعل لنا الٰھا** ۔ لے معبود سے نوازیا جانا وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے۔

اعتراضات: پہلا اعتراض: قوم عمالقہ صرف گائے پوجتی تھی جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے تو صنم جمع کیوں فرمایا جسم فرمایا چاہیے تھا۔ جواب: وہ لوگ گائے بھی پوجتے تھے بچھڑا بھی۔ گائے کے جیسے بھی بچھڑے بنا لیتے کہ یہ تھے ان کے مختلف بت جیسے ہندوستان سے ہندو کہ وہ گائے کے گھنٹے بھی پوجتے ہیں۔ لہٰذا اصنام جمع فرمانا بالکل درست ہوا۔ **دوسرا اعتراض**: اگر یہ اسرائیلی بچھڑے قبلی طرح بنانا چاہتے تھے کہ اسے سامنے رکھ کر سجدہ کریں مگر قبلہ کو سجدہ کریں نہ کہ بچھڑے کو تو اس میں کیا حرج تھا آخر مسلمان بھی کعبہ کو سامنے رکھ کر قبلہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ موسٰی علیہ السلام نے اس سے کیوں منع فرمایا (تریہ سماج)۔ جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہم پہلے پارہ میں دے چکے ہیں کہ مسلمان کا سجدہ اللہ کو ہوتا ہے کعبہ کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کعبہ اللہ اور جگہ رکھا دیا جائے تو اسے کوئی سجدہ نہ کرے مگر مشرک کا سر مورتی کی طرف جھکتا ہے کہ جدھر مورتی کو ہو پجاری کا سر۔ لہٰذا مورتی یا بچھڑا مشرک اللہ ہے کعبہ مسلمان اللہ یا معبود نہیں۔ **تیسرا اعتراض**: ارادہ کفر بھی کفر ہے جب اسرائیلیوں نے اس کا ارادہ کر لیا اور موسٰی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے معبود بنا دیں تو وہ کافر ہو گئے۔ لہٰذا چاہیے تھا کہ موسٰی علیہ السلام انہیں دوبارہ مسلمان کرتے انہیں کفر کی سزا دیتے۔ جواب: ہندو بنانا ارادہ کفر نہ تھا بلکہ بت پرستی کا خیال تھا اس کی پسندیدگی تھی انہیں یہ خبر نہ تھی کہ بت پرستی کفر ہے اس لئے وہ مرتد نہ ہوئے۔ ہاں بے سمجھ کم عقل ہونے کہ اتنی ہوئی بات نہیں سمجھ سکے اس لئے انہیں جاہل کہا کافر نہ کہا۔ **چوتھا اعتراض**: موسٰی علیہ السلام نے انہیں جاہلوں کیوں نہ فرمایا مجہلون مضارع کیوں فرمایا۔ جواب: آپ نے مجہلون فرما کر یہ بتایا کہ تم ہمیشہ جہالت کی باتیں کرتے رہتے ہو تمہاری عادت ہے جہالت کی باتیں جہالت کے کام کرنا یہ مقصد جاہلوں فرمانے سے حاصل نہ ہوتا۔ **پانچواں اعتراض**: موسٰی علیہ السلام نے ان بت پرستوں کے متعلق دو باتیں فرمائیں۔ حبر اور باطل ان دونوں میں کیا فرق ہے نیز

www.alahazratnetwork.org

ماھم فیہ اور **ماکانوا یعملون** میں کیا فرق ہے۔ **جواب** ان کے فرق ابھی تفسیر میں عرض کئے کہ خسر کے معنی ہیں ہلاک و برباد باطل کے معنی ہیں بیکار بے فائدہ **ماھم فیہ** سے مراد ان لوگوں کی بدعقیدگی ہے۔ اور **ماکانوا یعملون** سے مراد ان کے اعمال ہیں۔ یعنی ان کی بدعقیدگیاں ان کے سب اکارت ہیں۔ اور ان کے اعمال بیکار میں۔ کسی کا کوئی فائدہ نہیں۔ چونکہ بدعقیدگی بڑا جرم ہے بدعملی اس کے بعد ہے۔ اس لئے بدعقیدگی کے متعلق سخت لفظ فرمایا اور بدعملی کے لئے ہلکا لفظ۔ لہٰذا یہ فرمانا بالکل درست ہے۔ چھٹا اعتراض ایمان فرعون جو عین غرق کے وقت اور عذاب بعد موت دیکھ کر ایمان لایا تھا اور بعد موت آنکھوں سے دیکھ کر اس کے ایمان سے نجات کیوں نہیں ملتی۔ دیا میں آکر ایمان حاصل ہو وہی ذریعہ نجات ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ **جواب** اس کے ان دونوں ایمانوں میں بڑا واسطہ ہیں۔ عین ایمان میں براہ راست رب سے ایمان ملا تھا اور بعد موت آنکھوں سے دیکھ کر اس سے ان کو نجات نہیں۔ دیا میں ایمان نبی کی زبان سے ہے یعنی ایمان بالغیب لہٰذا بخشش کا ذریعہ ہے اگر کوئی دیا میں ساری ایمانیات سے مگر نبی سے تعلق نہ رکھے شیطان کی طرح تو اس کی بھی نجات نہیں۔

تفسیر صوفیانہ جیسے سخت بیماری سے شفا حاصل ہو جانے کے بعد جسم میں نقاہت و کمزوری رہتی ہے جس کی وجہ سے معمولی سی ہوا اور ذرا سی بدپرہیزی نقصان دیتی ہے اور نقاہت جاتے رہنے پر انسان ہر طرح قوی ہو جاتا ہے مخالف ہوا وغیرہ کا مقابلہ کر لیتا ہے ایسے ہی مرض کفر کے جاتے رہنے پر دلی نقاہت باقی رہتی ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی پر انسان بہک جاتا ہے یہ سر سے پیر تک مومن تو ہو گئے تھے مگر ابھی تک ان میں کفر کے بعد والی نقاہت اور ضعف باقی تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ ان بت پرستوں کو دیکھ کر پھسل گئے اور کفر کی طرف راغب ہو گئے چونکہ حکیم مطلق جناب کلیم اللہ ساتھ تھے اس لئے انہوں نے سنبھال لیا نیز انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس کفر کی اجازت چاہی کفر کیا نہیں اس لئے درست ہو گئے۔ انسان کو چاہئے کہ مرتے دم تک کسی کامل کی نگاہ میں رہے تاکہ وہ پھسلنے پر ہمیں سنبھالتا رہے۔ نہ معلوم کب اور کس طرح شیطان ہم کو بہکا دے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

پیر را گیریں کہ بے پیر ایں سفر ؛
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

بڑے میلے بڑی کھیڑ میں اگر بچہ اپنے ماں کی انگلی چھوڑ دے تو گم ہو جاتا ہے۔ دیا ایک میلہ ہے اگر ہم مرشد کامل کا دامن چھوڑ دیں تو گمراہ ہو جاویں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرعونی جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے جادو کرنے کی اجازت مانگی تو ان سے جادو رحمت بن گیا کہ دو دن میں شکست کھا کر ایمان والے ہو گئے۔ ان اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے گائے ذبح کرنے کی اجازت مانگی تو ان سے یہ اجازت منگانا اللہ کی رحمت ہو گیا کہ وہ لوگ اس سے بچ گئے۔ اتباع اور اجازت شیخ بڑی چیز ہے۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

گر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی

www.alahazratnetwork.org

ا ۔ ہو تا مسلمان ہے کافر و زندیق

ایمان کے ہمیشہ سے دو ساتھی ہیں ایک وقت تک تمہارے ساتھ رہا پھر دیا میں آتے وقت تک ساتھ رہا پھر دیا میں ساتھ پھر حشر میں شاء اللہ قبر و حشر میں ساتھ جانے کا موقع دیا میں تو دیا میں لیتا ہے وہی ایمان کی بدولت سے ساتھ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے مومن تو میں رب تعالیٰ کو اور ہی پہچان لیتا ہے ذرا کو لمبا دیا میں ملائکہ اس وہ پیدائش تک فطرت پر تھا پھر مرنے سے پہلے چھوڑ جاتا ہے کہ مرتے وقت اسلام کی حقانیت ظاہر ہو جاتا ہے پھر ان دیا میں اس کے ساتھ نہیں جاتیں گمراہ ساتھ جاتے ہیں۔ مومن کی دیا میں ساتھ جاتی ہیں گمراہ ہو جاتے ہیں یہ مطلب ہے اس فرمان کا۔ **انھوا لا معتبر ما ھم فیہ و بطل ما کانوا یعملون**

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ

فرمایا کیا اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو سارے جہان والوں پر فضیلت دی اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں نجات دی

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

فرعون والوں سے جو چکھاتے تھے تم کو سخت عذاب کی سزا قتل کرتے تھے بیٹوں کو تمہارے اور

نے تمہیں فرعون والوں سے جو تکلیف دیتے تھے تم کو سخت عذاب کی سزا قتل کرتے تھے بیٹوں کو تمہارے اور

يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾

زندہ رکھتے تھے بیٹیوں کو تمہاری اور اس میں آزمائش تھی طرف سے رب تمہارے کے بڑی

تمہاری بیٹیاں باقی رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے دو طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیات میں اسرائیلیوں کے بد اعمالیات [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] علامہ نے اس کی چار طرح توجیہ فرمائی۔ ان میں سے دو [illegible] کامل ہوتا اور دوسرا عقائد و اعمال کا حاصل ہونا اور دوسرا تعلق پچھلی آیات میں [illegible] اسرائیلیوں کا [illegible] علامہ نے حاصل [illegible] آپ نے [illegible] طریقہ [illegible] حاصل [illegible] تیسرا تعلق پچھلی آیات میں [illegible] اس کا تعلق [illegible] اسرائیلیوں کا [illegible] چوتھا تعلق پچھلی آیت میں [illegible] حاصل فرمایا [illegible]

www.alahazratnetwork.org

تیت کی شرح ہیں یعنی تم لوگ ایسے جاہل ہو کہ ایسے معجزات و بینات جلد جلد دیکھتے ہو۔ ہر ایک مسلسل معجزہ دیکھو۔ اپنی جاہلانہ باتوں میں مسلسل غور کرو۔

تفسیر: قال اغیر اللہ ابغیکم الٰھا فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے جواب سے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اپنی گفتگو کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا۔ چونکہ جواب کی روش بدل گئی کہ پہلے جاہلی واہب تھا۔ اس لئے قال دوبارہ ارشاد ہوا۔ اپنی موسیٰ علیہ السلام سے دو بات بھی کی اور یہ بات بھی۔ **اغیر اللہ** میں ہمزہ انکاری سوال سے ہے۔ تعجب کے لئے۔ قرآن مجید میں ہمزہ کی طرح غیر بھی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دشمن کو جنگی کے تعلق کہ ماسوا اللہ کی بھی میں سے بھی ماسوا اللہ یا غیر اللہ کی صفات میں کوئی ماسوا اللہ معبود نہیں نہ خالق نہ کوئی اور۔ **تحقوق بعض** صفات صفات سے بھی معنی مراد لئے اور غیر سے بھی معنی تلاش کئے۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ **حکم** سے پہلے لام پڑھا ہے۔ اصل میں **ابغی لکم** تھا۔ فرمایا۔ **یبغونکم الفتنۃ** یہاں بھی اصل میں **یبغون لکم** تھا۔ تفسیر **الٰھا** تمیز محذوف سے اور یہ محذوف اس فاعل سے حال ہے یعنی **الٰھا** کا اصول۔ **وھو فضلکم علی العلمین** یہ جملہ خاصہ حال ہے۔ لہٰذا واو حالیہ۔ **فضل** بات سے اس کا مصدر اصل فضیلت ہے۔ فضل بمعنی عالمین سے اس کا مراد اصل فضیلت ہے۔ عالمین سے مراد یا تو اس زمانہ کے جہان والے ہیں تب فضیلت سے مراد مطلق برتری ہے یا کہ واقعی اس زمانہ میں بنی اسرائیل جہان والوں سے افضل تھے جیسے آج حضور انور کی امت جہان والوں سے افضل ہے یا عالمین سے مراد وہ زمانے جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سے سمندر چیر کر ان کی خاطر فرعون کو ہلاک فرمایا۔ دعویٰ سے پہلے علامتوں سے اس لئے بیان فرمایا تاکہ معجزات خود بخود مدعی نبوت وغیرہ اس صورت میں عالمین سے مراد تمام جہان والے ہیں یا کہ یہ فضیلت بنی اسرائیل کے ان افراد میں تھی (جیسے روح القدس وغیرہ) جو رہتی دنیا تک کے عالمین سے افضل تھے اور رہیں۔ **واذ انجیکم من ال فرعون** یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس سے پہلے جملہ ایک محذوف سے۔ یہ فرمان رب تعالیٰ کا ہے موسیٰ علیہ السلام کا نہیں جیسا کہ اگلے کلام کی روش سے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں **اذکروا** محذوف ہے یعنی وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون سے نجات دی۔ اس میں خطاب یا تو حضور انور اور آپ کے رفقاء سے ہے یا بنی اسرائیل سے۔ یہاں بنی اسرائیل سے ہے اور وہ اس لئے کہ ہمارے لئے ایک معجزہ بنے اس صورت میں رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر یہ وحی بھیجی اور موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔ یہ پوری آیت پہلے پارہ میں گزر چکی اس کی پوری تفسیر وہاں ملاحظہ کرو۔ آل فرعون سے مراد فرعون کی پولیس اور فوج ہے جو بنی اسرائیل کو ستاتے رہتے تھے۔ آل کے معنی آل اور اہل میں فرق بار ہا بیان ہو چکے ہیں۔ **یسومونکم سوء العذاب** یہ عبارت یا تو آل فرعون سے حال ہے یا اس کی صفت۔ **یسومونکم** کا ترجمہ ہے دائم ہمیشہ تکلیف دینا۔ اس سے مطلق طلب لیا (روح البیان)۔ سوء العذاب میں صفت مضاف ہے موصوف کی طرف۔ اصل میں عذاب سوء تھا یہاں سوء صفت مشبہ ہے یہ بھی صدر بھی ہوتا ہے یعنی فرعونی لوگ تم کو سخت عذاب دیتے تھے۔ عذاب کا لفظ اس لئے بھی پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں۔ **یقتلون ابناءکم** یہ عذاب سوء العذاب کا بیان

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ **یقتلون** جب معین ارشاد ہوا تاکہ پتہ چلے کہ وہ عرصہ تک تمہارے بیٹے چن چن کر ذبح کرتے رہے۔ اس ذبح کی وجہ پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ ان ظالموں سے خبر دی گئی تھی کہ بنی اسرائیل کا ایک بچہ بڑا ہو کر تیری سلطنت کا تختہ دے گا وہ بولا کہ میں ان کے کسی بچے کو بڑا ہونے ہی نہ دوں گا چھوٹے بچے کہیں بلکہ پیدا ہوتے ہی ذبح کیے جاتے تھے اس لئے **ابناءکم** فرمایا۔ **رجالکم** فرمایا۔ **ویستحیون نساءکم** یہ عبارت معطوف ہے **یقتلون** پر لڑکیوں کا زندہ رہنا لڑکوں کا قتل ہونا بھی باپ کے لئے عذاب ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بھی عذاب کے سلسلے میں بیان فرمایا چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ لڑکیاں جوان ہو کر قبطیوں کی خدمت کریں۔ اس لئے یہاں بتایا۔ نہیں فرمایا بلکہ سادہ فرمایا کہ زندہ چھوڑنے کی وجہ ان بچیوں کا آگے چل کر عورتیں بننا تھا۔ **وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم** یہ جملہ علیحدہ ہے اس لئے واو ابتدائیہ ہے۔ لکم میں اشارہ ہے گزشتہ سارے عذابوں مصیبتوں کی طرف ہے یہاں تمام اعلامات کی طرف جو پہلے مذکور ہوئے۔ پہلی صورت میں بلاء معنی سخت ہے دوسری صورت میں معنی نعمت لفظ بلاء دونوں پر بولا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے **وبلوناھم بالحسنات والسیات** حاصل یہ ہے کہ بلاء معنی آزمائش آتا ہے۔ آزمائش سخت سے بھی ہوتی ہے اور نعمت سے بھی۔ عظیم صفت ہے بلاء کی اور یہاں ربکم اسی بلاء کی پہلی صفت ہے یعنی ان مذکورہ مصیبتوں میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارا ابتلا امتحان تھا یا ان نعمتوں میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بڑا فضل و کرم تھا تم ان باتوں پر غور کرو اور اس کی اطاعت کرو۔ تم جو نہ سمجھ ہو کہ رب تعالیٰ تم پر ایسے انعامات اکرام کرے اور تم اس کی ایسی نافرمانی کرو۔

خلاصہ تفسیر: جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بت سازی اور بت پرستی کی فرمائش کی تو پہلے آپ نے ملامت کی پھر اور کھلا کھلا سمجھایا پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات یاد دلائے جو ان پر خصوصیت سے ہوئے چنانچہ فرمایا کہ اے بیوقوفو! میں تمہارے لئے ماسوی اللہ کو خدا بناؤں تمہارے لئے کوئی اور خدا تلاش کروں۔ اس نے کہ ہوا انعامات تم پر بے شمار ہیں۔ اسی لئے اے اسرائیلیو! آج تم کو سارے جہان پر بزرگی دی ہے کہ تم کو اولاد انبیاء کیا۔ تمہارے خاطر سے قبطیوں کو ڈبویا تمہارے لئے سمندر چیرا۔ تمہارے گھروں تمہاری گلی کوچوں میں قبطیوں پر عذاب آئے تم محفوظ رہے۔ رب نے فرمایا کہ اے اسرائیلیو! تم ہمارا یہ انعام بھی یاد رکھو کہ تم فرعونیوں کے ہاتھوں گرفتار تھے وہ تم کو طرح طرح کے عذاب دیتے تھے حتیٰ کہ تمہارے چھوٹے بچوں کو تمہارے سامنے ذبح کرتے تھے۔ تمہاری بچیوں کو زندہ چھوڑتے تھا کہ وہ جوان ہو کر ان کی خدمت گار بنیں۔ ہم نے تم کو ان سے نجات دی اس میں تمہاری آزمائش ہے کہ دیکھیں تم ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہو یا نہیں۔ تم پر لازم ہے کہ ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔ تم جیسے ناشکرے الٰہی نافرمانی کرتے ہو اور اس قدر حلاوت پرستی کی کوشش کرتے ہو۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند ایک فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ عدو تو نہیں جو تلاش کرے بتایا عدو تو جس کا خدا ہمارا تلاش پر موقوف ہو بلکہ خدا وہ ہے جس کی رحمت بندوں کو تلاش کرے۔ یہ فائدہ **ابغیکم** سے حاصل ہوا کہ لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا **اجعل لنا الٰھا** ہمارے لئے خدا بنا دے۔ آپ نے **ابغیکم** فرمایا۔ اور فرمایا **وھو فضلکم** یہ ہے اس کی رحمت کی تلاش۔ دوسرا فائدہ۔ نبی کی قوم ہونا نبی کی اور ہونا فضیلت کا باعث ہے۔ یہ فائدہ

www.alahazratnetwork.org

وھو فضلکم سے حاصل ہوا۔ دیکھو بنی اسرائیل کی برکی کا سبب یہ تھا کہ وہ آل یعقوب علیہ السلام تھے اور موسے علیہ السلام کے ہم قوم ایسے ہی آج سید حضرات افضل ہیں کہ وہ حضور انور کی اولاد ہیں بشرطیکہ مومن ہوں۔ ایسا نہ ہو اپنے پر موس رہتا ہے نہ سید۔ قابیل اور کنعان نبی کے بیٹے تھے مگر بدتر مخلوق ہوئے۔ **تیسرا فائدہ** سادات کی وجہ سے نسبی فضیلت میں حاصل رہتی۔ موتی بچوں میں لتھڑ کر موتی ہی رہتا ہے۔ یہ فائدہ بھی **فضلکم** سے حاصل ہوا۔ دیکھو بنی اسرائیل فاسق علیہ السلام سے کہتا کہ ہمارے لئے کوئی رب تلاش کرو سخت گستاخ تھا جس پر آپ نے سخت عتاب فرمایا مگر اس سے باوجود وہی اسرائیل عالمین سے افضل رہے۔ نسبی فضیلت کو کفر منافی ہے۔ دیکھو کشتی نوح میں کتوں کو جگہ تھی مگر کافر بیٹے کنعان کو جگہ نہ تھی۔ **چوتھا فائدہ** کفر کا خیال دو ہم کفر نہیں۔ اولوہ کفر اور صلبا کفر اور خیال کفر میں فرق ہے۔ پہلی دونوں چیزیں کفر ہیں اور خیال کفر کفر نہیں۔ یہ فائدہ **وھو فضلکم** سے حاصل ہوا۔ دیکھو بنی اسرائیلیوں نے کفر بت پرستی کا خیال کیا مگر انہیں عالمین سے افضل فرمایا گیا وہ افضل ہی رہے **پانچواں فائدہ** الوہیت وہ چیز ہے جو نہ کسی کے بنانے سے بنے نہ رائے عامہ سے۔ الوہ وہ ہے جو سب کو بنائے کوئی اسے نہ بنائے۔ یہ فائدہ **غیر الذی اعبد** سے حاصل ہوا۔ قوم نے مانگا **اجعل لنا الھا** ہمارے لئے معبود بنادو۔ بلکہ نبوت بلکہ خاص ولایت بھی۔ کسب سے حاصل ہو۔ کسی کی رائے سے ہو۔ یہ عطا ربانی ہے۔ حق یہ ہے کہ ولایت کسی وہبی میں کسب اور نظر کو دخل ہے مگر ولایت عطائی میں کسی چیز کو دخل نہیں۔ حضرت مریم پیدائشی ولی تھیں بغیر کسب کے اور حضرت آصف بن برخیا علم کے ذریعہ ولی ہوئے۔ **وقال الذی عندہ علم من الکتب** ہاں یہ ہوا ہے کہ کسی ولی کی دعا سے بعد نے کسی کو ولی بنایا۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام۔ **چھٹا فائدہ** عہد کی سختوں کو یاد رکھنا عبادت ہے۔ خواہ قول سے یاد رکھے یا عمل سے۔ یہ فائدہ **اذا نجیتکم** سے حاصل ہوا کہ اس سے پہلے **اذکروا** ارشاد ہوا ہے۔ اب تک نعمت ہی بنی اسرائیل کی یادگار میں عاشورہ کا روزہ سنت ہے۔ اللہ حضور کی ولادت معراج وغیرہ کی یادگاریں منانا عبادت ہے۔ دو چیزیں یاد رکھی چاہئیں اپنا گزرا وقت اگرچہ بہت اچھا ہو اور اللہ کی نعمت اگرچہ بہت پہنچ ہو چکی ہو کہ ان دونوں سے دل میں تکبر نہیں پیدا ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی توفیق ملتی ہے۔ یہود آج ظہر عصر کی نماز میں امام قرأت آہستہ کرتا ہے تاکہ مسلمانوں کو یاد گزرا وقت یاد رہے کہ جمعہ کے طعنہ کی وجہ سے ان کو قتوں میں اونچی تلوار سے نماز میں پڑھ سکتے تھے اور آج رمضان میں بہت عبادت کی جاتی ہے کیونکہ اس مہینہ میں قرآن کی نعمت ملی۔ بقرعید میں قربانی اور مناسک حج ہوتے ہیں یہ سب اس تنگی میں حضرت ابراہیم و اسماعیل کے امتحان میں کامیابی کی نعمت ملی۔ **ساتواں فائدہ** اتباع کرنے والوں کو آل کہا جاتا ہے۔ یہ فائدہ من آل فرعون سے حاصل ہوا کہ دوسروں پر بیس وفوں کو آل فرعون فرمایا گیا لہٰذا ہر متقی مسلمان آل رسول ہے اس معنی سے۔ **آٹھواں فائدہ** نوالہ کا کھانا بہت سے بچے قتل ہونے کی بڑی آزمائش ہے تو اس آزمائش میں پورا اترنے اس کا بڑا درجہ ہے۔ یہ فائدہ **بلاء من ربکم عظیم** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے اسرائیلیوں کے بچوں کے قتل کو بلاء عظیم فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کے لئے فرمایا **ان ھذا لھو البلؤ المبین** غور کرو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں کتابلہ ہو گا حسن کی گود میں علی اصغر تیر سے قتل ہوئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ **نواں فائدہ** اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی بلاء عظیم ہیں بڑی آزمائشیں ہیں اس آزمائش

www.alahazratnetwork.org

میں کوئی کوئی پورا اترتا ہے۔ یہ فائدہ بھی بلاء من ربکم عظیم سے حاصل ہوا جبکہ ذالکم سے مراد نجات دہندہ ہو۔

اعتراضات: پہلا اعتراض: لفظ کے ہاں نسب کوئی چیز نہیں۔ افضلیت اعمال سے ہے۔ رب فرماتا ہے **ان اکرمکم عند اللہ اتقکم** بہ عمل سید سے نیک اعمال والا غیر سید افضل ہے۔ **جواب:** یہ غلط ہے۔ اولاد نبی ہونا اللہ کی خاص رحمت ہے۔ تمہاری پیش کردہ آیت میں خطاب کفار عرب سے ہے کہ کفر کے ہوتے نسب سے شرافت نہیں ملتی۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ لوگو رسول اپنے کو اعمال سے بے نیاز نہ جانے بلکہ دوسروں سے زیادہ نیکیاں کرے ورنہ بنی اسرائیل کو عالمین سے افضل کیوں فرمایا گیا جب کہ وہ بت پرستی کی خواہش بھی کر چکے تھے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب الکلام المقبول فی طہارۃ نسب الرسول دیکھو۔ **دوسرا اعتراض:** بنی اسرائیل فرشتوں سے نبیوں سے بھی افضل تھے کیونکہ عالمین میں تو یہ حضرات بھی داخل ہیں۔ **جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک ظاہری دوسرا تحقیقی ظاہری جواب تو یہ ہے کہ یہاں العالمین سے فرشتے اور انبیاء خارج ہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے اسرائیلی انبیاء بھی داخل ہیں اور واقعی فی نفسہٖ رسول سارے فرشتوں بلکہ رسول فرشتوں سے بھی افضل ہوتے لہٰذا فرمان عالی بالکل درست ہے۔ **تیسرا اعتراض:** بنی اسرائیل حضور ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین فاطمہ، ہر، عائشہ صدیقہ اور امت محمدیہ سے بھی افضل ہیں کہ عالمین میں یہ سب داخل ہیں۔ **جواب:** اس اعتراض کا جواب ہم نے بہت تفصیل سے پہلے پارہ میں دے دیا ہے کہ العالمین سے مراد اس زمانہ میں موجود مخلوق ہے۔ یہ حضرات بعد میں دنیا میں تشریف لائے۔ حضور ﷺ افضل الخلق ہیں اور حضور کی امت افضل الامم۔ **جعلنکم امۃ وسطا۔**

دو میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات
قائم تیری ذات سے سارا نظام کائنات!!

چوتھا اعتراض: اگر اولاد نبی ہونا افضلیت کا باعث ہے تو چاہیے کہ سارے انسان افضل ہوں کیونکہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور وہ تو نبی ہیں۔ **جواب:** واقعی نسل دوسری مخلوق سے افضل ہے۔ **ولقد کرمنا بنی ادم** دیکھ رب یہاں حقیقت انسانیہ کا ذکر کرتا ہے کہ اقرار انسانی فی نفسہٖ انسانیت افضل ہے ملکیت سے یہ افضلیت مطلقہ بندہ اولاد آدم ہونے کی وجہ سے مطلقاً انسان کو دوسری مخلوق پر حاصل ہے پھر انسانوں میں بعض کسی نبی کی اولاد ہیں کہ دوسرے اس کی اولاد نہیں جیسے بنی اسرائیل کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں دوسرے لوگ نہیں۔ یا آج سید حضرات جو حضور انور کی اولاد ہیں دوسرے لوگ نہیں۔ اسی سب کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے افضل ہیں۔ غرض کہ مطلق انسانیت اور خصوصی انسانیت میں فرق ہے۔ **پانچواں اعتراض: یسومونکم** اور **یقتلون** اس طرح **یستحیون** حال ہے حالانکہ یہ واقعات تو پہلے ہو چکے تھے معلوم ہوا کہ **انجینا** ماضی سے معلوم ہوا۔ **جواب:** کبھی گزشتہ واقعہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے حال سے بیان کرتے ہیں جیسے **احمل فوق راسی حبوا** جیسے **انی اعصر خمرا** یا جیسے **انی اری فی المنام انی اذبحک** یہ سب ماضی ہیں انہیں حال سے بیان فرمایا اور اردو میں لایا جاتا ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں فلاں حکم جا رہا ہوں فلاں سے یہ کہہ رہا ہوں۔ **چھٹا اعتراض:** اس آیت میں بناء کا مقابلہ نساء سے کیوں فرمایا۔ یا تو ابناء کے مقابلہ میں بنات فرمایا جاتا یا نساء کے

www.alahazratnetwork.org

مقابلہ میں رجال ارشاد ہوا۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے۔ جو طلب عین وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ فرعون بنی اسرائیل کی لڑکیاں اس لئے زندہ چھوڑتا تھا کہ وہ عورتیں ہوں گی رجال بالغ نہ ہوں گے جو فرعونیوں کی خدمت کریں یہ دونوں باتیں اس سے جواں ہو جانے سے ساقط ہو جاتی تھیں۔ ساہ فرمانے میں چھوڑنے کی وجہ کی طرف اشارہ ہے مگر فرعون اپنی اسکیموں میں ہر طرح ناکام رہا۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ کی تلاش و تجو اس کی رضا کی طلب متزین عبادت ہے اور اس کی تلاش سے تمام حضرات انبیاء کرام کے آستانے ہیں مگر غیر خدا کو خدا بنا کر اس کی تلاش انتہائی حماقت و جہالت ہے۔ نبی کے آستانہ پر غیر خدا کی تلاش بڑی محرومی ہے۔ نبی سے خدا نما کو بلکہ خدا سے بھی خدا کو مانگو۔ شعر

محمد از تو می خواہم خدا را خدا از تو حق مصطفیٰ را

پیغمبر کے دروازے ایمان و عرفان، رحمت، رحمل کی کانیں ہیں جہاں سے اس قسم کے سودے ملتے ہیں عقیدت و محبت کی رقم لے جاؤ اعلیٰ درجے کے سودے خریدو۔ ان کے در سے شرک و کفر، بت سازی، بت پرستی مانگنا ایسا ہے جیسے سونے چاندی کی دکان سے سبزی کو شت مانگنا جیسی دکان ویسے سودے۔ اس لئے آپ نے فرمایا **انا غیر اللعابض** یعنی حضور انور سے غلام نے عذاب مانگا تھا حضور نے کہلوایا کہ میرے پاس وہ نہیں جو تم مانگتے ہو اگر میرے پاس تمہاری مانگی چیز ہوتی تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ میں رحمت و غنی ہوں میرے پاس عذاب کہاں میری دکان میں رحمت کے سودے ہیں۔

شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ جس قدر رب کے احسانات زیادہ ہوں اسی قدر بندے کا شکر زیادہ ہو کہ شکر نعمت کی قید ہے۔ اس سے نعمت نہیں بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔ **لئن شکرتم لازیدنکم** صوفیاء فرماتے ہیں کہ بزرگوں سے سب اور نسبت دانوں اللہ کی انگیٹھیاں ہیں۔ یعنی بنی اسرائیل کو نعمتیں دائمی حاصل تھیں۔ فرعونیوں سے نجات وقتی نعمت تھی۔ پہلی نعمت کی وجہ سے وہ اس زمانہ میں عالمین سے افضل ہوئے۔ دوسری نعمت سے وہ اس وادی میں رہ کر مگر وہ ان نعمتوں کو ہضم نہ کر سکے ناشکری ہوئے تو اب وہ اسرائیل بدترین خلق خدا ہوئے۔ اللہ نعمت دے تو اسے سنبھالنے کی توفیق بھی بخشے رب تعالیٰ کبھی دے فرمانے بھی بھیں کرے بندہ کو چاہئے کہ ہر قسم کی آزمائش میں پورا اترے وہی کامل ہے۔ بنی اسرائیل کو رب نے مصیبتوں راحتوں سے آزمایا وہ اس آزمائش میں آخر فیل ہوئے۔ اس کا نتیجہ آج تک بھگت رہا ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ

اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا ہم نے ان کو ساتھ دس کے پس پورا ہوا وعدہ اس کے رب

اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور اس میں دس اور بڑھا کر پورا کیا تو اس کے رب کا وعدہ پورا ہوا

لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ

کا چالیس رات سے اور فرمایا موسیٰ نے بھائی اپنے ہارون سے کہ نیابت کر تو میری قوم میں میری اور درستی کرنا اور نہ پیروی

چالیس رات کا ہوا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح

www.alahazratnetwork.org

سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

کورد راستہ کی فساد والوں کے

سمجھنا اور فساد و بگاڑ کی راہ کو دخل نہ دینا

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیات میں بنی اسرائیلوں پر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت کا ذکر تھا یعنی فرعونیوں سے انہیں نجات دینا۔ اب اس کو دوسری اعلیٰ نعمت عطا فرمانے کا تذکرہ ہے یعنی انہیں توریت عطا فرمانے کی تمہید ہو جو صدہا نعمتوں کے بعد نعمت خاصہ عطا فرمانے کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اسرائیل و بنی اسرائیل کو بہت سے عطایا میں۔ عطاؤں سے کچھ حصہ عطا فرمایا۔ اب ان میں سے کچھ حصوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ان حصوں کا تذکرہ ہوا ان عطاؤں میں سے ہی موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ عطا ہوئیں یعنی رب تعالیٰ سے قرب خصوصی اور اس سے ہم کلامی کا شرف۔ یہ انعام اس کی عادی قوم کو ملا ہے۔ ہمارے حضور کی معراج ہم سب پر رب تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ یہ انعام امت کے لئے باعث فخر اور امت پر انعام نبی کے لئے باعث خوشی ہے۔ یعنی حضور انور حرام مرتبہ سلطان کے علاوہ اپنی امت کے کاموں کو بارگاہ الٰہی میں دیکھ کر خوش ہوئے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمام جہانوں پر برتری دی۔ اب اس برتری کی ایک جہت کا ذکر ہے کہ اس کے نبی کو تکلیم اللہ بنایا اور اسرائیلیوں کو تکلیم اللہ کی قوم بنایا۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جائیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ خود موسیٰ علیہ السلام شکریہ ادا کرنے کے لئے طور پر تشریف لے گئے۔

تفسیر: ووعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ حضرات انبیاء کرام کو وحی تین طرح کی ہوتی ہے۔ وحی رؤیا یعنی خواب کی وحی مقامی یعنی مقام فرشتہ یا ربانی میں ہوتی ہے یعنی وہ وحی رؤیا ہوتی ہے جس کی خوابیں وحی مقامی اور وہ کلام جو بیداری کی حالت میں وحی مقامی ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا طور پر بلا واسطہ خاص کلام فرمانا۔ یا حضور انور کو معراج میں قاب قوسین میں بلا واسطہ کلام فرمانا۔ **فاوحی الی عبدہ ما اوحی**۔ موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ وحی رؤیا سے ہوا۔ قرآن میں یہ ہے کہ یہ وعدہ کیسے پورا ہوا اس کا ذکر نہیں۔ **وعدنا** باب مفاعلہ سے ہے یعنی باب مفاعلہ کا ماضی جس سے معنی ہوتے ہیں وعدہ کرنا دو طرف سے۔ یہ وعدہ کس موقع پر رب نے موسیٰ علیہ السلام سے توریت دینے کا وعدہ فرمایا اور کب اس سے تین دن رات کے اعتکاف کا وعدہ فرمایا یا دونوں وعدے ایک ہی بار میں ہوئے یہ ہم کو معلوم نہیں۔ **واللہ وعدنا** باب مفاعلہ سے ارشاد ہوا اور باب افعال سے **واعدنا** ہے دونوں میں ضرب کا ماضی۔ قاموس یا مختار میں پہلے سے بقیہ کسی چیز کا ہونا وعدہ ہوتا ہے اور متصل وعدہ کی خبر دینا وعید۔ اس کا ماضی **اوعدنا** آتا ہے باب افعال سے۔ موسیٰ کا نام ہے۔ اوّل یا ی تحقیق ہم پہلے پارہ میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ بنا ہے **موہ** سے۔ معنی پانی اور **سا** سے۔ معنی ساتھ۔ ان کی لغت عبرانی میں امتحان کرنے والے سے ماخوذ ہے۔ **ثلثین** اس کا واحد ثلث۔ معنی موذ ثلاث۔ تین سے ہے۔ معنی تیسرا حصہ۔ **لیلۃ**

www.alahazratnetwork.org

استراحت کا وقت بھی ہے اور عبادت کا بھی اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کے اوقات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ **وعدنا** اور ہم نے ان سے وعدہ کیا۔ طور پر رات کو چاند دیکھ کر چاند رات میں اعتکاف بیٹھتے ہیں اور اس وقت سے عید کی رات تک عبادت کرتے ہیں اور خصوصی عبادت کا وقت ہے اس دوران سے اوقات میں ان سے فرمایا گیا تھا کہ شاید تمہیں رفیق اعلیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو۔ **واتممنها بعشر** یہ عبارت محذوف ہے **وعدنا** اس کی تفسیر ہے یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تیس راتوں کا وعدہ دیا پھر اس میں دس راتیں اور بڑھا دیں۔ **فتم میقات ربه اربعین لیلة** یہ عبارت محذوف کا تتمہ ہے۔ **فتم** کا فاعل ہے۔ **قتم** کا فاعل ہے۔ **ربه** کا مضاف الیہ ہے۔ **اربعین** کا مضاف الیہ ہے۔ **لیلة** کا مضاف الیہ ہے۔ **ف

www.alahazratnetwork.org

[illegible] **فی قومی** ۔ متعلق ہے **اخلفنی** سے۔ قومی سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ **واصلح** ۔ معطوف ہے **اخلفنی** پر۔ باب اصلاح سے معنی درست رکھنا یا درست کرنا۔ **ولاتتبع سبیل المفسدین** ۔ یہ بھی معطوف ہے **اصلح** پر۔ سبیل سے مراد راہ مشورہ ہے۔ مفسدین سے مراد بنی اسرائیل ہیں جو بعد میں شرارتوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس شرارتوں کا سرغنہ سامری تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو بچھڑا پوجنے پر لگایا۔ حضرت موسیٰ نے ان کو بری باتوں سے منع کرتے وقت اس وصیت کی یاد دلائی۔

خلاصہ تفسیر اور ہم نے موسیٰ سے وعدہ کیا تھا تیس رات کا پھر ہم نے اس میعاد کو دس اور بڑھا کر پورا کیا۔ پس پوری ہو گئی میعاد اس کے رب کی چالیس رات کی۔ اور موسیٰ نے کہا اپنے بھائی ہارون سے کہ میرے پیچھے تو میری قوم میں میرا قائم مقام رہ اور اصلاح کرتا رہ اور بدراہ لوگوں کی راہ نہ چلیو۔ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آیا اور اس سے اس کے رب نے کلام کیا تو موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب مجھ کو اپنا جلوہ دکھا کہ میں تجھ کو دیکھ لوں۔ فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تو تو بھی مجھ کو دیکھ سکے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا تو پاک ہے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔ فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھ کو اپنے پیغامات اور اپنے ساتھ کلام کرنے سے لوگوں پر برگزیدہ کیا ہے پس جو کچھ میں تجھ کو دوں اس کو لے لے اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔ اور ہم نے اس کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کا مفصل بیان لکھ دیا۔ پس ان کو مضبوط پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کی اچھی باتوں پر عمل کریں۔ میں عنقریب تم کو بدکاروں کا گھر دکھاؤں گا۔ میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ہر قسم کی نشانی دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا راستہ بنا لیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پروا بنے رہے۔

www.alahazratnetwork.org

کاموں سے روکنے رہنے تیسرے یہ ہیں کہ کوہ طور میں ہونے والی گفتگو میں ان کا قومی مشورہ ہونی رائے دینا نہ لینا ان میں یہ قسم کا مشورہ دیں گے جو بارگاہ مجھے قبول ہو چکا ہے۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ موسیٰ علیہ السلام بڑے سے بڑے ہیں۔ اللہ کے کلیم اور بنی اسرائیل سے پختہ عہد لینے والے ہیں مگر ہیں تو حضور ﷺ کے حبیب ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سب سے بڑے طور پر جاتے ہیں مگر قرآن حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتا ہے۔ شعر

کلام لیے کو جاتے تھے طور پر موسیٰ
تمہارے گھر میں خدا کا کلام آتا ہے

دوسرا فائدہ دن سے رات افضل ہے۔ دن رات میں فرق ظاہر ہے۔ یہ فائدہ **ثلثین لیلۃ** سے حاصل ہوا کہ یہاں راتوں کا ذکر فرمایا دنوں کا نہیں۔ **تیسرا فائدہ** عدد تمام چالیس کا چالیس سے عدد کی خصوصیات اپنی تمام حق مصداق میں یہاں سے ہیں۔ ماں کے پیٹ میں بچہ چالیس دن میں مکمل ہوتا ہے پھر بعد موت چالیس دن انسان مرتا ہے چالیس سال کی عمر چالیس سال میں ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو عموماً چالیس سال کی عمر میں نبی۔ اس سے یہاں ارشاد ہوا۔ **واتممنھا بعشر** **فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ** چوتھا فائدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حالی قلت سے پڑتے ہیں۔ ان کی مثل یہ آیت ہے۔ **ما ودعک ربک وما قلی** اور "چھ مہینے عمر حرام چلے پھر وحی شروع ہوئی۔ یہ فائدہ بھی اربعین لیلۃ سے حاصل ہوا۔ چلے میں عبادت قرب دیا لوگوں سے علیحدگی نوشتی سب کچھ ہوتی ہے اور سب آیتوں سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ چلہ خود ان کے وطن میں نہ دیا گیا بلکہ طور پہاڑ پر جو آبادیوں سے دور جنگل پہاڑ ہے جہاں علیحدگی ہے۔ **پانچواں فائدہ** سلطان کی غیر موجودگی میں ان کا سلطان مقرر اس سے پہلے اس سے کلام سرا علام و نیابت انبیاء سے ثابت ہے۔ یہ فائدہ **اخلفنی فی قومی** سے حاصل ہوا۔ ہمارے حضور ﷺ جب عمرہ قضا میں شریف لے گئے تو حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو مسجد نبوی شریف کا امام اور حضرت علی ابن ابی طالب کو گھر پاک میں اپنا قائم مقام نائب بنا کر تشریف لے گئے۔ **چھٹا فائدہ** نائب خلیفہ کا مقرر کرنے چاہے سلطان روانگی بعد میں تاکہ ملک خلیفہ سے خالی نہ رہے۔ یہ فائدہ **اخلفنی** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے روانگی شروع فرمانے سے پہلے اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ اس نے حضور ﷺ نے فی علیہ کا مقرر مقدم یا بالا دشمن ہونا ثابت ہوا۔ چہار شنبہ بوقت ۔ اس دن میں خلیفہ کا مقرر ہونا ایسا ہی ہے جیسا شاہ کے فوت ہونے پر دوسرا بادشاہ پہلے مقرر ہوتا ہے بعد میں پھر سلطان اصلی یا جاتا ہے۔ حدیث میں یہ قاعدہ اس مقام میں بھی جاری ہے کہ ملک کا ۔۔۔ ملک جاتا ہے تو ۔۔۔ ہیں اور ۔۔۔ سے تو پہلے ان سے نائب مقرر ہوتا ہے پھر ان کا ۔۔۔ ہیں ہر ملک کا بادشاہ مرتا ہے تو اس سے پہلے اس کی جگہ دوسرا سلطان مقرر ہوتا ہے پھر پہلے کا انتقال ہوتا ہے۔ **ساتواں فائدہ** یہ عارضی خلیفہ بعد میں اصلی سلطان سے اس کے لئے خلیفہ چنتا ہو گا دیکھو حضرت ہارون اس موقعہ پر چنانچہ ان سے لئے موسیٰ علیہ السلام نے خلیفہ نے مگر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام آپ کے خلیفہ ہوئے۔ لہذا

عروہ تو ہے میں حضرت علی سے خلیفہ ہونے کی وجہ سے یہ الزام نہیں کہ آپ ہی حضور کے جانشین اصل خلیفہ ہوں عارضی چند روزہ خلافت اور ہے دائمی خلافت اور چند روزہ خلیفہ حضرت علی ہوئے دائمی خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ہوئے۔ **سولھواں فائدہ** منسوخ نہ ہونا۔ صرف یہ حکم منسوخ نہ ہوئے پر اتفاق ہے بلکہ قوم کے فعل و قول پر نظر شرعی ہوتی ہے۔ **سترھواں فائدہ اصلح** سے حاصل ہوا۔ **اٹھارواں فائدہ** خلافت نبوی ہونے کے خلاف نہیں شیخین کی خلافت بھی نبوی ہو سکتی ہے اگر خلافت ہوتے میں دوسری جگہ بیعت نہ ہوئی ہو بیعت نہ تو کسی عمل سے ثابت ہوتی ہے۔ **انیسواں فائدہ** یہ تو محض اطلاعی ہے۔ **واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**۔ **بیسواں فائدہ** بھی **اصلحہ** سے حاصل ہوا۔ **اکیسواں فائدہ** یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جیسے ہوتے ہیں ان کے وزیر وغیرہ خلیفہ بھی ویسے ہوتے ہیں۔ **بائیسواں فائدہ** نبی کی امت نبی کی قوم ہے یہ فائدہ **قومی** سے حاصل ہوا۔ **تیئیسواں فائدہ** یہ ہے کہ حضور کی قوم میں حضور اور حضور کی قوم کے علماء سب کے حاکم ہیں۔ **چوبیسواں فائدہ** یہ ہے کہ حضور کی امت کی اپنی حاکم نہیں مان سکتے۔ وہ حاکم ہوتے ہیں امت محکوم۔ **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ**۔ **پچیسواں فائدہ** یہ ہے کہ حضور کے مشورہ قبول فرمانے میں شریعت کا مشورہ دینے والوں کی قوم میں ہونا۔ **چھبیسواں فائدہ** یہ ہے کہ **ولا تتبع سبیل المفسدین** سے حاصل ہوا کہ فعل سے حرام کے مشورے بھی حرام ہیں۔ **ستائیسواں فائدہ** یہ ہے کہ شرعی امر میں مشورہ کرنا۔ **وشاورھم فی الامر**

اعتراضات پہلا اعتراض۔ رب تعالیٰ نے یہاں چار حکم دیئے تھے ان کو الگ الگ کر کے تین یہاں دو جگہ تین علیحدہ علیحدہ سورہ مائدہ میں ہیں یہ کیا ہے۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ تین اور اس میں فرق تھا کہ تین میں راتوں کا فاصلہ تھا چار میں علیہ السلام کے مسواک کر لینے پر اس کا انصاف ہوا گر یہ تفصیل نہ کی جاتی تو یہ فرق معلوم نہ ہو سکتا۔ ان کے عمل سے وضو کا شرعیہ بدل جاتے ہیں۔ نیز پھر سورہ مائدہ کی آیت کی شرح ہوئی۔ دوسرا اعتراض۔ ساری آیت میں **وعدنا** ہے جمع متکلم سے جس کے معنی میں ایک دوسرے سے زیادہ ہونا۔ وہاں زیادہ صرف رب کی طرف سے تھا۔ یہاں حضرت موسیٰ کی طرف سے بھی ہے۔ **جواب** اس کا جواب اس سے دیا گیا ہے کہ یہاں بھی **فاطمت اللص** میں سے چور کا قتل یہاں ایک طرف سے ہے اور وہاں دونوں طرف سے تھا۔ یہاں ایک طرف سے قتل کے مقابلہ میں قریب قریب قرار دیا اور موسیٰ علیہ السلام سے **وعدنا** فعل ہونا فرمایا۔ **تیسرا اعتراض** **واتممنھا بعشر** سے ہے۔ **جواب** اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک عمل شریف ہوئے ہیں رب کی طرف سے ان کی تکمیل ہوئی ہے۔ **جواب** آخر معلوم ہوتا ہے کہ اعمال رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں ان کی تکمیل بھی اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ان اعمال میں ہر ایک تکمیلیں ہوتی ہیں۔ سارے عام کا ظہور حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور ان کی تکمیل حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ یہ قصاص کی طرف سے ہیں ان سے صدہا شرعی مسائل ہوئے ہیں ان قصاص سے چوتھا اعتراض

www.alahazratnetwork.org

ہوتے ہیں۔ ان میں یا حضرت سے **جواب** اس کا جواب ابھی عرض کیا کہ ہوتی ہے۔ کچھ سوال ان تمہیں میں ٹھہریں فلاں سے علاوہ ان سے ان چار میں کلمہ پڑھا ہو یا **پانچواں اعتراض** حضرت علیہ السلام سے جناب حضرت علیہ السلام یہ حضرات مستقل ہوتے ہیں۔ کوئی کسی کا خلیفہ نہیں ہو سکتا چھ حالت ہیں۔ **جواب** یہاں حالت ہوتے ہیں۔ تھی خلافت و سیادت میں تھی وہ آپ مستقل ہی تھے۔ رسالت میں علیہ السلام اس وقت تھے۔ **چھٹا اعتراض** حضرت علیہ السلام کی اس اور یہ کیا اصلاح کی ہے پھر آپ نے یوں فرمایا **اصلح** تو ان کی اصلاح ہے۔ **جواب** صاف تائید ہے جیسے تم علیہ السلام سے عرض کیا تھا۔ **ولکن لیطمئن قلبی**۔ تفسیر یہ ہے۔ **ساتواں اعتراض** یہ بھی کسی صحابی کی شان میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے یوں فرمایا۔ **ولا تتبع سبیل المفسدین** جواب یہ ہے کہ ان کو آپ سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا ہے۔ **یا ایھا النبی اتق اللہ**۔ فرمایا ہے۔ **ولا تتبع کل حلاف مھین** بہت حد صحابی سے ہوا ہے یا ان کی۔ **آٹھواں اعتراض** حضرت علیہ السلام سے ان کے متعلق ہے میں مسواک کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ قبلی سے ان سے پہلے ابو حنیفہ سے یہ روایت ہے کہ علماء کا اس حکم سے ثابت ہوا ہے۔ **جواب** اس اعتراض سے پہلے حوالہ ہیں۔ پھر اس کی وجہ تحقیق۔ کی حالت پر ہیں۔ پھر چاہئے کہ مسواک روزے کی حالت میں آپ کا بھی ہیں۔ 2۔ چاہیے کہ روزے میں مسواک کریں ہے ہیں روزے ہوں فرماتے ہیں کہ آپ کا بھی ہیں۔ چاہیے کہ روزے میں مسواک دوپہر کو کہ آپ کلمہ پڑھا ہو سے پہلے ہو۔ 4۔ چاہیے کہ روزے میں مسواک بالکل حرام ہو کہ آپ کا یہ مسئلہ ہیں۔ آپ کا پہلے ہو جاتے ہیں کہ طرف سے جواب تحقیق یہ ہے کہ یہ ان علیہ السلام کی خصوصیت ہے تھا کہ مسواک کرتے ہیں روزے دار ہوتے ہیں۔ ان کا چاہیے ان کا چاہیے ان کا یہ ہیں طور پر حاصل ہو جاتا ہے روزے دار کی ہوتی ہیں حالت ہوتی ہے۔ وہ خلوف اور غیر ہیں ہوتی ہے خیر میں کا یہ ان کے میل سے پیدا ہوتی ہے۔ خلوف ہو جاتا ہے یہ ہوتی ہے ان دونوں میں فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ حضرت علیہ السلام ہیں جاتے وقت رب قبلی کا حضرت ہارون سے کہا ہے ہوتا ہے پھر ہوتا ہے ہوتا ہے ہوتا ہے

www.alahazratnetwork.org

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ

لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ

قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

ہو (عرض کی) پاکی ہے تیری بارگاہ کو میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور کی طرف روانہ ہونے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رؤیت الٰہی کی درخواست کی۔ فرعونیوں کی طرف سے تکلیف دہ سوال کی بنا پر ہوئی تھی۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق کی طرف سے کتاب عطا ہوئی۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت تعلق سے فرمایا گیا ہے۔ محبت کی ابتدا مانگنے سے ہوتی ہے۔ اس کی انتہا دیدار ہے۔

تفسیر **ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا** اس میں لما شرطیہ ہے۔ جاء اس کا فعل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہاڑ کے طور پر جانا مراد ہے۔ **لمیقاتنا** میں لام بمعنی فی ہے۔ **اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔ اثنیٰ عشر من الشھر۔ میقات** مقرر وقت کو کہتے ہیں۔ **لمیقاتنا** یعنی جو وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوا تھا اس کے لیے **لمیقاتنا** یعنی وہ وقت جو ہم نے مقرر کیا تھا۔ **وکلمہ ربہ** یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور پر کلام فرمایا۔ **جاء، ارنی اور انظر** یہ سب افعال ماضی ہیں۔ اس وقت کیے گئے تھے جب کلام الٰہی ہوا تھا۔ **وکلمہ ربہ** یہ عبارت جاء کے معطوف علیہ پر عطف ہے۔ اس کلام کی تفصیل سورۂ اعراف میں ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ تمہاری قوم تو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا۔ آپ نے تختیاں پھینک دیں۔ سر اور داڑھی کے بال پکڑ لیے۔ آپ کے ہاتھ میں تختیاں تھیں۔ آپ نے ان کو پھینک دیا۔ ان کے ٹوٹنے کی آواز سنی گئی۔ آپ نے اپنے بھائی کے بال پکڑ لیے۔ آپ کے ہاتھ میں تختیاں تھیں۔ آپ نے ان کو پھینک دیا۔ ان کے ٹوٹنے کی آواز سنی گئی۔ آپ نے اپنے بھائی کے بال پکڑ لیے۔

www.ahlehaqnetwork.org

علماء تو رہتے سو رہے بقید جمعہ اور مسجدیں اس کے متعلق یہ ایک قول ہے جدیل رہے کہ اس کلام فرمانے کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے تو حضرت جناب کلیم اللہ سے کلام فرما رہا تھا اب چپ ہو گیا تو حضرت حق تعالیٰ خاموشی سے پاک ہے۔ بلکہ ہوا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی شریعت سے تحت اختیار دیے گئے جس سے وہ کلام قدیم آپ سے سن لیا جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اس کی کیفیت نا معلوم ہے صلوٰۃ **قال رب ارنی انظر الیک** یہ عبارت **لما** جواب میں **ارنی** اور اس کا مفعول پوشیدہ ہے۔ **جعلک فاتک انظر** جواب سے **ارنی** کہ جدیل رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی دعائیں نقل فرمائیں لیس تو ان سے۔ اور وہاں بھی یہ دعا مانگی ہیں کہ خدا یہ نبی کی دعا ہے **ربنا اطلمنا انفسنا** اور لیس اس لئے کہ دوسرے لوگ یہ دعائیں نہ مانگیں۔ یہ دعائیں لیس مانگ سکتے۔ **ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء** یہاں موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا دوسروں کو دعا کرنے کے لئے نقل فرمائی گئی کہ کوئی یہ دعا مانگ سکے۔ اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے یہاں واحد متکلم نہ کہا بلکہ عرض کرنا مخاطب کہا ہوں ہی **ارنی انظر** دونوں واحد متکلم کے صیغے ہیں۔ روایت اور نظر دونوں سے معنی میں دیکھا کر روایت عام ہے نظر خاص یونکہ رویت جواب میں ہے اس لئے نظر یہ ہے کہ نظر صرف آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے **ولو انا صنا علیکم** اور فرماتا ہے **انی اری فی المنام** لہذا **ارنی** و **انظر** دونوں یہ نہیں کہ میرے رب مجھے اپنی ذات یا جمال دیدار دکھا دے۔ میں اپنی آنکھ سے تجھے دیکھ سکوں نہ صرف دل یا میں دیدار نہیں بلکہ آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں کہ جیسے تو میرے دل سے مخاطب ہوا تو میں نے تیرا کلام قدیم سن لیا ایسے ہی میری آنکھ سے پردہ ہٹا دے کہ تیرا جمال دیکھوں یونکہ جس کا کلام سنا جا سکتا اس کا دیدار بھی کیا جا سکتا ہے صلوٰۃ اس میں گفتگو ہے کہ جناب کلیم نے دیدار کی آرزو کیوں کی۔ حق یہ ہے کہ محض شوق اور عشق بھی میں کی کہ آپ اس کے کلام سے اپنے مخاطب ہوئے کہ جمال اللہ تو جمال فرمایا کہ جس کے کلام میں یہ لذت ہے اس کے دیدار میں یا لطف ہو گا اس لئے تکلف یہ عرض کر دیا۔ اس کے علاوہ اور تو جیہات بھی نقل فرمائی گئی ہیں۔ یہاں دو باتیں جدیل رہے ایک یہ کہ اللہ والے بھی کبھی کبھی دعا کی دعا مانگتے ہیں تو وہ سکھانے کے لئے کہ رب کی دعا کرنے سے دیدار الٰہی کی دعا مانگنا ہے۔ اگر ہم یہ دعا کریں تو سکھانے کے لئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ والوں کو دیدار الٰہی کی دعا مانگنے سے بعد خوشی حاصل ہوتی ہیں جس میں ہمارا کوئی حصہ نہیں۔ ہاں ہمیں بھی دیدار الٰہی کی دعا مانگنے سے بعد میسر ہو گا اس کی بہت بڑی تمنا ہے۔ **لن ترانی** یہ بھی شوق دیدار الٰہی میں کئی لمحہ انتظار تھی۔ **ولکن انظر الی الجبل** سے **جعلہ دکا** تک اس کا بیان ہے۔ **فساتلن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ** وہاں یہ اعتراض ہوا تھا یہ اعتراض ہوا تھا یہ ایک ہی معاملہ مختلف لوگوں سے مختلف تاثیر رکھتا ہے۔ **قال لن ترانی** یہ بھی وحی اللہ میں سے ہے جواب اللہ والوں سے کہ اس شیں کو دیکھ سکتے۔ یہ نہیں فرمایا کہ دیدار الٰہی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جو چیز ہو ہی نہ سکے اس کی دعا کرنا بیکار ہے۔ جو چیز ہو سکے مگر کسی کو نہ ملے اس کی دعا کرنا بیکار نہیں۔ **ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم** میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافر دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ **یملک**

www.alshezratnetwork.org

لیقص علیہا ربک ایسے ہی ہے یہاں روایت [illegible] طرف ہے کہ یہاں ان آنکھوں سے [illegible] ہوئے [illegible] ہیں [illegible] سے دیکھے ہی گئیں ہیں [illegible] ہوئے [illegible] ہی ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible]

Www.alahazratnetwork.org

پہاڑ سے ... سوف ترانی ... معلوم ہو رہا ہے کہ ... ہوتی ... پہاڑ ... سکتا ... سوف قرب ... قلما تجلی ربہ للجبل ... معلوم ہوتا ہے کہ ... ثم ... (صاوی) للجبل میں لام ... جعلہ دکا یہ لما تجلی ... جعلہ دکا ... دکا ... مدکوکۃ ... وخر موسی صعقا ... جمعہ ... خرور ... صعقا ... صعقتہ ... فلما افاق ... افاقہ

www.alahazratnetwork.org

پہاڑ پر تجلی ہوئی کہ وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گرے۔ تین ہزار فرشتوں میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ لفظ غش یاد رکھنے کے قابل ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ ایسے بے ہوش ہوئے کہ تجلیات کو بھی ہوش نہ رہا۔ تجلیات کو بھی ہوش ہوتا ہے جو ان کو دیکھے وہ ایک مست غش ہوتا ہے جس کو اللہ جو سوا اللہ کو دیکھے اللہ اکبر (یہ ہوش کیسی (دیدہ) دیدار ہے۔ غشی بیہوشی ہوتی ہے۔ جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب میں بار بار غش آتے تھے ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کو غشی آئی۔ بعض ہوش کی غشی جیسے حضرت جبرائیل کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غشی آئی۔ حضرت یوسف کو دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو غشی آئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام کو غشی آئی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غشی آئی۔ حضرت فاطمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر غش آئیں۔ یہ وہ غشی ہے جو حضرت کی یاد میں آئی غشی۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ غشی یا تو ہوش کی غشی تھی یا حضرت کی یاد میں غش آیا۔ **فلما افاق** اس فرمان میں یہ احتمال تو ہے۔ **افاق** سے **بعثتک** احیی فرمایا تاکہ یہاں نے صاف بعثت بارا ہے ہوش میں آنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو نور ایمان عطا فرمایا گیا۔ تاکہ ایمان بالغیب ایک مقام ہے اور ایمان بالشہود ایک مقام ہے۔ غشی سے ہوش میں آنا **قال سبحانک تبت الیک** اس کلام میں پہلے رب تعالیٰ کی حمد **سبحانک** ہے۔ کلمہ تسبیح میں عرض ہے۔ یا یوں ہے کہ اے میرے رب تو ہر عیب سے مخلوق کی صفات و حالات سے دور ہے۔ ہماری نگاہیں تجھے دیکھیں بلکہ تو ہمارے خیال و عقل و وہم سے ماورا سے پاک ہے۔ میں آئندہ تیرے دیدار کی آرزو سے توبہ کرتا ہوں۔ ایسا آئندہ کبھی نہ کروں گا۔ میں رہے کہ یہ توبہ کیسی بلند مقام سے توبہ ہے اس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام قبل نہ کر سکیں۔ شعر

زلیخا از گناہ توبہ کند عارفاں از طاعت استغفار

وانا اول المؤمنین اس کلام میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی شان اور رب تعالیٰ سے خاص احسان ظاہر فرمایا یہاں ایمان سے مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ صفتی ایمان ہے یعنی تو نے اس امر میں تو حضور رہتے ہیں۔ یعنی عالم ارواح میں سب سے پہلے میں نے تجھے عارف رب سے پہلے عابد حضوری ہیں۔ **ھو الاول والاخر** عالم اجسام میں پہلے عارف پہلے عابد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی عبادت اپنی امت میں سب سے اول ہوئی میں ہوں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تو ان باتوں سے پاک ہے جن سے دوسرے تیرے بارے میں بد اعتقادی رکھتے ہیں میں ان سے پہلے ہوں جو تجھے سے پاک جانتے ہیں۔ اس صورت میں اول سے حقیقی ایمان مراد ہے۔ (روح المعانی)

نکتہ تفسیر سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی توبہ اپنے اور لوگوں کے لئے ہوتی ہے۔ ان کی ذات میں توبہ کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کی توبہ کبھی بطور پیشوا ہوتی ہے کبھی بطور ہمراہی۔ کبھی بطور شاگردی۔ کبھی بطور امت۔ کبھی بطور اظہار عبدیت۔ کبھی بطور اظہار نعمت۔ کبھی بطور اظہار شکر۔ کبھی بطور اظہار عجز۔ کبھی بطور اظہار فقر۔ کبھی بطور اظہار ذلت۔ کبھی بطور اظہار مسکنت۔ کبھی بطور اظہار تواضع۔ کبھی بطور اظہار خشیت۔ کبھی بطور اظہار خوف۔ کبھی بطور اظہار رجاء۔ کبھی بطور اظہار محبت۔ کبھی بطور اظہار شوق۔ کبھی بطور اظہار ذوق۔ کبھی بطور اظہار وجد۔ کبھی بطور اظہار ہیبت۔ کبھی بطور اظہار جلال۔ کبھی بطور اظہار جمال۔ کبھی بطور اظہار کمال۔ کبھی بطور اظہار استغراق۔ کبھی بطور اظہار فنا۔ کبھی بطور اظہار بقا۔ کبھی بطور اظہار صحو۔ کبھی بطور اظہار سکر۔ کبھی بطور اظہار تلوین۔ کبھی بطور اظہار تمکین۔ کبھی بطور اظہار ہیبت۔ کبھی بطور اظہار انس۔ کبھی بطور اظہار قبض۔ کبھی بطور اظہار بسط۔ کبھی بطور اظہار ہجر۔ کبھی بطور اظہار وصل۔ کبھی بطور اظہار فرق۔ کبھی بطور اظہار جمع۔ کبھی بطور اظہار محو۔ کبھی بطور اظہار اثبات۔ کبھی بطور اظہار ستر۔ کبھی بطور اظہار تجلی۔ کبھی بطور اظہار تدلی۔ کبھی بطور اظہار تلاشی۔ کبھی بطور اظہار تدانی۔ کبھی بطور اظہار تقرب۔ کبھی بطور اظہار تباعد۔ کبھی بطور اظہار تواصل۔ کبھی بطور اظہار تفاصل۔ کبھی بطور اظہار تعانق۔ کبھی بطور اظہار تباین۔ کبھی بطور اظہار تمازج۔ کبھی بطور اظہار تفارق۔ کبھی بطور اظہار تلاقی۔ کبھی بطور اظہار تجافی۔ کبھی بطور اظہار تواصل۔ کبھی بطور اظہار تفاصل۔ کبھی بطور اظہار تعانق۔ کبھی بطور اظہار تباین۔ کبھی بطور اظہار تمازج۔ کبھی بطور اظہار تفارق۔ کبھی بطور اظہار تلاقی۔ کبھی بطور اظہار تجافی۔

www.alahazratnetwork.org

[illegible] شوق کی حالت میں عرض کرتے ہیں مولیٰ مجھے اپنی ذات اپنا وصال اپنا دیدار دکھادے۔ اس طرح سے دیکھوں کہ تو ہو اور میں آنکھوں سے شے دیکھوں۔ رب نے فرمایا اس وقت تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ اس دنیا میں آنکھوں سے [illegible] کس تو تمہارے خلاف قانون ہے۔ ہاں ہم تمہیں قلبی دیدار عطا فرمائیں گے۔ آنکھ تو اس کے بنائے ہوئے سورج کی روشنی میں دیکھتی ہے جو مخلوق ہے تو ہمارے بنائے ہوئے نور کو مخلوق آنکھ کیسے دیکھ سکتی ہے کہ ساتھ والا پہاڑ طور پر ہے تو بہت بڑا ہے طاقت ور ہے تم اس پر نظر ڈالو ہم اس پر تجلی ڈالتے ہیں اگر یہ پہاڑ تجلی پڑنے پر اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو تم بھی ہمارا دیدار کر سکو گے۔ چنانچہ رب موسیٰ نے اپنی تجلی صفات میں ایک تجلی جلال سی پہاڑ پر ڈالی۔ وہاں بھی موسیٰ علیہ السلام کی نظر تھی تو جاں بحق ہو گیا اور تو پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو کر پیوند خاک ہو گیا اس طرح کہ اس میں شگاف پڑ گئے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔ بہت عرصہ بعد آپ کو ہوش آیا تو اس سے پہلے آپ نے شریف سے ہوئے لفظ کا دعویٰ کیا تھا کہ اب توبہ کی اور عرض کیا تو ہی ہے پاک ذات ہے تعالیٰ سے مراد ہے شعر

تو ہاں میں تو تو ہے تجھ میں نہیں میں

یہاں یا میں ہی یہاں کچھ نہیں ہے

کیسی اچھی مثال ہے میری توبہ میں بھی یہی الفاظ ہوں گے۔ میں بے علم و بے نظر ہوں جس نے یہ نظارہ نہیں دیکھا ہے وہ اس کی اصل کیا ہے اور کیوں حاصل ہونا چاہیے۔ مجھے اس قابل ہونا چاہیے۔ حق ایقین حاصل ہوا ہے۔ نوٹ رہے کہ میں نے جب موسیٰ علیہ السلام سے اس کلام کا وقت آیا تو آپ نے فصل لیا علی ساس پہلے رب العالمین سے ساتھ ہوئے اور روح میں ندا دیدار کا ہوا۔ اس حالت سے شیطان حاسد نے آپ کو ہٹا کر نکال دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو بھی آپ سے الگ کر دیا۔ آپ پر ان سے دروازے کھول دیے۔ آپ سے سب حجاب اٹھا دیے۔ عرش و کرسی و لوح و قلم چلے گئے اور ہر سے ہم کلامی کی روح الامین (قرآن الفرقان وغیرہ) رب نے آپ سے ہمارے سو تجلیات میں کلام کیا۔ آپ سے ہمکلامی کی وجہ سے یہ کلام یہاں پر ہے۔ اس کلام ربانی کے بعد حضور (روح المعانی) بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد اپنی قوم میں گئے تو بھی آپ کو دیکھتے ہوش ہو جاتا تھا۔ بعد روح المعانی سے یہاں فرمایا کہ چالیس دن تک موسیٰ علیہ السلام سے رخ پر یہ حالت رہی اور آپ کو دیکھتے ہی ہو جاتا تھا اور آپ سات دن سے بیہوشی کچھ لیتے تھے اندھیری رات میں اس واقعہ سے پتہ لگا کہ موسیٰ علیہ السلام کی حالت روایت پہاڑ سے بھی زیادہ تھی کہ پہاڑ کے ٹکڑے اڑ گئے کہ آپ کا دل محفوظ رہا۔ عقل قربان ہوئی۔ یہ اولیاء اللہ کی بیداری ہے ہوش صرف عارضی طور پر عطا کی گئی یہ ہے طاقت والی۔

دیدار الٰہی

دیدار الٰہی کے متعلق تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ دیدار کی آنکھوں سے بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن بھی ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے اس موقعہ پر رب کا دیکھنا دیکھنے کے بعد سے ہوش ہو گئے۔ یہ قول شیخ ابو الحسن اشعری کا ہے

www.alahazratnetwork.org

روح المعانی) دوسرے ۔۔۔ دنیا میں کوئی دیدار باطل ناممکن ہے۔ اسے یہ تو کوئی اس دنیا میں دیکھ نہ سکے ۔ مرنے کے بعد قیامت میں یہ ہوسکتا ہے۔ یہ قول معتزلہ کا ہے تیسرے یہ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن تو ہے مگر واقع نہیں ۔ مرنے کے بعد بعض مقبولین کو دیدار ہوگا قیامت میں سب مومنین کو یہی مذہب صحیح اور قوی ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں ۔ ہر ممکن چیز کی دعا مانگنا جائز ہے جیسے کوئی کہے یا اللہ مجھے جنت عطا فرما۔ مجھے اب حضور انور کے بعد نبی بنا دے۔ غیر دیدار الٰہی دعا جائز ہے معلوم ہوا کہ دیدار الٰہی ناممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام بھی اس کی دعا نہ مانگتے ۔ آپ کا دعائے دیدار مانگنا اس کے ممکن ہونے کی دلیل ہے ۲۔ اس دعا پر رب العالمین نے کوئی عتاب نہیں فرمایا۔ اگر یہ ناممکن ہوتا تو اس پر عتاب فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دیدار کو ایک ممکن چیز پر معلق فرمایا۔ پہاڑ کے تجلی کے بعد ٹھہرا ہوا تو ممکن دیدار کرے۔ پہاڑ ٹھہرا نہیں تھا۔ اس سے پتہ چل گیا کہ دیدار ممکن ہے۔ **جعلہ دکا** ۔ شے ممکن ہو وہ ممکن ہوتی ہے جب پہاڑ کا پتھر ممکن ہوا تو اس کا ٹھہرنا بھی ممکن تھا۔ ۴۔ یہاں رب تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا **لن تستطیع** بلکہ فرمایا **لن ترانی** ۔ میں دیدار سے انکار کی نفی ہے۔ قوت کی نفی نہیں فرمائی۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ نے معراج میں حضور انور کو دیدار دیا۔ حضور فرماتے ہیں **ان اللہ تعالیٰ اعطی موسی الکلام و اعطانی الرویۃ و فضلنی بالمقام المحمود و الحوض المورود**۔ حدیث رواہ الطبرانی ۔ اس حدیث کو ضعیف نے قبول فرمایا۔ اس کی تائید اس آیت سے ہے۔ **مازاغ البصر و ماطغی** اور **ولقد اٰمنا لہ نزلۃ اخری** وہاں دیدار الٰہی مراد ہے۔ دیدار حضرت جبرئیل کو تو ہوا ہے **فاوحی الی عبدہ ما اوحی**۔ حضور انور حضرت موسیٰ سے بڑے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ نے کہا رب تعالیٰ بعد موت شہداء کو دیدار دیتا ہے اور ان سے تکلم فرماتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیدار ہوا بعد شہادت **کلمہ ربہ کفاحا** حدیث ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان کی محبت کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے خلت جناب ابراہیم کو اور کلام حضرت موسیٰ کو اور دیدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا۔ (تفسیر حاشیہ سورۃ النجم) ۷۔ حضرت ابن عباس ابوہریرہ انس بن مالک فضل و غیرہم حضرات صحابہ کا مذہب ہے کہ معراج میں حضور انور نے اپنے سر کی آنکھوں سے رب کو دیکھا۔ حضرت اس قدر بلند عبداللہ ابن عباس کی تائید میں قرآن کریم سے حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ عارف متعلق فرماتا ہے **کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون**۔ وہ قیامت میں اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے۔ اس سے پتہ لگا کہ مومن بے حجاب سے دیدار الٰہی سے کہ دیدار سے محرومی عذاب پر معلق ہوا ۸۔ رب تعالیٰ مومنوں کے متعلق فرماتا ہے **وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ**۔ قیامت میں بعض چہرے تازہ روشن ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے یعنی جیسے تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو بعد ابو غالب ہوا بعد فجر بعد عصر کی پابندی والی حدیث ۔ سر دست دیدار الٰہی احادیث صحیحہ آیات قرآنیہ اقوال صحابہ و ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے۔ اس کا انکار محض ہٹ دھرمی ہے۔ اس کی پر زور قوی دلیل نہیں ۔ آیت و حدیث 12۔ بلکہ عقل کا تقاضا بھی ہے۔ دیدار الٰہی قیامت و جنت میں مومنوں کو نصیب ہوگا۔ رب فرماتا ہے **لہم فیہا ما یشاءون**۔ جنتی کو کہ جو چاہیں گے وہ پائیں گے جیسے موسیٰ علیہ

www.alahazratnetwork.org

اسلام اور ہے کلام اس دیدار کا شوق سوال اللہ اور ہے کلام من ضرور شوق دیدار ہو کلام پر ایمان لانے سے حاصل ہوتے پر نبوی دلیل قائم ہیں۔

فائدہ اس آیت سے بندہ کو سے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** کسی کلام پر اس کا شوق اور اس سے دیدار کا شوق پیدا ہونا عشق دیدار موقوف نہیں کہ مدرسے کھی ہو جاتے **یہ فائدہ حکلمہ ربہ قال رب ارنی** سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہم نے جو پڑھا ہے کلام اللہ اور کلام رسول اللہ پڑھا اور سنا کرے ہمارے دل کی محبت میں پیدا ہوئے یہ محبت تمام نعمتوں کی جڑ ہے۔ **دوسرا فائدہ** اس سے محبت عشق دیدار منع ہے اس کلام اس کی آواز سے۔ **فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض** اے بیبیو! اجنبی مردوں سے نرم لوچ دار بات نہ کرو کہ ان کے دل کا روگ جاگ اٹھے تم اجنبی عورت کی آواز بلکہ اس سے بیہودوں کی آواز بھی پہچانتے۔ شعر

تنا عشق تو دیدار خیزد بنا کیں دولت از من نیز

تیسرا فائدہ عشق الٰہی میں دیدار الٰہی کی خواہش ثواب ہے طریق پر ہے اعلیٰ کی بنا پر ادنیٰ تناقض ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا **لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ**۔ اس پر عذاب آیا **فاخذتھم الصعقۃ** مگر موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کی خواہش کی شوق و عشق الٰہی میں آپ فارغ طور ہو گئے ایک کی چیز ایک کے لئے ایمان ہے دوسرے کے لئے کفر۔ شعر

موسیا آداب دانان دیگر اند سوخت صد ان و ما قبل ما اند

چوتھا فائدہ دیدار دنیا میں بحالت بیداری اس آیت کلمہ سے خدا کا دیدار ممکن ہے اگرچہ واقع نہیں یہ فائدہ **لن ترانی، فان استقر** سے حاصل ہوا۔ یہ جملہ تعلیق ہوا بھی کی گئی۔ مسئلہ۔ جواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن بھی ہے واقع بھی۔ اس حضور پرنور ﷺ سے بہت بار خواب میں خدا کا دیدار اعظم اور ضعیف سے ایسے ہوا۔ رب کو خواب میں دیکھنے والے تعبیروں العالمین میں فریاد کریں سے نہیں بار رب و خواب میں دیکھنے والوں کی تحصیل و تاریخ و تعبیر یاں (روح المعانی)۔ **پانچواں فائدہ** یہ عارضی طور پر عشق سے دنیا طاری ہو سکتی ہے ہاں ایسی دیوانگی دائمی عشق نہیں ہو سکتی۔ یہ تین سبق سے مانع ہیں۔ یہ فائدہ **خر موسیٰ صعقا** سے حاصل ہوا۔ الفاظ حدیث قرطاس میں حضرت عمر کا **اھجر استفھموہ** یا اس وقت سے تھی صورت سے ظاہر کیا۔ حضرت عمر نے اسلام پر حضرت عشق سے اس کی سے ہیں وہ تھی کلمہ کی طلب سے۔ **چھٹا فائدہ** اس آیہ اور اس خواب سے ہوتے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ اصل ہے وہ حضرات **خر موسیٰ صعقا** سے نظر آتے ہیں یہ مصری عورتوں کا میل یہ ہی ہے ہوا محبوبیت و محبوبیت کی اصل سے۔ **ساتواں فائدہ** بعد اس قصہ شرعی احکام جاری کیے ہوتے یہ فائدہ **خر موسیٰ صعقا** سے حاصل ہوا۔ یہ جملہ موسیٰ علیہ السلام ایسے ہی راب ایسے ہفتہ سے ہوش رہنے اس زمانہ میں آپ سے ہوئی ہے ہے اس عبادات کی قضا ہے یہ مصری عورتیں اپنے ماتحت بچے کی سزا جاری نہ ہوئی ہے ہے عشق میں ہوئی ہے

www.alahazratnetwork.org

بے خودی میں ہاتھ کٹ گیے اور انہیں درد محسوس نہ ہوا تو ان مستان جمال الٰہی کا کیا پوچھنا۔ ابھی گجرات میں ایک مست فقیر کے پاؤں پر ٹریکٹر گزر گیا جس سے اس کی ہڈیاں بالکل ٹوٹ گئیں مگر وہ نہ رویا نہ چیخا۔ علاج کے لیے ہسپتال گیے۔ پولیس نے ٹریکٹر والے کو پکڑا تو یہ مست بولا کہ اسے چھوڑ دو کسی اور کو تکلیف ہوئی ہوگی مجھے نہیں ہوئی۔ اس مست کا نام سائیں یوسف ہے۔ میں نے اسے دیکھا نہایت اطمینان سے بیٹھا ہوا پایا۔ **آٹھواں فائدہ** اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی ضد پوری فرماتا ہے اگرچہ وہ قانون سے ورا ہو کی دعا کریں۔ یہ فائدہ **فلما تجلی ربہ** سے حاصل ہوا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے قانون سے ورا کی خواہش کی یعنی دیدار الٰہی جو خلاف قانون ہے۔ **لا تدرکہ الابصار** مگر رب نے ان کی بات قبول کی اور خود ان سے اقرار کرالیا کہ آئندہ ایسی خواہش نہ کروں گا۔ وہ حضرات رب کے احکام جو قانون سے ورا ہوں مان لیتے اور ان پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ اپنا بچہ ذبح کرنا اپنے کو آگ نمرود میں ڈالنا۔ اپنے بیوی بچوں کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ آنا وغیرہ قوانین کی حدود سے باہر ہیں۔ ایسی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے۔ **لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ نواں فائدہ** توبہ سے پہلے رب تعالیٰ کی حمد سنت انبیاء ہے۔ یہ فائدہ **سبحنک** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے توبہ سے پہلے **سبحنک** عرض کیا۔ یہ ہے ہی دعاؤں کا اصل ہے کہ دعا سے پہلے حمد الٰہی بلکہ درود شریف پڑھے توبہ کرے۔ پھر دعا مانگے۔ انشاء اللہ قبول ہوگی۔ **دسواں فائدہ** نبی اپنی امت میں پہلے صاحب ایمان ہوتے ہیں۔ پھر امت والے بعد کے مومن بلکہ ان کے صدقہ کے مومن ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ **انا اول المسلمین** فرمانے سے حاصل ہوا۔ نبی اور امت کے ایمان میں کئی طرح فرق ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق ہم تیسرے پارہ میں آخر سورۂ بقر **امن الرسول بما انزل الیہ** کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ وہاں مطالعہ کرو۔

اعتراضات: پہلا اعتراض: موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کو کلیم اللہ ہونے کا درجہ کیوں عطا نہ ہوا۔ اس میں ان کی کیا خصوصیت ہے۔ **جواب**: مفسرین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نعمت بقدر مشقت ملتی ہے۔ جناب موسیٰ نے راہ خدا میں مشقتیں بہت زیادہ برداشت کیں۔ آپ کی قوم پر آپ کی وجہ سے بہت آزمائشیں آئیں۔ بچوں کا ذبح وغیرہ۔ اس کا انعام بھی ان کو خصوصیت سے یہ عطا ہوا۔ مگر حقیر کے نزدیک یہ جواب کچھ ضعیف سا ہے۔ زیادہ مشقتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اٹھائیں۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ **وانا ابتلی ابرھیم ربہ بکلمت فاتمھن**۔ تمہارے حضور نے جو مشقتیں راہ خدا میں اٹھائیں۔ وہ تو بیان سے باہر ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ دولت حق ہے جس پر جیسا کرم ہو جاوے۔ دوسرا اعتراض: موسیٰ علیہ السلام نے کلام الٰہی تو عطاء نبوت کے وقت بھی سنا تھا جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ہے۔ اس وقت دیدار کا شوق آپ کو کیوں نہ ہوا۔ آج کیوں ہوا۔ **جواب**: یہ ہے کہ اس وقت کلام اچانک ہوا اور اتفاقاً ختم ہو گیا تھا۔ اس بار چالیس دن عبادت کرانے پر لطف کلام فرمایا گیا تھا۔ ان عبادات اور رب تعالیٰ کی حاضری کی وجہ سے لذت زیادہ آئی۔ عبادات سے لذت بڑھ جاتی ہے۔ جنت کی نعمتوں کا جو لطف مومنین متقین کو ہوگا وہ حور و غلمان اور اس جماعت کو نہ ہوگا جو جنت میں بھیجنے کے لیے پیدا کی جاوے گی۔ یوں ہی مومنہ متقی عورتوں کا حسن حوران بہشتی سے زیادہ ہوگا کہ ان پر عبادات کا حسن بھی ہوگا جیسا کہ ہم نے اس تفسیر میں پہلے تحقیق کی ہے۔ آج جو بند شریعت متقی مسلمان کے وعظ و نعت خوانی میں جو مزہ آتا ہے وہ خلاف شرع واعظین و نعت خوانوں کے وعظ و نعت میں نہیں آتا۔ بزرگوں کے آستانہ کی روکھی سوکھی روٹی میں جو لذت ہوتی ہے وہ اوروں کے پلاؤ زردہ میں کہاں ہوتی۔

عرصہ عبادت الٰہی کام کلام کرنے، سننے، کھانے، پینے، سونے جاگنے بلکہ جیسے مرنے میں لذت پیدا کردی ہے بلکہ اگر مجمع میں ایک آدمی بھی بال ہو تو سارے مجمع میں رنگ بگڑ جاتا ہے۔ محرک یہ ہے کہ یہ عشق و شوق بھی رب کی طرف سے تھا جب چاہا اس میں پیدا کردیا۔

میری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے!
قدم یہ اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں!

تیسرا اعتراض رویۃ اور نظر دونوں کے معنی ہیں دیکھنا پھر **لن ترانی** ہے درست ہوا۔ **انظر** جواب کیسے بنا **لن ترانی** کا جواب۔ اس سے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رویۃ عام ہے۔ خواب میں دیکھنا ہو یا بیداری سے دیکھنا کشف خیال میں دیکھنا آنکھ سے دیکھنا سب کو رویۃ کہتے ہیں مگر **نظر** صرف آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں۔ اس فرق کی وجہ سے **انظر الیک** جواب بن گیا **لن ترانی** کا۔ گویا یہ **لن ترانی** کی شرح ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ **لن ترانی** کا فاعل رب تعالیٰ ہے **انظر** کا فاعل موسیٰ علیہ السلام یعنی دو کمالوں میں سے ایک ہو کہ تو دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ اس فرق کی وجہ سے جواب بن گیا اسی لئے آپ سے **لن ترانی** نہیں فرمایا بلکہ **انظر** فرمایا یعنی میں آنکھ سے تجھے دیکھوں۔ **چوتھا اعتراض لن ترانی** سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیدار الٰہی کبھی نہیں ہوا نہ دنیا کی زندگی میں نہ بعد وفات۔ حالانکہ حدیث میں ہے جب انہیں دیدار نہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے (منکرین دیدار)۔ **دیکھو لا ترانی**۔ فرمایا بلکہ **لن ترانی** فرمایا جو مستقبل سے لے کر ابد تک ہے۔ **جواب** یہ تمہارا کہنا کہ **لن** مستقبل کے لئے ہے تاکید ہے مگر ظنی کی یقینی کے لئے نہیں آخرت ابدی ہے یہ تمہارا سوال درست ہو تو پانچواں **اعتراض** رب تعالیٰ فرماتا ہے **لا تدرکہ الابصار** رب کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں معلوم ہوا کہ رب کا دیدار ناممکن ہے (منکرین دیدار) **جواب**: اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ دیکھنا اور **ادراک** میں فرق ہے کہ ادراک کہتے ہیں کسی چیز کو دیکھنے کی حد کو پالینا جیسے پانی پینے کی حد کو پالینا ہے احاطہ کرکے دیکھنا ہے بغیر احاطہ دیکھنا مگر ہے تم سمندر کو سورج کو قدرے دیکھ تو لیتے ہو مگر انہیں پاتے نہیں ان کا احاطہ نہیں کرتے۔ اسی طرح دنیا میں تو ہم رب کو دیکھتے ہیں تو اپنے نظر سے کمتر بھی لیتے ہیں کہ اس کا حد و اربعہ کر لیتے ہیں اپنا سا اتا چوڑا اتنا موٹا رب تعالیٰ کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ **الابصار** میں لام عہدی ہے یعنی یہ دنیاوی آنکھیں رب کو دیکھ نہیں سکتیں ہاں آخرت میں دوسری آنکھیں ملیں گی جن کی قوت ہی بڑھا دی جائے گی ان سے رب کا دیدار ہو گا تیسرا جواب یہ کہ **الابصار** میں لام استغراقی ہے یعنی عام آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں صرف مومنوں کی آنکھیں اسے دیکھیں گی اس کی تفسیر وہ آیت ہے **الی ربہا ناظرۃ، وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ** دونوں آیتیں درست ہیں۔ **چھٹا اعتراض** ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جو تم سے رب کا دیدار نہیں کیا پھر تم دیدار کے قائل کیسے ہو گئے (معترض) **جواب**: اس اعتراض کے چند جواب ہیں (1) ام المومنین عائشہ صدیقہ تو سفر معراج کا بھی انکار فرماتی ہیں حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو معراج ہوئی جو لوگ آپ کے سفر معراج کا انکار فرماتی ہیں تو دیدار کا بھی انکار کرتی ہیں کہ دیدار تو معراج میں ہوا ہم چونکہ معراج جسمانی کے قائل ہیں تو دیدار کے بھی قائل ہیں۔ (2) صرف عائشہ صدیقہ دیدار کا انکار فرماتی ہیں مگر

www.alahazratnetwork.org

حضرت ابن عباس ابو ذر ابو ہریرہ انس جابر رضی اللہ عنہم عبداللہ ابن عمر عبداللہ ابن عمرو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم تابعین فرماتے ہیں رویت الٰہی حضور انور سے ثابت ہے یا نہیں اس بارے میں صحابہ کرام کے دو قول ہیں ابن اسحاق صدیقہ نبی دیداری روایت پیش کیں فرماتے ہیں بلکہ آپ **لا تدرکہ الابصار** تلاوت فرماتی ہیں یہ ان کا اپنا اجتہاد صحابہ دو ہیں حضور انور فارمان پیش فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ روایت کے مقابل صرف روایت واجب ہوتی ہیں ام المومنین معراج میں رویت کا انکار فرماتی ہیں وہ حضرات اس کا ثبوت فرماتے ہیں جب دو مثبت اور ایک نافی میں تعارض ہو تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے یہ علمی بحث ہے عمل میں کوئی فرق نہیں ہو سکتی ام المومنین فرماتی ہیں کہ حضور انور میرے پاس حجرے میں تھے تمام رات حضور انور میرے حجرے میں رہے کیسے پھر آپ کا معراج ہوئی حالانکہ حضور معراج جناب ام المومنین کے نکاح میں آنے سے پہلے ہوئی ہے یعنی ہجرت سے پہلے اہل کے متعلق اس طرح کا عرصہ معراج اور دیدار کا انکار آپ اس لئے فرماتی ہیں۔ آپ واس کی خبر ہوئی۔ **ساتواں اعتراض** مسلم شریف کی روایت ہے کہ کسی نے حضور انور سے پوچھا کہ کیا آپ نے رب کو دیکھا تو حضور نے فرمایا **نور انی اراہ** تو کہاں ہے میں اسے کیسے دیکھوں معلوم ہوا کہ حضور انور نے رب کا دیدار نہیں کیا۔ **جواب** اس حدیث کی عبارت معترض نے درست نہیں پڑھی نہ سمجھی غلط لیا یہ عبارت ہے **نور انی اراہ** میں نے اسے دیکھا ہے وہ نور ہے یعنی **انی مرت بہ فاذا ہی** مضاف ہے **اری** حال ہے ضمیر فاعل ہے **یفہمون اسامکم** اس نے کہ مسلم شریف میں اس حدیث سے متصل اس ابو کی روایت یوں ہے **رایت نورا** مسلم کتاب الایمان (۱۹۱) یہ حدیث تمہاری پیش کردہ حدیث کی شرح ہے تو وہی ہے تمہاری پیش کردہ حدیث کی ایک قراءت یوں ہیں **نور انی اراہ** میں نے اسے دیکھا ہے وہ نور والی ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جو ہم نے دیدار الٰہی کے ثبوت میں پیش کیں نہ آیت دیدار کے خلاف۔ **آٹھواں اعتراض** اللہ تعالیٰ نور ہے **اللہ نور السموت والارض** اور دیدار نہیں ہو سکتی نہیں نور کو نہیں دیکھ سکتیں۔ نیز فرشتے روح بور میں جو تجلی ظاہر نہیں آتے تو حد اتعالیٰ کیسے نظر آ سکتا ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نور نہیں وہ خالق نور ہے یونکہ نور دیتا ہے وہ نور نہیں ہے یا وہ عرض ہے خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے اور رب تعالیٰ قائم بالذات ہے اور عرض ہونے دونوں سے پاک ہے۔ دوسرا جواب مسلم میں اس حدیث میں **نور انی اراہ** کی شرح میں فرمایا **ومن المتحیل ان تکون ذات اللہ تعالیٰ نورا او النور من جملۃ الاجسام واللہ یجل عن ذلک ہذا مذہب جمیع ائمۃ المسلمین** یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہو یا نور جسموں سے ہو یہ محال ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے یہ مسلمانوں کے سارے اماموں کا مذہب ہے یہ عبارت تمہیں حازن میں ہے اور آخری آیت **لقد رای من ایت ربہ الکبری** کی تفسیر میں ہے اور آیت **اللہ نور السموت والارض** کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ ظاہر ہے خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے ہر حال اللہ تعالیٰ کی ذات نور نہیں۔ آیت کریمہ اللہ نور السموت میں نور سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی ہے جو آسمانوں زمین کو روشن کرنے والی ہے۔ **نواں اعتراض** اللہ تعالیٰ رب اور دیدار اس کے لئے آنکھ دیکھ نہیں سکتی آنکھ درحقیقت رائت ہی کو دیکھتی ہے۔ **جواب** دیدار کی بحث میں اس مسئلہ پر گفتگو کرنے ہیں

www.alahazratnetwork.org

معراج میں حضور انور کی تجلیاں کروڑوں سے وراء تھی نیز جنت میں ہر جنتی کی آنکھ اس کمزوری سے پاک کر دی جائے گی۔ اس عالم کو اس جہاں پر قیاس نہ کرو بعض لوگ یہ وساوس دیا میں احوال و افعال کو اس کی سکموں میں دیکھ لیتے ہیں غرضیکہ دیدار الٰہی برحق ہے مگر اس کی کیفیت نامعلوم ہے دیدار الٰہی کی مکمل بحث انشاء اللہ سورہ والنجم میں ہوگی۔ یہاں بطور اختصار کچھ عرض کیا گیا نہ معلوم میری مغفرت ہو یا نہ ہو اور سورہ والنجم شریف کی تفسیر لکھنا مجھے میسر ہو یا نہ ہو۔ رب تعالیٰ توفیق دے دے قبول فرمائے۔ دسواں اعتراض۔ یا موسیٰ علیہ السلام بھی تو دیدار کے تقاضا کر تھا کر تھا ہی معصوم نہیں اگر نہیں تھا تو کس سے یہ عرض کیا **تبت الیک** تو توبہ گناہ سے ہوتی ہے۔ **جواب** تقاضا توبہ گناہ سے ہوتی ہے حضرت انبیاء و اولیاء بھی توبہ نیکی کرنے پر بھی ہوتی ہے آپ نے اس جرات سے توبہ کی یعنی اے مولیٰ اب تمنائے دیدار کی جرات ہمت بھی نہ کروں گا۔ توبہ کی بہت قسمیں ہیں۔

راہاں از گناہ توبہ سدا عارفاں از طاعت استغفار

گناہ کے لئے چند شرطیں ہیں (۱) رب تعالیٰ کی طرف سے ممانعت ہو (۲) ممانعت یاد ہو (۳) اس ممانعت سے سمجھنے میں غلطی نہ کرنا اسے صحیح طور پر سمجھنا اس کے بغیر گناہ نہیں ہوتا اگر ممانعت کے سمجھنے میں غلطی کی تو خطاب اگر یاد رہے تو نسیان یعنی بھول ہے تاہم رب تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے دیدار سے منع سب کیا تھا کہ تو دیدار نہ مانگنا لیکن اگر یہ کہا ہو تو اس پر عتاب آتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے۔ **گیارھواں اعتراض** موسیٰ علیہ السلام سے یہ کیوں کہا کہ میں پہلا مومن ہوں پہلے مومن تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ وہ پہلے نبی ہیں۔ **جواب** اس کے دو جواب ابھی تفسیر میں گزر گئے ایک یہ کہ یہاں اولیت اضافی مراد ہے یعنی اپنی قوم میں پہلا مومن میں ہوں اور لوگ میرے بعد بلکہ میرے ذریعہ ہو کر مومن ہوں گے دوسرے یہ کہ تیرے جمال تجلی کو دیکھ کر ایمان لانے والا سب سے پہلا میں ہوں آپ سے پہلے کسی نبی نے نہ رب سے کلام فرمایا نہ تجلی دکھائی اس صورت میں اولیت سے حقیقی اولیت مراد ہے۔

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے بھی کلام فرمایا اور حضور محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی مگر حضرت موسیٰ کلام کے طالب تھے حضور ﷺ کلام بلکہ متکلم کے بھی مطلوب اس لئے ان دونوں کلاموں میں کئی طرح فرق ہے ایک فرق یہ کہ

کلام ہے کو جانے تھے طور پر موسیٰ تمہارے گھر میں خدا کا کلام آتا ہے

دوسرے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام گئے تھے حضور ﷺ بلائے گئے تھے۔

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے!

تیسرے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام سے صرف کلام ہوا محبوب ﷺ کو اولاً دیدار پھر کلام ملا۔

ابن یعقوب و اللہ سے صورت خثی یہ بھا کی کلیم اللہ کو نعمت خثی
ہر نبی کو ایک رتبہ ایک نعمت خثی میری سرکار کو ہے پردہ زیارت خثی

ہوتے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تمنائی نگر خوب چاہو تو ہے خاصوں سے خاص دیدار عطا

[illegible]

[illegible] ہے یا وہ ہے

[illegible] ہوں [illegible] ہوں [illegible] ہوں [

www.alahazratnetwork.org

مَآ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: وہ جو دوں میں تجھ کو اور ہو جا تو شکر گزاروں میں

کنزالایمان: عطا فرمائی اور شکر والوں میں ہو

تعلق اس ... پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں اس امت ... اسلام سے مالی مدد سے ... بھی اب ان نعمتوں کا ذکر ہے جو آپ سے ... فضل سے عطا ... پچھلی آیت ... اور ... میں ... تعلیم دی گئی ... تعلق تمہاری ... ان ... پر ... کرو دیکھو موسیٰ علیہ السلام ... دوسرا تعلق پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی توبہ ... اب اس توبہ ... خصوصی انعام ... خاص ... تیسرا تعلق پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام سے ایک تاریخی واقعہ ... ہو کہ آپ سے دیدار ... تمنا ... پوری ... پچھلی آیت ... اس ... ان ... تعلیم نے ... رب تعالیٰ تمہارے ... قبول نہ ... تو کیا ...

تفسیر. قال یموسیٰ ... آنے ... بعد ... ہے ... ہوشی یا ... حالت میں ... ہی کلام ... تھا ... ہیں ... جواب ... ہی ... گی ... میں ... ہی ... ان ... ہی ... کلام ... السلام ... واسطہ کلام ... کہ ... ان ... ان ... ان

www.alahazratnetwork.org

اس کے معنی ہوئے میں نے تجھے اپنی پیغامات یا اپنی صاف صاف باتوں کے لیے چن لیا یعنی تجھ کو نبوت شریعت میں یہ ایک خاص درجے کو خاص بندوں کو عطا ہوتا ہے چنانچہ ست قسم کلام اہل قسم پاتا ہوں ہمارے حضور ہوئے کہ آپ کا نام شریف مصطفےٰ ہو۔

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب نام ہوا مصطفےٰ تم پہ کروڑوں درود

حضور کی ذات سارے صفات سارے افضال سارے اموال مصطفیٰ ہیں یعنی چنے ہوئے جو حد اس میں بڑی کمی ہے سب کی ہوئے ہیں اس کے بعد **علی** آیا ہوں مایہ اسلام کا یہ چنا صرف انسانوں پر تھا فرشتے اس سے خارج تھے اس سے وہ رسول بھی ہیں اور واسطہ رب سے کلام بھی کرتے ہیں اس سے **علی الناس** فرمایا **علی الخلق** نہیں فرمایا (تفسیر روح البیان) یوں ہو کہ انسان ساری مخلوق میں افضل **ولقد کرمنا بنی آدم** اور موسیٰ علیہ السلام انسانوں میں سب سے افضل اور آدم مخلوق میں افضل ہوئے۔ **الناس** میں الف لام عہدی ہے اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں یا اس زمانہ کے سارے لوگ کیونکہ آپ حضرت ہارون سے افضل تھے کہ توریت کلام الٰہی عصا وغیرہ آپ ہی کو ملے حضرت ہارون آپ کے تبع آپ کے وزیر تھے اس سے پتہ لگا کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت خلیل اللہ اور محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل نہ تھے یہ ایسا ہے جیسے بنی اسرائیل سے کہا **یا بنی فضلتکم علی العلمین**۔

مسئلہ اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ حضور پیغمبر افضل المرسلین سید الخلق اجمعین ہیں بعد خدا حضوری کا درجہ ہے۔

تو کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دہر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات

قائم ہے تیری ذات سے سارا نظام کائنات

مگر اس میں اختلاف ہے کہ حضور اور سے بعد درجہ کس نبی کا ہے بعض علماء نے فرمایا کہ حضور کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ہے مگر ترجیح اسے ہے کہ حضور اور کے بعد درجہ ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں اناس سے سارے انسان مراد ہیں اور جزوی فضیلت ہے یعنی کلیم الٰہی کی عظمت صرف موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی کہ آپ کے سوا کسی نبی نے نہ رہ کر اللہ تعالیٰ سے براہ راست کلام نہیں کیا۔ **برسلتی و بکلامی**۔ اکثری قراءۃ رسالات جمع ہے ایک قرات میں ہے **برسالتی** واحد روں (مفرد) رسالۃ مصدر ہے مصدر اگرچہ واحد ہے دونوں پر بولا جاتا ہے مگر مختلف نوعیاں رسالت کے لئے جمع بھی آتا ہے جیسے ضربات بہت قسم کی چوٹیں۔ یہاں مفعول اسم مفعول ہے جس کسی ہوئی چیز اس سے مراد ہے توریت شریف کی آیات یا وہ ایک لکھے ہوئے پیغام ہے یا اس سے مراد توریت کی تختیاں۔ **کلامی** سے مراد ہے بلا واسطہ رب جل جلالہ سے کلام فرمانا۔ اللہ ای متکلم یا تو کلام اسم فاعل مصدر ہے یا مفعول۔ کیونکہ آپ سے پہلے کسی نبی کو کتاب نہ دی گئی بعض نے کہا ہے کہ کتاب والے پہلے نبی آپ ہیں نہ آپ سے پہلے کسی نبی سے بلا واسطہ کلام ہوا اس سے **برسلتی و بکلامی** فرمایا کیا خیال رہے کہ **برسلتی** میں سبب ہے یعنی اے موسیٰ میں نے تم کو اپنی توریت اپنے بلا واسطہ کلام سے دیگر لوگوں سے افضل کیا اس ہی سے چن لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی عزت و عظمت توریت اور کلام ربانی کی وجہ سے ہے۔ خیال رہے کہ اس

www.alahazratnetwork.org

سے یہ علم قرآن مجید و حضور انور سے حاصل کیا آپ پر اترا اور حضور کا قرآن مجید سے شرف زیادہ ہوا اسی نے قرآن مجید کی عملی ہوا اس میں آیت سنتے رہے روح معانی وغیرہ سے بلکہ اس میں سورۂ مدثر حضور کے پڑھنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ حکیم ترمذی و بیہقی نے حضرت عبدالرحمن بن ابان سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے تین ان میں ایک ہے چالیس ہزار کلمات موسیٰ علیہ السلام سے فرمائے ان میں سے یہ کچھ سے ذلیل ہیں (۱) اے موسیٰ زندہ تقوی سے بہتر انسان کا کوئی عمل نہیں (۲) اے موسیٰ مجھ سے ایسا ڈر جیسے ان پر جو مجھ سے بچتا ہے (۳) اے موسیٰ بہترین عبادت میرے حوف سے رونا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب سے مخلوق سے قیامت سے مالک اے دو جہان والے تمام ان دلوں کو جو ایسے ہیں فرمایا اے موسیٰ دلوں سے یہ ہیں جو ہیں پیدا کرنے والوں کے سب سے بہتر پیدا کرنے سے حوف سے رونے والوں سے سنیں وہ دل کہ ان کا تعلق اہل (روح المعانی) روح معانی سے ورست سے کام عمل کرنا ہے

فلما اتیتک یہ عبارت محذوف سے متعلق ہے اور محذوف یا ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے اور ف جزائیہ **خذ** میں ہیں لو قبول کرو یا سمعاً محفوظ رکھو **اتیتک** سے مراد توریت شریف ہے یا جناب کلیم کے سارے رسالت و معراج کی ہے ہوئی ہو توریت یا ورست سے کہ ہیں مصطفیٰ سے سمعاً سے بنا لوئی کام ہوئی حرارت جیسی ہیں سے کلام تھا ورست سے حوالے ہو قوت پر سے ثبت سمعاً مثل ہے۔ **وکن من الشکرین** یہ عبارت محذوف سے **خذ** یا قولہ امر کا حکم ہے **حتی اتیتک** تک یہاں تک ان تختوں کو اس طرح سمعاً کہ ان لیکر یا آتے رہے ہم نے نعمت عطا کیں ہوئی ملا رہا ہوئی ہے معنی ہیں سے اقسام شکر قولی فعلی اور دلی چران کے خلاف ہو سے دوسرے پارہ میں **واشکروا لی ولا تکفرون** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں ابن ابی شیبہ نے بروایت کعب رضی اللہ عنہ موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا اے رب میں تیرا شکر کا طریقہ نہیں سمجھتا فرمایا کہ پڑھتے رہو **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر** (روح المعانی) یہ شکر قولی سے ہے عملی وہ تو ہے انتہا ہیں۔

خلاصہ تفسیر ہے موسیٰ علیہ السلام نے ہوش میں آنے اور وہ ظلمات تو دیکھ کر عرض سے توبہ تعلق سے دوسرے میں نہایت کر مہ داری سے فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے تم کو اپنا پیغام رسالت تمام لوگوں پر حکمتوں کی بنا پر ہیں وہ تم کو درست ہی تختیاں جو ہیں ان ہی سے یہ ہے ہم نے تم کو تمام نصیحتوں اور سارے امور دینیہ کے متعلق لکھ دیا ہے پس یہ خاص فرمایا کہ تم کو آیات توریت دو تختیاں عطا فرمائیں اور تم سے بالوسطہ کلام فرمایا تم کو کتب دیا کہ تم سے ہمارا کلام ہو تم سے ہمارا تعلق ہو ان تختوں میں ان رسالت و مصطفیٰ سے حصے سے ہمارے تمہارے قبل ان تختوں میں ایسے ہیں جو تمہاری شان کے لائق ہیں اور تم ہمیشہ بہتر سے بہتر کی طرف کوشش کرتے رہو روایت ہے موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے کلام فرمایا اس وقت آپ اون پہنے ہوئے تھے جس میں جگہ جگہ سے پیوند لگے ہوئے تھے سر پر پٹا ہوا تھا اور ایک پاؤں سے لنگ لگائے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام مدت کلام سے ہے جوان کی حالت میں پیدا ہوئے تھے کہ مولیٰ تعالیٰ قریب ہے کہ تجھ سے مناجات (سرگوشی) کروں یا تو دور سے پکارنا (پکارنا) کروں فرمایا اے موسیٰ میں اپنی یاد سے والوں کا ہم نشین ہوتا ہوں میں کلام سے بعد جو آپ کے چہرہ پر چمکتا

www.alahazratnetwork.org

تھا بے ہوش ہو جاتا تھا پناچہ پھر آپ سے وقت تک اپنے چہرے پر نقاب رکھا ایک دن آپ کی زوجہ نے عرض کیا کہ میں آپ کے دیدار سے محروم ہوں آپ نے جواب دیا کہ آپ کے چہرے سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں جس کی آپ تاب نہ لا سکیں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا ہوں دعا کریں کہ میں جنت میں بھی آپ کی بیوی رہوں فرمایا اگر اس کی آرزو ہے تو میرے بعد کسی سے نکاح نہ کرنا کہ عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی دروغ الجیاں ان کے حضور پیچیدگی اور ان حضور کے بعد کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں **ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا۔**

فائدے اس آیہ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوں پر دنیا کی چیزوں سے دل ہٹا دیتا ہے اس لئے کہ اس قول میلا نہیں ہوئے دوسرا فائدہ **انی اصطفیتک** سے حاصل ہوا یعنی موسیٰ علیہ السلام کو دیدار الٰہی میسر نہ ہونے کا غم ہو سکتا تھا رب تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے کلیم میں نے تم کو بڑے بڑے رجالت سے نوازا ہے یہ کلام تمہیں ہے اگر وہ حضرات کسی مومن کی شفاعت کریں تو ناممکن ہے کہ رب ان کی شفاعت قبول نہ فرمائے اس فائدہ سے معلوم ہوا کہ

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کی طبیعت ۔ ۔ ۔

www.alahazratnetwork.org

راہ ... ہوا ... پاؤں ...

چھٹا فائدہ ہر شخص کو نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے پھر جیسی نعمت ویسا شکر یہ شکر نعمت کو بڑھانے کا ذریعہ ہے یہ فائدہ **وکن من الشکرین** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا اصطفاء یعنی چناؤ ہونا چاہئے کہ ان کو بھی مصطفیٰ کہا جاوے حالانکہ مصطفےٰ صرف حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کو کہا جاتا ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ وصف دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو رب تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں **واخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر** مگر آپ کو کسی معنی سے خالق نہیں کہہ سکتے دوسرے یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاص اصطفاء عطا ہوا رسالتی و کلامی مگر حضور ﷺ کو مطلق مصطفاء عطا ہوا کہ آپ کا ہر وصف ہر حال ہر کمال مصطفےٰ یعنی چنا ہوا ہے لہٰذا یہ لفظ مصطفےٰ حضور ہی کے لئے ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور اور موسیٰ علیہ السلام کے چناؤ میں چند طرح فرق ہے کلیم اللہ کا چناؤ وقتی تھا حضور کا چناؤ دائمی ازلی۔ موسیٰ علیہ السلام کا چناؤ خاص خاص جگہ کے لئے تھا حضور انور کا چناؤ ہر جگہ کے لئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی ذات کا چناؤ ہوا حضور انور کی ذات آپ کے اوصاف آپ کے افعال احوال حتیٰ کہ آپ کے کھانے پینے سونے جاگنے نکاح سے حتیٰ کہ آپ کے شعر یہ سورہ کا چناؤ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے اپنے کلام کے لئے چنا حضور انور کو اپنی ذات کے لئے چنا کہ حضور رب کے ہیں اور رب حضور کا ہے حتیٰ کہ جو حضور کا ہو جاوے وہ بھی رب کا ہے بادشاہ مجھ موتی اپنے دوستوں بال بچوں کے لئے چنے اور ایک شاندار موتی اپنے تاج میں لگانے کے لئے چنے ان چناؤ میں بڑا فرق ہے **دوسرا اعتراض**۔ موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور نبی فرشتوں سے افضل ہوتے ہیں پھر **علی الناس** کیوں فرمایا۔ **علی الخلق** کیوں نہ فرمایا۔ **جواب** اس کے کئی جواب ہیں آسان جواب یہ ہے کہ انسان دوسری مخلوق سے افضل ہے۔ **ولقد کرمنا بنی ادم** جب موسیٰ علیہ السلام دوسرے انسانوں سے افضل ہوئے تو ساری مخلوقات سے افضل ہوئے۔ **تیسرا اعتراض** جب موسیٰ علیہ السلام سارے انسانوں سے افضل ہوئے تو چاہئے کہ حضور ﷺ سے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے بھی افضل ہوں حالانکہ آپ ہوتے ہوئے حضور ﷺ سید الکونین ہیں (یہودی) **جواب** **الناس** میں لف و نشر تعرفی نہیں بلکہ عہدی ہے آپ اس زمانہ کے سارے لوگوں سے افضل تھے نہ کہ تمام زمانہ کے لوگوں سے۔ **چوتھا اعتراض** زمانہ موسیٰ میں حضرت خضر علیہ السلام بھی موجود تھے تو کیا آپ ان سے بھی افضل ہیں اگر افضل ہیں تو آپ ان کی شاگردی کیوں کرتے رہے۔ **جواب** واقعی موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے افضل ہیں آپ صاحب شریعت صاحب کتاب صاحب کلام نبی ہیں۔ خضر علیہ السلام میں یہ خصوصیات نہیں حضرت خضر علیہ السلام کو علم لدنی خصوصی سے عطا ہوا یہ ان کی بڑی فضیلت ہے شاہ اللہ علم سے ہمیں پورے کی تفسیر میں عرض کریں گے ... علیہ السلام سے شاگردی کی خواہش کی مگر شاگردی کی نہیں صرف چند حرف سے

www.alahazratnetwork.org

[illegible] ہے ہوئی بات سنت پیدا ہوا ہے تو پوچھنے کہلے ہوتے ہیں سلام پہنچانے سے اس قید سے پتہ کا [illegible] میں [illegible] واپس آگئے بلکہ حضرت علیہ السلام سے کہا کہ ہمارا ہاتھ [illegible] یا اس کے [illegible] گمان پر [illegible] اس [illegible] قبل رہے کہ حضرت علیہ السلام [illegible] حضور سے [illegible] صحابی ہیں [illegible] ہے پتہ [illegible] چکے ہیں اشارہ [illegible] اس کی تحقیق ہم سورہ الحج شریف کی [illegible] آیت کی [illegible] میں [illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible] اتنی [illegible] کی توفیق مانگی **وما ذلک علی اللہ بعزیز**۔ پانچواں اعتراض **رسالتہ** مصدر ہے واحد اور جمع ہے [illegible] بولا جاتا ہے [illegible] ہوا **جواب** اس کا جواب ایسی تعبیر میں [illegible] مصدر کی [illegible] ہیں [illegible] **جلستہ جلسات یا ضربتہ ضربات** یعنی [illegible] باتوں کی [illegible] ہیں [illegible] کلام ایک ہی [illegible] سے [illegible] واحد ہی ہو۔

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ سے [illegible] ہی [illegible] کی [illegible] کے لیے منتخب فرمایا [illegible] غریب [illegible] [illegible] [illegible]

www.alahazratnetwork.org

تعلق اس آیت اور پچھلی آیت سے یہ طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اے موسیٰ ہم نے تم کو اپنی رسالتوں سے چن لیا اب ان رسالتوں اور پیغامات کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے یعنی وہ رسالتیں کیا تھیں تو یہ آیت شریفہ کی تفصیل گویا یہ آیت گذشتہ آیت کی تفصیل ہے۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد تھا کہ اے موسیٰ ہم نے تم کو اپنے کلام سے چن لیا یہ کلام وقتی طور پر تھا تو طور پر ہونے والا کلام ابدی ہدایت میں آپ سے کہا گیا تو فی کلام کے ذکر کے بعد دائمی کلام کی طرف اشارہ ہے گویا تقریری کلام سے تحریری کلام افضل ہوتا ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ ہماری نعمتوں کو یاد رکھو اس سے پکڑو اب اس معاملہ سے پکڑنے کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے کہ اس تک کو چستی سے تھامو **فخذها بقوة**۔ چوتھا **تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو شکر کرنے کا حکم دیا گیا **کن من الشکرین** اب اس شکر کی تفصیل فرمائی جارہی ہے کہ وہ بھی تورات پر عمل کرو اور اپنی قوم کو بھی عمل کا حکم دو **وامر قومک** یہ ہے نعمت کا شکر جیسے ہوتے کا شکر یہ ہے کہ دوں کو ہدایت دی جائے علم دین کا شکر یہ ہے کہ تبلیغ دین کی جائے۔

تفسیر وکتبنا لہ ظاہر یہ ہے کہ یہ ضمیر یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یا حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔ **قال یموسیٰ** مخاطب ہونا اور واسطہ ہونا یہ دونوں باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ثابت ہیں کبھی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جبریل علیہ السلام کی زبان سے کلام فرماتا ہے صورت یہ ہوتی ہے کہ جبریل علیہ السلام کہتے ہیں اللہ فرماتا ہے۔ **کتبنا** ارشاد ہوا ہے کہ تورات کی ہر ایک قوم کی تختی پر لکھا ہوا تھا یہ بات رہی کہ تختیوں پر لکھا ہوا تھا یا کاغذ پر لکھا ہوا تھا اس میں علماء کے دو قول ہیں **بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ** ایک تحریر تورات کی تختیوں میں ہوئی یہ علم الٰہی تھا جو شروع ہوئی نویں تختی میں ختم ہوئی دسویں کو عطا ہوئی اس تحریر سے قلم چھین لیا گیا موسیٰ علیہ السلام سمجھتے تھے خاص یہاں یہ دوسری تحریر مراد ہے جو لوح محفوظ سے ہو کر لوح الواح پر منتقل ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام سے بلکہ حضرت اسرافیل کی اس قلم سے جو عرش پر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ تحریر تختیوں پر جو ہوئی تھی اس سے **کتبنا** ارشاد ہوا ہے ہمارے علم سے لکھی گئی۔ قتادہ کی روایت ہے کہ تختیاں ستائیسویں رمضان کی شب میں شب قدر میں لوح محفوظ سے نقل کرنے کے لیے اتاری گئیں یہ روایت اس آیت کریمہ کے خلاف ہے **شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن** اور فرمایا **انا انزلنہ فی لیلۃ القدر** پہلی آیت کے اعتبار سے تیس سال میں تختیاں اتر آئیں **لہ** کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے یعنی **لاعظاہ** ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا ہے کہ یہ کتاب لکھی ہوئی ہے عمل کے لیے تو سارے بنی اسرائیل کے لیے لکھی گئی تھی یہود کہ قوم کے عمل کے واسطے لکھی موسیٰ علیہ السلام نے عمل کیا حضرت علوم غیب اسرافیل علیہ السلام کی تعلیم سے لکھی گئی لہذا **لہ** فرمانا بالکل درست ہے یہود کی تورات تو موسیٰ علیہ السلام کے لیے لکھی گئی ان کے واسطے ان کے دوسروں کے لیے کہ سب پر عمل ہو اسے میں سے قرآن مجید کے متعلق کہیں ارشاد ہے کہ اے محبوب ہم نے آپ کی تورات سے اسلام سے ہم نے ہر طرف اور مختلف نصیحتیں مختلف انداز سے میں **فی الالواح** اس کا متعلق **کتبنا** سے ہے الواح جمع ہے لوح کی معنی تختی اس میں بحث گفتگو ہے کہ یہ تختیاں کس چیز کی تھیں۔ کتنی تھیں اور کتنی بڑی تھیں اس کے متعلق علماء کرام کے بہت قول ہیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ لکڑی کی تھیں ابن عباس فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

بہترین روشنی کی تھیں (۲) سعید اس سے لکھتے ہیں۔ سرخ (۳) تھیں (۴) ہلکی سرخ تھیں۔ مروی تھیں (۵) بعض علماء فرماتے ہیں۔ یہ بڑی بڑی تھیں (۶) وہب کہتے ہیں کہ پچھتر تھیں ان تختیوں کی لمبائی میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں۔ سات تھیں۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ صرف دو تھیں پہلی دو پر الواح تھا اسی لئے **فقد صفت قلوبکما** دو دل و قلوب جمع فرمایا۔ (۷) وہب فرماتے ہیں۔ دس ہاتھ کی تھیں۔ (۸) مقاتل کہتے ہیں۔ سات تھیں۔ (۹) ربیع ابن انس کہتے ہیں۔ یہ تختیاں تورات کی تھیں۔ تورات شریف صرف چار صاحبوں کے حفظ کی ہوئی ہے۔ یوشع ابن نون۔ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خازن روح المعانی وغیرہ) علامہ ثعلبی فرماتے ہیں کہ ان تختیوں کی لمبائی موسیٰ علیہ السلام کے قد کے برابر تھی ہاتھ تھی (روح البیان خازن وغیرہ) مگر احتیاط یہ ہے کہ اس معاملہ میں کشف کی حد سے نہ بڑھے اور یقینی علم اور صحیح روایت (تفسیر کبیر) تورات شریف میں کتنی تختیاں تھیں اس کا علم چونکہ ہمیں نہیں ایک **من کل شیء موعظۃ** اس عبارت کی ترکیب یہ ہے کہ **من** میں کل اسم ہے مضاف ہے **شیء** کے۔ **کل شیء کتبنا** اس معنی سے مفعول ہے **کتبنا** کا اور **کل شیء** سے مراد ہر شرعی چیز ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عمل فرمانا اور بنی اسرائیل کو بتانا تھا یعنی ہم نے تورات پر یہ حکم شرعی لکھا جس سب سے لئے وعظ و نصیحت تھی (روح البیان) یہاں رہے کہ تورات شریف سے پہلے آسمانی کتابیں مختلف حصوں پر اترتی تھیں ان میں صدقہ کی باتیں وعظ تھیں۔ بخلاف شرعی احکام تورات شریف میں کہ اس میں عبادات معاملات وغیرہ سب ہی تھے۔ **من کل شیء** سے معلوم ہوا کہ تورات شریف میں دوسری ہر چیز تھی۔ **وتفصیلا لکل شیء** اس عبارت میں تفصیل معطوف ہے **موعظۃ** پر **لکل شیء** متعلق ہے تفصیل سے۔ تفصیل کے معنی ہیں ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمانا یعنی اصل سے فصل سے معنی مراد ہیں یہاں **کل شیء** سے مراد اسی سے دنیا عالم میں جس سے مراد احکام شرعیہ نہیں ہو سکتے یہ ملحوظ رکھئے پہلے **من کل شیء** سے ہو چکا کہ یہ تفصیل و مواعظ تورات ہی تھی دوبارہ علیہ السلام کو اس سے خاص علماء سے تھی تختیوں میں ایک۔ لکھے۔

روایت ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت محمد ابن یحییٰ بن حبان سے روایت کی کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ستر سردار طور میں مقام صفین پر گئے وہاں جب انہوں نے اللہ کا کلام سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے اللہ کو کھلا دیکھ لیا ہے اس وجہ سے ان پر بجلی گری جس سے وہ مر گئے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی میں بنی اسرائیل کے سامنے کیا عذر کروں گا کہ ستر آدمی میرے ساتھ گئے تھے اور سب کو لے کر آیا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا یہ واقعہ ہونے سے قیامت تک کے واقعات تورات میں لکھے گئے اور یہ معلوم ہوا کہ تورات روح المعانی) اس روایت سے پتہ لگا کہ تورات میں علوم غیبیہ کی تفصیل تھی صرف شرعی احکام ہی نہ تھے۔ **فخذھا بقوۃ** یہ عبارت معطوف ہے **کتبنا** پر اور خاطب سے اس سے بعد **امرنا** **قلنا** پر شاہد ہے۔ **خذ** میں خطاب ہے موسیٰ علیہ السلام سے تورات دینے سے مراد ہے اس کے احکام پر عمل کرنا اس سے ثابت ہوا کہ محض حفظ کر لینا بھی مراد نہیں تورات سے احکام ہی مراد ہیں۔ **بقوۃ** اور خطاب یا صفت موسیٰ علیہ السلام و اشارت ہے اس طرف کہ حفظ تورات ان مشکل تھا جس وجہ سے فرمایا **بقوۃ**

www.alahazratnetwork.org

یعنی اے موسیٰ آپ اپنی پوری قوت و طاقت سے توریت کے احکام پر عمل کریں اس کے اشارات میں غور کریں اس کی نیکیوں کو معلوم کریں اسے حفظ کریں یہ حکم آپ کو ہے اسرائیلیوں کو نہیں **وامر قومک یاخذوا باحسنھا** معطوف ہے **خذھا بقوۃ** پر **امر** سے مراد وجوبی تاکیدی حکم یعنی تم بنی اسرائیل سے کہو کہ یہ توریت کتاب اللہ ہے دیکھو رب تعالیٰ نے اس میں دی اور یہ بھی کہو کہ اس پر عمل کریں یہ سب کچھ ایک تمہاری زبان سے ہو **قومک** سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل ہیں یہ حکم توریت صرف انہیں کے لئے آئی تھی وہی اس کے مکلف تھے یہاں پکڑنے سے مراد ہے عمل کرانا نہ عمل کرنا سب پر فرض تھا اس کے اشارات میں غور کرنا صرف موسیٰ علیہ السلام اور علماء پر ضروری تھا عام لوگ **احسن** یا تو بمعنی حسن ہے لہٰذا اس کے سارے احکام شریعہ مراد ہیں کہ وہ سب ہی اچھے تھے یا احسن اپنے ہی معنی میں ہے اس کی بعض تو نہیں ہیں۔ (1) فرائض و واجبات تو احسن تھے۔ اولاً ہر عمل کرنا فرض تھا نوافل و مستحبات احسن تھے یہ عمل کرنا فرض نہ تھا صرف ثواب تھا (2) توریت کے عزیمت والے احکام احسن تھے یعنی بہت ہی اچھے اور رخصت والے احکام حسن یعنی اچھے تھے ان پر عمل فرض نہ تھا (3) صرف فرائض اولاً یا احسن تھا اور فرائض و نوافل یا مستحبات بھی احسن تھے (4) مجرم کو معاف کر دینا اس کے ظلم پر صبر کرنا احسن تھا بدلہ لینا حسن تھا (نماز جنازہ روح المعانی وغیرہ) یا شریعت کے احکام احسن تھے جس پر عمل ارم تھا اور طریقت کے احکام جن پر عمل بہتر تھا حسن نماز میں رکوع سجود فرض ہے اور اطمینان سے نماز پڑھنا حسن۔ دوزخ سے بچنے جنت حاصل کرنے کے لئے نماز پڑھنا احسن ہے وضاء الہی کیلئے حسن گرمی کے روزے حسن تھے سردی کے روزے احسن (روح المعانی) سرحال توریت کے سارے احکام اچھے تھے مگر بعض صرف اچھے اور بعض بہت ہی اچھے چونکہ توریت پوری کی پوری حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی اور توریت کے الفاظ معلق بنی اسرائیل ہوئے وہ ان کے اسرار تک نہ پہنچ سکتے تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا **فخذھا** اور بنی اسرائیل کے لئے فرمایا **یاخذوا باحسنھا** یہ فرق یاد رہے۔ **ساوریکم دار الفسقین** اس فرمان عالی میں توریت پر عمل نہ کرنے پر بشارت ہے عامل رہے تو عنقریب مصر اور فرعونی عمارات کا مالک بنادوں گا تم کو وہاں بسادوں گا **دار فاسقین** سے مراد گذشتہ ہلاک شدہ قومیں ہیں قوم عاد ثمود وغیرہ اور دار فاسقین سے مراد ان کی اجڑی بستیاں ہیں یا دار فاسقین سے مراد دوزخ کے طبقے ہیں جہاں کفار رہنے جائیں گے یعنی اگر تم نے نافرمانی کی تو تم کو عبرت کے لئے ہلاک شدہ قوموں کی اجڑی بستیاں دکھادوں گا یا بعد قیامت تم کو دوسرے کفار کے ساتھ دوزخی طبقوں میں رکھا جائے گا تفسیر خازن روح المعانی بیان۔ کبیر وغیرہ) سرحال یہ فرمان تہدید و ترہیب دونوں قسم کے بعض مفسرین نے فرمایا کہ دار فاسقین سے مراد جبارین اور قوم عمالقہ کی بستیاں ہیں جو وعدے سے مراد اسرائیلیوں کو وہاں داخل کرنا ہے فاتحہ شام سے اور وہاں کا بادشاہ بنانا (روح المعانی) یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوا حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانہ میں۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ جیسے جنگ سے پہلے فوج کو جنگ کی ٹریننگ دی جاتی ہے ایسے ہی مومن کو چاہئے کہ جہاد سے پہلے روحانی ٹریننگ لے تلاوت کلام پاک کرامات کی کثرت اور یہ بھی جنگ کی روحانی تیاری ہے اللہ تقویٰ وہ ہتھیار ہے جو مومن کے پاس ہے کافر کے پاس نہیں یعنی اے اسرائیلیو چونکہ تم پر قوم جبارین پر فتح و غلبہ اس کے

www.alahazratnetwork.org

ملک کا بادشاہ بنا تا ہے فلہذا تم توریت پر عمل کرو۔ خیال رہے کہ ایک قراءت میں **ساوریکم** ہے واؤ کے ساتھ یہ لفظ یا تو وری سے بنا بمعنی اشارۃً بتانا، کھانا۔ اسی سے ہے **توریہ** بنات **رای** سے باب افعال میں اس کا مصدر اراءۃ ہے اس میں واؤ زائدہ ہے جیسے **اطریق** میں واؤ زائدہ ہے۔ اصل میں **ساوریکم** تھا اور ہو سکتا ہے کہ **اری** سے بمعنی اعلم یا یائی کھینچ کر پڑھا گیا ہو جس سے واؤ پیدا ہوتی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے **ویخلدفیہ مھانا** کلمہ ویں کی ضمیر کا مرجع ہے۔ یعنی پڑھا جاتا ہے ہے ی سے واؤ پیدا ہوتی ہے **اوریکم** تھا۔ امر سے خامہ مری و سر اکبر ہو تا ہے کہ

خلاصہ تفسیر: ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے نے اس موقعہ پر توریت تختیوں میں لکھی توریت میں دو چیزیں خصوصی طور پر تھیں سارے شرعی احکام کی نصیحت بنی اسرائیل کے عمل کے لئے تھی دوسرے ہر چیز کی تفصیل جس میں علوم جیسے اسرار جیسے رموز و اشارات وغیرہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور علماء بنی اسرائیل کے لئے تھی ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ توریت کو مضبوطی سے پکڑ لیں کہ اس پر پوری طور پر عمل کریں اس کے علوم اپنے سینہ میں جمع کریں اور اپنی قوم بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ توریت میں عام احکام اچھے ہیں کہ بعض احکام بہت ہی اچھے ہیں ان بہت ہی اچھے احکام پر ضرور بالضرور عمل کریں۔ دوسرے احکام اور فرائض میں بھی اچھے احکام پر بھی عمل کریں تو اچھا ہے کہ وہ مستحبات و نوافل میں اگر انہوں نے توریت پر عمل بالتمام ان کو فرعونیوں کی بستی مصر کا بادشاہ بنا دیں گے یہ احکام تو یا میں ملے گا اور آخری احکام اس سے ماوراء ہے۔

حکایت: حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے توریت پڑھی اور اس کا مطالعہ کیا تو رب سے عرض کیا کہ مولیٰ میں نے توریت میں ایک امت کا ذکر پڑھا کہ وہ سب سے آخر میں آئے گی اچھی باتوں کا حکم کرے گی بری باتوں سے منع تمام کتب پر ایمان لائے گی ہمیشہ جہاد کرے گی حتی کہ دجال سے جہاد کرے گی خدایا وہ امت مجھے دے فرمایا اے موسیٰ وہ امت محمد مصطفےٰ ﷺ ہے عرض کیا مولیٰ ایک ایسی امت کا ذکر پڑھا جو رب تعالیٰ کی بہت حمد کرے گی۔ سورج کی رفتار کی پیمائش کرے گی ہر اونچائی پر اللہ کہے گی مولیٰ وہ امت مجھے دے فرمایا وہ امت محمد مصطفےٰ ﷺ ہے عرض کیا مولیٰ میں نے ایسی امت کا ذکر بھی پڑھا جو اپنی قربانیاں کفارات و صدقات خود کھا لیا کرے گی بھی مانگ سے جھولا نہ کرے گی رب ان کی مانے گا وہ امت مجھے دے فرمایا وہ امت محمد یہ ہے عرض کیا مولیٰ ایک امت کا میں نے ذکر پڑھا کہ وہ رب کی مانے گی رب ان کی مانے گا وہ قیامت میں شفاعت کرے گی اس کی شفاعت قبول ہو گی مولیٰ وہ امت مجھے دے فرمایا وہ امت محمد یہ ہے عرض کیا میرے مولیٰ ایسی امت کا ذکر بھی میں نے پڑھا جو ہر بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر کہے گی نشیب میں اترتے وقت حمد کرے گی ساری رات میں اس کی مسجد ہو گی مٹی اس کی طہارت کا ذریعہ (تیمم) ان کے چہرے ہاتھ پاؤں کا وضو ہے پانی نہ ملے وہ امت مجھے دے فرمایا وہ امت محمد یہ ہے عرض کیا اے موسیٰ ایسی امت کا ذکر بھی میں نے پڑھا جو کسی کا ذکر رہ جائے ایک ہی ڈکار لیتے ہیں کہ سات سو ساتھ تواب پائے گی وہ امت مجھے دے فرمایا وہ امت محمد یہ ہے عرض کیا میں نے ایسی امت کا ذکر بھی پڑھا جس کی کتاب ان کے سینوں میں ہو گی ان کی مائیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہوں گی وہ مسجدوں میں راتوں کو ایسے شہد کی مکھیاں تو انہیں پیارا وہ تجھے پیاری وہ امت مجھے دے فرمایا وہ امت محمد یہ ہے آخر میں عرض کیا کہ موسیٰ پھر تو مجھے محمد مصطفےٰ ﷺ اصحاب میں سے دے اس سوال پر رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ شارتیں دیں جو یہاں مذکور ہیں الخ

www.alahazratnetwork.org

اصطافیتک علی الناس سے **دار الفسقین** تک اس پر موسیٰ علیہ السلام بہت ہی خوش ہوئے (معالم، خازن) مقاتل کہتے ہیں کہ توریت کی ابتدا اس طرح تھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہوں میرا شریک کسی کو نہ بنانا نہ کسی کو ناحق قتل کرنا ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو۔ (روح البیان)

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** قرآن مجید توریت سے زیادہ افضل ہے اس کے چند وجہ سے (1) توریت لکھی ملی قرآن مجید پڑھا ہوا نازل ہوا پڑھنے سے وہ فوائد حاصل ہوتے ہیں جو لکھنے سے نہیں حاصل ہوتے (2) توریت ایک دم ملی قرآن آہستہ آہستہ تیئس سال میں (3) توریت کی آیات کا شان نزول کوئی نہ تھا مگر قرآنی آیات کے مختلف شان نزول ہیں کہ بہت سے احکام کی آیتیں حضرات صحابہ سے کسی واقعہ پر ہوئیں جیسے تیمم کی حضرت عائشہ صدیقہ کے ہار گم ہونے پر نازل ہوئی تاکہ تاقیامت لوگوں پر ان حضرات کا احسان رہے (4) توریت شریف صرف بنی اسرائیل کے لئے آئی قرآن ساری خدائی کے لئے (5) توریت شریف ایک خاص وقت تک کے لئے آئی قرآن مجید ہمیشہ کے لئے (6) توریت میں صرف احکام یا علوم جیسے تھے قرآن میں شفا بھی ہے ہر مرض کی دوا بھی۔ رب فرماتا ہے **ونزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین** قرآن مجید میں سورہ کوثر بھی ہے کہ بغیر سمجھے ہوئے پڑھو جب بھی ثواب دیتا ہے فرماتا ہے **قوی الیھم تفیض من الدمع** (7) توریت پر عمل نہ کرنے سے ارض مقدسہ کی حکومت فوت ہوئی قرآن پر عمل کرنے سے ساری روئے زمین پر حکومت کا وعدہ ہوا **وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت یستخلفنھم فی الارض** وغیرہ (8) توریت کی تعلیم اس کانع فرمانے رب کی طرف سے ہوا مگر قرآن مجید کی ترتیب حضور انور ہی کے حکم سے ہوئی غیب کا پتہ لگے کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے لوح محفوظ کو دیکھتے ہیں کہ رب کی ترتیب کے مطابق ہے۔ **فائدہ کتبنا لہ موعظتہ تفصیلا** اور **وامر قومک** سے حاصل ہوا مگر ضمناً جیسے حضور سید الانبیاء افضل الرسل ہیں ویسے ہی حضور کا قرآن افضل الکتب ہے۔ **دوسرا فائدہ** کتاب اللہ صرف نبی کے لئے آتی ہے پھر نبی کے ذریعہ اس کی تعمیر امت ہوتی ہے یہ فائدہ **وکتبنا لہ** سے حاصل ہوا مگر ضمناً جیسے نبی نزول کتاب کا محتاج ہوتے ہیں اور تبلیغ کتاب کا محتاج۔ **تیسرا فائدہ** کتاب اللہ کی حفاظت نبی کے ذریعہ سے ہوتی ہے نبی اسے مصحوف پکڑتے ہیں تو کتاب محفوظ رہتی ہے یہ فائدہ اشارۃً **فخذ ھا بقوۃ** سے حاصل ہوا اس لئے بہت منسوخ ہوتے ہی کتاب منسوخ ہو جاتی ہے ہمارے نبی کی بہت منسوخ نہیں تو قرآن مجید بھی منسوخ نہیں۔ **چوتھا فائدہ** کتاب اللہ پر عمل نبی کے علم سے فرض ہوتا ہے جس آیت پر عمل کرنے سے نبی روک دیں اس پر عمل حرام ہو جاتا ہے یہ فائدہ **وامر قومک** سے حاصل ہوا قرآن مجید میں ایسی آیات موجود ہیں جن پر عمل نہیں ہوتا کیوں اس لئے کہ نبی نے منع فرمایا قرآن مجید کے بعض احکام پر عمل سب پر فرض جیسے **اقیموا الصلوۃ** بعض کام عمل ہونے کے سب پر ہیں جیسے **واتوا الزکوۃ** بعض احکام پر عمل صرف بہتر جیسے قرآن کی تلاوت بعض احکام پر عمل صرف حالت احرام سے فارغ ہونے پر شلاً تمام فرق نبی کے لئے۔ توریت کا کتاب اللہ ہونا نبی ہی کی صداقت سے ثابت اس پر عمل نبی کے فرمانے سے ہے۔ اس کی بحث ہم پہلے پارے میں **ملتنسخ من ایۃ** کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں پانچواں فائدہ توریت شریف کی تختیاں قلم دوشنائی تحریر یا لکھنا سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے تھا اس میں

www.alahazratnetwork.org

صنعت سے بچایا گیا۔ ۱۰ **وکتبنا** سے حاصل ہوا کہ چھٹا فائدہ توریت شریف میں شریعت موسوی کے سارے احکام موجود تھے اور ان میں سے علوم دینیہ بھی تھے۔ احبار ثمانیہ بنی اسرائیل سے تھے اور علوم جمیع انبیاء علیہم السلام ان سے حاصل ہوئے یہ ۱۱ دوسرا جملہ **کل شیء** سے حاصل ہوا ایک **موعظۃ** کے ساتھ دوسرے تفصیل کے ساتھ۔ فرمایا **وتفصیلا لکل شیء** ساتواں فائدہ۔ کتاب اللہ سے متعلق جس قدر علوم ہیں ان کا ظہور ہو سکتا ہے ہر کتاب سے یہ علوم ہوتے ہیں جتنی اس سے پڑھتے ہے۔ یہودیوں سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **خذوا ما اٰتینٰکم بقوۃ** پوری توریت پوری قوت سے لے۔ بنی اسرائیل سے متعلق ارشاد ہوا **یا خذوا یا حسنہا** پوری کتاب نہیں بلکہ اس کا ایک حصہ جو یہاں **بقوۃ** بھی ارشاد نہیں ہوا۔ قرآن کو جیسا حضور علیہ السلام سے جانا اور سمجھا ویسا ان کو کہ حضرت جبریل نے بھی نہ جانا سمجھا۔ حضور سے لے۔ قرآن **تبیانا لکل شیء** قیامت تک جتنے علوم ہیں جو ہیں جو ہوں گے سب حاصل **الرحمٰن علم القرآن**۔ آٹھواں فائدہ۔ کتاب اللہ پر عمل کرنے سے اخروی ثواب سے علاوہ دنیا میں عزت عظمت بلند سلطنت حکومت ملتی ہے یہ فائدہ **صاور یحکم دار الفسقین** کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ کتاب اللہ کو چھوڑنے والوں کی بھی دنیا میں کمی نہیں آخرت کے علاوہ سے یہ فائدہ **صاور یحکم دار الفسقین** دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی انسان سے کلام کرتا ہے تو کسی کے ذریعہ سے کرتا ہے باطنی نہیں ہوتا بلکہ کتاب اللہ کے ذریعہ اور بھی کتاب اللہ کے علاوہ نبی کی زبان کے ذریعہ یہ فائدہ بھی **صاور یحکم** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ خطاب موسیٰ علیہ السلام کی معرفت کیا۔

مسئلہ توریت میں نور ہدایت عظمت علوم عیسیٰ وغیرہ سب تھے اس پر یہود نے عمل کیا **یحکم بہا النبیون** قرآن مجید میں یہ تمام صفات موجود ہیں ان کے علاوہ قرآن مجید شفاء ہے اس میں سورہ گدا ہے یہ بالکل صحیح ہے اس سے علاج ہوتے ہیں اس قریب قیامت عیسیٰ علیہ السلام عمل کریں گے معراج کی رات سارے نبیوں نے بیت المقدس میں اور سارے فرشتوں نے بیت المعمور میں قرآن پڑھ کر نماز پڑھی لہٰذا قرآن مجید توریت سے افضل ہے۔

پہلا اعتراض توریت شریف سارے ہی اسرائیل کے لئے تھی **تو وکتبنا لہ** کیوں فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے لکھی۔ **جواب** اس لئے کہا ہے کہ ہر سارے ہی علیہ السلام کو یہ کہنے کا حق واقعی علماء تک صرف ہی کو ہوتی ہے۔ عمل ساری امت کرتی ہے **لہ** فرمانا خطاب دینے کے لئے ہے۔ کتاب اللہ بلا واسطہ نبی کو ملتی ہے ان کے واسطے سے امت کو کتاب اللہ سے سارے مضامین ہی ملتے ہیں تھوڑے مضامین امت کو اسی لئے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا **فخذہا** توریت اسرائیل کے متعلق فرمایا **خذوا باحسنہا** دوسرا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ توریت شریف میں بھی کل علوم عیسیٰ کی تفصیل تھی اور قرآن مجید میں بھی تفصیل **کل شیء** ہے فرماتا ہے **وتفصیل کل شیء** لازم آیا کہ توریت و قرآن یکساں ہیں اور حضور شیخین کی طرح موسیٰ علیہ السلام کو بھی سارے علوم عیسیٰ عطا ہوئے ہوں پھر حضور علماء الحق نہ رہے اولیٰ۔ **جواب** یہاں عطائے توریت کے وقت فلاکر ہے اس وقت واقعی اس میں سارے احکام بھی تھے اور سارے علوم عیسیٰ کی تفصیل بھی مگر یہ دوسری چیز ہی تھیں جب موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں گرا دیں **وتفصیل کل شیء** اٹھا لی گئی۔

رب فرماتا ہے **فلما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح وفی نسختھا ھدی ورحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون** یعنی جب غصہ ٹھنڈا ہوا اس میں صرف ہدایت و رحمت ہی رہ گئی تفصیل نہ رہی مگر قرآن مجید میں تفصیل بھی ہے اور رحمت بھی۔ تیسرا اعتراض اس آیت سے ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے **خذھا بقوۃ** اور قوم کو حکم دیا **یاخذوا بأحسنھا** یہاں میں فرق کیوں ہے۔ جواب اس اعتراض کا جواب اسی تفسیر میں دیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ساری توریت کا علم عطا ہوا بنی اسرائیل کو احکام توریت کا۔ فرق علم و عمل کا ہے۔ چوتھا اعتراض یہاں ارشاد ہوا **یاخذوا باحسنھا** توریت کی اچھی باتیں لے لیں تو اس کی قید کیوں لگائی گئی۔ جواب یہ احسن قبیح کا معاملہ نہیں بلکہ احسن کا معاملہ ہے توریت شریف میں سارے احکام اچھے تھے مگر بعض بہت ہی اچھے بعض اچھے بعض اچھے بعض

www.ahazratnetwork.org

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ
عنقریب پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق کے
اور اگر اپنی آنکھوں سے سب نشانیاں بھی دیکھیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر
يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ
ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس کو اختیار نہ کریں گے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو
سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا
اس کو اختیار کر لیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بے خبر

www.alahazratnetwork.org

بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ - وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ

وہ ہماری نشانیوں اور وہ لوگ کہ جھٹلا رہے ہماری آیتوں کو اور ہمارے کو آخرت سے غافل ہو گئے ہماری
نشانیوں سے غافل نہیں اور آخرت کے ملنے کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا

الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

ان کے ہیں سزا دیئے جائیں گے وہ مگر اس کی جو وہ کرتے تھے
نہیں سزا دیئے جائیں گے وہ مگر اس کی جو وہ کرتے تھے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے دو طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں بیان ہوئیں جو بنی اسرائیل کو عطا ہوئیں اس پر بنی اسرائیل کی ناشکری کا ذکر ہوا اب کہ ان کی بدقسمتی کی وجہ بیان ہو رہی ہے عطائے خداوندی کا مستحق وہ ہے جو اس کی بخشی ہوئی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں منیٰ کی نعمتیں عطا فرمانے کے بعد ان نعمتوں سے فائدہ حاصل نہ کرنے کی وجہ بیان ہوئی ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کی سرکشی کا ذکر ہوا اب اس کی سزا کا بیان ہے۔ یا پچھلی آیات میں حضور علیہ السلام کی قوم کی سرکشی کا ذکر ہوا اب ان کی سرکشی کی سزا کا بیان ہے۔ یا پچھلی آیات میں منافقین کی سرکشی کا ذکر ہوا اب ان کی سزا کا بیان ہے۔ غرض ہر طرح تعلق ہے۔

تفسیر **ساصرف عن اٰیٰتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق**۔ اس جملہ کی پانچ تفسیریں ہیں۔ (۱) آیت سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں اور چھوٹے عذاب ہونے سے پہلے ہوئے **الذین** سے مراد فرعونی ہیں **الارض** سے مراد مصر ہیں (تفسیر صاوی) (۲) آیت سے مراد آیات توریت اور **الذین** سے مراد سرکش بنی اسرائیل ہیں۔ **الارض** سے مراد ملک فلسطین ہے جہاں اسرائیلی فرعونوں سے بعد آباد ہوئے۔ (۳) آیت سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا **الذین** سے مراد یہودی اسرائیل ہیں **الارض** سے مراد زمین فلسطین ہے۔ (۴) آیت سے مراد ہدایت کی آیات ہیں جن میں حضور اور آپ کے صحابہ کرام کی فضیلت اور **الذین** سے مراد ہے حضور کے دشمن یہودی اسرائیل اور **الارض** سے مراد ہے زمین مدینہ۔ (۵) آیت سے مراد ہیں آیات قرآنیہ **الذین** سے مراد ہیں مشرکین عرب جو قرآن سے مراد ہیں۔ پانچ تفسیریں ہیں پہلی تین تفسیروں میں **قال** پوشیدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا میں عطا کرنے سے **ساصرف** کا مستقبل ہونا اس رعایت لفظ سے ہے آخری دو تفسیروں میں **قال** کی ضرورت نہیں **ساصرف** کا مستقبل ہونا وقت کے لحاظ سے ہے (روح البیان وغیرہ) بلکہ خازن نے ایک تفسیر ایسی کی ہے کہ آیت سے مراد ہیں انسان کی تخلیق میں اللہ کی نشانیاں اور **الذین** سے عام متکبرین مراد ہیں **اصرف** کا معنی پھیر دینا یہاں ہے کہ میں اپنی آیات سے انسان کو اور جیسے غور میں غور کرے اس سے کارخانہ الٰہی کی آیات سے انسان کی طرف ہوتا ہے تو اس نے بھی ہوتے ہیں۔ **تکبر** اپنے کو بڑا جاننا کہ ہو چھوٹا مگر اپنے کو سمجھے

www.ahazratnetwork.org

برابر عیب ہے اور حسد میں بھی بندہ رب تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بندہ اپنے عمل میں تکلف سے کام لیتا ہے اور ریاکاری کے لئے بھی **فی الارض** فرمایا۔ بتایا کہ یہ لوگ رہتے تو زمین میں مگر ان کا خیال آسمان میں ہے بہت بڑے بنتے ہیں تو خیال میں پہاڑ سے بھی بڑے ہیں **انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا**۔ تکبر یہ ہوتا ہے کہ اللہ و رسول سے مقابل کرے یہ لعین سے مقابل تکبر کرنا حرام ہے اور مقابل سے بڑا جاننا یہ بھی جہل ہے واقعہ یہ تکبر عبادت سے پہلے دو تعلق میں تیرا تعلق حق ہے اس لئے غیر حق کا شائبہ نہ رہے تعلق میں رب تعالیٰ اس سے دور ہے تو آیات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یہ صرف کاسق رب کی طرف سے ہے **سأصرف** فرمایا **وان یروا کل ایۃ لا یومنوا بھا** یہ عبارت معطوف ہے **یتکبرون** پر عطف تفسیری ہے جس نے تکبر کی شرح کر دی **یروا** اس رویت سے مراد ہے [illegible] تو یہ کفار کا ہی ذکر ہے اخلاق رذیلہ میں داخل ہونے کی وجہ سے **کل ایۃ** میں دونوں چیزیں داخل ہیں آگے عرض ہے **وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا**۔ یہ عبارت معطوف ہے **وان یروا** پر اس عبارت میں ان کی دو عقیدوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک عقیدہ کا تذکرہ ہے **الرشد** میں دو قراءتیں رشد اور رشد ہیں [illegible] دونوں کے معنی ہیں ہدایت **سلم سلم مقام** دونوں کے معنی ہیں جگہ جس سے ہو کر گزرا جائے کہ رشد پیش بینی کرتی ہے اور رشد نتیجہ ہے یہاں استقامت کے روح المعنی ایمان **سبیل الرشد** کے معنی اصلاح ہے یعنی یہ لوگ اگر ہدایت اور بھلائی کی راہ آنکھوں دیکھ لیں تب بھی اسے اختیار نہیں کرتے اس سے ان کی قوت سمعیہ کا بیکار ہونا بھی معلوم ہوا **وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا**۔ یہ عبارت پہلے **وان یروا** پر معطوف ہے اس میں ان کا دوسرا عمل مذکور ہے **سبیل غی** کے معنی ہیں گمراہی کا راستہ اس سے مراد ان کے کافرانہ اعمال ہیں چونکہ ان سے عمل کے ساتھ بد عقیدگی ہوتی تھی اس لئے اسے گمراہی کی راہ فرمایا جس کو وہ اچھا سمجھ رہے ہیں کافر کوئی راستہ گمراہی کا دیکھتے ہیں تو اسے بہتر اختیار کر لیتے ہیں بلکہ اسے خداری کا ذریعہ اور رب کا راستہ کہتے ہیں **ذلک بانھم کذبوا بایتنا** اس عبارت میں ان کی مذکورہ عقیدہ کی وجہ بیان کی ہے یعنی ان کی حرکتیں اس لئے ہیں کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہتے ہیں آیات سے مراد ہیں وہ عقلی دلائل جو ہم نے ان کی ہدایت کے لئے ہوئے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے آیات قرآنیہ آیات تورات آیات قرآنیہ مراد ہوں [illegible] وغیرہ) مگر قوی یہ ہے کہ یہاں آیات سے مراد عقلی دلائل اور بینات ہیں [illegible] آیات سے مراد آیات قرآنیہ ہیں لہٰذا اس میں دور نہیں۔ **وکانوا عنھا غفلین**۔ یہ عبارت **کذبوا** پر معطوف ہے یہ علت سے مراد ہے [illegible] رہنے یعنی وہ حال ہوا آیات الٰہی سے تو رہے یہ غفلت بے علمی نہیں بلکہ سزا کی ہے **والذین کذبوا بایتنا و لقاء الاخرۃ**۔ یہ بیان ہے جس میں ان کی بدعقیدگی کا نتیجہ بتایا گیا ہے جب **الذین کفروا** سے ساتھ آئے تو اس سے اس دھن سے سب مراد ہوتے ہیں یہ ملحد اور مرتد جب اس کے ساتھ ہے اور جب **الذین** یہاں

www.alahazratnetwork.org

الذین کذبوا **ایقنا** **حبطت اعمالھم** **حبط** **ھل یجزون الا ما کانوا یعملون** **ھل** **لم نکن من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین وکنا نکذب بیوم الدین حتی اتانا الیقین**

www.ahazratnetwork.org

موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہے اور آپ کا صرف ایک مختصر سا عصا پیدا ہوا اور فرعون کے بڑے بڑے جادوگر اس عاجز کے سامنے کچھ نہ کر سکے یہ ہے رب کی شان حضور والے دور اور دور والے حضور۔ وجہ فرق یہ تھی کہ فرعون نے اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے بڑا جانا اور ان سے اپنے بگڑے اظہار طاقت یا تجربہ دینی خارت کس سے ہی آخر میں ظاہر ہو جاتے ہیں اس آیت میں علاج یہ ہے کہ انسان اپنی ابتدا اور انتہا میں غور کرے پہلے بھی خاک تھا سجدہ میں خاک پر ہوتا ہے تکبر نہ کیجئے۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ اللہ کی ہدایت بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور گمراہی بھی اسی کی طرف سے سچی پیروں کی طرف سے کلمہ پڑھنے والوں سے ہدایت کے طالبین کو چاہئے کہ ہدایت حاصل کریں۔ یہ فائدہ **صاحب** سے حاصل ہوا۔ یہ آیت معتزلہ کے مقابلہ میں اہل سنت کی قوی دلیل ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے **ومن یضللہ فلا ھادی لہ** دوسرا فائدہ اس آیت سے صوفیاء کی پیری مریدی ثابت ہوئی۔ تیسرا فائدہ **عن ایتی** سے حاصل ہوا۔ اس کی وجہ سے انسان یہاں نہ دیکھ سکے وہاں ضرور دیکھے گا۔ فائدہ **الذین یتکبرون** سے حاصل ہوا کہ تکبر شیطان کا کام ہے اور شیطان کا ساتھ دینا ہے۔ **ابی واستکبر وکان من الکفرین** سے معلوم ہوا۔ چوتھا فائدہ کفر حق بھی ہوتا ہے اور ناحق بھی ناحق کفر حرام ہے جو کفر حق تعالیٰ سے اس کے احکام کے مقابل جرات ہمت اور دلیری پیدا ہوتی ہے مسلمانوں سے مقابل کفر حرام ہے اندھوں سے مقابلہ کفر حلال ہے کفار کے مقابل کہنا مانی کافر میں حرمت سے یہ فائدہ **بغیر الحق** فرمانے سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ آیات سے ہدایت نہیں ملتی آیات ذریعہ ہدایت ہیں آپ کا رب شامل حال ہو تو ہدایت ملتی ہے۔ یہ فائدہ **ان یروا کل ایۃ** سے حاصل ہوا۔ اب فرماتے **یصدوا عنہا** چھٹا فائدہ اس سے بھی حاصل ہوا کہ جو قرآن پڑھے تو وہاں قرآن پڑھنے والے نہیں پہنچتے پہلے ہی شیطان آتا ہے پھر قرآن اس سے ہاتھ ملا کر مسلمان رہتے ہیں چوتھا فائدہ **لا یتخذوہ سبیلا** سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ اعمال نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور نیکیاں نہ کرنے سے نہ ملنا سمجھ میں ہو سکتا ہے یہ فائدہ **حبطت اعمالھم** سے حاصل ہوا ہاں یہ ہو گا کہ کافر کو اس کی نیکیوں کی وجہ سے بالکل ہی نہ ملے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے تو شیروں حاتم طائی کافر تھے مگر اس کا عمدہ بدلہ دیا اس کے انصاف کی وجہ سے حاتم طائی اس کی سخاوت کی وجہ سے آٹھواں فائدہ اللہ تعالیٰ کفار کے کچھ نہ کچھ نیکیاں ضائع نہیں کرتا دنیا میں بدلہ دے دیتا ہے نویں فائدہ **ھل یجزون الا ما کانوا یعملون** سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ کافر کی بدنیتیاں تو کفر ہی ہیں جس کی سزا ملے گی یہ فائدہ **الا ما کانوا یعملون** سے حاصل ہوا کہ یہاں جزا عمل کی ہے۔ گیارھواں فائدہ کافر یہاں کافی مکلف ہے اور اعمال کے بعد تک عمل کرنے کا حکم ہے کہ ایمان لے آؤ یہاں کی نیکیاں کام آئیں گی ہاں ملے گی اور کفار وغیرہ داخل کرنے کی بھی یہ فائدہ بھی اشارۃً **الا ما کانوا یعملون** سے حاصل ہوا۔ بارھواں فائدہ

www.alahazratnetwork.org

پہلے یہ اعمال ناقص دوسرے وہ حشمت ہے اپنے سوا تمام دوسرے لوگ جن کا سکہ ہیں تو اپنی ان بھرتی سے فائدہ بھی **هل يجزون الا ما كانوا يعملون** سے حاصل ہو سکتا ہے کہ صرف کسی سے کی گئی کسی کی دعوت بھی کی بار حواں فائدہ ان آیات میں ہے یہ اعمال ناقص بے کار کئے جاتے ہیں یہ فائدہ **حبطت اعمالهم** سے حاصل ہو سکتا ہے پہلے یہ اعمال ان صفات میں تو دوسرے سے عمل ایسے ہیں۔

پہلا اعتراض ان آیات سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو حقیر جاننا بہت برا ہے حالانکہ حدیث میں ہے کہ تکبر حق کو چھپانے اور غیر مستحق کو حقیر جاننا ہے ان آیات سے تو صرف یہ معلوم ہوا کہ کافر ان حق بھی کافر رہتے ہیں تو یہ آیات حدیث کے خلاف ہوئیں۔ **جواب** آیت کا مطلب یہ ہے کہ متکبر کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے اس لئے اس کو حق نظر نہیں آتا پھر اس کے اختیار سے باتیں ہوتی ہیں جیسے شیطان کو پہلے راہ راست رب کی طرف سے پکار ہوئی پھر شیطان دوسروں کو بہکانے لگا اسی طرح متکبر کی حالت ہوتی ہے۔ **دوسرا اعتراض** یہاں **يتكبرون** کے ساتھ بغیر حق ہوں ارشاد ہوا کہ تکبر تو ہوتا ہی ناحق ہے **جواب** حق والوں کے مقابل تکبر ناحق ہے کافروں کے مقابل تکبر بالحق ہوتا ہے جیسے اہل حق علماء کا تکبر جاہلوں پر یا اللہ والوں کا تکبر بے مقابل تکبر ناپاک لوگوں پر ہوتا ہے ان کے مقابل تکبر ناحق ہے۔ **تیسرا اعتراض** یہاں تکبر کے ساتھ **في الارض** یوں ارشاد ہوا **جواب** اس میں اشارہ ہے کہ یہ بیماری سب سے زیادہ حکمرانوں اور سب سے پہلے ہے لہٰذا ان کو اس بیماری سے بچنا چاہیے تو آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ اس کی اصل بھی مٹی سے ہے تو اصلی ہونے والے سے دور رہنا بھی ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ

اے [illegible] حالت خوب است [illegible]

چوتھا اعتراض ان آیات میں تین جگہ **ان يروا** ارشاد ہوا آیت میں جگہ **لا يؤمنوا بها** ارشاد ہوا دوسری جگہ **لا يتخذوه سبيلا** ارشاد ہوا تیسری جگہ **يتخذوه سبيلا** ارشاد ہوا ان تینوں میں کیا فرق ہے۔ **جواب** پہلی جگہ ان کی عقیدتیں ظاہر کرنا ہے دوسری جگہ ان کے اعمال قبیحہ بیان کرنا ہے تیسری جگہ ان کے اعمال کا نتیجہ ظاہر کرنا ہے غرضیکہ ان تینوں طرح سے بیان فرمایا گیا۔ **پانچواں فائدہ** ان آیات میں اور معلوم ہوتا ہے کہ آیات پر ایمان لانے کے دو درجے ہیں پہلے درجہ میں وہ ایمان ہے جو آیات کے سمجھنے پر موقوف ہے اس کو **وان يروا كل اية لا يؤمنوا بها** اور آخر میں ارشاد ہوا **ذلك بانهم كذبوا بايتنا** سے ظاہر فرمایا گیا۔ **اعتراض** سب ہی آیات کو جھٹلاتے ہیں پھر ان کو دو درجے کیوں فرمائے گئے۔ **جواب** پہلی آیت سے مراد ہے جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور آخر میں آیت سے مراد ہے جب ان کی صفات ان کے مخالف ہو جائیں تو ان کی صفات ان کے مخالف ہو جائیں تو ان کی صفات ان کے مخالف ہو جائیں تو

www.alahazratnetwork.org

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے ۔۔۔ بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

چھٹا اعتراض یہاں ارشاد ہوا **کانوا یعملون** اور دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عاملوں کو سزا نہیں دیتا تو چاہئے یہ دوزخ کے مستحق نہ ہوں۔ **جواب** علت کی دو قسمیں ہیں ایک علت کی علت کی کہ اس کا سبب پہچانا جاتا ہے دوسرے اس پر مطلع نہ ہونا۔ دوسرے ان عاملوں میں احکام کی بے پروائی اور نافرمانی میں مبتلا ہونا علت ہے رب تعالیٰ چاہے سزا دے یا نہ دے اور دوسری علت پر ضرور پکڑ فرماتا ہے یہاں یہی دوسری علت مراد ہے۔ **ساتواں اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ کھانے پینے کی وجہ سے ان کی بیماریاں ضد ہو جاتی ہیں حالانکہ حدیث سے ثابت ہے کہ علاج بھی بیماریوں کا پھل جاتا ہے حق یہ ہے کہ حدیث کو خصوصی اور یہ عمومی ہے یا یہ حدیث (لم ینزل داء الا انزل لہ شفاء) یہ آیت اس حدیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے **جواب** صحیح اہل نظر سے دور نہیں ہے جانتے ہیں کہ اس حدیث میں ہر بیماری کا علاج ہونا بیان ہوا ہے یہ نہیں کہ ہر بیمار کا علاج ہو سکتا ہے کئی بیماریاں ایسی ہیں کہ ان کا علاج ہو ہی نہیں سکتا مقابل کے عذاب میں وہ لگے ہیں عام طبی بیماریوں کے علاج حضور نے بتائے ہیں طالب کو ان سے مطلب ہے

تفسیر صوفیانہ انسان میں قدرت سے دو قسم کی محبوبیت رکھی ہے ایک حب عقلی دوسری حب عشقی دونوں قسمیں حب کامل سے ہیں یہاں حب عقلی کی قسم ہے جس میں 'عرفان' ایک اصل ہے وہ تمام چیزوں کو جو عشق رسول محبت ہی کی قسموں سے تمام عیوب کا علاج ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں **العشق نار تحرق ما سوی المحبوبہ** عشق وہ آگ ہے جو محبوب کے سوا سب کو جلا ڈالتی ہے بلکہ خصوصیت یہ ہے۔ عشق رسول کی آگ تکبر غرور کی آگ کو بھی جلا دیتی ہے جس آگ کو آگ جلا دیتی ہے۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سب ۔۔۔ جو آگ جلائے کی وہ آگ کہاں ہے

یہ ہی آگ انسان کے سارے کس بل نکال دیتی ہے اسے بالکل سیدھا کر دیتی ہے۔

اقبال عشق نے ترا سب بل نکال دیا ۔۔۔ مدت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی

سارے فساد فرق و اختلاف کو عشق کی آگ جلا ڈالتی ہے۔ شیطانی لوگوں کی سمت وہ تجلی ہے جس سے تکبر میں آگ بھڑک اٹھتی ہے اور رحمانی لوگوں کی سمت جس سے ارشادات بلکہ ان کی نگاہ وہ تجلی ہے جس سے عشق رسول کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور عشق رسول کی آگ میں کافر جل جاتے ہیں۔

بلاد اللہ ملکی تحت حکمی ۔۔۔ ووقتی قبل قلبی قد صفالی

اس کا حاصل ہر عاشق رسول کہتا ہے یہ میں پہلے تکبر سے بھرا ہوا تھا اب عشق رسول کی آگ نے جلا کر صاف کر دیا ہے اب میں عاجز ہوں۔ اب میرا ملک میرا دل اللہ کا ہے اب میرا وقت میرا دل صاف ہو گیا ہے اب میں غرور کروں گا اس لیے آیت اپنے سے خطاب ہونے کی وجہ سے عاشق رسول کی ساری آیات اپنے لیے ایمان افروز ہیں یہ ہی وہ پتھر ہیں جن سے چشمے بہتے ہیں۔ شجرہ ہے جس سے میٹھے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ہی وہ آگ ہے جس سے ہدایت کے نور نکلتے ہیں۔ ہدایت کی ساری شانیں یکجا ہیں ایمان میں آتے ہی بعینہٖ شامل ہو جاتی ہیں قبول کرتے ہیں اس کا علم ہو جاتا ہے عشق ہدایت دیتا ہے ہو سکتی ہے آیت میں جتنی قسمیں ہیں ان کی تفصیل ہے

www.alahazratnetwork.org

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ

اور بنالیا قوم نے موسیٰ کی پیچھے سے ان کے اپنے زیوروں سے بچھڑا جسم کہ جس کے لئے آواز تھی

اور موسیٰ کے بعد اس کی قوم نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا جس کا دھڑ گائے کی طرح آواز کرتا

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک وہ نہیں کلام کرتا ان سے اور نہیں راہ دیتا ان کو راستہ کی بنایا ان نے اس کو

کیا نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات کرتا ہے اور نہیں کچھ دیتا ہے ان کو راہ اور وہ

ظٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ

بے انصاف تھے اور جب وہ طاقت سے لگایا گیا ان کے ہاتھوں کے بیچ اور دیکھا ہوں نے کہ بیشک گمراہ ہو گئے وہ

ظالم تھے اور جب پچھتائے اپنے ہاتھوں میں اور دیکھا کہ ہم بھٹکے تو بولے اگر نہ

لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

تو ہو ہم پر رحم کرے ہمارا رب اور بخشے ہم کو تو البتہ ہو جاویں گے ہم نقصان والوں میں سے

ہم پر رحم کرے اور بخشے ہم کو تو ہم نقصان والے ہو جائیں گے

www.alahazratnetwork.org

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کا جو یہ ارشاد ہوا کہ اس زمین کی وراثت اللہ کی ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ان کی قوم نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا کیا۔ اللہ کے اس وعدہ کے بعد قوم کی ذمہ داریوں کا تذکرہ ہے۔ **دوسرا تعلق** اللہ نے قبطیوں کے پنجہ میں پھنسے ہوئے بنی اسرائیل کی آزادی کا ذکر فرمایا اب ان کی دوسری پریشانی کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ اسیری سے آزادی پر اس نعمت کی ناشکری کی وجہ سے وہ کیا کیا مصیبتیں اٹھاتے رہے۔ **تیسرا تعلق** بھی پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ متقین لوگ ہی اس نعمت کے حقدار ہیں۔ ان میں غور کیجئے کہ اس کی دلیل میں فرمایا ہے کہ دیکھو بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے کی وجہ سے کیا کچھ مصیبتیں اٹھا رہے ہیں۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ کی رحمت نیکوں کے ساتھ ہے اب اس کی دلیل کے طور پر بتایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے نیک لوگ ان کی بداعمالیوں پر ان کو ٹوکتے رہے۔

تفسیر واتخذ قوم موسیٰ یہ جملہ یا اب اس سے ماقبل کا جملہ **اتخاذ** کے معنی میں بنانا۔ ٹھہرانا عقیدے میں کسی کو پکا سمجھنا یہاں بنانے یا ٹھہرانے کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ آگے اس کا مفعول محذوف ہے۔ اگرچہ ٹھہرانے والے سامری تھا مگر چونکہ سارے قوم نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی اس لئے سب کی طرف یہ فعل منسوب ہوا۔ **من بعدہ** یعنی موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد۔ **من حلیھم** یعنی قوم فرعون کی قوم سے مراد قبطی قوم ہے۔ **عجلا** بچھڑا بنا کر۔ مرتد ہو جانے کی وجہ حاصل یہ کہ ان کی قوم میں رہتے رہتے بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے سوا باقی سارے بنی اسرائیل بچھڑے کی پرستش میں پھنس چکے تھے اسی لئے آپ کے بعد میں صرف حضرت ہارون کے ماننے والے رہ گئے۔ **رب اغفر لی ولاخی** سنہ ایسا قوم کے مرتد ہونے پر قوم کے بعض سے فرمایا۔ اے لوگو! اس شرمناک حرکت میں تم قصوروار تو تھے ہی مگر کچھ کھوٹ بھی رہے تھے۔ ایسا نہ ہوتا تو قوم کے بارہ قبیلوں میں سے دو سرکش قبیلوں کے سوا باقی سب کیوں ہدایت پر رہتے۔ (تفسیر سیر خازن وغیرہ) **عجل** بچھڑا۔ سامری کا نام موسیٰ تھا۔ اس کی ماں نے پیدائش کی تھی جس کا نام سامرہ تھا۔ یہ حرام زادہ تھا۔ اس کی پرورش سے حضرت جبریل تو قبل فرما دیا اس نے اس کا نام موسیٰ جبریل سے اور لقب سامری اللہ کی شان ہے کہ فرعون سے پرورش پانے والے موسیٰ تو نبی اور کلیم ہوئے اور حضرت جبریل کی آغوش میں پرورش پانے والا موسیٰ کافر و بے دین ہوا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

انی لامرء لم یحلق سعید امن الازل	فقد حاب من ربی و خاب المومل
فموسی الذی رباہ جبریل ہکافر	و موسی الذی رباہ فرعون مرسل

دیکھو تفسیر صاوی یہ ہی مقام۔ بہرحال بچھڑا بنانے والا موسیٰ جبریل یعنی سامری تھا لیکن قوم بنی اسرائیل اس کی حرکات سے راضی تھی۔ **من بعدہ من حلیھم** یہ دونوں جار مجرور متعلق ہیں **اتخذ** کے پہلا **من** ابتدائیہ ہے دوسرا **من** تبعیضیہ۔ **من بعدہ** یعنی موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد۔ **حلیتہ** یا **حل** کی جمع **حلی** ہے حل کے معنی ہیں زیور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کے زیور کو حلی کہتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ زیور فرعونیوں کا تھا جو اسرائیلی بیاہ شادی کے موقعہ سے مانگ لائے تھے۔ عرق فرعون سے ایک اس پیدا ہوا۔ فرعونی لوگ اپنے اس زیور کو بچھیرے کے لئے اسرائیلیوں کا بچھڑا بن کر رہ گیا۔ قعر میں غرق ہوں۔ بعض نے فرمایا۔ فرعونیوں سے دوبئے کے بعد سمندر نے فرعونیوں کا مال زیور کنارہ پر پھینک دیا تھا بنی اسرائیل نے غنیمت

www.alahazratnetwork.org

یہ سارا زیور اب بنی اسرائیل نے قصداً میں قبضہ سے سب اس سب کے مالک ہو چکے تھے قرآن کریم فرماتے ہے۔ **ولقمته کانوافیهافکهین کذلک اورثنهاقوما" آخرین**۔ بہرحال یہ زیور مال غنیمت تھا کہ اسرائیل کو (مالک ہو جانے یہ وراثت فاقلا تعبیر کیا) بعض نے فرمایا کہ یہاں زیور کی نسبت ہی اسرائیل کی طرف صرف قصدی ہے ملکیت کی نہیں روح المعانی) بہرحال مصری سے مارے اسرائیلیوں سے زیور جمع کیا **عجلا" جسدا" له خوار** یہ **اتحد** کا مفعول ثانی **عجل** کہتے ہیں گائے کے بچے کو اگرچہ گائے کو اور گھوڑی کے بچے کو عرگدھی کے بچے کو بھیڑ بکری کے بچے کو ہرن ہرنی کے بچے کو بھیڑیا بھیڑیے کے بچے کو لومڑی لومڑی کے بچے کو خرگوش خرگوش کے بچے کو بلی بلی کے بچے کو چوہا چوہیا کے بچے کو خرچنگ خرچنگ کے بچے کو اونٹ اونٹنی کے بچے کو ہرن ہرنی کے بچے کو فرخل گوہ کے بچے کو سانپ سانپ کے بچے کو خرپش خرپشہ مرغ کے بچے کو ابابیل ابابیلہ مرغی کے بچے کو فرخ روح المعانی) **عجل** کی جمع **عجاجیل** آتی ہے اور وہ **عجلہ** کہلاتا ہے چونکہ یہ بچھڑا اسرائیل نے اس کی پرستش میں جلدی کی تھی اس لئے بچھڑے کا نام عجل ہوا اسی سے اس کی پرستش چلائی اس لئے بچھڑا ہی سامری کا معبود تھا یہ بچھڑا مال غنیمت میں قید رہے روح المعانی) **جسدا** یا تو عجل سے بدل ہے یا عطف بیان یا صفت اس لئے مفرد ہیں کہ جسم عام ہے اور **جسد** خاص بعض نے فرمایا کہ جسد جسم کو کہتے ہیں کہ جس میں خون ہو اور جسد وہ ہے جس میں خون نہ ہو روح المعانی) جسد فرمایا یہ بتانے کو کہ وہ بچھڑا مجسمہ تھا جیسے آج ہندو کالی کا مجسمہ بنا کر پوجتے ہیں بلکہ عجل گوشت ہڈی خون وغیرہ کا مجموعہ تھا جیسے ہوا پانی مٹی وغیرہ عناصر مل جاتے ہیں ان کی حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے یہ بھی حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ناپ کے پیچھے کی خاک اس سونے کے بچھڑے میں پڑتے ہی اس کی حقیقت تبدیل ہو گئی کہ خوار جسد کی صفت ہے یعنی وہ محض بے جان جسم ہی نہیں بلکہ اس میں زندگی پیدا ہو گئی وہ آواز دینے لگا یہاں رب کہ بچھڑے کی آواز کو خوار کہتے ہیں بکری کی آواز کو ثغاء بھیڑ کی آواز کو لیاء اور بکری کی شوت ہوں آواز کو بعبعۃ گائے کی آواز کو ہاج شیر کی آواز کو زیر بھیڑیے کی آواز کو عوا اور لومڑ سوری کی آواز کو قباء بلی کی آواز کو مواء بھیڑ کی آواز کو ثغاء گھوڑے کی آواز کو حمحمۃ اونٹ کی آواز کو رغاء کتے کی آواز کو ہریر ہرنی کی آواز کو بغام خرگوش کی آواز کو عسیب بندر کی آواز کو صرصر شہری کی آواز کو مقنقۃ لومڑی کی آواز کو عدس قمری کی آواز کو کحکحۃ چڑیا کی آواز کو سقسقۃ سوس کی آواز کو حنین درجیت مرغی کی آواز کو قاء مرغی کی آواز کو صیصیۃ سانپ کی آواز کو حفیف مینڈک کی آواز کو حنین مکھی کی آواز کو طنین چھوٹے کیڑوں کی آواز کو ن کہتے ہیں روح المعانی) غرض **جسدا** فرما یہ بتایا کہ وہ محض مجسمہ نہ تھا بلکہ مجسمہ تھا گوشت پوست کی تبدیل ہو گیا تھا جس سے وہ قسم کی بچھڑا بن گیا تھا **له خوار** فرما یہ بتایا کہ وہ محض مجسمہ نہ تھا بلکہ مجسمہ گوشت پوست کی تبدیل ہو گیا تھا جس سے وہ قسم کی بچھڑا بن گیا تھا **الم یروا انه لا یکلمهم ولا یهدیهم سبیلا"**۔ اس فرمان حال میں یہودی کتنی حماقت اور بے عقلی کا ثبوت دے رہے ہیں ہمارے وقوف کے لئے سوال فرمانے کا اور دیکھنے سے مراد تو دل کا غور ہے یا آنکھوں سے دیکھنا ہی ضمیر بچھڑے کی طرف ہے۔ کلام سے مراد ہے سوال جواب کے طور پر کلام گفتگو کرنا **هم** فرما یہ بتایا کہ ان سے کلام میں رتبہ صرف آواز رکھتا ہے گفتگو نہ کچھ اور یوں ہی وہ اس دنیا کی یا آخرت کی راستہ سمجھا نہ سکتا اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافر اس سے راستہ پوچھے تو وہ بتا نہ سکے آخرت کا راستہ بتانا تو بڑی بات ہے جب اس کی مجبوری

www.alahazratnetwork.org

معمولی قابلیت حال ہے تو وہ شخص بے حال جماد ہو اجو خدا کیسے ہو سکتا ہے یہ ایسی موٹی بات ہے جسے بے عقل بچے بھی سمجھتے ہیں خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ بے جانوں سے کلام بھی کرا سکتا ہے اور انہیں ہدایت بھی دیتا ہے بواسطہ انبیاء کرام عموماً اور بذریعہ اشرف الانام خصوصاً **اتخذوہ وکانوا ظلمین** یہاں **اتخذوہ** میں ان بچھڑا پرستوں کی عادتوں کا ذکر ہے وہ لوگ بچھڑے کو خدا سے بھی برتر سمجھتے تھے اس کے آگے باجے بھی بجاتے تھے جس سے گھنٹے

گاتے عاجز بھی تھے (روح البیان) جب وہ واپس آئے تو سب اس کے آگے سجدہ میں گر گئے جب وہ چپ ہو جاتا تو یہ گانے لگتے جب یہ چپ ہوتے تو وہ گانے لگتا (روح المعانی) یہاں ظلم بمعنی مشرک و کافر ہونا ہے **کانوا** ماضی استمراری ہے یہ ظلم کئی معنی میں ہے جن سے وہ کافر ہو گئے یہ کافر تھے ان کا ظلم ایک قسم کا نہ تھا بہت قسموں کا تھا کہ بچھڑا بنانے سے پہلے ان میں مشرکانہ بت پرستی کا مادہ تھا ہی جب سے موسیٰ علیہ السلام سے ساتھ کہ ہمارے لئے کوئی معبود بنا دیجئے اور بچھڑا بناتے وقت وہ مشرک ہوئے اور بچھڑا بنانے کے بعد بدکار ہوئے بھنگڑا ناچ کرنے لگے شور و پکار کرنے لگے ظلم بمعنی سرکش مشرک ہونا۔ **و لما سقط فی ایدیھم** اس فرمان عالی میں ان پجاریوں کے دوسرے حال کا ذکر ہے یہاں عرب کا ایک خاص محاورہ استعمال ہوا ہے اس کی اصل عبارت یوں ہے **سقط فی ما ایدیھم** شرمندہ ہونا عموماً ہاتھ منہ سے چھپانے میں ظاہر ہوتا ہے اس واسطے ہاتھ کی انگلیوں پر کاٹنے کے واقع ہوتے ہیں۔ **فی بمعنی علی** ہے معنی **یا سقط** فاعل کی وجہ سے بہرحال **سقط** معروف کو مجہول بنایا گیا اور **فی ایدیھم** اس کا نائب فاعل کر دیا گیا جیسے **مر بزید** یعنی زید شرمندہ ہوا ان کے ہاتھوں پر واقع ہوئی یا ان کے دانتوں نے ان کے ہاتھوں کو چبا یعنی وہ شرمندہ ہوئے اپنے ہاتھ چبانے لگے اپنے سخت نادم ہوئے۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ پجاری حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے پہلے ہی اپنے پر نادم ہو گئے تھے مگر اس ندامت کا ظہور موسیٰ علیہ السلام کی واپسی پر ہوا بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ محاورہ ہر وہ قوم سے پہلے عرب میں مشہور نہ تھا اس سے اس عبارت کی توجیہ میں بہت دشواری محسوس کی گئی بعض نے کہا کہ **سقط سقاط** سے بنا ہے بمعنی بہت گرا بعض نے کہا کہ **سقط** سے بنا **سقطہ** شکم ہے جو مردوں میں رحم پر پھیلی ہوتی ہے بعض نے کہا کہ کوئی مصدر نہیں ہے بلکہ گردان ہے یہ افعال ہیں معرفہ میں سے ہے (روح المعانی) **ورأوا انھم قد ضلوا** عبارت معطوف ہے **سقط** پر اور دوسری شرط ہے روایتے سے مراد ہے دل یقین **ضلال** سے مراد ہے شک یعنی جب ان پجاریوں کی ندامت کافور ہو چکی **قالوا لئن لم یرحمنا ربنا و یغفر لنا لنکونن من الخسرین**۔ یہ وہ شرطوں کی جزا ہے قول سے مراد یا تو قول نفسی ہے یعنی سوچا ربانی قول یعنی ربان سے اظہار حسرت پہلے ہوتی ہے بعض علماء کا قاعدہ مجرم علماء پہلے رحم چاہتا ہے پھر اس کا قصور معاف ہوتا ہے **خاسرین** بنا ہے **خسارہ** سے یہ لفظ نقصان میں اصل پونجی بھی کھو دینے اور جرمانا بھرنا بھی شامل ہو جاوے (روح البیان) یعنی انہوں نے دل میں سوچا یہاں سے اقرار کیا کہ رب تعالیٰ ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم بڑے نقصان میں رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ہی ہوا کیونکہ آپ کی واپسی تو آگے ہو رہا ہے اور یہ عود خوض ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ قصہ (روح المعانی) خاص ان لوگوں سے فرمایا گیا جو واقعہ موسیٰ علیہ السلام کی واپسی پر ہوا اور ان سب سے یہ کہنا ترک ربانی کے وقت

www.alahazratnetwork.org

سے حذف کے واقعہ اور سونے اطلب ہو جانے اس کو اپنی حرکتوں پر شرمندگی ہوئی۔ توبہ سے اور کس چیز سے اپنے شرمندگی اور وہاں سے معلوم کے الفاظ **ورأوا انهم قد ضلوا** میں بھی شرمندگی کا ذکر ہے اور **قالوا** میں رہائی الفاظ کا یہ تو ہوں سے لوگوں سے یہ معلوم ہوا کہ سامری علیہ السلام سے یہ کہا کہ اللہ کے نبی اس کی توبہ کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ ان کی توبہ قبول ہوئی اس لئے قرآن مجید میں بغیر تردید کے ذکر کی گئی اگلا واقعہ قتل کا ہے اس کا واقعہ گیارہ تھا۔ گیارہ میں فرق سے کیسے روزہ وصال توڑنے والے توبہ بھی رہے اور گیارہ کے ساتھ روزے بھی رکھتے پوتے ہوئی ہوں گے تھے مگر مرید تھے ہی سے اس گیارہ ہوا یہ ہوئے مرتد تھے۔ اس پر گیارہ ہوا ہو۔

خلاصہ تفسیر موسیٰ علیہ السلام تو طور پر توریت لینے رب سے کلام کرنے گئے ادھر قوم موسیٰ سے یہ غضب یا۔ ان کی قوم موجودگی میں اپنے اس زیوروں سے بچھڑا بنایا جو فرعونیوں سے حاصل یا تھا وہ صرف سونے کا جسمہ تھا بلکہ اس کا کام کا تھا کھل گوشت وغیرہ کا مجموعہ بچھڑے جیسا تھا بلکہ جاندار تھا چنانچہ وہ بچھڑے کی طرح آواز نکالتا تھا یہ بڑے عجیب ہی یہ اس کی پوجا شروع کر دی۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ وہ بچھڑا ان سے کچھ بات کرتا ہے صرف یہ معنی آواز دیتا اور چیخ چلا نہ کلام اور سوال جواب کا اور چیز اور یہ ہی وہ ہدایت دینا نہ وہ تو محض جمادات حیوانات میں سے ہے ان لوگوں نے ہر طرح سے معلوم یا کہ نہ وہ بولتا ہے نہ اس نے ساتھ سجدہ میں گر جاتے بڑے خاموش ہو گئے اس طرح سے اس سے بچتے ہوتے لگے بھاگتے تھے چھپتے ہوتے تھے وہ اپنی ان حرکتوں پر ہو رہے تھے عالم بنی عالم تھے پر جب انہیں اپنے پر سخت شرمندگی ہوئی اور وہ سمجھے کہ ہم تو گمراہ ہو گئے تو ہوا موسیٰ علیہ السلام کی واپس سے پہلے کہ ان میں بعض تو بہ شرمندہ ہوئے یہ موسیٰ علیہ السلام ہی واپس سے بعد کہ سب نے توبہ کر لی تو بہ کرنے تو بولے ہارون تشریف لے آئے ہم نے بہت کچھ کیا ہم پاگل تھا ہو جاتے ہیں کہ ہمارے دیا بھی بیمار ہو جاتے ہیں تو آخرت بھی ہو سکتا ہے وہ ہمیں الجھا تو نہ رہے لگے۔ خیال رہے کہ موسیٰ بیٹی سامری بڑا کاریگر بھی تھا ہارون اسرائیل میں ہارون بھی ہے اس سے سب اسرائیلیوں نے سمجھا کہ یہ فرعونی زیور میرے ہوئے ہیں سے وہ سونا ہوا اس سے بچھڑا بنایا اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی جو حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ سے مس ہوئی تھی اس سے سونے کا بچھڑا اصل بچھڑا بن گیا زندہ ہو کر آواز کرنے لگا سامری نے کہا خدا یہ ہے اس کی پرستش کرو سب اس کی پرستش میں مصروف ہو گئے۔ اسے سجدے کرنے لگے ان سے آگے بڑھے ہوئے تھے اس پر قائم رہے اللہ تعالیٰ نے اس کا پورا واقعہ اپنے پارہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔

فائدے ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ حضور تاجدار کے صحابہ جناب موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام صرف چالیس دن کے غائب رہے تو یہ سارے ہی بت پرست ہو گئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدائی کو برسوں ہو گئے مگر ان پر پورے قائم رہے دیکھو مہاجرین حبشہ کے حالات یوں ہی دو سو سال موسیٰ علیہ السلام کو بھی ہو گئے مگر یہ نہیں ہوا۔ یہ فائدہ **واتخذ قوم موسیٰ** سے حاصل ہوا لفظ قوم موسیٰ میں ہے دوسرا فائدہ سونا یا اس میں بدا ہونا اس سے ثابت ہوا کہ مصنوعی بت ناپاک جرم ہے۔ یہ فائدہ قوم موسیٰ کہنے سے حاصل ہوا کہ بچھڑا صرف سامری نے بنایا تھا مگر رب نے ساری قوم کو بنانے والا بتایا کیونکہ وہ لوگ یا مددگار تھے یا اس سے راضی یہ ان میں

www.alahazratnetwork.org

نیکیوں کا ہے لہٰذا کرنا پاس سے راضی ہونا سب نیکی سے۔ **تیسرا فائدہ:** یوں محض اور ورسوں ہوئے صحت یاد تی ہوئے ہیں اپنے علم عمل پر نازاں ہو کر دوسروں کی صحت اختیار رہے کہ بڑی صحت اچھوں پچھوں کو حق دیتی ہے۔ **چوتھا فائدہ:** کی قوم موسیٰ فرمانے سے حاصل ہوا کہ بی سر بل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے آخرتی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے برسوں کے ساتھی تھے انہوں نے فرعون کو ڈوبتے اور عادوگروں کو سجدے میں گرتے دیکھا لو بہت سے معجزے دیکھے گئے سامری کی چند روزہ صحبت سے ایسی برباد ہوئے ہم لوگ ان سے عبرت پکڑیں۔ **چوتھا فائدہ:** ان سے ثابت علیہ السلام لیتے ہیں ان کی برکت سے حقیقت میں حاتی ہے۔ دیکھو حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک سے ہونے کے بچھڑے کو بچ بچ کا بچھڑا بنا دیا جس ہوئے کو گوشت ہڈی کھال بال میں تبدیل ہو دیا اور اس میں روح ڈال دی یہ فائدہ **عجلا جسدا** سے حاصل ہوا اور سے حضور ظاہر اسے اعظم سے انسان کی کایا پلٹ دیتا ہے۔

چو باطل ایں است ہم در چہ باشد گرائی تر بود ارزم چہ باشد

پانچواں فائدہ: فرعون فال) سے حاصل ہوا قصہ میں آملے تو مسلمان اس سے مالک ہو جائیں۔ **چھٹا فائدہ:** **من حليهم** سے حاصل ہوا دیکھو رب نے فرعون سے دیوروں کا مالک بنی اسرائیل کو قرار دیا۔ **چھٹا فائدہ:** اس آئی کی بات سے سنا حقیقت "بچھڑا" یا تھا اور اس میں روح کی پیدائش ہوئی یہ فائدہ **جسدا** اور **له خوار** سے حاصل ہوا۔ **خوار** کا ہے ہیں کہ یہ کی ونیرہ ویر محل اصل بچھڑے ہوتے ہیں۔ کہ بچھڑے سے محسوس ہو۔ **ساتواں فائدہ:** ہے حق صوتیں فاقوالیوں وغیرہ میں ریاری فاناچنا وغیرہ حلال ہونا جو کی حل بتلانا حرام ہے کہ یہ اسمیریت پرست اسرائیلیوں کی حل تھے وہ لوگ بچھڑے کے سے کاٹ کاٹ کے کھاتے تھے۔ مسلمان کو سوں واطمینان چاہئے حضرت صحابہ کرام حضور انور کی بارگاہ میں ایسے لوب سکوں سے پیتے تھے **كان على رؤسهم الطير** کوؤں کے سروں پر چڑیاں ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور انور کی مجلس شریف میں کوں وقار ادب واحترام قائم تھا تعبیہ روح الامین) اس تھے روح امین سے ہوا رقص قوالی وغیرہ پر بہت گفتگو ہے قوالوں کی سے گفتگو حلی بتلانا، رقص وروحہ سے متعلق ہے بعض بے اصلے صوفیاء وحال اس سے درجہ میں ہیں حال وجد یہ اختیاری ہے۔ اس کا حکم ہے کہ رب تعالیٰ ایسے دلوں سے متعلق فرماتا ہے **واذا سمعوا ما انزل الى الرسول ترى اعينهم تفيض من الدمع** اور فرماتا ہے **تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم** ان بزرگوں سے قوالی سنی سے تعبیہ عرض سے ہے۔ وہ حال حاصل ہوتا ہے کہ قوالی وغیرہ سنتے ہیں ان کے اوپر سے یہ اور مصیبت ہو وہ یہ ہے کہ اپنے اوپر سے ان کی عمل کنٹرول حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ **آٹھواں فائدہ:** کام کی رب تعالیٰ کی صفت سے اس کا علم سے یہ فائدہ **لا يكلمهم** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے بچھڑے کی پوجا سے ان کی فرمائی اس سے کلام نہ کرے گا۔ رب تعالیٰ کی کلام نہ فرمانا تو وہی الٰہ نہ ہونا۔ **نواں فائدہ:** کلام نہ کرنا ہے محروم رکھنا رب تعالیٰ سے معافی کی درخواست رائے سے ان میں توبہ ہے کہ گوشت پوست میں صرف یہ فائدہ تھے۔ یہ فائدہ **ولما سقط فى ايديهم** سے حاصل ہو دیکھو باری اسرائیلیوں سے یہ سب بچھڑا کرتوت سے سیں اپنے قتل کے لئے پیش کر دیا۔

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض یہ زیور فرعونیوں کا تھا نہ اسرائیلیوں کا اسرائیلی قوم سے عاریۃً مانگ رہے تھے پھر **علیہم** کیوں ارشاد ہوا۔ **جواب** مفسرین نے اس اعتراض کے بہت جواب دیے ہیں قوی اور قابل جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ زیور بنی اسرائیل کے لیتے وقت تو عاریت تھے مگر فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد اسرائیلیوں کی ملک بن گئے جیسا کہ جہاد سے مال غنیمت حاصل ہوتا ہے قرآن کریم ان تمام چیزوں کے متعلق فرماتا ہے **واورثنھا قوما اٰخرین**۔ یہ ہوئی تفسیر یہ ہے دوسرا **اعتراض** بنی اسرائیل سے شادی کا صاف سلسلہ کیوں کیا اور فرعونیوں کا زیور کیوں یہ تصرف بولنا ایمان خود سے بعید حال برا ہے۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب تفسیر روح المعانی سے یہ دیا کہ یہ جھوٹ نہ تھا بلکہ یا تو تھا شادی سے مراد تھی خوشی مال اور واقعی خوشی حق فرعون کی سارے اسرائیلیوں کو تھی زیور مانگنے میں بہت حکمتیں تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ فرعونی لوگ اپنا زیور وصول کرنے سے اسرائیلیوں کا پیچھا چھوڑیں۔ اگر تقاضا کریں ان کو اس ذریعہ سے دور کیا جائے۔ یہ بھی تھا کہ فرعونیوں کے ہاں سے نکل جائیں اور اس ذریعہ سے دور کیا جائے۔ یہ بھی تھا کہ فرعونیوں کو رات بھر اطمینان رہے کہ وہ اپنی شادی میں مصروف ہیں یہ سب کچھ حکم رب العلمین سے یا یہ تیسرا **اعتراض** اسرائیلی زیور فرعونیوں سے مانگ رہے تھے اور عاریت لیات ہوتی ہے جس کا واپس مالک ہو مالک کیوں ہو تو حضور علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کو اپنا مقدمہ بیان سے فرمایا کہ میں خود گواہ کفار کی امانتیں میرے پاس ہیں تم ان کو اور امانات قرض تو جنی فاطمی دایہ ہونے کا پھر موسیٰ علیہ السلام سے زیور اسرائیلیوں سے پاس رہے دیا۔ **جواب** چونکہ فرعونی سارے ڈوب کر ہلاک ہو گئے تھے ان کے بچے عورتیں تک غرق ہو گئے تھے تو اب یہ مال مالک نہ رہا بلکہ عاریۃً واپس کرنا مال ہو گیا ایسے متروکہ مال کے مسلمان مالک ہو جاتے ہیں حضور انور اور مسلمان ہی قریب دور ہی بعید سب اس کے مالک ہوتے ہیں کفار مرد تھے تو ان کی عورتیں بچے لونڈی غلام بنائے گئے اور چھوڑا ہوا مال غنیمت بنا۔ یہ مال مسلمان کو حلال ہے۔ **چوتھا اعتراض** یہ بچھڑا صرف سامری نے بنایا تھا مگر رب نے فرمایا **اتخذتم قوم موسیٰ** ساری قوم نے بنایا تھا پھر یہ فرمان یونکر درست ہو۔ **جواب** اس اعتراض کے چند جواب ہیں (۱) ایک شخص کا فعل کبھی قوم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے قوم کی ایک پنچایت ایک فیصلہ کرتا ہو تو کہا جاتا ہے کہ پنچایت نے یہ فیصلہ کیا ہے مراد یہ ہوتا ہے کہ پنچایت کے ممبروں نے اس پر مشورہ کیا اس پر متفق ہوئے یہ سب نے کیا اور واقعی بنایا تھا صرف سامری نے مگر باقی سب نے اس کی مدد کی اس کے اس کام سے راضی ہوئے لہٰذا سب کا بنانا قرار دیا گیا۔ **چوتھا اعتراض** یہ بچھڑا بچ مچ بچھڑا تھا۔ اس میں زندگی پیدا ہوئی تھی بلکہ بچھڑے کا مجسمہ تھا جیسے آج کل ہندو لوگ پتھر پیتل کی پوری گائے بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں اس کی ناک میں سامری نے ایسے سوراخ رکھے تھے کہ اس میں ہوا داخل ہو کر نکلتی تو اس سے بچھڑے کی آواز نکلتی تھی۔ نوٹ یہ اعتراض معتزلہ کا ہے جو عموماً نظر آنے کے منکر ہیں ایسی باتیں ان ہی کو سوجھتی ہیں (تفسیر بیضاوی)۔ **جواب** یہ بچھڑا کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے قرآن پر اسے جعل بھی بچھڑے یا مجسمہ بچھڑا میں کہاں تمیز ہے جسد اور بچھڑے کا مجسمہ بچھڑے کا جسم نہیں ہوتا ہے بچھڑے کی آواز لوحوار میں ہوتا ہے حوار خاص گلے کی آواز کو کہتے ہیں نیز سورہ طٰہٰ میں ہے کہ سامری نے موسیٰ علیہ السلام سے

www.alahazratnetwork.org

عرض کیا **فقبضت قبضة "من اثر الرسول فنبذتها** میں نے حضرت جبریل کے نقش قدم سے ایک مٹھی خاک لے لی تھی وہ میں نے اس بچھڑے میں ڈال دی جس سے معلوم ہوا کہ یہ سارا کرشمہ اس مٹھی بھر مٹی خاک کا ہے سورا خوں کا پانچواں **اعتراض** یہ ہے جو سنا کہ مٹھی بھر خاک پڑتے ہی سونا گوشت پوست ہڈیاں رگیں وغیرہ سب کچھ بن جاوے بچھڑے میں یہ سب چیزیں ہوتی ہیں۔ **جواب** یہ تبدیلیاں قرآن سے بھی ثابت ہیں اور عقلی دلیل سے بھی۔ حضرت عزیر کا گدھا سو برس کا مرا ہوا تھا کہ آپ نے پڑھا وہ پورا گدھا حضرت ابراہیم نے چار پرندے آپ سے ہلنے پھر اصل چیز ہیں ہے۔ حضرت مریم کے پاس بے موسم کا خشک انار آپ کا ہاتھ لگنے سے سبز کھجور بنا اور فوراً اس سے پھل دینے لگ گیا کامل جوں اور چارپائی کامل عمل بن جاتا ہے۔ حضرت مسیح مٹی کا پرندہ بناتے پھونک مارتے تھے تو اصل چڑیا بن جاتی تھی یہ سارے واقعات قرآن مجید میں موجود ہیں تو کوئی اللہ تعالیٰ ہر طرح قادر ہے۔ **چھٹا اعتراض** قبور والے انبیاء بھی نہ کسی سے کلام کریں نہ کسی کو ہدایت دیں وہ بھی سامری کے بچھڑے کی طرح ہیں تم ان پر کیوں سر جھکاتے ہو۔ **جواب** اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء اور بعض مومن بھی اللہ تعالیٰ سے کلام کرتا ہے۔ اور ان سے ہدایت لیتا ہے تم ان کی تعظیم کیوں کرتے ہو۔ **جواب** تحقیقی یہ ہے کہ ہم جس بچھڑے کو معبود ماننے والوں سے ہے تعظیم دینے والے یہ خیال رکھتے کہ رب تعالیٰ رسولوں فرشتوں سے وہ ہم سے کلام کرتا ہے یہ تعظیم اسی کے لیے ہم سے کلام کرتا ہے۔

ساتواں اعتراض ہماری قوم نے بچھڑا پوجا تھا اللہ نے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوا ان لوگوں کے سب نے پوجا۔ **جواب** اس میں دو قول ہیں صحیح قول یہ ہے۔ اللہ نے پوجا تھا تو تھوڑے لوگ اس نے مخلوط رہے تھے فرمایا **ومن قوم موسیٰ امة یھدون بالحق وبہ یعدلون** جس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ کی قوم میں ایک امت حق پر رہی (تفسیر کبیر) اور توبہ کے بعد پجاریوں کو پجاریوں کے ہاتھوں قتل کرایا گیا اس سے یہ شبہ رفع ہوتی تو یہ ہو جاتا۔ **آٹھواں اعتراض** مفسرین **سقط فی ایدیھم** کے معنی کرتے ہیں وہ لوگ شرمندہ ہوئے اس کے معنی تو یہ ہیں۔ کہ پجاریوں کے ہاتھوں میں اس کو شرمندگی سے کیا تعلق۔ **جواب** قرآن مجید نے یہاں عرب کا ایک خاص محاورہ استعمال فرمایا ہے وہ لوگ ندامت و شرمندگی کے وقت یہی عبارت استعمال کرتے ہیں **فی یمنی علی** یعنی جس نے اس کے سر کے ہاتھوں پر گرائے گئے شرمندہ آدمی اپنے سر جھکا کر اپنے ہاتھوں پر رکھ لیتا ہے یا لفظ سقط سے سمجھ لیا جاتا ہے ہلکا سقط وغیرہ ہے ویسا ہماری تفسیر جو ہم نے ابھی دی بہرحال عرب کا محاورہ استعمال ہوا ہے۔ **نواں اعتراض** اس آیت سے بچھڑے کی الوہیت کی نفی کی دو دلیلیں ارشاد ہوئیں اس لوگوں سے کلام نہ کرنا اور کسی کو ہدایت نہ دینا اللہ تعالیٰ لوگوں سے کلام نہیں کرتا نہ انہیں ہدایت دیتا ہے ہم سے اس کا کلام کبھی نہیں سننا چاہئے کہ وہ الٰہ ہوا۔ **جواب** رب تعالیٰ براہ راست بھی ہم سے اور بواسطہ بھی ہم سب سے کلام فرماتا ہے اور ہدایت بھی دیتا ہے۔ بچھڑے میں یہ کمال کہاں اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے **لہ دعوة الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم** اگر رب ہم سے کلام نہ فرمائے ہم کو ہدایت نہ دے تو ہم سب گمراہ ہو جاویں حضرت انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کی الوہیت کی دلیلیں ہیں رہ وہ جسے حضرات انبیاء علیہم

www.alahazratnetwork.org ;

رب نہیں۔ دسواں اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ بچھڑا کلام و ہدایت نہیں کرتا اس سے وہ الٰہ نہیں تو حضرات انبیاء کرام ہم سے کلام بھی کرتے ہیں ہم کو ہدایت بھی دیتے ہیں تو چاہئے کہ وہ حضرات الٰہ ہوں۔ جواب۔ آیت کریمہ کا مشاء یہ ہے کہ بچھڑا تو تم سے بھی مدتر ہے کہ تم ایک دوسرے سے گفتگو بھی کرتے رہتے ہو اور ایک دوسرے کو راستہ بھی بتاتے رہتے ہو۔ ہتوں میں تو یہ بھی قوت و طاقت نہیں دوست تو تم پر ہنسنے کرنے والوں سے بھی کمزور ہیں پھر تمہارے معبود کیسے بن گئے یہ مطلب نہیں کہ جو کلام کرے راہ دکھائے وہ خدا ہو جائے۔

تفسیر صوفیانہ: یہ بچھڑا دو چیزوں کا مجموعہ تھا فرعونی سونا اور حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کے ٹاپ کی خاک۔ یہ خاک بڑی ہی متبرک تھی اس خاک کو سامری منافق نے استعمال کیا کہ یہ بچھڑے کے منہ میں ڈالی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خاک نے اپنا اثر دیا کہ سونے کو گوشت و پوست وغیرہ بنا دیا اور اس میں زندگی پیدا کر دی مگر اس کی زندگی سے بنی اسرائیل کے دل مردے ہو گئے یعنی بچھڑے کی زندگی لوگوں کی موت کا باعث بنی کیونکہ سونا فرعون کا عبادت یافتہ تھا اور اس خاک کا استعمال کرنے والا ایک منافق تھا اسی لئے اس سے لوگوں کو ہدایت نہیں ملی گمراہی ملی۔ اگر یہی خاک شریف موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل پر استعمال کرتے تو وہ سب اس کی برکت سے عارف باللہ بن جاتے جس سے پتہ لگا کہ قرآن و حدیث ضرور متبرک ہیں مگر ان کے ذریعہ علم دین ملنے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ معلم عالم دین ہو عالم بے دین نہ ہو دوسرے یہ کہ طالب علم کی فطرت خراب نہ ہو اگر ان دونوں شرطوں میں ایک میں فرق ہو تو وہ پڑھائے گا قرآن مگر سکھائے گا بے دینی اس کے وعظ و نصیحت سے لوگ دین سے بیگانہ ہو جائیں گے لہٰذا چاہئے کہ علم دین عالم دین سے سیکھو اس بچھڑے کی آواز سے لوگوں کی عقل ماری گئی کہ فقط بے معنی آواز سن کر سے خدا مان بیٹھے انہوں نے یہ غور نہ کیا کہ ہر آواز دینے والی چیز خدا ہو جاوے تو ہر بانسری اور باجا خدا ہو جاوے۔ موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے پر ان کی آنکھیں **کھلیں ورلوا انھم قد ضلوا** ہری اور اچھی صحبتوں کا اثر حیوانات بلکہ نباتات و جمادات پر بھی پڑتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ سامری کے بچھڑے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی میں بڑا فرق ہے اگرچہ وہ اونٹنی بھی نبی کا معجزہ تھی اور یہ بچھڑا بھی حضرت جبریل کی کرامت مگر وہ اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کی حمایت ان کی تائید کے لئے تھی۔ مگر یہ معجزہ نبی کے مقابلہ میں بنایا گیا تھا اس لئے بچھڑے کی تعظیم کفر ہوئی اور اونٹنی کی تعظیم ایمان۔ گنگا کا اور زم زم کا پانی دونوں اللہ کی مخلوق ہیں مگر عزت ہر ایک کی الگ الگ ہے۔ کاش سست بختوں سے ایسے ہی جو عالم قرآن و حدیث سے ذریعہ حضور کی اہانت کرے وہ سامری کا بچھڑا ہے جو حضور کی حمایت کرے وہ اونٹنی صالح علیہ السلام کی ہے۔ **سقط فی ایدیھم** کے معنی یہ ہیں کہ ان کی ہدایت مدامت ان کے ہاتھوں میں گئی اور رب نے ہدایت بخشی۔ چونکہ ہدایت اور دعا کے متعلق الفاظ عرشی نعمتیں ہیں جو فرشی بندوں و ملتی ہیں ان سے اسے سقوط فرمایا یعنی گرنا چونکہ یہ ہدایت آئی تھی آسمان سے ہیں۔ اس لئے نزول نہ کہا بلکہ گرنا کہا شاید تھوڑے ہو تاب اس لئے **فی ایدیھم** فرمایا یعنی جب انہیں رب کی طرف سے ہدایت دی گئی اور معافی مانگنے کے الفاظ القاء کئے گئے تو ان میں وہ شرمندہ ہوئے اور زبان سے انہوں نے یہ الفاظ کہے۔

www.alahazratnetwork.org

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِىْ
اور جب لوٹے موسیٰ اپنی قوم کے طرف غصہ میں بھرے افسوس کرتے فرمایا بری جانشینی کی جو کچھ میرا تم نے
اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا افسوس کرتا ہوا کہا تم نے کیا بری جانشینی کی
مِنْۢ بَعْدِىْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ
میرے بعد پیچھے کیا جلدی کی تم نے حکم اپنے رب کے اور ڈال دیں تختیاں اور پکڑا سر
میرے بعد کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی اور تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال
يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِىْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِىْ
اپنے بھائی کا کھینچتے ہوئے اپنی طرف کہا اے بیٹی ماں کے بیشک قوم نے کمزور سمجھا مجھ کو اور قریب تھے
پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا کہا اے بیٹی ماں جائے قوم نے مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ
فَلَا تُشْمِتْ بِىَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِىْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ
کہ قتل کر ڈالتے مجھ کو پس نہ ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ کر مجھ کو ساتھ ظالم لوگوں کے کہا اے رب میرے
مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھ کو ظالموں میں نہ ملا عرض کی اے میرے
اغْفِرْ لِىْ وَلِاَخِىْ وَاَدْخِلْنَا فِىْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝
بخش دے مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو سب سے زیادہ رحم والا ہے سارے رحم والوں سے
رب مجھے اور میرے بھائی کو بخشدے اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے اور تو سب رحم والوں سے بڑھ کر رحم والا ہے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے دو طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں بنی اسرائیل کی بچھڑا پوجا کا ذکر ہوا اس پر عملی رد ہے یعنی تمہارے دین سے وہ حکم سے خدا کی نافرمانی ہوئی۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت ہارون علیہ السلام کی عزت قائم ہوئی اس کی طبیعت سے بنی اسرائیل سے ناراضگی ہوئی۔ پچھلا یا ہوں یا ہوں حضرت ہارون علیہ السلام کی عزت کی تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف سے بنی اسرائیل کی آپ کے پیچھے مخالفت ہوئی اس سے ان کی قوم سے ناراضگی ظاہر ہوئی یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے جدا ہونے کے بعد ان کے ساتھ کے لوگ تھے انتقال میں وقت تک ان کے ساتھ رہے اسلئے یہ واقعہ مناسب ہے۔

تفسیر **ولما رجع موسی الی قومه**۔ یہ ملاحظہ ہو ابتدا سے یہ ہونے سے مراد ہے تورات شریف لے آنا

آئے قوم سے مراد ساری وہ قوم ہے جو آپ سے پیچھے فلسطین میں رہ گئی تھی ان میں حضرت ہارون علیہ السلام بھی تھے ان میں پہاڑی بھی تھے اور اس سے محفوظ رہنے والے حضرات بھی۔ لہذا قوم سے مراد ساری بنی اسرائیل ہیں چونکہ آپ اس وقت سیدھے اپنی قوم کے پاس پہنچے تھے۔ پہلے آپ طور پر گئے تھے اس لئے **الی قومہ الی بیتہ** فرمایا یہ اگلا مضمون بھی قوم سے تعلق رکھتا ہے اس لئے قوم ہی فاذکر یا **غضبان اسفا** یہ دونوں رجع کے فاعل موسیٰ سے حال ہیں یا **غضبان** موسیٰ کا حال ہے اور **اسفا** مبالغہ کا صیغہ بنا ہے غضب سے **اسفا** بنا ہے **اسف** سے۔ اسی سے ہے **اسیف** حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا **فاذا ابابکر رجل اسیف** اس میں گفتگو ہے کہ غضب اور اسف میں کیا فرق ہے اس کے متعلق چند قول ہیں۔ (۱) غضب ہر غصہ کو کہتے ہیں مگر اسف سخت غصہ کو کہتے ہیں۔ (۲) بعض کہتے ہیں غضب کا مقابل رضا ہے اور اسف کا مقابل فرح ہے لہذا دونوں بالکل ہم معنی ہیں لہذا اسفا تاکید ہے غضبان کی۔ (۳) غضب بمعنی غصہ ہے اور اسف بمعنی غم۔ (۴) یہ کہ غضب سے غم ہوتا ہے اور کبھی غم سے غضب یعنی اپنی قوم پر آپ کو غصہ بھی تھا اور ان کی حرکت سے غم بھی (۵) ہو سکتا ہے عمل پر غضب ہو تاسف اور اپنے سے اعلیٰ کے عمل پر اسف یعنی رب کو غم موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی حرکتوں پر غصہ ہو اور خدا تعالیٰ کی ذلیل پر رنج کو غم ہو (اسحاقی۔ کبیر۔ خازن وغیرہ) یا بچھڑا پوجنے والوں پر آپ کو غصہ آیا اور مومنین کی سستی سے آپ کو غم ہوا یا اس کے برعکس۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ موسیٰ علیہ السلام سے تین حالات بیان فرمائے۔ اول کا حال غضبان اسفا رہا شریف کا حال **قال بئسما خلفتمونی** ہاتھ شریف کا حال **والقی الالواح** چونکہ دل بادشاہ ہے باقی اعضاء رعایا دل میں محبت ہو تو زبان سے الفاظ شیریں بطور طرز کی نکلتی ہے اس لئے پہلے دل کا حال بیان ہوا پھر زبان و ہاتھ کا چنانچہ ارشاد ہے **قال بئسما خلفتمونی من بعدی** اس فرمان میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس میں خطاب بچھڑے کے پجاریوں سے ہے اس صورت میں **ما** موصولہ ہے اس سے مراد ان کی پرستش ہے معنی یہ ہیں کہ برے ہیں وہ کام جو تم نے میرے پیچھے میری غیر موجودگی میں کئے۔ **خلفتمونی** تم نے میرے پیچھے کئے **من بعدی** میری غیر موجودگی میں۔ دوسرا خطاب ہے حضرت ہارون اور ان کے ساتھی مومنین سے تو اس پرستش سے محفوظ رہے **ما** مصدریہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم نے میری غیر موجودگی میں میری نیابت بری طرح کی کہ تبلیغ نہ کی۔ بت پرستوں سے بری برتی آپ نے طور پر جاتے وقت حضرت ہارون سے کہا تھا **اخلفنی فی قومی** تفسیر کبیر نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی بعض نے پہلی توجیہ کو (روح المعانی وغیرہ) یعنی اے ہارون اور مومنین تم نے قوم کی حالت بھی دیکھی تھی کہ فرعون سے نجات پاتے ہی ایک قوم کو بچھڑا پوجتے دیکھا تو بولے **اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ** اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو جیسے کہ ان کے لئے معبود ہیں اور میری تبلیغ بھی دیکھی تھی کہ میں نے کس طرح انہیں سیدھا رکھا پھر تم نے انہیں پرستش کرنے دی (خازن) یہ کی خلافت دو قسم کی ہوتی ہے سوقتی اور دائمی موسیٰ علیہ السلام نے اس موقعہ پر حضرت ہارون وغیرہ کو وقتی خلیفہ کہا تھا آپ کے بعد دائمی خلیفہ یوشع علیہ السلام ہوئے تھے یہاں وقتی خلافت کا ذکر ہے جو چند روزہ تھی۔ **اعجلتم امر ربکم** اس میں خطاب بچھڑا پرستوں سے ہے اس میں الف انکاری بلکہ عتاب کے سوال کا ہے اس عبارت کی ترکیب میں بہت گفتگو ہے روح المعانی نے فرمایا کہ اصل عبارت یوں تھی **عن اعجلتم عجالۃ امر ربکم** کیونکہ تعجیل کے بعد عن آتا ہے یعنی کیا

www.alahazratnetwork.org

تم سے اس چیز سے جلدی کی جس کا تم کو رب نے حکم دیا تھا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتظار۔ جب موسیٰ علیہ السلام طور سے واپسی میں کچھ دیر لگ گئی تو سامری بولا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی آؤ تم کو خدا میں دکھاتا ہوں اس کی عبادت کرو بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں **عجلتم** معنی **ترکتم** ہے یعنی کیا تم نے اپنے رب کا حکم چھوڑ دیا۔ خیال رہے کہ عجلت اور سرعت دونوں کے معنی میں جلدی مگر وقت سے پہلے کسی کام کو کرنا عجلت ہے اور وقت میں پھرتی سے کام بنانا سرعت۔ اسی لئے اکثر عجلت کی برائی کی جاتی ہے اور سرعت کی تعریف۔ یک شاعر کہتا ہے۔ کہ

تعجیل کار شیاطیں بود!

مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں کبھی عجلت بمعنی سرعت آجاتا ہے کہ **عجلت الیک رب لترضی** یہاں تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ **عجلتم** بمعنی **سبقتم** ہے اسی لئے اس کے بعد **عن** نہیں آیا بعض نے فرمایا کہ **عجلتم** بمعنی **ترکتم** ہے اور **امر ربکم** سے مراد ہے ایمان و تقویٰ کا حکم یعنی کیا تم نے اپنے رب کا حکم بہت جلدی چھوڑ دیا کہ چالیس دن کے اندر تم لوگ مرتد بچھڑے کے پجاری بن گئے **والقی الالواح** یہ عبارت معطوف ہے **قال یٰقوم** پر قوی یہ ہی ہے۔ اس کا حال ہونا ضعیف ہے **القی** بنا ہے **القاء** سے۔ بمعنی ڈالنا پٹخنا پھینکنا۔ الواح جمع ہے لوح کی۔ بمعنی تختی اس سے توریت شریف کی تختیاں مراد ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تختیاں آٹھ تھیں جو ہاتھوں میں اٹھائی جاسکتی تھیں اور ساتھ سات کلوزن ہوتیں تو ڈالنے یا پھینکنے کی یا صورت ہوتی ڈالنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ آپ نے پھرتی سے رکھیں جو حس میں پھینکنا معلوم ہوا (روح المعانی) پھینکنا حسی تھا کہ حقیقی دوسرے یہ کہ واقعی آپ نے ہاتھ سے گرا دیں مگر توہین کے لئے نہیں بلکہ جوش غضب میں بے اختیاری طور پر یہ کام سرزد ہوا بے خودی میں کہ غصہ محض اللہ کے لئے تھا سامری پر غصہ آیا کہ اس نے بچھڑا بنایا کیوں۔ یا قوم پر کہ انہوں نے پوجا کیوں۔ یا ہارون علیہ السلام پر کہ انہوں نے لوگوں کو پرستش سے منع کیوں نہیں کیا۔ تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے موسیٰ علیہ السلام بہت ہی تیز مزاج تھے جس وقت غصہ میں آپ کے سر کی ٹوپی جل جاتی تھی (روح المعانی) خیال رہے کہ گرا دینے سے توریت کے سات حصے ٹوٹ گئے جن میں تفصیل **کل شی** تھی اور علم غیب تھا صرف ایک حصہ باقی رہا جس میں وعظ و نصیحت حلال و حرام تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے (روح المعانی وغیرہ) یہ بات خوب یاد رکھی جائے توریت آئی تھی تو اس میں علوم غیبیہ اور تفصیل **کل شی** بھی تھے مگر جو باقی رہی تو اس میں صرف احکام تھے۔ **واخذ برأس اخیہ یجرہ الیہ** یہ عبارت معطوف ہے **القی الالواح** پر اس میں موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے عمل کا ذکر ہے **راس** یعنی سر سے مراد ہے سر کے بال یعنی داڑھی۔ **اخیہ** سے مراد ہارون علیہ السلام جو آپ کے سگے بھائی تھے آپ سے تین سال عمر میں زیادہ تھے مگر رتبہ میں موسیٰ علیہ السلام تابع تھا کہ آپ سلطان تھے اور حضرت ہارون وزیر یہاں صرف سر کے بال پکڑنے کا ذکر ہے مگر سورہ طٰہٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت ہارون کے سر کے بال بھی پکڑے اور داڑھی بھی **قال ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا برأسی** خیال رہے کہ اس عمل میں بھی حضرت ہارون کی توہین مقصود نہیں بلکہ جس جوش اور جھنجلاہٹ میں آپ نے توریت کی تختیاں ڈالیں اس جوش میں حضرت ہارون سے یہ سوال کیا۔ **یجرہ** حال ہے **اخذ** کے فاعل سے۔ یہ بنا ہے **جر** سے۔ بمعنی کھینچنا گھسیٹنا۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے کوہ

www.alahazratnetwork.org

طور پر ہی موسیٰ علیہ السلام کو خبر دے دی تھی کہ بچھڑا سامری نے بنایا ہے مگر آپ نے حضرت ہارون پر یہ سختی کی اس الزام میں کہ اے ہاروں تم نے ایسوں کو ان حرکات سے روکا کیوں نہیں۔ روح المعانی نے فرمایا کہ اس عتاب میں قوم کو ڈرانا مقصود تھا کہ وہ یہ حالات دیکھ کر اپنے کرتوت سے علیحدہ توبہ کریں سوچیں کہ جب حضرت ہارون پر یہ عتاب ہو رہا ہے تو بچھڑا پرستی کرنے والوں کا کیا حال ہوگا یہ تو بہت ہی نفیس ہے حضرت ہارون آپ کے اپنے بھائی تھے بھائی بھی بڑے تو انہی بھی اپنوں پر عتاب دوسروں کے لئے عبرت ہوتا ہے **قال ابن ام** اس عبارت میں **قال** کا فاعل حضرت ہارون ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں اس لئے اس کے معنی ہو سکتے ہیں مدد چونکہ آپ حضرت موسیٰ سے عمر میں بڑے ہیں اس لئے معنی ہو سکتے ہیں فرمایا وہ تو آپ ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام سلطان اس لئے معنی ہو سکتے ہیں غرض یہ قرآن مجید میں یہ **قال** ایسا ہے جس میں تین احتمال ہیں ان سے پسندیدہ شیوہ ہے اور **ام** کے بعد ی متکلم اصل میں **یا ابن امی** تھا ہماری قرءت میں **ام** میم کے فتح سے ہے ایک قرءت میں **ام** میم کے کسرہ سے ہے حضرت ہارون جناب موسیٰ کے حقیقی بھائی ہیں والدہ کا نام عمران ہے ماں کا نام یوحانذ بنت یصہر ابن لاوی ہے بعض نے فرمایا کہ ان کا نام محمیانہ ہے یا کہ یارصا بادخت بہرحال میں حقیقی بھائی مگر صرف ماں کا نام لیا یہ ظاہر ہے نام میں محبت سے جوش مارنے کی تاثیر ہے اس نام سے دل میں محبت و رحمت کا دریا جوش مارنے لگتا ہے غصہ ختم ہو جاتا ہے اردو گیتوں میں بھائی تو بہت جگہ میا بیا کہا جاتا ہے جیسے رسول کا نام محبت کا سرچشمہ ہے کسی مسلمان سے لڑائی میں کہہ دو اسے میرے رسول کے امتی دیکھو پھر کیا نظارہ ہوتا ہے کیونکہ ماں کے سینہ سے دودھ ملا ہے حضور انور کے سینہ سے قرآن و ایمان ملا ہے بلکہ رب تعالیٰ کو صریح کرنے کے لئے حضور کا نام اکسیر ہے۔ اس نام کی تاثیر ہے ماما کا نام مبارک میں دو میم ہیں جس سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں حضور مخلوق کو خالق سے اور مخلوق میں بعض کو بعض سے ملانے میں حضرت سیدہ کے سامنے جب شیر غرا کر آیا تو آپ نے شیر سے کہا **انا مولی رسول اللہ** (مشکوٰۃ) صرف اس خطاب سے ہی موسیٰ علیہ السلام کا جوش تھم ہو گیا **ان القوم استضعفونی**۔ یہ ہے **قال** کا اصل مقولہ۔ قوم سے مراد بچھڑے کے پجاری اسرائیلی ہیں نہ کہ مومنین۔ پجاری بہت زیادہ تھے مومنین بہت تھوڑے استضعاف کے معنی میں کسی کو کمزور سمجھنا خواہ وہ واقع میں کمزور ہو یہ حضرت ہارون واقع میں بہت قوی تھے کہ اللہ کے نبی تھے مگر ظاہری اسباب کے اعتبار سے بچھڑا پرستوں کے پاس زیادہ تعداد تھی اس لئے انہوں نے حضرت ہارون کو مرعوب محسوس کیا **یوکادوا یقتلوننی** یہ عبارت معطوف ہے **استضعفونی** پر کمزور سمجھنے کا نتیجہ بیان کر رہی ہے یعنی میں نے انہیں بت پرستی سے روکا تو وہ میرے دشمن ہو گئے میرے قتل کے درپے ہو گئے **فلا تشمت بی الاعداء**۔ **تشمت** باب **شماتت** سے جس کے معنی ہیں دشمن کی مصیبت پر خوشی یا طعنہ۔ اعداء سے مراد وہ بچھڑا پرست اسرائیلی ہیں اگرچہ وہ لوگ حضرت ہارون کے عزیز و قرابت دار تھے مگر عقیدہ کی وجہ سے آپ نے انہیں دشمن کہا یعنی اے بھائی میرے دشمنوں کو خوش کرو یہ انہیں طعنہ دینے کا موقعہ نہ دو انہیں مجھ پر ہنسنے کا نہ دو انہیں سمجھیں کہ حضرت ہارون کے بھائی بھی ان پر ناراض ہو گئے۔ بھائیوں میں چل گئی اس سے میرے قاتلوں کی نظریں اور بھی مڑ جائے **ولا تجعلنی مع القوم الظلمین** یہ عبارت معطوف ہے **لا تشمت** پر یعنی اے بھائی مجھے عتاب میں ظالم قوم کا ساتھی نہ بناؤ کہ ان کے ساتھ مجھ پر بھی عتاب کرو۔ خیال رہے کہ یہاں اکراہی صرف عتاب میں مراد ہے عقیدہ یا اعمال میں

www.alahazratnetwork.org

امر ہی مراد نہیں یا یہ مطلب ہے کہ آپ مجھے خاطیوں میں سے نہ سمجھیں کہ میں نے تبلیغ نہ کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اور اس بت پرستوں نے بت پرستی کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اے بھائی واقعہ یہ ہیں ہے (معاذ اللہ) کبھی عمدی سمجھنا بھی آتا ہے رہے فرماتا ہے **وجعلوا الملئکۃ الذین ھم عباد الرحمن**۔ اب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عذاب اور حضرت ہارون کے حلال کا اظہار فرمانے کا ذکر ہوا کہ آپ نے ماں کا نام لیا اب اس اظہار کے نتیجے کا ذکر ہو رہا ہے کہ ماں کا نام سنتے ہی حضرت موسیٰ کا جلال جمال میں تبدیل ہو گیا بجائے غضب کے رحمت کا دریا جوش مارنے لگا چنانچہ ارشاد ہوا۔ **قال رب اغفرلی ولاخی** یہ موسیٰ علیہ السلام کا قرباں علوم جو ہے آپ نے حضرت ہارون سے ولی محبت کی بنا پر اپنی دعا میں شامل کر کے ان کو جواب بھی دے دیا اور ان کے رحمی دل پر مرہم بھی رکھ دیا اللہ کا نام رحمی دوں کا کام ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

اے بہ یادت نالہ مرغ سحر ا اے کہ نامت مرہم زخم جگر

غرضکہ حق کا نام ہی کی دعا مرہم زخم جگر ہوتی ہے رب فرماتا ہے **ان صلوتک سکن لھم** حضور کی دعا سے دلوں کو چین و سکون ملتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس موقعہ پر نہ آپ سے کوئی سکتہ ہوا نہ حضرت ہارون سے حضرات انبیاء کا ہر کام امت کو تعلیم دینے کے لئے ہوتا ہے نیز۔

عابداں از گناہ توبہ کنند ا عارفاں از عبادت استغفار

نیز اس دعا سے تمام قوم کو بتادیا کہ آپ اپنے بھائی پر ناراض نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ سے یہ دعا سنکر وہ حضرت ہارون نے بھی سنی اور قوم نے بھی۔ جسے سن کر حضرت ہارون کو تسلی ہوئی دشمنوں کو مایوسی بعض موقعہ پر اونچی آواز سے دعا کرنا اچھا ہے۔ عام حالات میں آہستہ رب فرماتا ہے **ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ۔ وادخلنا فی رحمتک**۔ یہ عبارت معطوف ہے **اغفرلی** پر اور یہ دوسری دعا ہے۔ رحمت سے مراد کوئی خاص رحمت ہے یا بلندی درجات یا خصوصی قرب ہے ورنہ ایمان، عرفان، نبوت، کتاب الٰہی کی عطاء تو کلام الٰہی کی عزت تو آپ کو پہلے ہی سے حاصل تھیں۔ اس دعا میں اپنے اور حضرت ہارون کے لئے یکساں ضمیر سے دعا کی گئی **ادخلنی واخی** نہ فرمایا جس سے بے انتہا مہربانی ظاہر ہوتی ہے۔ **وانت ارحم الرحمین**۔ یہ دعا کا تتمہ ہے کہ دعا کو رحم ہی پر ختم کیا تاکہ پتہ لگے کہ دعا کے بعد رحمت انبیاء سے ہوئی اے موسیٰ تیرے بہت سے بندے رحمت و کرم کا پیکر ہیں۔ ماں باپ بعض دوست، خویش و اقارب رحیم ہوتے ہیں مگر تو تمام رحیموں سے بڑھکر رحمت والا ہے کہ سب کی رحمتیں محدود ہیں تیری رحمت غیر محدود اسی سے ہم تجھ سے یہ دعائیں کر رہے ہیں۔

خلاصہ تفسیر ادھر قوم کی بچھڑا پرستی کا حال تم نے سن لیا ادھر موسیٰ علیہ السلام کا حال سنو آپ طور سے اپنی قوم اسرائیلیوں کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے تھکاوٹ ہوئے ہوئے یونہی اس واقعہ کی اطلاع ایسی طور پر ہی مل چکی تھی آتے ہی کافر یا مومن قوم سے خطاب کیا فرمایا تم نے میرے پیچھے جو کام کئے وہ بہت ہی برے ہیں یا اے مومن اسرائیلیو تم نے میرے پیچھے میری بڑی بری طرح کی کہ میری طرز بت پرستوں کو تبلیغ نہیں کی۔ کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی کہ میرے واپس آنے کا انتظار نہیں کیا یہ فرمایا اور سخت غصہ کی حالت میں توریت کی تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی

www.alahazratnetwork.org

ہارون کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچے کہا کہ تم نے بت پرستی روکنے میں سستی کیوں کی۔ جناب ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے پہلے میری بات تو سن لے میں نے تبلیغ میں بالکل سستی نہیں کی قوم نے مجھے بہت ہی کمزور سمجھا۔ میری جان کے پیچھے پڑ گئے وہ تو مجھے قتل ہی کرنے لگے تھے تب تم تو مجھ پر میرے دشمنوں کو نہ ہنسا کہ تمہاری باتیں سن کر لوگ کہیں گے کہ دونوں بھائیوں میں چل گئی مجھے ان ظالموں کا ساتھی نہ بنا میں نے کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مولیٰ مجھے بھی بخش دے اور میرے اس بھائی کو بھی اور ہم دونوں کو اپنی خصوصی رحمتوں میں داخل فرما تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم والا تو ہی ہے ہم تیرے رحم تیری رحمت سے کوئی بے پرواہ نہیں اور تیری رحمت کسی سے دور نہیں۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** اللہ کے لئے غصہ کرنا سنت انبیاء ہے اس پر بڑے اجر و ثواب کی امید ہے موسیٰ علیہ السلام کا یہ جوش و غصب خالص اللہ تعالیٰ کے لئے تھا **الغضب للہ والبغض للہ** یہی عبادت ہے یہ **فائدہ غضبہ لربہ** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** صرف اپنی اصلاح ہی نہیں دوسروں کو بھی دینا بھی ضروری ہے یہ فائدہ **بئسما خلفتمونی** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ یہ خطاب موسیٰ سے ہوا۔ **تیسرا فائدہ** مخاطب موسیٰ علیہ السلام سے حضور انور ﷺ صحابہ اکمل ہیں یہ فائدہ **بئسما خلفتمونی من بعدی** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا اس آیت میں خطاب بگڑا ہوا سے ہوا دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو صرف اس بات کی دیر لگی تو آپ کے ساتھ رہنے والے اسرائیلی بت پرست بن گئے۔ حضور سید عالم ﷺ بارہا بار عرصہ تک مدینہ منورہ سے باہر رہے مگر صحابہ کرام کی کسی عبادت میں فرق نہ آیا۔ حضور کی وفات کے بعد صحابہ نے ہی اسلام کو سنبھالا اسے پھیلایا جس کی مثال نہیں مل سکتی گی۔ خلافت حیدری میں صحابہ میں اختلافی خلاف بنا پر جنگیں ہوئیں مگر کوئی عقیدہ اسلامیہ سے نہ پھرا ان جنگوں میں بھی **رحماء بینھم** کی جھلک تھی اس سے ہماری کتاب امیر معاویہ کا مطالعہ کرو۔ **چوتھا فائدہ** جوش اور بے خودی کی حالت کے افعال پر شرعی احکام مرتب نہیں ہوتے۔ دیکھو توریت شریف تختیاں تھی اس کی تختیاں قابل احترام تھیں ان کی توہین عالم ایمان مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ گر دیں اور رب کی طرف سے عتاب ہوا کہ یہ سب کچھ جوش اور بے خودی میں ہوا اور وہ جوش اور بے خودی رب کے لئے تھی۔ ایک صحابی نے نماز مغرب کی امامت کی شہ میں تھے۔ سورہ کافرون کی تلاوت کی اور چاروں رکعت پڑھ گئے جس سے معلوم ہوا کہ تین رکعت پر عتاب ہوا صرف یہ فرمایا گیا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا یہ عتاب بھی نہ ہوتا اگر حضرت علی تھے اور یہ رعایت یوں ہوئی کہ وہ خود بے خود جوش تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

اس میں روضہ کا قصہ ہو کہ طواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

لہٰذا مجذوب بے تقیدوں سے قول و عمل پکڑیں ان کے جذب والے اقوال و اعمال نہ تو یہ واقعہ اس قاعدے کی اصلی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کے رسول اللہ کی کتاب سے افضل ہوتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام توریت کی تختیوں سے افضل تھے۔ کلام اللہ اور کتب اللہ کا فرق یاد رکھو۔ **پانچواں فائدہ** بادشاہ اور ہر کوئی باپ اور دوست شاگرد و پیر مرید کو سب قصور بھی معاف نہیں کرتا ان پر غصہ ہوتا ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون پر بلا قصور سختی کی مگر بعد میں ان

www.alahazratnetwork.org

سے معافی مانگی نہ اسمیں قصاص دیا۔ رب نے ان چیزوں کا حکم دیا صرف دعا میں انہیں شریک کرلیا۔ ایسی حالت میں چھوٹے بڑے کا فرق بھی اٹھ جاتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں تین سال بڑے تھے مگر واقعہ یہ پیش آگیا۔ ایوب علیہ السلام سے اپنی بے قصور بیوی جیسی رحمت کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی جب تندرست ہوئے تو رب نے فرمایا **وخذبیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث**۔ آپ اسمیں جھاڑو مار دو قسم نہ توڑو۔ اس سختی پر عتاب نہ فرمایا۔

چھٹا فائدہ: ماں کے نام میں عجیب تاثیر ہے اس نام سے دل میں محبت جوش مارتی ہے کیونکہ ماں نے بچپن میں فریاد دودھ پلایا ہوتا ہے اس دودھ کی یہ تاثیر ہے۔ یہ فائدہ اس اہم فرمانے سے حاصل ہوا دیکھو حضرت ہارون نے جناب موسیٰ کا غصہ دور کرنے کے لئے انہیں اہم ماں کی طرف نسبت کیا نہ تو **ابن عمی** نہ نام لیا اس وجہ سے کہ ماں کا حق زیادہ ہے ماں کی رضا میں رب تعالیٰ کی رضا ہے۔

حکایت: حضور انور کے زمانہ میں ایک شخص کی جان کنی کی مصیبت آئی تو اس کی ماں سے کلمہ طیبہ نہ مل سکا۔ لوگوں نے بارگاہ نبوت میں یہ ماجرا عرض کیا۔ حضور انور تشریف لائے آتے ہی کلمہ پڑھانے کی کوشش کی مگر زبان سے کام نہ کیا۔ حضور انور نے پوچھا کہ کیا یہ نماز روزے میں سستی کرتا تھا عرض کیا گیا کہ وہ اس کا بہت ہی پابند تھا فرمایا کہ یہ اپنے ماں باپ کا نافرمان تو نہ تھا لوگوں نے کہا ہاں نافرمان تھا۔ فرمایا اس کی ماں کو بلاؤ وہ آئی ملاحظہ فرمایا کہ وہ واقعی نور بصرت بوڑھی تھی حضور انور نے فرمایا بچے کو معافی دے دے وہ بولی میں معاف نہ کروں گی اس نے مجھے بہت ستایا ہے مجھے طمانچہ مار کے کانا کردیا۔ فرمایا اچھا لکڑیاں اور آگ لاؤ ہم اسے جلائیں گے اس بوڑھی کے سامنے کیونکہ تو اسے معاف نہیں کرتی وہ بولی حضور میں نے معاف کیا میں نے اسے نو ماہ پیٹ میں رکھا دو سال دودھ پلایا اس لئے نہیں کہ یہ میرے سامنے آگ میں جلے ماں کا یہ کہنا تھا کہ مرنے والے کی زبان پر کلمہ جاری ہوگیا روح الیقین) دستور جب ماں جس کی رحمت اور پر معمولی سی ہے اپنے بچہ کو آگ میں نہیں چلنے دیتی تو رب ارحم الراحمین سے امید ہے کہ ہم گنہگاروں کو آگ میں نہیں جلنے کا معاف دے گا۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

لطف خدا بیشتر از جرم ماست ۔۔۔ نکتہ سربستہ چہ دانی خموش

دل طمع مہر از لطف بے نہایت دوست ۔۔۔ کہ مہر سرمہ را لطف بے نہایت تو

(روح البیان)

ساتواں فائدہ جب حالت ہوں اور جان کا خطرہ ہو تو تبلیغ نہ کرنا گوشہ نشینی اختیار کرنا بھی جائز ہے یہ فائدہ **وکادوا یقتلوننی** سے حاصل ہوا دیکھو ہارون علیہ السلام نے جب حالات بگڑتے دیکھے تو بچھڑا پرستوں سے علیحدگی اختیار کرلی اور آپ کے اس عمل پر اعتراض نہیں کیا گیا۔ **آٹھواں فائدہ** رعب و دبدبہ رب کی طرف سے کسی کسی ولی کو ملتا ہے دیکھو قوم اسرائیل حضرت ہارون علیہ السلام سے نہ دبی بلکہ ان کے مقابلہ میں بنی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت مرعوب ہوئی یہ آپ نے ان کا بنایا ہوا بچھڑا آگ کے سامنے جلادیا مگر وہ خاموش دیکھتے رہے انہیں حکم دیا کہ اپنے کو قتل کے لئے پیش کردو تو سب ہی گردنیں پیش کر کے بیٹھ گئے جیسا کہ پہلے پارہ میں گزر چکا یہ تھا رعب و دبدبہ کلیم الٰہی۔ ہمارے حضور کا رعب موسیٰ کے دل میں اب تک ہے بڑے بڑے علماء نام پاک سن کر کانپ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضری کے موقعہ پر پہلے سلام شریف میں

www.alahazratnetwork.org

بڑے بڑوں کے حواس گم ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ حضور کا رعب ہر مومن کے دل میں اور بھی زیادہ کرے۔ علماء کو چاہئے کہ ہمیشہ حضور کی شان امت کو سنایا کریں تاکہ دلوں میں ہیبت پیدا ہو اسی ہیبت پر ایمان کی بنیاد قائم ہے۔ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مجبوبیت کا معجزہ بھی دیا **والقیت علیک محبۃ منی** اور رعب کا بھی جو یہاں مذکور ہے مگر یہ دونوں معجزے ان کی حیات شریف تک تھے حضور کے یہ دونوں معجزے لب تک میں اور قیامت تک رہیں گے۔ حس مشاہدہ ہو رہا ہے **نواں فائدہ** اسلامی بادشاہ کا یہ فرض ہے کہ ہر گرفتار کو آزاد حضور فوراً علیحدہ ہے ہر شخص غور کرے کہ میں نے حضور اور کی اچھی خدمت کی یا بری خدمت گھوڑا بھی غریب، بیمار، ماں باپ بچوں ماتحتوں کی اصلاح بھی کی تو اچھا حصہ ہے اگر ان باتوں سے غافل رہا تو برا حصہ یہ فائدہ **بئسما خلفتمونی** سے حاصل ہوا۔ **دسواں فائدہ** دعا عام بھی کرنی جائز ہے اور خاص بھی مگر سنت یہ ہے کہ بندے سے کرے یہ فائدہ **رب اغفرلی ولاخی** سے حاصل ہوا۔ حضرت خلیل نے دعا کی **رب اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب**۔ **گیارہواں فائدہ** دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ شروع بھی کرے رب تعالیٰ کی حمد سے اور ختم بھی حمد پر دو طرف حمد ہو بیچ میں عرض مدعا ہو یہ فائدہ **رب ارحم وانت خیر الرحمین** فرمانے سے حاصل ہوا پہلے حمد الٰہی کرے جو اپنے مدعی کے مطابق ہو۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے رب سے مغفرت مانگی تو رب بہت رحمت سے اس کی ضمن اگر کسی پر بددعا کی ہو تو انتقام لیا جاتا ہے۔ **بارھواں فائدہ**۔ مرتد اور کافر مومن کے دشمن ہیں اگرچہ رشتہ دار قرابت دار ہی ہوں یہ فائدہ **فلا تشمت بی الاعداء** سے حاصل ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے بچھڑا پوجنے اسرائیلیوں کو دشمن کہا حالانکہ وہ لوگ آپ کے ہم نسب تھے۔ **تیرھواں فائدہ**: جیسے ماں باپ کو اپنی اولاد کی جسمانی تکلیف سے دکھ ہوتا ہے یوں ہی نبی کو امتی کے گناہوں سے رشتہ روحانی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے یہ فائدہ اس آیت سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی بچھڑا پرستی دیکھ کر بہت ہی صدمہ ہوا۔ فرمایا **عزیز علیہ ما عنتم** جیسے روح کو جسم پر مضر کی تکلیف کی خبر ہے یوں ہی حضور کو امتی کے ہر دکھ درد کی خبر ہے۔ ابھی آخر جولائی 1971ء میں امریکہ نے اپالو پندرہ چاند پر بھیجا اس میں تین آدمی ہیں چاند زمین سے دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار میل ہے مگر وہاں سے امریکہ والے ان کے دلوں کی دھڑکن کی آواز سن رہے ہیں ان کے لباس میں سوراخ ہو گیا زیادہ سورج ہے تھے انہیں امریکہ سے بلایا اور بتایا کہ تمہارے کپڑے میں سوراخ ہو گیا آنکھیں صبح ہو رہی ہے یہ ہے تار اور سانس کی طاقت تو نبی کے نور کی طاقت کیسی ہوگی۔

پہلا اعتراض توریت شریف کا بھی ہے اس کی سب اولاد کھرے اس کی قسمیں پختا اس کی سخت سب اولاد ہے پھر موسیٰ علیہ السلام نبی نے یہ کام کیوں کیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو پختا فرض ہے۔ **جواب**۔ قرآن مجید کو پختا ان عرب میں تھا جن کی غرض سے ہو وہاں یہ نہیں تھی یہ تھا آپ کا یہ عمل جوش غضب میں ہوا جب کہ آپ بے خود ہو گئے تھے ایسی حالت میں شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ **دوسرا اعتراض**۔ حضرت ہارون علیہ السلام نبی ہیں اور نبی کی اولاد نبی ہے پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان کی توہین کیوں کی یہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی ہیں بڑے بھائی کا احترام ضروری ہے۔ **جواب** اس کا جواب وہی ہے جو ابھی پہلے اعتراض کے جواب میں عرض کیا گیا کہ ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے نیز موسیٰ علیہ السلام دوسرے میں

www.alahazratnetwork.org

حضرت ہارون سے بڑے ہیں کہ جناب ہارون صرف نبی ہیں مگر آپ نبی بھی ہیں رسول بھی صاحب کتاب بھی صاحب معجزات بھی کلیم اللہ بھی۔ یہ آپ سلطان ہیں حضرت ہارون وزیر آپ ہی کی دعا سے جناب ہارون نبی ہوئے اس وجہ سے آپ بڑے ہیں مگر بڑا چھوٹے پر سختی کرے تو اس میں اس کی توہین نہیں ہوتی۔ **تیسرا اعتراض** اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اصل واقعہ سے بے خبر تھے ورنہ آپ بھائی سامری کے بے قصور بھائی پر غصہ کیوں کرتے معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب نہ تھا۔ **جواب** قرآن کریم فرمارہا ہے کہ آپ کو سارے واقعہ کا علم اور طور پر ہی ہو چکا تھا رب تعالیٰ سے آپ کو معلوم ہوا تھا بھی کہ **اضلهم السامری** اسی سامری نے گمراہ کردیا آپ کا حضرت ہارون سے یہ برتاؤ دوسروں کو سکھانے ڈرانے کے لیے تھا کہ جب بے قصور بھائی پر آپ اس درجہ ناراض ہیں صرف تبلیغ میں کوتاہی کے احتمال سے پھر ہمارا کیا حال ہو گا ہم تو بڑے ہی مجرم ہیں یوں کہو کہ جیسے توریت کی تختیوں کو گرانا انتہائی جوش میں ہوا ایسے ہی یہ عمل بھی اسی وجہ سے ہوا۔ **چوتھا اعتراض** تم نے کہا کہ استاد سے شاگرد کا بچہ سے مرد کا باپ سے لوہار کا نائی سے مثل و اقصاص نہیں یہ سب کچھ مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور پرنور نے ایک صحابی کے سامنے اپنا قصاص کے لیے پیش فرمایا کہ تو مجھ سے بدلہ لے لے۔ وہ حدیث تمہارے اس قول اور قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے۔ **جواب** حضور انور کا اپنا قصاص کے لیے پیش فرمانا تعالیٰ علی اظہار تواضع اور امت کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ بھی آپ پر قصاص لازم نہ تھا آپ نے پیش فرمایا یہ طور تمام قصاص لازم ہونا اور چیز ہے بدلہ لازم ہونا اور چیز ہے بدلہ لازم ہونا کچھ اور۔ **پانچواں اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر اپنی جان کا خطرہ محسوس فرما کر خاموشی اور گوشہ نشینی اختیار کی قوم نے شرک و بت پرستی کرلی مگر حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام نے تبلیغ احکام کرتے ہوئے شہادت اختیار کی کہ اس زمانہ کا بادشاہ اپنی سوتیلی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا تھا آپ نے اسے روکا اور شہید کردیئے گئے ان انبیاء کرام کے عملوں میں یہ فرق کیوں ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام نے عزیمت پر عمل کیا اور حضرت ہارون نے رخصت پر دونوں جائز ہیں اور یہ سارے حضرات اللہ کے پیارے ہیں دوسرے یہ کہ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام سے بادشاہ نے نکاح کے جواز کا فتویٰ مانگا تھا تو آپ نے نہ دیا بلکہ اسے حرام ہی کہا اور شہید کردیئے گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام سے بھی زبانی تبلیغ اور بری بت پرستی کی نہایت سے کی بلکہ اس بت پرستوں سے جنگ نہیں کی کیونکہ جہاد کے سبب آپ پاس نہ تھے۔ لہٰذا ان دونوں بزرگوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں۔ عزیمت اور رخصت کا فرق ہمارے فتاویٰ میں مذکور ہے۔ **چھٹا اعتراض** جب سامری نے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھ گچھ کی تھی آپ بھی ساری قوم کے سامنے گویا کیے گئے تھے پھر آپ نے بت پرستی کیے جانے پر ساری قوم کی طرح حضرت ہارون سے کیوں نہ پوچھا۔ **جواب** موسیٰ علیہ السلام عارف اور دوسرے خاص عطیہ ربانی تھے آپ کی ہیبت سے دوست مرعوب ہوگئے تھے آپ نے بچھڑا کے سامنے دیکھا اسے جاندار ہوا میں اڑتا دیکھا یہ سامری اور اس کی قوم یعنی بنی اسرائیل کے سوا سب سے آپ نے فرمایا پر آپ کو قتل سے پہلے یہ خبر دی گئی تھی کلیم الٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ **ساتواں اعتراض** اگر یہ دونوں حضرات بالکل حق بجانب تھے کسی سے کوئی قصور سرزد نہ ہوا تھا تو دعاء مغفرت کے کیا معنی کہ عرض کیا **ربنا اغفر لنا ولاخی** معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون سے بھی کچھ ہوا تھا قوم کو

www.alahazratnetwork.org

بت پرستی سے روکا اور موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہ انہوں نے اپنے بڑے بھائی کو ذلیل کیا اور توریت کی تختیاں پھینک دیں۔

نوٹ ضروری آج کل بعض بے دین عصمت انبیاء کے منکر ہیں یہ اعتراض ہمیں کہتے ہیں وہ ہم تین سے اعتراض کرتے ہیں۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ یہ دعا کے ہی استعارہ پڑھی جاتی ہے تو ہر مسلمان آخر نماز میں سلام سے پہلے پڑھتے ہیں **رب اغفرلی ولوالدی** اور روزہ افطار کے وقت پڑھتے ہیں۔ **اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت فاغفرلی ماقدمت وما اخرت** الخ۔ ہر رکن کے ادا کے وقت استعفار پڑھی جاتی ہے تو چاہیئے کہ نماز روزہ حج وغیرہ ساری عبادات کالعدم ہو جائیں یہ مقصود نہیں بلکہ عبادت سے فارغ ہونے پر استعفار پڑھتے تھے بلکہ مجلس میں سو سو بار استعفار پڑھتے تھے۔ جواب تحقیقی یہ ہے۔

زاہداں را سلام تحفہ بود عارفاں را ز اطاعت تحفہ

حضرات انبیاء کرام کی دعا مغفرت گناہوں کی بنا پر نہیں ہوتی اس کی اور صدہا وجہیں ہوتی ہیں۔ (۱) حق تعالیٰ کی معلل دعا سے مانگی جاتی ہے صرف استغفار اللہ سے اس کی مثل نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو جناب باری سے معلل مانگ پڑتی یا ایسی تصاص بیان ہو تا صرف **رب اغفرلی** فرمانا کافی نہ ہوتا یہ جواب جو اچھی طرح سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ استغفار کی چند صورتیں ہوتی ہیں (۱) اللہ سے معلل طلب (۲) کسی کے معلل مانگنے پر خدا یہ کہنے کی بارگاہ الٰہی میں ہوئی۔ (۳) ایسے ہی عام عبادت میں استغفار پڑھتے رہنا کی صحیح ہو (۴) بار استغفار پڑھنا تاخیر میں حق اور رزق میں بڑھ جاتا ہے (۴) کسی کو وعدہ دے اسے خوش کرنے کے لیے وعدہ مغفرت کرنا یعنی وعدے کر اسے راضی کرنا یہاں چوتھی قسم کا استغفار ہے۔

تفسیر صوفیانہ جب بندے کو اللہ تعالیٰ سے بہت قرب ہو جاتا ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ کوئی جرم کرتے ہیں رب قاہر غصہ آتا ہے بندہ کو بندہ اپنے رب کی طرف سے بدلہ خود لیتا ہے دیکھو ان بچھڑا پرست اسرائیلیوں نے شرک کر کے رب قاہر جرم کیا تھا مگر غیظ و غضب کسے ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسکے برعکس جب کوئی قوم جرم کرتی ہے اس بندے کا تو غصب ہوتا ہے رب تعالیٰ کو فرماتا ہے **فلما اسفونا انتقمنا منھم** اور فرماتا ہے **لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** یہاں تک کہ **ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون** دیکھو اسی بے ادبی کرنے حضور انور کی اور اعمال ضائع رب تعالیٰ یوں ہی جو قوم راضی کرتی ہے اس بندے کو تو اطاعت ہوتا ہے خدا تعالیٰ۔ فرماتا ہے **فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم** میری اتباع کرو تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ فرماتے ہیں۔

مصطفیٰ را وعدہ کرد است و محبت قوم من قوم تو

یہ غیظ و غضب رب تعالیٰ کو محبوب ہے یہ **البغض للہ** اور **العبد للہ** ہوتا ہے اس غصہ و غضب کی حالت میں جو فعل بندہ عاصی سے سرزد ہوتے ہیں وہ بھی حد درجہ کے ہوتے ہیں کہ یہ سب ان پر بندوں کی اداؤں میں ہوتی ہیں اور پیاری بیعت میں سرزد ہوتی ہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے اسی **الغضب للہ** کی حالت میں توریت کی تختیاں بھی پھینک دیں اور حضرت ہارون نبی اللہ کے ساتھ یہ مذکورہ معاملہ بھی کیا مگر رب تعالیٰ و جناب کلیم اللہ سے یہ عمل بے

www.alahazratnetwork.org

محبوب ہونے کی نہیں بلکہ دوامت قرآن کریم میں نقل فرمانا نقل محبوبیت کی علامت ہے۔ رب کے پیارے بندوں کو مناجات راضی دعائیں اور ان مانگنے والے کے جرموں پر نظر نہیں فرماتا بلکہ اس کی نیت پر نظر فرما رحمت ہی کرتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہی وصیف اور کھلا طریقہ ہے اور ایسا کہنے والے رب کے دشمن ہیں دیکھو اس آیت میں استعطفوں فرمایا ہیں دشمن تو فرمایا فلا تشمت بی الاعداء یہی اسرائیلی دشمن ہی قرار دیئے گئے۔

حکایت ایک فاحشہ عورت اپنے یار سے ہاتھ بازار میں جاری تھی۔ سڑک پر کیچڑ تھی سانپ سے ایک مست فقیر گذرا جو کہ اس عورت کے پاس سے گزرا تو کیچڑ کی چھینٹیں اس فاحشہ کے کپڑوں پر پڑیں اس سے یار نے اس مست کو طمانچہ مارا مست کو غصہ آگیا۔ دونوں اپنے اپنے ہاتھ پر چلنے لگے تو اس نے یار کی پگڑی پھاڑ کر مرید کی اس مست نے کہا کہ تو نے تو ہوا بنا دیا طمانچہ مارنے والا گر کر مرگیا مست ہوا اس میں تعجب کی کیا بات ہے فاحشہ نے پڑے حرام ہو اس کے یار کو غصہ آیا اس نے سمجھا تو میرے یار میرے پروردگار کو غصہ آیا اس نے کہا تو ہوش کر

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ

تحقیق وہ جنہوں نے بچھڑا معبود بنایا ہے گا ان کو غصہ ان کے رب سے اور خواری

حقیقت وہ جو بچھڑے بیٹھے معبود بنا نہیں ان کے رب کا غصہ اور ذلت پہنچے گا

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا

دنیا کی زندگی میں اور اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو اور وہ لوگ جنہوں نے عمل

دنیا کی زندگی میں اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بہتان باندھنے والوں کو اور جنہوں نے برے کام کیے اور

السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ

کیے پھر توبہ کی اس کے بعد اور ایمان لائے تحقیق رب آپ کا اس کے بعد

کیے پھر توبہ کی اور ایمان لائے تو اس کے بعد تیرا رب

رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾

رحم فرمانے والا ہے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے دو طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں اس رب کا حکم کہ ہم وعدہ کیا ہے اسرائیلیوں کی بچھڑا پوجا سے ہوا اب اس عقیدہ کا ذکر ہے جو وہاں شرک کرنے والوں پر ہوا وہ بچھڑا پوجنے سے نتیجے ہوئے جن میں سے ایک تو پہلے ہوا دوسرے کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ان کو غصہ

www.alahazratnetwork.org

لوگوں کا ذکر ہو جو بچھڑا پرستی سے محفوظ رہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے متبعین کہ ان پر اللہ کی رحمتیں ہوئی اب ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اس میں پھنس گئے گویا محفوظین کے بعد مردود میں کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ بچھڑا پرستی کے موقعہ پر اسرائیلیوں کے تین گروہ ہو گئے تھے ایک وہ جنہوں نے یہ حرکت قطعاً نہ کی دوسرے وہ جنہوں نے بچھڑا پرستی کی مگر بعد میں توبہ کرلی تیسرے وہ جو اس پر قائم رہے اور بغیر توبہ مرے جیسے سامری اور اس کے بعض ساتھی۔ پچھلی آیات میں پہلی جماعت کا ذکر ہوا اب ان دو آیتوں میں آخری دو جماعتوں کا ذکر ہے ایک آیت میں تیسری جماعت کا اور دوسری آیت **ثم تابوا** میں دوسری جماعت کا۔

تفسیر **ان الذین اتخذوا العجل**۔ یہ جملہ اس آیت کے مضمون کے موجودہ اور گذشتہ یہودی منکر تھے وہ اپنے کو اس جرم کے باوجود جنت کا ٹھیکیدار سمجھتے تھے کہتے تھے **لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا** اس لئے ان سے شروع فرمایا لفظ **الذین** یعنی وہ لوگ کبھی عظمت و احترام کے لئے ہوتا ہے اور کبھی حقارت و ذلیل کرنے کے اس کا پتہ گلے جملوں سے لگتا ہے چونکہ یہاں بچھڑا پوجنے اس پر عصب آنے وغیرہ کا ذکر ہے لہذا یہاں **الذین** حقارت و ذلیل کرنے کے لئے ہے **اتخذوا العجل** میں چار احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد وہ یہودی ہیں جنہوں نے بچھڑا پوجا بعد میں توبہ کی یا یہ لوگ چھ لاکھ آٹھ ہزار تھے اور بارہ ہزار وہ تھے جو اس امت سے محفوظ رہے۔ خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اگر قلزم سے چھ لاکھ میں ہزار اسرائیلی پار گئے تھے جن میں سے کل بارہ ہزار بچھڑا پرستی سے محفوظ رہے باقی چھ لاکھ آٹھ ہزار اس میں پھنس گئے (تفسیر صاوی) دوسرے یہ کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بچھڑا پرستی کی اور اس پر مرگئے توبہ کی جیسے سامری اور اس کے کچھ ساتھی۔ تیسرے یہ کہ اس سے پجاریوں کی اولاد مراد ہے خواہ کبھی ہوں۔ ماں باپ کے کام اولاد کی طرف عموماً منسوب ہوتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اس سے مراد حضور انور کے زمانہ کے موجودہ یہودی ہیں بنی نضیر کی قریبہ۔ اگرچہ بچھڑا پرستی کا واقعہ ان یہود سے کئی سو سال پہلے ہو چکا تھا مگر چونکہ یہ یہودی ان بچھڑا پرستوں کے حامی تھے ان کے اس عمل کی تائید کرتے ان کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے اس لئے انہیں پجاریوں میں شمار کیا گیا یوں بھی پرانے نیک کاروں سے حامی ان کے اعمال اگرچہ صدہا سال بعد پیدا ہوں مگر انہیں میں شمار کئے جائیں گے۔ ان چار احتمالوں کی بنا پر غضب اور ذلت میں بھی چار احتمال ہوں گے۔ عام مفسرین نے پہلا احتمال اختیار کیا اور غضب سے مراد لیا توبہ کرنے والوں کا قتل اور ذلت سے مراد یہ ان توبہ کرنے والوں سے سامنے بچھڑا پوجنے والوں کا ذلیل ہونا۔ مدینہ میں یہود بنی قریظہ نے دوسرا احتمال اختیار فرمایا اور حضرت عبداللہ بن سلام سے جو تھے قوی کو ریح کی آسمان سے عصب سے مراد ایسی قریبہ فاسقوں کے ہاتھوں قتل ہونا اور ذلت سے مراد یہودی ضیہ کا مجاز سے نکالا جانا جو حضور علیہ السلام کے زمانے میں پھر خلافت فاروقی میں واقع ہوا (تفسیر خازن۔ کبیر وغیرہ) فقیر کے رد یک پہلا قول کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ توبہ کرنے والوں کا ذکر تو دوسری آیت میں نہایت رحمت و کرم کے ساتھ ہے۔ **ان ربک من بعدھا لغفور رحیم** پھر ان پر غضب و ذلت کے کیا معنی نیز تائبین کا قتل ہو جانا ان کے لئے فخر و عزت شہادت تو ان کی موت شہادت کی موت ہوئی ان سے غضب و ذلت کیسے اٹھایا جا سکتا ہے لہذا قول دوم قوی ہے کہ اس سے مراد شرب پر مرنے والے اسرائیلی ہیں۔ نیز اسی رب نے مفسرین فرمایا **وکذلک نجزی المفترین** تائبین مفتری جھوٹے نہ رہے تھے وہ تو

www.alahazratnetwork.org

غضبین مومنین ہو کر مرے۔ ان کا قتل افترا کی سزا تھا بلکہ توبہ **اتخذوا** کا دوسرا مفعول پوشیدہ ہے **الھا** اس کی تفسیر دوسری آیت ہے **ھذا الھکم والہ موسی فنسی** یعنی جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود سمجھ لیا محض سے فرمایا کہ یہاں **اتخاذ** سے مراد ہے بچھڑا ڈھالنا بنانا سامری نے بنایا تھا سارے بچھڑیوں نے اس کی مدد کی تھی کہ اسے اپنا معبود بنایا تھا اس طرح اس فاعلوں کیا تھا اس صورت **اتخذوا** کا دوسرا مفعول پوشیدہ نہیں صرف ایک ہی مفعول **العجل** کافی ہے (روح المعانی) **سینالھم غضب من ربھم و ذلۃ فی الحیوۃ الدنیا** یہ **ان الذین** کی چار کردہ تفسیر میں ایسے ہی غضب اور **ذلۃ** کی چار تفسیریں ہیں عرض کیا گیا کہ ابھی عرض کیا گیا چونکہ دوسری تفسیر قوی ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جو بغیر توبہ اس شرک عقیدہ پر مرے جیسے سامری اور اس کے ہم نوا تو غضب سے مراد آخرت بعد اور قیامت میں عذاب الٰہی ہے اور ذلت سے مراد یا ہیں انکی رسوائی خواری ہو گی ہی پسند ہے اس صورت میں **حیوۃ الدنیا** کا تعلق صرف ذلت سے ہے اور یا غضب سے مراد دنیاوی عذاب جیسے سامری کو لوگوں سے کہتے پھرنا کہ **لا مساس** کہ جو کوئی اس سے چھو جاتا ہے بھی بخار آجاتا اور سامری کو بھی۔ یہ تفسیریں ابھی چھ پہلے عرض کی گئیں **وکذلک نجزی المفترین** ظاہر ہے کہ یہ جملہ یا ہے اور واو استانفیہ ہے **ذالک** میں اشارہ ہے مذکورہ غضب و ذلت کی طرف مفترین سے مراد ہیں تمام وہ لوگ جو اسلام میں جھوٹے عقیدے ایجاد کریں یعنی ہمارے یہ قانون ہے ہم جھوٹے عقیدے گھڑنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں کہ ان پر غضب اور دنیا میں ذلت نازل فرماتے ہیں۔ ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں ہر اہل حق کو حق رب کی مالک ابن اس فرماتے ہیں کہ ہر اہل حق اپنی موت پر ذلت و خواری دیکھے گا میاں رہے کہ اہل حق وہ ہے جو ان میں برے عقیدے گھڑے (تفسیر حاری) یہاں تک ان کا ذکر ہوا جو بچھڑا پرستی کے عقیدے پر مرے **والذین عملوا السیئات ثم تابوا** اس میں بنی اسرائیل کی تیسری حماقت کا ذکر ہے جو بچھڑا پرستی کے بعد توبہ کر لیں گے اور ایمان پر مرے یا شہید ہوئے **عملوا** فرمایا کہ خواہ ایک دو گناہ ہوں یا بہت سے بلکہ خواہ کفر ہی ہو یعنی بعد **عملوا** فرمایا کہ خواہ لمبے ہی عرصہ کے بعد توبہ کرے ہر حال قبول ہے اور توبہ کرنا شرط قبول ہے ہر گناہ کی توبہ ہو سکتا ہے۔ توبہ کے معنی اس کے اقسام ہر قسم کے احکام ہمارے یہاں لکھ چکے ہیں۔ ہمارے اسلام میں توبہ کی شرائط بہت آسان ہیں گزشتہ امتوں میں یہ شرائط بہت سخت تھیں چنانچہ اس موقعہ پر بچھڑا پرست قتل کئے گئے یہ قتل بارگاہ قبول ان کی توبہ ہوئی **من بعدھا** یہ متعلق ہے **تابوا** کے **ھا** کا مرجع **سیات** ہے یعنی بعد توبہ کے بعد موت سے پہلے توبہ سے قبول ہونے سے تعلق ہے **وامنوا** یہ بھی **تابوا** پر عطف ہے اس کے دو شریف ہیں ایک تو یہ عقیدے سے بیزار ہو جانا دوسرے اسلامی عقائد اختیار کرنا اس لئے **تابوا** کے بعد **امنوا** کہا یہاں کے معنی اس سے ارتداد پر شرط پہلے بارہ سے شروع میں عرض کیا جا چکا ہے **ان ربک من بعدھا لغفور رحیم** یہ عبارت **والذین** کی خبر نہیں بلکہ پوشیدہ حرکی دلیل ہے جو **یغفر لھم** ہے **بعدھا** میں ہ کی ضمیر **سیات** کی طرف ہے یا توبہ ایمان کے مجموعہ کی طرف۔ معنی یہ ہیں کہ اے محمد عرض کر دیجئے کہ تیرا رب ان کے گناہوں کو بخش دے گا جو توبہ و ایمان سے بعد مرتے میں بڑی طرح فرق سے دوبارہ یہ بتا دیا ہے یعنی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ اور ایمان سے بعد مرنے

www.alahazratnetwork.org

والا بھی ہے مہربان بھی چونکہ ان اسرائیلیوں نے توبہ کرلی اللہ ان کے گناہ بخش دیئے گئے۔

خلاصہ تفسیر ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ اس آیت کریمہ کی چار تفسیریں ہیں جن میں سے ایک تفسیر قوی اور حسان ہے ہم اس کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جن لوگوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنایا کہ اس کی عبادت کرتے رہے اس پر مرتے دم تک قائم رہے توبہ سے ان میں عذاب اخروی تو سرے سے ہو گا یا نہیں ان پر دو عذاب نازل ہوں گے ایک اللہ تعالیٰ کا سخت غضب کہ وہ عزت والے تھے ذلیل ہو جائیں گے ان کا سم پرستی اور دیوتا بن جائے گا کہ ان کا سردار سامری لوگوں کے پاس بیٹھ نہ سکے گا ان سے مل جل نہ سکے گا جو اسے چھو جائے گا تو دونوں بخار میں مبتلا ہو جائیں گے۔ دوسرے سخت ذلت و رسوائی کہ ان کا بنایا ہوا بچھڑا خود ان کے سامنے ذبح کر کے جلا کر راکھ بنا کر دریا میں بہا دیا جائے گا اور یہ دیکھتے رہیں گے کچھ نہ کہہ سکیں گے۔ ان کے ساتھی اپنے کو موسیٰ علیہ السلام کے حوالہ کر کے اپنی گردنیں قتل کے لئے جھکا دیں گے۔ ہمارا یہ قانون ہے کہ جو اللہ پر ایمان لاتا ہے ہم انہیں ایسی ہی سخت سزائیں دیا کرتے ہیں۔ رہے دوسرے پجاری جنہوں نے بت پرستی اور سامری کی نافرمانی کی اطاعت و پیروی کرتوتوں پر نادم ہوئے اپنے کرتوتوں پر نام ان سے تائب ہو گئے اور دوبارہ ایمان لائے تو ہم ان کے سارے گناہ بخش دیں گے کیونکہ ہم بخشنے والے غفور بھی ہیں اور رحم فرمانے والے رحیم بھی۔ گناہ کتنے ہی سنگین ہوں مگر وہ شرک سے بڑے گناہوں سے بڑی ہے۔ ابو نواس کہتا ہے۔

یا رب ان عظمت ذنوبی کثرۃ ۔۔۔ فلقد علمت بان عفوک اعظم

ان کان لا یرجوک الا محسن ۔۔۔ فبمن یلوذ ویستجیر المجرم

اے مولیٰ اگرچہ میرے گناہ بڑے بھی ہیں اور بہت بھی مگر مجھے یقین ہے کہ تیری معافی ان سب سے زیادہ بڑی ہے اگر صرف نیک کار ہی تجھ سے آس لگا سکتے ہیں تو اے مولیٰ مجرم کس کی پناہ لیں اور کہاں جائیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں۔

ولما قسا قلبی وضاقت مذاھبی ۔۔۔ جعلت الرجاء منی لعفوک سلما

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ ۔۔۔ بعفوک ربی کان عفوک اعظما

اے مولیٰ جب میرا دل سخت ہو گیا اور تمام راستے بند ہو گئے تو میں نے اپنی امید کو تیری معافی تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔ مجھے اپنے گناہ بہت ہی بڑے محسوس ہوئے مگر جب میں نے ان گناہوں کو تیری معافی سے ملایا تو تیری معافی بہت ہی عظیم الشان ملی۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

انا مذنب انا محطی انا عاصی ۔۔۔ ھو غافر ھوراحم ھوعافی

قابلتنی ثلثتہ بثلثتہ ۔۔۔ وستعلمن لوصافہ لوصافی

میں گنہگار خطاکار بدکار ہوں وہ بخشنے والا رحیم اور معافی دینے والا ہے میں نے اپنے تین عیوب کا اس کے تین اوصاف سے مقابلہ کیا تو اس کے رحم کے اوصاف وہ بھلا میرے عیوب پر غالب ہوں گے عنقریب مولیٰ مجرم رب سے مایوس نہ ہو۔ معلوم

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ گناہ کرنے والا کرانے والا اس میں شریک سب ہی مجرم ہیں بلکہ یہ سب ایک ہی زمرہ میں داخل ہیں یہ فائدہ **الذین اتخذوا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ بچھڑا اٹھانے والا

www.alahazratnetwork.org

صرف سامری تھا مگر رب نے سارے اسرائیلیوں کو بنانے والا قرار دیا کہ **اتخذتم** جمع ارشاد فرمایا یہ بتانا تھا وہ سب اس حرکت میں سامری کے مددگار تھے یہ ہی حال نیکیوں کا ہے کہ نیکی کرنے والا کرانے والا اس میں مدد دینے والا سب ہی ثواب کے مستحق ہیں۔ **دوسرا فائدہ**: کبھی گناہوں کا وبال دنیا میں بھی آجاتا ہے کہ مجرم پر اس کے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں عذاب آجاتے ہیں یہ فائدہ **سینالھم اور فی الحیوۃ الدنیا** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** گناہوں کا انجام ذلت ہے اس سے برعکس نیکیوں کا انجام دونوں جہان میں عزت و عظمت ہے یہ فائدہ **وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا** سے حاصل ہوا یعنی **چوتھا فائدہ**: اعتبار کا خاتمہ کاہے زندگی خواہ کیسی ہی ہو یہ فائدہ **اتخذوا العجل** کی ایک تعبیر سے حاصل ہوا۔ **اتخذوا** کے معنی میں مرتے دم تک بچھڑے کو معبود سمجھا فرمایا ہی **بئسما یامرکم بہ ایمانکم** اعتبار خاتمہ کا ہے۔ **پانچواں فائدہ**: قانون الٰہی ہے کہ شرک موجب کور باطنی ہے یہ فائدہ **فجری المفترین** سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ**: ایسا بولی گناہ نہیں جس کی توبہ نہ ہو ہر گناہ حتی کہ شرک بھی قابل معافی ہے یہ فائدہ **عملوا السیئات** سے حاصل ہوا اس جملہ شرطیہ کی جزا یہ ہے۔ **ساتواں فائدہ**: توبہ ایمان سے ہے۔ صدق سے توبہ تقوی ہے۔ حلت کی توبہ بیداری ہے پھر توبہ کرنے کے لئے یک وقت ہے اگر توبہ وقت میں ہو تو اللہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ **ساتواں فائدہ**: اگر دیر سے توبہ کی مگر ہو صحیح اور وقت میں تو بھی قبول ہے یہ فائدہ **ثم تابوا** میں ثم فرمانے سے حاصل ہوا کہ **ثم** دیر کے لئے آتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

اے کہ ہجوم رحمت در حق ما گمان بد ہ ثم ترد الیٰ

لہذا اپنا اپنی رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو جب حد اعتدال توفیق دے توبہ کرے۔ **آٹھواں فائدہ**: توبہ گناہ کے بعد چاہئے گناہ سے پہلے توبہ کیسی۔ گناہ میل ہے توبہ اس کا صابن کپڑا پہلے میلا ہوتا ہے بعد میں دھویا جاتا ہے یہ فائدہ **تابوا من بعدھا** سے حاصل ہوا لہذا قسم توڑنے کفارہ توڑنے کے بعد ہونا چاہئے۔ کہ اس سے پہلے اخلی اشوافع کے ہاں کفارہ پہلے بھی ادا ہو سکتا ہے **نواں فائدہ**: گناہوں سے توبہ کے لئے ایمان شرط ہے کافر کی توبہ بھی قبول نہیں۔ یہ فائدہ **وامنوا** سے حاصل ہوا۔ توبہ کے ساتھ ایمان ظاہر ہو تو یہ کہ صلاۃ سے ایمان پانچ نمازیں پڑھنے پر ثابت نہیں۔ **دسواں فائدہ**: توبہ سے صرف بخشش ہی نہیں ہوتی بلکہ رحمت بھی ہوتی ہے جس معافی کے ساتھ انعام ملتا ہے یہ فائدہ **لغفور رحیم** سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ توبہ مقبول کی توفیق دے۔

پہلا اعتراض: بچھڑا پرستوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ **سینالھم غضب** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان پر غضب اور ذلت کا عذاب آیا تھا بلکہ آنے والا عذاب ان سے مراد وہ بچھڑے کے پجاری ہی ہوتے تو مستقبل کا صیغہ ارشاد ہوتا بلکہ ماضی فرمایا جاتا کیونکہ ان پر تو عذاب آچکا معلوم ہوا کہ اس سے بچھڑا پرستوں کی اولاد مراد ہے یعنی صدر اول کے یہود (حضرت ابن عباس) حضرت ابن عباس کی یہ دلیل تفسیر بیضاوی وغیرہ نے نقل فرمائی۔ **جواب**: یہاں عذاب سے مراد عذاب آخرت ہے دنیا کا عذاب نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے تو یہ فرمانا بھی اور ظاہر کرنا ہے جبکہ رب تعالیٰ نے حضرت کلیم کو قوم کے اس جرم کی خبر دی ساتھ ہی بتا دیا کہ اے موسیٰ تمہاری قوم شرک میں گرفتار ہو گئی اور ان کو ہمیشہ سزائیں دیں گے لہذا یہ ارشاد صحیح ہے۔ **دوسرا اعتراض**: ان دونوں آیتوں میں دو متضاد باتیں فرمائی گئیں۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ ہم ان کو ضرور سزائیں دیں گے

www.alahazratnetwork.org ,

دوسری میں ارشاد ہوا کہ ہم انہیں بخش دیں گے **لغفور رحیم** آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا پہلی آیت میں ردے بخش ان لوگوں کی طرف سے جو بغیر توبہ کئے بچھڑا پرستی پر قائم رہتے ہوئے فوت ہوئے اور دوسری آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو توبہ کر لے اپنے جرم کی معافی کرا لیتے لہٰذا دونوں آیتیں درست ہیں اس پہلی آیت میں سارے بچھڑا پرست مراد ہوں تائبین بھی اور غیر تائبین بھی جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا تب تعارض ہو گا۔ **تیسرا اعتراض** بسبب **ثم تابوا** ارشاد ہوا اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے بعد بھی توبہ قبول ہے مگر دوسری جگہ ارشاد ہے **ثم یتوبون من قریب** جس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے فوراً بعد ہی علاوہ تب قبول ہوتی ہے آیت میں تعارض ہے۔ **جواب** وہاں تمہاری پیش کردہ آیت میں عنقریب سے مراد ہے موت سے پہلے اور توبہ سے مراد ہے کفر سے توبہ واقعی کفر و شرک سے توبہ موت سے پہلے مقبول ہے موت کے وقت ملائکہ عذاب کیلئے کر توبہ کرنا قبول نہیں دیکھو فرعون عذاب غرق کے وقت ایمان لایا جو قبول نہ ہوا یہاں اس آیت میں تعارض نہیں۔

مسئلہ۔ کفر سے توبہ عمرہ سے پہلے چاہئے عمرہ کی حالت میں ایمان لانا قبول نہیں گناہوں سے توبہ عمرہ بعد عمرہ بلکہ قیامت میں بھی قبول ہوگی یہ سب چند حدیث سے ثابت ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ بچھڑا پرستوں نے جرم تو ایک کیا تھا مگر فرمایا گیا **والذین عملوا السیات** جمع سے بہت گناہ سے یہ فرمانا کیونکر درست ہو۔ **جواب** یہ تو وہ روز نہ چالیس دن تک بچھڑا پوجتے رہے سزا کی پرستش علیحدہ جرم تھی انہوں نے سامری کو سونا دیا یہ جرم پھر بچھڑا بنانے میں مدد کی یہ جرم پھر اس کی پوجا کی یہ جرم پھر اس کے سامنے بھنگڑا ناچے گاتے بجاتے رہے۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ کفر تمام گناہوں کی جڑ ہے بلکہ کافر کی ہر عادت بلکہ ہر نیکی کو جرم بنا دیتا ہے کہ اس کا کھانا پینا سونا جاگنا چلنا پھرنا جرم ہے **لذا عملوا السیئات** فرمایا گیا اس کے برخلاف مومن کی عادات عبادت ہیں کہ وہ ہر کام عبادت کرنے کے لئے کرتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ ہر نفس انسان گویا سامری کا بچھڑا ہے اور نفس پرست گویا اس کے پجاری ہیں۔ رب فرماتا ہے **افرءیت من اتخذ الھہ ھوٰہ** بدترین عابد وہ ہیں جو عابد ہیں **ھوا** ہوں جو لوگ اس بچھڑے کے پجاری بن کر جیتے وہ شہوات میں پھنس کر غضب الٰہی کے مستحق ہوں گے اور برے عیوب میں گرفتار ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ بندہ نفس کبھی عزت نہیں پاتا۔ بعض واعظ کرتے ہیں جس کی پوجا اور راستہ کہتے ہیں خدا ہی کا ذریعہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں ایسے بہتان والوں پر ہمیشہ لعنت عذاب ہو۔ کاش یہ لوگ **ھوی** سے توبہ کر کے **ھدی** کی طرف رجوع کریں۔ طغیان سے عرفان کی طرف نفس سے شکر کی طرف دوڑیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سارے گناہ بخش دے گا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ توبہ دو طرح کی ہے توبہ ظاہری و توبہ باطنی۔ شریعت میں ظاہر گناہوں سے توبہ کرنا اعضاء کو طاعات میں لگا دینا ظاہری توبہ ہے اور دل کو غفلت سے فکر کی طرف پھیر لینا توبہ باطنی ہے کہ اگر کسی وقت زبان خاموش بھی ہو تو دل خاموش نہ ہو۔ نفس کی توبہ دنیاوی تعلق سے علیحدہ کر کے رجوع الی اللہ میں مشغول کر دینا عقل کی توبہ ہے باطنی آیات اور آثار کی حقیقت میں غور کرنا۔ روح کی توبہ یہ ہے کہ اس پر معرفت الٰہی کی تجلی پڑے۔ سر کی توبہ ہے کہ دنیا و عقبیٰ سے منہ موڑ کر مولیٰ سے ساتھ مشغول ہو جائے مولانا فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

کتابت [illegible] **والذین عملوا السیئات** [illegible] **والدین عملوا السیئات** [illegible] **ثم تابوا** [illegible] **ان ربک** [illegible] **الذین** [illegible] **عملوا** [illegible] **سیئات** [illegible] **تابوا** [illegible] **ربک** [illegible] **لا تثریب علیکم الیوم** [illegible] **فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات**

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا

اور جب چپ ہوا موسے سے غصہ تو اٹھائیں تختیاں اور ان کی عبارت میں
جب جب تو لے کیا غصہ تھا تختیاں اٹھا لیں ان کی تحریر میں

www.alahazratnetwork.org

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ہدایت اور رحمت تھی واسطے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے خوف کرتے ہیں
ہدایت اور رحمت ان کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو غصہ کے ساتھ تختیاں اٹھانے کا ذکر ہے اس غصہ کی وجہ سامری کا بچھڑا پوجنا تھا آپ کو امت طیش و غصہ آیا اور ان کی معذرت پر غصہ جاتا رہا۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں ان ظالموں کا ذکر ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے غصہ میں ظاہر ہوئے اب آپ سے ان افعال کا ذکر ہے جو غصہ فرو ہونے کے بعد آپ سے ظاہر ہوئے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملنے کا ذکر ہے اس آیت میں توریت کے اوصاف کا ذکر ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی گذشتہ آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ توریت جب لی گئی اس میں یہ بھی تھا کہ رشد و ہدایت کے طالبوں کی جو اس میں یہ چاہتا ہو اس سے وقت کلام فرمانے کے بعد اٹھانے کے وقت کلام فرمایا۔

تفسیر **ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح** عبارت کی ہے یہاں سے یہ لفظ شروع ہوتا ہے۔ عربی قواعد میں **سکت ۔ سکوت** سے مشتق ہے اصل معنی مطلق ہے ایک قراءت میں ست سے مشتق کلام کے معنی مطلق کلام میں ایک قراءت میں سکت سے افعال کا معنی کھول ایک قراءت میں کس ہے **نون** سے تلاوتی قراءت ہوئی ہے (فعلی) دیال سے ہے ہے ہ

www.alahazratnetwork.org

ہوئی تختیاں ہیں جن میں توریت لکھی ہوئی تھی۔ ان سے سرمو بچی ہوئی تختیاں ہیں کیونکہ ان دینے پر تختیاں حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد ساری ہی ہوئی تختیاں ہیں نہ کوئی ٹوٹی نہ اٹھائی گئی مگر پہلی توجیہ قوی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو آپ نے ان ہوئیں تختیاں اٹھائیں **وفی نسختھا ھدی ورحمۃ** اس تختہ میں یا تو علیہ ہے اور یہ تختہ مراد ہے **نسختہ** مصدر ہے بمعنی مفعول یہ بنا ہے **نسخ** سے۔ بمعنی نقل کرنا جیسے تختہ بمعنی مکتوب جو کتاب دوسری کتاب سے من وعن نقل کی جاوے وہ نسخہ ہے اور نقل کرنے والا ناسخ اب نسخ بمعنی تحریر و کتابت استعمال ہوتا ہے چونکہ توریت کی تختیوں میں توریت شریف لوح محفوظ سے من وعن ویسے ہی نقل کی گئی تھی جیسی اس میں تھی لہٰذا اسے نسخہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تختیوں کو ڈال دینے پر یہ سب تختیاں ٹوٹ چھوٹ گئی تھیں اور ناقابل فہم ہو گئی تھیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے پھر چالیس روزے رکھے تب آپ کو وہ تختیوں میں توریت دی گئی چونکہ ان تختیوں میں پچھلی تختیوں کی توریت نقل کر دی گئی تھی اس لئے نسخہ سے تعبیر فرمایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ معقل روح وغیرہ **واللہ ورسولہ اعلم** سرحال نسخہ فرمانا بالکل درست ہے۔ خواجہ حضوری نعت میں فرماتے ہیں ؎

نسخہ کونین ہے تیرا پسینہ خامہ عالم ترے دل کا ہے حاشیہ

یعنی عالم تمام ایک نسخہ کتاب ہے جو عالم ارواح سے نقل کیا گیا اس نسخہ کا پسینہ جس سے یہ کتاب شروع کی گئی، رقم تمام جہاں برائی ہے وہ سیاہی حضور میں تمام جہاں علامہ ہے وہ حضور میں۔ معقل کی تفصیل اس کے تحت بھی آ رہی ہے وہ سیاہی طفیل اس سے پوری کی دعوت دیتے ہیں کہ سب بندگان میں حضور خواجہ بنی دو سیاہ سلسلہ ہیں۔ **ھدی** اور **رحمتہ** متعلق محذوف کے ہیں **ھدی** سے مراد ہے گمراہی سے ہدایت۔ رحمتہ سے مراد ہے عذاب سے رحمت اور چھٹکارا۔ کیونکہ یہ تختیاں اب ان تختیوں میں یہ دو چیزیں رہ گئی تھیں۔ ہدایت اور رحمت یہاں **کل شی** اٹھایا گیا تھا یہ اسی کی تفصیل **کل شی** اس میں سے رہی تھی **للذین ھم لربھم یرھبون** یہ عبارت متعلق ہے **ھدی** اور **رحمتہ للذین** میں ہم صلہ یرھبون کا ہے چونکہ کتاب اللہ کی ہدایت و رحمت صرف مومنین خاصین کے لئے مفید ہوتی ہے۔ کفار و منافقین اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اس لئے **للذین** ارشاد ہوا اور **لربھم** میں لام تعدیہ کا ہے اس کا تعلق **یرھبون** سے ہے **ان کنتم للرؤیا تعبرون** کی طرح مقدم معمول پر لام لگا دیتے ہیں (خازن، بیر۔ معقل وغیرہ) خوف ہراس کو کہتے ہیں اور **رھبت** انتہائی ڈر کو لہٰذا خوف **رھبت** سے عام ہے ان دونوں میں اور کئی طرح فرق کئے گئے ہیں۔ یہ فرمان عالی ایسا ہی ہے جیسے **ھدی للمتقین** میں ارشاد ہوا قرآن مجید پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے یہاں اس میں بتایا گیا کہ توریت موسیٰ علیہ السلام سے لئے ہدایت تھی وہ تو ہدایت ہی پیدا ہوئے تھے۔

خلاصہ تفسیر جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا یا اور جوش جاتا رہا تو انہوں نے کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے معذرت بہت نفیس طریقہ سے مودی یا اس سے کہ بچھڑے کے پجاریوں نے توبہ میں کوئی باقاعدہ زیادتی طرح سے آپ کو سکوں قلب عطا فرمایا تو آپ نے وہ تختیاں سہت حزام سے اٹھالیں اب ان تختیوں کی شان یہ تھی کہ ان کے نسخہ میں کی تحریر

www.alahazratnetwork.org

لتابت میں اللہ سے ڈر رکھنے والوں کے لئے جنھیں عقیدے اچھے اعمال کی ہدایت بھی یوں ان کے لئے رحمت بھی یعنی دو طرح سے بچنے کا ذریعہ بھی تھی تفصیل **کل شی** و بیان **کل شی** باقی رہا مگر یہ رحمت وہدایت ان لوگوں کے لئے تھی جو اپنے رب کی رضا کے لئے اس سے ڈرتے ہیں یہ کہ محض ریاکاری کے لئے۔ اخلاص کا وصف رحمت وہدایت حاصل ہونے میں بڑی سب کچھ رب کے ہاں سے ملے پیدا ہوتے ہیں یہ نہیں اسمیں جو کچھ عطا ہوتا ہے درحقیقت اس کا ظہور ہوتا ہے کسی علیہ السلام سے پیدا ہوتے ہی فرمایا کہ میں تمہارا ہدایت کی صلاحیت تمام مدبر روحوں دلائل ہوں جلا ہوا کتاب مدد وغیرہ ہست عرصہ بعد میں عرشہ حطی قدر رب یا فصوری تمہارے بھوتزدہ چرسو پولا یا چھ ہی پیلی رھوب چھ ہوئے یہ سب کچھ سورج کے ظہور کے حالت میں سورج میں مکمل نور پہلے ہی موجود تھا اس سے ارشاد ہوا کہ توریت ان رہنے والوں سے ہدایت اور رحمت تھی یہ تو اپنی جگہ علیہ السلام سے

فوائد اس آیت سے چند امور حاصل ہوئے۔ پہلا **فائدہ** اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی محبت کی بجھنے کے لئے توبہ معذرت ایسے ہیں ہاں مٹی وغیرہ سے بھتی ہے وہ آنکھوں سے پانی اس سے اخلاص پیدا توبہ سے بھتی ہے یہ فائدہ **ولما سکت** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ بھی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ حضرت ہارون کی معذرت اور قوم کے راہ توبہ سے لگنے سے دور ہوا۔ دوسرا **فائدہ** تو میں پچھتاوا تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ آیا تھا کہ آپ میں حالت غضب پیدا ہوئی تھی ان تختیوں کی حالت میں مذکورہ لغزش آپ سے سرزد ہوئے۔ سب جلدی سے اعمال پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے یہ فائدہ بھی **لما سکت** سے حاصل ہوا جس سے معلوم ہوا کہ سکون اور سکوت سے حاصل ہوا۔ بعض صوفیاء حالت جذب میں ایسے کام کر لیتے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہوتے ہیں مگر ان

www.alahazratnetwork.org

ایک قراءت میں سکت ہے۔ دوسرے یہ کہ سکت اپنے ہی معنی میں ہے مگر حقیقۃً اس کا فاعل غضب نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور عبارت میں قلب ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام پہلے غصہ میں اپنے بھائی کو اور دوسروں کو بہت عتاب فرما رہے تھے جب آپ خاموش ہو گئے یہ غصہ جاتا رہا۔ تیسرے یہ کہ یہاں غصہ کے ٹھہر جانے کو سکوت یعنی خاموشی فرمایا اس میں استعارہ کی بحث اور اس کے اقسام علم بلاغت میں دیکھو۔ دوسرا اعتراض یہاں ارشاد ہوا **او فی نسختها** توریت تو تختیوں میں تھی وہ نسخہ نہ تھی نسخہ تو کاغذ پر ہوتا ہے۔ نسخہ کے معنی میں نقل کی ہوئی چیز خواہ کاغذ پر ہو یا کسی دوسری چیز پر جیسے توریت شریف جو محفوظ ہے وہ تختیوں میں نقل کی گئی تھی اس وجہ بالکل مطابق ہے۔ تیسرا اعتراض سیدنا عبداللہ ابن عباس وغیرہ مفسرین کا قول تو یہ ہے کہ توریت کی دس تختی نہ تھی بلکہ ہوئی تھی لوحیں تختیاں عطا ہوئی تھیں وہی موسیٰ علیہ السلام نے الواح میں پھر توریت میں سے **تفصیل کل شیء و موعظته** لکھ لیں۔ **جواب** اس بزرگوں کے قول یہ ہے کہ تختیاں تم ہو گئیں مگر ان کے مضامین کم نہ ہوئے ان میں سے بعض مضامین اس لیے گئے یہ کسی نے نہیں کہا کہ مضامین پورے پورے باقی رہے یہ قول ہے کہ بعض مضامین جاتے رہے بلکہ تفسیر میں بھی عرض کیا گیا ہے۔ **چوتھا اعتراض** اس آیت میں فرمایا گیا ہے توریت میں ہدایت اور رحمت تھی رہتے والوں کے لئے تو کیا دوسروں کے لئے وہ ہدایت و رحمت نہ تھی یہ ہدایت و رحمت کی صفت مذکور ہونے سے ڈرنے والے تو پہلے ہی سے ہدایت پر ہیں۔ **جواب** اس اعتراض کا تعلیمی جواب **هدى للمتقين** کی تفسیر میں عرض کیا جا چکے ہیں چونکہ کتاب اللہ کی ہدایت و رحمت سے وہ متقی ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے ایسی فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ غصہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک علم و بردباری سے ہونے کی وجہ سے یہ غصہ عیب ہے کہ اس کی بنا مردوں پر ہے کہ انسان اپنے نفس سے دب جاوے۔ دوسرا غصہ اللہ تعالیٰ کے لئے کہ اس کے مخالفین پر طیش آجاوے یہ غصہ حال ہے کہ اس کی بنا رضاء دوالجلال ہے ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ پہلا غصہ فعال بدلہ پر بھارتا ہے۔ غصہ ور پاجاوے پیچھے ٹھنڈا ہو جاتا ہے مگر دوسرا غصہ مجرم کی توبہ پر ٹھنڈا ہوتا ہے۔ یہ غصہ سخت انبیاء و اولیاء ہے جسے **البغض لله** کہا جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام کا غصہ یہی دوسری قسم کا تھا اسی لئے حضرت ہارون کی معذرت اور قوم کے وعدہ توبہ پر ختم ہو گیا۔ تفسیر صاوی نے فرمایا کہ جو کہے کہ موسیٰ علیہ السلام میں علم و بردباری سے تھی وہ کافر ہے ایسی کو عیب لگانا صاوی اصولیوں فرماتے ہیں۔ اسی طرح گویا زمین ہے جوف الٰہی اس کا مثل ہے جس سے یہ زمین قابل کاشت ہوتی ہے تعلیمیں گویا وہ ان میں جس سے یہ زمین ویران ہوتا ہے تو یہ تم ہے جس کی کاشت کی جاتی ہے توریت رحمت بھی تھی ہدایت بھی مگر نہ سے ڈرنے والوں سے اس زمین میں خوف نے مل کر نرمی پیدا کر دی ہو **رهبوته** مترجم **رحموت** سے یہ حاصل پہلے ہوتا ہے اس کے بعد رہبت میں حوجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ تمہارا پیدا ہونا تمہارے ہاتھ سے مرنا تمہارے ہاتھ سے پھر مرنے کے بعد اٹھایا جانا تمہارے ہاتھ سے یہ صفت ہے خاشعین کی ان کے بعد اگر تجھ پر رب ہر بار رحم کرے **محمد على الصلاة** کی آواز دو اور مسجد میں جاؤ کہتے ہیں۔

وقت کسوف علامت کشیدن ناخوش باشیم ۔ طریقت ما فارغ است رنجیدن

www.alahazratnetwork.org

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ
اور چن لیا موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدے کے لئے۔ پھر جب انہیں زلزلے
الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ
تو کہا اے رب میرے اگر تو چاہتا انہیں اس سے پہلے تو مجھے
اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّآ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ
تو ہم کو اس کام پر جو کیا ہو تو ہم سے بیوقوفوں نے۔ مگر تیرا آزمانا ہے
تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
تو اس سے اس کو جسے تو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے تو دے ہدایت۔ تو ہمارا ہے حامی بس بخش دے ہم کو

www.alahazratnetwork.org

وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ

تو ہم کو اور رحم کر اوپر ہمارے اور تو بہتر ہے بخشنے والوں سے
اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح متعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت کے شان نزول کا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غصہ ٹھنڈا ہوا تو الواح غصب الٰہی سے خالی ہوگئیں غصہ فرو ہونے کے بعد غصب الٰہی سے خالی ہونے کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں بنی اسرائیل سے جرم کا ذکر ہوا اب اس کی توبہ کی تمہید ہو رہی ہے کہ ہمیں سے توبہ کرنے کے لئے آپ ہمارے طور پر جیسے موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ ہدایت میں حق ہے ہدایت کی اب اس ہدایت اور رحمت کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی بنی اسرائیل کو ملی ہوں گی یا پچھلی آیت میں دعوی تھا اس آیت میں اس دعوی کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غصہ فرو ہونے کا ذکر ہوا تھا اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عبدیت اور قوم کی شامت کا ذکر ہے اب رب تعالیٰ سے غصب کی شدت کی وجہ سے ڈرتے ہوئے التجا کر رہے ہیں کہ ہم پر رحم فرما اور یہ مقصود ہے پہلے ہونے کے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے غصب فرو ہونے کا ذکر ہوا۔

ولما سکت عن موسی الغضب اس کے بعد رب کے غصب فرو ہونے کا ذکر ہے۔

تفسیر واختار موسی قومہ آیت پیدائشی عمل سے اس کے معنی ہیں کہ جس کے متعلق بات کہنی ہے۔ اس کا نام لے کر بات کرنا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ ہوں سے اسرائیلیوں کو لے کر بات کرنے کے لئے نام سے بات نہیں کی بلکہ ساتھ لے گئے دوسرے بچھڑا پرستی کے بعد قوم کی طرف سے توبہ کرنے کے لئے ساتھ لے گئے۔ ہمیں آپ ہم کو رب کا دیدار کرا دیں ہمارے سامنے ہو کر ہم سے آپ کی بات وغیرہ سے متعلق تھے جب کلام فرمانا سے ہوئے ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔ اس پر ان کی یہ گستاخی دیکھ کر ان پر بجلی گری اور وہ مر گئے۔ **فقالوا ارنا اللہ جہرۃ فاخذتھم الصعقۃ بظلمھم ثم اتخذوا العجل** اس کے بعد پھر ان میں سے کچھ لوگوں نے بچھڑا بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ اس آیت میں بچھڑا پرستی کے بعد توبہ کا ذکر ہے۔ اس آیت میں ستر آدمیوں کے ساتھ لے جانے کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں ستر آدمیوں کے ساتھ لے جانے کا ذکر ہے۔ تفسیر روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ علماء نے یہ تطبیق دی ہے کہ پہلے ستر آدمی قوم کی طرف سے توبہ کے لئے لے گئے تھے پھر ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ مطالبہ کیا ہوگا اس کی تائید اس قرآن وغیرہ نے بھی کی ہے۔ اختیار کہتے ہیں اس کام کو اچھا سمجھ کر کرنا۔ اختیار کے معنی میں خیر کے ساتھ مستعمل ہے اس

www.alahazratnetwork.org

کے معنی ہوتے ہیں منتخب کرنا جس پر **قومہ** سے پہلے **من** پوشیدہ **من قومہ** اختیار کرکے بعد حذف **من** پوشیدہ ہوتا ہے جیسا کہ اس شعروں میں ہے۔

منا الذی اختیر الرجال سماحتہ وجودا اذاھب الریاح الزعازع

فقلت لہ اخترقلوما سمیتہ وما علا یامش بنبک فی الحیا

ان دونوں شعروں میں خیر اور اختر کے بعد **من** پوشیدہ ہے **قومہ** سے مراد تو چار ہی سرائیلی ہیں یہ وہ ہوجاتے تھے دوسرا احتمال قوی ہے **سبعین رجلا** یہ معلوم ہے اختیار کا واقعہ یہ تھا کہ اس وقت بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے آپ نے ہر قبیلے سے چھ چھ آدمی طور سے جانے کے لئے منتخب کئے تو ہوگئے بہتر آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مجھے ستر آدمی لانے کا حکم دیا ہے تم میں سے دو صاحب نکل جاؤ تو میرے ساتھ نہ جائیں۔ اس پر کوئی نہ ہولا تو آپ نے فرمایا کہ دو جانے والوں کو وہ ہی درجہ و ثواب ملے گا جو میرے ساتھ جانے والوں کو ملے گا اس پر حضرت یوشع اور کالب ابن یوفنا کے باقی ستر آدمی آپ کے ساتھ گئے یہاں اس کلام سے **لمیقاتنا** کا معنی عرض کرچکے ہیں کہ میقات دو ہوتے ہیں ایک میقات کلامی جس میں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی اس موقعہ پر آپ نے دیدار الٰہی کی درخواست کی دوسرا میقات معہود یہ میقات توبہ جو عطاء نبوت اور بچھڑ پرستی سے بعد ہوا۔ قوی یہ ہے کہ یہاں یہی دوسرا میقات مراد ہے۔ لفظ میقات وقت سے بنا ہے معنی مقرر کرنا میقات کے معنی میں مقرر کردہ جگہ یا مقرر کردہ وقت۔ چنانچہ حج و عمرہ میں احرام باندھنے کی جگہ کو میقات کہتے ہیں۔ یعنی احرام کے لئے مقرر کردہ جگہ یہاں یا تو وقت معین مراد ہے یا جگہ مقررہ۔ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ نہایت جامع ہے جس میں دونوں احتمال ہیں اگر میقات سے مراد مقرر جگہ ہو تو اس سے مراد طور لور اس کے آس پاس کا جنگل دوی سینا ہے اور اگر وقت مقرر معنی ہوں تو اس سے مراد وہ تاریخیں ہیں جس میں وہاں پہنچنا مقرر ہو چکا تھا اس سے مراد طور لور وادی سینا ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی پھر وہاں سے موسیٰ علیہ السلام سے چند کرلیا گیا وہاں ہی توبہ شریف عطا ہوئی اسی جنگل میں موسیٰ علیہ السلام کو جوتیں شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا **فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی** چونکہ اس جنگل میں خصوصیات تھیں اس وجہ سے یہ میقات توبہ قرار دیا گیا۔ **فلما اخذتھم الرجفتہ** یہ عبارت معطوف ہے **واختار** پر اس میں صرف بعد بہت ہیں رہے ہے لیکن ہے طور **اخذ** کے معنی میں **ھم** کا مرجع وہی ستر آدمی ہیں کہ زلزلہ اور موت میں پڑ گئے ہوں موسیٰ علیہ السلام کلام فرمانے لگے **رجفتہ** کے معنی میں زلزلہ خواہ ہلاکت کی گرج سے ہو یا سے ہی مگر زلزلہ ہو **رجفہ** نہیں بلکہ صاعقہ اور فنا کرنے والوں کو کہتے ہیں چونکہ اس زلزلہ سے وہ ستر کے ستر مرگئے تھے اس لئے **رجفہ** فرمایا۔ تائق یہ ہے کہ ان ستر کو موت نہیں آئی تھی کیونکہ ہوتی تھی جیسا **اتھلکنا** سے معلوم ہوتا ہے اگر زلزلہ سے کیوں موت آگئی یا اس لئے کہ موسیٰ نے کہا تھا کہ ہم آپ کو نہ مانیں گے جب تک ہم رب کو دیکھ نہ لیں یا اس بچھڑا پوجنے کی سستی کی تھی۔ دوسری وجہ قوی ہے جیسا کہ ہم عرض کرچکے ہیں کہ یہ واقعہ میقات توبہ کا ہے کہ میقات کلامی کا **قال رب لو شئت اھلکتھم من قبل** یہ عبارت **اخذتھم** کی جزا ہے موسیٰ علیہ السلام نے یہ عرض معروض اپنی دعا کی تمہید کے طور پر کی۔ اس میں رب تعالیٰ کی قدرت تامہ کا ذکر ہے **لو شئت** فرما کر یہ عرض کیا کہ

www.alahazratnetwork.org

پوری ہونے عمر ختم ہونے کا وقت نہیں تو اگر چاہے تو بندوں کی عمر ختم ہونے سے پہلے ہی انہیں ہلاک کر دے چاہے تو ان کی صحت دے دے تو بڑی قدرتوں والا ہے **اھلکتھم** سے معلوم ہوا کہ ان سب کی موت واقع ہوئی تھی صرف بے ہوش ہونے سے مراد نہیں۔ **من قبل** سے مراد یا تو مطلقاً پہلے سے یا پچھڑا بنی کھوت سے یا یہاں طور پر تجھ سے پہلے کھوت مراد ہے **وایای** معطوف ہے **ھم** ضمیر پر اور مفعول ہے **اھلکت** کا اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہی بنی اسرائیل ہیں۔ **من قبل** سے مراد یا تو وہ وقت ہے جب آپ سے دیدار الٰہی کی تمنا کی تھی اور آپ پر غشی آئی تھی یا مراد ہے غرق فرعون کا۔ مطلب یہ ہے کہ اے مولیٰ کریم تو چاہتا تو ان کو اس وقت بلکہ اس سے پہلے ہی پچھڑا پرستی سے الگ نہ ہونے ان سے مٹا دیتا۔ ان میں سے کسی کو زندہ نہ رکھتے اس وقت دیدار کے وقت میں طور پر غشی طاری کر کے ہلاک کر دیتا یا اے مولیٰ کریم تو چاہتا تو ان سب کو فرعون کے ڈبونے کے وقت ہی ہلاک کر دیتا مگر تو نے ایسا نہ کیا ہم پر رحم فرمایا اب بھی ہم پر اپنی رحمت کی امید ہے رحم فرما تو رحیم ہے تو کریم ہے اب بھی رحم فرما یوں خطاب ان لوگوں کی موت میری بدعا کی بدولت ہوئی کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ موسیٰ علیہ السلام ان سب کو مرواتے ہیں اسے جواب دیں گا **اتھلکنا بما فعل السفھاء منا** یہ وہی تمہید ہے جس سے الف انکاری سوال کے لئے ہے یعنی اے مولیٰ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ تو ہمیں ہلاک فرمانے کا بلکہ ہلاک شدگان کو میری بدعا سے ہلاک فرمانے کا موسیٰ علیہ السلام سے بے ہوش شدگان میں داخل فرمایا اگر رحمت الٰہی ظاہر یوں میں آنے والے معاملوں میں بھی اسی تہمت میں داخل ہوں ان کی ہلاکت میری دعا سے **سفھاء** سے مراد تو بیدار ہی بنی اسرائیل ہیں مگر ان میں سے سب نہیں کچھ بلکہ بعض سے بھی تھی کیونکہ سب یا اس سے مراد پچھڑا پوجنے والے ہیں مگر دوسری بات قوی ہے کیونکہ یہ واقعہ میقات توبہ کا ہے **سفھاء** جمع ہے **سفیہ** کی یعنی بے وقوف اور ہلکی عقل والے نادان ناسمجھ اس کی تشریح پہلے پارے کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔ **منا** سے مراد قوم بنی اسرائیل یعنی اے مولیٰ مجھے تیری رحمت اور کرم سے امید قوی ہے کہ تو ان ستر لوگوں میں سے بھی شامل تھا ان نادانوں کی وجہ سے ہلاک نہ کرے گا بلکہ رکھے گا کہ یہ معاملہ میری عزت کا ہے **ان ھی الا فتنتک** یہ بیان ہے اس میں پہلے تعلق کی تاکید ہے **ھی** کا مرجع فتنہ ستر کی بات سے یا ان لوگوں کا پیدا کرنا تمہارا بنانا ہے یا قوم کی پچھڑا پرستی ہے۔ **فتنتک** کے معنی آزمائش بھی ہیں جیسا **انما اموالکم واولادکم فتنۃ** اور بھی ہیں جیسے **الفتنۃ اشد من القتل** یہاں معنی آزمائش ہے اگرچہ ایسا اور معنی والا لفظ اس سے بیک لخت ہٹ کر ہے معنی خراب اللہ تعالیٰ سے ہے جو تمام ہے تم آپ کے مقام میں یہ عرض کیا بعض مفسرین نے فرمایا کہ **ھی** کا مرجع وہ فتنہ ہی ہے جو **ان ھو الا زیدا** اس میں **ھو** کا مرجع خود زید ہے (روح البیان) یہاں تفسیر ان الفاظ سے کیوں کی گئی فرمان عالی ان الفاظ سے ہوا یہ رشد ہیں معلم نفل بالکہ موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ کی باتوں میں عرض کرنا ان کو پسند نہیں میں نے فرمایا ہے۔ عرض یہ ہے کہ مولیٰ پچھڑا تو نے ہی ان پر ڈالا یوں تو ہر فتنہ تیری طرف سے ہے مگر تو نے ایسا فتنہ کیوں ڈالا جس سے یہ پچھڑے سے ڈر رہے لوگوں سے ان کی دلی دغا کو ظاہر فرمایا۔ کہ پچھڑا بنی اسرائیل سے ان کا بہت قدیمی تعلق ہے ان کا مائل بتا دیا یہ بھی ہو سکتا ہے **تضل بھا من تشاء** یہ عبارت یا تو بیان ہے جو فتنہ کا بیان ہے اس کا مال ہے یا **فتنتک** میں فاعل تیرے **بھا** میں سے ہے ضمیر کا مرجع فتنہ ہے یعنی اے رب کریم تو جسے چاہے اس فتنہ سے گمراہ

www.alahazratnetwork.org

گمراہ کردے جو اس فتنہ میں گرفتار ہو جلوے وہ ہلاک ہو جلوے یا جو اس پر صبر نہ کرے یا جو راضی ہو صلہ ہو یا جو تیرے اس امتحان پر یہاں اعتراض در نہ کرے وہ گمراہ ہو جلوے (روح المعانی) **وتھدی من تشاء** جتنے معنی **تضل** کے کئے گئے اس کے مقابل اتنے ہی معنی اس عبارت کے ہوں گے یعنی جسے تو چاہے ہدایت دے یا ہدایت پر رکھے جو اس فتنہ سے الگ رہے یا جو راضی برضا رہے یا جو تیرے امتحان پر اعتراض نہ کرے اسے تو ہدایت دیتا ہے وغیرہ چونکہ ہدایت کا ذریعہ رب کا فضل ہے نہ کہ فتنہ اس سے یہاں **بھا** فرمایا گیا **انت ولینا** یہ بھی آئندہ دعا کی تمہید ہے ولی کے معانی ہم دوسرے مقام پر عرض کر چکے ہیں یہ لفظ یا تو معنی قرب سے بنا ہے یا ولایت بمعنی ملکیت و تصرف سے یا ولی بمعنی حفاظت و نصرت سے یعنی اے مولیٰ تو ہمارا ناصر ہمارا حافظ دینی دنیاوی کاموں میں متولی ہے یا تو ہم سے ہماری جانوں سے زیادہ قریب ہے **فاغفر لنا وارحمنا** یہ اصل دعا ہے اس میں ف ترتیبی ہے یعنی چونکہ تو ہمارا ولی ہمارا وارث حافظ ناصر ہے لہٰذا ہم کو بخش دے ہم پر رحم کر۔ اس دعا میں آپ نے اپنی ذات کو ان سب کے ساتھ شامل فرمایا تاکہ جلد قبول ہو یعنی میں بھی اس جماعت میں داخل ہوں اس لئے مجھ پر مع ان کے رحم فرما۔ خیال رہے کہ مغفرت خطا بخشنے کو کہا جاتا ہے اور رحمت عطاء انعام کو یعنی ہمارے خطاؤں کو معاف کر اور ہم پر اپنے کرم کی بارش فرما۔ یہاں تفسیر خازن نے عجیب بات فرمائی فرمایا کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ ان لوگوں سے بچھڑا پر ستی پر طلب دید کا جرم ہوا اور مجھ سے یہ دعا ہو گئی کہ میں نے **ان ھی الا فتنتک** کہہ دیا یہ لفظ شدید تیری شان کے لائق نہ ہو ان سے وہ جرم بخش دے میری یہ خطا معاف فرما دے اور مجھے اور انہیں اپنی رحمت دے اسی ان کے حال کے لائق اور مجھے میری شان کے لائق رحمتیں عطا فرما **وانت خیر المغفرین** یعنی تیرے بندے بھی اپنے ماتحتوں کو بخشتے ان پر رحم کرتے ہیں مگر تو ان سب سے زیادہ بخشنے والا ہے دنیا میں اکثر لوگ بخشش و رحمت کسی غرض سے کرتے ہیں مگر تیری یہ رحمتیں بے عرض ہیں لوگ تو ایک دو جرم بخشتے ہیں مگر تیری بخشش احتساء سے وراء ہے۔

گن رضا کا حساب کیا دو گر چہ آنکھوں سے ہیں سوا مگر اے عفو تیرے عفو کا تو حساب ہے نہ شمار ہے

خلاصہ تفسیر اس واقعہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کو کوہ طور پر لے جانے کے لئے منتخب فرمایا جو اپنی ساری قوم کے نمائندہ بن کر بچھڑا پوجنے کی طرف سے معذرت کریں یہ ستر آدمی ان لوگوں میں سے تھے جو اس پرستش سے محفوظ رہے تھے ان لوگوں نے یہ غضب کیا کہ طور پر پہنچ کر رب تعالیٰ کے دیدار کی تمنا کی یا چونکہ ان لوگوں نے بچھڑا پوجنے والوں کو اس جرم سے روکنے میں کچھ سستی کی تھی کہ ان کے ساتھ رہنا سہنا نہ چھوڑا تھا ان سے گلے ملتے رہے۔ اس وجہ سے ان پر ایک چیخ آئی جس سے زلزلہ پیدا ہوا اور وہ ستر کے ستر ہلاک ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ حادثہ دیکھا تو خیال فرمایا کہ اگر اب میں اکیلا اپنی قوم میں واپس گیا تو میری قوم تو پہلے ہی سرکش اور بدگمان ہے وہ مجھ پر الزام لگائے گی کہ ان ستر کو میں ہلاک کرا آیا تب آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور رسالت بجز و انکسار سے عرض کیا کہ اے میرے مولیٰ تو قادر مطلق ہے اگر تو چاہتا تو ان لوگوں کو طور پر آنے سے پہلے ہی قوم کے سامنے ہلاک کر دیتا بلکہ اگر تو چاہتا تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا تاکہ مجھے پھر ان کے قتل کی تہمت نہ لگتی تو چاہتا تو بحر ظلمات میں ہم سب کو موت دے دیتا تو چاہتا تو بچھڑا پوجنے والے وقت لوگوں کو مار دیتا سب یہاں جو انہیں ہلاک فرما میرے مولیٰ اس میں میری آبرو کا خطرہ ہے ان کی ہلاکت تیری بڑی غضب و ناراضی کی آزمائش ہے یا

www.alahazratnetwork.org

اس لوگوں کی بخشش تیری آرزو ہے اس آرزو کے ذریعہ تو جسے چاہے گمراہ کرے کہ وہ تیری آرزو میں حاضر ہو جائیں اور تجھ سے مدد چاہنے لگیں کہ وہ تیری حکمتوں کا اقرار کرکے ہدایت میں اور ترقی کر جائیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انبیاء کے قصوروں کی وجہ سے ہم سب کو فنا کردے مجھے تیرے کرم سے امید ہے کہ تو ایسا نہ کرے گا بخشش پر ہی کرو یا نہ کرو ہم تو اس سے محظوظ رہے ہیں۔ میرے مولیٰ تو ہمارا ولی وارث حافظ و ناصر ہے ہم سب کو بخش دے ہمارے قصوروں سے درگزر فرما اور ہم پر رحمت نظر اور رحمت فرما جیسے بندے بھی اپنے ماتحتوں پر رحم و مرحمت ان کے قصوروں سے درگزر کرتے ہیں مگر تو ان سب سے ہزار رحیم و کریم ہے کہ تیری رحمت و کرم موقتی ہوتی ہے تیری ولی ان کی رحمت و کرم خصوصی اور کسی غرض سے ہوتی ہے اور تیرا رحم و کرم عمومی اور بے غرض ہے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: تمام گناہوں میں رب تعالیٰ کا ہی خوف ہوتا ہے اور اسی کا بھی خشیۃ سے نبی کو کتنا سے تکلیف ہوتی ہے رب کی نافرمانی گویا دوستوں کی نافرمانی ہے اس لئے توبہ کرنے سے بھی معافی چاہئے اور رب تعالیٰ سے بھی بلکہ نبی سے پہلے معافی چاہئے کہ ان کی معافی رب کی معافی کا ذریعہ ہے یہ فائدہ اس آیت سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام ہی پر فرمایا کہ **پھر جب تم** واپس ہو کر بعد میں یہ اور حقوق تمہارے میں انسان تین قسم کے ہیں رب تعالیٰ کا ہی کام اور حق والے انسان تو ان سے معافیاں حاصل کرنا ضروری ہے ہر وہ شخص جو گناہ کرکے حضور سے معافی مانگتے ہیں اس کی اصل یہ ہے تو دوسرا فائدہ بھی توبہ کی قبولیت میں دیر کی جاتی ہے اس دیر میں ہزار حکمتیں ہوتی ہیں۔ یہ فائدہ **واختار موسیٰ** سے حاصل ہوا اس بچھڑا پرستوں کی توبہ بہت شرائط سے بہت عرصہ میں قبول ہوئی کچھ آدم علیہ السلام کی توبہ تین سو سال بعد قبول ہوئی۔ حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ پچاس سال بعد قبول ہوئی ابو لبابہ کی توبہ بہت عرصہ بعد قبول ہوئی۔ پوری بنو قریظہ کی توبہ قبول ہوئی۔ بعض حاضر لوگوں کا فوراً قبول فرمانا کسی کا نمائندہ بن کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا درست ہے یہ فائدہ **سبعین رجلا** سے حاصل ہوا۔ بچھڑا پرستی کی تھی کچھ لوگوں نے ان کی طرف سے معذرت کرنے صرف ستر آدمی طور پر گئے لہٰذا بہت لوگوں کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی اور ہوتی ہے۔ موجودہ بچھڑوں کی وکالتوں کی اصل یہ آیت ہے قبل قیامت میں اس وکالت کا ظہور اس طرح ہوگا کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ میں بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گا میں اپنے امتیوں کی وکالت کروں گا حضور ہر نبی کے لئے حضور ہر نبی اس کے کہا جائے گا کہ یہاں پیش رب تعالیٰ ہر نبی سے اس کی حضور کے کام سے کام رکھا جائے گا اور رب تعالیٰ ہمارے سامنے ہوتے ہوئے رسولوں کی صورت سے ہوتی ہے طرح حضور **رسولکم یرسولہ** سے ہوئے۔ قیامت میں سفارشوں کو بھی پشت رہے رب حضور کی عرض حضور کی عرض پائیں گے ستونوں سے۔ **تیسرا فائدہ** یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نبی کے لئے چاہیں منتخب فرما لیں یہ حق رب تعالیٰ ان کی طرف سے ہوتا ہے یہ فائدہ **واختار موسیٰ** سے حاصل ہوا لہٰذا حضور بطور حضور کے حضور کو منتخب فرمایا اور ساتھ ستر کا عدد بھی موقع پر اپنی طرف سے صحیح کی بات چیت کرنے کو حضور سے منتخب کیا بلکہ قیامت میں کی مختلف حاجات کے لئے مختلف خصوص کا انتخاب حضور کی طرف سے ہوتا ہے کاملہ ارے کم کردار

www.alahazratnetwork.org

بھی کسی کتاب میں آجائیں۔

تم تو جس کتاب کو چھو دو ہے بعد پاک ۔۔۔ میں ہی اس کو پڑھوں جو تحفہ تم کو ملے

فرشتے بھی مخلوق کے بارگاہ الٰہی میں وسیلہ ہیں لوروی بھی مگر نبی کا کتاب رب کی طرف سے ہوتا ہے اور ولی کا کتاب نبی کی طرف سے ہے۔ چوتھا فائدہ ہوسکے کسی خاص مقام پر خاص تاریخ میں جانا بالکل درست ہے۔ یہ فائدہ **لمیقاتنا** سے حاصل ہوا۔ یکھو موسیٰ علیہ السلام معجزات رکھنے کے طور پر خاص وقت لے گئے۔ یہ وقت بھی اسرائیل کو حکم دیا تھا۔ **ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطۃ** بیت المقدس میں جاکر سجدہ معافی دے بعض لوگوں کا بعض بزرگ مقامات پر جاکر دعائیں مانگنا بالکل درست ہے۔ خیال رہے کہ چند جگہ تو وعدہ جگہ قبولیت ہوتی ہے ولی کے پاس **ھنالک دعا زکریا ربہ** حضرت مریم کے پاس ذکریا علیہ السلام نے دعا مانگی۔ بزرگوں کی قبروں کے پاس **ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطۃ** یکھو بیت المقدس میں قبروں کی قریب تھیں وہاں جاکر توبہ کرنے کا بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا۔ بزرگ کی عبادت گاہ یا جائے گاہ پر جاکر جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوا **واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا** حضور انور نے معاہدہ پر دونوں پارٹی کے درمیان راستہ میں کہیں چل نہیں پھرتے تھے بلکہ ایک جگہ بیٹھ کر کام کرتے وقت کیونکہ یہ حضرت باجرہ کا قصہ ہے حضرت ہاجرہ شافعی دعا کرنے کے لئے مصر سے عرب تشریف لے جاتے تھے۔ چوتھا فائدہ کسی شخص کے تصویروں کی وجہ سے سب تصویروں پر کسی کتاب بلکہ مکان میں آجاتی ہیں۔ یہ فائدہ **اخذتھم الرجفۃ** سے حاصل ہوا۔ بعض سے ساتھ تھوں بھی پس جاتے ہیں بدوں کی شامت سے بچے۔ پچھلی امت کے لوگوں نے بنی تھی مگر ان کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے ان لوگوں پر بھی عتاب ہوگیا۔ پانچواں فائدہ نبی کی دعا سے مقتول جی جاتے ہیں پھر جاتے ہیں کسی مردے کی جاتے ہیں یہ فائدہ **رب لو شئت** سے حاصل ہوا دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے مردوں کو زندہ کیا گیا۔ چھٹا فائدہ اگر رب تعالیٰ چاہے تو ہم کو ہماری عمر ختم ہونے سے پہلے بھی موت دے مقتول وغیرہ سے پہلے ہم ہیں رب تعالیٰ چاہے تو ہم کو ہماری عمر ختم ہونے سے پہلے بھی موت دے یہ فائدہ **لو شئت اھلکتھم من قبل** سے حاصل ہوا۔ یکھو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولیٰ اگر تو چاہتا تو ہم سب لوگوں سے پہلے وقت دے دیتا تاکہ ہم بھی ان سب کی قبریں بنا لیتے۔ ساتواں فائدہ اللہ تعالیٰ سے بندہ امید بھی رکھے۔ تو نے اسی طرح دوسرے سب لوگوں کی عرض ہے یہ فائدہ **اتھلکنا** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولیٰ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو ہم سب کو بعض کے جرموں کی وجہ سے ہلاک کر دے۔ مجھ کو امید قوی ہے کہ تو ایسا نہ کرے گا معلوم ہوا کہ مقربوں کے مرجانے سے یا ان کے رب سے عرض کرنے سے عذاب ٹل جاتا ہے۔ آٹھواں فائدہ بعض اعمال ایسے ہیں جو اللہ کے مقرب بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں ایسے اعمال ہو جانے سے یہ فائدہ **الا فتنتک** سے حاصل ہوا۔ ہم گرفتہ کرتے تعالیٰ کی طرف سے تو ایسے اعمال ہو جاویں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

در حق او مدح و در حق تو ذم ۔۔۔ در حق او لطف و در حق تو قہر

ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ تعریف کی آرائش بھی نہیں بول سکتے۔ نواں فائدہ امتحان میں سب کی ہی ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

بعض نیل بھی ہو جاتے ہیں بلکہ نیل زیادہ ہوتے ہیں پاس کوئی کوئی ہوتا ہے دیکھو یہاں بعض اور تندی دونوں کا ساتھ ہے بلکہ تمہارا کلام پہلے سے ہدایت فرمادیتے ہیں۔ دسواں فائدہ مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بعد میں اپنی حاجت عرض عرض کرے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا کے آخر میں فرمایا **وانت خیر الغافرین**۔ گیارھواں فائدہ بعض دعاؤں میں اس قسم کی رب کی صفت کا ذکر ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے مغفرت کی دعا کے آخر میں فرمایا **انت خیر الغافرین** کہیں فرمایا **انت خیر الرازقین** وغیرہ۔ جہاں مغفرت کے لئے رب کی صفت غفاریت ذکر کی ہے رب کی صفت ناراضی سے ہے کہ ہر قسم کا طلب مانگنے اپنی حالت کے موافق مانگے یا کرے۔ **بارھواں فائدہ** لوگوں سے پاک جگہوں سے پاک کپڑے ہو کر دعا مانگنا وہاں جا کر توبہ کرنا بھی سنت ہے وہاں جا کر کے بلا زیارت کا سنت قدیمہ سے یہ فائدہ **لمیقاتنا** سے حاصل ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام اس مقام مخصوص کو وہاں طور پر توبہ کے لئے مقرر کئے جہاں آپ چلے گئے تھے۔ غرضکہ یہ چار مقدمہ توبہ کی میقات ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ستر آدمی بڑے سمجھ بلند ہوش ہوتے تھے کہ وہ الٰہی کی حمد میں باقی تھیں۔ وہ وقت ہوش میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واپس آنے کے لئے تم ہونے سے پہلے موت کا حکم سے رب فرماتا ہے **اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون** (حصہ ۸ میں گزرا) **جواب** اس اعتراض کا جواب تین تفصیل سے دیتے ہیں۔ یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ تمہاری پیش کردہ آیت میں فاکوں عدد کی قید ہے یہاں اور اس جیسی دوسری آیت و حدیث میں قدرت خداوندی کا ذکر ہے فاکوں سکینڈ میں رب تعالیٰ جس وقت کی قدرت رکھتا ہے اس لئے وہاں **لا یستاخرون** اور **لا یستقدمون** فرمایا کہ بندے اپنی خواہش اپنے ارادے سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے رب تعالیٰ آگے پیچھے کرے تو وہ قادر ہے۔ علیہ السلام اور اس فائدہ جیسی سو سال والی آیت سے پوری تحقیق تیسرے پارہ کی تفسیر میں ملاحظہ کرو۔ دوسرا اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا میں عرض کیا **اتھلکنا بما فعل** یہ تو رب تعالیٰ پر اعتراض ہے حالانکہ انبیاء کی شان سے بعید ہے کہ یہ الفاظ زبان پر لائیں۔ **جواب** یہ عرض کرنا اعتراض نہیں بلکہ رحمت و مغفرت سے مایوسی کی وجہ پیدا ہوئی۔ یعنی ایسا ہو بھی سکتا ہے تو عرض کی طرف سے نہیں کیا نہیں ہو سکتا کہ تیرے پیارے بندے کو تیری رحمت و مغفرت کی امید میں ہلاک کر دے۔ ضمناً کشف ہوتے ہیں۔ **تیسرا اعتراض** جناب کلیم سے عرض **ارنی انظر الیک** میں رب تعالیٰ سے قصہ رب کی طرف سے ہمارا بار کلام اور بات کی سے ایسی بے پھرائے ہوئے دیکھنے کی ہمت کسی شریف انسان کو نہیں کہ کہہ سکے یہ چاہیئے رب تعالیٰ کی ذات۔ **جواب** عرض والے میں قصہ کے معنی میں امتحان آزمائش عرض علماء اعلام آزمائش ہوتے ہیں تو قصہ عام آزمائش ہو۔ رب فرماتے **انما اموالکم و اولادکم فتنۃ** یہاں فتنہ کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف صاف کی نسبت سے بتی۔ تیسرا عام آزمائش ہے جس میں کوئی کوئی کامیاب ہوتا ہے اگر اس میں بات میں کوئی بات سے اپنی نسبت رب تعالیٰ پر اعتراض کی ہوتی تو آپ صرف **فاعصر**۔ فرمانے جلد ایمان کی تجدید کرتے کہ رب اعتراض کرنے والا صرف ایمان سے دور ہوتا ہے۔ **چوتھا اعتراض** جو موسیٰ علیہ السلام نے متصاحبوں کی آنکھ روشنی کی نسبت یوں کی۔ موت کا

www.alahazratnetwork.org

ہر شخص کو آتی ہی ہے جب بھی آئے۔ **جواب** اس کا یہ ہے کہ یہاں آپ کی عزت کا سوال تھا اگر آپ اکیلے قوم میں واپس جاتے تو وہ لوگ آپ کو اس کے قتل کا الزام لگاتے۔ رب تعالیٰ کو نبی کی عزت ملحوظ تھی اس لئے رب نے ان مردوں کو زندہ کرکے آپ کے ساتھ بھیجا۔ اسی طرح مریم صرف آپ ہی کی عزت و عظمت کے لئے ہوا دیکھو یوسف علیہ السلام کی عزت محفوظ رکھنے کے لئے عزیز مصر کو سات سال تک وہ بھی مسلسل سات برس کی **پانچواں اعتراض** اس کی یہ وجہ ہے کہ اصحاب کہف حضور کے ساتھ رہے کے ہوا صرف چالیس روز ہی بدلائی میں پھر اپرست بن گئے مگر حضور کے صحابہ ایک آن حضور کی محبت میں رہ کر کیسے پختہ ہوگئے کہ نہیں دیکھی کوئی تکلیف لولی ہوئی ایمان سے ہٹا نہ سکی جیسے حضرت بلال یا ابو جندل یا ابو عطاری **جواب** اس کا یہ ہے کہ قرآن مجید کو رب نے ایک ایسی صفت بخشی ہے جو کسی آسمانی کتاب کو نہیں بخشی قرآن کو اور اپنے محبوب کو ایک ایسی صفت بخشی جو کسی نبی کو نہیں بخشی یعنی محبوبیت مطلقہ مسلمانوں کو رب سے عشق رسول بخشا ان امت کو اس کے نبی کا ایسا عشق بخشا جس عشق کی جلوہ گری ہے کہ مومن گمراہ نہیں ہوتے۔ **چھٹا اعتراض** موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی بت پرستی دیکھی تو بہت ہی غصہ و غصہ کا اظہار فرمایا پھر ان ستر کے مرجانے پر بھی آپ کو توبہ کرتے حضور کو کبھی نہ غصہ آیا نہ جوش۔ اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ **جواب** اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہر وقت ہر طرف سے ہر حال میں فرمائی ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو تجلی صفت کی برداشت نہ ہوئی بے ہوش ہوگئے تمہارے حضور میں ہر وقت ہر حال میں تبسم فرماتے رہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور کے صدر طیبہ پتھر سے کم نہیں ہوتا۔

تفسیر صوفیہ۔ عشق کے مضمون بندوں پر وقت آتے ہیں یار کا دیدار یا یار کی گفتگو کا ملنا ہوتا ہے ان میں اس حرام انتظار رہ کا ہوتا ہے مگر یار کی گفتگو کا طریقہ بلکہ الفاظ پڑھ لوری ہوتے ہیں۔ ان میں ہوش عشق کی جھلک ہوتی ہے آئینہ کر دیدار یاری جامع ہے دونوں ہوش عشق دو جدا الگ چیزیں ہیں ہوش عشق میں شرعی احکام مرتفع نہیں ہوتے بندہ سب خود ہوتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں (مدار روح البیان)

گفتگو عاشقاں دیدار رب ۔۔۔ ہوش عشقست نے آب و گل

ہر کہ را در جام حق یک جرعہ نوش ۔۔۔ نے لب ماند نے دہن نے حلق و ہوش

اس آیت زیر میں **انہلکنا** اور **ارحمنا الا فتنتک** میں بھی **تضل بہا** سب عرس اور محفوظ میں عشق کی جلوہ گری ہے ان میں الفاظ طرز پڑھ لوری ہیں اور **انت ولینا** اور **فاغفرلنا** اور **وارحمنا** اور **انت خیر الغافرین** میں یار مدد کا ظہور ہے ان سے الفاظ طرز جدا الگ ہے فن مقبولوں کی دونوں باتیں رب فرماتا ہے اس لئے رب نے ان کا ذکر فرمایا تاکہ دونوں ادا میں قبول ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک غفور مغفرت سے مطلوب رحمت سے چونکہ صبر ناقص پہلے ہے لفظ سے خصوص پر اس سے پہلے مغفرت کا ذکر پہلے ہوا رحم کا بعد میں۔ عارف مغفرت مانگتے ہیں خواص خیل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مولیٰ ہماری نیکیاں تیرے دیدار کے لائق نہیں معلوم ہوتے۔ **فاغفرلنا** میں دونوں مغفرتوں کا ذکر ہے نبی کی شرکت بلکہ نبی کے ہم سے عیبوں کے عیب چھپ جاتے ہیں۔ اس سے **فاغفرلنا** میں آپ نے اپنے کو سب میں شامل فرمایا کریم بندے اپنے ماتحتوں کے جرم بخش دیتے ہیں مگر رب کریم مجرموں سے جرم بخش

www.alahazratnetwork.org

فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات اس سے ہے **وخیر المغفرین** بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ مجھے جلا کر میری راکھ کا آدھا حصہ خشکی میں اور آدھا دریا میں اڑا دینا اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے اور فرمایا اے بندے تو نے یہ کام کیوں کیا اس نے کہا تیرے ڈر سے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا اور اس کی مغفرت کر دی۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ

اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے

قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا

تو عنقریب میں لکھ دوں گا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری

يُؤْمِنُونَ ۝

آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں

ایمان لاتے ہیں

متقی ہے اتقاء سے ماخوذ ہے اصل متقی موقی تھا پہلی واو کو یا سے بدل کر یا میں ادغام کر دیا گیا اتقاء کے معنی ہیں بچنا اور بچانا متقی وہ ہے جو اپنے کو عذاب الٰہی سے بچائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے احکام بجا لائے اور اس کی منہیات سے باز رہے

مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو در کریم سے بندہ کیا نہیں ملا

تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرمایا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ **انت ولینا** ہمارا ولی ہے اب موسیٰ علیہ السلام کی طلب کا ذکر ہے کہ جب تو ہمارا مولیٰ ہے ہم بندے ہیں تو بندوں کا کام ہے مانگنا مولیٰ کا کام ہے دینا۔ ولایت کے بعد نبوت و رسالت کا تذکرہ ہے کہ دوسروں مانگنے والوں سے گھبراتے ہیں مگر رب کریم مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔

تفسیر: **واکتب لنا** یہ عبارت معطوف ہے گزشتہ پچھلی عبارت پر لہٰذا اس کا واو عاطفہ ہے۔ **اکتب** ماخذ ہے **کتابۃ** سے کتابت کے کئی معنی ہیں لازم کر دینا، لکھ دینا، مقدر کر دینا۔ یہاں سارے معنی درست ہیں یعنی ہمارے لئے لازم کر دے لکھ دے یا لکھ لے ہمارے مقدر میں رہے۔ یہاں رب کہ ہمارے اعمال و احوال کی تحریریں چار ہیں۔ ایک لوح محفوظ میں قلم قدرت سے جو عالم کے پیدا ہونے سے پہلے ہو چکی۔ دوسری پیشانی میں جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ ہر سال شب قدر میں یہ تحریر فرشتوں کے صحیفوں میں ہوتی ہے سال بھر کے واقعات و حالات کی۔ انسان کے نامہ اعمال میں عمل کر چکنے کے بعد۔ تفسیر خازن نے فرمایا کہ یہاں یہ چوتھی تحریر مراد ہے یعنی ہم کو نیک اعمال کی توفیق دے کہ ہم نیکیاں کریں اور تو ہمارے نامہ اعمال میں لکھے۔ باقی مفسرین نے فرمایا۔ تاسف مراد ہے اور ثابت کر دینا یعنی ہم پر نیکیاں لازم فرما دے ہم کو توفیق خیر عطا فرما۔ **لنا** میں لام کا کاف ہے اور **لنا** کا لام۔ آپ نے اپنی امت کو ہم مسلمانوں میں شامل فرمایا کہ آپ کی شوکت کی برکت سے ان لوگوں کے حق میں دعا قبول ہو جاوے۔ دوسرے آپ نے تو صرف یہی بھلائی قول ہی سے لکھی دعا چلی تھی نبوت سے بڑھ کر کونسی بھلائی ہو سکتی ہے پھر صاحب توریت صاحب کلام بھی ہونا اس پر سونے پر سہاگہ ہے۔ **فی ھذہ الدنیا** یہ عبارت یا تو متعلق ہے **اکتب** کے یا **حسنۃ** کے پہلا احتمال قوی ہے چونکہ دنیا سامنے ہے آخرت غائب اس لئے دنیا کے لئے **ھذہ** لایا ہو ورنہ کے لفظی معنی اس کی حد تم پہلے پارہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ دو قسموں یعنی ماں کے پیٹ اور قبر کے درمیان دنیا ہے۔ بعد موت سے دوسرا صور پھونکنے تک برزخ ہے۔ اور دوسرے صور سے ابد الآباد تک آخرت۔ اعمال کی جگہ دنیا ہے۔ انشاء اللہ آرام کی جگہ برزخ ہے اور انعام کی جگہ آخرت۔ اسی لئے دنیا کی زندگی ان دونوں زندگیوں سے چھوٹی ہے کہ کام کریں آرام و انعام زیادہ۔ **حسنۃ** قوی یہ ہے کہ یہ اکتب کا مفعول ہے اور **فی ھذہ الدنیا** اسی اکتب کا متعلق تھا۔ **حسنۃ** صفت مشبہ ہے اور اس کا مصدر **حسن** ہے۔ معنی خوبی دینی۔ اس کا مقابل ہے **سیئۃ**۔ معنی بری دینی اسکی تین تقسیم ہیں بڑی خوبی وہ فرمائی جو نکلہ **حسنۃ** اسم جنس ہے لہٰذا اس میں تمام نیکیاں دنیا میں داخل ہیں۔ اچھی زندگی کو **حیوۃ طیبۃ** کہا جاتا ہے۔ حلال اور وسیع روزی، نیک اولاد، استقامت، ایک اعمال کی توفیق۔ اچھا خاتمہ۔ علم دین، گناہوں سے حفاظت۔ مقبولوں کی صحبت ان سے محبت و غیرہ عشق سے۔ ایک دنیاوی بھلائی یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز **حسنۃ** ہے جس کو اچھا سمجھا سونا، لمبا چوڑا مرنا، واہ واہ اور لوگوں کا کہنا وغیرہ یہ سب ہو سکتا ہے جبکہ ہر کام سنت رسول کی عمل کے لئے کیا جائے۔ **وفی الاخرۃ** یہ عبارت معطوف ہے **فی ھذہ** پر یہاں حسنہ پوشیدہ ہے کیونکہ پہلے حسنہ کا ذکر ہو چکا **اخرۃ** سے برزخ اور قیامت اور بعد قیامت تمام ہی مراد ہیں تو آخرت کی بھلائی سے چند بھلائیاں مراد ہوں گی برزخ کے امتحان میں کامیابی وہاں کامیابی کے بعد آرام و چین۔ قیامت کی وحشت و دہشت سے حفاظت، حساب کی آسانی، نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملنا، چہرہ سفید ہونا،

www.alahazratnetwork.org

رب تعالیٰ کی نظر رحم و رحمت پل صراط سے بہ آسانی گزرے۔ پھر جنت میں داخلہ دیدوی اعمال کا اچھا بدلہ۔ رب تعالیٰ کا دیدار رضوان غیرہا آخرت سے مراد ہے بعد قیامت کی زندگی تو آخرت کی بھلائی سے آخری بھلائیاں مراد ہوں گی یعنی جنت اور وہاں کی نعمتیں غرضکہ یہ دعا بہت ہی جامع ہے۔ ہم نمازوں کے آخر میں دعا مانگتے ہیں۔ **ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار** اس کلمہ جامع کلیم اللہ کی دعا ہے یہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں ہم کو یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ **انا ھدنا الیک** یہ عبارت یا تو یا تلات یا الکتب انا کی وجہ سے ما سے مراد موسیٰ علیہ السلام اور حضور آپ کے ساتھ آنے والے دوستر ہزار جو وہاں زلزلہ سے ہلاک کئے گئے جس کا ذکر ابھی ہو چکا یا سارے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ **ھدنا یا ھود** معنی تو ہلنا توبہ کرنا ایک شاعر کہتا ہے۔

ای امر عما جیست ھاند

عرب کے بعض بلغ کہتے ہیں۔

یا راکب الذنب ھد ھد واسجد کانک ھد ھد

یعنی اے گنہگار توبہ کر تو ہدہد کی طرح سجدہ کر۔ یہاں **ھدنا** یا معروف سے یا مجہول سے یا ہٹائے گئے کہ تیری رحمت سے ہم تو تیری طرف ہوئے یا میں نے تیرے پیاروں کا ذکر کیا تو ان حاضرین سے اس کلام سے توبہ کی کہ **لن نؤمن لک حتی نری اللہ** اور سارے اسرائیلیوں سے گوسالہ پرستی سے تو ہی اعلیٰ یعنی ہدنا یا ہدنا چونکہ ہم سب نے تیری بارگاہ میں تو ہی تیری طرف رجوع کیا اور تو اپنے دروازہ سے کسی تائب کو محروم نہیں لوٹاتا اس لئے ہم پر رحم فرما (روح البیان) **قال عذابی اصیب بہ من اشاء** اس فرمان عالی میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے موسیٰ ہمارے پاس چار چیزیں ہیں۔ عذاب، رحمت عام جس کا ظہور دنیا میں ہے رحمت خاصہ جس کا ظہور آخرت میں ہوگا رحمت خاص الخاصہ جو صرف امت محمدیہ کو عطا ہوگی اس فرمان عذاب کا ذکر ہے **من اشاء** میں من سے مراد مجرم گنہگار بندے ہیں اس میں نیک کار بندے داخل نہیں مطلب یہ ہے کہ ہم جس مجرم کو چاہیں گے عذاب دیں گے جسے چاہیں گے بخش دیں گے یہ مطلب نہیں کہ جس متقی ولی نبی کو چاہیں گے عذاب دیں اللہ مطلب واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں اس تفسیر کی بنا پر عذاب سے مراد اخروی عذاب ہے اور **من اشاء** سے مراد گنہگار مومن ہیں کیونکہ عذاب عذاب دائمی ہوگا کسی کافر کی بخشش نہ ہوگی۔ رہے گنہگار مومن ان پر رحمت بخشش یا شفاعت کے بعد صاف پاک ہونے اور دوزخ کی آگ میں تھوڑی دیر تک کے بعد قابل بنا دیئے جانے کے بعد جنت میں بھیجے جانے کے بعد "فضل یا وضع" یا عدل ہے اس کی تفسیر دوسری آیت سے **یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء** ہو سکتا ہے کہ عذاب سے مراد دنیوی عذاب ہو اور **من اشاء** سے مراد کافر ہوں یعنی دنیوی عذاب ان کافروں کے لئے ہیں جنہیں ہم عذاب دینا چاہیں جیسے قوم شعیب علیہ السلام پر کم تولنے کی وجہ سے۔ قوم ہود پر جہالت کی بنا پر عذاب آنے لگی کہ یہ جرم ایسے ہیں جن کا عذاب ہونا یقینی نہیں ہوا کہ مشیت پر موقوف ہیں رحمت عامہ کے متعلق ارشاد ہوا **ورحمتی وسعت کل شیئ** اس فرمان عالی میں رحمت سے مراد رب تعالیٰ کی رحمت عامہ ہے جس کا ظہور دنیا میں ہو رہا ہے جیسے زندگی صحت خوب خوب رزق حواس وغیرہ

www.alahazratnetwork.org

اس کی تفصیل ہم بسم اللہ کی تفسیر الرحمن الرحیم میں کر چکے ہیں۔ ان نعمتوں کے لحاظ سے رب کا نام رحمن ہے۔ **کل شئی** سے مراد ہر مومن کافر متقی فاسق انسان بلکہ سارے جن وانس حیوانات نباتات وغیرہ مخلوق ہے کیونکہ کوئی مخلوق اس کی اس رحمت سے خارج نہیں۔ خیال رہے کہ عذاب کے متعلق **اصیب بہ** ارشاد ہوا مصارع سے مگر رحمت کے متعلق **وسعت** ماضی ارشاد ہوا جس سے معلوم ہوا کہ رحمت الٰہی رب کا کرم ہے اور عذاب الٰہی ہمارے گناہوں کے سبب سے ہے عذاب خاص وقت میں آتا ہے مگر رحمت میں وسعت کا کرشمہ بھی یہی ہے کہ رحمت بھی اللہ کے ارادہ سے ہی ہے اور عذاب بھی مگر رحمت میں اس کا ذکر نہیں ہوا جس سے پتہ لگا کہ رحمت عذاب پر سبقت لئے ہوئے ہے (از مدارک) **فساکتبہا للذین یتقون** اس فرمان عالی میں رحمت کی دوسری قسم یعنی رحمت خاصہ کا ذکر ہے جیسے ایمان، اعمال صالحہ توفیق خیر، قبر میں کامیابی حشر میں نجات جنت کا داخلہ وغیرہ۔ **یتقون** مضارع تقویٰ سے معنی ڈرتے بچتے تقویٰ کے معنی اس کے اقسام وغیرہم **ھدی للمتقین** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ تقویٰ سے دو معنی میں معمولات شرعیہ سے بچنا، احکام پر عمل کرنا جنہیں ان دونوں کی توفیق ملے وہ کامل متقی ہے یعنی رحمت خاصہ صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ **ویؤتون الزکوۃ** یہ عبارت معطوف ہے **یتقون** پر اور صفت ہے **الذین** اگرچہ تقویٰ میں زکوۃ بھی داخل تھی مگر چونکہ یہودیوں پر زکوۃ کے بخیل تھے اور انہیں زکوۃ بہت ہی گراں تھی اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا **والذین ھم بایتنا یؤمنون** چونکہ ایمان ساری عبادات کی صحت اور قبولیت کی شرط اول ہے اس لئے اس کا ذکر آخر میں بطور حال فرمایا آیت سے مراد تمام امت محمد کی ساری آیتیں نبی کے سارے معجزات اور قرآن کے سارے فرمان ہیں یعنی یہ رحمت خاصہ ان لوگوں کو ملے گی جو پرہیزگار بھی ہوں ایماندار بھی چونکہ ساری اسلامی عبادتیں وقت مقرر پر ہیں جیسے نماز کے ارکان قیام رکوع وغیرہ مگر ایمان دائمی جیسے نماز کے طہارت ستر عورت قبلہ وغیرہ کہ ان سے آخر تک چاہئے یوں ہی ایمان لوں سے آخر تک ضروری کہ سانس کی طرح ہر وقت دل میں رہے اس لئے ایمان کا ذکر تقویٰ اور زکوۃ کے بعد فرمایا یعنی جو یہ کام کریں مگر بشرطیکہ آخر دم تک مومن رہیں۔

خلاصہ تفسیر طور پر ستر آدمیوں کی ملاقات دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں چند دعائیں کیں جن میں سے تین دعاؤں کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا ایک کا اشارۃً **اتھلکنا** دو کا صراحۃً **فاغفر لنا وارحمنا** وہ دعائیں کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے چنانچہ آپ نے عرض کیا کہ مولیٰ ہماری ساری قوم یعنی بنی اسرائیل کے مقدر میں دنیا کی خاص بھلائی بھی لکھ دے اور آخرت کی بھلائی بھی لکھ دیجئے ہم کو تیری توفیق اچھا اور تمام قوموں پر شرف عطا فرما۔ آخرت میں مغفرت رحمت دو سروں پر اظہار شرف عطا کر کیونکہ ہم سب نے اے مولیٰ تیری طرف رجوع کر لیا ہے کہ بچھڑا پرستوں نے اپنے اس جرم سے توبہ کر لی ہے۔ ان ستر آدمیوں نے سنا ہے تیرے دیدار کا تقاضا یا تقاضا سے رجوع کر لیا حتیٰ کہ میں نے تو تیرے دیدار کا شوق بیان کر کے توبہ کر لی ہے میں عرض کر چکا ہوں **سبحنک تبت الیک** مولیٰ جب ہم سب تیری طرف رجوع کر چکے ہیں تو اپنے کرم سے تو بھی ہماری یہ دعا قبول فرما اس کے جواب میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ ہمارے پاس ایک تو عذاب ہے اور تین رحمتیں ہمارے عذاب کا معاملہ یہ ہے کہ ہم کسی بے قصور کو عذاب نہیں دیتے قصوروالوں میں سے جس کو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ رہی میری رحمتیں تو ہماری رحمت عامہ رزق صحت امن کی دوسری نعمتیں

www.alahazratnetwork.org

یہ تو ہر بندہ کو گھیرے ہوئے ہیں کہ ہر مومن کافر مطیع اور نافرمان کو پہنچ رہی ہیں۔ رہی دوسری رحمت یعنی رحمت خاصہ دعا، اپنا قرب وغیرہ یہ ہم ان کے مقدر میں کرتے ہیں جو پرہیزگار ہوں خصوصاً زکوٰۃ دیتے ہوں ساتھ ہی وہ ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہوں۔ کوئی نیکی بھی ہم میں قبول نہیں ہوتی لہٰذا تمہاری یہ دعا ان خاص لوگوں کے حق میں قبول ہے۔ ہم منکروں کو اس رحمت سے ہٹا دیں گے تمہاری دعا کچھ ترمیم کے ساتھ قبول ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ نبی کی شفاعت برحق ہے یہاں آخرت میں اس شفاعت کی برکت سے اللہ کی رحمتیں ملتی ہیں یہ فائدہ **واکتب لنا** سے حاصل ہوا دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ساری قوم کے لیے دنیا و آخرت کی دعا فرمائی جو قدرے ترمیم سے قبول ہوئی اور قوم کے کام آئی۔ دوسرا فائدہ نبی اپنی قوم کے حق میں مطلق ہوتے ہیں کہ ان کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں عرض معروض کرتے ہیں اور رب تعالیٰ بالجواب ان سے بات چیت کرتے ہیں یہ فائدہ **انا هدنا اليك** سے حاصل ہوا انشاء اللہ حضور انور کی شفاعت قیامت میں ہر ایک دیکھ لے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ سے دنیا اور اس دونوں کی بھلائی مانگے صرف ایک بھلائی پر قناعت نہ کرے یہ فائدہ **فی الدنیا حسنة وفی الاخرة** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ دوسری دعاؤں سے جامع دعا مانگنا ہے جس سے الفاظ تھوڑے ہوں معنی وسیع یہ فائدہ **حسنة** فرمانے سے حاصل ہوا کہ جس لفظ تو سب ہی مختصر مگر اس میں سب بھلائیاں آجاتی ہیں۔ پانچواں فائدہ اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا مانگنا ہے یہ فائدہ **انا هدنا اليك** سے حاصل ہوا موسیٰ علیہ السلام نے رجوع الی اللہ کے وسیلہ سے دعا مانگی اور جس طرح ہمارے اعمال جن کی مقبولیت مشکوک ہے وسیلہ دعا اور وسیلہ کرم بن سکتے ہیں تو وہ ہی کریم نبی جو یقیناً مقبول محبوب ہیں ان کا توسل بالکل برحق ہے بلکہ حضور انور وسیلہ عظمیٰ ہیں جس کا ظہور انشاء اللہ کل قیامت میں ہوگا کہ لوگ اپنے اعمال لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ حضور کو ڈھونڈ تلاش کریں گے پھر حضور کے دامن میں چھپ کر بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ چھٹا فائدہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے دیکھو یہاں عذاب کے لیے **اصیب** مستقبل ارشاد ہوا اور رحمت کے لیے وسعت ماضی نیز عذاب کے لیے **من** فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عذاب صرف جن والس کو ہوگا مگر رحمت کے لیے **کل** فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ رحمت ہر عاقل غیر عاقل کو پہنچتی رہے گی۔ ساتواں فائدہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت خاص انسانوں کو ہی ملتی ہے تو عام مخلوق تو عام انسانوں کو یہ فائدہ **للذین یتقون** سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ تقویٰ کے لیے ایمان بالآیات جیسے عبادت کے لیے طہارت یعنی بے اعمال ریا سے عمل سے پاک ہونا شرط ہے جیسے عبادت کے لیے ایمان بالآیات شرط ہے یہ فائدہ **بایتنا یؤمنون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں **اکتب** کیوں فرمایا کہ ہمارے لئے بھلائی لکھ اقنا کیوں نہ مانگا کہ ہمیں بھلائی دے۔ **جواب** قوی مطلب تحریری عطا افضل بھی ہوتی ہے اور پختہ بھی یعنی تو ہمارے نصیب میں یہ دنیا کی خوبیاں لکھ دے تاکہ ہمارے لئے وہ رحم ہو جاویں یا یہ معنی ہیں کہ تو ہم کو بھلائی کی توفیق دے اور جب ہم بھلائی کریں تو تو ہمارے نامہ اعمال میں لکھ دے عمل بھی اور اس کی خوبی جزا بھی جب رب سے مانگے تو خوب اچھی چیز مانگے اس سے ہاں کی

www.alahazratnetwork.org

کس چیز ہے۔ دوسرا اعتراض: اس وعدہ میں دنیا کی بھلائی کا ذکر آخرت کی بھلائی سے پہلے کیوں ہوا آخرت کی بھلائی افضل ہے افضل کا ذکر پہلے چاہئے تھا۔ جواب: اس اعتراض کا حل جواب نمبر دو سرے پارہ کی تفسیر میں دے چکے ہیں کہ دنیا کی بھلائی آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے ایک اصل دوسرا وسیلہ پہلے ہو اصل مقصود کا ذکر پہلے ہو اصل میں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ گناہوں سے معصوم اور محفوظ مخلوق کو بھی عذاب دیا جا سکتا ہے کہ فرمایا گیا **اصیب بہ من اشاء** لہذا فرشتوں جنوں انسانوں کو بھی عذاب ہو سکتا ہے (حسن فرید بریلی) جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہم مسئلہ ادھار عذاب کی تحقیق میں دے چکے ہیں دیکھو پارہ ۱ آیت **ان اللہ علی کل شیء قدیر** یہاں تک کہ جو کہا کہ اس آیت میں **من** سے مراد مکلف گناہگار ہے یہی جس کو ہم مسلمان کہتے ہیں گے عذاب دیں گے اسے انبیاء پر صادق نہ آنے کی وجہ سے کوئی حل نہیں ہوا یہ آیت ان تمام آیات سے حاوی ہو جائے گی جن میں مختلف عذابوں سے ڈرانے کے بعد رحمت کا وعدہ ہے جیسے **وکلا وعد اللہ الحسنی** دیکھئے **وعد اللہ الذین امنوا** اللہ تعالیٰ صرف وعدہ جلالی سے پاک ہے۔ چوتھا اعتراض: موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں عرض کیا۔ **واکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ** کہ اس میں دنیا بھلائی کیسی ہی بھی دونوں ہیں ہی دونوں قسم کی بھلائی ہو سکتی ہے۔ جواب: اس اعتراض سے بہت سے جواب ہو سکتے ہیں مثلاً جواب: یہ حقیر اپنے دل میں حل دیتا ہے کہ حاضرین جلسہ میں سے کوئی صاحب اپنے دل میں حل دیں کہ حاضرین جلسہ کا ذکر کرنے سے پہلے ہم اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ ہم حاضر ہیں ہم سے شروع کیجئے۔ پانچواں اعتراض: اس آیت میں دونوں میں مخاطب سے **رحمتی وسعت کل شیء** سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سب کو ملتی ہے پھر فرمایا **فساکتبھا للذین یتقون** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت صرف پرہیزگاروں کو ملتی ہے۔ جواب: اس اعتراض کا جواب بھی تفسیر میں گزر چکا کہ اللہ کی رحمت کئی قسم کی ہے رحمت عامہ دنیاوی رزق وغیرہ سب کو ملتی ہے رحمت خاصہ مومنوں متقیوں کو پہلے جزئیں رحمت عامہ کا ذکر ہے دوسرے میں رحمت خاصہ کا ذکر ہے اللہ کے فضل دونوں کو ملتے ہیں۔ چھٹا اعتراض: متقون میں سارے نیک اعمال آ جاتے ہیں سارے نیک اعمال میں سے چند اعمال کا ذکر کیوں ہوا جیسے **یتقون ویؤتون الزکوۃ** جواب: یہ اس لئے ہوا کہ یہود میں سے جو لوگ زکوۃ وغیرہ نہیں دیتے تھے ان سے زکوۃ وغیرہ لینے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ خصوصیت سے یہ کیا مقصد ہے کہ عام طور پر سارے نیکیوں سے رحمت خاصہ کی دعا مانگیں ہیں مگر بار بار قرآن سے ہے ہم رحمت خاصہ متقیوں خصوصاً ان زکوۃ دینے والوں کو عطا فرماتے ہیں یہ دونوں رحمت کے مستحق بن سکتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: ان موسیٰ سے مراد انسان ہے اس کی حالت تمنا یہود کی حالت تھی اس لئے یہ دعا مانگی ان کی طرح یہ بھی **یا ھدنا الیک** اور اس کو تو بہ حالت یہود سے ہوئی ہوئی تھی اس لئے یہود کی طرح توبہ کی اور اللہ کی رحمت ہے گریں میں تکلیف دے اس کا خیال رہے رحمت سے یہاں عذاب کے مقابل رحمت کا ذکر کیا نہ کہ ثواب کا یعنی عذاب دے کر پھر رحمت فرماتا ہے۔ رب ظلم سے پاک ہے مگر رحمت وہ ہے جو بغیر استحقاق ہو عطا

www.alahazratnetwork.org

علاوہ وہاں عمل کی شرط نہیں اس میں بغیر اعمال بغیر عمل کسی ہو ہاں رحم اور غیر عمل بھی ہو گا الغرض دونوں رحمتیں ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں اسی لئے ان دونوں رحمتوں کو میرے محبوب نے متعلق ارشاد ہوا **ورحمتی وسعت کل شیء** میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یہ آیت ہے دنیا بھر کو گھیر لیتا ہے از آدم تا قیامت ہر نیک و بد مسلمان رحمت سے حصہ حاصل کرتا ہے یہ آیت ہے **وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین** حضور اور سے ہوا دونوں رحمت تمام عالموں کے لئے ہیں دنیا کی ہو رحمت للعلمین کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہوا بارش آگ اور میں سمندروں کی حدیں ہیں مگر حضور کی رحمت کی کوئی حد نہیں۔ لہٰذا **کل شیء** سے مراد ہر ماسوی اللہ ہے اور وہاں کی مخلوق فرشتے جن و انس وغیرہ ہیں مقصد یہ ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم تو صرف اپنی حمایت کے لئے دعا رحمت کر رہے ہو مگر میری رحمت جس محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے گھیرے ہوئے ہیں۔ جس کا میں رب ہوں اس کے لئے وہ رحمت ہیں۔ میرا نام ہے رب العالمین ان کا نام ہے رحمۃ للعالمین ان کی رحمت عالم سارے عالم کو ملنے کی اور ان کی رحمت خاص ہو گی متقین کو ملنے ہوئی۔ اس کی تشریح آگے آرہی ہے میں بھی عذاب نازل ہو جائیں گے مگر موسیٰ نے ان کے قبول سے دعا کی تھی۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اے موسیٰ میری رحمت عام تو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اس لئے دعا نہ مانگو۔ میری اور چیز میں اس کا میں رب ہوں اور محمد مصطفیٰ اس سے رحمت ہیں۔ وہ میری رحمت خاص ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا کو رحمت کی عطا کی جائے گی ہیں ﷺ طفیل ان میں تین صفات ہوں تقویٰ، کلمات ایمان اور خاص اخلاص رحمت وہ رحمت محمدیہ ہے جس کو ہوا گی ہے وہ دوسری رحمت ہو گی جو عام ہے اس کا ذکر آرہا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ

وہ لوگ جو بہ روی کریں گے اس رسول کی جو کی ہاں والے سے کسی کر پائیں گے وہ جس کو لکھا ہو

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول کے بڑے حبیب کی قہر ہیں رہے والے کی جسے

مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ

مرد یک ہے توریت اور انجیل میں عکم کریں گے وہ

لکھا ہو پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ ہیں بھلائی

بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ

رسول ان کو اچھی بات کا اور منع کریں گے وہ ان کو بری سے اور حلال کریں گے وہ ستھرے

وہ حکم کرے گا اور بری سے منع فرمائے گا ستھری ان کے لئے حلال فرمائے گا اور کھانی جو

وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ

اس پر طیب چیزیں اور حرام کریں گے وہاں پر بری چیزیں اور اتار دیں گے وہ بوجھ ان کے اور وہ

ہیں حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا

www.alahazratnetwork.org

كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا

النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تعلق اس میں تین تعلق ہیں۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی عام رحمت کا ذکر فرمایا تھا اس آیت میں اپنی خاص رحمت کا ذکر فرمایا ہے۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی عام رحمت کا ذکر فرمایا تھا اس آیت میں اپنی خاص رحمت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں ایک اور **تعلق** ہے وہ یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت کے لئے جو شرائط ذکر فرمائی ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک حصہ **رحمتی وسعت کل شیء** ہے اس حصہ کو صرف وہ لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو اس کی شرائط کو پورا کریں۔ تیسرا **تعلق** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ایک حصہ **رحمتی وسعت کل شیء** ہے اس حصہ کو صرف وہ لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو اس کی شرائط کو پورا کریں۔ تقویٰ، زکوٰۃ، ایمان اور رسالت محمدیہ سے ایک شرط ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کے حکم سے قوی ہو جائیں۔

تفسیر الذین یتبعون ظاہر ہے۔ **الذین** اسم موصول **الذین یتقون** ہیں سے پہلے تین صفتیں بیان ہوئی تھیں یہاں سے چھ صفتیں بیان ہوئی ہیں یہاں صفات پر کسی صفت کا بیان ہے یہ صفت کا بیان رحمت خاصہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ صفتیں بھی وہ ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ **الذین** ایک پوشیدہ فعل کا مفعول ہے جو خاص الخاص ہے۔ **الذین** سے مراد وہی ہیں جن کو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس سے سارے مسلمان مراد نہیں ہیں بلکہ وہی لوگ مراد ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **یتبعون** اس کا مفعول ہے۔ یہ اتباع حضور علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں ہوا تھا۔ **یجدونہ۔ یامرھم۔ یحل۔ یحرم** یہ سب اتباع کی تفسیر ہے۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی** کی آیت میں بھی اتباع کی تفسیر کی گئی ہے۔ **یتبعون** کا مفعول وہی ہے جو **یتقون** کا مفعول ہے۔

www.alahazratnetwork.org

الذین سے مراد ہے کہ اس کے بعد حضور علیہ السلام سے موصوف علیہ ارشاد ہوسے پہلے ذکر ہو گیا۔ **الرسول النبی الامی**: تک معمول ہے **یتبعون** کا اس میں حضور کے تین صفات ہیں رسول نبی امی رسول اور نبی میں چند طرح فرق ہیں ہے اللہ کی نسبت سے حضور رسول ہیں اور مخلوق کی سمت سے نبی رسول اور نبی الخلق میں چار طرح رسالت کو سے افضل ہے اس لئے رسول کا لفظ پہلے ہوا نبی کا بعد میں رب فرماتے ہے **وکان رسولا نبیا** اللہ کی رسالت سارے جہان کی رسالت منسوخ نہیں ہو سکتی گذشتہ انبیاء کرام سے بھی حضور رسول اللہ تھے **امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ** (صاحب سب کتابوں اور سب رسول ہیں اور عام بشیر ان سے ہیں ہوئے ہیں تمام تیرہ (تیرہ) حرف ہیں والے پیغمبر ہیں جن کی رسالت عقل کی رسائی سے باہر ہے اور جن کی رسالت میں شک ہے پیغام رسالت اور رسول میں فیصلہ کن حضرت جبریل ہیں ان کے ذریعہ سے **فلما رسول ربک لاھب لک غلما زکیا**۔ پاکیزہ رسول یعنی فیصلہ رسالت وحی کے ذریعہ سے تھا جبریل حضرت جبریل ہیں کہ آسمان کے کسی رسول فرشتے کو اختیار نہ تھا اور یا اختیار رسول سارے رسولوں سے اعلیٰ رسول تھے جبریل کا امتی نہیں ہوئے ہیں۔ چار نبی سارے رسولوں میں سب سے افضل ہیں محمد (نبی خاص وقت اور خاص قوم کے لئے حضور کی فیصل رسالت یہ محمد ہے حضور سب کے ہمیشہ فیصل ہیں اور ہیں سے پہلے ہوئے ہیں ان سے پہلے سب کی پوری ہو چکی ہیں تمام سب کی پوری ہو چکی ہیں تمام میں فرق ہے رسول ہی ہوتا ہے مگر معنی میں ان میں ہوتا ہے نبی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے اللہ سے پیغام پانے والا نبی ہے **نبوۃ** سے ہا تفسیر روح المعانی ( ) ہی فضا سے ہا معنی تمہید ہی خبر اشی میں خبر دینے والا ہے نبی کی تفصیل آمدی شرح واقعہ جمیلہ میں مطالعہ فرمائیں **امی** کی تفسیر تم پہلے پڑھ چکے ہیں ہے **ام القری** میں ام مکہ مکرمہ ہے اسی معنی کی سے یعنی مکہ میں پیدا ہونے والے **ام** کا ہے **امہ** عربیہ سے ہوتے ہے ہوئے ہیں علیحدہ تھے یعنی جب سے پیدا ہوئے تھے تعلیم میں پیدا ہونے والے **ام** معنی ہیں ہے یعنی شاگرد رہا اسکا مطلب تو ہے یعنی شاگرد اپنی اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے پیدا ہونے سے مثال نبی کی ہے مثال ہی رضی اللہ عنہا **امی** ہے معنی ہیں ماں سے پیدا ہوئے سے عالم اور عارف پیدا ہوئے سے مثل نبی کی شان ہی کی مرید کی سے لیکن ہے علامہ ہیں۔ شعر

ہے ۔ ہے شاگرد رشید حق تعالیٰ

کار ہیں ۔ صفت ذات و صفت ہوشت ہم و صفات ہوت و صفت ہوش شد

قلم جس کا علم ہوں محفوظ ہیں کی سب ہوشیار ہیں کی طرح وہ ہیں شاگرد ہوئے ہیں **ام** معنی اصل سے رب فرمایا **وعلم الکتب** کی تفسیر ہی ہو چکی ہے شعر

تو اصل وجود آمدی از نخست ہ پیچ موجود شد فرع تست

دیکھو تفسیر روح البیان حضور رسول کی ہیں ہی آئی کی آیت **الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ**

www.alahazratnetwork.org

والانجیل یہ حضور پُرنور کی چوتھی صفت ہے یہاں بھی **یجدون** معنی مستقبل ہے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حضور کے یہ صفات سنائے گئے تب انجیل نہیں آئی تھی یہ لوگوں نے اس میں حضور کے صفت پڑھے تھے **یجدون** فاعل وہی بنی اسرائیل ہیں جو حضور انور کے زمانہ میں موجود ہوئے اور ان کے بعد والے اسرائیلی۔ توریت و انجیل میں حضور انور کے نام آپ کے کام آپ کے صفات آپ کے احوال بالتفصیل موجود تھے **عندھم** یہ ظرف ہے **یجدون** کا **مکتوبا عندھم** فرما کر یہ بتادیا کہ حضور انور کی ذات و صفات ہر وقت ان کے پاس حاضر رہیں گی کسی وقت ان سے غائب نہیں ہوں گی۔ (روح معانی) حضور کا نام ان میں یہ مشہور و معروف و کارنامہ وہ حضور کے نام کے وسیلہ سے فتحوں میں فتح یابیوں میں عزت مصیبتوں میں نجات لوگوں میں رہائی کی دعائیں یہ ہیں گے۔ رب فرماتا ہے **وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا** توریت، انجیل سے بعض معنی اور یہ دونوں لفظ عبرانی ہیں یا عبرانی عربی ہیں تو ان کے دونوں معنی یہاں ہم پہلے بارہ میں عرض کرچکے ہیں یہ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

پیش راہ نقش احمد را نمود	نعت او ہر گہرا تعویذ بود
بعد ہی رفت سے رب حشر	در میاں لوشش ہر چہ زود تر
نقش او ہی شت اندر راہ شاں	در دل درد گوش در افواہ شاں
ایں ہمہ تغییر و تحریم دوراں	چو دیدند شی بصورت بردہ
قلب نقش دہ دارام شد سیاہ	قلب را در قلب کے بود است راہ

یعنی حضور انور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کا نام سارے عالم کا تعویذ تھا وہ سجدے کر کے دعائیں مانگتے تھے کہ ہمیں جلد سے جلد صحیح ان کے دن آئیں راہوں میں حضور کا نام نقش تھا جب حضور انور تشریف لے آئے تو ان کے منہ کالے ہو گئے جیسے کھوٹا سکہ ٹکسال دیکھ کر رو سیاہ ہو جاتا ہے ہاں موجودہ انجیلوں میں بھی اس قدر تحریفوں کے بعد حضور کی پیش گوئیاں موجود ہیں جیسا کہ ہم فوائد میں عرض کریں گے ان شاء اللہ **یامرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر** یہ بھی یہود کے پانچویں پہلے اوصاف قاری ہے یا تیسرا جملہ ہے یا **الرسول** سے، **یجدونہ** کی ضمیر سے حال ہے ان میں حضور کا ایک وصف بیان ہوا "اچھی باتوں کا حکم فرمانا" اچھی باتیں وہ ہیں جو عقلی قوت و طاقت سے ہو یا محض وحی اور نصیحت سے ہو اچھی باتیں عمل عقیدہ معروف ہے ان کی صدہا قسمیں ہیں عقائد سارے اچھے معاملات اخلاقیات سیاسیات عائلہ کلہ طیبہ سے لے کر ماں باپ کی اطاعت بلکہ راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے تک سارے اس میں داخل ہیں یوں ہی ان سے متعلق بری باتیں عقیدہ و عمل معاشی و تمدنی و تہذیبی ساری قسمیں داخل ہیں حضور انور کا فرمان ہے کہ معروف سے تعلیم احکام اللہ شفقت علی خلق اللہ سلامت طبع فرمانبرداری یہ بھی داخل ہیں **ینھی** معنی مستقبل ہے یا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا گیا تب حضور پُرنور ظاہر ہو گئے آپ کی تبلیغ عام ہوئی تھی۔ حضور انور کی تبلیغ تین طرح کی ہے تبلیغ عمل سے تو پیدا ہوتے ہی شروع ہو گئی۔ تبلیغ قول یہ حضور نبوت سے شروع ہوئی۔ تبلیغ بالواسطہ جو حضور کے صحابہ اور تا قیامت علماء و اولیاء حضور کی نیابت میں حضور کی تبلیغ کرتے رہیں گے۔ اس تینوں تبلیغ سواء حضور انور کے کسی نبی سے نہیں کی تھی یہ حضور کی

www.alahazratnetwork.org

چیزوں کا حضور نے حکم اور جس سے انہوں نے منع فرمایا وہ ہمیشہ کے لئے اچھی اور بری ہیں یہ بھی حضور انور کی خصوصیت سے گزشتہ نبیوں سے وقتی بعدائی کا حکم دیا تھا اور وقتی برائی سے منع فرمایا تھا جس کا ذکر اگلے مضمون **یحل لھم الطیبات** میں ہے **یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث** یہ عبارت معطوف ہے **یامرھم** پر اس میں حضور ﷺ کی ساتویں آٹھویں صفت کا ذکر ہے **یحل** بنا ہے احلال سے معنی حلال کر دینا **یحرم** بنا ہے تحریم سے معنی حرام کر دینا ان دونوں فعلوں کا فاعل وہی الرسول اور النبی ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے یعنی حضور محمد مصطفےٰ ﷺ۔ طیب حلال یوں ہی حبیث اور حرام کا فرق ہم ساتویں سپارے کے شروع میں **لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کر لیں اتنا سمجھ لو کہ پاک اور دل پسند چیزیں طیب ہیں اور طبیعت کو ناپسند چیزیں خبیث ہیں جس سے دل نفرت کرے وہ اگرچہ شرعاً حرام نہ ہو طیب نہیں بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت گائے بکری کی کچھ چربیاں ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام کر دی گئی تھیں اور شراب جیسی گندی چیز عیسائیوں پر حلال تھی یہ سب کو رحمت حلت خدا الکلف سب تھا۔ حضور ﷺ سے علاوہ گدھے کا گوشت وغیرہ کو یہود پر حلال کیا اور شراب کو عیسائیوں پر حرام فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور حضور انور کا احسان۔ اللہ حضور انور کو حلال و حرام کا مالک رکھے۔ دیکھو ایک سو صدی چیزیں قرآن مجید نے حرام و حلال کیں اور تاسو سو صدی حدیث نے **ویضع عنھم اصرھم** یہ عبارت معطوف ہے **یحل لھم** پر اس میں حضور ﷺ کی نویں صفت بیان ہے **یضع** بنا ہے **وضع** سے معنی رکھنا اس کے بعد **علی** آئے تو معنی لادنا ہوتا ہے اور اگر **عن** آئے تو معنی ہٹانا ہے یہاں معنی اتارنا ہوتا ہے **اصر** ناقابل برداشت بوجھ جو چلنے نہ دے یعنی وہ نبی لال کتاب سے ان کے ناقابل برداشت بوجھ اتاریں گے۔ اس بوجھ سے مراد ہے ان کے دین کے سخت احکام جس میں وہ دب ہوئے تھے جیسے بجس کپڑے یا بجس عضو کو کاٹ ڈالنا مال غنیمت کو جلا دینا ہفتہ کے دن شکار حرام ہونا گناہگار عضو کا کاٹ دینا حتی کہ بدنظری ہونے پر آنکھ پھوڑ دینا عمد و خطاء ہر قسم کے قتل میں صرف قصاص واجب ہونا دیت یعنی خون بہا نہ ہونا یہ تمام احکام یہود کے دین میں تھے حضور انور نے ختم فرمائے۔ **والاغلال التی کانت علیھم** یہ عبارت معطوف ہے **اصرھم** پر اور **یضع** کا مفعول ہے **اغلال** جمع ہے **غل** کی معنی گردن کا طوق اور طوقوں سے مراد یا تو وہی سخت احکام مذکور ہیں اور یہ **اصر** کا عطف تفسیری ہے یا اس سے مراد ہے مشکل اور ناقابل برداشت عبادات جیسے ترک دنیا معمولی غذائیں کھانا معمولی لباس پہننا وغیرہ جب بنی اسرائیل نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو بائیں ہاتھ گردن سے باندھتے اپنے کو ستون سے بندھواتے۔ یہ تھے ان کے طوق (روح المعانی) بعض عیسائی راہب اپنے جسم پر کوڑے لگواتے ہیں تاکہ آہ و بکا کریں اور ان کے گناہ معاف ہوں۔ حضور ﷺ نے تشریف لا کر یہ تمام مصیبتیں دور فرمائیں بچھڑا پرستی سے توبہ کرنے کے لئے ہزارہا اسرائیلی قتل ہوئے اب صرف زبانی توبہ قبول ہے غرضکہ اب ہر طرح ہی اور ہے رات ہی نرالا ہے۔ رحمت والے کا راج ہے رحم و کرم کا دور دورہ ہے یہاں تک تو حضور انور کے تو اوصاف ارشاد ہوئے اب ان کے متبعین کے چار اوصاف بیان ہو رہے ہیں چنانچہ ارشاد ہے **فالذین امنوا بہ** یہ ان کی پہلی صفت ہے **الذین** سے مراد یا تو حضور انور کے زمانہ کے اسرائیلی ہیں یا سارے ہی انسان یا سارے جن و انس کہ حضور انور سارے عالم کے نبی ہیں کسی خاص قوم یا خاص ملک یا خاص وقت کے لئے نبی نہیں ایمان میں سارے اسلامی عقائد داخل ہیں اللہ کی وحدانیت

www.alahazratnetwork.org

انبیاء ورسل اور تمام کتابوں کی صداقت فرشتوں دوزخ جنت قیامت وغیرہ کی حقانیت فرمانے پر ایک کلمہ بہت جامع ہے چونکہ حضور پر ایمان لانے والے اہل ہیں کہ آپ کا ماننا سارے ایمانیات کا ماننا ہے آپ کا انکار ہے اور حقیقت تمام کا انکار اس لئے یہاں آپ ہی کا ذکر ہوا بعد فرمانے کی وعدانیت قیامت فرشتوں وغیرہ کا ذکر نہیں ہوا لہ خیال رہے کہ حضور اور پر ایمان چھ قسم کا ہے (۱) میثاق ازل میں سارے لوگ حضور پر ایمان لائے جب اللہ نے سب کے سامنے نبیوں سے حضور کے متعلق عہد لیا یا **واذاخذاللہ میثاق النبیین** (۲) یا میں سارے نبیوں کی بشارتوں کی وجہ سے ان کی امتیں حضور پر ایمان لائیں پہلے کا نام ایمان شرعی ہے اس کا نام ایمان بشارت (۳) حضور کی ولادت کے بعد اعلان نبوت سے پہلے جو لوگ آپ کو دیکھ کر ایمان لائے جیسے بحیرا راہب اور ورقہ بن نوفل (۴) اعلان نبوت کے بعد کافروں سے آپ پر ایمان لانے مگر زبان سے انکاری رہے (۵) اعلان نبوت کے بعد مومن دل و زبان سے آپ پر ایمان لائے (۶) حضور کے پردہ فرمانے کے بعد لوگ آپ کے نام پر ایمان لائے یہ دونوں ایمان شرعی ہیں یہ ہی دونوں یہاں مراد ہیں کیونکہ ایک قسم کا ایمان تو اسرائیلیوں کو بھی حاصل تھا **وعزروہ** مومنین کی دوسری صفت ہے **عزروا** بنا ہے تعزیر سے معنی منع کرنا روکنا اسی سے سرا کو تعزیر کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو جرموں سے روکتی ہے اصطلاح میں اس کے معنی ہیں تعظیم و توقیر ایسا کہ کسی کی تعظیم انسان کو معظم کی نافرمانی اس کی بے ادبی سے روکتی ہے بلکہ تمام برائیوں سے بچنا یہ اکثر کرنے کی صرف ایک وجہ ہے وہ ہے حضور کی ہیبت حضور کی تعظیم و توقیر کہ اس سے ایمان بچانے کی تقوی نصیب ہوتا ہے بلکہ اس سے شیطان بھاگتا ہے شیطان کسی چیز سے اتنا نہیں بھاگتا جتنا حضور نور سے اور سب احترام و تعظیم سے بھاگتا ہے جس کے دل میں حضور کی ہیبت ہوگی اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں ہوگی غرضاً ہر حال تعظیم و توقیر و تعزیر فرمانا بالکل درست ہے **ونصروہ** مومنوں کی تیسری صفت ہے **نصروا** بنا ہے **نصر** سے معنی مدد کرنا حضور کے دشمنوں کو دفع کرنا آپ کے دین کی خدمت کرنا خیال رہے کہ مدد کی دو قسمیں ہیں۔ خادمانہ مدد اور مخدومانہ مدد ساتھی اپنی جان سے بادشاہ کی مدد کرتا ہے مگر خادمانہ بادشاہ سپاہیوں کی مدد فرماتا ہے مال سے ہتھیاروں سے تنخواہ سے مگر مخدومانہ۔ یوں ہی امت حضور کی مدد کرتی ہے خادمانہ اور حضور امت کی مدد کرتے ہیں مخدومانہ یہاں پہلی قسم کی مدد جیسی خادمانہ مراد ہے رب فرماتا ہے **ان تنصروا اللہ ینصرکم** اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا خادمانہ مدد کرتے ہیں خادمانہ رب مدد فرماتا ہے ربوبیت کی مخدومانہ مدد **ونصروہ** بالکل درست ہے خیال رہے کہ حضور کی تعظیم اور حضور کی مدد تا قیامت جاری ہے حضور کے نام کی حضور کی سنتوں کی حضور سے نسبت ہو اس کی تعظیم حضور اور ہی کی تعظیم ہے جیسے **کلوا واشربوا** مطلق ہے سوا حرام چیزوں کے ہر کھانا پینا درست ہے ایسے ہی **عزروہ** مطلق ہے سوا ممنوع تعظیم کے ہر طرح اس کی تعظیم روا ہیں جدا جدا کا بیان ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ ہر طرح کی تعظیم کرو جس کی طرف ایمان رہبری کرے پھر جیسے ایمان چھ طرح ثابت ہے ایسے ہی حضور کا ادب و احترام بھی چھ قسم کا ہے بعض وہ تعظیم جو دنیا میں آنے سے پہلے فرشتوں نے کی بعض وہ جو نبیوں نے کی بعض وہ جو نبیوں نے امتوں سے کی مگر یہاں وہ تعظیم مراد ہے جو حضور اور کے زمانہ میں صحابہ نے اور حضور سے بعد تا قیامت مسلمان کریں گے جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے ان تعظیموں کی بہت تفصیل ہے جو ہمیشہ سے حضور کی ہوتی رہی اس پر آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔ یوں ہی تا قیامت رہیں گے قلم سے جن سے حضور کے دین کی مدد حضور ہی کی مدد ہے لہذا تا قیامت

www.alahazratnetwork.org

مجاہدین شہداء علماء اولیاء سب حضور ہی کے خدمت گار و مددگار ہیں اللہ سب کو نصیب کرے **واتبعوا النور الذی انزل معہ** مومنین کی چوتھی صفت ہے ہمراہیوں اور اطاعت کا فرق بتا رہے ہیں اطاعت عام ہوتی ہے کہ ہر نبی کی ہر حکم کی بھی یہاں تابع حکم مرجوع ہے اور **فاتبعونی** میں حاضری اتباع مروجہ حضور نور ہے ساتھ ان کی حاضری تابع نہیں بہ حد تعالیٰ ان حضرات کی ہر حاضری سے یہی ہوں ان سب کی اطاعت ہوگی۔ نور سے مراد حضور ہیں ان سے خود وہ جو بھی قرآن ہو وحی خفی جیسی حدیث خواہ حضور کے اقتضات ہوں جو حضور سے اجتہادات ہوں جو وہ ارشادات ان کے القرآن سے فرمایا بلکہ تبعی اور عبارت فرمائی اور اسی لئے **انزل علیہ** فرمایا بلکہ **انزل معہ** فرمایا جو بعد حضور ہر قسم کی وحی کو شامل ہے اسی کی روشنی سے اسی لئے اسے نور فرمایا **اولئک ھم المفلحون** یہ **فالذین اٰمنوا** تک اس کی تفسیر پہلے پارہ میں **اولئک ھم المفلحون** کی تفسیر میں عرض کی گئی یہاں اتنا سمجھ لو کہ مومنوں کی عظمت و عزت اللہ سے **اولئک** کا بعید کا اشارہ فرمایا گیا **ھم** فرما کر حصر بھی فرما دی کہ انہیں کو رہتی دنیا میں مرتے وقت قبر میں حشر میں بعد حشر جنت میں ہمیشہ کامیابی ہوئی اس سے **یفلحون** مضارع میں ارشاد ہوا اور **ھم المفلحون** جملہ اسمیہ فرمایا گیا۔

خلاصہ تفسیر مومن علیہ السلام نے اپنا کچھ تعارف کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے آخری رشتہ فرمایا اے مومن ہماری خاص اتباع میں رحمت کی دولتیں بنی اسرائیل سے بھی بھلی ہوئی جو اس کی آخر الزمان نبی سے ہیں ان کی یہ تو خصوصی صفات ہیں اور اللہ کے رسول ہیں (2) ساری مخلوق کے بھی ہیں (3) **ام القری** یعنی مکہ معظمہ رہنے والے ان سے علم ہے عام لوگ صاحب رحمت ہیں (4) ان کے ہاں کے وصف محمد یہ حق کہ ان کا حلیہ شریف توریت میں بھی ہوگا انجیل میں بھی ان کے نام کا وصف "احمد" والی بنی اسرائیل کو یاد ہوں گے (5) وہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں گے (6) بری باتوں سے روکیں گے (7) بنی اسرائیل جو بہت ستھری چیزیں ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام کر دی گئی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت کلیجی وغیرہ اشیاء وغیرہ وہ سب ان پر حلال کریں گے (8) جو گندی چیزیں ان پر عام طور حلال تھیں جیسے شراب وغیرہ وہ سب ہمیشہ کے لئے حرام کر دیں گے (9) بنی اسرائیل پر جو سخت تر شرعی احکام جاری تھے جیسے چمڑے کا جوتا پہن کر نماز پڑھنا ناپاکی وغیرہ ان سب کو ختم فرمائیں گے عرض کیا ان کو ملا جو ان مشکلات رفع ہیں ہاں کلمہ صاحب عطایا انفع ہاں شفیع بڑے ہوں گے اے موسیٰ تمہارے بنی اسرائیل کے لوگ ان سے ملیں تو ان کی ہاں کہنا یہ چار کام کریں ان پر ایمان لائیں ان کی ان کے نام کا ان سے نصرت رکھیں ان کی ہر چیز کی تعظیم و توقیر کریں ان کی مدد میں جان و مال قوں قلم سے عرض کیا کسی طرح سے ان کی مدد کرنا جو ان کے ساتھ نماز پڑھے گا قرآن یاد حدیثیں یاد کرے گا جواب اجتہادات وغیرہ کی تابع کرے تو یہ بڑے دیانتیں مرتے وقت قبر میں حشر میں ہمیشہ ہر طرح کامیاب ہوں گے (10) یاد رہے کہ اس آیت کریمہ میں حضور انور کے وہ اوصاف بیان ہوئے جن میں سے کچھ تو حضور کی صفتیں ہیں جو ماضی کے صیغوں مضارع سے بیان نہیں کیا اور کچھ حضور کے افعال کریمہ انہیں مضارع سے بیان فرمایا۔ صفت وہی ہوتی ہے جو فعل وقتی نہ ہو ہمیشہ کا کام ہو بنا اور اس کی صفت بنے کے لائق ہو بنا گفتہ نہ ہو تا حضور انور کے یہ چھ اوصاف نبوت سے بعد ہوئے مگر رسول نبی امی وہ صفتیں ہیں جو ان صفتوں سے آپ کے لئے ثابت تھیں اور سب بھی ثابت ہیں آدم علیہ السلام سے پہلے

www.alahazratnetwork.org

ہوتے ہی عرش پر لکھا دیکھا **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی **میبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** آج ہم کلمہ پڑھتے ہیں **محمد رسول اللہ** صفت رسالت کی ہے نبی میں ہوتے اور امی ہوئے کا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جن لوگوں نے حضور کا بچپن دیکھا اور ایمان لائے ظہور نبوت سے پہلے فوت ہوئے یا جو کسی جہاد میں آپ کو دیکھ کر ایمان لائے اور فوراً شہید ہو گئے وہ سب کامیاب ہیں جیسے حضور انور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بن گئیں کیونکہ انہوں نے **الذی انزل معہ** کی اتباع کرلی حضور کی پیدائشی صحبتیں بھی **الذی انزل معہ** میں شامل ہیں اسی لئے یہاں **الذی انزل علیہ یا الیہ** نہ فرمایا بلکہ **معہ** فرمایا۔

حضور کے نام اور گذشتہ کتب میں آپ کی بشارتیں

حضور ﷺ کے ستر سے نام آپ کے اوصاف آپ کے حالات آپ کا حلیہ شریف توریت انجیل زبور اور صحیفوں کے صحیفوں میں مذکور تھے چنانچہ تفسیر صاوی شریف میں اسی عنوان کے تحت ہے کہ حضور انور کا نام شریف زبان سریانی میں حوامیت ہے مکمل ہے جس کے معنی ہیں محمد خواجہ حسن بصری نے کعب احبار سے روایت کی کہ حضور انور کا نام شریف اہل توریت کے ورد میں عبدالکریم ہے اور انجیلوں کی زبان پر عبدالحمید باقی تمام فرشتوں کی زبان پر عبدالمجید اور سارے نبیوں کی زبان پر عبدالوہاب ہے۔ شیاطین سے منہ پر عبدالقاہر جنت کی زبان پر عبدالرحیم پہاڑوں میں عبدالخالق مشیوں میں عبدالقدوس دریاؤں میں عبدالمسیس کیڑے مکوڑوں کی زبان پر عبدالعیاث وحشی جانوروں کی زبان پر عبدالرزاق توریت میں محمد و احمد انجیل میں طاب طاب زبور میں عبدالوہاب باقی تمام صحیفوں میں حامد ہے۔ رب کے ہاں **حلہ** اور **محمد** سماء میں۔

ابن سعد دارمی نے اپنی مسند میں بیہقی نے دلائل النبوت میں اور ابن عساکر نے سیدنا عبداللہ ابن سلام سے روایت کی کہ توریت میں حضور کے اوصاف یوں بیان ہوئے اے نبی ہم نے آپ کو شاہد مبشر نذیر امی لوگوں کا محافظ بنا کر بھیجا تم میرے بندے میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا تم نہ تو سخت دل ہو نہ سخت زبان نہ بازاروں میں شور مچانے والے برائی کا بدلہ برائی سے نہ دو گے بلکہ درگذر اور معافی سے کام لو گے اللہ انہیں وفات نہ دے گا جس کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا کرے گا اور یہی کہ لوگ کہنے لگیں گے **لا الٰہ الا اللہ** رب تعالیٰ ان کے ذریعہ اندھی آنکھیں بہرے کان پردے دل کھول دے گا۔ اسی کی مثل بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی۔ ابن سعد اور ابن عساکر حضرت سہیل بن خیثمہ سے روایت کی کہ میں نے انجیل میں حضور انور کے اوصاف یوں پڑھے کہ وہ توبہ قبول کرنے والے رقیق القلب نرم دل رحم دل والے ہیں ان سے دو قدموں سے دور بیان صحبت ہے وہ صدقہ قبول نہ کریں گے اونٹ اور خچر پر سوار ہوں گے اپنی بکری خود دوہ لیں گے پیوند لگے کپڑے پہنیں گے۔ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہوں گے ان کا نام احمد ہوگا بیہقی نے دلائل النبوت میں بروایت وہب بن منبہ نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں فرمایا کہ اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئیں گے جن کا نام احمد اور محمد ہوگا وہ میری نافرمانی کبھی نہ کریں گے میں ان پر ناراض کبھی نہ ہوؤں گا ان کی امت مرحومہ ہوگی میں نوافل کا ثواب نبیوں کی طرح دوں گا ان پر نبیوں کے سے فرائض لازم کروں گا قیامت میں اس امت کا نور نبیوں کے نور سے

www.alahazratnetwork.org

مثل ہو گئیں اس پر گزشتہ نبیوں کی طرح ہر نماز کے لیے وضو ہر جنابت سے غسل حج معاف فرض کروں گا اے موسیٰ میں نے محمد و امت محمد کو تمام نبیوں تمام امتوں پر چند چیزوں سے عظمت دی ان میں کچھ چوک معاف ہوئی وہ جو بھی ہو رہے تم یہ تین چیزیں دوں گا اور وہ جو کل آخرت سے تم کریں گے میں اس کا عوض انہیں دنیا میں بھی دوں گا جب وہ مصیبتوں میں انا للہ پڑھیں گے تو انہیں بڑا ثواب دوں گا ان کی دعا میں قبول کروں گا۔ عادت سنہ سبع نے یہ بھی تفسیر روح المعانی یہی مقام اور تفسیر خازن) بلکہ توریت و انجیل میں حضور اور آپ کی امت سے تعلق حضور کے صحابہ کرام کے متعلق فرمایا ہے **ذلک مثلھم فی التورٰۃ و مثلھم فی الانجیل** کعب حمار نے توریت کی ایک دراز آیت کا ترجمہ عربی میں یوں کیا **مولدہ مکۃ و ھجرتہ بطیبۃ و ملکہ بالشام و امتہ حمادون** یہ حدیث دراز ہے یعنی اس آخری نبی کی ولادت گاہ مکہ ہے اور ہجرت گاہ طیبہ اور ان کا ملک شام میں ہو گا ان کی امت اللہ کی بہت حمد کرے گی۔ اس حدیث میں امیر معاویہ کی سلطنت فاذکر ہے کیونکہ آپ پہلے سلطان اسلام ہیں اور آپ کا دارالخلافہ دمشق ملک شام تھا علامات علماء ثلثہ کی مدینہ منورہ رہی علی مرتضیٰ کی عراق یعنی کوفہ میں امارت معاویہ شام میں اسے فرمایا **ملکہ بالشام** یکھر مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین بروایت دارمی۔

موجودہ انجیلوں میں ہزارہا تبدیلیوں کے باوجود اب بھی ایسی آیتیں موجود ہیں جن میں حضور انور ﷺ کا تذکرہ ہے چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور 1931ء کی چھپی ہوئی یوحنا کی انجیل باب چودہ آیت سولہ میں ہے اور باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے مددگار پر حاشیہ سے وکیل یا شفیع طاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد شفیع اور مدد حضور کے سوا کوئی نہیں آیا جس کلیسا منسوخ نہ ہو پھر اسی یوحنا کی انجیل باب سولہ آیت تیرہ میں ہے اس کے بعد میں تم سے باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ اسی باب کے باب سولہ آیت ستاسی میں ہے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آوے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اسی باب کی تیرھویں آیت میں ہے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آوے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ تعلیم کرے گا کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا (حرس العرفان)۔

انجیل شریف کی اس آیت میں غور کرو۔ اس میں حضور ﷺ کے کتنے صفات بیان ہوئے آپ کا جانا ہی امت کا دین کا محفوظ نہ ہونا آپ کا شفیع امت نہ بننا تین ہونا۔ آپ کا دائمی رہنما ہونا یعنی مسئلہ حیوۃ النبی۔ آپ کا اپنی طرف سے کچھ نہ کہنا اور رب سے سننا وہی کہنا **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** آپ کا علم منقطع ہونا۔

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمت جیسے اشرف امم ہونا قیامت میں آثار وضوء سے اعضاء چمکنا جنت میں پہلے داخل ہونا تیرہ صرف اس امت محمدیہ کے لئے اس رحمت میں کوئی امت داخل نہیں۔ یہ فائدہ **الذین یتبعون** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**: حضور انور ﷺ کی خاص صفات ہیں ان

www.alahazratnetwork.org

سب میں صفت رسالت افضل صفت ہے یہ فائدہ رسول کو نبی پر مقدم فرمانے سے حاصل ہوا اسی لئے قلہ علیہ میں حضور کو رسول اللہ لکھا جاتا ہے نبی اللہ یا اور صفت سے یا کہیں لکھا جاتا ہے ہم رسول اور نبی کے بہت سے فرق اسی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں رسول یعنی رسالت والے نبی یعنی رسالت والے۔ **تیسرا فائدہ** گزشتہ کتب میں حضور انور کے اوصاف حمیدہ بلکہ حضور کی امت حضور کے صحابہ کرام کے صفت مدحیہ ہیں مگر اس امت کے عیوب وہاں مذکور نہ تھے صفات ہی مدحیہ تھے یہ فائدہ **یجدونہ مکتوبا** سے حاصل ہوا **چوتھا فائدہ** ایمان کا اصل رکن حضور علیہ السلام کا ماننا ہے سبھی ہوئے فائدہ سے یہ فائدہ **یتبعون الرسول اور فالذین امنوا بہ** سے حاصل ہوا کہ یہاں دوسری ایمانیات ذکر نہیں ہوا توحید وغیرہ فائدہ چنانچہ دین بنتا ہے بہت سے ہم میں اور اہل کتب میں اختلاف صرف بہت میں ہے توحید وغیرہ میں نہیں یوں ہی ہدایت ضلالت اولیت میں اختلاف نبوت میں رہا **پانچواں فائدہ** حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال فرمانے کا اختیار دیا ہے کہ اپنے خداداد اختیار سے چیزیں حلال و حرام کرتے ہیں یہ فائدہ **یحل اور یحرم** فرمانے سے حاصل ہوا یہود اس کے ان دونوں فعلوں کا فاعل حضور انور کو قرار دیتے اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب سلطنت مصطفےٰ کا مطالعہ کرو۔ **چھٹا فائدہ** حضور علیہ السلام نے اہل کتاب کے لئے طیب چیزیں حلال فرمائیں چنانچہ دیکھو کہ اسرائیلیوں پر ہفتہ کے دن شکار کرنے حرام تھا اب اتوار کو شکار حلال ہے اب اس شکار پر عذاب نہیں آتا وہی اس مذہب سے محفوظ ہو گئے یہ فائدہ **یحل لھم** میں **لھم** فرمانے سے حاصل ہوا جہاں **لھم** صیغہ اہل کتاب کی طرف ہو اور اگر **لھم** کا مرجع سارے انسان ہوں تو بھی یہ ہوں گے کہ انسانوں کے لئے طیب چیزیں حلال کرتے ہیں اور خبیث جن میں حرام حضور نے احکام شرعیہ کا مالک بنایا گیا قرآن مجید سے صاف ہو رہا ہے حرام ہونا وہی اس کا گوشت باقی ساری محرمات جیسا کہ مردار وغیرہ اور سور کی چربی الگ کر دو وغیرہ حضور نے حرام کیے۔ **ساتواں فائدہ** ان چیزوں کو حضور نے حلال طیب فرمایا وہ طیب ہیں جو دل کو اچھی لگیں جن سے بدن بنے اور جن چیزوں کو حضور نے حرام کیا وہ خبیث ہیں جو دل کو برا لگے جو بدن کو خراب کرے جو طیب ہے سو حلال ہے جو خبیث ہے سو حرام ہے۔ **آٹھواں فائدہ** حضور کی شان یہ ہے کہ طیب چیزیں حلال کرتے ہیں اور خبیث حرام کرتے ہیں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا حضور نے حلال کر دیا یہ فائدہ **فاتبعونی یحببکم اللہ** سے حاصل ہوا کہ اللہ کی چوری ہے حضور کی تابعداری کرو تم میں چھپتے وہ شیطان تم سے چھپتے ہیں اگرچہ ساری عمر وہ گوشت کھاتے ہیں اچھا پیارا لگتا ہے۔ **نواں فائدہ** حضور علیہ السلام کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ تکوینی آفات بھی دفع ہو جاتی ہیں کہ تکوینی چیزیں بھی انہیں نقصان نہیں دیتیں اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حضور کے نام لیوا کبھی بھوکے نہیں رہتے ہیں وہ احکام کے بوجھ ہوں یا گناہوں کے وہ خصوصیت حضور کے نبی شریف حضور کے ساتھ خاص حضور کی تعلیم کے اثر سے شفاء اور برکتیں حاصل کرتے تھے ان حضور کا مس مبارک کا تعلق حضرت یوسف و عیسیٰ علیہما السلام کا دافع مشکل شاہد ہوا قرآن مجید سے ثابت ہے **اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ ابری الاکمہ والابرص** دسواں فائدہ حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر حضور کے ہر وقت ہر طرح فرض ہے اس کے لئے ثبوت یا عمل کی ضرورت نہیں جو تعظیم اسلام میں حرام ہو وہ نہیں ہو سکتی ہے اور باقی ان کے ہاتھ ہے جو کچھ ان سے ثابت ہوں یہ فائدہ **عزروہ** مطلق فرمانے سے حاصل ہوا **کلوا اور اشربوا** مطلق ہے ہم حلال اٹھا پیدا کرتے ہیں **عزروہ** مطلق ہے اللہ تعالیٰ حضور کی مدد سے

www.alahazratnetwork.org

آداب قرآن مجید میں سکھائے فرماتا ہے محبوب سے **راعنا** نہ کہو **انظرنا** کہو۔ فرماتا ہے رسول سے گفتگو ہو تو فرماتا ہے ان کے حضور چلا کرے ہو۔ فرماتا ہے ان سے عام الفاظ سے نہ پکارو بھیا کہہ کر۔ فرماتا ہے کہ گروہ تمہاری دعوت میں تشریف لاتا ہو۔ ہونے سے پہلے ان کے گھر نہ جاؤ جاؤ۔ فرماتا ہے جب کھانا کھا چکو تو وہاں بیٹھ کر باتیں نہ کرو ان کی ایذا کا سبب ہیں تفصیل ان ساری کتاب سلطنت مصطفٰے میں دیکھو۔ **گیارھواں فائدہ** جس چیز کو حضور انور سے نسبت ہو اس کی بھی تعظیم و توقیر اور ادب و احترام چاہئے یہ فائدہ بھی **عزروہ** سے اطلاق سے حاصل ہوا۔ یہ تو سارے مسلمانوں پر تا قیامت حضور کا ادب و رحم ہے خصوصاً وہ بالآداب صرف صحابہ کرام ہی کے ہم حصوں کو میسر ہوئے ہم کو یہ میسر ہے کہ حضور کی ہر نسبت کا ادب کریں ان سے محبت کرنا خوب ان کے شہر کا ادب ان کے ہاں والوں کی تعظیم و مدینہ کا ادب سب ہی چاہیں میلاد میں قیام نماز پڑھ کر اٹھے چومے مدینہ پاک کی مٹی چومنا سب ہی اس **عزروہ** میں داخل ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے تھے نام اعظم جب حاضر ہوئے تو حد ادب سے گھوڑے سے اتر پڑے بلکہ کہتے ہیں تب کھانا چھوڑ دیا کہ ہیشاب یا خانہ کی حاجت ہو اسی لئے آپ نے وہاں اپنا قیام مختصر کیا بعض خوش نصیب لوگ زمین مدینہ میں جوتا نہیں پہنتے ننگے پاؤں ہی اس میدان میں پھرتے ہیں یہ بھی **عزروہ** پر عمل کیا۔ خیال رہے کہ خود رب تعالٰی نے دوسرے مقامات میں اس کی تفصیل فرمائی ہے فرماتا ہے مجھے اس شہر کی قسم جس میں تم تشریف فرما ہو۔ فرماتا ہے محبوب تمہاری عمر کی قسم فرماتا ہے تمہارے رہنے کی قسم والعصر سے تیرے زمانہ کی قسم والضحٰی سے تیری جان کی قسم والشمس سے تیرے مقابل کی قسم فرماتا ہے خدا کی قسم ان سب کی عظمتیں اللہ کی نشانیوں کی عظمتیں ہیں کیونکہ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں کیونکہ اس سے کہ ان میں ایک نسبت ہے اس کی نفیس تفصیل ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے میں دیکھو۔ خیال رکھو کہ جو جو نسبت جو جو قرب جس جس کو حضور سے ہو اس کا ادب اس کی تعظیم اس پر لازم ہے یہ مدد مطلق ہے جانی مالی قلمی زبانی عملی ہر قسم کی مدد اس میں داخل ہے یہ فائدہ **نصروہ** کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ تعلیم دینی علوم اشاعت دین کی تصنیف سب ہی حضور کی خدمت ہے جو تا قیامت جاری رہے گی۔ **تیرھواں فائدہ** حضور انور صرف قرآن مجید نہیں دے گئے بلکہ اس کے ساتھ اور نور بھی دے گئے قرآن تو چالیس سال کی عمر شریف میں تا شروع ہوا مگر اپنی پیاری آنکھیں پیاری باتیں حد الحاق صورت و سیرت جس پر دل فدا ہوں وہ اشارے کنائے اپنے ساتھ دے گئے ان سب کی اتباع کا بیان فلاں رجعہ ہے یہ فائدہ **واتبعوا النور** سے حاصل ہوا کہ یہاں القرآن نہ فرمایا بلکہ اتی وار عبارت فرمائی نیز یہاں **انزل علیہ** فرمایا کہ وہ قرآن و حدیث سے رشد ہوتا ہے بلکہ **انزل معہ** فرمایا۔

صولی بھالی شکل و صورت والے ہیں جیسے ہیں ویسے ہیں محمد رحمتوں والے وہ خود نور ہیں ان کی ہر ادا نور ہے **اللھم صل علی سیدنا محمد و اٰلہ و صحبہ و سلم** چودھواں **اکثر افضل اللہ** کے بعد دوں کی مدد برحق ہے یہ ثابت ہے نہ اکثر یہ حضور سے سیکھتے ہیں حضرات انبیاء سے مدد لینا **لتؤمنن بہ ولتنصرنہ** تم ہی آخر الزماں پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اس آیت میں بتایا کہ موسٰی کلیم وہ ہیں وہ ان کی آخر الزماں کی تعظیم کریں اور ان کی مدد کریں اب مدد میں شک ہو تو ان آیات سے کیا معنی۔ **پندرھواں فائدہ** اب ہیں دنیا کی کامیابی صرف حضور انور کی پیروی سے مل سکتی ہے حضور کو چھوڑ کر کامیابی حاصل کرنا ایسا ہی نامس ہے جیسے دو سر اخدا ہونا

تاکہ یہ فائدہ **اولئک ھم المفلحون** ان ھم فرمانے سے حاصل ہو جو حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت بیان ہوئی ہے یا اس کا رد۔ قبولیت کا تو اس لئے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے حسنہ یعنی بھلائی مانگی مگر فرمایا گیا کہ ہم یہ حسنہ اس قوم کے لئے لکھیں گے جو اس نبی آخر الزماں کی امت ہے اگر رد کے لئے ہے تو یہی کی دعا رد کیسے ہوئی **جواب** اس آیت کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت قدرے ترمیم کے ساتھ مذکور ہے آپ نے عرض کیا تھا کہ میری ساری قوم کے لئے بھلائی تحریر فرما دے فرمایا گیا کہ ہم آپ کی قوم میں سے اس کے لئے بھلائی تحریر فرمائیں گے جو نبی آخر الزماں کا زمانہ پائیں جن پر ایمان لائیں غرضکہ یہ ایک قید لگا کر دعا قبول فرمائی۔ حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھیوں کا مومن اور صحابی رسول بن جانا کعب احبار کا مومن اور تابعی بن جانا اسی دعا موسوی کی قبولیت کا ظہور ہے۔ **دوسرا اعتراض** آخر وہ کونسی بھلائی ہے جو اتنی قیدوں کے ساتھ بندوں کو ملے گی یا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کو نہ ملی۔ **جواب** اس کا جواب اسی پچھلی آیت کی تفسیر میں عرض کیا گیا ہے۔ رب کی رحمت تین قسم کی ہے ایک رحمت عامہ جو ساری مخلوق کو عطا ہوئی اس کے لئے فرمایا گیا **رحمتی وسعت کل شیء** یہ دنیوی رزق زندگی وغیرہ۔ دوسری رحمت خاصہ جو صرف مومنوں کو عطا ہوئی جس کے متعلق ارشاد ہوا **للذین یتقون** جیسے ہدایت عرفان وغیرہ تیسری رحمت خاص الخاص جس کے متعلق ارشاد ہوا **الذین امنوا بہ وعزروہ** جیسے افضل امم ہونا ان کے امام سب سے اعلم زیادہ ہونا ان کے لئے ساری زمین مسجد اور مٹی پاک ہونا جس پر یہ لوگ آخرت میں آثار وضو سے غرہ و تحجیل چمکنا سب امتوں سے اول جنت میں داخلہ یہ رحمت امت محمدیہ سے خاص ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے لہذا آیت واضح ہے۔ **تیسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان حضور کے مددگار ہیں پتہ کار جیسے ہم کو حضور کی مدد کی ضرورت ہے ایسے ہی حضور کو ہماری مدد کی ضرورت ہے ہم اور حضور برابر ہوئے۔ **جواب** مدد دو طرح کی ہوتی ہے کرم کی اور خدمت کی کریم غلام کار سے نہیں لیتا ہے خدمت گار خادم اپنے بچہ کو پالتی ہے تو وہ مربیہ ہے پھر جوان ہو کر ماں باپ کی پرورش کرے تو خادم۔ حضور ہماری مدد پہلی قسم کی کرتے ہیں ہم حضور کی مدد دوسری قسم کی۔ نیز ہم حضور کی مدد کے ہر وقت محتاج ہیں حضور اور ہماری خدمت سے بے نیاز اگر وہ خدمت لے بھی تو ان کا رب **فان اللہ ھو مولہ وجبریل و صالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذلک ظھیر** دیکھو رب فرماتا ہے **ان تنصروا اللہ ینصرکم** اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا یا تم اپنے کو خدا کی برابر کہو گے۔ **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہو **مکتوبا عندھم فی التورٰۃ** اس قرآن حال میں **منھم** کیوں فرمایا **مکتوبا فی التورٰۃ** کافی تھا **جواب** تاکہ معلوم ہو کہ حضور اور کے ہم نام آپ کے اوصاف صرف توریت و انجیل میں ہی نہ ہوں گے بلکہ ہمیں طاق نسیاں میں رکھ دیں بلکہ ان سے دنیا میں بھی ہوں گے ان کے ہم نام کے وسیلہ سے دعائیں مانگیں گے ان کا نام بطور تعویذ ان کے سر اور گلے میں رہا کرے گا **وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا** پانچواں **اعتراض** یہاں ارشاد ہو کہ نبی آخر الزماں خبیث و گندی چیزیں لوگوں پر حرام کریں گے تو وہ چیزیں اگر خبیث تھیں تو پچھلے نبیوں کے دین میں حلال کیوں رہیں کیونکہ نبی خبیث چیزیں کھلاتے رہے تھے۔ **جواب** وہ چیزیں وقتی گندی خبیث تھیں مگر اس

www.alahazratnetwork.org

زمانہ میں انسان پر بھی ابتدائی دور ہی بعض چیزیں چھوڑ نہیں سکتا تھا اور ان حضرات کے دین بھی بھی بعض بعض کے لئے منسوخ ہوتے رہے تو انسان کامل ہوا تھا۔ ان حضور نور کی تشریف آوری پر انسانیت اپنے کمال کو پہنچی طبیعت اپنے کمال کو پہنچ گئی لہذا ایسی چیزیں حرام کر دی گئی جیسے بچہ اوائل میں دودھ پیتا ہے مگر عام طور پر بڑے ہونے کے بعد یوں ہی شراب وغیرہ حرام ہونے کے قابل تھی کہ خبیث بلکہ ام الخبائث تھی مگر اس زمانہ میں لغت سابقہ میں کے چھوڑنے پر آمادہ تھی جبھی تو شروع اسلام میں بھی حلال تھی پھر ہمیشہ کے لئے حرام کر دی گئی **الیوم اکملت لکم دینکم** پانچواں **اعتراض** یہاں **انزل معہ** کیوں ارشاد ہوا **الذی انزل علیہ** کیوں نہیں فرمایا۔ **جواب** یہاں نور سے مراد صرف قرآن مجید نہیں ہے بلکہ حضور نور کے فرمان بلکہ حضور کی ساری ادائیں مراد ہیں یہ چیزیں حضور انور اپنے ساتھ ہی لائے تھے۔ حضور کی نورانیت نزول قرآن پر موقوف نہیں اس لئے **معہ** ارشاد ہوا۔ **چھٹا اعتراض**: تم لوگ حضور کریم کو شرعی احکام یعنی حرام و حلال کا مالک مانتے ہو یہ شرک ہے شرعی احکام کا مالک رب تعالیٰ ہے۔ **جواب**: تم لوگ دنیاوی بادشاہوں اور حکام اور دنیاوی قوانین کا مالک و مالک مانتے ہو کہ انہیں پھانسی دینے عمر قید دینے جرمانہ کرنے کا اختیار ہے۔ حضور انور دینی سلطان ہیں وہ دینی قوانین کے مالک ہیں کم کرنے کا بڑھانے کا پورا مالک وہی ہو سکتا ہے دوسرے نہیں ہو سکتے۔

تفسیر صوفیانہ: رسالت اور نبوت میں دوسرے انبیاء کرام مشترک ہیں مگر ان کا وصف ہے وہ سوائے حضور انور کے کسی کو عطا نہ ہوا اسی بنا ہے ام سے معنی اصل حضور انور اصل مخلوق ہیں کہ جو کچھ ملا حضور سے ملا ہے اس لئے آپ والد کہلاتے ہیں۔

تم سے جہاں کا وجود تم سے عرب کا نسب ۔۔۔ تم سے ہوا جو ہوا تم پہ کروڑوں درود

دیکھو کہ مشرکہ کو ام القری کہا جاتا ہے کہ وہ بستیوں کی اصل ہے اور لوح محفوظ کو ام الکتاب کہ وہ تمام کتابوں کی اصل ہے یوں ہی حضور ام الموجودات ہیں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب ۔۔۔ گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

رسالت کا تعلق ظاہر سے ہے نبوت کا تعلق باطن سے اسی ہونے کا تعلق حقیقت سے۔ عوام حضور سے فیضان رسالت پاتے ہیں خواص فیضان نبوت اور خواص الخاص فیضان الوہیت فرمایا **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** حضور انور کی صفت یہ ہے کہ حضور معروف یعنی طالب حق کا حکم دیتے ہیں اور منکر یعنی طالب مولیٰ تعالیٰ سے منع کرتے ہیں تو طیبات یعنی خدا رسی کے ذریعے لوگوں کے لئے حلال کرتے ہیں خبیثات یعنی رب سے غافل کرنے والی چیزیں حرام فرماتے ہیں اور وہ محبوب لوگوں کے بوجھ یعنی خدا رسی کی مشکلات دور فرماتے ہیں تو جو بھی حضور کی اطاعت کریں وہ حضور سے نور لیں کہ حضور خود بھی نور ہیں اور جب خلق کی طرف آئے تو نور وحدت اپنے ساتھ لائے جس سے یہ نور حضور انور سے لیا وہ دوسروں تک پہنچا میں کامیاب ہو گیا۔ (روح) صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس پاک محمدی حضرت آمنہ کی گود جناب عبداللہ سے گھر سے یا لوح اور محمدی اور حقیقت محمدیہ نے عرش اعظم سے فرش پر اتروں فرمایا اور اپنے ساتھ فیوض روحانی و انسانیت کے خاطر سے جامعیت لائے ارشاد ہوتا ہے اور حقیقت محمدیہ کے اعتبار سے **انزل** اور **نزل** ارشاد ہوتا ہے چنانچہ یہاں ارشاد ہوا **النور الذی انزل معہ**

www.alahazratnetwork.org

دوسری جگہ ارشاد ہے **قدانزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوعلیکم** حضور کی صورت فرشی ہے سیرت عرشی صورت بشری ہے سیرت ملکی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور انور نے رب تعالیٰ کی ایسی حمد کی جیسی کسی نے نہ کی اور قیامت میں ایسی حمد کریں گے جیسی کوئی نہ کر سکے کیونکہ آپ کا نام شریف احمد ہے یوں ہی رب تعالیٰ نے حضور کی ایسی حمد کی جیسی کسی نے نہ کی اس لئے آپ کا نام محمد ہے۔ رب نے جس طرح حضور کی حمد کی (1) پر اور است نبیوں کو حضور کی حمد سکھائی یوں نعت فرمائے والا رب ہے سننے والے رسول اس قسم کی حمد کا رسیلی اس آیت میں بھی ہے اور وہاں بھی **واذاخذاللہ میثاق النبین** (2) گزشتہ کتب میں آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر (3) نبیوں سے انکی امتوں کے سامنے حضور کی تعریف کرانا (4) تا قیامت مسلمانوں بلکہ کفار سے حضور انور کی نعت خوانی کرانا (5) قیامت میں حضور کی نعت خوانی کرانا (6) قیامت میں خود تمام مخلوق کے سامنے حضور کی نعت ارشاد فرمانا (7) یہ سیاہی نکلی پتھر حمد پڑھ سے حضور کی نعت خوانی کرانا۔ یہاں پہلی قسم کی نعت ہو رہی ہے (8) اور چھ کے متعلق ارشاد ہے **عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا** صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے دن رات سورج کے علامت کلام ہے، غروب اور چاندی دونوں سورج کے نور ہیں بلاواسطہ نور غروب کہلاتی ہے بواسطہ چاند نور کو چاندنی کہا جاتا ہے یوں ہی از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ تمام انبیاء حضور ہی کی طرف سے مبلغ تھے جبکہ نام مختلف تھے بلاواسطہ دین کا نام اسلام ہے اللہ یا مرحم بالمعروف، ستہ وسیع سے یہی اول خلقت سے آخر تک حضور انور ہی مبلغ ہیں اگرچہ پچھلے نبیوں کے دین اور ان کے احکام جدا گانہ تھے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ

فرماؤ اے لوگو بے شک میں رسول ہوں اللہ کا طرف تمہارے سب کے وہ اللہ کہ اسی کی ہے بادشاہت

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمان و زمین کی بادشاہی

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

آسمانوں اور زمین کی نہیں ہے کوئی لائق عبادت سوا اس کے زندہ کرتا ہے اور موت

ہی کو ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں جلاتے اور مارتے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

دیتا ہے پس ایمان لاؤ اللہ اور رسول پر اس کے جو خبر دینے والا ہے پڑھا لکھا ایمان لاتے ہیں اللہ پر

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو پڑھے لکھے نبی جانے والے ہیں اللہ کو اور اس کی

وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

اور باتوں پر اس کی اور پیروی کرو اس کی تاکہ ہدایت پاؤ تم

باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور انکی غلامی کرو کہ راہ پاؤ

تعلق اس کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی قومیت کا ذکر ہوا مع کچھ ترمیم کے کہ اے موسیٰ تمہاری قوم ہی سے جو آخری نبی پر ایمان لائے گا وہ رحمت خاص الخاص کا مستحق ہوگا اس ترمیم کی وجہ یہاں ہو رہی ہے کہ وہ ساری خلقت سے نبی ہوں گے ان کی نبوت تمہاری طرح کسی قوم ہو اس وقت کی جگہ سے خاص نہیں جو بھی ان کے دامن میں چھپے گا رحمت الٰہی سے حصہ پائے گا۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید حضور انور کے ذریعہ صرف بنی اسرائیل ہی خاص رحمت پائیں گے دوسرے نہیں یہ ترمیم فرما دی کہ نہیں جو بھی ان کے دامن کرم سے وابستہ ہو بے وہی یہ خوبیاں پائے گا۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور انور کی نبوت عامہ کا اعلان فرمایا گزشتہ زمانہ میں ہر انبیاء حضور انور کی زبان سے وہ اعلان کچھ تفصیل کے ساتھ کرا رہا ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ گزشتہ نبیوں میں حضور انور کا چرچا رب تعالیٰ نے کر دیا تھا انہیں انور ان کی امتوں کو حضور انور کا مختصر بتا دیا تھا اب ارشاد ہے کہ حضور انور سے بھی کل نبیوں کا چرچا حضور ان کی رسالت پر یہاں رہیں گے ان کے نام نشان مراتب اور حالات تفصیل کا اعلان فرمائیں گے۔

نزول یہود کی ایک جماعت تھی جنہیں عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ملا تھا اس کا نام ناصریہ اصفہان تھا یہ لوگ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے تھے مگر آپ صرف اہل عرب سے ہی ہیں بنی اسرائیل سے نہیں گزشتہ نبیوں کی طرح آپ کی نبوت ایک خاص ملک خاص قوم کے لئے ہے اس آیت کریمہ میں اپنے عقیدہ کی تردید فرمائی گئی ہے)

تفسیر قل یایھا الناس یہاں قل میں خطاب حضور انور ﷺ سے ہے اور روئے سخن سارے انسانوں کی طرف ہے اس سے معلوم ہوا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کے مقام تعمیر فرما کر چار آوازیں دیں کہ اے اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف چلو وہ آوازیں تا قیامت روحوں نے سن لیں اس لئے تا قیامت روحیں وہاں حج و عمرہ کے لئے روانہ ہوتی رہیں گی رب فرماتا ہے **واذن فی الناس بالحج** اسی طرح حضور انور سے ایک دعوت کا یہ اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ ساری روحوں نے سن لیں کا نتیجہ یہ ہے کہ تا قیامت لوگ مسلمان ہوتے ہیں گے یہ اس **قل** کا اثر ہے **الناس** میں الف لام استغراقی ہے جس میں سارے انسان داخل ہیں چونکہ بقیہ تخلیق انسان سے تا قیامت سارے انسانوں کے نبی ہیں تو ساری مخلوق کے نبی ہوئے اس لئے یہاں خطاب صرف انسانوں سے ہوا ورنہ حضور انور ساری مخلوق کے نبی ہیں۔ رب فرماتا ہے **لیکون للعلمین نذیرا** اور فرماتا ہے **وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین** یہاں تعمیر روح البیان نے فرمایا کہ **الناس** میں جنات بھی داخل ہیں یہ مومن **ناس** یہ **ناس** یہ **ناس** یہ معنی خوب سوچ سمجھ کر نے والی چیز ہے دیکھو قرآن کریم میں رجال انسان مردوں کے لئے بھی ہوا ہے اور جن مردوں سے بھی فرماتا ہے **وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن** بہرحال یہاں **الناس** سے مراد سارے انسان ہیں یا سارے انس و جن میں ان میں سے کوئی خارج نہیں۔ تفسیر صدوں نے فرمایا کہ **ناس** اعم ہے اس کا عدد سال ہے **انی رسول اللہ الیکم جمیعا** یہ فرمان **قل** کا مقولہ ہے چونکہ حضور کی رسالت کے بہت لوگ منکر تھے اس

www.alahazratnetwork.org

سے اسے اپنی طرف تحقیق سے صورتِ فرما حضور ہی ہیں رسول بھی شفیع بھی رحمۃ للعالمین بھی مگر صفت رسالت بہ صفات سے اعلیٰ، افضل ہے نہ بہ واسطہ کہ اس سے تحقق وحاصل کئے دیتے ہیں اس سے یہاں رسول اللہ فرمایا یا وہاں آسمان تشریف آوری کی شان سے وہاں عظمت وہاں ہے **لقد جاءکم رسول** یہ ہے **انبعث فیھم رسولا** یہ ہے **مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** یہ ظہور ہے **محمد رسول اللہ** حضور اللہ کے رسول ہیں فیض لیجئے، فیض دینے والے خدا ہے حضور فیض دینے والے کے رسول ہیں اللہ بھی کہتے ہیں لو **رسولکم** بھی۔ **جمیعا** کہیں فاعل سے حال ہے **جمیعا** کہیں مفعول سے حال ہے کوئی انسان کسی وقت میں کسی حالت میں حضور رسالت سے نہیں قبل خلقت حتی کہ بعض روایتوں میں ہے حضور وقت قیامت حشر میں حضور ہی نبوت سے ہیں سب رشتے ٹوٹ جائیں گے مگر حضور کا رشتہ قائم رہے گا حضور سے جس انداز سے کہئے حضور ہیں **الذی لہ ملک السموت والارض** یہ بھی صفت یا حال ہے یہ بھی کہاں رہیں اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے اس طرح آسمان و زمین میں میری نوت سے بالا تخلیہ یوں سمجھو کہ وزیر اعظم کی وزارت جس علاقہ ہوتی ہے وہاں حکمران کی سلطنت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور رحمت عطا میں ملک و ملکوت، خلق و امر، ارض و سما کو جمع فرما دیا ہے اور فرمایا ہے ہم نے تحقق دیکھ لیا ہے وہ ملک ہے جیسے زمین و آسمان اور ان کی ظاہری چیزیں چاند سورج ستارے وغیرہ ملکوت وہ ہے جو عوام کی نظروں سے غائب ہو جیسے عرش و کرسی فرشتے وغیرہ۔ ملکوت وہ ہے جو خواص سے بھی غائب ہوں خاص خاص بندے ہی مطلع ہوں جیسے روح و عالم امر۔ الہوت رب تعالیٰ کی ذات، صفات جس طرح ہیں ان کا تحقق ہے **ما عرفناک حق معرفتک** اس کی تحقیق تفسیر صاوی دیکھو۔ حضور یہ اس میں **ما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قرآن** کی تفسیر میں دیکھو حیران رہ جاؤ گے کہ یہاں **لہ** میں ام ملکیت تملک ہے اور **خلق لکم ما فی الارض** میں لام نفع کیلئے ہے اور وہاں لام کے معنی میں ہے رب تعالیٰ سارے ملک کا مالک حقیقی ہے نفع بھی ہے جو چاہے جسے چاہے دے **تؤتی الملک من تشاء** اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ریح تسخیر دی اس ملک میں **فسخرنا لہ الریح** ہی ہے سارے حضور ہوں جہاں کا مالک ہے **انا اعطیناک الکوثر۔ لہ ملک السموت** ہے ساتھ ہی ہے **ھو** پڑھیں تو اللہ ہے **اللہ** کی صفت ہوں یا **اعمی** پڑھیں تو اعم

www.alahazratnetwork.org

اس کی صفت ہے جسے وہ اس صفت سے موصوف ہے تو اس پر ایمان لانا اس کی صفت کو ماننا اس سے جینے والے ہیں کی اطاعت کرنا ضروری ہے **فامنوا باللہ ورسولہ** یہ فرمان عالی گزشتہ مضمون کا نتیجہ ہے اور **قل** کا حکم اللہ نے اس میں آپ کی عقیب کی ہے۔ ایمان کی تعریف اسکے ارکان ایمان اور توحید میں فرق ایمان کے درجے اس کے مرتبے ہیں اور امت کے ایمان میں فرق ہم تفصیل سے سورہ بقر کے آخری رکوع میں **امن الرسول بما انزل الیہ** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں پچھلی آیت میں صرف رسول پر ایمان لانے کا ذکر ہو **فالذین امنوا بہ** اور یہاں اللہ رسول دونوں پر ایمان لانے کا امر ہے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی الوہیت حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے قرآن مجید میں جہاں امر ہوں یا کہیں **رسولہ** فرمایا جائے وہاں ان سے مراد حضور ﷺ ہوتے ہیں گزشتہ میں اجمالی اور حضور ﷺ پر تفصیلی ایمان لانا ضروری ہے **النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمتہ** اس فرمان عالی میں **رسولہ** کی تین صفت کا ذکر ہوا آپ کا نبی ہونا امی ہونا اور آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے کلمات پر ایمان لانا نبی اور امی کے معنی ابھی پچھلی آیت میں عرض کیے گئے کہ رسول کے معنی ہیں ایصال رسالت اور نبی کے معنی ہیں پیام رسالت۔ نبی رسول سے عام ہے تمام حضور ہی نبی ہیں رسول بھی مرسل بھی گرامی ہونا صرف ہمارے حضور کی خصوصی صفت ہے حضور انور کا ایمان بلند درجہ حق الیقین کا ہے ہمارا ایمان بقدر علم الیقین کے درجہ کا ہے کلمات میں چند احتمال ہیں۔ (1) اس سے مراد آیات قرآنیہ ہیں کہ ہر آیت کلمت اللہ ہے (2) اس سے مراد گزشتہ ساری آسمانی کتابیں ہیں بلکہ ان کے سارے احکام ہیں کہ وہ سب اللہ کے کلمے یعنی اللہ کی باتیں ہیں (3) اس سے مراد گزشتہ نبیوں کے سارے صحیفے بلکہ ان کے سارے تبلیغی قول ہیں (4) اس سے مراد سارے گزشتہ نبی ہیں جن کی ہر بات کو کلمہ الٰہی ہے اس لحاظ سے وہ حضرت خود کلمات اللہ ہیں (5) اس سے مراد حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام ہیں جنہیں خطاب کلمۃ اللہ اور کلیم اللہ۔ خیال رہے کہ ان سب پر حضور ﷺ بلاواسطہ ایمان رکھتے پھر آپ کے واسطے سے تمام مسلمان ایمان رکھتے ہم اس کی تحقیق تیسرے پارہ میں **امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون** کی تفسیر میں کر چکے ہیں کہ ان سب پر حضور کا ایمان بلاواسطہ ہے حضور انور کا ایمان بالشہادۃ ہے ہم لوگوں کا ایمان بالغیب وغیرہ **واتبعوہ لعلکم تھتدون** یہ فرمان عالی معطوف ہے **فامنوا باللہ** پر اور اس میں دوسرا حکم ہے روئے سخن سارے انسانوں کی طرف ہے جن سے کہ لوگوں رسول پر ایمان بھی لاؤ اور ان کی اتباع بھی کرو ان دونوں چیزوں سے تم ہدایت پاؤ گے ایمان اور اطاعت و عبادت کے فرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں ہمارا ایمان سارے نبیوں پر ہے مگر اتباع صرف حضور ﷺ کی۔

خلاصہ تفسیر: یہ آیت نعت مصطفیٰ حمد خدا تیرا کلام ہوئی اور کلام الٰہی کا مجموعہ ہے **امی رسول اللہ الیکم جمیعا** حضور کی نعت ہے اور **یحیی ویمیت** تک رب کی حمد اور یہاں تک رب کا کلام بواسطہ زبان رسول ہے اور **فامنوا باللہ سے تھتدون** تک کلام ربانی بلاواسطہ ہے لہٰذا یہ آیت نعت حمد اور کلام تینوں کی جامع آیت ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ﷺ آپ سارے جن و انس یا قیامت سارے انسانوں میں اعلان فرمادو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ کی یہ شان ہے کہ سارے آسمانوں اور زمین کا وہی مالک حقیقی ہے وہ معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی ان چیزوں کا مالک حقیقی ہے نہ کوئی سچا معبود وہی مخلوق کو زندہ کرتا مارتا ہے وہی اسے موت دیتا ہے زندگی و موت اس سے متعلق ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اتنے فرمان میں حضور انور کی معرفت کرائی گئی ہے حمد الٰہی کے ذریعہ یعنی میں اس رب کا رسول بھی مطلق ہوں جس کی یہ صفات ہیں تو پہچان لو کہ میں کیسا رسول ہوں جب سلطنت دونوں جہان میں ہے تو میری وزارت بھی دونوں جہاں میں ہے جب یہ ہے کہ رب مطلق ہے تو اس کا رسول بھی مطلق اور جیسے رب کے سوا کوئی معبود نہیں ایسے ہی میرے سوا کوئی خاتم النبیین سید المرسلین امام الانبیاء نہیں کہ نہ تو الوہیت میں تعدد ہو سکتا ہے نہ ختم نبوت وغیرہ میں اور جیسے ہر شخص زندگی میں اور میرے بعد رب کا بندہ ہے کیونکہ وہی زندگی اور موت دیتا ہے ایسے ہی ہر شخص زندگی اور مرنے بعد میرا امتی ہے میں اس کا نبی ہوں مرنے پر انبیاوی سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں مگر رب سے بندگی کا رشتہ اور حضور سے امتی ہونے کا رشتہ ہمیں تو تا قیامت اللہ تعالیٰ کی یہ تینوں صفات حضور انور کی رسالت عامہ کا ثبوت ہیں۔ تم سب اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لاؤ اور اس کے اس رسول پر بھی جو حسب دلیل صفات سے موصوف ہیں وہ رسول بھی ہیں نبی بھی امی بھی عربی پیدائشی عالم سب علم مدنی وہ اللہ تعالیٰ پر پہلے ایمان لانے والے ہیں اس کے سارے رسولوں یا ساری کتابوں پر اول مومن ہیں تم سب ان کی اتباع بھی کرو اگر تم ان رسول پر ایمان لاؤ ان کے تابع ہو جاؤ تو امید کرو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** حضور پر نور تا قیامت سارے انس بلکہ سارے جن وانس بلکہ ساری مخلوق کے نبی رسول ہیں سب پر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے یہ فائدہ **یایھا الناس** اور **الیکم جمیعا** فرمانے سے حاصل ہوا یہ رسالت عامہ حضور کی وہ خصوصی صفت ہے جو حضور کے سوا کسی کو نہ ملی حضور کی نبوت زمین و زمان کی قیود سے آزاد ہے۔ **دوسرا فائدہ** اللہ کے مقبول بندے موجود معدوم دور و نزدیک تمام سے خطاب فرما سکتے ہیں سب کو پکار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا کلام سب کو سنا رہا ہے یہ فائدہ بھی **یایھا الناس** فرمانے سے حاصل ہوا کہ حضور انور نے اس میں موجود و آئندہ تمام انسانوں بلکہ جس انس کو پکارا جس میں سے بہت لوگ حضور سے دور تھے بہت ابھی پیدا نہ ہوئے تھے قیامت تک پیدا ہونے والے تھے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنا کر سارے انسانوں کو حج کی دعوت دی سب کو اللہ تعالیٰ نے سنا دی تا قیامت اس دعوت پر لبیک کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ **تیسرا فائدہ** اگرچہ حضور ساری مخلوق کے نبی بھی ہیں شفیع بھی مگر رسالت عامہ حضور کی خصوصی صفت ہے یہ فائدہ **رسول اللہ الیکم جمیعا** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** ساری مخلوق کا اصل انسان ہے باقی سب چیزیں انسان کے تابع ہیں جو اس کے لئے بنائی گئیں یہ فائدہ **یایھا الناس** فرمانے سے حاصل ہوا کہ حضور انور نہ جہاں بھر کے رسول ہیں مگر خطاب فرمایا گیا صرف انسانوں سے کہ جب حضور انسانوں کے رسول ہوئے تو ساری مخلوق کے ہی رسول ہوئے۔ **پانچواں فائدہ** کوئی جن و انس کسی درجہ پر پہنچ جائے حضور کی نبوت سے کسی حالت میں نکل نہیں سکتا سارے اولیاء حتیٰ کہ چاروں زندہ ولی حضرت عیسیٰ و ادریس و الیاس و خضر علیہم السلام سبھی طرح اصحاب کہف سب کے سب حضور کے امتی ہیں حضور ان سب کے رسول ہیں یہ فائدہ **جمیعا** فرمانے سے حاصل ہوا۔

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و رسل اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

چھٹا فائدہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے اس کے یہ رسول زمین و آسمان کے ہی رسول ہیں جہاں حد ہے

www.alahazratnetwork.org

وہاں حضور انور کی بادشاہی ہے یہ فائدہ **لہ ملک السموت والارض** سے حاصل ہوا کہ حضور انور کی رسالت عامہ کا ذکر فرمانے کے بعد رب تعالیٰ کی وسعت سلطنت کا ذکر فرمانا اسی حکمت سے ہے۔ **ساتواں فائدہ**: اب قیامت تک کوئی شخص حضور انور پر ایمان لائے بغیر رب تک نہیں پہنچ سکتا کہ اب خدا رسی کا ذریعہ صرف اور صرف حضور ہیں یہ فائدہ **فامنوا باللہ ورسولہ** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ**: حضور اللہ تعالیٰ اور سارے نبیوں، ساری کتابوں پر ایمان لے آئے مگر حضور انور کے ایمان اور ہمارے ایمان میں فرق ہے یہ فائدہ **یؤمن باللہ وکلمتہ** سے اشارۃً حاصل ہوا۔ دیکھو اس آیت کی تفسیر ہوا بھی کی تفسیر بھی آخر ہو گئی۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ صرف انسانوں کے رسول ہیں باقی مخلوق کے نہیں کہ ارشاد ہو **یاایھا الناس**۔ **جواب**: اس اعتراض کا جواب اسی تفسیر میں گزرا **یاایھا الناس** سے یا تو سارے انس و جن مراد ہیں یا صرف انسان چونکہ انسان ساری مخلوق سے افضل ہے۔ **ولقد کرمنا بنی آدم** اور ساری مخلوق کی اصل کہ تمام مخلوق ان کی خاطر پیدا ہوئی جب حضور انسان کے نبی ہوئے تو ساری مخلوق کے نبی ہوئے اور یہ آیت اس آیت کے خلاف ہوگی **لیکون للعلمین نذیرا** اور **وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین**۔ **دوسرا اعتراض**: قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے **کافتہ للناس بشیرا و نذیرا** اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صرف انسانوں کے رسول ہیں۔ **جواب**: یہاں بھی یہ بات نہیں بلکہ بشارت و نذارت کلیۃً واقعی حضور انور کی رسالت کے بشیر صرف انسانوں کے لئے ہیں کہ جنت انسانوں کے سوا کسی کو عطا نہ ہوگی۔ جنت کا ثواب اور وہاں کی نعمتیں صرف انسانوں کے لئے ہیں۔ خیال رہے کہ جنت کا ثواب صرف انسانوں کے لئے ہے دوزخ کا عذاب صرف جنات اور انسانوں کے لئے ہے **لاملئن جھنم من الجنتہ والناس اجمعین** باقی مخلوق کے لئے ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ شرعی احکام کے مکلف صرف جن و انس ہیں باقی مخلوق فرشتوں وغیرہ پر شرعی احکام جاری نہیں ہاں ساری مخلوق پر حضور کا ادب و احترام حضور کی اطاعت حضور پر ایمان ناضروری سے اس لحاظ سے وہ سب حضور کے امتی ہیں حضور ان سب کے نبی اس لئے کنکریوں، پتھروں، درختوں، جانوروں نے حضور کا کلمہ پڑھا حضور کے حکم پر درخت چل کر حاضر ہوئے اشارہ سے چاند پھٹا سورج لوٹا، بادل آیا اور سایہ کیا اشارہ پر ہی کھل گیا فرشتے ہوئے حضور پر درود شریف پڑھتے ہیں یہ ہے کہ ان سب کے امتی ہوئے اور حضور انور کے ان سب کا نبی ہونے کی دلیل لہذا حضور سب کی الخلق ہیں بلکہ عالم ارواح میں حضور سارے جہاں کے رسولوں کے بھی نبی ہیں **واذ اخذنا للنبیین میثاقھم** قیامت کے دن حضور سارے نبی اور ان کی امتیں حضور کا کلمہ پڑھیں گی۔ **تیسرا اعتراض**: حضور انور میں نبی شفیع حبیب سب وہ چیزیں لاکھوں صفات سے موصوف ہیں پھر یہاں اور اٹھارہ جگہ آپ کو رسول ہی کہا گیا ہے۔ **جواب**: اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا منصب بیان فرمایا ہے جیسے دنیاوی بادشاہوں کے بعض محکمے داخلی ہوتے ہیں بعض خارجی مگر محکمہ خارجہ عام اور محکمہ مواصلات سب سے اہم محکمہ ہے کہ اس سے تمام ممالک ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں بلکہ اس کے ذریعہ سفارت کا تعلق قائم رہتا ہے ایسے ہی ملک، ملکوت، جبروت، لاہوت سب رب تعالیٰ ہی کے ہیں مگر ان میں تعلق قائم فرمانے، بلکہ بندوں کو رب سے اور رب کو بندوں سے ملانے والا محکمہ رسالت ہے یہ محکمہ مواصلات ہے اس وجہ سے آپ، بہت موقعوں

www.alahazratnetwork.org

پر رسوں کہا جاتا ہے رب بندوں سے جو ظلم کرتا ہے انہیں جو دیتا ہے رسولوں کے واسطے سے دیتا ہے بندے رب سے جو عرض معروض کرتے ہیں جو اس سے چاہتے ہیں وہ رسولوں کے واسطے سے۔ دیکھو مزے دار گفتگو بی اسرائیل کی رب سے بواسطہ موسیٰ علیہ السلام **قالوا دع لنا ربک یبین لنا** آپ جواب میں فرماتے ہیں **انہ یقول انہا بقرۃ صفراء** جو اس کے واسطہ کے بغیر رب تک پہنچنا چاہے وہ حضور کو رسولوں ہی میں پائے گا۔ **چوتھا اعتراض**: تم نے کہا کہ سارے عالم کی ہدایت صرف حضور ﷺ کو عطا کی مگر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنات بلکہ ہواؤں کے بھی نبی تھے کہ فرماتا ہے **یعملون لہ ما یشاء من محاریب و تماثیل** اور فرماتا ہے **فسخرنا لہ الریح** پھر تمہارا یہ قول کیونکر درست ہوا۔ **جواب**: حضرت سلیمان علیہ السلام تمام کے نبی تھے حکومت ہوت اور چیز ہے حکومت سلطنت و سیاست اور چیز ہے اطاعت تکوینی اور چیز ہے اطاعت تشریعی کچھ اور چیز۔ اس لئے آپ نے جنات وغیرہ سے نبی خدمت تو لیں مگر انکو اپنے دین کی دعوت نہ دی وہ تمام اپنے کفر پر رہتے ہوئے آپ کی خدمات کرتے تھے مگر نبی سب حضور کا کلمہ پڑھتے ہوئے حضور کی اطاعت کرتے تھے (روح البیان)۔ **پانچواں اعتراض**: حضرت آدم علیہ السلام سارے انسانوں سے نبی تھے اور حضرت نوح علیہ السلام بھی اس لئے حضرت نوح کی مخالفت کی وجہ سے سارے انسان غرق کر دیئے گئے جو کشتی میں باقی بچے وہ سب آپ کے متبع ہوئے پھر سارے انسانوں کا نبی ہونا حضور انور کی خصوصیت نہ رہا۔ **جواب**: واقعی وہ دونوں حضرات اس وقت کے موجود انسانوں کے نبی تھے مگر تا قیامت انسانوں کے نبی نہ تھے ہمارے حضور تا قیامت سارے انسانوں سارے جنوں کے نبی ہیں جیسا کہ ہم نے **یایہا الناس** کی تفسیر میں ابھی عرض کیا لہذا تمام انسانوں کا نبی ہونا ہمارے حضور کی خصوصیت ہے دیکھو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **تورسولا الی بنی اسرائیل** جس سے معلوم ہوا کہ آپ صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ **چھٹا اعتراض**: اس آیت کریمہ میں حمد میں یہ کیوں فرمایا **الذی لہ ملک السموت والارض** حضور کی رسالت کے بعد اللہ کی حمد کا ذکر کیوں ہوا یا تو حمد ہوتی ہی نہ پہلے ہوتی۔ **جواب**: یہ فرمانا حال حضور انور کی رسالت عامہ کی گویا دلیل ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اللہ کا رسول اعظم (ہزار رسول) ہوں جیسے وزیر اعظم کی وزارت تحت حکومت ہوتی ہے ایسے ہی رسول اعظم کی رسالت تحت الوہیت ہے کہ جو اس کا رب ہے حضور اس کے رسول ہیں ورنہ حضور رسول اعظم کیسے ہوں گے۔ **ساتواں اعتراض**: اس آیت میں دو مضمون علیحدہ طریقوں سے بیان ہوئے ہم کو حکم ہوا کہ **امنوا باللہ و رسولہ** اور حضور انور کی صفت بیان فرمائی **یؤمن باللہ و کلمتہ** یعنی اے لوگو تم اللہ رسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول تم اللہ اور کلمت اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ **جواب**: اس فرق بیان سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور حضور کے ایمانوں کا فرق بیان فرمایا ہے تم کو تو حکم ہوا رسول پر ایمان لاؤ یعنی اللہ کو رسول کی معرفت سے جانو پہچانو اور رسول کی یہ صفت ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ اور اس کے کلمت یعنی سارے نبیوں سارے کتابوں پر بلاواسطہ مشاہدہ سے ایمان لاتے ہیں چونکہ دونوں ایمانوں کی نوعیت میں فرق تھا اس لئے بیانوں میں فرق ہوا ہم اس کی تفصیل سورہ بقرہ کے آخر میں **امن الرسول** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: صوفیاء کرام کے مشرب میں **یایہا الناس** میں حضرت آدم تا روز قیامت سارے انسان داخل ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

حضرت انبیاء اور ان کی امتیں سب کے سب حضور کی امت ہیں حضور ان سب کے رسول حضور اور کلیہ اعلان رب تعالیٰ نے گزشتہ لوگوں کو بھی سنایا اور آئندہ کل کو بھی یہ اعلان ہوا رب تعالیٰ نے پیشتر کے اس سب میں یہ فرمایا **ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم** بعد میں حضور انور سے اس آیت میں کرایا اس اعلان کا نتیجہ تھا کہ سارے نبی اپنے اپنے وقت سے بیت المقدس میں پہنچے حضور کے پیچھے نماز پڑھی پھر ان سب نے اپنے اپنے وقت میں حضور کا تعارف کرایا اس سے حضور کی اطاعت بالواسطہ کی تھی سارے انبیاء اور ان کی امتیں اللہ کا ملک ہیں حضور اور محمد کے ان سے اس طرف سے مالک ہیں اور اعلان ہے **لا الہ الا ھو** اور اعلان ہے کہ **لا رسول الا ھو** یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے سوا کوئی رسول نہیں وہ رب حضور کی معرفت دلوں کو ایمان کی زندگی اور کفر کی موت دیتا ہے جیسے سورج کے ذریعہ دن اور رات دیتا ہے اس کا ذریعہ بھی سورج ہے اور رات کا ذریعہ بھی سورج۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نبی اپنے ہاتھ میں علم کی رسی کے ہاتھ میں ہے ولی اپنے نفس امارہ کی رسی اپنے ہاتھ میں رکھو اپنی رسی نفس مارو کے ہاتھ میں ہے اپنے نفس اور حضور کے ہاتھ میں دو **واتبعوہ لعلکم تھتدون** آخر تم یہ عمل کرتے رہو رب تک پہنچ جاؤ گے حضور کی سنتوں کی تابعداری انسان کی نجات کا ذریعہ ہے حضرت شیخ فرید الدین فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی تمام سنتوں پر عمل کیا یہ مقام میرے ہوئی تھی۔ نبی کی حال میں اپنے ہی ہاتھ سے روح حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی وفات کے وقت دیکھا کہ اس نے مسجد کی قبلہ کی طرف تھوکا آپ نے اسے سلام کہا کہ سلام واپس کیا فرمایا یہ سنت ہے۔ امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت میں تھا کہ لوگ سنتوں پر عمل کرتے ہوئے تہمد باندھ کر سوئے رات کو میں نے غیبی ندا سنی کہ اے احمد رب نے تمہارے سارے گناہ بخش دیئے تو کہیں لوگوں کا امام بنا دیا اس سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو فرمایا میں جبریل ہوں۔ فرشتے حضور کی عظمت کرتے ہیں اور حضور کی وجہ سے حضور کی امت کی حضور کے قرآن کی وجہ سے اس قبر پر قرآن پڑھا جاتا ہے اس قبر والے کو عذاب نہیں ہوتا ہے۔

حکایت مثنوی شریف کے دفتر سوم سے آخر میں ایک عجیب حکایت لکھی **حکایت صلیبی در تور داشتن**۔ حضرت انس کے بال صحابہ کرام کی دعوت تھی میں حاضر کے وقت کپڑے کا سترخوان بچھایا گیا، مسلمان آپ نے اپنی غلامہ کو حکم دیا کہ اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دو صحابوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کھانا تیار ہونے کا انتظار ہے آپ نے فرمایا کہ چند لمحوں کے بعد اسے آپ سے ملاحظہ فرمائیں گے وہ باندی محفوظ تھا البتہ اس کا سیل پیلا ہو چکا تھا، سترخوان صاف ہاتھ سب نے کھایا۔

قوم گفتند اے محال عزیز چوں نہ سوزد پوست گوشت نیز
گفت رامہ مصطفےٰ دست و دہاں پس ما لید اندریں سترخواں

انہوں نے پوچھا کہ اے محال سوں یہ جائیں میں فرمایا ایک دفعہ حضور انور نے اس سترخوان سے اپنا ہاتھ شریف پونچھ لئے تھے جب سے یہ آگ میں جلتا نہیں، فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اے دل تو نیز خود را بنما عذاب ہاشی دست و دامن کن انتخاب
یاں تجھ کو دے رسد تشویش دار حل عاشق راچہ جائے عذاب

اے دل تجھے عذاب کی شک سے ڈرنا چاہئے تو اپنے ہاتھوں اور ہونٹوں سے سبب قائم کر جب ان کی نسبت سے پانی ملے تو پیاسا عاشق اس کو ملنے سے کیوں نہیں پیئے گا (روح البیان) اب پڑھو۔ **واتبعوہ لعلکم تھتدون۔**

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ

اور حضرت موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ہے حق بتاتی ہے حق کے ساتھ انصاف کرتی ہے
اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی ہدایت کرتا اور حق سے انصاف کرتا ہے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں سرکش بنی اسرائیل کی سرکشیوں کا ذکر ہوا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بچھڑا پرستی کی اور ساتھ جانے والوں نے سرکشی کی حتی کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا **ان ھی الا فتنتک تضل بھا من تشاء** مطلب فرمایا جو اسرائیلیوں کا ذکر ہے وہ حق پر قائم رہے کیونکہ ان میں بارہ لاکھ صدیقے پیدا ہوئی ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور رب تعالیٰ کے جواب کا ذکر ہوا جس سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو کسی قسم کی رحمت نہیں عطا ہوئی اب یہ ہم کو فرمایا جا رہا ہے اور رشاد ہو رہا ہے کہ قوم موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایک خاص رحمت عطا ہوئی۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کے جواب میں ارشاد ہوا کہ ہم اپنی رحمت آخری نبی کی امت کے لکھیں گے اب ارشاد ہے کہ قوم موسیٰ میں بھی بعض لوگ امت محمدی سے ہوں گے اور اس رحمت کے مستحق ہوں گے گویا وہ قوم موسیٰ نہیں ہوئی۔

تفسیر ومن قوم موسیٰ امۃ یہ مبتدا خبر سے اس کلام کو ابتدائیہ ہے قوم موسیٰ سے مراد آپ کی سچی قوم یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام بنی اسرائیل ہیں ان میں سے حضرات انبیاء کرام نے اپنی ظاہر پوری کو قوم کہہ کر پکارا ہے قرآن مجید میں ہے امت سے بھی امت کی تین قسموں نے اسلام کو پورا **سیقول** میں **جعلنکم امۃ وسطا** کی تفسیر میں عرض کیا پچھلے میں یہاں امت سے یا مراد ہے اس میں چند قول ہیں (۱) اس سے مراد وہی بنی اسرائیل ہیں جو حضور انور پر ایمان لائے صحابی بن گئے جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی کہ اگرچہ یہ لوگ تھوڑے تھے مگر چونکہ ایک شخص کو بھی امت کہا جا سکتا ہے رب فرماتے ہے **ان ابراھیم کان امۃ قانتا** کہ وہاں ایک ذات یعنی ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا (کبیر روح المعانی وغیرہ) اس تفسیر کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے **من اھل الکتب امۃ قائمۃ یتلون ایت اللہ اٰنآء الیل** (۲) اس جماعت سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے وہ اسرائیلی ہیں جو صحیح معنی میں آپ کے مطیع

www.alahazratnetwork.org

وفرمانبردار رہنے کچھ اچھی وغیرہ سے محفوظ رہے اس صورت میں **یھدون** اور **یعدلون** گزشتہ زمانہ سے یہ حال ماضی استمراری ہے یعنی **کانوا یھدون** موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یوشع علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے اس زمانہ میں بنی اسرائیل کسی قدر ٹھیک رہے مگر یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کا حال ہمیشہ ایسا ہی رہا انبیاء وغیرہ ان کا قتل ہوتا رہا چنانچہ ابن جریر وغیرہ نے بسند صحیح سے روایت کی ہے بنی اسرائیل بارہ فرقے ہوگئے تھے ان میں سے گیارہ فرقے تو ہمیشہ گمراہ رہے ایک فرقہ ہمیشہ حق پر قائم رہا اس میں دو سو مرد تھے جو اپنے گھروں سے بھاگ کر ایک غار میں جا چھپے تھے وہیں ان کی عمریں ختم ہوئیں اور وہ حق تعالیٰ سے جا ملے یہ بھی ایک طریقہ ہے جس سے آدمی فتنہ سے بچا رہتا ہے کہ تم یہاں تک تھک آ جاؤ جہاں تک حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ حوض ہے **وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاخرۃ جئنا بکم لفیفا** اس میں سے جس میں سے اور **وعد الاخرۃ** سے مراد قریب قیامت یعنی علیہ السلام فرمائیں وہ قوم اب بھی جمع کی جائے گی ایک جگہ میں آنے والوں کی بکھری ہوئی جماعتوں کو پیچیدہ جمع کرنا اس لئے شریف لے گئے ہیں یہ لفظ بھی مستعمل ہے اور یہیں آئیں گے اعلیٰ علیہ السلام کے یہاں **امتہ** وہ گروہ مراد ہیں (روح المعانی) اور اصل معنی اس کے وہ جماعت ہے جو کسی قول یا فعل میں ایک ہو پہلے دو قول قوی میں سرحال بنی اسرائیل میں ایک جماعت تھی یا ہے اور رہے گی جس کی صفت یہ ہے **یھدون بالحق** یہ عبارت **امتہ** کی صفت ہے امت اعلیٰ درجہ ہے گروہ سے جس سے **یھدون** بنا ہے اور **یھدون** سے مراد ہے ہدایت کے معنی اس کی تفسیر میں گزشتہ کے دو کلام **اھدنا الصراط المستقیم** کی تفسیر میں عرض کر چکے یہاں اس کے معنی میں ہدایت دیتے ہیں لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں جس سے مراد یا تو توریت شریف کے صحیح احکام ہیں جن میں تحریف نہ کی گئی تب اس کے معنی ہوں گے ہدایت دیتے تھے یا قرآن کریم اب توریت کے اصلی احکام بھی حق نہ رہے وہ منسوخ ہو گئے حق سے مراد احکام اسلامیہ ہیں تو **یھدون** کے معنی ہیں کہ لوگوں کو احکام اسلامیہ کی ہدایت دیتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ **بالحق** کے معنی طریقہ حق یعنی طریقہ حق اختیار کرتے ہیں **وبہ یعدلون** یہ عبارت معطوف ہے **یھدون** پر **امتہ** کی دوسری صفت یہ کلام مرجع حق ہے اور **یعدلون** پر مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا **یعدلون** سے **عدل** عدالت سے معنی انصاف کرنا یعنی وہ آپس کے معاملات میں صرف حق یعنی احکام اسلامیہ سے عدل و انصاف کرتے ہیں شرعی فیصلے کرتے ہیں مقدمات میں سچی پر نظر رکھتے ہیں رشوت نہیں لیتے ان کی بکھری صحیح معنی میں جماعت ہے۔

خلاصہ تفسیر اوپر کی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ اس آیت کریمہ کی تین تفسیریں ہیں دو قول اور ایک بنا صحیح ان میں سے ثانیت قول کی تفسیر خلاصہ عرض کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی ساری قوم گمراہ نہیں ہوئی بلکہ ان کی قوم میں ہمیشہ میں ایک جماعت ایسی رہی ہے جو ہمیشہ حق یعنی اسلام سے وابستہ رہی اور لوگوں کو بھی حق یعنی اسلام کی ہدایت کرتی رہی یعنی ہادی اور مہدی رہے اس جماعت کے عقیدے اعمال عدالت معاملات اسلامی میں درست رہے ان کا معاملہ ایسا ہے تو اسلام کے موافق رہتے ہیں جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی اور سارے بنی اسرائیل جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جناب کلیم اللہ کی دعا میں اور جناب حبیب اللہ کے صحابی حضرت رضی اللہ عنہم موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو حضور سے

حق میں ہو احدیث شریف میں ہے کہ تین شخصوں دو ہرا ثواب ملتا ہے ایک وہ اہل کتاب جو پہلے اپنے نبی پر ایمان رکھتا ہو پھر محمد پر ایمان لائے دوسرا وہ غلام جو اپنے مولیٰ کی خدمت بھی کرے اور اپنے رب کی عبادت بھی تیسرے وہ جو اپنی لونڈی کو آزاد کرکے اس کو دینی تعلیم دے پھر اس سے نکاح کرے۔

فائدے اس آیت شریفہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** مشرکین و کفار موحد کے کسی ملکی نام قوم ہو سکتے ہیں اس لئے قوم صرف موحد ہی ہوں گے یہ فائدہ **ومن قوم موسیٰ** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے کفار اسرائیلیوں کو موسیٰ علیہ السلام کی قوم فرمایا۔ دوسرا **فائدہ** ایک چھوٹی جماعت بلکہ ایک دو شخصوں کو بھی امت کہہ سکتے ہیں یہ فائدہ **امتہ** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا بلکہ اس سے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی مراد ہوں قرآن مجید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا **ان ابراھیم کان امتہ قانتا للہ** تیسرا فائدہ۔ کاملیاں کے لئے دو چیزیں چاہئیں خود حق پر رہنا اور دوسروں کو حق پر رکھنا جو صرف اپنی اصلاح کرے اپنے ماتحتوں عزیزوں قوم کی ہدایت کی پروا نہ کرے وہ پورا کامیاب نہیں یہ فائدہ **یعدلون** فرمانے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض حدیث شریف میں ہے امت محمدیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ساری کی ساری گمراہ نہیں ہوں اس میں ایک فرقہ حق پر رہے گا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے بنی اسرائیل بھی سارے گمراہ نہ ہوئے ان میں ایک جماعت حق پر قائم رہی یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے۔ **جواب** بنی اسرائیل موسیٰ والے کبھی ہدایت پر قائم نہیں رہے وہ دین مسخ ہو گیا ان میں سے جو حق پر قائم رہنے والے تھے جو حضور پر ایمان لائے امت محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں ایک جماعت محمدی رہتے ہوئے حق پر ہوں گے کہ دین مسخ نہیں لہذا آیت و حدیث میں کوئی تعارض نہیں اور اگر اس آیت سے معلوم ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اسرائیلیوں کی ایک جماعت حق پر تھی تب بھی کوئی اعتراض نہیں کہ ان کی ہدایت ایک خاص وقت میں تھی حضور کی امت کی ہدایت رہنا قیامت تک ہے۔ **دوسرا اعتراض** اگر یہاں امت سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے اسرائیلی ہوں تو **یھدون** اور **یعدلون** حال کا صیغہ کیونکر درست ہو کا پھر تو یہ دونوں صیغے ماضی چاہئے تھے جو یہ واقعہ گزرے ہوئے زمانہ کا ہے۔ **جواب** عربی میں قاعدہ ہے کہ آئندہ کی یقینی خبروں کو ماضی سے تعبیر کرتے ہیں جو واقعات گزشتہ واقعہ کا دوام بتانے کے لئے اسے حال سے تعبیر فرمایا جاتا ہے اس قاعدہ سے یہاں حال کا صیغہ ارشاد ہوا یا یہاں وہ بھی گزشتہ واقعہ سامنے لانے کے لئے حال سے تعبیر روپ ہیں۔ **تیسرا اعتراض** اگر یہاں امت سے مراد موسیٰ اسرائیلی ہیں تو چاہئے تھا کہ یہ سارے کے سارے قیامت تک رہتے تب یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہ فلاں علاقہ کے ذریعہ سال سے رہیں فلاں گوشہ چین یا افریقہ چاند میں پہنچ کر اسے کھود کر وہاں کی مٹی پتھر لے آئے گا ان لوگوں کا کہیں پتہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ بات محض غلط ہے اس علاقہ میں کوئی قوم نہیں۔ **جواب** یہ بات محض غلط ہے کہ وہ یہ سارے کے سارے ہلاک ہو گئے وہ سے ہی سمیں۔ اصحاب سبت سمندری دیوار اس کے پیچھے قوم یاجوج ماجوج کی آبادی ان میں موجود ہیں مگر آج تک کسی کو نہیں نہیں دیکھا بلکہ ہوا روح۔ موجود ہے کہیں نہیں دیکھی گئی بلکہ وہ اپنی ہیں

www.alahazratnetwork.org

ایسے باریک کیڑے (جراثیم) ہیں جو خوردبین سے بھی نہیں دیکھے جاتے انسان کی ریڑھ کی ہڈی میں ایسے باریک حرامیں جو کسی طرح نظر نہیں آتے وہ نہ گلتے سڑتے جلتے ہیں نہ ان میں فرق ہو جنہیں عجب الذنب کہا جاتا ہے جن پر قیامت میں اجسام بنائے جائیں گے یہ سب چیزیں ابھی تک سائنس کے ذریعہ دیکھی نہ جا سکیں چیونٹی کی آواز ہے وہ بولتی ہے مگر کسی آلہ سے نہیں سنی گئی حق کے ہونے کی خبر رسول نے خبر دی وہ ہیں اور ضرور ہیں اگرچہ ہم کو نظر نہ آویں۔ چوتھا اعتراض اگر یہاں امت سے مراد چیں میں رہنے والے اسرائیلی ہیں تو ان پر حضور پر نور شب معراج کی رات میں صرف ایک بار گئے اس وقت کوئی شرعی حکم نہ آیا تھا کچھ آیات قرآنیہ آئی تھیں پھر یہ وہاں حضور انور تشریف لے گئے نہ آپ کی طرف سے کوئی مبلغ پہنچا تو وہ لوگ اسلامی احکام نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ پر عمل کیسے کرتے ہیں کیا انہیں یہ سب کچھ معاف ہیں۔ جواب اس اعتراض کا جواب تفسیر روح البیان نے یہ دیا ہے کہ حضور انور کو آسمانی معراج صرف ایک بار عطا ہوئی مگر روحانی معراج بارہا عطا ہوئی اور حضور انور روحانی طور پر ان کے پاس بارہا تشریف لے گئے انہیں احکام شرعیہ کی تبلیغ فرماتے رہے بلکہ حضور کا جسم اقدس ایک لمحہ میں وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک آپ کی نظر پہنچے حضور کے لئے نزدیک اور دور یکساں ہیں حضور فائض برکت ہر وقت ہے وہ لوگ بھی اس فیض سے محروم نہیں اب ان میں علماء اولیاء صالحین سب میں وہاں اسلام کا قطب اپنی پوری طاقت سے پہنچ رہا ہے (روح البیان) بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اب بھی ظاہری ہدایۃ قرآن و حدیث اجماع دین سے اہم و اعلیٰ ہے مگر باطنی و روحانی ہدایۃ حضور انور سے براہ راست نصیب ہوتی ہے بارہا کا تجربہ ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں اٹک جائیں مسئلہ کتابوں سے حل نہ ہو تو حضور انور خواب میں یا الہام سے یا دو زبیروں سے بتا سمجھا دیتے ہیں۔ حضور انور کی پہنچ ہر جگہ ہر وقت ہے۔

تفسیر صوفیانہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی انتہائی ترقی یہ تھی کہ وہ حق یعنی توریت کے الفاظ و معانی و احکام کی لوگوں کو ہدایت کریں اور اس توریت کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے وغیرہ کیا کریں مگر یہ مقام امت محمدیہ کی ابتدائی سطروں میں سے ہے ان کا انتہائی مقام یہ ہے کہ حضور انور کی ذات والا صفات میں اپنی تاکو فنا کر دیں اور ان کا عمل یہ ہو جائے کہ **کنت لہ سمعہ بصرہ و لسانہ فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق** کہ اللہ اس فنا فی الرسول بندے کے کان بن جائیں اور وہ اس سے سنے پھر بندہ اللہ کی طاقت سے دیکھے اور بولے اس مقام پر سوا اپنی امت امین کے اور کوئی نہ پہنچا کچھ موسیٰ علیہ السلام نے رب کے دیدار کا شوق لیا مگر پورا نہ کیا گیا نہ وہ اپنی **فنا فی الذات** کے درجہ پر نہ تھے فرمایا گیا کہ اے موسیٰ تم مجھ کو اپنے سے دیکھنا چاہتے ہو یہ نہ ہو سکے گا مجھے وہ دیکھے گا تو مجھ کو مجھ سے میرے لئے دیکھے جس کا حال یہ ہو کہ

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
ان کے جلوے اسی سے ملتے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی تھی کہ مولیٰ مجھے محمد مصطفیٰ کی امت میں سے کر دے تمناؤں کی بار کے دیدار شوق میں۔ مولانا اسمٰعیل حقی صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

مصطفیٰ را انبیاء امت شدند جملہ در زہر بودے او برند!
پایہ ہیں امت مرحومہ ہیں کے چلو تین ارباب یقیں!

www.alahazratnetwork.org

رہنمش ہیں امام چوں آفتاب درمیان انجم اے علی جناب
پیشہ کس اے حقی شرع ہیں نبی تکیہ باشد فوت از مطلبی

(روح البیان)

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ

اور کاٹ دیا ہم نے ان کو بارہ جماعتوں میں اور وحی کی ہم نے طرف موسیٰ کے جبکہ

اور ہم نے انہیں بانٹ دیا بارہ قبیلے گروہ گروہ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب اس

اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْۢبَجَسَتْ

پانی مانگا اس سے قوم نے اس کی یہ کہ مار ساتھ لاٹھی اپنے کے پتھر کو پس پھوٹ پڑے

سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اسی پتھر پر اپنا عصا مار دے اس میں سے بارہ

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا

اس سے بارہ چشمے بیشک جان لیا ہر جماعت نے اپنے پینے کی جگہ کو اور سایہ کیا ہم

چشمے پھوٹ نکلے سر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا اور ہم نے ان پر بادل سایہ کیا اور

عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ

نے اوپر ان کے ساتھ بادل کے اور اتارا ہم نے اوپر ان کے من اور سلویٰ کھاؤ تم لوگ ان پاکیزہ

ان پر من و سلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں اور انہوں

مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

چیزوں میں سے جو روزی دی ہم نے تم کو اور انہوں نے ظلم کیا ہم پر اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے

نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا برا کرتے تھے

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک جماعت حق پر قائم ہے اب ارشاد کرتا ہے کہ ان کی باقی جماعتیں سرکش تھیں گویا ایک جماعت کی ہدایت عدالت کے بیان کے بعد بقیہ کی سرکشی کا ذکر ہو رہا ہے دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی ایک خاص امداد کا ذکر ہوا اور ساتھ کچھ تعلیم کے ساتھ اس کی تقویت فرمائی اب اس تعلیم کا ارشاد ہو رہا ہے کہ وہ لوگ سخت سرکش تھے اس رعایت کے لائق امت محمدیہ نہ تھی اطاعت شعار تو ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشیوں کا ذکر ہوا اب اس پر جو گرفت کی گئی اس کا بھی ذکر ہے اور اس گرفت میں جو رحم ان کے شامل حال رہا اس کا بھی تذکرہ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر: **وقطعنٰھم اثنتی عشرۃ اسباطا** امما یہ حصہ یا ہے اس لئے اس کا واو لٹکا دیا ہے۔ **قطعنا** باب تفعیل سے جس کا مادہ ہے **قطع** معنی ٹکڑا لہٰذا **تقطیع** کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا متفرق گروہوں میں بانٹ دینا اگر معنی **صیرنا** ہے تو اس کے دو مفعول ہیں پہلا **ھم** ہے دوسرا **اثنتی عشرۃ** یعنی ہم نے ان کو بارہ بارہ گروہ اور قبیلے کر دیا اپنے ہی معنی میں سے تو ایک ہی مفعول ہے یعنی **ھم** اور **اثنتی عشر** **ھم** کا حال ہے اور **اسباطا** **اثنتی عشرۃ** کا بدل اور تمام اسباط کا بدل یہ ترکیب بدلا رہے اس ترکیب سے آیت پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا خیال رہے کہ **ھم** ضمیر راجع قوم موسیٰ ہے نہ کہ **امۃ** کیونکہ یہ بانٹ و تقسیم ساری قوم کی تھی نہ کہ صرف فرمانبردار جماعت کی چونکہ قوم معنی جمع ہے اس لئے **ھم** ضمیر جمع ارشاد ہوئی۔ خیال رہے کہ اسباطا **اثنتی عشرۃ** کی تمیز نہیں ہو رہا جمع تمیز عدد واحد آتی۔ کیونکہ گیارہ سے ایک تک کی تمیز واحد آتی ہے بلکہ اس کا حال ہے اسباط جمع ہے سبط کی معنی پوتی پوتے اس کے ہم معنی ہے حفیدہ۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بیٹے کی اولاد حفیدہ ہے بیٹی کی اولاد سبط (حسنی) یعنی ہم نے قوم موسیٰ کو بارہ قبیلوں میں بانٹ دیا اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے آپ کے بارہ بیٹے تھے ہر بیٹے کی اولاد کو سبط کہا جاتا ہے آپس میں اولاد بارہ بارہ شاخیں بارہ خاندان ہو گئے ان خاندانوں کی تقسیم حق فرعون کے بعد ہوئی اور ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے ہو گئی ہو بنی اسرائیل حق فرعون کے وقت چھ لاکھ سے بھی زیادہ تھے یہاں تمیز عدد سے فرمایا کہ اسباطا **قطعنا** جمع ہے مگر معنی واحد کیونکہ سبط ایک قبیلہ ہوتا ہے لہٰذا یہ **اثنتی عشرۃ** کی تمیز ہو گیا۔ اس میں اشارہ فرمایا کہ بنی اسرائیل بے سرکش تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بھی جمع نہ ہوئے ان میں نسبی فرق باقی رہا یہ مطلب ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ان کی سرکشی کی وجہ سے بارہ فرقوں میں بانٹ دیا۔ اس میں عدالت خداوندی کی تفسیر ہو گئی ہے۔ **واذ استسقٰہ قومہ** واقعہ سورہ بقر میں تفصیل سے گزر چکا وہاں اس کی تفسیر بہت تفصیل سے کر دی گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کا حکم دیا وہ بارہ گروہ کو بیت المقدس بھیجا کہ جاسوسی کر کے اس قوم کے حالات دیکھ آئیں مگر انہیں تائید نہ تھی کہ جو پندرہ بیس وہ صرف ہم سے ہیں عام اعلان نہ کریں سوا دو صاحبوں یعنی حضرت یوشع اور کالب کے باقی نے ہماری شہ زوری کا اعلان کر دیا جس سے اسرائیلی بزدل ہو گئے اور جہاد سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ لوگ ایک میدان میں قید کر دیئے گئے اس میدان کا نام **تیہ** ہے چالیس سال یہ لوگ وہاں قید رہے جب یہ اس میدان میں گھرے تو موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے بھوک پیاس کی شکایت کی آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض حالت کی آپ کو یہ حکم دیا گیا۔ قوم سے مراد یہ بنی اسرائیل ہیں جو میدان **تیہ** میں قید ہوئے تھے ظاہر یہ ہے کہ وحی سے مراد شرعی وحی ہے جو بذریعہ فرشتہ آپ کو کی گئی اور ہو سکتا ہے کہ وحی **الہام** یعنی دل میں ڈالنا ہو یعنی جب موسیٰ علیہ السلام سے اسرائیلیوں نے پانی مانگا پینے کے لئے اور دیگر ضروریات کے لئے تو ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی۔ خیال رہے کہ عصا کے متعلق موسیٰ علیہ السلام کو وحی تین بار تین جگہ کی گئی پہلے تو کوہ طور سینا میں عطاء نبوت کے وقت کہ اے موسیٰ یہ کیا تیرے ہاتھ میں ہے دوسری بار عدو گروں سے مقابلہ کے وقت میدان مقابلہ میں کہ پھینکو یہ تمام جعلی سانپوں کو کھا جاوے گا تیسرے اس جگہ کہ پتھر کو اس سے مار و پانی نکالنے کے لئے۔ عرض کہ دست موسیٰ اور عصا تو وہی ایک تھا مگر نبوت اور دے میں فرق تھا

www.alahazratnetwork.org

سانپ بنانے کے ارادے سے پھینکے تو سانپ بنے ساتھیوں کے نگلنے کی نیت سے پھینکے تو نگل جانا پانی نکالنے کے لئے مارا تو پانی نکلا ہمارے حضور نے انگلی کا اشارہ چاند پھاڑنے کے لئے کیا تو وہ پھٹ گیا درختوں کو بلانے کے لئے کیا تو وہ آگئے یہ ہر ایک انگلی سے اشارہ چاند چیرنے درختوں کو واپس کرنے کے لئے کیا تو اس طرح ہوا اصل چیز ارادہ نبی ہے۔ **ان اضرب بعصاک الحجر** یہ عبارت محذوف ہے **اوحینا** کا اس کی تفسیر بھی سورہ بقر میں ہو چکی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ لاٹھی اصل میں جنتی اس درخت کی تھی جسے آدم علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ یہ عصا حضرات انبیاء کرام میں منتقل ہوتا ہوا آتا رہا حتیٰ کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچا آپ نے جب بکریاں چرانے کی خدمت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کی تو یہ عصا آپ کو دیا اس عصا شریف کی پوری تاریخ سورہ بقر میں ملاحظہ کرو پتھر کے متعلق بہت گفتگو ہے کہ کون سا تھا بعض نے فرمایا کہ وہی تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے نے سرمہ کا تھیلا اٹھا کے سر کے برابر تھا جو کو رتھا مربع **واللہ اعلم** (صاوی روح) شاید تم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنے عصا سے اس پتھر کو مارو آپ نے نہ مارا اس میں اشارہ فرمایا کہ پتھر میں احساس تھا موسیٰ علیہ السلام کے ارادے اور نیت کو جانتا تھا سے مارا جیسے آقا اپنے غلام کو کسی کام کو حکم دیتا اس سے یہ فرمائے کہ فلاں کو پتھر پر مارو بلکہ فرمائے کہ پتھر کو اسی سے مارو۔ **فانبجست منہ اثنتا عشرۃ عینا** یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے **فضرب بعصاہ فانفجرت** یہ **انبجاس** کا مادہ **بجس** ہے معنی پھوٹنا سننا خیال رہے کہ سورہ بقر میں ہے **فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا** اور **انبجاس** دونوں کے معنی میں مگر بعض اہل لغت نے فرمایا کہ انبجاس ہلکا معمولی طور سے بہنا اور انفجار شدت سے بہنا چونکہ پتھر سے یہ چشمے معمولی طور سے بہتے ہوئے نکلتے تھے آگے چل کر نہری شکل اختیار کر لیتے تھے خوب بہتے تھے اس لئے دونوں لفظیں درست ہیں۔ (روح المعانی) **منہ** میں **من** ابتدائیہ ہے ہ ضمیر پتھر کی طرف ہے یعنی عصا مارتے ہی پتھر سے بارہ چشمے نکل پڑے بارہ چشموں کے رخ الگ الگ سمت میں تھے تاکہ ہر قبیلہ اپنی سمت سے پانی لے چنانچہ ارشاد ہے **قد علم کل اناس مشربھم** یہ عبارت یہاں ہے بارہ چشموں کا **اناس** جمع ہے **ناس** کی مشرب معنی گھاٹ ہے یعنی پانی پینے پلانے کی جگہ چونکہ بنی اسرائیل کے ہر قبیلہ میں بہت آدمی تھے اس لئے **اناس** فرمایا یعنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ جدا جدا بنایا تھا کہ ہر قبیلہ اپنے ہی گھاٹ پر جاتا تھا دوسرے قبیلہ کی گھاٹ پر نہ جاتا تھا یہ بندوبست اس لئے کیا گیا تھا کہ قبیلے آپس میں بہت لڑتے جھگڑتے تھے دو قبیلے ایک ساتھ پانی نہیں پی سکتے تھے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر قبیلہ نے اپنے لئے جدا جدا کنواں بنا لیا تھا جس میں اس قبیلہ کا پانی جمع ہوتا تھا یہ لوگ اپنے ہی کنوئیں سے پانی لیتے تھے۔ **وظللنا علیہم الغمام** یہ رب تعالیٰ کی دوسری نعمت کا ذکر ہے جو اسرائیلیوں کو میدان تیہ میں عطا کی گئی کہ دن میں ان پر بادلوں سایہ کئے رہتا تھا تاکہ دھوپ سے جل نہ جائیں رات کو ان پر ایک نورانی ستون نازل ہوتا تھا جس کی روشنی میں یہ لوگ رات میں کام کاج کرتے تھے۔ **غمام** کموا" ہلکے سفید بادل کو کہتے ہیں جس سے بارش تو نہ ہو مگر سایہ ہو اس لئے یہاں مناسب ارشاد ہوا قسام فرمایا گیا (روح البیان) **وانزلنا علیہم المن والسلوی** یہ اس تیسری نعمت کا ذکر ہے جو انہیں میدان تیہ میں عطا ہوئی شان ان کی خدا کا انتظام فرمانا اس کی تفسیر سورہ بقر پارہ **الم** میں گزر چکی کہ **من** ایک لذیذ حلوہ تھا جو رات کو شبنم کی طرح برس جاتا تھا صبح کو یہ سارے میدان میں ایسے نمودار ہوتا تھا جیسے اولے گرتے ہیں لوگ اسے کھا کر اٹھتے تھے **سلوی** ایک خاص چڑیا تھی جسے سلمیٰ ساتھ بھی جو

www.alahazratnetwork.org

عام چڑیوں سے بڑی اور [illegible] الانسان یمیل بعض سائر الاجام سلو [illegible] الیاں) بہرحال [illegible] دست آور تھا اور [illegible] من اس لئے [illegible] کلوا من طیبت مارزقنکم [illegible] کی حاجت دی تھی اسے [illegible] کلوا [illegible] کہ یہ دونوں چیزیں اللہ کی [illegible] اس لئے من طیبات ارشاد [illegible] چوتھے یہ کہ یہ دونوں چیزیں کسی طرح [illegible] ری کر کے [illegible] من سلوی [illegible] ہت تھی وما ظلمونا [illegible] یا کہ پہلے تو [illegible] لن نصبر علی طعام واحد [illegible] لکن کانوا انفسھم یظلمون [illegible] من و سلوی [illegible] رب تعالیٰ فال پر قناعت [illegible] کافر من و سلوی کا کوئی [illegible] ان تمام کی تفسیر پہلے [illegible]

خلاصہ تفسیر رب تعالیٰ نے اس [illegible] اللہ تعالیٰ کی متواتر [illegible] موجودہ اسرائیلیوں کی [illegible] اسرائیل حضرت یعقوب علیہ [illegible] لوگ ایک [illegible] قریہ میں [illegible] مگر [illegible] انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے [illegible] عصا مارو آپ نے عصا مارا اس سے [illegible] لئے ایک نالہ مقرر کر دیا گیا [illegible]

www.alahazratnetwork.org

[illegible] **سلوی** [illegible] **وظللنا علیکم الغمام و انزلنا علیکم المن و السلوی** [illegible] **قطعناھم** [illegible] **وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا** [illegible] تقسیم فرمایا گیا ہے۔ ان گروہوں [illegible] **وقطعناھم** [illegible] **عنصموا بحبل اللہ جمیعا** [illegible] **قطعناھم** [illegible] **اللہ** [illegible] **قطعناھم** [illegible] **استسقہ قومہ** [illegible] **چوتھا فائدہ** [illegible] **پانچواں اعتراض** [illegible] **قد علم کل اناس مشربھم** [illegible]

www.alahazratnetwork.org

جاری ہے گئے ہر قبیلہ کا الگ چشمہ حضور انور نے بتایا تھا یہاں اسی کو اصل بنایا۔

بد خلق جو تھے وہ میٹھے ہوئے مرتے تھے پیاسے جو پیئے ہوئے

تجھ سے تو نے میٹھے کئے تری قسم دو ٹکا کا پانی

ساتواں فائدہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں بھی رحمت و شمول ہوتا ہے دیکھو بنی اسرائیل میدان تیہ میں صرف تیہ سے گئے تھے مگر اس میدان میں ان سے ملحق پہلی آبادی سے ایسا اچھا انتظام فرمایا کہ سبحان اللہ یہ فائدہ **وانزلنا علیھم المن** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ** اللہ کی نافرمانی کی نحوست سے اشرافیتیں پھس جاتی ہیں۔ دیکھو اسرائیلیوں نے حکم الٰہی۔ **فکلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم** کا تارک ہو کر یہ فائدہ **ولکن کانوا انفسھم یظلمون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے معجزات حضور انور کے معجزات سے افضل تھے دیکھو یہاں حضور نے کسی پانی سے کہیں پانی نکالا تھا یہاں تو موسیٰ نے پتھر سے پانی نکالا تھا (جواب عصا موسیٰ پتھر سے پانی نکالنے میں حضور کے معجزہ سے کم ہے حضور نے انگلیوں سے پانی نکالا اور عصا شریعت ہارونی میں پانی تو اس میں گوشت نکالنے وغیرہ کے چشمے پڑے اعلیٰ حضرت سے جواب ملا

عصا علیم اژدہا عصب فنا عصا عصا عصا

دوسرا اعتراض یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ زمین **تیہ** میں شکم جم کر حلوہ بن جائے یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ **جواب** جو رب سیپ میں بارش کا قطرہ مدار ہوتی پیدا کر سکتا ہے ماں کے رحم میں منی کا قطرہ مدار بچہ پیدا کر سکتا ہے وہ میدان تیہ میں شکم مدار حلوہ بھی بنا سکتا ہے اللہ کی قدرتوں کا انکار عقل کے خلاف ہے **تیسرا اعتراض** بنی اسرائیل نے چالیس سال کے عرصہ میں پہنے کیا تھے سے سے تھے **من وسلوی** تو اپنے کے پہلے سال سے ہی کھاتے تھے۔ **جواب** اس اعتراض کی تحقیق پہلے پارہ میں گزر چکی ہے کہ یہ اسرائیلی جو اس تیہ میں قید ہوئے تھے وہ ان میں سے نہ تھے جو چالیس سال سے پہلے پیدا ہوئے تھے اور جو اس میدان میں پیدا ہوئے وہ قدرتی طور پر حلال کی طرح لباس بھی ہم رنگ کے ساتھ بڑھتا تھا یہ حلال کھانے میں ملاحظہ ہوئے **چوتھا اعتراض** اگر قرآن کا ہر لفظ اللہ کا کلام ہے تو اس مقام میں حضور انور کے صحابہ بھی ملتے تھے ان کی نوں میں بنی جنگیں ہوئیں۔ **جواب** صحابہ کی لڑائیاں نفسانی یا خاندانی یا ملکی نہ تھیں وہ بھی اللہ کے لئے تھیں مگر فریق کا بیان تھا وہ اسرائیل اللہ کی نافرمانی سے نفسانی خاندانی جنگیں مدت میں اللہ کے لئے ہونا اظہار حقیقت ان کی تحقیق ہوئی تب اس معاملہ میں یہ فرق ہوا کہ فرشتہ اسرائیلی اپنے ہی سے لڑتے تھے۔ صحابہ اپنوں سے لڑے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ بنی کا ساتھ میسر ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اللہ خانہ میں اس کا ساتھ ہو تو وہ قید خانہ جس میں جانا اور آرام میں بھی اس کو اس چھوٹ جانے تک قید خانہ ہو جاتا ہے دیکھو بنی اسرائیل پر مقدس مقام تھا وہ **تیہ** میں قید ہو گئے تھے مگر اس مقام میں بھی کرم کی تجلی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

www.alahazratnetwork.org

انہیں قرب میسر رہا۔ آپ بھی ان کی حل مشکلات کے لیے **تیہ** میں قیام فرما رہے اس ساتھ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مصیبت میں موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرتے تھے وہ فوراً حل ہو جاتی تھی حضرت کلیم اللہ کی ہی برکت تھی کہ بنی اسرائیل **تیہ** میں سایہ اور اس سے متعلق اور بھی نعمتیں میسر رہیں۔ مومن اپنے قبیلہ خانہ میں رہ کر حضور نور کے اس کے سایہ میں رہتا ہے۔ قرآن و حدیث اسے موسیٰ و سلوی کی طرح لذیذ غذائے طریقت کھانے سے سیراب ہوتا رہتا ہے۔ مومن کی قبر حضور انور کی تشریف آوری سے جنت کا باغ بن جائے گی وہاں کے ہوائیں وہاں کی روحیں جنتی کی عرصہ مسلمان یا میں قبر میں آخرت میں حضور کے اس کے سایہ میں ہیں اور رہیں گے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے حضرت صدیق اکبر سے پوچھو کہ غار ثور میں قبر میں ان حضور انور کے ساتھ رہے تم نے کیا دیکھا تو وہ جواب دیں گے کہ۔

صدیق کی یاد ہوں تیری گلی میں

انہوں نے وہاں اللہ کو پایا کہ حضور انور نے فرمایا اے ابوبکر تیرا ہم یہاں دو ہیں مگر حقیقت میں ہم تین ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہے قرآن کریم نے فرمایا **لاتحزن ان اللہ معنا**

الصدق فی الغار والصدیق لم یرا وھم یقولون ما فی الغار سوی اثم

تم غار تو سمجھے کہ غار میں چند ہیں مگر حقیقت غار میں صدیق بھی تھا صدیق بھی یہاں بھی تھا وہاں بھی تھا وہاں چھوٹے سے غار میں دونوں جہاں سمائے ہوئے تھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مقام **تیہ** میں موسیٰ علیہ السلام بھی جلوہ گر رہے اور اسرائیلی بھی مگر اسرائیلی مشکل میں پڑے رہے اور موسیٰ علیہ السلام مشکل آسان کرنے کے لئے حالت رنج مومن سے پاس حضور اور تشریف فرما ہوتے ہیں ان کی شدت علی کے لئے محبت فرماتے ہیں۔

یا الٰہی بھیج دو رنج کی تکلیف کو شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

آنسوؤں کا ساتھ آہوں کے تبرکات آنسوؤں کا ہم علاج مشکلات ہوتا ہے **تیہ** میں پھنسے ہوئے اسرائیلیوں نے حضرت کلیم سے یوسف علیہ السلام کے اندھے ہونے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر سے ریوڑ مشکلات پر تو بنی اسرائیل کی مشکلیں آسان ہو گئیں آج حضور انور کے نام سے مشکلیں حل ہوتی ہیں کسی نے کیا خوب شعر کہا ہے

مشکلیں دی ہوں قطاراں تیرا در بار ہووے غم ہووں لکھ ہزاراں دم اندر غور ہووے

صوفیاء فرماتے ہیں کہ مقام **تیہ** میں موسیٰ و سلوی اس لئے عجیب تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جنت تھی تب ہی حضور انور کی نعلین پاک حضرت یوشع علیہ السلام سے قدم سے نکلے اپنی حضرت مریم کے بیٹے عیسیٰ نے شہر پاک فاتحہ قدم پر ہوں سے اصل ہے یوں ان موسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان بنی اسرائیل کلیہ من و سلوی طیب مبارک ہے یہ ملا اس والد کے مقبولوں سے سنت ہے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لنگر ان کی فاتحہ کے کھانے تبرک ہوتے ہیں یعنی برکت والے یہ ملا مبارک بندوں سے سنت ثابت ہیں۔ طیب کہتے ہیں **وجعلنی مبرکا این ما کنت** جہاں بندگی میں مبارک ہے۔

www.alahazratnetwork.org

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

تعلیق

تعلیق

تعلیق

تعلیق

قریہ **وادخلوا** **انکر** **وادقلنا**

www.alahazratnetwork.org

اسکنوا هذه القریۃ ۔ دخلوا ۔ اسکنوا ۔ هذه القریۃ ۔ وکلوا منها ۔ اسکنوا اسکنوا ۔ فکلوا ۔ وکلوا ۔ منها ۔ من ثمارها ۔ حیث شئتم ۔ کلوا ۔ رغدا ۔ وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجدا ۔ وکلوا منها ۔ وادخلوا الباب وقولوا حطۃ ۔ یغفر لکم خطیئتکم ۔ ادخلوا ۔ یغفر ۔ لکم ۔ خطیئاتکم ۔ خطاء ۔ خطایاکم ۔ خطایاکم ۔ خطیئتکم ۔

www.alahazratnetwork.org

ہوا کیونکہ بندے کے مارے ہوئے حق بغیر صاحب حق کے معاف نہیں ہوتے **سنزید المحسنین** یہ تمہید ہے یعنی **یغفر** پر معطوف نہیں اس لئے یہاں واو عاطفہ نہیں دیا گیا اور تقدیر میں ارشاد ہوتا **وسنزید المحسنین** واو عاطفہ کے ساتھ یہاں مطلب یہ تھا کہ اگر تم سے یہ دونوں کلمہ کرلے سجدہ کرتے ہوئے داخل شہر ہو جاؤ تو ہم تمہارے گناہگاروں کے گناہ معاف کریں گے اور نیک کاموں کے ثواب بڑھا دیں گے نیک کاروں کے ثواب بڑھانے میں عمل سے گناہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں جیسے مسجد کی طرف قدم اٹھانے سے ہوتا ہے اور اس کاموں سے مصیبتیں زائل ہوتی ہیں اس سے راحت والوں کی راحت بڑھتی ہے جیسے قحط پھل بڑھنے کا اور یہاں مطلب یہ ہے کہ خود ہمیں گناہگاروں کو دو نعمتیں دیں گے اور ان کے گناہوں کی بخشش یہ معافی کے بعد محسن بن جائیں گے تو زیادہ ثواب لہٰذا دونوں آیتیں اپنے مقام پر درست ہیں (تفسیر کبیر) **فبدل الذین ظلموا منھم** یہ عبارت **قیل لھم** پر معطوف ہے چونکہ یہ واقعہ اس فرمان حق کے اور بعد کے اس سے **ف** ارشاد ہوئی جس سے معلوم ہوتے ہیں اور اس میں ان سرکشیوں کی سرکشی کا بیان ہے کہ یہ لوگ چالیس سال کی قید و سزا کے بعد بھی سیدھے نہ ہوئے رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کی بدل فرما کر یہ بتایا کہ ان لوگوں نے رب کے فرمان کو بالکل ہی بدل ڈالا سجدہ کرتے داخل ہونے کے بجائے گھٹنے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور **حطۃ** (معنی اے معافی) کہنے کے عمل اقوال کو طرح کی حالت کی **الذین ظلموا** فرما کر بتایا کہ وہ لوگ پہلے سے ظلم و معصیت کے عادی ہو چکے تھے پہلے ہی سے حرام **منھم** فرما کر بتایا کہ سب نے یہ حرکت نہیں کی بلکہ صرف علماء مجرموں نے کی گمراہ دنیا ہی ہوئے تھے جیسا رب کریم ظلم سے مراد سرکشیوں کے گذشتہ گناہ اور نافرمانیاں موسیٰ علیہ السلام کی قدم قدم پر مخالفت سے جیسا کہ گذشتہ آیات میں گزر گیا **قولا غیر الذی قیل لھم** یہ عبارت **بدل** کا مضمون ہے **قولا** فرما کر یہ بتایا گیا کہ وہ خاموشی سے داخل نہ ہوئے بلکہ کچھ کہتے ہوئے گئے اور **غیر الذی** فرما کر یہ بتایا کہ وہ ایسی بات کہتے گئے جو ہماری بتائی ہوئی بات سے بالکل ہی غیر تھی لفظ "غیر" مقصد سب ہی بدل دیا اسی کے ساتھ فرمایا غیر فرمایا **قیل لھم** فرما کر بتایا کہ جس میں انہوں نے رب تعالیٰ کی بھی نافرمانی کی اور اپنے نبی کی بھی کہ حطۃ وہ لفظ تھا جو رب تعالیٰ نے پیغمبر کے واسطے سے بتایا تھا **فارسلنا علیھم رجزا من السماء** ان لوگوں نے صرف الفاظ بدلے ہی نہیں بلکہ انہوں نے یہ سمجھ کر اس وقت گناہوں کی معافی مانگنا بے موقعہ ہے ہم پر مصیبت ہے اور ہمیں معافی ملنے والی نہیں بلکہ کچھ اور لفظ کہے چونکہ رسول کے حکم کو ہلکا سمجھنا یہ حرمت کی بنا کافر ہو گئے اس لئے ان مرتدین پر عذاب الٰہی آیا سورہ بقرہ میں **انزلنا** فرمایا گیا تھا یہاں **ارسلنا** ارشاد ہوا معنی ایک ہی چھوڑنا یعنی ان پر عام وبا چھوڑی گئی کہ پہلے وبا ایک دو آئی کچھ عام اسرائیلیوں پر گزر جاتی تھی یہاں وبا کا تسلسل کیا (تفسیر کبیر) رجز کے معنی میں عذاب یہاں اس سے مراد طاعون **من السماء** فرما کر یہ بتایا کہ یہ عذاب آسمان سے ان دانوں سے نہیں ہوا عرشی عذاب و فرشی تدبیریں نہ تھیں وہ لوگ طاعون سے ایک ساعت میں بیس ہزار مرے ہوئے **بما کانوا یظلمون** یہ عبارت متعلق ہے **ارسلنا** کے اور اس میں اس عذاب کی وجہ بتائی ہے **کانوا یظلمون** فرما کر یہ بتایا وہ لوگ کوئی ہی ظالم تھے ہمیشہ اس سے پہلے سے معاند رہے اب ان کے قدیم گذشتہ ظلموں کی

www.alahazratnetwork.org

اسی سزا سے وہی یہ لوگ ان سے تو گذشتہ لعنوں کا نتیجہ تھی یہاں **یظلمون** رشتہ ہوا سورہ قمر میں **یفسقون** فرمایا یہ ظلم کا تعلق تجرم کی ذات سے ہے اور **فسق** کا تعلق رب تعالیٰ کے فرمان سے یعنی وہ رب کے حکم سے نکلتے رہے اپنے حسوں پر ظلم کرتے رہے لغذا دونوں لفظوں میں تغایر ہے۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب یہ واقعات اہل عرب کو سنا دو جب کہ وہ میدان **تیہ** چالیس سال سے حیران ہو کے تو رب تعالیٰ سے اپنے نبی یوشع علیہ السلام کی معرفت ان سے فرمایا کہ تم یہ بستی یعنی بیت المقدس میں جا کے رہو سہو اور وہاں سے پھل فراغت جس سے چاہتے پیٹ بھر کھاؤ مگر اس قوم العالقہ کی ملکیتے جہاں چاہو جھکتے چلو مگر شرع کے کوئی نہیں کہ حطی کا ر ال ہماری ہو میں کے لئے حیمت ہے حلال ہے بیت المقدس میں رہو سہو وہاں سے پھل فراغت خرید کر کھاؤ اور ان سے یہ بھی فرمایا کہ اس شہر میں دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہنا کہ خدایا معاف کر ہم تو نے وعدہ فرماتے ہیں کہ تمہارے سارے گناہ معاف فرمائیں گے اور بے گناہوں سے زیادہ بلند کریں گے احسان پر فضل اور نعمتیں دیں گے پھر جو تم میں سے ظالم تھے انہوں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی بدل ڈالا پس ہم نے ان ظالموں پر ان کی نافرمانی کے بدلے آسمان سے عذاب نازل کیا۔ اور اے محبوب ان سے ان بستی والوں کا حال پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی جب کہ وہ ہفتہ کے دن حکم الٰہی کے بارے میں حد سے بڑھ گئے جب کہ مچھلیاں ان کے سامنے ہفتہ کے دن پانی کی سطح پر بکثرت آتیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں اس طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا جس کو وہ نصیحت کرتے تھے کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے رب کے سامنے معذرت کرنے کے لئے اور اس لئے کہ شاید وہ ڈر جائیں اور جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑ لیا بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ بیت المقدس میں بنا سکتا ہے دوسرا فائدہ اس آیت سے یہ ملا کہ وہ جیوں کا شہر ہے۔ محبوب رب تعالیٰ سے یہاں اس طرح کلام فرمانا کہ گویا وہ سامنے ہی حاضر ہیں یہ محبوب میں رہتے ہیں ان کے شہر میں جانا بھی رحمت ہے اور مرنا بھی رحمت۔

پس مرنا ہو بھی اچھا تیرے کوچے میں اگر مجھے دو گز زمین ہو تو

www.a-ahazratnetwork.org

دوسرا فائدہ ... اسکنوا هذه القریه ... واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربها ... اورثنا ... وکلوا منها ... ادخلوا الباب سجدا ...

پانچواں فائدہ ... وقولوا حطة ... گناہگاروں پر اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے تو صرف ان کے گناہ ... سنزید المحسنین ... فاولئک یبدل اللہ سیاتهم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما ...

ساتواں فائدہ ... فبدل الذین ظلموا ... من حرام السحت ...

... واسجدوا ... ادخلوا الباب ... وکلوا منها حیث شئتم ...

www.alahazratnetwork.org

سے وہاں لکھا ہوا تھا کہ ہمیں اس بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے ہمیں کیا صورت تھی۔ **جواب** اس کا جواب اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اس بستی میں تم فاتح غالب و متاع حاصل کرو یا کہ تم یہ بستی فتح کرنے پر غالب ہو سکو اور مال و متاع سے مالا مال ہو کے مدتوں اس میں استعمال کرتا شرعاً درست ہوگا۔ اس سے استعمال ہے۔ تو شریعت تم کو روئی اور دال حلال ہیں۔ تو تم غالب ہو کے یہ بستی چھوڑ چکے ہو گے۔ **تیسرا اعتراض** یہاں فرمایا کہ ہم تمہاری خطائیں معاف کریں گے تو یہاں سے خطائیں معاف ہوں گی صرف وہ گناہ معاف ہوں گے جو اس سے خطا سرزد ہوئے ہیں اور یہ تو حکم ہے ان کی اولاد کا یا رہتے ہوئے۔ **جواب** اس کا تفسیر میں عرض کیا ہے کہ یہاں خطاء عمد کا مقابل نہیں بلکہ صغیرہ کا مقابل ہے معاف میں جو کچھ ہے عمد اور خطاء سے گناہ صغیرہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

خطا در گذار و صوابم نما!

چوتھا اعتراض یہاں فرمایا **نغفر لکم خطیئاتکم** اور **خطیئات** جمع قلت ہے اور جمع قلت سے تین تک کے صرف نو گناہ ہی معاف ہوں گے زیادہ نہیں اگر یہ ہے تو زیادہ گناہ معاف نہیں۔ **جواب** یہاں **خطیئات** فرمایا اور سورۂ طٰہٰ میں **خطایاکم** فرمایا جمع کثرت ان دونوں آیتوں میں فرمایا تھا تو معلوم ہوا کہ جمع قلت جمع کثرت کی جگہ بھی آتا ہے اور جمع کثرت جمع قلت کی جگہ بھی آتا ہے۔ **پانچواں اعتراض** **رجزا من السماء** یہاں ارشاد فرمایا کہ ان سے ہی آتی ہے یہ فرمانا ہے۔ **جواب** جیسے بعض رحمتیں ظاہری اسباب سے ہوتی ہیں جیسے ان سے جیسے بعض رحمتیں بغیر اسباب کے ہوتی ہیں اور بعض پر عذاب بھی بعض ان کے ذریعہ سے نازل ہوتے ہیں یا ہی بعض عذاب اسباب سے ہوتے ہیں جیسے قتل سے موت اور بعض اسباب سے **من السماء** یہ بتایا۔ اور یہ بھی اسباب سے ہوا کہ بھیجا یا تھا وہ کسی قدرتی ذریعے سے ہیں بعض عذاب بغیر اسباب سے ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ہمارے مشائخ کا یہ طریقہ ہے کہ ہم اپنے مریدوں کو ہمیشہ ہی ان کی اصلاح کی فکر میں رہتے ہیں اور ان

www.alahazratnetwork.org

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ

اور سوال کرو ان سے اس بستی کے متعلق جو تھی دریا کے پاس

اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ

جب حد سے بڑھتے تھے وہ ہفتہ کے متعلق جب کہ ان کی مچھلیاں ان کے پاس آتیں ہفتہ کے دن

شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا

مچھلیاں ہوتیں اور جس دن ہفتہ کا نہ ہوتا نہ آتیں ان کے پاس ہم اسی طرح آزماتے تھے

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

اس وجہ سے کہ وہ فسق کرتے تھے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی اور ان کے ظلم کا تھا۔ یہود سے پوچھ گچھ کا حکم ہے۔ ان کی بھی بہت سی سرکشی اور نافرمانی کا حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی تاریخ معلوم ہو چکا ہے۔ اپنے نبی کی سرکشی میں دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی بیان ہوئی ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پانچواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھٹا تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ساتواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ آٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ نواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ دسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ گیارہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بارہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تیرہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چودہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پندرہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ سولہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ سترہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھارہواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ انیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بائیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تیئیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چوبیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پچیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھبیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ستائیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھائیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ انتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چونتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ سینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ انتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تینتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چوالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پینتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ سینتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ انچاسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پچاسواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکاونواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ باونواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تریپنواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چونواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پچپنواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھپنواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ستاونواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھاونواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ انسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ساٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ باسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تریسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چونسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پینسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھیسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ سڑسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ انہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ستر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چوہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پچہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ستہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ انہتر واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکاسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بیاسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تراسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چوراسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پچاسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھیاسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ستاسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھاسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ نواسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ نوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اکانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ بانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ تراسی واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چورانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ پچانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ چھیانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ستانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ اٹھانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ ننانوے واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔ سو واں تعلق پچھلی آیت میں ان یہودیوں کی سرکشی کا حال ہے۔ یہ آیت مقدس میں ان کی سرکشی کا حال ہے۔

شان نزول یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ہفتہ کے دن مچھلی پکڑنے سے باز نہ آتے تھے۔ ان کی مچھلیاں ہفتہ کے دن بہت آتیں اور دوسرے دن نہ آتیں۔ ان کی آزمائش کے لیے ایسا ہوتا تھا۔

www.alahazratnetwork.org

حالانکہ وہ جانتے تھے کہ واقعی ان کے باپ دادا اپنے نبیوں کی مخالفت کرتے رہے مگر ان کا خیال تھا کہ ان واقعات کی حضور اور کوئی اہل عرب یعنی والوں کو خبر نہ ہے ہوں اس لئے اپنے باپ دادوں کی معصومیت کے ڈھنڈورے پیٹتے تھے تب یہ آیتیں کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کے پول کھول دیئے گئے اور وہ لوگ حیران ہو کر رہ گئے (تفسیر صاوی) حبیب رب ۔ سورہ اعراف کیہ ہے مگر یہ آٹھ آیات مدنیہ ہیں جس کی ابتداء **وسئلھم** سے ہوئی ہے کہ یہود قریہ میں رہتے تھے ان سے سوال جواب بعد ہجرت ہوئے (تفسیر صاوی)۔

تفسیر **وسئلھم** یہ عبارت معطوف ہے **واذاقیل لھم اسکنوا** اس جز فعل **اذکر** پوشیدہ سے اس پر قرینہ اس کلام کا ماقبل ہے **اسئل** بنا ہے سوال سے معنی پوچھنا کے ہیں **واسئلھم فلاتھر** اور پوچھا بھی یہاں معنی پوچھنا ہے اس میں خطاب ہی کریم ﷺ سے ہے اور **ھم** ضمیر مرجع وہ یہود ہیں جو حضور انور کے زمانہ میں موجود تھے یہ پوچھنا حضور انور کی خبر کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی ہٹ دھرمی سرکشی کے بیان کے لئے ہے اور حضور انور کے معجزے سے امتحان کے لئے وہ یہ حضور نے کسی سے پڑھا یا لکھا معلوم کی صحت اختیار فرمائی مگر اس کے باوجود ایسے واقعات بیان فرماتے ہیں جو صرف علماء یہود ہی جانتے تھے اور انہوں نے چھپا رکھے تھے یہ حضور انور کا معجزہ ہے (تفسیر کبیر۔ روح البیان وغیرہ) **عن القریتہ التی کانت حاضرۃ البحر** یہ عبارت متعلق ہے **واسئل** سے **عن** کے بعد حال یا حذف شدہ ہے قریہ معنی بستی ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں یہاں شہر مراد ہے یہ بھی بستی تھی اس میں مفسرین سے چند قول ہیں بعض نے فرمایا کہ وہ **ایلہ** نامی شہر تھا مدین اور طور کے درمیان واقع تھی بعض نے کہا کہ وہ شہر مدین تھا بعض کے نزدیک طبریہ ہے اس بنا کہتے ہیں کہ وہ بستی مقنا نامی مدین اور طور کے درمیان (کبیر روح المعانی وغیرہ) **حاضرۃ البحر** سے مراد آباد شہر ہے مراد ہے کہ وہ اس سمندر کے کنارے پر واقع تھا یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کا ہے ایلہ کے یہودیوں کا گزارہ مچھلیوں پر تھا یہ ان کا حلال تھا قریہ سے مراد اس بستی کے باشندے ہیں یا اس سے پہلے اہل پوشیدہ ہے **اذیعدون فی السبت** یہ عبارت **القریتہ التی** کی بدل اشتمال ہے ہماری قراءت **یعدون** عین کے سکون سے بنا ہے **عدو** معنی حد سے بڑھ جانا ایک قراءت میں **یعدون** ہے جو اصل میں **یعتدون** تھا تا کو دال میں مدغم ہو گئی ایک قراءت میں **یعدون** بنا ہے اعداد سے مصدر ہے معنی تیاری کرنا شکار کے آلات جمع کرنا (روح المعانی) سبت کے معنی ہیں کٹ جانا منقطع ہو جانا ہفتہ کے دن کو سبت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن میں یہود کا ہر قسم کا کاروبار شکار وغیرہ بند رکھیں دیا سے کٹ جاویں یہ سارا دن عبادت میں رہیں (روح المعانی و صاوی) یہاں صاوی نے فرمایا کہ یہود کو حکم دیا تھا کہ وہ ہفتہ اپنی عبادت کے لئے خاص رکھیں اس دن دنیاوی کام نہ کریں اسوں نے عذر کیا کہ ہفتے کے ہفتے ہی دن ہمارے لئے فتح یا تو اس کا نام یوم السبت رکھ دیا تھا اس دن دنیاوی بھلائیوں سے کٹ جانے کا **اذتاتیھم حیتانھم** یہ عبارت بدل ہے **اذیعدون** سے **اذ** ظرفیہ ہے یا یہ **یعدون** کا ظرف ہے **تاتی** بنا ہے **اتی** سے معنی آنا یہاں معنی ظاہر ہونا یعنی مچھلیاں ان کے گھاٹ میں آتی تھیں جس دن وہ کنارے میں نمودار ہو جاتی تھیں اپنے سر نکال کر جس یہ دیکھتے تھے **حیتان** جمع ہے **حوت** کی معنی مچھلی اصل میں **حوتان** تھا واو ساکن ماقبل کے پہلے سرہ اس سے واو کی بدل گیا **نیسان** جمع ہے **نون** کی جو مذکر مچھلیاں ان کے سردار

www.alahazratnetwork.org

حیتانھم ان کی مچھلیاں ... یوم سبتھم شرعا ... یوم سبتھم ... حیتان کا شکار ... شرع ... شرعہ ومھاجن ... ویوم لایسبتون لا تاتیھم ... تاتیھم حیتانھم ... لایسبتون لایسبتون ... تکذلک ... نبلوھم بما کانوا یفسقون ... نبلو ... ولنبلوکم ... نبلو ... فائدہ ... وسئلھم عن القریتہ ... عن القریتہ ... وسئل القریتہ التی کنا فیھا

خلاصہ تفسیر ... مچھلیاں ... شکار ... مچھلیاں ... ہاتھ ... مچھلیاں ... مجرموں ...

فائدہ ... وسئلھم عن القریتہ ... عن القریتہ ... وسئل القریتہ التی کنا فیھا

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی کرم ہے کہ اس کے احکام بہت ہی نرم ہیں یہ فائدہ **اذیعدون فی السبت** سے حاصل ہوا۔ یہود کا معظم رہ ہفت تھا اسلام کا معظم اس بعد سے مگر ان دونوں دنوں کے احکام میں بہت سے فرق ہیں۔ یہود ہفتہ کے سارے دن میں دنیاوی کاروبار شکار وغیرہ حرام تھے مگر اسلام میں جمعہ کے دن صرف اذان جمعہ سے لے کر جمعہ ختم ہونے تک یا پورا دن کے باقی حصہ میں ہے۔ **فاذاقضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوامن فضل اللہ** اذان جمعہ سے جمعہ تک دنیاوی کاروبار ایسے ہیں جیسے کوئی شخص چاہے مسجد کو آتے ہوئے راستہ چلتے سودا بھی لے لے اس کے لئے یہ بھی حرام تھا دوسرے مسلمانوں میں جس پر فرض جمعہ فرض نہیں اس پر بعد اذان کاروبار بھی حرام نہیں صرف ان پر حرام ہے جس پر جمعہ فرض ہے۔ یہی اسرائیل میں یہ فرق تھا کہ ہر مرد اور بوڑھے بچے دیہاتی شہری تندرست بیمار سارا دن دنیاوی کاروبار شکار وغیرہ حرام تھا اسلام میں دیہاتیوں عورتوں بچوں بیماروں مسافروں پر نماز جمعہ فرض نہیں تو ان کے کاروبار حرام بھی نہیں۔ اور اسلام میں اگر کوئی شرعی عذر جمعہ سے وقت تک میں ہو جائے جس پر جمعہ فرض نہیں تو اس کے کاروبار حرام بھی نہیں اور دیہاتی نماز جمعہ کے وقت شہر میں ہو اس پر جمعہ فرض نہیں تو اس کے کاروبار حرام بھی نہیں۔ یہ سب فرق اسرائیلیوں سے حسد بعد کلیہ اختر میں یاتوں پر عذاب الٰہی آیا مگر مسلمان حسد بعد میں ہلاک نہ ہوئے یہ فرق بھی ہے کہ فریضہ جمعہ اور دوسرے کاموں میں تو ان عذاب نہیں آتا کہ جمعہ سب رہتا ہے میں فرمان ہے اسے اور دوسرے تو تاکوں میں رہے۔ **چوتھا فائدہ** حضرت موسیٰ سے صحابہ تک نبیوں سے صحابہ سے ہمیں الفضل ہیں۔ دیکھو صحابہ کو اولیاء علیہ السلام کا مچھلی کے شکار سے امتحان لیا گیا تو وہ بہت سے نہیں ہوئے وہ بغیر ہاتھوں سے شکار کر بیٹھے اور بعد رہنا دیئے گئے حضرت حضور پر نور کے احرام والے صحابہ کو شکار کے جانوروں سے امتحان لیا گیا کہ ان احرام والوں کے خیموں میں شکار کے جانور گھس آئے حرام میں شکار کرنا حرام ہوتا ہے تو کسی بے صحابی سے بھی شکار نہ ہوا یہ ان کی طرف آنکھ نہ اٹھائی اس واقعہ کا قرآن کریم آیت میں ہے **یایھا الذین امنوا لیبلونکم اللہ بشیء من الصید تنالہ ایدیکم ورماحکم لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب** پانچواں فائدہ حضور انور کی تشریف آوری مدینہ کے لئے بھی رحمت ہے دیکھو رسالہ اودی میں اسرائیلیوں نے ہفتہ کے دن شکار یا تجارت سے بچنے کی حیلہ سازی کی تھی اور حرکت کرتے رہیں تو ان پر عذاب نہیں آتا۔ اس لئے کہ وہ رسالہ اودی تھا یہ سارا محمدی ہے۔ چھٹا فائدہ اس میں شرعی حیلے جائز ہیں پچھلے دنوں میں حرام تھے۔ دیکھو اسرائیلیوں نے مچھلیوں کا شکار حیلہ سے یا تھا کہ ہفتہ کے دن سمندر کنارے جال ڈال دیتے تھے اور اتوار کے دن ان میں مچھلیاں پھنسی آجاتی تھیں پھر اتوار کو ان تالاب میں قید شدہ مچھلیوں کا شکار کر لیتے تھے۔ اس حیلہ پر عذاب میں گرفتار ہوئے۔ اسلام میں شرعی حیلے سنت ہیں جو شرعاً جائز ہیں۔ دیکھو ہماری تمام عمر حق اور حلال کی سب حیلے ہیں۔

پہلا اعتراض شکار کا یہ واقعہ جو قرآن راودی کے اسرائیلیوں نے کیا تھا مگر یہ سوال زمانہ محمدی کے اسرائیلیوں سے ہے رہے جو ان سے صدہا سال کے بعد پیدا ہوئے جرم تو کوئی کرے اور اس کا سوال کسی سے ہو یہ بات انصاف سے خلاف ہے۔

جواب یہ موجودہ اسرائیلی ان مجرموں کے ہم قوم بھی تھے ان کے حمایتی بھی ان کی ہر بات کی تائید کرنے والے بھی اور

www.alahazratnetwork.org

ہم بستی سے مچھلیوں کا شکار کرتے تھے یہ وہ اسرائیلی تھے جن پر ہفتہ کی حرمت نازل ہوئی تھی اس جرم سے انکاری تھے وہ ہفتے کے دن واقعہ ہوا جس میں ان سے یہ متعلق ہوا دوسرا اعتراض سبت یہ جس نام سے اس سے فعل بنایا جائے خواہ مشتق ہو یا جامد سب سے مشتق ہیں۔ جواب ان کی ثبت دو معنی مصدروں میں یا یہ معنی ہفتہ کا دن بنا کر اس سے یہ فعل مشتق ہوا اسے مصدر فعل کہتے ہیں جیسے جعفر لفظ علم سے مگر اس سے مجعفل فعل بنالیا جاتا ہے کبھی پورے علم سے مصدر بنایا جاتا ہے پھر اس سے فعل مشتق کرتے ہیں جیسے انا للہ وانا الیہ راجعون اس پورے علم سے مصدر بنایا استرجاع پھر اس سے فعل بنا استرجع تیسرا اعتراض کسی کا امتحان وہ لیتا ہے جو اس کی حالت سے بے خبر ہو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے اسے بندوں سے امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے۔ جواب اس اعتراض کا تفصیلی جواب دوسرے پارہ میں ولنبلونکم بشیء من الخوف میں گزر چکا ہے یہ قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہئے کہ امتحان صرف مخفی امور کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ اس کے اور مقصد بھی ہوتے ہیں جیسے حواس ظاہرہ کا امتحان لے اسے عمل کیا گیا ہے یا دوسروں کلمہ بند کرنا حواس باطنہ کے امتحان میں ہیں سے اعلیٰ ہوا اور ادنیٰ کا امتحان بہت مقصد ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ دنیا کی محبت دل سے نکالنے کے لئے دنیا کو گویا بحر قلزم سے اللہ کی یاد کے لئے وقت گویا سبت ہیں سبت کا دن سب دنیاوی مشغلے اور اللہ سے غافل کرنے والی چیزیں دنیا میں یا بازار ہیں ہم کو حکم ہے کہ اسے دنیا اللہ کی یاد کے اوقات میں یہ شکار نہ کرنا مصلیٰ میں دن میں کھانا پینا سارے اوقات میں اللہ کی یاد سے غافل ہو جانے پر کاروبار کرنا سخت منع ہے طرح بندوں کا امتحان یہ کہ قدرتی طور پر اس کی عبادت میں یہ مشاغل زیادہ کمزور ہوتے ہیں نماز کے وقت گاہک زیادہ آتے ہیں اور رمضان شریف میں جس کھانے پینے کی زیادہ خواہش کرتا ہے دوسرے اوقات میں کم یہ رب کی طرف سے سخت امتحان ہے ایسے واقعات ہمارے گناہوں کی نحوست کا نتیجہ ہیں یہ سمجھو کہ ایلہ والے ختم ہو چکے ہم سب ایلہ والے ہیں ہمارے سامنے دنیا کا سمندر ہے اس سمندر میں مست شکار ہیں۔ رب تعالیٰ ہم سب کا بیڑا پار لگائے۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ

اور جب ان میں ایک جماعت نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ایسی قوم کو جسے اللہ ہلاک کرنے والا ہے

اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ

یا عذاب دینے والا ہے سخت عذاب تو بولے عذر کرنے کے لئے تمہارے رب کے آگے اور

www.alahazratnetwork.org

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

تاکہ وہ خوف کریں

شاید انہیں ڈر ہو

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں ایلہ والوں کی ایک خاص سرکشی کا جواب ارشاد ہو رہا ہے۔ یہ سرکشی ان سب نے نہیں کی بعض نے کی بعض ایسے جرم سے محفوظ رہے گو یہ سرکشی کے بعد سرکشوں کا ساتھ دیتے رہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں ایلہ والوں کے سخت امتحان کا ذکر ہوا اب اس امتحان میں پاس یا فیل ہونے والوں کا ذکر ہے۔ بعض وہ جو فیل ہوئے مچھلیوں میں چربیاں ہونے والوں میں بعض فسٹ دویژن پاس یعنی انہیں منع کرنے والے اور بعض تھرڈ ڈویژن میں یعنی خاموش رہنے والے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جو رب کے عذاب کے مستحق ہوئے ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس عذاب سے بچ گئے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ یہاں سے ناامید والے نہیں مراد ہوتے تھے یہ عابدین جو اس گناہ میں مبتلا ہونے سے بیزار رہے۔ دوسرے واعظین جنہوں نے حرام سے ان لوگوں کو اس برے سے روکا۔ تیسرے ساکتین جنہوں نے نہ تو شکار کیا نہ شکاریوں کو منع کیا یہاں اس آیت میں ان آخری دو جماعتوں کا ذکر ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا **اذ یعدون فی السبت** اور **یعدون** فاعل اہل قریہ تھے جس سے شبہ ہوا تھا کہ ساری بستی والے صائد یعنی شکاری بن گئے اور سب پر غضب آیا اب اس شبہ کو دفع فرما رہا ہے کہ بعض لوگ شکاری نہ تھے سب نہیں۔

تفسیر: واذ قالت امۃ منھم یہ عبارت معطوف ہے **اذ یعدون** پر لہٰذا یہ واؤ عاطفہ ہے اور **اذکر** فعل کا مفعول **امۃ** عرب میں ان سے نہ شکاریوں نے شکار کیا نہ ان شکاریوں کو منع کیا بلکہ خاموش رہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان لوگوں نے بھی وعظ و نصیحت کی مگر جب دیکھا کہ ان ظالموں کے مجرموں میں کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ الٹا اثر لیتے ہیں تو یہ بھی خاموش ہو گئے تاہم تیسری جماعت برابر وعظ و نصیحت کرتی رہی **واللہ اعلم** جو علم یہ ساتھیں یعنی خاموش رہنے والے شکاریوں سے علیحدہ رہنے والے تھے ان سے **منھم** فرمایا گیا یعنی وہ لوگ ان مجرموں میں سے ہی تھے انہیں کے ہم قبیلہ تھے۔ **لم تعظون قوما** یہ عبارت **قالت** کا مفعول ہے وعظ سے دو معنی ہو سکتے ہیں تم ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جو نصیحت سے بالکل ہی خاموش رہے تھے تو اس سے معنی ہوں گے کیوں نصیحت کرتے ہو اور پہلے بھی وعظ سے نہ تھے خاموش ہو گئے تو معنی ہوں گے کیوں نصیحت سے عار رہے ہو ہماری طرح تم بھی خاموش ہو جاؤ۔ **قوما** یعنی جن کا ان کے سامنے ذکر ہو رہا ہے یعنی ان قوم کو شکار نہ کرنے پر نصیحت کیوں کرتے ہو۔ **اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا** یہ عبارت صفت ہے **قوما** کی اس عبارت میں شکاریوں کی دو سزاؤں کا ذکر ہے اور بھی ان کے ساتھ۔ انہیں ہلاک کر دینا انہیں سخت سزا دینا اس سے مراد ہے انہیں ہلاک کر دینا کسی طرح ان کا تذکرہ ہوئے ان کے صرف قصے کہانیاں رہ جائیں اور **معذبھم** سے مراد ہے انہیں سخت

تکلیف دہ سزا یا جس سے یہ بات سمجھ میں آئے کہ بڑی سخت تکلیف میں مبتلا ہوجائیں گے۔ فرمایا **مھلکھم** سے مراد دنیاوی عذاب اور **معذبھم** سے مراد اخروی عذاب یعنی یہ کیسی قوم ہے جس کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب دینے والے ہیں۔ قرینہ یہ ہے کہ دنیا میں عذاب آخرت میں عذاب ہے یا دنیا میں عذاب ہے یا آخرت میں بھی یہ صرف آخرت میں عذاب ہے کہا یہ ہیں کہ ہلاک ہونے والوں سے کافر مراد ہیں اور عذاب دینے والوں سے مسلمان گنہگار مراد ہیں۔ اس صورت میں عذاب سے مراد قتل ہونا ہے اور تفسیر بھی کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر قوی ہے **قالوا معذرۃ الی ربکم** یہ ان قوموں کے جوابوں سے ہے جو حضرات سے اپنی تبلیغ و نصیحت کی وجہ سے پہلے ہی پوچھ لیں گے۔ وہ یہاں ارشاد ہوئی ہماری قوم میں **معذرۃ** سے مراد ہے یہ ہیں پوچھ گچھ کرنے والے یعنی ہم تبلیغ کرتے ہیں معذرۃ خواہی کے لئے ایک قراءت میں **معذرات** ہے۔ اس سے ہماری تبلیغ معذرت ہے معذرۃ مصدر سے معنی عذر اس کے اور معنی ہوتے ہیں ایک قوم کی طرف سے دوسری قوم کی طرف سے یہاں دوسرا معنی مراد ہیں دوسرے اپنے قوم معنی کی اور تیسرا معنی عذر خواہی روز یہاں مراد ہے۔ قیامت میں ہم سے سوال ہوا کہ ان لوگوں نے تمہاری بات کیوں نہ مانی تو ہم عرض کریں گے کہ ہم نے اپنی قوم میں تبلیغ کی اور یہ عذر ہیں ہماری تبلیغ کیں یہاں تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ معذرت سے تین معنی ہیں ایک عذر خواہی دوسرا عذر ہے تیسرا جرم یعنی ہم سے یہ جرم ہوا یا مجھے یہ مجبوری تھی یا یہ بھلی باتیں ہیں رغبت یا تھی (3) سوال کہ کافروں کا تیسرا معنی تو ہیں لیکن مسلمان تو معذرت ہے تو ہر معذرت توبہ ہیں کہ بعد نہیں آتے مگر چونکہ یہاں استثناء کے معنی اس میں شامل ہیں لہٰذا اس سے بعد **الی آیاولعلھم یتقون** یہ تبلیغ کی دوسری وجہ بیان کی گئی۔ تقویٰ سے مراد شکار سے توبہ ریعنی ہم ان شکاریوں کی ہدایت سے مایوس نہیں ان لوگ کے قصہ میں ہیں شاید ان میں ہماری تبلیغ سے کچھ اثر ہو تو ہم نہیں ہدایت سے مایوس ہوئے ہیں ہماری تبلیغ و عظ و نصیحت یاد ہیں یا قول پر اثر کرے گی کہ کب ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوسکیں گے ہم تبلیغ کرنے کی پکڑ نہ ہوگی یاں رہے کہ یہاں لعل یقین کے لئے نہیں بلکہ امید موہوم کے لئے ہے۔

خلاصہ تفسیر جس وقت تین گروہ ہوگئے تھے ایک وہ جو شکار کرتے تھے دوسرے وہ جو ان سے علیحدہ ہوتے اور نہیں منع کرتے رہے تھے کہ دوسرے گلوں میں چلے گئے اپنے کاموں میں لگے رہے تیسرے وہ لوگ جنہوں نے علیحدگی اختیار کی نہ تو خود شکار کیا نہ شکاریوں کو منع کیا اس آیت میں ان آخری دو گروہوں کی گفتگو کا ذکر ہے جنہوں نے کوں شکار چنانچہ خاموش رہنے والے منع کرنے والوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ ان لوگوں کو کیوں سمجھاتے ہو ان کی تبلیغ میں وقت ضائع کرتے ہو یہ لوگ اپنی بدکاری سے باز آنے والے نہیں اللہ تعالیٰ ضرور انہیں ہلاک کرے گا یا سخت عذابوں میں گرفتار کرے گا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اب ان پر حجت تمام ہوچکی ہے تب منع کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم تبلیغ دو مقصد میں ایک تو قیامت کی پکڑ سے بچ جانا ہم رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے ان لوگ کو منع کیا تھا دوسرے یہ کہ شاید یہ سب یا ان میں سے کوئی ہماری بات مان لیں اور اس حرکت سے توبہ کرلیں اور عنقریب ہماری یہ کوشش انشاء اللہ رائیگاں نہ ہوگی۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: مجرمین بدکاروں سے علیحدہ رہنا چاہیے ان کے ساتھ گھلے ملے رہنا خطرناک ہے اس میں اندیشہ ہے کہ ان پر جو عذاب آئے اس میں یہ بھی گرفتار ہو جاوے پچھلی قوم کے ساتھ گھن کو بھی پیس دیتی ہے یہ فائدہ بنی اسرائیل کے اس مردود طائفہ سے حاصل ہوا کہ نامعین شکاریوں سے علیحدہ ہو گئے رب فرماتا ہے **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین**۔ دوسرا فائدہ: جس قوم کی ہدایت سے مایوسی ہو جاوے اس کو تبلیغ نہ کرنا خاموشی اختیار کرنا جائز ہے مجموع آیت میں یہ فائدہ **لم تعظون** سے حاصل ہوا کہ ساکنین نے تبلیغ سے خاموشی اختیار کی مگر رب نے اس خاموشی پر عذاب یا عتاب نہ فرمایا۔ رب فرماتا ہے **علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم**۔ تیسرا فائدہ: متقی مومن اپنی فراست سے بھی آئندہ کی بات حال لیتا ہے یہ فائدہ **اللہ مھلکھم** سے حاصل ہوا۔ یکمو خاموش رہنے والے اسرائیلیوں نے حال لیا کہ ان پر عذاب آنے والا ہے اور واقعی ایسا ہی ہوا حضور انور فرماتے ہیں **اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ** مومن کی فراست و ذہانت سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ چوتھا فائدہ: یہ ساکنین کی جماعت شکاریوں کے شکار سے راضی نہ تھی بلکہ ان سے بیزار تھی اس لئے ان پر عتاب عذاب نہ ہوا یہ فائدہ **اللہ مھلکھم** سے حاصل ہوا اگر وہ اس شکار سے راضی ہوتے تو ان کے متعلق یہ رائے قائم کرتے۔ پانچواں فائدہ: جس شخص یا جس قوم کی ہدایت سے ناامیدی ہو اس کو بھی ہدایت تبلیغ نصیحت وعظ کرنا مستحب ہے اس کے دنیاوی اور اخروی فائدوں کی امید سے یہ فائدہ **معذرۃ الی ربکم** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ان ساکنین کا جواب جس میں اس تبلیغ کے فوائد کا ذکر ہے نقل فرمایا۔ غیر تو ہمارے حضور پیش ہونے ہی جہل اور سب کہیے وغیر ہم کفار کو ان کے مرتے وقت تک تبلیغ اسلام کی علامات ان کے متعلق فرمادیا گیا کہ **ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم** اور ان کے متعلق خبر دے دی گئی تھی **سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون** اس کے باوجود حضور انور سے فرمایا گیا **یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک**۔ چھٹا فائدہ: ایسے لوگوں کو تبلیغ کرنے سے اگرچہ ان لوگوں کو فائدہ نہ ہو مگر مبلغ کو تبلیغ کا ثواب ضرور ملے گا یہ فائدہ بھی **معذرۃ الی ربکم** سے حاصل ہوا معذرت کے معنی ابھی ہم تفسیر میں عرض کر چکے رب تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا **سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم** یکسو وہاں **سواء علیکم** فرمایا کیونکہ حضور انور وہاں تبلیغ فرمانے کا ثواب پائیں گے۔ کفار یوں مریض کا علاج کرنے سے میں لوردو کی قیمت ضرور ملے گی۔ ساتواں فائدہ: بدترین کافر کے ایمان سے بالکل مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک کہ اس سے نظر مرنے کی وقت نہ آجاوے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جسے چاہے ہدایت دے دے یہ فائدہ **لعلھم یتقون** سے حاصل ہوا۔ مفسرین نے فرمایا کہ شاید یہ شکاری لوگ متقی بن جاویں اگرچہ اسباب کے لحاظ سے مایوسی ہے مگر رب کی رحمت سے ضرور امید ہے۔

پہلا اعتراض: اللہ تعالیٰ نے ساکنین اور معذرین دونوں کے مختلف قول نقل کئے مگر تردید کسی کی نہ فرمائی ان میں سے کس کا قول درست تھا شکاریوں کو تبلیغ کرنا اچھا تھا یا ان سے علیحدگی بہتر۔ **جواب**: دونوں کام درست تھے مگر علیحدگی بہتر تھی تبلیغ بہتر تھی لہٰذا دونوں درست تھے اس لئے کسی کی تردید نہیں فرمائی۔ **دوسرا اعتراض**: ساکنین کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ شکاریوں

www.alahazratnetwork.org

[illegible] جواب [illegible] کا جواب بھی قائم رہے گا کہ ان کی دلیل تھی موسیٰ کی فراست تھا اس لئے ہوتی ہے چنانچہ ان کی یہ فراست مائل درست ہوئی۔ تیسرا اعتراض [illegible] کہ **مهلكهم او معذبهم** [illegible] جواب کہہ کر یوں ارشاد فرمایا۔ **جواب** اس کا جواب بھی تقریر میں گزر گیا کہ عدالت سے مراد ہے اسی فاروقی اور عدالت سے مراد ہے آخری عذاب لہٰذا [illegible] الفاظ میں غور کریں۔ **چوتھا اعتراض** معذرت سے عدالی یوں [illegible] ہونا چاہئے تھا۔ **جواب** چونکہ یہاں معذرت میں اتہام کے معنی شامل ہیں معنی یہ ہیں کہ ایسی عذر والی قوم کی بارگاہ سے اپنے اس سے الٰہی فرمانا بالکل مناسب ہوا۔

تفسیر صوفیانہ ان دو تہتوں قبیلوں [illegible] والوں نے قوی یہاں عمل ہوئے ان میں سے ایک جماعت نے [illegible] رخصت پر عمل کیا اللہ کی ہدایت سے مایوسی ہوئی کو تبلیغ کرنے کی رخصت ہے اور دوسری جماعت نے عزیمت پر عمل کیا کہ بروں کو بھی تبلیغ کرنا [illegible] ہے جس پر [illegible] معلق ہے دوسری [illegible] پہلی جماعت سے قبیلی جماعت بھی ساتھ ہی نظر تھی [illegible] چنانچہ جو پہلی جماعت سے [illegible] ہیں [illegible] بدرجہا دلیل و خوار ہوئی [illegible] ہیں اور [illegible] پھر بعد میں نہیں اس طرف سے فرمایا [illegible] والوں سے [illegible] ہوئی بات ہے۔

بزرگوں کی ہاں ہاں میں ہاں ملانی چاہئے ۔ کبھی وہ چھوں ہوتی ہے کبھی شیشہ دل کی

لطیفہ قاری مسلم میں چند فرق کے ساتھ قصاص اسلمی نے باب میں ہیں دو [illegible] ہے کی [illegible] وہ کی [illegible] قصاص [illegible] عرض کیا **لا والذی بعثک بالحق لا یکسر ثنیته** اللہ کی قسم رچ ڈالا ہے گا۔ حضور اور نے فرمایا اے [illegible] قصاص [illegible] عرض کیا **لا والذی بعثک بالحق لا یکسر ثنیته** کی بار یہ عرض معروض کیا [illegible] منظور کرلی تب حضور نے فرمایا **ان من عباد الله من لو اقسم علی الله لابره** اللہ کے [illegible] قسم کھا لیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دے۔ صوفیاء کرام اس حدیث سے متعلق فرماتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اور سے عرض کرنا کہ اللہ کی قسم رچ کے دانت نہ توڑے جائیں گے یہ [illegible] میں [illegible] حضور [illegible] ہاں [illegible] شرعی قانون بتانے سے تھا پھر [illegible] مقابل ہوں [illegible] یہ قبول [illegible] اور رچ [illegible] کے تب حضور اور نے فرمایا کہ بعض اللہ [illegible] ہیں [illegible] قسم کھائیں تو اللہ پوری فرما دے یعنی اے انس تم قسم نہ کھاؤ [illegible] ہی یہ ہے مقبولوں کی شان۔

www.alahazratnetwork.org

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا

پس جب انھوں نے وہ نصیحت بھلا دی جو انھیں کی گئی تھی ان کو تو وہ لوگ بچا لیے تھے
جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِیْسٍۭ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ فَلَمَّا

اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا پھر جب انہوں نے

عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ۝

جس کی ممانعت کی تھی اس میں حد سے بڑھنے لگے تھے ہم نے کہا بندر ہو جاؤ ذلیل ہوتے

تعلیق تعلیق کے باب سے ہے جس میں سے پہلا تعلق پچھلی آیت میں چند لوگوں سے ہے اور دوسرا
تعلق پچھلی آیت میں ہے اور دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ہے اور تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ہے اب ان دونوں
تعلقوں کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا تعلق پچھلی آیت میں جن کی یہ پیش ہوئی ہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا تھا

تفسیر **فلما نسوا ما ذکروا به** اس قرآن میں ف معنی تو اس میں بلکہ معنی چلے یہ جملہ واقعہ جواب
ذکروا به تذکیر سے
انجینا الذین ینهون عن السوء لمان سے انجینا سے حالت سے
بیهودن سے
سے

طیلہ

www.alahazratnetwork.org

آپ کے آزاد کردہ غلام جناب عکرمہ نے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں وہ لوگ بھی ان شکاریوں کے عمل سے بیزار و متنفر تھے وہ بھی سبت کرنے والوں میں داخل ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے انکی ہلاکت کا تذکرہ نہ کیں فرمایا **لعلھم الذین ینھون** میں یہ دونوں جماعتیں داخل ہیں اس پر حضرت ابن عباس بہت ہی خوش ہوئے اور عکرمہ کو حلہ (قیمتی جوڑا) عطا فرمایا اور کہنے لگے بخ بخ **الساکتہ بخ بخ الساکتہ** (تقی ساکتیں بھی بخ بخ کے لائق ہیں معالم، خازن وغیرہ) **عن السوء** میں **سوء** سے مراد عتہ کے دن کا شکار ہے **واخذنا الذین ظلموا** یہ عبارت معطوف ہے **انجینا** پر اور **فلما نسوا** جزا **الذین ظلموا** سے مراد شکار کرنے والے ہیں **ظلموا** یعنی ظالمی کے معنی میں ہے یعنی وہ ظلم کرتے رہے یا کہ انہوں نے صرف ایک بار شکار کیا تھا مگر عرصہ تک کرتے رہے تھے **بعذاب بئیس** یہ عبارت متعلق ہے **اخذنا** کے **عذاب** معنی سزا **بئیس** ہمزہ کی قراءت میں بدرس قتیل ہے بنا ہے جس سے مثل شدۃ و **بئیس** معنی شدید یعنی ہم نے ظالم شکاریوں کو سخت عذاب میں گرفتار کیا اس میں اشارہ ہے کہ وہ سخت عذاب یہ تھا کہ یہ عذاب بندر بنانے کے سوا کچھ اور تھا سخت بیماریوں بلاؤں وغیرہ جسے وہ اس پکڑ پر بھی بارہا آئے تھے بندر بنانے کے لئے گئے کیونکہ یہ عذاب تو ان کے نسیان کی سزا قرار دیا گیا اور بندر بنانا ان کی سرکشی کی سزا قرار دیا گیا جس کا ذکر آگے ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے دنیا میں بندر بنانا مراد ہے اور عطف تفسیری ہے دوسری آیت کریمہ اس کی تفسیر ہے مگر یہ احتمال قوی ہے (دیکھو تفسیر بیضاوی، روح المعانی وغیرہ) **بما کانوا یفسقون** یہ عبارت متعلق ہے **اخذنا** سے اور اس کی وجہ بیان فرمارہی ہے۔ فسق کے معنی اس کے اقسام احکام پہلے پارے میں بیان ہو چکے یعنی اس وجہ سے ہم نے انہیں سخت عذاب میں مبتلا کیا کہ وہ عرصہ دراز سے فسق و فجور اور نافرمانیوں میں مبتلا تھے۔ کسی ناصح کی بات پر کان ہی نہ دھرتے تھے **فلما عتوا عما نھوا عنہ** اس فرمان عالی میں ان کے دوسرے جرم کا ذکر ہے **عتو** سے معنی سرکشی یہ مقام یعنی پہلے تو وہ بزرگوں کی وعظ و نصیحت سے صرف لاپرواہ رہے ہم نے انہیں ڈھیل دی جب انہوں نے اس ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور نافرمانیوں کمر بستہ کیا اپنے جرم کو اچھا کہا ان کے وعظ و نصیحت کو برا۔ لہٰذا نسیان اور سرکشی میں فرق ظاہر ہے۔ نسیان یعنی بے پرواہی گمراہی کی پہلی سیڑھی ہے اور سرکشی و عنادی آخری سیڑھی خیال رہے کہ **عما نھوا** میں **ترک** پوشیدہ ہے اصل عبارت یوں ہے **من ترک ما نھوا عنہ** کیونکہ شکاریوں نے شکار کے چھوڑنے سے سرکشی کی نہ کہ شکار سے یعنی شکار چھوڑنے میں پہلی دست اور بے عزتی کبھی شکار پر فخر کرنے لگے (معالم) **قلنا لھم کونوا قردۃ خسئین** یہ عبارت **فلما عتوا** کی جزا ہے **قلنا** میں قول سے مراد تکوینی فرمان ہے جیسے **اذا اردنا شیئا ان یقول لہ کن فیکون** میں قول سے مراد تکوینی قول یعنی ارادہ کرنا چاہنا ہے یعنی ہم نے ارادہ فرمایا چاہا کہ وہ بندر ہو جائیں قول تعلیق امر شیئی (معالم و کبیر وغیرہ) **قردۃ** جمع ہے اور واحد مذکر **قرد** ہے اس کا موئث **قردۃ** ہے ر کے سکون سے اس کی جمع **قردۃ** ہے ق کسرہ اور ر کے فتح سے جیسے قرۃ کی جمع قرب ہے (روح البیان) قرد معنی بندر اور قردہ معنی بندریا **خاسئین** خاسئ سے معنی دور کا نامراد ہونا دور کرنا پھٹکارنا خاسیں رحمت الٰہی سے دور ہو جانے والے یہ قولی صفت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مجرم بندر بنائے گئے بعض نے کہا کہ ان کے جوان قردہ بنائے گئے اور بوڑھے سور بنا دیئے گئے قول سے

www.alahazratnetwork.org

دل بندر جیسے نا سمجھ بنادیئے گئے تبدیلی شکل نہ ہوئی بلکہ تبدیلی دل ہوئی مگر یہ قول بالکل باطل ہے (روح المعانی و تفسیر بیضاوی وغیرہ) خیال رہے کہ بندر ہمارے جانوروں میں زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے آج کل یورپ والے اس سے انسانوں کے کام لیتے ہیں نیز ہر زمانہ میں لاکھوں انسان ایسے ہوتے رہے ہیں جو ہدایت قبول نہیں کرتے پھر صرف ان شکاریوں کے متعلق فرمایا کہ ان کے دل بندروں کے سے نا سمجھ ہو گئے غلط ہے یہ ہی صحیح ہے کہ ان کی شکلیں بندروں کی سی کر دی گئیں سواء مجاہد کے کسی مفسر نے دل مسخ مراد نہیں لیا۔ خیال رہے کہ بندروں کو لوگ پالتے بھی ہیں ان سے محبت بھی کرتے ہیں مگر وہ لوگ ایسے بندر نے کہ ان سے کوئی محبت نہ کرے ہر ایک دور دور رہے اس لئے **خاسئین** فرمایا گیا۔ بعض نے فرمایا کہ ان کے جسموں سے ایسی بدبو آتی تھی کہ کوئی ان کے پاس نہیں ٹھہرتے تھا مگر حال **خاسئین** فرمانا بالکل درست ہے۔

خلاصہ تفسیر ان نافرمان مجرمین نے جب جرم تو یہ کیا کہ نصیحت کرنے والے، اعلیٰ کی نصیحت سے بے پرواہ ہو گئے جب ان کی بے پرواہی حد سے بڑھی تو ہم نے نصیحت کرتے رہے اور یہ برابر شکار کرتے رہے تو ہم نے نصیحت کرنے والوں کو ان سے بیزار رہنے والوں کو تو عذاب سے محفوظ رکھا اور ظالم شکاریوں کو ان کی نافرمانی پر تلے رہنے کی وجہ سے برے عذاب میں گرفتار کیا۔ یہ ساری تاریخ وغیرہ مگر جب وہ اس پر بھی جرموں سے باز نہ آئے بلکہ وہ حکم صادر ہوا یعنی شکار کی ممانعت سے اور بھی زیادہ سرکش ہو گئے کہ نامعین فاسق اڑانے لگے اپنے جرم کو اچھا نامعین کی نصیحت کو غلط سمجھنے لگے تو ہم نے انہیں بندر بنا دینے کا ارادہ فرمالیا چنانچہ ہم نے فرمایا کہ بن جاؤ بندر مگر بندر بھی ایسے نہیں کہ لوگ تم سے محبت کریں تمہیں پالیں پرورش کریں بلکہ ایسے بندر ہو کہ لوگ تم سے نفرت کریں تم کو دور کر دیں اپنے پاس نہ پھٹکنے دیں۔

تفصیلی واقعہ یہ تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بنی اسرائیل پر ہفتہ کے دن شکار سخت حرام تھا مگر ان کی طرف سے ان کا سخت امتحان یہ ہوا کہ ہفتہ کے دن تو مچھلیاں بہت زیادہ سمندر میں نمودار ہوتی تھیں سطح سمندر مچھلیوں کے مسند سیاہ ہو جاتی تھیں پھر جہاں ہفتہ گزرا کہ مچھلیاں غائب ہو گئیں عرصہ تک تو یہ لوگ صبر کئے رہے پھر ان میں سے ایک آدمی نے ہفتہ کے دن ایک مچھلی پکڑ کر اس کے منہ میں مضبوط دھاگا باندھا اور اسے سمندر میں چھوڑ دیا مگر دھاگا کا دوسرا کنارہ کنارہ سمندر پر ایک کیل سے باندھ دیا جس سے وہ مچھلی بھاگ نہ سکی پھر اسی دھاگے کے ذریعہ اتوار کے دن اسے پکڑ لیا اور غور کیا کہ ہمارے اس کام پر عذاب آتا ہے یا نہیں۔ عذاب کوئی نہ آیا تو اگلے ہفتہ دو مچھلیاں اس طرح شکار کیں پھر بھی عذاب نہ آیا جب انہیں عذاب نہ آنے کا یقین ہو گیا تو عام طور پر لوگ اسی دھاگہ کے ذریعہ شکار کرنے لگے اور مچھلی کی تجارت خوب چمک گئی پھر انہوں نے خیال کیا کہ دھاگہ سے شکار کرنے میں دشواری ہوتی ہے تو سمندر کے قریب بڑے بڑے حوض کھودے اور ان کے ذریعہ شکار کرنے لگے جیسا کہ بھی پچھلی آیت میں ذکر کیا گیا۔ ان شکاریوں کی تعداد میں بڑا اختلاف ہے۔ قوی یہ ہے کہ ستر ہزار تھے بستی والے تین گروہ بن گئے دو سرے دو گروہ یعنی مسلمین اور ناصحین ان شکاریوں کے محلوں سے چلے گئے علیحدہ اپنے محلے بنائے بیچ میں دیوار کھینچ لی ایک دن ان لوگوں نے دیکھا کہ دیوار کے پیچھے سے نہ تو کوئی نکلتا ان کے محلوں میں کچھ کاروبار ہو رہا ہے نہ چہل پہل ہے نہ کسی کی آواز تب یہ دونوں جماعتیں دیوار پر چڑھیں دیکھا کہ اس طرف سے بندر بھرے پڑے ہیں جو چوطرف دوڑتے پھرتے ہیں نہیں دیکھ کر وہ ان کے پاس دم ہلاتے آنکھوں سے آنسو بہاتے آئے ان لوگوں نے کہا کہ ہو ہم تم کو منع کرتے تھے تم سے

www.alahazratnetwork.org

فائدہ [illegible] **فلما سوا** **فلما عتوا** میں دو جملہ **لما** سے حاصل ہوا اور ابھی اس آیت میں ایک قید سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ ہے **قلنا لھم** سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجرم بندوں پر اپنا غصہ نہیں نکالتا بلکہ پہلے انہیں سمجھاتا ہے پھر **قلنا لھم** سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے بات کرنا بڑا مرتبہ ہے **فلما سوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء** تیسرا فائدہ اس سے حاصل ہوا کہ دنیا میں جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتا ہے **انجینا الذین ینھون** سے حاصل ہوا کہ بندوں سے ساتھ رہنا بڑا کمال ہے۔ چوتھا فائدہ **مثل** سے حاصل ہوا کہ تمثیل سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے یہ فائدہ **کونوا قردۃ** سے حاصل ہوا کہ تبدیلی روح انسانی میں ہوتی ہے جسم انسانی میں نہیں اسی لئے روح انسانی کو عذاب دیتے ہیں جسم انسانی کو نہیں تبدیلی روح انسانی میں کئی طرح ہوتی ہے کبھی تو روح انسانی کی صفت ہی بدل جاتی ہے جیسے کافر کی روح کی صفت بدل کر مومن کی ہو جاتی ہے کبھی روح انسانی کی صفت تو نہیں بدلتی مگر اس کی حالت بدل جاتی ہے جیسے گنہگار مومن کی روح کی صفت نہیں بدلتی مگر اس کی حالت بدل جاتی ہے کبھی روح انسانی کی صفت بھی بدلتی ہے اور حالت بھی جیسے ان سب میں تبدیلی ہوئی کہ ان کی روح انسانی کی صفت بھی بدل گئی اور حالت بھی بدل گئی۔

مسئلہ وہ جو حلال و حرام کی مثل میں مسخ ہوئے تھے ان کی نسل نہ بڑھی نہ وہ زیادہ دن زندہ رہے تین دن کے اندر سب مر گئے ان کے کھانے پینے کے برتن بھی نہ بچے نہ ان کے کپڑے نہ ان کے مکان نہ ان کے ہتھیار نہ ان کے جانور سب ہلاک ہو گئے۔ **مسئلہ** جو قوم مسخ ہوئی اس کی نسل نہ بڑھی یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے۔ **مسئلہ** حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی قوم دنیا میں مسخ نہیں فرمائی مگر یہ کہ عورت کا خاوند مسخ ہوا ہو تو مسخ ہونے سے پہلے اس قوم کی عورتوں کے خاوند مر گئے ہوں تو عورت عدت طلاق گزار کر مسخ ہونے سے پہلے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ مسئلہ کی تفصیل اور دلائل بہار شریعت فتاوی نعیمیہ میں ملاحظہ کرو۔

پہلا اعتراض ان آیتوں میں **فلما** عذاب کے بعد ہے اور **فلما** عذاب سے پہلے ہے **جواب** [illegible]

www.alahazratnetwork.org

دونوں جرموں کی سزا آخر میں ایک ہی دی گئی یعنی بندر بنانا اس صورت میں **فلما عتوا** پہلی آیت کی تفصیل ہے دوسرے یہ کہ پہلے جرم یعنی مچھلیوں کی سزا اسلاف میں ہوں۔ یعنی قصہ اور کوئی رنج و غم وغیرہ اور سرکشی کی سزا بندر بنانا ہو۔ **دوسرا اعتراض** یہاں ارشاد ہے **فلما عتوا** جب وہ حد سے گزر گئے یہ لوگ حد سے گزرتے تھے تو ان کے خطاء تھے رہتے تھے یہ حدیں تو سب کے لئے ایک ہی تھیں اور حد خلاف ہے پھر کیوں ہی کہا گیا۔ **جواب** اچھی ہم نے تفسیر میں عرض کیا کہ یہاں حدیں معنی ناپ والی ہے یا لاپرواہی سے بھلا دینا لہٰذا یہ دونوں اعتراض اس پر وارد نہیں ہوتے۔ خیال رہے کہ بعض ورطہ کی معنی اسلامی قانون ہے گزشتہ دریوں میں اس پر بھی پکڑ تھی۔ **تیسرا اعتراض** اس آیت میں دو حکموں کا ذکر ہوا ہے دونوں کی حالت اور شمار کرنے والوں کی سزا تیسری جماعت یعنی خاموش رہنے والی جماعت کا یہ حال ہوا۔ **جواب** قوی یہ ہے کہ اس کی بھی بات ہو گئی وہ بھی **ینھون عن السوء** جماعت میں داخل ہیں کیونکہ ہر تیسری طرح گناہ سے ہاتھ سے زبان سے اس سے بیزار ہونا متحقق ہوتا ہے خیال رہے کہ عام مفسرین محدثین صحابہ کا یہی قول ہے کہ اس عذاب سے یہ بھی عذاب پائے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تو فرماتے تھے کہ وہ بھی گرفتار عذاب ہوئے پھر اس بارے میں خاموشی اختیار فرمائی پھر رجوع فرما کر یہی فرمایا کہ ان کی بھی نجات ہو گئی۔ **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ ہم نے ان سے فرمایا کہ بندر بن جاؤ یا وہ خود اپنے آپ سے بندر بن گئے تو یہ فرمان یوں کر درست ہوا۔ **جواب** ہم نے بھی تفسیر میں عرض کیا کہ یہاں **قلنا** سے تکوینی حکم مراد ہے یعنی ارادہ فرمایا جیسے **ان یقول لہ کن فیکون** اللہ اس میں یہ تو ان سے خطاب ہے یہ ان کے اختیار کو دخل۔ **پانچواں اعتراض** ان لوگوں نے ان بندروں کی طرح ہے سمجھ لیا تھا۔ کہ ان کی صورتیں بندروں کی ہو گئیں یہ تو ہو نہیں سکتا (مرزائی وغیرہ)۔ **جواب** یہ اس آیت کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ قرآنی آیات قرآنی الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیرنا بہت ضرور جائز نہیں ورنہ شریعت ہی ختم ہو جائے گی صلوٰۃ و صوم حج و زکوٰۃ کے الٹے پلٹے معنی کر دیئے جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ بندر بے وقوف نہیں ہوتا وہ تو سارے جانوروں سے زیادہ چالاک ہوتا ہے تیسرے یہ کہ وہ تو پہلے ہی تھے پھر ان کو بے وقوف بنانے سے کیا معنی۔ چوتھے یہ کہ پہلے بھی بوزنہ میں بھی لعنتی بھوکے رہتے اور ہوتے رہیں گے یہ خصوصیت سے ان کے متعلق فرمانا کہ بندر ہو جاؤ کیونکر درست ہوا۔ **چھٹا اعتراض** انسان کا بندر بن جانا یہ ممکن نہ تھا وہ لوگ واقعی بندر بن گئے تھے تو عیسائیوں کا اور آگوں کا عقیدہ درست ہے کہ پہلے سارے انسان ہی تھے بعد میں اپنے اعمال کے مطابق مختلف جانور بن گئے۔ **جواب** مسخ صورت بالکل حق ہے اور آگوں بالکل باطل۔ چند وجہوں سے ایک یہ کہ مسخ میں صرف صورت کی تبدیلی ہوتی ہے روح نفس بلکہ واقع ہے اور آگوں میں تبدیلی روح کی ہوتی ہے جو کہ نامکن ہے۔ دوسرے یہ کہ مسخ میں ممسوخ کی نسل نہیں چلتی مگر آگوں میں اس جانور کی نسل چلتی ہے۔ تیسرے یہ کہ مسخ میں ممسوخ کو اپنی پچھلی زندگی اس رذیل کے حالت یاد ہوتے ہیں جس وہ پچھتاوا اور تکلیف محسوس رتا ہے وہ ان باتیں سنتا سمجھتا ہے مگر یہ باتیں نہیں سکتے مگر آگوں میں یہ کوئی بات نہیں لہذا مسخ آخرت کی سزا ہی سکتی ہے مگر آگوں کی سزا نہیں بن سکتی۔ چوتھے یہ کہ مسخ میں شکل کی تبدیلی قدرتی طور پر اچانک اور ہوتی ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

مسخ انسانی ہم حیوانی بن جاتا ہے مگر اگلوں میں قانونی طور پر یہ تبدیلی ہوتی ہے کہ جسم انسانی تو قائم رہا یا پھر مرد و عورت کے ذریعہ بچہ پیدا ہوتا ہے بعد میں جوان دو صورتیں یہ کہ اگر لوگوں حق ہو تو چاہئے تھا کہ دنیا میں انسان بڑھتے رہتے کیونکہ انسان ہی توالد و تناسل کرتا رہا ہے اور اس مناسبت سے جانور بڑھتے رہتے مگر ہو یہ رہا ہے کہ انسان گھٹتا جا رہا ہے اور جانور بڑھتے جا رہے ہیں۔ پھر یہ کہ اگر بد کار انسان اپنے گناہوں کی وجہ سے حیوان بن جاتے ہیں تو بہت سے انسان ایسے ہیں کہ کوئی گناہ نہیں کیا ہمیشہ اچھے اعمال ہی کئے جیسے نبی ولی یا تمہارے رشتہ دار مرنے کے بعد کس شکل میں دنیا میں آتے ہیں یہی زندگی دکھلا دیں میں حاضر ہیں ہو تکلیف کا شائبہ بھی نہ ہو دنیا میں ایسی مخلوق کہیں نہ ہے گی کہ سب ہی رنج و غم میں مبتلا رہتے ہیں لہٰذا یہ داخل نہیں آخرت ادار الجزاء ہے جہاں تکلیف بھی خالص سے آرام بھی خالص۔ **ساتواں اعتراض** مسخ تعزیری ہوتا ہے یا گناہوں پر بھی ہوتا ہے۔ **جواب** مسخ ایک طرح کا دنیاوی عذاب ہے اور عذاب الٰہی کو رنج و غم پہچانے سے آتا ہے خواہ وہ کفر ہو یا گناہ پر قادر ہو مومن تھا صرف رکوۃ نہیں دیتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے غم ہوا تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد ۔۔۔ تا نرنجد صاحب دلے بندۂ

قوم شعیب ہم تو نے قوم لوط غلام رہنے پر ہلاک کی گئی یہ چیزیں گناہ ہیں مگر چونکہ ان سے نبی کو دکھ پہنچا تو عذاب آیا۔ **آٹھواں اعتراض** خنثیٰ مسخ ہوا جو مرد سے بیوی ہو تو اس کا نکاح باقی رہے گا نہیں اگر نہیں تو عورت عدت وفات کرے یا عدت طلاق۔ **جواب** اگر خنثیٰ مسخ ہو کر انسان ہی رہے مثلاً خوبصورت تھا گناہوں کی وجہ سے بدشکل ہو گیا تو نکاح قائم رہے اور اگر انسان کی شکل پر نہ رہے تو مثلاً جیسے جل کر لکڑی پتھر بن گیا ہے تو عورت عدت وفات گزارے جیسے انسان کو پتھر بنا دیا گیا تھا اور اگر جانور بن گیا ہے تو چونکہ وہ غیر جنس ہو گیا اور غیر جنس سے انسان کا نکاح نہ تو منعقد ہوتا ہے نہ باقی رہتا ہے لہٰذا یہ نکاح فسخ ہو گیا اور فسخ نکاح کی عدت طلاق کی نہیں۔ خیال رہے کہ یہ تو حضرت سلیمان کا نکاح جنات سے ہوا تھا حضرت علی علیہ السلام کا نکاح پری سے ہوا تھا محض بے اصل ہے انسان کا نکاح پری جن وغیرہ سے نہیں ہو سکتا کہ وہ غیر جنس ہیں۔ **نواں اعتراض** یہاں قرینہ کے ساتھ **خاسئین** فرمایا کہ ذلیل ہو اب وہ بندر بنا دیئے گئے تو رہے ہوئے خود ہی ہو گئے۔ **جواب** اس کا جواب بھی تفسیر میں دیا گیا کہ بندروں کو بعض لوگ پال لیتے ہیں ان کی خاطر کرتے ہیں مگر وہ ایسے بندر بنے کہ ان کے پاس کوئی آدمی ٹھہر نہیں سکتا تھا اس میں محنت ہوتی تھی لہٰذا یہیں ہو گیا کہ ذلیل تھا وہی اسیں اپنے پاس نہیں ٹھہرنے دیتا تھا اس لئے فرمایا **خاسئین**۔

تفسیر صوفیانہ مسخ صورت اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے مسخ سیرت یعنی دل مسخ کرنا اس سے بدتر عذاب ہے یہ عذاب قیامت تک رہے گا۔ انسان کا دل اچھائی سے برائی کی طرف مائل ہو جائے جیسے بنی اسرائیل نے ناحائز طور پر مچھلی کھائی تو مسخ صورت کے عذاب میں گرفتار ہوئے ویسے ہی ناحائز طور پر کسی سے دل لگا لینا بھی مسخ ہے حدیث میں آیا ہے دنیا ملعونہ ملعون ما فیہا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ یعنی دنیا ملعون ہے جو اللہ کے لئے ہو وہ اچھا ہے انسانی صفات کو دو اس بستی سے باہر ہیں یہ صفات انسانی تین قسم کے ہیں۔ صفات روحانی۔ صفات جبلی (قلبی) صفات حسانی۔ ان سب کو بشری دوائی سے شکار سے منع کیا گیا یہ صفات دو قسمیں ہو گئیں صفات روحانیہ تو اس شکار سے باز رہے بلکہ دوسروں کو منع بھی کرتے رہے اور جبلی صفات خاص رہے اور حسان

www.alahazratnetwork.org

صفت سے یہ شکار ہو رہے ہیں۔ سے اصل یہ شکاری رات تو تیرے اندر ہو رہا ہے اپنا آنچہ سوچ سے ہیں ہو صفت ہستی فاعلہ سے ہیں سے سے ہیں روحانی صفات فاعلہ سے اس سے سے روحت ہیں اور جس پر تجلی صفات فاعلیہ سے اس سے سے رشت ہیں ہو نا فرماتے ہیں ۔

جس تا ... است و ذرہ ... قرہ ... واقف روحت خلسہ تیبی ندھد
... ما ... است رس ... ور ... التجا فی منک من دار الغرور

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ

اور جب اعلان کر دیا رب نے تمہارے البتہ ضرور بھیجتا رہے گا اور ان کے روز قیامت تک ایسے جو چکھائے گا انہیں

اور جب تمہارے رب نے حکم سنا دیا کہ وہ قیامت کے دن تک ان پر ایسے کو بھیجتا رہوں گا جو

سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

سخت عذاب کی تحقیق رب تمہارا البتہ جلد عذاب دینے والا ہے اور تحقیق وہ البتہ مغفرت فرمانے والا ہے

بیس برے عذاب چکھائے بیشک تیرا رب البتہ ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور وہ البتہ بخشنے والا مہربان ہے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں یہود کی بد عملیوں اور ان کی سزا کا بیان تھا اور یہ ہے کہ ان کی سزا کا تذکرہ ہو رہا ہے گویا وقتی بد عملیوں کے ذکر کے بعد دیرپا دائمی سزا کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں یہود کی سزا کا ذکر ہوا یعنی ان کا بدترین حالت ہر طرف سے پھٹکارا جانا اب ان کی سزا کا بیان قیامت تک ہوتا رہے گا گویا بتایا جا رہا ہے کہ ان کی ذلیل سزا اس وقت ختم نہیں ہوگی بلکہ ان کی قوم پر ابد الآباد تک پھٹکار پڑتی رہے گی۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں یہود کے محض عذاب کا ذکر تھا یہاں عذاب کے ساتھ ان پر عمومی عذاب کا ذکر ہے یعنی ساری قوم پر لعنت و پھٹکار کا

تفسیر **واذ تاذن ربک** یہ بھی اسی کلام کا ابتدائی حصہ ہے اور اس سے پہلے **اذکر** فعل پوشیدہ ہے یعنی اے محبوب آپ موجودہ اور آئندہ نسلوں سے یہود کی بد عملیوں سے تذکرہ کریں۔ **تاذن** بنا ہے **اذن** سے۔ معنی اطلاع یا باب افعال سے ہے جس میں کسی کام کا حکم دینا سب کو اطلاع دے دی جیسے **توعد**۔ معنی **ایعاد** آتا ہے ایعاد کے معنی میں ہے جس کا اذن رب تعالیٰ سے ہو اور فرمایا **ربک** سے فرمایا تاکہ حضور ﷺ کی قدر و منزلت اور آپ کی محبوبیت معلوم ہو۔ رب تعالیٰ اپنے محبوب کے پتہ سے فرماتا ہے اس میں نور بہت عیش ہیں غالباً رب تعالیٰ کا یہ اعلان یہود کی ذلیل و رسوا ہونے کی صورت میں ہوا **لیبعثن علیہم اذ تاذن** جواب ہے **اذ تاذن** قسم کے معنی تھے یہ قسم کا جواب ہے **یبعثن** بنا ہے بعث سے اس سے بعد **فی دالی** ہو تو مراد ہر بار رحمت کے لیے بھیجنا مراد ہوتا ہے جیسے

www.alahazratnetwork.org

اذ بعث فیھم رسولا اور اگر ان کے بعد **علی** تو قہر و غضب سے ہے **منھم** سے مراد تو بدر جانے والے یہودی ہیں ان کی نسل ہی ہے اور **بنی اسرائیل** مراد ہوتے ہیں یہودان پر قتل و قتیں نازل ہوئیں جس سے ان کی قوم ہوئی **الی یوم القیمۃ** سے **الی یوم القیمۃ** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا زمانہ ہے آپ کی تشریف آوری قیامت کی علامت ہے قیامت شروع ہو جائے گی کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام یہود کے خاتمہ پر مامور ہیں سلاطین مقرر ہوتے رہیں گے جن کے درمیان وقفے ہوں گے **یبعثن** آتا رہتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر آنے **من یسومھم سوء العذاب** سے مراد بادشاہ سلاطین ہیں **یسوم** بنائے **سوم** عمل چلانا ہے مگر یہ بنائے **سوم** ہیں ہے **سوم** اور **یسومونکم سوء العذاب** سے **سوء العذاب** ہے یہودی قتلیں ہیں یہودی طاقت سے یا وہ ہیں جن قتل قدس

رہا چنانچہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلطان مقرر ہوئے ان کے بعد **بخت نصر** سلاطین پھر مجوسی سلاطین حتی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجوسیوں سے پالا پڑا ہے پھر حضور انور نے اسی عہد مبارک سے خیبر کی طرف نکالا پھر حضرت عمر کے زمانہ میں شام سے یہود کو نکالا ان کی قتلیں ہی ایسی ہیں کہ کوئی سلطنت اپنے ملک میں رکھنے کو تیار نہیں ہوتی ہے مدینہ طیبہ کی بھی سلطنت نے اپنے ملک میں نہ رکھا بلکہ اسی فلسطین میں مسلمانوں کے ہیں پر سیدالوری مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان شاء اللہ یہ واقعات یہودی کی بھی ست کا پیش خیمہ ہیں۔ اللہ سچا ہے اس سے ڈرنے والے سچا ہے

اے رضا ہر گاہ کہ یہ وقت ہے

یہ تو یہود کے دنیاوی عذاب کا ذکر تھا اب اخروی عذاب کے متعلق ارشاد **ان ربک لسریع العقاب** آخرت یہود پر ان دنیاوی عذاب کے علاوہ ہر کافر کی موت سے شروع ہو جاتے ہیں عذاب صراط پل صراط پر پہلے عذاب تو ہوتے اور ختم ہوتے رہیں گے عذاب دوزخ ابدی ہے یہ دنیا میں بلکہ قبر میں قیامت قریب ہے لیکن یہ تمام عذاب ان کے مرجاویں یہود ایمان لاویں **وانہ لغفور رحیم** اللہ تعالیٰ ہو گی ہے اس سے ڈرنے والے کا اور دوزخ ہو گی ہے ان کے لئے ہے

معفرت و رحمت ہوں ان عذاب اور عذاب میں فرق ہم پہلے دنیاوی تعمیر میں عرض کر چکے ہیں یہ آیت عذاب کی

خلاصہ تفسیر اے محبوب یاد کرو جب یہ یہود یا سارے لوگوں سے

www.alahazratnetwork.org

عذابوں کا مستحق اس مسیح پر نہیں ہوا یا اللہ تعالیٰ نے گذشتہ نبیوں ان کے منکروں اس کی کتابوں سے ریہ معلوم فرمایا تھا کہ جو ظلم یہ دل عادی مجرم ہیں اس سے قیامت اور سخت بادشاہ مسلط ہوتے رہیں گے جو انہیں سخت تکلیف دیتے رہیں گے۔ قتل غارت ذلت خواری مقرر کر دی ہے ان سے سخت تر کام لیا وغیرہ چنانچہ ان پر سخت تر حملے بادشاہ مسلط ہوئے جنہوں نے انہیں تباہ برباد رکھا یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً قیامت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری تک رہے گا پھر یہ دنیوی عذاب ان کے ان عذابوں سے موت و قبر و حشر کے عذاب اس کے علاوہ ہیں ان عذابوں کو دیکھ کر نہ سمجھیں اللہ تعالیٰ جلد عذاب بھیجنے والا ہے بلکہ توبہ کریں تو ہم ان کے سارے گناہ بھی معاف کر دیں گے اور ان پر رحمتوں کی بارشیں بھی فرمائیں گے یہ ہے ہمارا مطلب بھی میں نے کہا کہ بحمد نصرہ شاہ **بعلبک** اور انہوں نے مرکب ہوا ہے بعل معنی مالک اور بک ایک بت کا نام تھا جس کی مالک ایک عورت تھی وہ بت اس عورت کے پاس ڈال گئی تھی وہاں سے وہاں کے باشندے اس عورت کی عزت کرنے لگے۔ **بعلبک** کی طرح یہ مضاف ہے **علمیت** کا یہ سب صرفی وجوہ سے تفسیر صاوی ایک ہزاری پایا شاہ ہوا۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ محض یا قوی تر قدرت خدا تعالیٰ کا ہے اور ارادہ خود مختاری اللہ تعالیٰ کی ہے۔ دوسرا فائدہ **لیبعثن علیھم** سے حاصل ہوا کہ یہود خدا کا ایسا مجرم ہے کہ وہ ہمیشہ دوسری قوموں سے رعایا بن کر رہیں گے کبھی آزادی نہ رہے گی آزادی اور بے قیدی میں فرق ہے یہود کی حکومت ہے اور بے قیدی عذاب۔ دوسرا فائدہ۔ عالم بادشاہ عالم بادشاہ کا تسلط اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جس سے سرشوئی ہوتی ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

چوں خواہد کہ ویراں کند عالمے ۔۔۔ فگند ملک در پنجہ ظالمے

یہ فائدہ **یسومھم سوء العذاب** سے حاصل ہوا یہود پر **بخت نصر سنجاریب** سلاطین روم مسلط ہوئے ان کے جرموں کی پاداش میں۔

حکایت: کسی شخص نے ایک پرچہ جس پر یوسف کو کسی ذریعہ سے پہنچایا جس میں لکھا تھا تاج تمہارے لئے ہیں تو حضرت تم بن جاتاج سے ہیں۔ جواب دیا کہ **تبذرو تمر**۔ تم ابوذر غفاری بن جاؤ میں عمر بن جاؤں گلہ چرائے رہے یہ سب ہوئے ظالم حاکم مقرر ہوئے مالک تھے جس کو چاہتے دیتے جس کو چاہتے روک لیتے اور جرم میں ایک ہی چیز گنہگاروں کے لئے عذاب ہوتی ہے یہ کاروں سے رحمت اللہ آیت صحیح ہے یہ ظالم۔ تیسرا فائدہ یہود کے متعلق فیصلہ الٰہی ہو چکا ہے کہ وہ تاقیامت حکیم طالم حاکم مقرر ہوتے رہیں گے اور کبھی انہیں سلطنت دی گئی تو وہ ایک عارضی چیز ہوگی آخر کار پھر محکومیت۔ فائدہ **الی یوم القیمۃ** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ کبھی باپ دادوں کی سرکشی کا نتیجہ اولاد کو بھی بھگتنا پڑتا ہے خصوصاً جبکہ اولاد ان سے راضی ہو جیسا کہ بہت سے شواہد یہ حاصل ہیں اولاد نے مگر اس کی یہ سزا تاقیامت ان کے ہم قوم اسرائیلیوں نے یوں ہی بھگتی یہ کارنامے باپ دادوں کی سزا کا نتیجہ ان کی اولاد کو بھی مل جاتا ہے رب فرماتا ہے **وکانوا وھما صالحا**۔ پانچواں فائدہ۔ بنی اسرائیل پر دنیا کے سینکڑوں عذاب ان کی پوری سزائیں بلکہ اسمیں آخرت میں بھی دوزخ کی سزائیں ہوں۔

www.alahazratnetwork.org

ں یہ فائدہ **لسریع العقاب** سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا ہوں ہی نیک لوگوں کو بھی دنیا میں کبھی آرام مل جاتے ہیں مگر یہ آرام اس کو پورا العام نہیں پورا انعام تو آخرت میں ملے گا چھٹا فائدہ بڑے سے بڑے مجرم اگر توبہ سے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو وہ ملیں ہے جس سے بندہ پاک صاف ہو جاتا ہے یہ فائدہ **وانہ لغفور رحیم** سے حاصل ہوا اگر خیال رہے کہ جیسا کہ ابھی تو اس کی تفصیل ہم اس تفسیر میں توبہ کے بیان میں دے چکے ہیں۔ **ساتواں فائدہ** اللہ تعالیٰ ایسا کریم و رحیم ہے کہ توبہ کرنے والوں کے صرف گناہ ہی معاف نہیں فرماتا بلکہ اس کے علاوہ اپنی رحمتوں کی بارشیں بھی کرتا ہے یہ فائدہ غفور کے بعد رحیم فرمانے سے حاصل ہوا ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

اے کریم ار ما جفا از تو وفا اے رحیم ار ما خطا از تو عطا

پہلا اعتراض اس آیت معلوم ہوا کہ یہود کے ہاتھ سے جو بدر بنا دیئے گئے تھے ان کی نسل چلی اسی نسل پر تا قیامت سخت گیر بادشاہ مسلط ہوں گے ورنہ **لیبعثن علیہم** فرمانا کیسے درست ہوا **جواب** ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ **لیبعثن علیہم** میں **ہم** سے مراد لیلہ والے ہوگ نہیں بلکہ ان کے ہم قوم یہود ہیں اگر اس مسخ شدہ لوگوں کی نسل چلتی تو وہ بندری ہوتی بندروں پر سخت بادشاہ مقرر ہونے کے کیا معنی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان مسخ شدہ لوگوں کی دولت، جوان کے مسخ ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور وہ ذکار سے محفوظ رہی ان پر تا قیامت سخت سلاطین مقرر ہوں۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ یہود پر تا قیامت سخت بادشاہ مقرر ہوں گے حالانکہ ہیں بہت سخت تکلیف دیں گے مگر قیامت سے پہلے دجال کے ساتھ یہود ہوں گے جنہیں دجال کی وجہ سے بہت ہی ترقی ہوگی پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب** وہ یہود دجال کی پیروی کر کے یہود نہ رہیں گے بلکہ دجال کو خدا مان کر اپنے مذہب سے نکل جائیں گے ان کی ترقی یہود کی ترقی نہیں بلکہ دجال کے گروہ کی ترقی ہوگی پھر وہ ترقی بھی محض عارضی ہوگی چالیس دن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مومنین کے ہاتھوں سارے قتل کرا دیئے جائیں گے نہایت خواری سے۔ **تیسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہود قیامت تک دوسروں سے ماتحت رہیں گے مگر آج فلسطین میں یہود کی بادشاہت قائم ہو گئی اور وہ مسلمانوں کے لئے ہاں رہیں گے ہیں یہود نے مسجد اقصیٰ کا حصہ جلا دیا قرآن مجید کی یہ خبر درست نہیں ہوئی۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ ان کی یہ سلطنت شان و شوکت محض عارضی اور چند روزہ ہے اور اب بھی ایسی چیں بجبیں ہیں اور اب ساری دنیا کے یہود فلسطین میں جمع ہو رہے ہیں اور وہاں ہی آباد ہو رہے ہیں تاکہ یہاں ہی سب کے سب حاضر ہو کر ان پر یہ سلطنت ان سے چھن جائے سب کے سب آ کر یہاں جمع ہو جانے کا ذریعہ ہے پھر ان پر اجتماعی کی مکمل تباہی کا ذریعہ ہو گا حدیث شریف میں یہود کے عورت اور بچہ دجال کی ساتھ موجود ہیں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان پر سخت سلاطین مقرر رکھتے رہیں گے یہ سلسلہ قائم رہے گا درمیان میں وقفہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بیکار فاسد خیال کر کے توڑ دے اپنے کانوں سے ان ظالموں کی تباہی و بربادی کی خبریں سن رہے ہیں اس وقت عرب پر یہود نے بہت ظلم کئے ہیں۔ **چوتھا اعتراض**۔ دنیا میں یہ اگرچہ جلاوطن ہر قوم کے ساتھ ہے کبھی عورت کبھی دجال پھر ان میں یہود کی کیا خصوصیت جس کی وجہ سے ان کے متعلق فرمایا **لیبعثن علیہم** کہ وقتاً فوقتاً ڈیڑھ سو سال سے مسلسل انگریزوں کے غلام رہے اب آزاد ہوئے اور پاکستان بنا ہندوستان کے مسلمان اب بھی ہندوؤں کے غلام ہیں رب فرماتا ہے و

www.alahazratnetwork.org

تلک الایام نداولھا بین الناس۔ جواب سوموں کے لئے غلام غنائم کی عارضی حالت ہے جو ان کی اپنی غلطیوں نافرمانیوں غفلتوں عیاشیوں کا نتیجہ ہے ان کا اصل حال عند اللہ تعالیٰ سلطنت ہے **وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین** پھر اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمان عمومی طور پر غلام ہیں قومی لحاظ سے اب بھی سلطان ہیں میں سے زیادہ خوشحال مسلمان کی اب بھی ہیں **اقامھا اللہ وادامھا** یہود کی سلطنت عارضی ہے ان کا اصل حال علامیت ہے نیز ان کی سلطنت شخصی ہے اور غلامیت قومی اس عارضی سلطنت کا زوال انشاء اللہ عنقریب معلوم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ سچا ہے اس کے رسول سچے حقیقتیں ہماری اپنی ہیں۔ **پانچواں اعتراض** ہیں آیت کے آخر میں عقاب کو مغفرت و رحمت کے ساتھ جمع کیوں فرمایا جمع مدیں کی طرح معلوم ہو رہا ہے۔ **جواب** اللہ تعالیٰ سرکش کفار کے لئے سریع العقاب ہے اور مومنوں کے لئے غفور رحیم مقصد یہ ہے کہ اے یہود یو اگر تم یہودی رہے تو تم تمہارے لئے سریع العقاب ہیں اور اگر تم اتنے جرم کرنے کے بعد اب بھی اس رحمت والے رسول پر ایمان لے آؤ تو سب کچھ بخش دیں گے تم پر رحم کریں گے کیونکہ ہم غفور بھی ہیں رحیم بھی۔

تفسیر صوفیانہ سرکشی و خاردار درخت ہے جو بویا جاتا ہے ایک بار مگر کاٹنے دیتا ہے ہمیشہ اور رب کی اطاعت و فرمانبرداری وہ بار دار درخت ہے جو بویا جاتا ہے ایک بار مگر پھل دیتا ہے بونے والے کی اولاد در اولاد اس کے دوست و احباب اس کے پھل کھاتے رہتے ہیں بنی اسرائیل نے مخالفت انبیاء اور سرکشی کا درخت خاردار بویا اب تاقیامت اس کے کانٹے ان کی نسل و پیسے رہیں گے سخت گیر بادشاہوں فاسط ہونے کی مستقل حکومت قائم نہ ہو سکی ذلیل و خوار رہے ان میں اولیاء صالحین بھی نہ ہوئے یہ سب کچھ اس درخت خاردار کے کانٹے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ شیطان کو قیامت تک مہلت دی گئی کہ وہ سرکشوں کو سخت عذاب یعنی رب تعالیٰ سے دوری گمراہی میں پھنسا رہا ہے اور صراط مستقیم سے الگ رہنا ہمیشہ سخت عذاب دلاتا ہے کہ وہ مجرموں کو ڈھیل دیتا رہتا ہے تاکہ وہ اور گناہ زیادہ کر لیں یہ ڈھیل اس قہار جبار کا سخت عذاب ہے آخرت کا عذاب دوزخ اس کے علاوہ ہے۔ وہ غفور رحیم بھی ہے کہ جو قلب و روح نفس کی اتباع سے رجوع کرے اللہ کی طرف آئے تو اسے بخش دیتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دلاتا ہے دنیا میں مومنوں پر کہ انہیں دنیا میں مختلف بلاؤں آزمائشوں بھوک جان و مال کے نقصان میں مبتلا کرتا رہتا ہے اور غفور رحیم بھی کہ انہیں ان بلاؤں پر صبر کی توفیق دیتا ہے تاکہ یہ بلائیں ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور یہ دنیا سے پاک و صاف جائیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر

نہ یوسف کہ چندان بلا دید بند ۔۔۔ جو حلقش روان گشت و قدرش بلند
گر خود نہ دیدی آں یعقوب را ۔۔۔ کہ معنی بود صورت خوب را
بگرد ار بدشاں مقید نہ کرد ۔۔۔ بضاعت مزجات شاں رد نہ کرد
ز لطفت ہمہ چشم داریم نیز ۔۔۔ مرا ایں بہ بضاعت مستش مگریز

یوسف علیہ السلام سے تو پیارے بھائیوں کو جب وہ حد لے آئے فیدکیا نہ گذشتہ ظلموں کا ان سے بدلہ لیا ان کی کھوٹی پونجی رد فرمائی اے مولیٰ وہ تو عزیز مصر تھا تو عزیز عالمین ہم بے پونجی والوں کو بھی بخش دے ہمارے کھوٹے عمل رد نہ فرما ایک شاعر کہتا ہے شعر

www.alahazratnetwork.org

کف من الناس جانبا ورض بالله صاحبا
قلب الناس کیف شئت تجد هم عقا ربا

یا لوگوں سے ... کنارہ کر اور اللہ پر ... ساتھی بن رہنے کیلئے ... ہیں

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ

اور ٹکڑے کر دیا ہم نے ان کو زمین میں جماعت جماعت ان میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ علاوہ اس کے

اور الگ الگ ہم نے زمین میں متفرق کر دیا گروہ گروہ ان میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ

اور آزمائش کی ہم نے ان کی ساتھ اچھائیوں کے اور برائیوں کے شاید کہ وہ لوٹیں

اور ہم نے انہیں اچھائیوں اور برائیوں سے آزمایا کہ وہ رجوع کریں

تعلق اس آیت سے پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں بنی اسرائیل پر بیرونی عذاب کا ذکر ہوا اس آیت میں وہ بیان ہوا کہ عذاب اندرونی بھی ہے اور بیرونی بھی۔ جس طرح ان کا ایک حصہ بیرونی عذاب سے ہلاک ہوا اسی طرح اندرونی عذاب سے بھی۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اس دنیا میں ایسے بادشاہ مسلط ہوں گے جو انہیں سخت مار دیں گے۔ اس آیت میں اس سخت مار کی کچھ تفصیل بیان ہو رہی ہے کہ ان کو ایک جگہ نہیں رہنے دیں گے بلکہ یہاں وہاں نکالتے رہیں گے جس سے یہ دربدر ہو جائیں گے گویا یہ آیت پچھلی آیت کے اجمال کی تفصیل ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جلد سزا دینے والا بھی ہے اور غفور رحیم یعنی بخشنے والا بھی یہاں بتایا جا رہا ہے کہ جلد سزا دے گا اور مغفرت و رحمت بھی برسائے گا گویا عذاب ثواب کا پرچہ ہوا ان کے مستحقین کا ذکر ہو رہا ہے۔ **منهم الصلحون ومنهم دون ذلك**

تفسیر **وقطعنهم فی الارض امما** یہ جملہ اس کلام کا ابتدائیہ ہے **قطعنا** قطع سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے معنی کاٹ دینا ٹکڑے ٹکڑے کر دینا یہاں تین معنی میں سے یعنی بھیج دینا متفرق کر دینا مراد ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کی سخت سرکشی کی وجہ سے بیت المقدس سے نکال کر ان کی طرف کی **ہم** کا مرجع سارے اسرائیلی ہیں نہ بعد میں آنے والے یہود و نصاریٰ جیسا کہ بعض نے کہا ہے کیونکہ ان کے متعلق یہ بات بعد میں بتائی جائے گی **امما** حال ہے **ہم** کی ضمیر سے **امة** کے معنی جماعت ہیں جیسا کہ **ان ابراهیم کان امة قانتا لله حنیفا** میں ہے۔ یہ تعلق ہے **الا امم امثالکم** سے یعنی جماعت جماعت بنی اسرائیل تمام دنیا میں مختلف طور پر بھیجے گئے کچھ نیک تھے اور کچھ بد بعض طبعی طور پر نیک تھے کسی کی ایک جماعت میں دو تین میں ان سب کو بھیجا گیا ان میں طاقت تو تھی ہی اجتماع میں طاقت ہے یہاں **فی الارض** فرما کر یہ بتا دیا

کہ ان اسرائیلیوں کا متفرق ہونا صرف عقیدہ میں ہی نہ تھا بلکہ زمینی علاقوں میں بھی تھا کہ ان کے فرقے بھی بہت ہوگئے اور الگ الگ علاقوں میں بٹ بھی گئے سیدنا عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ زمین کا کوئی بڑا حصہ مشکل ہی سے ملے گا جس میں بعد کی جماعت نہ ہو ان کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت ہی اسرائیل کی تاقیامت رہے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں گزشتہ حال کا ذکر ہو کہ ہم نے آپ سے پہلے اے محبوب انہیں زمین میں بکھیر دیا تھا لہذا حضور انور کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اگر ان کا اجتماع کسی جگہ ہو جائے تو اس فرمان عالی کے خلاف نہیں **منھم الصلحون** یہ عبارت **امما** کی صفت ہے لہذا **منھم** کا مرجع وہی امم ہے اور من تبعیضیہ کا ہے **صالحون** بنا ہے صلاح سے۔ یعنی درستی یہاں درستی سے مراد ہے ایمان و اعمال کی درستی یعنی ان اسرائیلی جماعتوں میں بعض لوگ مومن متقی ہیں اس میں گفتگو ہے کہ وہ کون لوگ ہیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام تک بعض اسرائیلی ایمان و تقوی پر قائم رہے ان میں سے اکثر جنہیں کے آخری حصہ میں پائے گئے بعض نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور انور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کی بشارتیں لوگوں کو دیتے تھے اور حضور انور کی تشریف آوری پر حضور پر ایمان لے آئے جیسے سیدنا عبداللہ ابن سلام اور انکے ساتھی اور حضور انور کے بعد حضرت کعب احبار اور ان کے ساتھی جو ایمان و تقوی کے اول درجہ میں رہے حضور انور نے جناب ابن سلام کے متعلق فرمایا کہ جسے کسی جنتی آدمی کے دیکھنے کا شوق ہو وہ انہیں دیکھ لے **ومنھم دون ذلک** اس عبارت کی نحوی ترکیب میں بہت اختلاف کی گئی ہے قوی ترکیب یہ ہے۔ **منھم** ایک پوشیدہ لفظ کے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے اور **دون ذلک ناس** پوشیدہ کی صفت ہے چونکہ دون ظرف ہے اسم نہیں ہے نیز اس کا مضاف الیہ **ذلک** مبنی ہے اس لئے اسے نصب ہوا ورنہ یہ پیش کی جگہ میں ہے کہ **منھم** کی مبتدا کے ساتھ میں ہے (روح المعانی وبیان) اس کے علاوہ اس کی اور بہت ترکیبیں کی گئی ہیں اس میں گفتگو ہے کہ **دون ذلک** سے کون لوگ مراد ہیں اس میں چند احتمال ہیں۔ 1 اس سے مراد کفار بنی اسرائیل ہیں۔ 2 اس سے مراد فساق اسرائیلی ہیں جن کے عقیدے درست ہوں مگر عمل خراب۔ 3 اس سے مراد کفار فساق سب ہیں تیسرا احتمال قوی ہے کہ یہ مقابل **صالحون** کے ہے بہرحال سارے اسرائیلی یکساں نہ سب اچھے ہیں نہ سب برے **و بلونھم بالحسنات والسیئات** ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت یا جملہ ہے اور اس کا واؤ ابتدائیہ ہے اس میں سارے اسرائیلیوں کا حال بیان فرمایا گیا ہے **بلونا** بنا ہے **بلوی** سے بلاء سے۔ یعنی جانچ و امتحان اس لفظ کی تحقیق ہم دوسرے پارے میں **و لنبلونکم بشیء من الخوف والجوع** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں ظاہر یہ ہے کہ **ھم** کا مرجع کافر و فاسق اسرائیلی ہیں جو آگے **یرجعون** فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ **ھم** کا مرجع سارے اسرائیلی ہوں صالحین بھی اور **دون ذلک** سے بھی یہ مراد رب تعالے کی طرف سے آزمائش نیکی و بدی مومن و کافر سب ہی کی ہوتی ہے۔ حسنات سے مراد دینی نعمتیں ہیں جیسے روزی، تندرستی، مال، امن، عافیت وغیرہ اس لئے اسے تم فرمایا گیا اور سیات سے مراد دنیاوی مصیبتیں ہیں جیسے قحط سالی، بیماری، تنگدستی، ملکی آفات و انقلابات یعنی ہم نے اسرائیلیوں کو مذکورہ نعمتوں اور مصیبتوں سے آزمایا **لعلھم یرجعون** یہ عبارت **بلونا** کی علت غائیہ ہے **لعل** یعنی شاید نہیں بلکہ رب تعالی کی طرف سے ہر جملہ جو **علم الغیب والشھادۃ** ہے **ھم** سے مراد تو کافر و فاسق اسرائیلی ہیں یا یکساں سارے رجوع سے مراد ہے رب

www.alahazratnetwork.org

کی طرف رجوع کرنا کفر و فسق سے توبہ کر کے یا للہ کی طرف راجع رہنا یعنی اگر بنی اسرائیل پھر حضور سے توبہ کر کے تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اچھے بن جاویں اور اچھے لوگ اس رجوع الی اللہ پر قائم رہیں رجوع نہ رہیں کیونکہ اللہ کی نعمتیں رغبت کا ذریعہ ہیں جس کا نتیجہ شکر ہے اور مصیبتیں رہبت یعنی خوف کا ذریعہ ہیں جس کا نتیجہ گناہوں سے توبہ ہے پہلی شکر کے ذریعہ رب تک پہنچنا ہے کوئی صبر کے راستہ سے اس لئے نعمتیں اور رحمتیں آتیں سب پر آتی رہتی ہیں۔

خلاصہ تفسیر یہی اسرائیل کی مسلسل سرکشیوں مذکاریوں کی وجہ سے ہم نے انہیں زمین میں بٹا ہوا رکھا بلکہ انہیں زمین کے متفرق حصوں میں ایسا بھیر دیا کہ ان کی کوئی جماعت کہیں اور کوئی جماعت کہیں ہے کہ یہیں بھی قوت و طاقت نہ پکڑ سکیں دنیا میں کمزور رہیں اے محبوب ہمارے سارے اسرائیلیوں کا یہی حال ہے ان میں سے بعض صدق سے بھرے مومن پیدار متقی پرہیزگار ہے وہ لوگ حضور آپ کا دامن پاکر ایمان لے آئے اگرچہ وہ تھوڑے ہیں اور ان میں بعض ایسے سرکش اور بدکار حال پر ہیں کہ کافر بدکار سرکش وہ زیادہ ہیں ہم نے ان کا ہر قسم کے انتظام بھی کیا کبھی ان کو دیا بھی ان سے عشرت رزق فراوانی ارزانی صحت سلامتی اولاد مال سب کچھ عطا فرمایا کبھی ان پر کرانی رزق کی تنگی بیماری تنگدستی وغیرہ مسلط کی کہ وہ لوگ رجوع الی اللہ کریں جس میں شکر کرنا کی کلاوہ ہے وہ نعمتوں کے ذریعہ اور جس میں صبر کا وہ ہے وہ آفتوں مصیبتوں کے ذریعہ ہم تک پہنچیں ہم سے دور نہ بھاگیں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ قوم کا تفرق تکثیر کا قصداً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نا اتفاق قوم کا بکھرا ہونا رب تعالیٰ کا عذاب ہے یہ فائدہ **وقطعناهم في الارض** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ ایک اعمال کا نتیجہ قوم کا اتحاد و اتفاق ہے مذکاریوں کا نتیجہ قوم کی نااتفاقی اور بکھرا ہوا ہونا ہے اللہ تعالیٰ ایک عمل کی توفیق دے مسلم قوم میں اتفاق و اتحاد پیدا کرے۔ **تیسرا فائدہ**: مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار میں رلے ملے نہ رہیں بلکہ اپنے لئے علیحدہ بنا لیں ہو سکے تو اپنی بستیاں اپنا ملک علیحدہ کریں جس میں وہ بیکار ہیں کہ اس سے قوم میں قوت ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **واوحينا الى موسى واخيه ان تبوا لقومكما بمصر بيوتا واجعلوا بيوتكم قبلة واقيموا الصلوة** ہے قوم موسیٰ فرعونیوں میں رلے ملے نہ رہو اپنے محلے الگ بناؤ اپنے گھر آمنے سامنے بنا لو اس کا تجربہ بارہا ہو چکا ہے یہ فائدہ بھی **وقطعناهم في الارض** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** رمین کے ہر خطہ میں کچھ نہ کچھ یہودی پائے جاتے ہیں اور پائے جائیں گے زمین کا کوئی خطہ ان سے بالکل ہی خالی ہو گا یہ فائدہ بھی **قطعناهم في الارض** سے حاصل ہوا بعض نے فرمایا کہ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ہوا کہ یہودی ہر خطے میں رہے بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود ایک جگہ مجتمع نہ رہے متفرق رہے یہ ضروری ہوا کہ رمین کے ہر خطہ میں موجود ہوں۔ **پانچواں فائدہ** سارے اسرائیلی گروہ نہیں ہوئے بعض ان میں سے ایمان و تقویٰ پر قائم رہے آخر کار حضور اور پر ایمان لے آئے اگرچہ وہ تھوڑے تھے یہ فائدہ **منهم الصالحون** سے حاصل ہوا اگر اب کوئی شخص اسرائیلی ہو یا غیر اسرائیلی یہودی رہ کر نیک و صالح نہیں ہو سکتا کہ اب ایمان و صلاح صرف اسلام میں ہے۔ **چھٹا فائدہ** اللہ تعالیٰ نیک و بد بندوں کا امتحان فرماتا ہے اس سے گھبرانا نہیں چاہئے خواہ

میں پاس ہوا وہی فائدہ یہ **وبلونھم** سے حاصل ہوا اس کی تحقیق ہم دوسرے پارے میں **ولنبلونکم بشیء من الخوف** کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ **ساتواں فائدہ**: رب کی آزمائش صرف بلاؤں کے ذریعہ ہی نہیں ہوتی کبھی نعمتوں راحتوں آسائشوں کے ذریعہ سے بھی ہوتی ہے جو ان کو پاکر غافل نہ ہو گیا وہ مرد کامل ہے یہ فائدہ **بالحسنت والسیئات** سے حاصل ہوا بلکہ بلاؤں کے امتحان سے نعمتوں کا امتحان بہت سخت ہے بلاؤں میں اکثر اسباب متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے مگر نعمتوں میں اکثر غافل۔

ہوا خوشیدن و ہشیار شمس سہل است گر دولت ربی ہشیار نشینی مردی

شراب پی کی ہوشیار رہنا آسان ہے مگر دولت پاکر ہشیار رہنا مردانگی ہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے عیش میں خوف خدا نہ رہا

اس لئے یہاں باحسنت فرما کر پہلے ہوا کہ یہ ہی امتحان سخت تر ہے۔ **آٹھواں فائدہ**: سارے امتحانوں کا اصل مقصد رجوع الی اللہ ہے کہ بندہ رب کی طرف متوجہ رہے کبھی اس سے غافل نہ رہے یہ فائدہ **لعلھم یرجعون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہودی کبھی کسی جگہ مجتمع نہ ہوں گے بکھرے ہی رہیں گے کہ ارشاد ہوا **وقطعنھم فی الارض** مگر اب دیکھا جا رہا ہے کہ فلسطین میں دنیا بھر کے یہودی جمع ہو رہے ہیں انہوں نے وہاں اپنی ریاست قائم کر لی یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب**: اس کا اجتماع ان پر رب تعالیٰ کا دوسرا عذاب ہے، انشاء اللہ یہاں اس لئے جمع ہو رہے ہیں کہ ان کو مسلمان یہ آسانی ہلاک کر سکیں ایک وقت آوے گا جبکہ ان کا قحم دنیا سے مٹ جاوے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ان سے مسلمانوں کی سخت جنگ ہوگی جس میں یہ اس طرح مارے جائیں گے کہ اگر یہودی کسی پتھر کی آڑ میں چھپے گا تو پتھر پکارے گا کہ اے مسلمان میرے پیچھے یہودی ہے اسے مار دے یہ اجتماع انشاء اللہ اسی پیش گوئی کے پورا ہونے کی تمہید ہے۔ **دوسرا اعتراض**: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے ہر خطہ میں یہودی رہیں گے مگر دیکھا جا رہا ہے کہ بہت خطوں میں نہیں رہتے یا ستائے ہوئے ہیں یہودی نام بھی نہیں حضور انور کے زمانہ میں مکہ معظمہ تو اس کے علاقہ میں ایک یہودی نہ تھا پھر یہ آیت کریمہ کیونکر درست ہوئی۔ **جواب**: اس اعتراض کے بہت جواب ہیں آسان جواب یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ خاص طلب یہ نہیں کہ ہر خطہ زمین میں یہودی ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ لوگ ایک جگہ نہ رہیں گے بھیر دیئے جائیں گے کوئی نہیں کوئی نہیں اب تک ایسا ہی ہوتا رہا بادشاہ بھی حکومتیں بعض قوموں کو بھیر دیتی ہیں تاکہ وہ تنہا ہو کر قوت نہ پکڑ لیں ہندوستان نے مسلمانوں کو بھیر دینے میں بہت کوشش کی تارکین وطن مسلمانوں کو مختلف صوبوں میں بسا گیا۔ **تیسرا اعتراض**: نحوی قاعدے سے **منھم دون ذلک** درست نہیں کیونکہ **منھم** بھی ظرف ہے اور **دون ذلک** بھی ظرف مبتدا اور خبر دونوں ظرف نہیں ہو سکتے۔ **جواب**: یہ قاعدہ ہی غلط ہے مبتدا خبر دونوں ظرف ہو سکتے ہیں اگر ان سے معنی درست ہوں علامہ تفتازانی نے فرمایا کہ ہم نے ایسی ترکیبیں عرب میں بہت دیکھی ہیں (روح البیان) ہاں بعض نحوی لکھتے ہیں کہ ایسی صورت میں پہلے ظرف کو خبر مقدم مانو اور آخری ظرف کو مبتدا موخر مگر اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

چوتھا اعتراض: **دون ذلک** غیر، دنیا پوشیدہ کی صفت سے ہوتا ہے نہیں چاہئے تھا۔ مقدار ہو
بیٹی ہوتا ہے۔ **جواب**: **دون** سے مغایرت مطلق مراد ہیں اور ظرف ومحل فتحہ ہوتی ہے اس سے یہاں بھی
فتحہ ہی رہا۔ اس کا حال ہونا ہوئے رب ہوا۔ **لقد تقطع بینکم** یہ اس آیت میں **بینکم** فاعل
ہے **تقطع** کا فعل سے فعل نہیں رہا بلکہ یہ ہم اسم ہو گیا ہیں ہوا ہیں ہوا ہوں ہوا ہوا ہوا

www.alahazratnetwork.org

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا
کیں رسے کیا نہیں لیا گیا ان پر مضبوط وعدہ کتاب کا یہ کہ نہ کہیں اللہ تعالے پر مگر
کہ ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر
الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ
حق بات اور پڑھا ہوں نے وہ جو اسی میں ہے اور آخری جگہ بھلی ہے واسطے ان کے جو
حق اور ان سے پڑھا اور بیشک بھلا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کو
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
ڈرتے ہیں تو اس کیا نہیں سمجھتے تم
تو کیا تمہیں عقل نہیں

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق گزشتہ آیات میں اگلے اسرائیلیوں کا ذکر تھا اب اس آیت میں پچھلے اسرائیلیوں کا ذکر ہے۔ معلوم ہو کہ سارے زہریلے ہیں خواہ اگلے ہوں یا پچھلے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ گذشتہ اسرائیلیوں سے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار نہ کرنے کا عہد لیا تو انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا اور حیلہ سازیوں کے ذریعہ ہفتہ کے دن شکار کرتے ہیں اس طرح ظاہر طور پر رشوت کے ذریعہ کھاتے ہیں یہود ان کے وقتی شکار کے ذریعہ حلال کرتے ہیں کئی شکار کرتے ہیں اس کا فسادوں کا تیسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ گذشتہ اسرائیلی جب ملاتے تھے تو کہتے تھے کہ موجودہ اسرائیلی بہت ذلیل ہیں کہ بدترین گناہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر کوئی وبال نہ پڑے گا ہم بالکل بچ جائیں گے۔

تفسیر: **فخلف من بعدهم خلف** میں حرف معطوف **وقطعناهم** پر محذوف ہے یعنی فرمایا نہیں۔ **خلف** بفتحہ لام وہ ہوتا ہے جو پیچھے آیا ہو اس سے ہوتا ہے خلیفہ بنتا ہے **خلوف** سے جو کہ پیچھے آنے والوں کے لئے فرمایا جاتا ہے۔ یہاں بنائے خلوف سے ہے کہ آگے ناخلف اور نکما کہا ہے خلف میں آتے ہیں **بعدهم** میں هم ضمیر کا مرجع یا تو صالحین ہے یا اسرائیلی خلف سکون لام اور فتحہ سے دونوں صفت مشبہ ہیں خلف بمعنی پیچھے کے مگر اس میں فرق یہ ہے کہ خلف بفتحہ لام اچھے پیچھے والے کے لئے اور خلف سکون لام سے برے پیچھے والے کے لئے بولا جاتا ہے حاشیہ ہوتا ہے کہ ناخلف اولاد کے لئے بولا جاتا ہے معنی میں اس کے برعکس بھی استعمال ہوتا ہے۔ حضرت حسان فرماتے ہیں۔

شعر

لنا القدم الاولی الیک و خلفنا ۔۔۔ لا ولنا فی طاعتہ اللہ تابع

www.alahazratnetwork.org

دیکھو یہاں **خلف** نالائق جانشینی کے لئے بولا۔ یہاں شاعر کہتا ہے۔ شعر

فغب الذین یعاش فی اکنافھم و بقیت فی خلف کجلد الاجرب

یہاں **خلف**، معنی نالائق اور استعمال ہوا (ارفارن۔ معانی۔ کبیر وغیرہ) یعنی ان مذکورہ اسرائیلیوں کے بعد ان کے نالائق جانشین ہوئے **ورثوا الکتب** یہ عبارت صفت ہے خلف کی **ورثوا** ہے وراثت سے، **ارث** سے جس کے معنی ہیں کسی کے مرنے بعد اس کے مال کا مالک ہونا یہ مصدر ہے حسب کسب کا کبھی خود اس مستفاد مال کو بھی وراثت یا ارث کہہ دیتے ہیں معنی میراث یہ توارث کے لغوی معنی تھے پھر استعمال میں کسی کی چیز کا درست مالک ہو جانا بھی ارث کہا جانے لگا چنانچہ یعنی لوگ دوزخ والے کفار کا حصہ لیں گے اسے بھی ارث کہا گیا ہے **واورثنا الارض** پھر کسی کے حال یا کمال میں اس کا جانشین ہونے کو وارث کہا جاتا ہے یہاں یہ ہی تیسرے معنی مراد ہیں **الکتاب** سے مراد توریت ہے جس پر یہود ایمان رکھتے ہیں یعنی اگلے اسرائیلیوں کی موت کے بعد توریت ان کے پچھلوں کو ملی اور یہ توریت کے عالم بے عمل ہوئے امام حسن کی قراءت میں **ورثوا** ہے توریث سے ماضی مجہول یعنی وہ لوگ توریت کے وارث بنائے گئے۔ **یاخذون عرض ھذا الادنی** یہ عبارت یا تو یہ جملہ ہے یا **ورثوا** کے فاعل کا حال ہے **یاخذون** سے مراد ان کا رشوتیں لینا اور توریت سے ادنیٰ دنیوی اغراض کے عوض توریت کے مضامین بدلنا مضارع فرما کر یہ بتایا کہ ان کی یہ حرکت عادتاً ہے وہ یہ کرتے رہتے ہیں عرض سے لغوی معنی ہیں ہر وہ چیز جو قریب الفناء ہو اس کے بے بقاء ہونے سے ہے عرض مقابل جوہر کا استعمال میں عرض کے سکوں سے معنی سامان ہوتا ہے یعنی روپیہ پیسہ کے علاوہ دوسری دنیاوی چیزیں جائداد وغیرہ یعنی متاع اور عرض کے فتحہ سے ہر دنیاوی چیز خواہ روپیہ پیسہ یا اور کوئی مال (بیان و معانی) **ھذا** سے اشارہ ہے موجودہ عالم کی طرف۔ ادنیٰ صفت ہے موصوف محذوف یعنی **ایشئی** کی یہ تانیث **دنو** سے بنا ہے۔ معنی قرب یعنی قریب **الفناء یا دناءۃ** سے۔ معنی حقارت و خساست جس میں کوئی بھلائی نہ ہو اس سے مراد دنیا ہے کیونکہ دنیا قریب الفناء بھی ہے اور آخرت کے مقابلہ میں نفیس اور حقیر بھی یعنی وہ لوگ احکام توریت کے عوض دنیاوی سامان لیتے رہتے ہیں **ویقولون سیغفر لنا** یہ عبارت معطوف ہے **یاخذون** پر اس میں ان کی بد عقیدگی یعنی رب تعالیٰ پر امن کا ذکر ہے معطوف علیہ میں ان کی بد عملی یعنی توریت پر رشوت لینے کا ذکر تھا قول سے مراد یا تو دل سے سوچنا خیال کرنا یا زبانی قول جیسے جب ان کو کوئی ان کی اسی رشوت ستانی پر ملامت کرتا ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ چھوٹے سے گناہ ہیں اگر ہماری اس پر پکڑ نہ ہوگی کیونکہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں **نحن ابنؤا اللہ واحباؤہ** ہم اللہ کے بیٹے اور دوست ہیں ہم پر عذاب یا عتاب کہاں ہم تو سمندر کی طرح ہیں کہ سمندر گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہم گناہ سے گنہگار نہیں ہوتے مگر ان کی حالت یہ ہے کہ **وان یاتھم عرض مثلہ یاخذوہ** یہ عبارت حال ہے یا **یقولون** کے فاعل **ھم** سے یا **لنا** کی ضمیر سے اس میں ان کے اصرار گناہ پر توبہ نہ کرنے اور حرص دنیا کی بھی بڑی ملامت اور ان کے اس جواب کے بعد بھی ان کی حالت یہ ہے کہ اگر پھر بھی ایسی تحریف توریت اور رشوت ستانی کا موقعہ آجائے تو ہرگز نہیں چوکتے بلکہ حکم توریت بدل دیتے یا چھپا لیتے ہیں اور اس کے عوض روپیہ اور دیگر سامان لے لیتے ہیں تو بہ نہیں کرتے یہ ہے گناہ پر اصرار اور اصرار جس سے گناہ صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے چہ جائیکہ یہ رشوت ستانی تو بذات خود کبیرہ بلکہ کفر ہے **الم یؤخذ علیھم میثاق الکتب** عبارت

www.alahazratnetwork.org

نیا جملہ ہے اس میں سوال انکاری ہے اس سے اقرار کرانے کیلئے خیال رہے کہ اس فرمان حال میں **علیھم** کا متعلق **لم یؤخذ** نہیں بلکہ میثاق سے ہے۔ کیونکہ **اخذ** علی نہیں چاہتا۔ رب فرماتا ہے **واذاخذ اللہ میثاق النبیین**۔ میثاق کے معنی ہے وعدہ عہد اور میثاق میں فوق ہم تیسرے پارہ میں عرض کر چکے ہیں **الکتاب** سے مراد توریت شریف ہے یہاں توریت میں اسرائیلیوں سے عہد لیا گیا ہے مراد یہ ہے کہ ان کو تاکیدی حکم دیا جو یہودی دین اختیار کرتا تھا وہ توریت کے احکام پر عمل کرنا تھا جیسے آج جو مسلمان ہوتا ہے تو وہ احکام قرآنی احکام نبوی مانے ان پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہے وہی یہاں مراد ہے لہٰذا آیت بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں میثاق کی اضافت کتاب کی طرف فی کی ہے اصل عبارت یوں ہے میثاق اودع فی الکتاب (عہد جو کتاب میں رکھا گیا) یہ بات خیال میں رہے **الا یقولوا علی اللہ الا الحق** یہ عبارت یا تو میثاق الکتاب کا عطف بیان ہے یا اس کا بدل یا اس سے پہلے ایک جملہ پوشیدہ ہے اور یہ میثاق کے متعلق ہے یعنی **الا یقولوا** میں لا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور زائدہ بھی دونوں معنی درست ہیں حق باطل کا مقابل ہے جیسے صدق کذب کا مقابل ہے ان اور توریت شریف میں تاکیدی حکم دیا گیا تھا کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف حق بات منسوب کرنا اور توریت میں لکھا ہوا اس سے متعلق یہ کہنا رب عزوجل سے یہ فرمایا گیا تھا کہ حکم تو دے کر فرمایا اور یہ کہ توریت میں یہ ہے رب نے یہ حکم دیا ہے **درسوا ما فیہ** یہ عبارت سابق سے معطوف ہے **الا یقولوا** کا معنی اور ہو سکتا ہے کہ یہ معطوف ہو **لم یؤخذ** پر اور یہ بھی مذکورہ سوال کے ماتحت ہو سکتا ہے ہوں گے کہ یا ان لوگوں سے یہ عہد وہاں نہیں لیا گیا تھا اور یہاں لوگوں نے یہ حکم اس کتاب میں پڑھا تھا یعنی حکم دیا گیا تھا اور انہوں نے یہ حکم پڑھ بھی لیا یہ اس سے بے خبر تھے پہلے جو میں حکم کافر ہے اس میں ان کی اطلاع اور خبر کا ذکر کہ یہ لوگ احکام سے بے خبر نہیں خود اپنے یہ جان بوجھ کر جرم کر رہے ہیں۔ **والدار الاخرۃ خیر للذین یتقون** یہ جملہ سابقہ ہے جس میں رشوت خور اسرائیلیوں کی نفسانی اندیشوں کا جواب دیا گیا ہے وہ ڈرتے تھے کہ اگر ہم توریت کے صحیح احکام سنا دیں تو ہماری آمدنی اور سرداری جاتی رہے گی اس میں دار آخرۃ سے مراد ہے عالم برزخ، حشر اور محشر کے بعد کا عالم بعد کو جنت خیر صفت مشبہ ہے بمعنی اہم جملہ اس کے بعد **من الدنیا وما فیھا** پوشیدہ ہے تقویٰ سے مراد ہے برے عقیدوں برے اعمال سے بچنا تو جملے اعمال القلوب کرنا اور ممکن ہے تقویٰ سے مراد ہو تحریف اور رشوت سے بچنا کہ وہ لوگ ایسی حرکتوں کے مجرم تھے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کہ اس میں یہ معنی بھی آجاتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ غیر متقیوں کے لئے دار آخرۃ بہت ہی زیادہ خطرناک ہے اگر یہ لوگ رشوت ستانی تحریف توریت سے باز آ جائیں تو آگے ان کے لئے معیشت ہی معیشت ہے **افلا تعقلون** اس میں خطاب ان اسرائیلیوں سے ہے جس نے توریت میں مذکور عہد لیا گیا تھا اس جملہ میں عاب سے حاضر کی طرف التفات ہے کہ **یتقون** غائب کا صیغہ تھا اور **تعقلون** حاضر جمع کا یعنی اے مذکور اسرائیلیو تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ جنت باقی نعمتوں اور رحمت والے دائمی سے اچھی ہوتی ہے پھر ان حرکتوں سے باز کیوں نہیں آتے۔

خلاصہ تفسیر: اس آیت کریمہ میں گذشتہ اسرائیلیوں کے ناخلف جانشینوں کے عیب بیان ہوئے رشوت لے کر احکام توریت بدل دینا، پڑھا لکھا ہونے کے باوجود جاہلوں کی طرح معافی کی امید رکھنا، یہ گناہ معاف کر دیئے جانے کے باوجود پھر ویسا ہی جرم کرنا، اس جرم پر قائم

www.alahazratnetwork.org

رہنا کہ جب رشوت ملے لے لینا حکم شرعی ہیں ویسے ہی ہے جیسے حرام ملوثی ہے حرمی ہے نہیں بلکہ دیدہ دانستہ کرتے رہنا چنانچہ ارشاد ہے کہ جن اسرائیلیوں کو علم اور سماں کے بعد ان کے مخالف ملائق ہوئے نہیں بلور وراثت کتاب کا علم اور کتاب توریت کی حفاظت سپرد ہوئی انہوں نے یہ غضب ڈھایا کہ دنیاوی ادنیٰ مال و منافع لیتے اور حکم توریت بدلنے لگے اور جب کوئی ان کو ان کی اس حرکت پر ملامت کرتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اولاد انبیاء میں اللہ کے پیارے ہیں ہم کوئی گناہ کریں ہماری پکڑ نہ ہوگی سب کو کش دیدہ جیسے گاہم اس سمندر کی طرح ہیں جو گندگی پاخانے سے مدا ہیں ہو جاتا کوئی گناہ کریں گنہگار نہیں ہوتے۔ شریعت کے احکام اور ممانعتیں تو امت کے لیے ہیں ہم تو اولاد انبیاء ہیں پھر ان کی اصلی علیہ حال نے کہ لوگوں کی تعلیم کرنے کے بعد بھی جب انہیں رشوت ملتی ہے تو لے لیتے ہیں احکام الہیہ میں دیتے ہیں یہ ان کی جرأت پر ڈنے رہتے ہیں غور تو کر لیا ہم نے توریت میں ان لوگوں سے یہ عہد لیا تھا کہ صحیح باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کیا کریں حق بات ہی اس کی طرف سنت ایں ہو توریت میں حکم ہو وہی بیان کریں اور کیا یہ لوگ اس عہد و پیمان سے بے خبر نہیں انہیں سب کچھ معلوم ہے ان مدعیوں نے یہ سمجھا کہ حق بات کہنے سے صحیح احکام کی تبلیغ رہے ہماری چودھراہٹ ہماری کمائی میں فرق پڑ جائے گا اور یہ کہ ہمارے دوست متقی اور پرہیزگار موسموں کے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے کہ دنیا قلیل ہے آخرت کثیر اور دنیا فانی ہے آخرت باقی تو تم نے یہ بات سمجھتے کیوں نہیں ہے کچھ ہے سب کچھ بھی حاصل ہو دنیا سے باقی بہتر ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ مال کی طرح علم، علم وغیرہ بھی میراث جاری ہوتی ہے یہ فائدہ **ورثوا الکتاب** سے حاصل ہوا علماء دین کو وارث رسول جانب رسول ماننا اس خطاب کا مقصد یہ آیت کریمہ بھی ہو سکتی ہے دیکھو اس آیت میں رب تعالیٰ نے متاخرین علماء یہود کو ان کے متقدمین علماء کا وارث بتایا دوسرا فائدہ ان لوگوں کی اولاد بزرگوں کی طالب ہو ہیں کے لئے مفید ہے جو ان کے علم نہیں رکھتے یہ چیز رب کو اب میں دیکھو رب تعالیٰ نے ان وارثین علماء کو مخاطب فرمایا یہ فائدہ **خلف** فرمانے سے حاصل ہوا اسی لئے اقبال نے یہ جواب کہا ہے۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

تیسرا فائدہ مال و دولت سے آیت کی تحریف کرنا احکام شریعت بدلنا توریت کھا کے کہ اس میں رشوت سخت حرام ہے گرانی بھی کمراتوری بھی یہ فائدہ **یاخذون عرض ھذا الادنی** سے حاصل ہوا اس آیت کی تفسیر دوسری آیت ہے **ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا** ان دونوں آیتوں میں یہ مرقوم ہے۔

مسئلہ قرآن مجید پڑھ کر فروخت کرنا قرآن کی تعلیم دین تعویذ فتوی کی تحریر پر اجرت لینا جائز ہے یا ناجائز ہے حضرات علماء راشدین نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیت المال سے تنخواہیں خلافت پر مقرر فرمائیں حالانکہ خلافت اسلامیہ خصوصاً خلافت راشدہ بہترین نیکی ہے اس کی تحقیق ہم پہلے پارہ میں اس آیت **لا تشتروا بایاتی** کی تفسیر میں کر چکے ہیں یہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ **چوتھا فائدہ** حرام آمدنی ایک عارضی چیز ہے جس میں برکت نہیں

www.alahazratnetwork.org

اور اولی یعنی حقیر اور قریب الفناء بھی دیکھو رب تعالیٰ نے اسے عرض بھی فرمایا اور دنیا بھی۔ اس کے برعکس خلاں روزی اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت ہے خصوصاً جبکہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ ہو وہ دولت غیر فانی اور دائمی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **والباقیات الصالحات** اور فرماتا ہے **وما عند اللہ باق** جو خدا کرے دولت اچھی راہ سے آئے اور اچھی راہ جائے۔ **پانچواں فائدہ** مغفرت کی امید پر گناہ کرنا کفر ہے کہ یہ امید نہیں بلکہ رب تعالیٰ پر امن ہونا ہے جو نبی ہے یہ فائدہ **سیغفر لنا** سے حاصل ہوا نبی کرنا اور ڈرنا کامل ایمان ہے گناہ کرنا اور بے پروا ہو جانا خوف سے کرنا بدترین کفر ہے۔ **چھٹا فائدہ** بزرگوں کی اولاد ہونے پر فخر کرنا اور گناہ پر دلیر ہو جانا کفر ہے کہ چونکہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے یہ فائدہ بھی **سیغفر لنا** سے حاصل ہوا یہ وہی طریقہ یہود ہے جو کہتے تھے **نحن ابناء اللہ واحباءہ** ایمان و تقویٰ کے ساتھ بزرگوں کی اولاد ہونا اللہ کی رحمت ہے کفر و فجور کے لئے بزرگوں کی اولاد ہونا نافقہ کلعدم ہے قابیل اور کنعان ابن نوح کی مثالیں سامنے ہیں آج اس بیماری میں بہت سے مسلمان گرفتار ہیں رب تعالیٰ ہر خوف نصیب کرے **ساتواں فائدہ** گناہ کا ایک گناہ ہے اور گناہ پر گناہ کئے جانا یعنی اس پر اصرار کرنا قابل گناہ یہ فائدہ **وان یاتھم** سے حاصل ہوا خیال رہے کہ ہر گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے رب فرماتا ہے **ولم یصروا علی ما فعلوا** اور گناہ کبیرہ بار بار کرنے سے اکبر یعنی بہت بڑا بن جاتا ہے۔ **آٹھواں فائدہ** اسلی علم پڑھ کر مسلمان ہوتے ہی اسلام کے سارے احکام کا پابند ہو جاتا ہے اور اس پابندی کا رب تعالیٰ سے عہد و پیماں کر لیتا ہے پھر وہ عہد توڑنا بد عہدی ہے یہ فائدہ **ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق** سے حاصل ہوا۔ **دسواں فائدہ** عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے سخت تر ہے کہ جاہل اپنی بے خبری کی وجہ سے شدید چھٹکارا پا جائے مگر عالم کیا عذر کرے گا نیز عالم گناہ کر کے اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے جاہل ملوم ہوتا ہے تیرہ عمل عالم دوسروں کو بھی بد عمل بنا دیتا ہے کہ اس کے مقتدیوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ فائدہ **ودرسوا** سے حاصل ہوا۔ **گیارہواں فائدہ** آخرت مومن متقی کے لئے دنیا سے بہتر ہے وہاں اس کے لئے راحت ابدی ہے اور کافر و بد کار کے لئے کہیں بدتر ہے کہ وہاں اس کے لئے عذاب دائمی ہے یہ فائدہ **خیر للذین یتقون** سے حاصل ہوا اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ **بارہواں فائدہ** جو عقل ہیں نہ سمجھے خدا تک نہ پہنچے وہ عقل کا بڑا مقصد اللہ رسول کو اس کے درجہ بتایا ہے یہ فائدہ **افلا تعقلون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض میراث قریب ہی ہوتی ہے وہ بھی میت کے خاص قرابتداروں کو ملتی ہے مگر یہاں کتاب کو میراث فرمایا یہ اور یہ میراث گذشتہ عالموں کی طرف سے پچھلوں کو دے جانے کا ذکر فرمایا یہ کیونکر درست ہوا۔ **جواب** یہ غلط ہے بلکہ مال کے علاوہ کمال، کمال، احوال، علم، پیروی بھی میراث ہوتی ہے ہی میراث حسبی قرابت داروں کو ملتی ہے باقی میراثیں دینی روحانی قرابتداروں کو ملتی ہیں اگرچہ وہ نسبی بالکل اجنبی ہو الحمد للہ خیر میں ہر مومن حضور انور کا وارث اور علم میں ہر عالم میں حضور انور کا وارث ہے پچھلے سرائیلی اگلوں کے دینی روحی قرابت دار تھے **حسبا** قریبی ہوں یہ ہوں اس لئے وہ نسبی وارث بنے۔ **دوسرا اعتراض** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کتب اللہ پر دیوی بیل حرام ہے دیکھو اسرائیلیوں کی بے ایمانی کے سلسلے میں ذکر ہوا **یاخذون** رشوت بھی علماء قرآن پڑھانے نماز پڑھانے تعویذ دم پر اجرتیں لیتے ہیں وہ سب بھی مجرم ہوئے

www.alahazratnetwork.org

چاہیں۔ جواب اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ وہ وقت توبہ کے بعد کا تھا اس کے احکام جیسے کہ معلوم ہو چکے تھے یہ دونوں علماء ہم نے تو اس پر معلوم ہونا بھی حرام تھا اس کی تفسیر وہ آیت ہے **یحرفون الکلم عن مواضعہ** الحمد للہ آج علماء ہیں یہ کام نہ کریں گے ان شاء اللہ کریں گے ان مذکورہ خدمات تعلیم وغیرہ پر حضرت دنیا ایسا ہی ہے جیسے قرآن مجید لکھنے چھاپنے پر حضرت دنیا قرآن مجید کی جو حضرت نے تیسرا اعتراض جملہ تعالیٰ سے معافی و بخشش کی امید رکھنا ہے مگر اس آیت میں اسے گناہ قرار دیا کہ اسرائیلیوں کے گناہوں کے سلسلے میں اس آیت **ویقولون سیغفر لنا** اس کی یہی وجہ ہے۔ جواب اگر بھول سے گناہ ہو جائے پھر بخشش کی امید پر توبہ کی جائے تو یہ عبادت ہے قرآن ہم اس کی تصریح فرماتا ہے **انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب** مغفرت کی امید پر گناہ کرنا کہ شراب پی لیں اللہ بخش دے گا یہ کفر ہے کہ اس میں دین کا مذاق اڑانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہنسی۔ چوتھا اعتراض **یاتھم عرض مثلہ** سے یہی ہے۔ جواب یہاں مثلہ میں حرام ہونے میں شبہ ہے نہ کہ مقدار مال میں یعنی اس سوال و جواب کے بعد اگر پھر بھی اسی طرح حرام رشوت کمال ان کے پاس آئے تو پھر تب اللہ لوگوں کو اس پھر مال دوں پر لیتے ہیں یعنی وہ حرام ہیں گناہ کے ہوئے ہیں گویا ان قربانیوں میں کے ہوئے گناہ قائم رہے۔ پانچواں اعتراض یہاں ارشاد ہوا کہ دار آخرت متقیوں کے لئے بہتر تو یا متقیوں کے لئے بہتر نہیں ان کے لئے تو زیادہ آخرت دونوں ہی کے لئے ہیں **ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ** پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ جواب اس کا مطلب یہ ہے کہ متقیوں کے لئے آخرت دنیا سے اچھی ہے اس لئے کہ دار العمل ہے اور آخرت اس سے بھی اچھی ہے کہ وہ دار الجزاء ہے یعنی کھیت ہوئے اس کی خدمت کی جگہ ہے اور پھل لینے کا زمانہ اس کی جگہ آخرت ہے اللہ تعالیٰ عیب کرے۔

تفسیر صوفیہ خوش نصیب آدمی معمولی حقیر چیز سے بڑا فائدہ حاصل کر لیتا ہے عقل مند کسان گندے کوڑے کو کھیت میں ڈال کر اسے زبردست بنا دیتا ہے مگر بد نصیب بے وقوف اعلیٰ چیز سے بھی بڑا نقصان ہی اٹھاتا ہے اللہ کی آیتوں سے معنی نہیں نکالتا بلکہ اس میں اپنی زندگی برباد کر دیتا ہے تورات شریف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پہلی شاندار کتاب تھی۔ موسیٰ علیہ السلام علیم اور پہلے صاحب کتاب نبی اس تورات کے ذریعہ بہت سے خوش نصیب لوگ نبی یا ولی بنائے گئے۔ بہت سے بد نصیب لوگ جن کا ذکر اس آیت میں ہے اسی تورات سے بدبختی کی راہ لی۔ اس کتاب کے ذریعہ سچ اللہ تعالیٰ کی شان عظمت سے ناواقف رہے اللہ کی پاک کتاب پر پھول کی طرح اس کی عظمت کو دیکھ کر سجدہ کرنے پر ذلیل ہو گئے۔ اس سے دنیا بھی خراب ہوئی آخرت بھی۔ موسیٰ صاحب رضی اللہ عنہ کو ذلیل و حقیر حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ شعر

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

www.alahazratnetwork.org

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ

اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو اور قائم کی انہوں نے نماز ہم نہیں ضائع کرتے

اور وہ جو کتاب کو مضبوط تھامتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہم بگاڑنے والے نہیں

الْمُصْلِحِيْنَ ۝ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ

نیک کاروں کا اور جبکہ ہم نے اوپر کیا پہاڑ اوپر ان کے گویا وہ سائبان ہے اور گمان

نیکوں کا اور جب ہم نے پہاڑ اوپر اٹھایا گویا وہ سائبان ہے اور سمجھے کہ ان پر گرے گا وہ جو ہم

وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

کہ انہیں پر گرنے والا ہے پکڑو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار ہو

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں ان بدنصیب اسرائیلیوں کی سزا کا ذکر ہوا جنہوں نے توریت شریف ضائع کردی اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا دوست کے لئے کتاب میں تحریف کی اب ان خوش نصیب بنی اسرائیل کا ذکر ہے جنہوں نے توریت شریف سے صحیح فائدہ اٹھایا اسے ضائع نہ کیا اسے سنبھالا جیسے سیدنا عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کے ضد سے بچ جاتی ہے گویا مجرموں کے بعد مخلصوں کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں ان اسرائیلیوں کا ذکر تھا جنہوں نے اپنی کتاب توریت بگاڑی اب امت محمدیہ کا ذکر ہے جنہوں نے قرآن مجید کو سنبھالا اور اسے خدا رسی کا ذریعہ بنایا جیسا کہ اس آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوگا انشاء اللہ۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں ان اسرائیلیوں کا ذکر تھا جنہوں نے توریت کو دنیاداری کا ذریعہ بنایا اب ان کا ذکر ہے جنہوں نے اس توریت کو مصطفےٰ رسی کا ذریعہ بنایا۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ اسرائیلیوں نے توریت کو سنبھالا نہیں اب دوسری آیت میں ذکر ہے کہ انہوں نے جو خوشی قبول ہی نہیں یا نہیں جو انہوں نے منوائی تھی۔ گویا بقایات کے بعد عطایات کا ذکر ہے تاکہ پتہ لگے کہ جس چیز کو خوشی قبول میں یہ لوگ اس کی قدر بھی نہیں ہوتی۔ **پانچواں فائدہ:** پچھلی آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ متقی پرہیزگاروں سے آخرت بنتی ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ متقی وہ ہے جو اللہ کی کتاب مضبوطی سے پکڑے کتاب اللہ کے بغیر کسی ذریعہ سے متقی نہیں بن سکتے گویا پہلے بتایا کہ آخرت کی بھلائی کا مستحق کون ہے جو متقی ہو۔ اب بتایا جارہا ہے کہ متقی کون ہے وہ جو کتاب الٰہی کو مضبوط تھامے نماز قائم کرے وغیرہ۔

شان نزول یہ پچھلی آیت اس علاقہ کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے نہ قرآن لیا نہ توریت شریف میں تحریف کی بلکہ صحیح معنی میں یہودیت پر قائم رہے اور حضور انور کا زمانہ پایا توریت شریف کی روشنی میں حضور پر ایمان لے آئے جیسے بعد ہجرت حضرت عبداللہ بن سلام ان کے ساتھی نور رسالت کی روشنی میں حضرت کعب احبار ان کے ساتھ رضی اللہ عنہم اجمعین

www.alahazratnetwork.org

(تفسیر خازن)۔

تفسیر **والذین یمسکون بالکتب** ظاہر یہ ہے کہ یہ عورت یا جملہ سے اس کا واو ابتدائیہ ہے اور **الذین یمسکون** مبتداء ہے اس کی خبر پوشیدہ ہے **لا نضیع اجرھم** اور **انا لا نضیع** اس خبر کی علت ہے مگر بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ عبارت معطوف ہے **للذین یتقون** پر لہٰذا اس کا واو عاطفہ ہے۔ اس صورت میں **الذین** جر کی حالت ہے اور **للذین یتقون** کی تفسیر ہے عام مفسرین فرماتے ہیں کہ اس **الذین** سے مراد خاص یہود ہیں جو اصلی یہودیت پر قائم رہے اور کتاب سے مراد توریت شریف ہے مگر عطاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی امت ہے اور **الکتاب** سے مراد قرآن مجید ہے رب تعالیٰ نے یہود پر مسلمانوں کی فوقیت دکھائی ہے مگر پہلی تفسیر قوی ہے کہ پچھلی آیت میں بھی اسرائیلیوں ہی کا ذکر تھا اور اگلی آیت میں بھی انہیں کا ذکر آرہا ہے (روح المعانی) ہماری قراۃ میں **یمسکون** سین کے شد سے ہے باب تفعیل سے مگر ابو عمرو کی قراۃ میں **یمسکون** باب فعل سے ہے اور حضرت ابن مسعود کی قراۃ میں **استمسکوا** ہے باب استفعال کا ماضی اور ابی ابن کعب کی قراۃ میں مسکوا ہے حمد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں امساک باب فعل سے بمعنی تھامنا ہی آیا ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے **فامساک بمعروف** اور **امسک علیک زوجک** اور **فکلوا مما امسکن علیکم** مگر ظاہر ہے **یمسکون** باب تفعیل سے ہے تو اس میں ایسا مبالغہ ہوگا جو باب افعال میں نہیں۔ معنی ہوں گے جو خوب مضبوطی سے کتاب کو پکڑے رہتے ہیں عقائد و اعمال اس کے مطابق اختیار کرتے ہیں رشوت لے کر اس میں تحریف نہیں کرتے اپنے کو کتاب کے سانچے میں ڈھالتے ہیں کتاب کو اپنی رائے و عقل کے سانچے میں نہیں ڈھالتے اس کی اس حالت کا دوام بتانے کے لئے مضارع ارشاد ہوا (از تفسیر کبیر، روح المعانی) **واقاموا الصلوۃ** یہ عبارت معطوف ہے **یمسکون** پر اگرچہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے میں نماز کی پابندی بھی آگئی تھی مگر چونکہ تمام سارے اسلامی ارکان میں اہم ترین حکم ہے جو نماز قائم کرے وہ دین کو سنبھال لیتا ہے اس وجہ سے نماز کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ دیا چونکہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا ہر وقت ہوتے جاگتے چلتے پھرتے بلکہ جیتے مرتے ضروری ہے اور نماز مقررہ اوقات میں پڑھی جاتی ہے اس لئے وہاں **یمسکون** مضارع ارشاد ہوا یہاں **اقاموا** ماضی ارشاد ہوا نماز پڑھنے اور قائم کرنے کا بہت فرق ہم شروع سورہ بقر **یقیمون الصلوۃ** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں اگر **الذین** سے مراد بنی اسرائیل ہیں تو یہاں **الصلوۃ** سے مراد نماز موسوی ہے اور اگر وہاں اس سے مراد مسلمان ہیں تو یہاں **الصلوۃ** سے مراد اسلامی نماز ہے **انا لا نضیع اجر المصلحین** یہ فرمان باری تعالیٰ **والذین یمسکون** کی خبر ہے **المصلحین** سے بعد **منھم** پوشیدہ ہے جس کا تعلق مبتدا سے قائم ہے یہ **المصلحین** کا اسم ہو کا کلام سے رہا ہے یا یہ خبر نہیں بلکہ پوشیدہ خبر کی وجہ ہے (روح المعانی) مصلحین سے مراد ہیں اپنے عقیدے اپنے معاملات اپنی عبادات صحیح رکھنے والے کہ کامل مصلحین وہی ہیں **واذ نتقنا الجبل فوقھم** یہ فرمان خاص یا جملہ سے اس کا واو ابتدائیہ ہے واؤ کے بعد **اذکروا** پوشیدہ ہے **نتقنا** **نتق** سے **نتق** کے معنی ہیں اکھیڑنا ہلانا۔ محاورہ میں آخری معنی میں ہے **نتق** کے معنی ہیں اٹھانا بعض نے فرمایا۔ معنی اکھیڑنا ہیں بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں اکھیڑ کر اٹھانا (از تفسیر کبیر و معانی وغیرہ) مگر قوی یہی ہے کہ معنی اٹھانا ہے پہاڑ

www.alahazratnetwork.org

مراد طور پہاڑ ہے بعض حضرات نے مختلف پہاڑ مراد لئے مگر صحیح یہی ہے کہ طور پہاڑ مراد ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے **ورفعنا فوقهم الطور** اس آیت ۔۔۔ **نتق** کے معنی اوپر کی طرف کھینچنا فرمائی **فوقهم** بھی یہی بتا رہا ہے کہ **نتق** معنی اٹھانا ہے **کانه ظلة** یہ عبارت متعلق ہے **نتقنا** کے **ظلة** بنا ہے **ظل** سے معنی سایہ **ظلة** سائبان شامیانہ یعنی جیسے سائبان ساری قوم پر ہوتا ہے لوگوں سے قریب ہوتا ہے یوں ہی طور پہاڑ اس سب پر چھایا ہوا وہ بادل کی طرح زیادہ پھیلا تھا بلکہ اس نے لوگوں سے قریب تھا شامیانہ کی طرح یہ دو باتیں بتانے کے لئے سائبان سے تشبیہ دی گئی۔ یاد رہے کہ چھت شامیانہ جیسے سب **ظلة** ہیں یعنی سایہ کرنے والی چیز **وظنوا انه واقع بهم** یہ عبارت معطوف ہے **نتقنا** پر اس کے وہ حاصل ہے اور **ظن** معنی یقین ہے کہ معنی مکمل یاد ہم **بهم** میں ب۔ معنی علی ہے یعنی انہیں یقین ہو گیا کہ پہاڑ ان پر گر جاوے گا اور وہ سب مر جائیں گے کیونکہ اتنی وزنی چیز بھیر کسی پر رکھے ہوئے بغیر کسی سے لگے ہوئے یعنی ٹھہر سکتی ہے فضا اسے سنبھال نہیں سکتی۔ **خذوا ما اتيناكم بقوة** یہاں **خذوا** سے پہلے **قلنا** پوشیدہ ہے یعنی ہم نے ان اسرائیلیوں سے فرمایا یہ تو فرشتوں کی زبان پر موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر **خذوا** کے معنی ہیں میں یعنی قوی ہو **ما** سے مراد ہے تورات شریف چونکہ کتاب الٰہی کی معرفت امت ہی کو دی جاتی ہے اس سے یہ عمل کرانا مقصود ہوتا ہے اس لئے **اتيناكم** فرمایا اور دوسری جگہ **واتينا موسى الكتب** فرمایا درست ہے ان دونوں میں کوئی اختلاف یا تعارض نہیں۔ **بقوة** کا تعلق **خذوا** سے ہے یعنی اس کتاب کو اپنی طاقت و قوت سے پکڑو اس کے سخت احکام پر عمل کرو۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو تورات شریف پہلی بار دکھائی اور سنائی تو ان لوگوں نے ماننے اور عمل کرنے سے انکار کر دیا ان پر چالیس بہت اور سخت احکام آگئے جس سے وہ گھبرا گئے تب انہیں منوانے کے لئے یہ عمل کیا یہ واقعہ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے **واذكروا ما فيه** یہ عبارت معطوف ہے **خذوا** پر ذکر سے مراد ہے یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے **ما** سے مراد سارے احکام ہیں عقائد کے ہوں یا اعمال کے **فيه** ای فی الکتاب کی طرف ہے یعنی جو احکام سخت ہوں یا نرم اس کتاب میں وہ سارے کے سارے یاد رکھو ان پر عمل کرو **لعلكم تتقون** یہ فرمایا **خذوا** اور **اذكروا** کی وجہ ہے یا مقصد عمل بندوں کے لحاظ سے معنی شاید ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کی نسبت سے معنی تاکہ۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا بھی ہیں اور بچنا بھی یہاں معنی بچنا ہے اس کا معنوں پوشیدہ ہے یعنی تم عمل دوزخ سے یا اپنی اپنی خصلتوں بد عقیدگیوں سے بچ جاؤ یہ ہو کہ تورات پر عمل تقویٰ و پرہیزگاری کی اصل ہے۔

خلاصہ تفسیر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس پہلی آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک وہ کہ یہ آیت مسلمانوں کی تعریف و توصیف میں ہو دوسرے وہ کہ یہ اصل یہود پر قائم رہنے والے اسرائیلیوں کے متعلق ہو دوسری بات قوی ہے ہم اس تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں اب تک جن اسرائیلیوں پر عذاب ہوا یہ وہ تھے جنہوں نے تورات میں تبدیلی کی اس پر شامل نہیں۔ مگر وہ اسرائیلی جو تورات شریف کو مضبوطی سے تھامے رہے اس کے بتائے ہوئے عقائد و اعمال اختیار کئے رہے ان کے دل میں جو نماز تھی اسے صحیح طور پر ہمیشہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کی آخر الزماں پر ایمان لے آئے ہم ان سب کو ثواب ضرور دیں گے کیونکہ ہم کریم ہیں رحیم ہیں کسی کا اجر و ثواب برباد ضائع نہیں کیا کرتے جو کچھ حالات عام اسرائیلیوں سے ہم نے

www.alahazratnetwork.org

سنے یہ تو بعد کے ہیں انہوں نے ابتداء میں ہی سرکشی کی تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام توریت لائے اور انہوں نے ہمارے اسرائیلیوں کو سنائی تو وہ کہنے لگے کہ **سمعنا وعصینا** ہم نے سن تو لی مگر عمل نہ کریں گے تب ہم نے ان پر طور پہاڑ اپنی جگہ سے اکھیڑ کر ان کے سروں پر لا کھڑا کیا جو شامیانہ کی طرح ہمارے لوگوں پر چھایا اور ان کے سروں سے قریب ہو گیا انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہم پر گرا ہی جاتا ہے پھر ہم نے ان سے کہا کہ جو احکام تم کو دیئے جا رہے ہیں انہیں خوب مضبوطی سے قبول کرو اور اس کتاب میں جو کچھ ہے اسے یاد رکھو عمل کرو تاکہ تم متقی پرہیزگار ہو۔

لطیفہ: جب طور پہاڑ ان لوگوں پر معلق کیا گیا تو یہ لوگ اظہار اطاعت کے لئے سجدہ میں گر گئے اور یہ کہا کہ مولیٰ ہم نے سب کچھ قبول کر لیا مگر سجدہ والے رخسارہ پر کیا تاکہ پہاڑ کی طرف رکھی کہ کہیں ہم پر گر نہ جائے اب بھی یہود یہاں رخسارہ ہی سجدہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کو اسی طرح کے سجدے نے پہاڑ سے بچایا تھا سب کا سجدہ پیشانی پر ہوتا ہے مگر یہود کا سجدہ رخسار پر (تفسیر کبیر)

فائدے: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ**: ہدایاتی کلا ذریعہ کتاب اللہ کو ماننا اس پر عمل کرنا ہے اس کے بغیر کتنی ہی بیاں رہے وہ محض بیکار ہے یہ فائدہ **والذین یمسکون** سے حاصل ہوا دیکھو اس آیت میں پہلے فرمایا **یمسکون بالکتاب** پھر فرمایا **واقاموا الصلوۃ** دوسرا فائدہ: جب تک توریت و انجیل منسوخ نہیں ہوئی تھیں تب تک ان کو مضبوطی سے پکڑنا ان پر عمل کرنا ہدایت تھی اب ان پر عمل گمراہی ہے مثلاً انجیل میں شراب حلال کی گئی تھی اب جو اسے حلال جانے کافر ہے ہاں ان کے عقائد کے غیر منسوخ اعمال پر اب عمل ہو مگر اس لئے کہ یہ قرآن کے احکام ہیں دیکھو توریت و انجیل میں حضور انور پر ایمان لانے کا حکم تھا اس حکم پر اب بھی عمل واجب ہے قرآن کریم نے بھی یہی حکم دیا **آمنوا باللہ ورسولہ** یہ فائدہ بھی **یمسکون بالکتاب** سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر۔ **تیسرا فائدہ**: قرآن مجید تاقیامت لائق عمل ہے ہر شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنا دستور العمل بنائے یہ فائدہ الکتاب کی دوسری تعریف سے حاصل ہوا جبکہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہو۔ **چوتھا فائدہ**: تمام دینی کاموں میں مداومت اہم چیز ہے یہ فائدہ **اقاموا الصلوۃ** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے یہ **یمسکون بالکتاب** کے ساتھ یہاں فرمایا مگر خیال رہے کہ نماز پڑھنا کمال نہیں بلکہ نماز قائم کرنے کا حکم ہوا۔ **پانچواں فائدہ**: مسلمان کو چاہئے کہ کسی نیکی کے بجا لانے سے ضائع ہونے کا خیال نہ کرے کہ رب نے ضائع نہ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس وعدے سے پہلے ہیں وعدہ خلافی لازم ہے یہ فائدہ **انا لا نضیع** فرمانے سے حاصل ہوا خیال رہے کہ نیکیوں کا ضائع ہونا ان کی اپنی غلطی سے ہوتا ہے رب فرماتا ہے **ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون**۔ **چھٹا فائدہ**: عاملین کار کے لیے اعمال صالحہ دیکھ ہیں ان میں قومیت کے چل چلاؤ نہیں ملتے کہ اس پر ٹوٹ پڑے یہ فائدہ **اجر المصلحین** سے حاصل ہوا کہ صالح کرنے کے لئے مصلحین کی قید لگائی رب فرماتا ہے **وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا**۔ **ساتواں فائدہ**: جزا ملنی ہوئی قبول کی ہوئی چیز کا ملنا ان میں سے ملنی ہوئی چیز کا ملنا ہے دیکھو مسلمانوں نے قرآن ہی سے مانا کہ رب تعالیٰ اب تک سنا رہے ہیں اور انشاء اللہ مانتے قبول کرتے رہیں گے بنی اسرائیل نے توریت ہی کر مانی تھی بہت جلد اسے چھوڑ بیٹھے یہ فائدہ **واذ نتقنا** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ**: اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ

پہاڑ کو اس کی جگہ سے عبرت سے اٹھائے اور پھر وہاں ہی قائم کردے۔ معلوم یہ فائدہ بھی **واذ نتقنا الجبل** سے حاصل ہوا۔ لہٰذا احسور کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ ہونے کے پہاڑ چلیں یہ بھی درست ہے۔ حصور علیہ السلام فرمان پر درست چل کر آئے اس تمام احادیث کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ **نواں فائدہ** قرآن مجید کا تیئس سال میں آہستگی سے نازل فرمانا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس سے مسلمانوں کو سارے احکام پر عمل کرنا آسان ہو سارے احکام پر عمل سے انکار کرنے کی یہ وجہ نہ تھی کہ اس پر یکدم سارے احکام آگئے یہ فائدہ بھی **واذ نتقنا الجبل** سے حاصل ہوا۔ **دسواں فائدہ** کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا اس کو یاد رکھنا اس پر عمل کرنا پرہیزگاری اور بچنے کا ذریعہ ہے یہ فائدہ **لعلکم تتقون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے کی ساری عبادات آگئیں پھر اس کے بعد **اقاموا الصلوٰۃ** کیوں فرمایا نماز تو وہ میں مذکور نہ تھی۔ **جواب** نماز ذکر علیحدہ یا تو اس لئے کیا گیا کہ نماز سارے شرعی احکام میں اہم ہے کہ یہ ہے آسان تکرر نفس پر زیادہ گراں ہے رب فرماتا ہے **وانہا لکبیرۃ** یا اس لئے کہ عمل کی پابندی ساری عبادات معاملات سے آسان تر دیتی ہے چونکہ سب قوت کو مضبوطی سے پکڑنا مشکل کام تھا اس لئے فرمایا کہ نماز قائم کرو تاکہ تم پر یہ مشکل آسان ہو جائے۔ **دوسرا اعتراض** یہاں **یمسکون** مضارع ارشاد ہوا اور **اقاموا** ماضی اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ **جواب** یہ ہے اس لئے تاکہ معلوم ہو کہ کتاب اللہ کو مضبوط تھامنا ہر وقت ضروری ہے اور نماز کو اگر کبھی کبھی کبھی

www.alahazratnetwork.org

اشارہ تھا کہ توریت سے مدد لو یہ تمہارے قابل عمل رہیں گے ان میں ترمیم تحریف نہ ہوئی انہیں خوب مضبوطی سے پکڑنا کہ ان میں سے بہت سی چیزیں تم نے چھپا رکھی ہیں ان کے ظاہر کرنے کی بہت تاکید فرمائی کہ کلام الٰہی سے علماء یہود نے بہت کچھ چھپا رکھا تھا کہ ان کی خرمستیاں توریت کی فرمائشوں میں حائل تھیں۔ ان کی بہت سی تحریفیں بھی یہاں ترتیب دی۔

تفسیر صوفیانہ کتاب الٰہی کو دیکھنا اور اسے پڑھنا پڑھانا اور اسے چھونا اور اسے پکڑنا اور مگر مضبوط پکڑنا کچھ اور ہی چیز ہے عمل اور حد ہے مضبوط پکڑنے کی عام طور پر جس چیز کو سخت مضبوط پکڑا ہوتا ہے تو سخت سے پکڑتے ہیں مگر وہ حالی اور ہلکی چیز کو مضبوط پکڑا ہوتا ہے تو نرمی سے پکڑتے ہیں۔ اسی طرح عمل کے بارے میں فرمایا کہ اس کو سخت سے بلکہ محبت سے خلوص دل سے مضبوط ہوتی ہے عشق و محبت والی اطاعت قوی اس سے یہاں **یمسکون** فرمایا یہ ان حال نمازوں کے لئے ہے صرف جسم سے ادا کی نمازیں پڑھنے والوں کے خشوع و خضوع کے ساتھ اور دل سے نماز قائم کرنے والوں نے نماز قائم کی تو چھت قائم ستون اگر کر گیا چھت جیسے رہے۔ شعر

خانہ دیں ویراں راز خدا ۔۔۔ ستوں نماز ۔۔۔ بنا

ہے ستوں باقی جائے ۔۔۔ خدا دیں حق ۔۔۔ ہے

صوفیاء کے روشن مصلح وہ ہے جو قول افعل عمل عقیدہ خواہ اس کا ذکر فیہ وسب کو اس طرح درست کرے کہ وہ الٰہی فیض ربانی قبول کرنے کے قابل ہو جائے، شوارع علیہ اصلح ہے اصلاح آنی قابلیت صلاحیت کے حد کمال حاصل ہو سکتا ہے جب وہ گرم ہو کر نرم ہو صلاحیت پانے والا ہے تو چاہو بناؤ اس صلاحیت و قابلیت کے لئے نکاح شیخ کامل ضروری ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو یا تو خوف سے مانا جاتا ہے یا ذوق سے یا شوق سے خوف سے ماننا ناقص ہے نہ خوف جائے میں ماننا بھی ختم ہو جائے گا مگر ذوق یا شوق سے ماننا کامل ہے اس کے لئے تمام مسلمانوں نے قرآن مجید ذوق یا شوق سے پڑھا اور اس پر قائم رہے بنی اسرائیل نے ماننا خوف سے اس لئے وہ توریت کو چھوڑ بیٹھے بلکہ اگلا بیٹھے اللہ تعالیٰ ذوق و شوق نصیب کرے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ

اور جب میں رب نے تمہارے آدم کی اولاد سے ان کی پیٹھوں سے ان کی ذریت اور گواہ بنا

اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ

ان کو اوپر جانوں سے ان کے کہ نہیں ہوں میں رب تمہارا وہ بولے ہاں گواہ ہے ہم کہ کہو تم دن قیامت کے

خود ان پر گواہ کیا کیا یہ تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے

اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

کہ ہمیں تجھے ہم اس سے بے خبر تھے۔

دن کہو کہ نہیں اس کی خبر نہ تھی۔

www.alahazratnetwork.org

تعلق اس آیت اور اس کے پچھلی آیت سے چند طرح متعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں اس عہد و پیماں کا ذکر ہے جو اسرائیل سے عطاء توراۃ کے وقت جبراً "میثاق" پہاڑ اٹھا کر اب اس عہد و پیماں کا ذکر ہے جو سارے انسانوں سے بخوشی لیا گیا تھا یعنی میثاق کے دن گویا خاص اور جبری عہد و پیماں کے بعد عام اور خوشی والے عہد کا ذکر ہے۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں بنی اسرائیل پر حجت قائم کی گئی تھی کہ انہوں نے عہد و پیماں ہم سے کئے پھر انہیں توڑ کر عذاب کے مستحق ہوئے اب اس آیت میں سارے انسانوں پر حجت قائم فرمائی گئی ہے کہ تم سب ہم سے عہد و پیماں کر گئے ہو اگر اس کی خلاف ورزی کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ تیسرا **تعلق** پچھلی آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی تھی جو کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھامیں اور نماز قائم کریں اب اس تعریف کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ وہ وفاء عہد میں ان لوگوں نے میثاق والا عہد پورا کیا۔ چوتھا **تعلق** پچھلی آیت میں حضور علیہ السلام کی نبوت آپ سے علم غیب سے ثابت کی گئی کہ بنی اسرائیل کا ابتدائی واقعہ توراۃ ملنے اور ان کے انکار کرنے پھر پہاڑ اکھیڑے جانے کا بیان فرمانا اس سے معلوم ہوا کہ جو باتیں بنی اسرائیل نے چھپائی تھیں وہ حضور انور پر روشن ہیں اب اس آیت میں اس سے بھی بڑھ کر حضور کا علم غیب بیان ہو رہا ہے کہ حضور انور پر انسان کی اول پیدائش سے وقت کے واقعات پوشیدہ نہیں کہ جو میثاق سے دن رہے عہد و پیماں یہ وہ بھی حضور انور سے مخفی نہیں گویا حضور انور کا یہ معجزہ بیان فرمانے کے بعد دوسرا عجیب تر معجزہ بیان ہو رہا ہے۔ غرض نبی علیہ السلام کی ابتداء اتنی ظاہر ہے اس پر بنی اسرائیل کی انتہاء اتنی چھپ سکتی ہے (تفسیر صاوی)۔

تفسیر واذاخذربک قوی یہ ہے کہ یہ عہد نیا ہے لہٰذا اس کا واؤ ابتدائیہ ہے اور یہ **اذکر** پوشیدہ کا معمول ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ معطوف ہے **واذنتقنا الجبل** پر لہٰذا واؤ عاطفہ ہے مگر پہلی بات ظاہر ہے (معالم) اگر یہ **اذنتقنا** پر معطوف ہے تو یہی اسرائیل پر دوسرا الزام ہے کہ انہوں نے میثاق کے دن ہم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل حاضر ہوں تو عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مان بیٹھے جیسے کہ توراۃ سے عہد کر کے اسے توڑ بیٹھے **اذکر** کا معمول **بعہد** یعنی اے محبوب ان لوگوں سے اس وقت کا ذکر فرما دیں رہے کہ یہاں **اخذ** ماضی ہوا اخبر یا مضارع ہو تاکہ اس عہد و پیماں کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے کہ اس **اخذ** میں انسان کی اشرفیت اس کے خاص چنے جانے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ حالت ایسے کے لائق ہے اس لئے اس کے ساتھ **ربک** ارشاد ہوا تاکہ حضور انور کی عظمت بھی اشارہ معلوم ہو کہ ہم نے لوگوں سے یہ عہد و پیماں اس شان سے لیا کہ ہم اے محبوب تمہارے رب ہیں وہ مجھے اس طرح جانیں مانیں پہچانیں کہ میں رب محمد ہوں (روح المعانی) گویا اس عہد میں نبی الوہیت کے ساتھ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے اقرار کا بھی ذکر ہے **من بنی آدم** یہ عبارت **اخذ** متعلق ہے یا آدم سے مراد انسان ہے یعنی بشر انسان آدم کی طرف سے آدم بھی انسان کا نام ہے یا آدم سے مراد آدم علیہ السلام بھی داخل ہیں کیونکہ پہلے تو اسی کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی پھر اولاد کی پشت سے اولاد اسی طرح قیامت تک (تفسیر صاوی وغیرہ) **من ظہورھم** یہ عبارت **من بنی آدم** سے بدل بعض سے ظہور جمع ہے ظہر کی معنی پشت (پیٹھ) اپنے ابا "باپ کی پیٹھ میں رہتا ہے پھر وہاں سے منتقل ہو کر ماں کے پیٹ میں پھر وہاں سے منتقل ہو کر تمام کو

www.ahazratnetwork.org

باپ کی پیٹھوں سے نکالا یا قدرت سے ماں کے پیٹ سے اس کے حضور فرمادیا **ھم** ہم ہوئے نہیں سب کی جان میں
اس فرمان عالی نے انہیں علیہ السلام سے مستفسی ہیں یہ حضرت آدم کو ملتا ہے کریم سے پیدا کیا ہاں کی
راستے سے واپس لیا۔ حدیث شریف میں ہے اس سے دو سال پہلے ہوئے ہیں جو پیدا ہوئے ہیں ان سب سے
ان کی شادی سے ہوئی ہے۔ نبی علیہ السلام ہیں جس کے لوگ سے ہوئی ہے ان سے لاکھ سے ہوئی تھی ان کی ہے
روح البیان وغیرہا) **ذریتھم** یہ اجمالہ ضمیروں ہے **ذریت** سے مفتی بعض سے بیان سے
وہ ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ میثاق سے ان چھوٹی چیونٹی کی مثل طاقتوں تھی ان میں کر سے ہیں سے داخل ہیں۔ خیال
رہے کہ فقط روحیں نہیں نکالی گئیں بلکہ جسم بھی بقدر ہیئت میں لوہا ہوتا ہے کہ روحوں کو اس سے میں چلا
جائے پر عالم ارواح سے کہ یاد کی جاتی ہے اس میں لوہا **جبر لایتغیری** کا گیا اس میں وہ روحیں ہیں
اٹھا جانے والی تھی ان کو عقل و ہوش سے دیکھنے کی قوت دی گئی ہے کہ ایک وقت پر اس میں کو ہے ان طاقت دی ان کو
سوں نے والد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح ان سے نکالیں نے حضور ہوا شریف عبادت حضور سے کہ چل
ہوتوں نے حضور کو بجدہ بایہ تمام واقعات ان پر تھے کہ ان پر ان میں عقل و ہوش دی گئی ہے کہ
لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں حق یہ ہے کہ روحیں میں نظرات میاہ ہر عقل میں یہ کہ ان سے
گیا تھا دلیل ان نظرات کو ان سے علیحدہ سمجھنا درست نہیں **وانشھدھم علی انفسھم** عبارت سے **اعنی**
پر **اشھد** کا فاعل رب تعالیٰ ہے **ھم** کا مرجع **ذریت** یونکہ لفظ ذریت آدم موجود ہے مگر اس سے معنی ہیں
معنی ہیں لوگ۔ انفس جمع ہے نفس کی جس کے بہت معنی ہیں جن میں سے اصل معنی ہیں ذات
معنی ذات ہے **انفسھم** کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے پر گواہ بنوائی اپنے معنی میں سے اور یہ مطلب ہے
ہر شخص اپنے پر گواہ بنوائی معنی اقرار سے چونکہ یہ گواہی یا اقرار سب لوگوں پر قیامت میں ان سے معاف کا
ہے یہاں **علی** ارشاد ہوتا ان سب کو ایک دوسرے پر گواہ بنایا ہدایت اقرار خدایا۔ **الست بربکم** میں **قال**
پوشیدہ ہے ظاہر یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ان سب پر اپنی تجلی ان پر حمل اعضاء پھر ان سے یہ سوال یا بعض سے
فرماتے ہیں کہ کفار پر تجلی قہر ان اور مومنین پر تجلی رحمت روح المعانی **الست** میں سوال سوال کا ان سے ہوا
حس سے یہ ثبوت بن گیا یاد رہے کہ رب تعالیٰ عالم ارواح میں ان کی پرورش فرماتا تھا اور ان میں ان کی
ان اپنے باپوں کی پشت سے ظاہر ہوئے یہ روایت ظاہر تھی تو رب تعالیٰ کا یہ سوال بالکل درست ہے ان سے
اور ہو تو یہاں تمہارا رب نہیں ہوں ضرور ہوں۔ **قالوا بلی شھدنا** ان سب کا جواب سے سب نے پہلے صاف اور
بلی فرمایا پھر آپ سے ان ہر ایک سے جدا جدا ہوئے پھر ہوئی تمام ہوگوں نے مگر مومنین سے تو خوشی **بلی** سے اور
مشرکین نے ناچار مجبوراً **بلی** سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ مومنین سے بچوں سے ہوئے ہیں وہ ان میں
میثاق والے ایمان پر پیدا ہوئے ہیں اسے اس پر مرے مگر عارضے بچوں سے مرجانے والے پیدا ہوئے ہیں کہ وہ میثاق سے
علق کفر پیدا ہوئے اس پر مرے مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کہ **کل مولود یولد علی الفطرۃ** ہر بچہ

www.alahazratnetwork.org

اسلام بھی پیشتر والے عہد دیاں پر پیدا ہوتا ہے **فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ** پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنا دیتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے کوئی **بلیٰ** کا اقرار کفار نے نہ کیا کچھ بچے دوزخی نہیں رہے کہ بلیٰ میں منفی کا اقرار ہوتا ہے اور **نعم** میں بھی کا اقرار مثبت **نعم** سے معنی یہ ہوتے کہ ہاں تو ہمارا رب نہیں ہے یہ معنی ہوتا **بلیٰ** کے معنی ہوئے کہ ہاں تو ہمارا رب ہے یہ ایمان ہوا اور روح الیماں (معانی وغیرہ) **بلیٰ** تو جواب ہے **الست بربکم** کا اور **شھدنا** یہ تو اس اقرار کا بیان ہے تو **بلیٰ** پر وقف نہیں ہو سکتا اقرار کا نتیجہ ہے تب **بلیٰ** پر وقف ہے اس سے **بلیٰ** جیم کا وقف ہے۔ لفظ **بلیٰ** کی تحقیق۔ کہ یہ ایک ہی لفظ ہے یا یہ اصل میں بل تھا الف زیادہ کیا یا پھر وہ الف تانیث قلب جیسے تحت اور ربت کی تاء تانیث کا ہے یہاں روح المعانی میں دیکھو۔ **ان تقولوا یوم القیمۃ** تو کی یہ ہے کہ یہ عبارت **اخذ بکم** اور **اشھدھم** کا مفعول **لہ** ہے یا تو اس سے پہلے پوشیدہ ہے یا اس سے پہلے **کراھۃ** پوشیدہ یہ فرمان حال یا تبوک کا ہے جو حضور انور کے زمانہ میں تھے یا اس وقت یعنی عہد دیاں لیتے وقت سب سے ارشاد ہوا تھا یعنی ہم نے تم سے یہ عہد دیاں اس لئے لیا تھا کہ تم قیامت کے دن عذر نہ کر سکو اور یہ کہہ سکو **انا کنا عن ھذا غفلین** یہ عبارت **تقولوا** کا مفعول ہے **کیلا** سے مراد ہے کہ ہم دنیا میں یہ جبر ہے **ھدا** سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت الوہیت توحید بلکہ ایمان کی طرف اشارہ ہے **ھذا** عہد الست اہم شرعی امر میں مشغول رہے ہے قصور ہیں ہمیں خبر تھی نہ ہمیں تو ہی ہمارا رب ہے تیرے سوا اور کوئی رب نہیں اور ہے رب کریم تو بے خبری پکڑتا نہیں ہم کو چھوڑ دے عذاب نہ دے۔

خلاصہ تفسیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے عموماً اور بعض اہل سنت مفسرین نے خصوصاً بہت مختلف ہے کسی نے کہا کہ یہ محض ایک دیاں پر ہے جو طور تصور ظاہر پیش کی گئی ہے کسی نے کہا کہ حضرات انبیاء کرام کا جیسا کہ ان کا یہ اقرار ہے کسی نے کہا کہ یہ کلام حالیہ ہے کہ متقابلہ ظاہری اقرار وغیرہ نہ تھا تاہم اللہ تعالیٰ اس آیت کی وہ تفسیر عرض کرتے ہیں جو جمہور مفسرین اور علماء سلف خصوصاً حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کی ہے اور جس کی تائید حدیث مرفوع صحیح سے ہے اور جو بالکل ظاہر آیت سے مطابق ہے جس میں کسی تاویل اور اینچ پینچ کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے تین عہد دیاں لئے تھے ایک تو اپنی ربوبیت کا دوسرا سب انبیاء سے دیا کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان لائے تیسرا حضرات انبیاء کرام سے دیا جس کا ذکر اس آیت میں ہے **واذ اخذ اللہ میثاق النبیین** تیسرا عہد لقب اللہ کو نہ چھپانے کا ہے جس کا ذکر علماء بنی اسرائیل سے لیا جس کا ذکر اس آیت میں ہے **واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبینہ للناس ولا تکتمونہ** یہاں اس آیت میں پہلے عہد کا ذکر ہے اے محبوب ﷺ آپ ان لوگوں سے اس واقعہ کا بیان کریں جب اللہ تعالیٰ نے ملہ عظمہ کے ماحول میں عرات مارا کے نیچے سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت پر ان قدرت پھیر اس سے اس کی اولاد نکالی پھر اولاد سے اس کی اولاد نکالی تا قیامت پیدا ہونے والے لوگ کسی ترتیب سے نکالے جس ترتیب سے پیدا ہوئے سب چیونٹیوں کی شکل میں تھے پھر ان پر اپنی تجلی ذاتی چمکائی اور ان سے فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے ہم اس کی گواہی دیتے ہیں یہی اقرار ربوبیت ہے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے یہ عہد دیاں اس لئے لیا تھا کہ تم قیامت میں یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں تیری ربوبیت سے

www.alahazratnetwork.org

ہے جو رہے تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہ کچھ نہ کچھ ہیں رہتے۔

تحقیقات امام قطب الدین شعرانی نے اپنی کتاب **القواعد الکشفیہ فی الصفات الالٰہیہ** میں اس آیہ کے متعلق بارہ تحقیقات سوال و جواب کی شکل میں بیان فرمائیں ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ (سعدی) سوال 1- یہ عہد کہاں کس سے لیا گیا۔ **جواب** حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ عرفات پہاڑ کے متصل میدان نعمان میں تمام اولاد آدم سے بعد بعض نے فرمایا مقام نعمان مدینہ میں جہاں آدم علیہ السلام اترے تھے امام کلبی کہتے ہیں کہ ملہ معظمہ و طائف کے درمیان ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت میں ہی لیا گیا آپ فرماتے ہیں کہ آدم سے پہلے **سوال 2** اس **ذریت** کو کیسے نکالا گیا؟ **جواب** حدیث صحیح میں ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت پر اپنا دست قدرت پھیرا جس سے دو رویں آپ پر روشنے کی جڑوں سے چیونٹیوں کی شکل میں ایسے نکلیں جیسے بارش کے ساتھ میں مل نکلتا ہے مگر ہاتھ کا پھیرنا وہ تھا جو رب کی شان کے لائق تھا پھر آدم کی اولاد سے ان کی اولاد اسی طرح قیامت تک نکالے گئے۔ **سوال 3**- ان لوگوں نے **بلیٰ** کیسے کہا؟ **جواب** حق یہ ہے کہ اس زبان **قال** سے کہا جس سے آج باتیں کرتے ہیں اسی وقت انہیں تمام اعضاء عقل گویائی وغیرہ سب چیزیں بخش دیا گیا تھا۔ **سوال 4**- جب یہاں سب نے یہ اقرار کیا تھا تو دنیا میں آ کر بعض لوگوں کافر کیوں ہوئے سب ہی کو مسلمان ہونا چاہئے تھے۔ **جواب** حکیم ترمذی نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مومنوں پر رحمت کی تجلی ڈالی تو ان سے خوشی **بلیٰ** نکلا دنیا میں مومن ہوئے کفار و منافقین پر غضب کی تجلی ڈالی تو انہوں نے صرف خوف سے **بلیٰ** کہہ دیا وہ دنیا میں کافر رہا۔ (حکیم ترمذی کی رائے ہے) **سوال 5**- یہ عہد کسی کو یاد بھی رہا یا نہیں؟ **جواب** ہاں بعض بندوں کو یاد رہا حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہد و پیماں سارا کا سارا یاد ہے مسلم سری فرماتے ہیں کہ میں نے اسی دن سے اپنے مریدوں شاگردوں کو پہچان لیا ہے ذوالنون مصری سے پوچھا کہ کیا وہ عہد آپ کو یاد ہے فرمایا کہ وہ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے میں اس وقت سے اب تک (اللہ اکبر) **جواب** کے حضرت قدس سرہ پر صرعہ شیخ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر

قالوا بلیٰ سے کل وہی گل ہے اساں اے ہی پرت گانی

مرحلی جدوں بیٹھے سن دتی سی میم گولی!

ہاں عام لوگ دنیا میں آنے کی وجہ سے بھول گئے کیونکہ حضرات انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں کے ماننے والے یاد رکھتے ہیں ان کا ماننا ضرور ہے۔ **سوال 6**- اس وقت یہ چیونٹیاں مثل انسانی میں تھیں یا کسی اور شکل میں؟ **جواب** اس کے متعلق کوئی صریح نص نہیں ملی ہاں یہ معلوم ہے کہ ان میں اتنے بولنے سمجھنے کی طاقت دی گئی تھی روح انسان ان میں ڈال گئی۔ **سوال 7**- ان جسموں میں روح کب ڈالی گئی پشت سے نکلنے سے پہلے یا بعد میں۔ **جواب** ظاہر یہ ہے کہ پشت میں ہی روح ڈال دی گئی وہ ایسے زندہ ذمہ دار ہوئے جیسے آج ہیں۔ پیٹ سے بچہ زندہ نکلتا ہے یہ نکتہ ہمیں فرما دیا **ذریتھم** اور قرآن مجید میں جاندار اولاد کو ذریت کہا جاتا ہے جیسے **انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون** اور **ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک** حیران رہے کہ روح انسانی چار بار جسموں میں پڑتی ہے ایک مشیق سے دوسرے ماں کے پیٹ میں پھر موت کے وقت نکال لی جاتی ہے پھر قبر میں سوال و جواب کے لئے پھر حشر میں حساب کے وقت اس کے بعد

www.alahazratnetwork.org

جنت دوزخ میں۔ نکالی جائے گی مال جس کنارہ موس دوزخ میں ہوا کردیے جائیں گے پھر نکال کر جنت میں بھیجے جائیں گے۔ **سوال 8**۔ یہ عہد لینے میں فائدہ کیا ہے۔ **جواب** تاکہ دنیا میں کوئی عہد کی وفائی کرنے والوں کو قیامت میں پکڑ جاوے وہیں اس پر کوئی عذر نہ ہو۔ **سوال 9** ان لوگوں کو جب اپنے اصول یعنی باپوں کی پشت میں دیکھا یا تو کہ پہلے ان کی روح نکال عہد میں والیں ہوا ہوں وہ سے جدا ہوئی ہاں۔ **جواب** علامہ یہ ہے کہ پہلے روح نکل عہد میں والیں ہوا جیسے چھ ماں سے پیدا ہونے کے بعد نکلتی ہے اور قبر میں جاتی ہے جدا جاتے قبر میں جان نکل جاتی ہے۔ **سوال 10** ان لوگوں کی روحیں سب نکل گئے عہد میں ہیں۔ **جواب** جہاں سے بھی ہیں تھیں ہاں کی دلائل ہیں ظاہر یہ ان ہے حقیقت حال جدا جانے **سوال** اے یہاں تو یہ فرمایا ہے کہ آدم کی پشت سے اولاد نکالی ہے اور حدیث میں آدم علیہ السلام کی پشت سے بھی ان کی اولاد نکالی ہے **جواب** یہ بیت ہے بھی حدیث ہے معلوم ہوا کہ پہلے آدم علیہ السلام کی پشت سے بھی ان کی اولاد نکالی ہے پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالی ہے **سوال 12** وہ کلمہ جس پر عہد لیا گیا کیا ہے۔ **جواب** حدیث شریف میں ہے کہ وہ عہد نامہ لکھا گیا ہے جو کہ ہے تک وہ عہد نامہ عہد میں منصب ہے قیامت میں یہ پتھر اس طرح کے کاغذ اس سے نکلیں گے اور ہر ایک کو پڑھنے کا حکم ہوگا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت والے ہے۔

فائدہ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب شفیع و مشفع کریم علیہ السلام کی ابتدا آفرینش سے وقت کی تین حضور کی معرفت دیا کہ اس میں یہ فائدہ **واذاخذ ربک** پر شیدہ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ اس سے ثابت ہوا کہ یہ عہد بنی صرف انسان سے یا بنی فرشتوں سے یا بنی حیوانات سے یا جمادات سے یا کسی اور مخلوق سے یہ فائدہ اس آیت کے **من ظہورہم** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** عورت سے مرد افضل ہے یہ عورت ہاں کی جس سے پیدا ہوئے ہے کہ کاغذ یا صحیفہ باپوں کی پیٹھ سے نکالا گیا معلوم ہوا کہ باپ کو ماں سے یہ فائدہ **من ظہورہم** عورت سے حاصل ہوا اس سے سب باپ سے چلتے نہ کہ ماں سے۔ **چوتھا فائدہ** اس اقرار کو اس پر متفق گواہی ہے یہ عورت سے اس اقرار کو گواہی فرمایا **اشہدہم علی انفسہم** سے شریعت نے قرار کو گواہی بنایا ہے۔ **پانچواں فائدہ** یہ عورت سارے انسانوں سے یا یا حتی کہ حضرت حیاء کرام سے بھی اور ان سے حضور پرنور سے بھی یہ فائدہ **ذریتہم** کے اطلاق سے حاصل ہوا حتی کہ تو بچے دنیا میں پیدا ہوتے ہی فوت ہو جاتے ہیں ان سے بھی یہ عہد یا گیا ہاں جو مرے ہوئے پیدا ہوتے ہیں یا بچے مر جاتے ہیں وہ اس عہد میں شامل نہ تھے کہ وہ عورت ہیں۔ **چھٹا فائدہ** اس عہد عورت سے زیادہ اہم اور عظیم وہ عہد تھا جو حضرات انبیاء کرام سے حضور پرنور سے متعلق یا گیا یہ بھی اس سے صرف **بلی** ثابت ہوئی مگر ہاں ارشاد **اقال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری** آپ سے عمل **یا قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم من الشہدین** ان کی تعمیم ہم سے متعلق تیسرے عہد میں پہنچے ہیں۔ **ساتواں فائدہ** لفظ **بلی** سے معلوم ہوتا ہے کہ **نعم** سے بھی ہاں

www.alahazratnetwork.org

اگر کوئی کسی سے کہے **اما طلقت زوجتک** کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی وہ کہے بلی تو طلاق دے کا اقرار ہو گا اور اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی شک و شبہ نہیں یہ فائدہ **عن هذا غافلين** سے حاصل ہوا اس میں عظمت کی نفی فرمائی حالانکہ وہ واقعہ ہم میں سے کسی کو یاد نہیں۔

پہلا اعتراض جب یہ عہد دنیا میں کسی کو یاد ہی نہ رہا تو اس سے لینے سے فائدہ کیا تھا یہ سے فائدہ کا نہ ہونا یہ **جواب** جب ماں باپ جوان بیٹے کو اس کے بچپن کی باتیں سناتی ہے تو وہ دل میں چوچال ہوتا ہے یہ شغل اسے ماں باپ اختیار سے یوں ہی جب حضرات انبیاء کرام سے آسمانی کتابوں نے وہ عہد یاد دلایا تو ہم کو بھی چاہئے کہ بلا تامل مان لیں یہ بات سے فائدہ ہوتی جب یاد بھی رہ جاتی۔ **دوسرا اعتراض** یا اس دن کا ایمان جیسی یہاں رد و مشاق شرعاً معتبر ہے اور یہ تمام انسان اس دن مومن ہو گئے تھے۔ **جواب** اس ایمان شرعی احکام مرتب نہیں لہٰذا کفار کے نومولود بچوں کو مومن نہ کہا جائے گا نہ ان کی نماز جنازہ ہو۔ ایسے مومنوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے بلکہ وہ اپنے باپ دادا کے تابع ہوں گے ورنہ جو اس سے پر ایسے مرتد کہا جائے گا یہ فرق وہ یہاں اطرفی سے پہلے یہاں شرعی سے ہیں پھر ایمان شرعی وہ ہے جس کا انسان یہاں مکلف ہوتا ہے ہاں بعض صورتوں میں ان اطرفی ایمان کے بنا پر نجات کی امید ہے چنانچہ عذاب کا کم ہونا ثابت ہو جائے وہ اس ایمان کی بناء پر دوزخ سے نجات پائیں گے یہ بالکل قوی ہے۔ **تیسرا اعتراض** بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ کفار کے نابالغ فوت شدہ بچے اسی میں جائیں گے بلکہ بعض احادیث میں بھی یہ ہی وارد ہے اس قول کی بنا پر یہاں اطرفی کی بنا پر نجات یہاں رہے گی۔ **جواب** اس بارے میں احادیث مختلف ہیں بعض میں ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہوں گے اور جنت میں جائیں گے بعض احادیث میں ہے کہ وہ بڑے ہو کر جیسے عمل کرتے ویسے ہی ان کی سزا جزا بعض میں ہے کہ وہ جنتیوں کے خادم ہو کر جنت میں رہیں گے قوی یہ ہے کہ آخری حدیث ناسخ ہے پچھلی احادیث منسوخ ہیں اس کی تائید آیات قرآنیہ سے ہے رب فرماتا ہے **انما تجزون ما كنتم تعملون** اور فرماتا ہے **ان الله لا يظلم مثقال ذرة** تو وہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ میثاق کے دن بعض نے تو بخوشی کہا بعض نے ناخوشی سے جنہوں نے بخوشی سے **بلی** کہا وہ تو وہی ہیں مگر یہ قول قوی میں حضور انور ﷺ کے فرمان **مولود يولد على الفطرة** اس **بلی** کہنے کو فطرت قرار دیا اور ظاہر ہے کہ منافقت نہ تو منافقت کو فطرت سے کیا علاقہ۔ **چوتھا اعتراض** یہ اقرار خود آدم علیہ السلام سے بھی کرایا گیا تھا پھر اس کی اولاد سے ہی۔ **جواب** ظاہر ہے کہ ان سے نہیں کرایا گیا کیونکہ **اشهدهم** کی ضمیر ذریت کی طرف ہے پھر آدم علیہ السلام اس سے پہلے مجبور ملائکہ ہو چکے تھے اس قسم کے ساتھ اللہ کی عبادت کر چکے تھے وہ تو اس کا اقرار پہلے ہی کر چکے تھے تو یہ بھی عبادت تھی۔ **پانچواں اعتراض** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ سے پیدا ہوئے یہ عہد ست میں وہ بھی داخل ہیں اس سب سے متعلق رشد ہو **من ظهورهم** سے معلوم ہوا کہ وہ بھی باپ کی پیٹھ میں تھے۔ **جواب** اکثریت سے بعض فرد چھوٹ ہوتے ہیں اس قاعدے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھو رب فرماتا ہے **انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج** ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس قاعدے سے

عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون الآیۃ اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوئیں

وَلْيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۖ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ۝ أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۝ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ۚ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۝ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ۝ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۚ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۚ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ۝ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

www.alahazratnetwork.org

وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝
شاید اور باز آویں وہ سب لوگ
اور کہتے کہ کہیں وہ رجوع کریں

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں مشرکوں کے ان سے ایک عمدہ [illegible] باتوں میں ایک حصہ بیان ہوئی **ان تقولوا یوم القیمۃ** ۔ اس عمدہ بیان کی دوسری حصہ یہاں سے [illegible] میں ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں کافروں سے [illegible] تھے۔ [illegible] کرتے تھے یا کرتے تھے [illegible] ہوئی چاہئے [illegible] سے تعلق رکھتے تھے۔ [illegible] سے [illegible] ان سے [illegible] ان سے [illegible] تیسرا تعلق پچھلی آیت میں [illegible] سے [illegible] ان سے [illegible] چوتھا تعلق پچھلی آیتوں میں [illegible] سے [illegible] ان سے [illegible] ان سے [illegible] ان سے [illegible] ان سے [illegible]

تفسیر او تقولوا۔ عبارت مقدر سے **ان تقولوا** [illegible] پر عطف ہے یا مقدر اس **تقولوا** [illegible] احتمال ہیں ایک پر۔ اس میں [illegible] ان میں سے جو [illegible] میں کچھ [illegible] ہوگئے وہ بھی [illegible] میں [illegible] ان کو وہی عمدہ [illegible] عمدہ [illegible] ہوئے گا یا ان [illegible] سے [illegible] کچھ [illegible] ان [illegible] سے [illegible] دوسرے یہ کہ اس میں خطاب عام ان لوگوں سے [illegible] باپ دادا میں [illegible] سے [illegible] اسلام [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] **تقولوا** میں [illegible] سے [illegible] **مکلف** ہیں۔ [illegible] خطاب قرآن میں [illegible] **تقولوا** میں [illegible] خطاب سے [illegible] میں [illegible] مشرکین [illegible] دو قسم کے ہیں ایک [illegible] مقلدین [illegible] سے [illegible] خیال رہے کہ شرک [illegible] کیا جاتا [illegible] عمدہ [illegible] قابل [illegible] کرنے سے [illegible] شیطان کی تعلیم سے [illegible] جیسا کہ ہم پہلے [illegible] میں [illegible] **یخرج المیت من الحی** [illegible] **اشرکنا اٰباؤنا من قبل** یہ عبارت **تقولوا** [illegible] پہلی تفسیر پر [illegible] ہے کہ ہمارے باپ دادا

www.alahazratnetwork.org

نے ہی شرک کیا ہم نے نہ کیا ہم تو لڑکپن ہی میں فوت ہو گئے دوسری تفسیر کی بنا پر معنی یہ ہیں کہ شرک و کفر تمہارے باپ دادوں نے ہی ایجاد کیا وہ بھی پہلے مشرک تھے انہوں نے ہی پہلے شرک کیا ہم نے نہ کیا ہم تو ان کی دیکھا دیکھی شرک کفر کرتے رہے۔ خیال رہے کہ یہاں **انما** حصر اضافی کے لئے ہے یہ کہ حصر حقیقی کے لئے یعنی ہمارے لئے موجد شرک وہ تھے ہم نہ تھے ورنہ حقیقی موجد شرک تو قائل ہے کہ پہلا مشرک وہی ہے **من قبل یا تو اشرک** کا عطف ہے یا تبیین کا طرف رد **اباؤنا** کی صفت پہلا احتمال قوی ہے **قبل** کا مضاف الیہ پوشیدہ ہے یعنی **من قبلنا** یہ تحقیق خیال میں رہے اس سے سارے اعتراض اٹھ جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ من قبل کا مضاف الیہ پوشیدہ ہے **اصل میں من قبلنا** تھا اس سے **قبل** مبنی ہے کہ اس کا مضاف الیہ لفظوں میں پوشیدہ ہے حقیقت میں مراد ہے **وکنا ذریۃ من بعدھم** یہ عبارت **انما اشرک** پر معطوف ہے اور **تقولوا** کا مفعول معطوف علیہ میں اپنے باپ دادا کا قصور مند ہونا بیان کیا اور اس عرض معروض میں انہوں نے اپنا بے قصور ہونا بیان کیا **کنا** کے معنی ہیں تھے ہم یا ہیں یا ہیں ہم **ذریۃ** سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام عاقل کفار کا ہے جیسا کہ ہم بھی پچھلی آیت میں عرض کر چکے کہ **ذریت** کہتے ہیں اولاد کو کہا جاتا ہے **بعدھم من بعد** سے مراد یا تو زمانی بعدیت ہے یا رتبی بعدیت یعنی ہمارے باپ دادا نے پہلے شرک و کفر ایجاد کیا ہم ان کے رتبہ کے بعد دنیا میں پہنچے ان کی قبروں میں پڑے ہوئے دیکھے ہم نے بھی وہی کام کیا یا دنیا میں پہلے پیچھے ہم ان کے بعد پہنچے ان کی قبروں میں پڑے ہوئے دیکھے ہم نے بھی ایسا ہی کیا **افتھلکنا بما فعل المبطلون** یہ بھی انہیں کی گفتگو ہے ان کی عذر خواہی کا تتمہ اس میں سوال انکاری ہے **تھلک** میں ہلاکت سے مراد موت یا یہ ہیں کہ روح میں کسی کافر کو موت نہ آئے بلکہ اس سے مراد ابدی عذاب ہے **بما** میں **ب** سببیت کی ہے مراد شرک و کفر ہے **مبطلون** سے مراد ان کے باپ دادے ہیں کفر و شرک کے موجدین جس سے عقیدے اعمال افعال اقوال سب ہی باطل تھے یعنی ہے رب رحیم و کریم یا تو ہم کو ان جھوٹے کفار موجدین کفر کی بد عملیوں کی وجہ عذاب دے گا کیسی ہر گز نہ دے گا کہ ہم تو تھے ہی اصل مجرم تو وہ موجدین ہیں دوسری تفسیر والوں سے اس کے یہ معنی ہیں کہ کفار کے بچے گرفتاری کے وقت کہیں گے کہ خدایا ہم تو بچپن ہی میں مر گئے جرم تو ہمارے باپ دادوں نے کئے یا تو ہم کو ان کے جرم میں پکڑے گا مگر پہلی بات بہت قوی ہے **وکذلک نفصل الآیت** یہ فرمان حال رب تعالیٰ کا خود اپنا قول ہے یہ جملہ نیا ہے اس نے اس کلام کو ابتدا یہ ہے **کذلک** دو جز سے مرکب ہے **ک** تشبیہ اور **ذالک** اسم اشارہ ہے **ذالک** سے مذکور و بیان کی طرف اشارہ ہے اس سے پہلے ایک مختصر سی عبارت پوشیدہ مان لی جاوے تو بہتر ہے **کما بینا ھذا** اور **نفصل** بنا ہے **تفصیل** سے جس کا معنی ہے **فصل** یعنی جدائی تفصیل مقابل ہے اجمال کا آیت سے مراد قرآنی آیت ہیں یعنی جیسے ہم نے یہ مذکورہ بالا باتیں صاف صاف بیان فرما دیں اسی طرح ہم ہر قسم کی آیات قرآنیہ عقائد کی ہوں یا اعمال کی عبادات کی ہوں یا معاملات سب کی سب تفصیل وار ایک دوسری سے جدا جدا کر کے بیان فرماتے ہیں صرف اجمال پر کفایت نہیں ہوتی **ولعلھم یرجعون** یہ عبارت یا تو ما حصل ہے اور دادو بند کا یا کسی پوشیدہ عبارت پر معطوف ہے اور دادو بند کا محذوف اصل عبارت یوں ہے **لیقفوا علی ما فیھا** (روح البیان) **لعل** کے متعلق بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ

www.alahazratnetwork.org

بندوں کے لحاظ سے امید کے لئے ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کی نسبت سے معنی تاکید یعنی تم قصص و آیات اس سے بیان فرماتے ہیں تاکہ یہ وعظ ان کے مضامین پر مطلع ہوں اور تاکہ اپنے مدعا سے نیک اعمال کی طرف رجوع کریں تاکہ وہ ناری کی طرف رجوع کریں عمر سے ایمان کی طرف طغیان سے عرفان کی جانب فسق سے تقویٰ کی طرف ریا سے آخرت کی طرف تعلق سے خالق کی طرف ظلمانیات سے روحانیات کی جانب اس طرح کہ گزشتہ پر نادم ہوں آئندہ کی اصلاح کریں۔

خلاصہ تفسیر اے وہ امتی سے ہمارے یہ عہد دیاں تم نے اس لئے کئے تاکہ قیامت میں یوقت حساب تم یہ نہ کہو کہ ہمیں تو خبر ہی نہ تھی کہ ہم سے عہد و طاعت کے لئے جواب ہوتے تو بات ہوتی ہم تو بے قصور ہیں ورنہ یہ ہو سکتا کہ ہمارے شرک و تعلیل ہمارے باپ دادوں نے ایجاد کئے ہم تو ان کے بعد دنیا میں آئے ہم نے ماحول گندا پایا ایمان و اسلام سے دور تھے ہم عادی یا تقلیدی اور تھے تو ہمیں آپ نے بلاوہ بھی ہم نے کیا تو اے ہمارے قصور تو ہم موحدین کا ہے کہ مشرکین بتقلید ہیں سے یہ تو رحیم و کریم ہم تو ہمارے باپ دادوں کے جرم میں پکڑے ان قصور واروں کو پکڑ ہم بے قصوروں کو چھوڑ اے پیارے ہم سے یہ واقعہ میثاق صاف صاف بیان فرما دیا ایسے ہی ہم ہر قسم کی آیت عقائد اعمال عبادات معاملات معاشرت اخلاقیات ملکی سیاسیات کی آیت تفصیل وار صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ ان میں غور کریں اور کفر سے ایمان کی طرف طغیان سے عرفان کی جانب بدکاری سے نیکوکاری کی طرف نفس امارہ سے روح کی سمت رجوع کریں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** شرعی احکام میں سے جزئی مقررہ میں کسی مومن کو خبر نہ ہو رب کے عذاب سے چھوٹ نہیں سکتا ہر شخص پر فرض ہے کہ بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھے یہ فائدہ **انما اشرک اٰباؤنا** سے حاصل ہوا۔ آج حکومت اپنے قوانین مشتہر کردیتی ہیں اس کے بعد خلاف ورزی کرنے والے کو عذر نہیں سنتی کہ ہم کو ان قانون کی خبر نہ تھی رب تعالیٰ نے بذریعہ نبی علماء قرآن مجید احادیث جو اپنے قوانین مشتہر فرمائے ہیں ان سے جبری عذر نہیں۔ **دوسرا فائدہ** عقائد میں باپ دادوں کی تقلید درست نہیں اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے خود تحقیق کرو اور درست عقیدے اختیار کرو یہ فائدہ **وکنا ذریۃ من بعدھم** سے حاصل ہوا۔ تحقیق سے دین حاصل کرو تقلید صرف فروعی مسائل میں ہی ہو سکتی ہے وہ بھی جب جبکہ وہ علم میں مدون ہو گئے ہوں۔ **تیسرا فائدہ** گمراہ کرنے والے بھی مجرم ہیں گمراہ ہونے والے بھی مجرم ہوں گے وہ یہ عذر نہیں کر سکتے کہ ہمارے بڑوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا یہ فائدہ **افتھلکنا بما فعل** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** چونکہ قرآن مجید میں ہر مسئلہ کی آیت موجود ہیں اور قرآن مجید نہایت جامع کتاب ہے یہ فائدہ **نفصل الایت** سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ** قیامت میں گمراہ باپ اور اہل قرابت سے بیزار ہو جائیں گے کہیں تعصب نہ فرمائیں گے یہ فائدہ **فعل المبطلون** سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ** عقائد موحدین عرفانی اپنے مرشدوں کو معلمین دینی سے باطل سمجھیں گے یہ فائدہ **لعلھم یرجعون** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ** محبتیں جیسی دنیا میں کسی قائم رہیں قیامت کے دن ایسی نہ رہیں گی رب تعالیٰ فرماتا ہے **الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین**

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض: اس آیت کے عرض و معروض سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ معذرت مشرکین کے وہ چھوٹے نابالغ بچے کریں گے جو نابالغی میں مرگئے جنہیں نہ عقیدہ کی نہ عملی طاقت تھی۔ علاوہ ازیں وہ بھی دوزخ میں جائیں گے کہ ان کی یہ عرض قبول نہ ہوگی کیونکہ ارشاد ہوا **انما اشرک اٰباؤنا** ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا یعنی ہم نے نہیں کیا اس آیت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ کفار کے بچے جو بچپن میں فوت ہو جاویں وہ کافر ہیں دوزخی ہیں (بعض علماء) **جواب**: ہم بھی تفسیر میں عرض کر چکے کہ یہاں **اشرک** کے معنی ہیں شرک و کفر ایجاد کیا اور مطلب یہ ہے کہ ہم شرک کرنے میں بے قصور ہیں کہ ہم تو بری رسوم جو پا چکی تھیں اس کے حامل ہوئے اسی لئے **من قبل** ارشاد ہوا نیز یہاں یہ نہ فرمایا کہ مولیٰ ہم نے شرک نہیں کیا اپنے سے شرک کی نفی نہیں کی لہذا قوی یہ ہے کہ یہ معذرت حامل بلوغ کفار کی طرف سے ہوگی جو گذشتہ مشرکین کے مقلد تھے نیز اگر یہ معذرت ان کے بچوں کی ہو تو وہ بظاہر اس میں حق بجانب ہوں گے کہ میرے مولیٰ تیرا قانون یہ ہے کہ بغیر جرم کئے تو سزا نہیں دیتا ہم نے کوئی جرم کرنا تو کیا جرم کا جاننا بھی نہیں کیا پھر ہم سزا کس چیز کی پا رہے ہیں۔ **دوسرا اعتراض**: یہ یہ معذرت صرف مشرکین ہی کریں گے دوسرے نہ کریں گے آخر دوزخ میں تو ہر کافر جاوے گا مشرک ہو یا دہریہ کافر۔ **جواب**: ہم نے بارہا عرض کیا ہے جس آیت میں شرک کا معنی کفر ہوتا ہے یعنی بولنے سے محض مراد ہوتی ہے مراد فریق ہی معذرت ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ مشرک سے مشرک بخشے جائیں گے تو اس کا مطلب یہ نہیں۔ باقی سارے کافر بخش دیے جائیں نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء** یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی لڑکیوں کا نکاح مشرکوں سے نہ کرو **ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا** یہاں بھی یہی مطلب کہ کفار سے نہ کرو خواہ مشرک ہوں یا اور کسی قسم کے کافر۔ **تیسرا اعتراض**: یہ کفار کی طرح گنہگار مومن بھی شکایت کریں گے کہ ہمارے جرموں کے موجد ہمارے سردار تھے لہذا ہمیں دوسرا ملنی چاہئے **جواب**: ہمیں مجرموں کی سزا کی نوعیت ہی کچھ اور ہوگی ان میں ہوگی کسی کا دشمن نہ ہوگا کوئی کسی کی شکایت نہ کرے گا شفاعت کرے گا نہ شکایت بلکہ مخلصانہ کوشش کریں گے ایک دوسرے کی۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ نے بظاہر یہ عہد دنیا میں اپنی ربوبیت کا لیا مگر درحقیقت حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا بھی عہد لیا کیونکہ یہاں **وانا خلقنا لہ** نہیں فرمایا بلکہ **وانا اخذربک** فرمایا جس میں اشارۃً فرمایا کہ ہم نے لوگوں سے یہ کہا کہ پہلے ہم کو رب محمد کو پھر اپنا رب مانو کیونکہ رب تعالیٰ کو رب ماننا اس وقت ایمان بنتا ہے جب اسے ہی کی معرفت ان کے توسل سے مانا جاوے اللہ تعالیٰ دیا میں تو موجود کو موجود سے پیدا فرماتا ہے مگر اس دن معدوم کو معدوم سے پیدا فرمایا کہ اس وقت نہ تو یہ جسمانیت تھیں نہ اس کی ضرورت رب نے ان معدومات کو اس دن وقتی طور پر اس حالت کے لائق وجود بخشا اس وقت ارواح تین صف کی تھیں پہلی صف سابقین کی دوسری صف اصحاب میمنہ یعنی داہنے والوں کی تیسری صف اصحاب مشئمہ یعنی بائیں والوں کی انہیں وجود روحانی بخشا بایں روحانی پہلا لوران کے اعضاء میں قوت روحانی ہی حس سے انہوں نے رب کو دیکھا اس کافرمان سنا اسے جواب دیا سابقین نے روحانی دل سے اس کریم سے محبت کی اور بولے کہ تو ہمارا رب ہے تو ہی موجود ہے تو ہی

www.alahazratnetwork.org

مقصود سے تو ان معبودوں سے ان کی تحریری ربوبیت (تصوریت) کا اقرار کرتے ہیں سمجھدار لوگوں سے کہا کہ تمہارا رب سچے معبود ہے ہم تمہیں ان کی علامات نہ دیں گے مگر مشرکوں نے رب کا یہ فرمان تحت سے ساکن نہ ہوں بلکہ حق کا خلاف تھا تمہیں نہایت پاک دور رب دیکھتے کیسے مجبور ہو گئے کہ تو ہمارا رب ہے یہ ان فرق نہ پائیں دیکھا جارہا ہے اللہ تعالیٰ سے عدم میں کسی نے ظاہر نہ کیا سوائے حضرت انسان کے کہ انہیں اسی حالت میں ہو جو اور جو سب کی جسمانی وقت وہ ہی اپنے پیاروں کی آنکھ کا نور ربان تھا وہ ان کی خوشی تھا یہ عہد انہیں سے لیا گیا الزام دینے کو حس کا ذکر سماں سے مومنین سے لیا گیا احسان جتانے کو نبیین سے لیا گیا ہے وہ ہی تربیت قیامت رہے گی ان کے کلام میں ہم یہ آواز آرہی ہے انہیں تڑپا رہی ہے حضور ملاء اعلیٰ میں بعد ان کا نام یہ ہی شان رکھتا ہے کہ کسی سے لئے ربانی کا انتظام ہے ان سے لئے رب تعالیٰ کا انعام ہے کسی کے تڑپانے کا انتظام ہے مولانا فرماتے ہیں۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست معکس روئے بے ہمہ خوئے خداست

آئینہ ظاہر کو کہتا ہے سورج باطن کو منور کرتا ہے مصطفیٰ وہ آئینہ ہے جو رب کا ظاہر باطن سب کچھ دکھاتا ہے ان کا کلام ان کا کلام ہے قرار دیتا ہے۔

وہ وحدہ کے شکل جو بدلے تو دل ان کے ساتھ دول ہوا
نہ وہ دل سے دور نہ دلربا رہی زندگی سو وہ بار ہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ

اور تلاوت کرو ان پر خبر اس کی کہ دیں ہم نے اسے آیتیں اپنی پس نکل گیا وہ ان سے پس پیچھے
اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے نکل

الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝

ہو لگا اس کے ابلیس پس ہو گیا وہ بھٹکے ہوؤں سے
نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں عام کفار کی وعدہ خلافیوں عہد شکنیوں کا ذکر ہوا کہ انہوں نے یوم میثاق والا عہد توڑا اب ایک خاص شخص بلعم باعور کی عہد شکنی بے وفائی کا ذکر ہے جو اس نے رب سے کئے ہوئے خاص وعدہ کو توڑا گویا عام جرم کے بعد خاص آدمی کے خاص جرم کا ذکر ہو رہا ہے جو پہلے جرم سے مدد ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں کافروں ظالموں کے ایسے وعدے توڑنے کا ذکر تھا جسے وہ بھوں پچھلے حضرات انبیاء کرام نے یا وہ اب ایک عام فاضل عالم کے ایسے وعدے توڑنے کا ذکر ہے جو اسے یاد تھا بلکہ اس کے سامنے تھا یہ وعدہ خلافی سخت تھی۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں اصلی غدار کا ذکر ہے جو رسولوں سے کافر ہوئے اب اس مرتد کا ذکر ہے جو پہلے مومن تھا

www.alahazratnetwork.org

عارف ولی صوفی عالم تمام بعد میں ملحد بے دین مرتد وغیرہ سب کچھ بنا گویا اصل کافروں کے بعد مرتد کافر کا کر ہو رہا ہے۔

تفسیر واتل علیھم ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت یہ جملہ ہے اور اس کا واؤ ابتدائیہ ہے مگر روح المعانی نے فرمایا یہ جملہ معطوف ہے **واذا خذ ربک** کے پوشیدہ فعل **اذکر** پر لہٰذا اس کا واؤ عاطفہ ہے یعنی وہ واقعہ بیان کرو اور یہ واقعہ تلاوت روح اتل بمعنے تلاوت سے تلاوت اور قرأت اور قرأت میں فرق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شاندار محترم خبر کے پڑھنے کو تلاوت کہتے ہیں چونکہ یہ واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت و احترام سے ہے اس لئے **اتل** ارشاد ہوا ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب حضور پر نور سے ہے کہ ہر قرآن پڑھنے والے سے یعنی ہمارے ہم کہے دیتے ہیں خاص ہیں ہم بتانے والے تم سننے والے یا یہ مطلب ہے کہ اے محبوب یہ واقعہ تمہارے علم میں تو پہلے سے ہی ہے ہم آیت میں یہ واقعہ اس سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ اس میں سے ہمارے **علی** فوقیت و بلندی کے لئے سمیں بلکہ **اتل کاصد سے هم** ضمیر جمع کفار قریش ہیں جو کہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے اور یہ سورۃ بھی کیونکہ ہے یا اس کے مرجع عرب کے یہودی ہیں کہ وہ بھی مکہ معظمہ آتے جاتے رہتے تھے شرکیں مکہ کو حضور انور کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے دوسرا احتمال قوی ہے کہ پہلے سے یہود کا ذکر چلا آرہا ہے تو مناسب ہے کہ یہاں بھی ان سے ہی مخاطب ہو (خازن و معالم وغیرہ) **نبا الذی اتینہ ایتنا** یہ عبارت **اتل** کا مفعول بہ ہے عربی میں **نبا** عظیم الشان خبر کو کہتے ہیں یعنی خبر عام ہے **نبا** خاص اسی سے ہے ہی معنی میں خبریں دینے والا اس لئے ہر مخبر خبر رساں ایجنسی کو نبی کہیں گے **الذی اتینہ** میں بحث گفتگو ہے کہ اس سے کون شخص مراد ہے اور آیات سے کون سی آیتیں مراد اس میں چند قول ہیں (1) اس سے مراد امیہ ابن ملت ہے جو گزشتہ کتب کا عالم تھا لوگوں میں بہت مقبول تھا وہ آسمان کے سائے میں تھا کہ ہی آخر الزماں میں ہی ہوں گا اس کا ذکر پچھلی کتب میں ہے جب حضور انور کو یہ درجہ عطا ہوا تو حسد کی آگ میں جل بھن گیا آخر کار کافر ہو کر مرا اس کے متعلق حضور انور نے فرمایا کہ **آمن شعرہ وکفر قلبہ** یعنی اس کے اشعار مومنوں کے سے ہیں اور اس کا دل کافر ہے یہ قول ہے سیدنا عبد اللہ ابن عمر سعید ابن مسیب اور زید ابن اسلم کا (2) یہ آیت عامر راہب کے متعلق نازل ہوئی جب حضور انور عامر فاسق فرماتے تھے یہ اسلام سے پہلے بڑا عابد و زاہد تھا حضور انور کے علوہ گر ہونے پر کافر ہوا اس نے منافقین مدینہ کو کہہ کر مسجد ضرار بنوائی یہ ہی قیصر روم کے پاس پہنچا اسے حضور انور پر حملہ کرنے کی رغبت دی وہاں ہی مردود ہو کر مرا یہ سعید ابن مسیب کا دوسرا قول ہے (3) اس سے مراد منافقین اہل کتاب ہیں جو حضور انور کو جانتے پہچانتے تھے آپ پر ایمان نہ لائے یہ قول حسن اور بلخ کا ہے (4) اس سے مراد ہر وہ کافر ہے جو حضور انور کو جان پہچان کر آپ پر ایمان نہ لائے یہ قول قتادہ مکرمہ اور ابو مسلم کا ہے (5) اس سے مراد **علم** یا حضور ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا مومن صوفی عالم اسم اعظم کا جاننے والا مقبول الدعاء تھا مگر آخر کار موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے مرا کافر لعنتی ہو کر مرا یہ قول ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس ابن مسعود قتادہ اور عام صحابہ و مفسرین کا یہ ہی قول ہے (تفسیر روح المعانی) اس واقعہ استشہاد فرماتے ہوئے علامہ تفسیر میں عرض ہو گا اس صورت میں آیت سے مراد توریت شریف کی آیتیں ہوں گی ان کے دینے سے مراد ہے آیات کا علم بتانا گزشتہ تین قولوں کی بنا پر آیات کے وہ معنی لئے جائیں گے جو ان کے مناسب ہوں **فانسلخ منھا** یہ عبارت معطوف ہے **اتینہ** پر یہاں **ف** معنی فوراً نہیں بلکہ معنی پر ہے **انسلاخ** کہتے ہیں **سلخ**

www.alahazratnetwork.org

اس کے معنی ہیں مذبوحہ جانور کی کھال اتارنا اس سے حلال کا یک ریزہ بھی بچا نہ رہے تو شت وغیرہ کھوا رہو جاوے **منہا** کا مرجع آیات ہیں **انسلخ** فرمانا بتلاتا ہے کہ آیتیں اس کے سینہ سے بیت نہیں نکلیں وہ علم محض نہیں گیا بلکہ وہ خود آیات سے نکل گیا کہ ان کا منکر ہو گیا۔ اللہ اللہ وہ عالم تھا اس پر ایمان اور علم کا خلاف تھا لوگوں کو نظر آتا تھا اس کی حقیقت نظر نہ آتی وہ خلاف ہو گیا جیسے جانور سے حلال اترا جاوے تو اس کا گوشت وغیرہ نظر آتا ہے (۱۲) اس میں ایمان تقوی کا شائبہ بھی نہ رہا وہ مرا کافر ہو گیا **فاتبعہ الشیطن** یہ عبارت معطوف ہے **فانسلخ** پر۔ چند باتیں بتائی گئیں (۱) جب تک شیطان اس کے قریب بھی نہ آتا تھا وہ کسی کی روحانی حفاظت میں تھا جب کہ وہ ایمان سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا (2) اور لوگوں کے پاس شیطان کبھی کبھی آتا ہے اپنی ذریت کو ان کے پیچھے لگائے رکھتا ہے مگر اس کے پیچھے تو شیطان لگ گیا سمجھ لو کہ اس کی گمراہی کا کیا حال ہو گا۔ کلام گمراہ کن قوی تو گمراہ بھی بدتر (۱) وہ ایسا ہے ایسا ہو گیا کہ شیطان بھی اس کا تابع ہو گیا وہ شیطان کا بھی متبوع بن گیا ایسا شاعر لعنتا ہے۔

و کل فی مس حبہ ابلیس فارتقی ۔۔۔ بہ الحال حتی صار ابلیس من جندہ

وہ پہلے شیطان کے لشکر میں تھا اب اتنی ترقی کر گیا کہ شیطان اس کے لشکر میں بھرتی ہو گیا (روح المعانی) **فکان من الغوین** یہ اس کے نباہ کا ذکر کہ وہ مرنے سے بعد سیدھا جہنم میں اس حال پر گیا اور ابدی عذاب کا مستحق ہو گیا یا پہلے وہ علم و تقوی کے ساتھ گمراہ ہوا یا پہلے ہدایت والا تھا اب غوایت کا نام ہو گیا علامت غوایت ضلالت سے توبہ کرنے اور دوسروں کی تعلیم **روح المعانی** سے خلاصہ بیان سے ہیں ورنہ کئی بیسیوں اقوال ہیں۔

خلاصہ تفسیر اس تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس آیت کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں جس میں سے قوی تفسیر وہ ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود و عام صحابہ و مفسرین سے لی ہم اسی تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔ اے محبوب شاید آپ ان سرکش یہود اور عام کفار عرب کے سامنے اس باعور کا واقعہ ان کی آیات تلاوت کر کے تفسیر فرما دیں۔ ہم نے توریت اور دوسرے صحیفوں کی آیتوں کا علم بخش کر کے ان پر علم کے دروازے کھول دیئے حتی کہ نے اسم اعظم علم دیا وہ اس بڑے درجے پر پہنچ گیا ان تمام صفات سے نکل گیا کہ اسے ان میں سے کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابلیس اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ اس قدر ہدایت کے بعد اول درجہ کا گمراہ بے دین ہو گیا یہ واقعہ بڑے بڑوں کی آنکھ کھولنے کافی ہے۔

بلعم باعور کا واقعہ حضرت موسی علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کا ایک بڑا عالم صوفی پرہیزگار تھا اس کا نام بلعم یا باعور تھا یہ اسرائیلی تھا مدین کی بستی میں رہتا تھا ملک شام میں واقع تھی اس کی بیوی اسی قوم عمالقہ میں سے تھی اس وقت کا بادشاہ عمالقہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم دیا تھا مستجاب الدعا تھا اپنے گھر میں بیٹھ کر عرش عظیم دیکھ لیتا تھا اس کو علم سکھاتا تھا اس کے درس میں بارہ ہزار طلباء ہوتے تھے جو اس کا بتایا ہوا سبق لکھ لیتے تھے اس کی ہدایت لکھی ہوئی تھی تفسیر صاوی) غرضکہ وہ انتہائی عروج کو پہنچا تو واقعہ حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر اس علاقہ پر حملہ کرنے فتح فرمانے کے لئے جب کنعانی علاقہ میں داخل ہوئے جو شام کے علاقہ میں واقع تھا تو قوم جبارین جمع ہو کر اس سے لڑنے آئی اور ہمارے

www.alahazratnetwork.org

موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج ہیں اور اس کے ساتھ شدید حرارے اگر وہ ہمارے علاقہ پر قابض ہو گئے تو تمہاری خیر نہیں تو ان کے لئے بددعا نہ کرو کہ وہ یہاں داخل ہو سکیں چنانچہ وہ اللہ کے نبی ہیں ان پر کسی کی بددعا کا اثر نہیں ہو سکتا بلکہ میری یا دین برباد ہو جائیں گے یہ سنتے ہی ظالم بیوی کے پاس گئے اسے بہت سے تحائف دیئے اور اس کے ذریعہ ظالم کو تحفے بھیج کر ظالم کی بیوی سے اس پر دباؤ ڈالا تو یہ ظالم اس نے پہلے استخارہ کیا جس میں اسے اس حرکت سے روکا گیا مگر اس کی وجہ اور قوم سے پھر دوبارہ استخارہ کرنے کو کہا اس نے بار بار خاموشی رہی کوئی جواب نہ آیا یہ لوگ بولے کہ اب کی بار تجھے منع نہیں کیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ رب نے تجھے اس کی اجازت دی ہے آخر کار ظالم ایک گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑی میں گیا قوم ساتھ تھی اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے بددعا اور اس قوم کے لئے دعائیں کرنے لگا مگر قدرت خدا وندی سے ہوا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی بجائے اس کے منہ سے اپنی قوم ظالم قوم تھا اور اپنی اس قوم کی بجائے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل ظالم رہیں پر آتا تھا قوم بولی تو یہ کیا کر رہا ہے وہ بولا مجبور ہوں میری زبان قابو میں نہیں اس وقت اس کی زبان باہر نکل پڑی سینہ پر لٹک آئی اور وہ کتے کی طرح ہانپنے لگا پھر وہ لوگوں سے بولا کہ میری دنیا و دین دونوں تباہ ہو گئے اب تم یہ تدبیر کرو کہ بنی اسرائیل تباہ ہو جائیں وہ یہ کہ اپنی خوبصورت لڑکیاں لشکر موسیٰ میں چھوڑ دو اور انہیں ہدایت دو کہ جو اسرائیلی تم پر ہاتھ لگائے تو اسے منع نہ کرو جب ان میں زنا پھیل جائے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے کہ زنا سے طاعون آتی ہیں۔

ابر نہ آید از یکے منع زکوٰۃ ۔۔۔ واز زنا الفقر بلا اندر جہات

ان لوگوں نے یونہی کیا چنانچہ یک لڑکی کسی بنی اسرائیل کے سردار کو ایک اسرائیلی زمری اس شوم (جو شمعون ابن یعقوب علیہ السلام میں اور کا سردار تھا) نے پکڑا موسیٰ علیہ السلام سے منع فرمایا اس نے چھپ کر اس سے زنا کیا اس پر اسرائیلیوں میں طاعون پھیل گئی ستر ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے ادھر یہ بنت قوم اسرائیلی خاص ان میں عمران ہارون کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے ان دونوں کی رانیہ بغیں موقعہ پر پہنچ کر دیں چھید اٹھایا اور برستور سے انہیں ہلاک کر دیا تو وہ طاعون ختم ہوا ادھر ظالم قتل ہوا کہ یہ اسم اعظم شریف لوگوں کی حرمت والیاں کے ہیں سے قتل گئے اس نے دیکھا کہ میرے سے ایک عبد ان مثل پرندہ نکل کر اڑ گیا لوگوں سے دریافت کیا سب کچھ کہ ان کا بیان کیا اس آیت میں ذکر الٰہی آیت میں ذکر اللہ کا ذکر ہے (روح المعانی، کبیر، خزائن، تفسیر صاوی وغیرہ)۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** ایمان اور قرب الٰہی صرف علم سے نہیں ملتے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملتے ہیں علم بڑا عظیم جلیل اصل سب کچھ تھا مگر یہ اللہ تعالیٰ بالفضل نہ ملا سے **دوسرا فائدہ** بری کا مقابلہ اس کی نقیض سے ہوتا ہے ظالم ملک ہو گئے ہے ابلیس اور علم ایمان یا عمل سے عزت پاتا ہے **تیسرا فائدہ** ایمان و عرفان بلند رہے اس کا سہارا نہ لو ورنہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا ایمان سلامت رکھے علم سے پاس سب کچھ تھا مگر ایمان نہ تھا **چوتھا فائدہ** کوئی شخص کسی کو جو پہنچ کر اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے یہ بڑی جگہ اور بڑوں کے پاس بھی پہنچ جاتا ہے **فاتبعہ الشیطٰن** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ شیطان علم سے پیچھے دیکھو ہست محفوظ مقام تھا تو علیہ السلام معصوم مگر وہاں بھی اس مردود نے اپنا لوہا منوا دیا ہمیشہ محفوظ جگہ میں ہیں نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

محفوظ پھر اس سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ پانچواں فائدہ: اگر انسان ٹھیک رہے تو فرشتوں سے افضل ہو جاوے اگر بگڑے تو شیطان کا استاد ہو جاوے یہ فائدہ **فاتبعہ الشیطان** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ شیطان بھی بلعم کا بالغ ہو گیا۔ انسان اپنی عقل سے ایسے گمراہ ایجاد کرتا ہے جو شیطان کو بھی نہ سوجھیں مشین کے ذریعہ مصنوعی نکل کر ڈیری فارم فالودہ فروخت کر رہا ہے دیسی گھی میں دوائی گھی ملا کر فروخت کرنا۔ دیسی سونے میں دوائی سونے کی ملاوٹ کرنا وغیرہ حرکات ابلیس نہ کر سکا۔ انسان ہی کے حصہ میں آئیں اگر رب کا فضل شامل حال نہ ہو تو انسان کے لئے **اسفل السافلین** ہے۔ چھٹا فائدہ: جو علم رب تک نہ پہنچائے وہ مفید نہیں علم معرفت والا مفید ہے یہ نعمت خاص ربانی علیہ ہے یہ فائدہ **اتیناہ ایاتنا** سے حاصل ہوا علم بے معرفت درخت بے پھل ہے بال بغیر بارش ہے بلعم کے علم کے متعلق قرآن کریم نے دوسری جگہ فرمایا **واضلہ اللہ علی علم وختم علی قلبہ** معرفت والے علم کے متعلق ارشاد ہے **وقل رب زدنی علما** اور ارشاد ہے **انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا**۔ ساتواں فائدہ: قانون ربانی یہ ہے کہ ظاہر پر حکم جاری فرمایا جاتا ہے دیکھو رب تعالیٰ جانتا تھا کہ بلعم کا انجام گمراہی ہے مگر جب تک کہ وہ گمراہ ہوا نہیں تب تک اسے ظاہری عظمت و بزرگی دی گئی یہ فائدہ **فکان من الغوین** سے حاصل ہوا۔ ابلیس مردود ہونے سے پہلے مقرب بارگاہ تھا حالانکہ اس کا انجام خراب ہونے والا تھا جب اس نے سرکشی کی تب مردود کیا گیا اس فائدہ کو دھیان میں رکھو اس سے شریعت و طریقت کے بہت سے اشکال دور ہو جائیں گے رب کا علم اور رب کا فضل یہ دو چیزیں ہیں۔ آٹھواں فائدہ: بارگاہ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بری کو بھلائی کی طرف نسبت دیا جائے اور بھلائی کو رب کی طرف اگرچہ سب کچھ رب کے ارادہ سے ہے دیکھو یہاں ارشاد ہوا کہ **اتیناہ ایاتنا** ہم نے اسے اپنی آیات عطا فرمائیں عطاء آیات کو رب کی طرف سے نسبت کیا پھر ارشاد ہوا **فانسلخ منہا** وہ آیات سے نکل گیا نکلنا بلعم کی طرف منسوب فرمایا آیات خدا خلیل نے فرمایا **واذا مرضت فہو یشفین** بیمار میں ہوں تا ادب شفا رب جانے حضرت خضر نے فرمایا **فاردت ان اعیبہا** میں نے چاہا کہ کشتی کو عیب دار کر دوں۔ اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق دے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ۔۔۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب

پھر اعتراض: جب رب تعالیٰ جانتا تھا کہ بلعم کا انجام خراب ہوگا تو پہلے اسے علم تصرف قرب کیوں عطا فرمایا جس سے پہلے ہی سے مردود کیا ہوا تھا جواب ابلیس اور بلعم دونوں نے واقعات میں تا قیامت لوگوں کے لئے مثال قائم فرمائی تا قیامت موحد صوفی پیر مشائخ غور کریں کہ نبی کی مخالفت سے سب کچھ برباد ہو جاتا ہے اس لئے ہر صوفی پیر مشائخ

لوح گوید است زیر آسماں از عرش ملک ترا

اس نے صوفیہ فرماتے ہیں ہاتھ دیوانہ وار مصطفےٰ ہوشیار باش۔ ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کی مخالفت سے مردود ہوا اور بلعم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت سے برباد ہو گیا بغلی کے پاؤں لوہا تھ لگانے سے شاہ گدا امیر وزیر کی حال ہوتی ہے نبوت کے پاؤں پر ہاتھ ڈالنے سے عالم صوفی پیر روشن ضمیر کا یہاں حال ہوتا ہے۔ دوسرا اعتراض بنی اسرائیل میں رہائیں

www.alahazratnetwork.org

ایک شخص سے دو طاعتوں کے ذریعہ ستر ہزار اسرائیلی کیوں ہلاک کر دیئے گئے قصور تو ایک نے کیا تھا۔ جواب: قانون قدرت یہ ہے کہ کبھی ایک متقی کی برکت سے پوری قوم کامیاب اتر جاتا ہے اور کبھی ایک مردود کی وجہ سے ساری قوم مصیبت میں پڑ جاتی ہے اگر ایک مسافر کشتی کا تختہ توڑ دے تو سارے کشتی کے سوار ڈوب جاتے ہیں رب فرماتا ہے **واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة** تیسرا اعتراض یہاں ارشاد ہوا **فانسلخ منها** آیت سے نکل گیا چاہیے تھا کہ کہا جاتا **فانسلخت منه** آیت سے نکل گئیں اتنا کیوں فرمایا۔ جواب: اس کی حکمت ہم تفسیر میں عرض کر چکے کہ بتانا یہ تھا کہ اس میں آیت ایسا کانشان تک نہ رہا قلب قالب عمل عقیدے سب ہی بگڑ گئے نیز ہم نے اس سے آیات نہ چھینیں بلکہ وہ خود اپنی حرکت کی وجہ سے آیت سے محروم ہو گیا اس لئے **انسلخ** فرمایا۔ چوتھا اعتراض یہاں **انسلخ منها** کے بعد ارشاد ہوا **فاتبعه الشيطان** مگر الٹہ یہ تھا کہ پہلے شیطان اس کے پیچھے پڑا پھر وہ آیت سے نکلا ترتیب برعکس کیوں رکھی گئی۔ جواب: **فاتبعه الشيطان** میں اگر فا علت کی ہو تب تو کوئی اعتراض نہیں کہ پھر آیت کے معنی یہ ہو گئے کہ وہ آیت سے نکل گیا اس لئے کہ شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا اور اگر فا عقیبہ ہو معنی یہ ہیں یا پھر تو مقصد یہ ہے کہ بلعم کو اس کے نفس امارہ نے یا اس کی قوم نے گمراہ کیا جس وہ ان ذریعوں سے گمراہ ہو گیا اب شیطان اس کے پیچھے گیا اس طرح کہ وہ شیطان کا استاد بن گیا اور شیطان اس کا شاگرد اس کا مرید ہو اس کے پیچھے لگا وہ شیطان کا بھی استاد ہو گیا۔ پانچواں اعتراض یہاں تفسیر بیضاوی سے فرمایا کہ بلعم لوط ہی تھا پھر وہ گمراہ ہوا یہ درست ہے۔ جواب: یہ محض ظن ہے اس لئے تفسیر بیضاوی نے اسی جگہ اس قول کی تردید بھی کر دی اور اس آیت سے استدلال کیا **الله اعلم حيث يجعل رسالته** نبی بھی گمراہ ہو سکتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نبوت کے لئے انہیں کو منتخب کرتا ہے جو گمراہ نہ ہو سکیں۔ عالم، عابد، صوفی، عارف حتی کہ فرشتے بہک سکتے ہیں بیشک بارگاہ نبوت مگر مخلوق الٰہی میں ہی ایسے بندے ہیں جو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے **ان عبادي ليس لك عليهم سلطان** کیونکہ یہ حضرات رب کی طرف سے ہادی بنا کر بھیجے جاتے ہیں اگر وہ خود ہی ہدایت پر نہ رہیں تو ہادی کون ہو اگر سورج ہی سیاہ ہو جاوے تو دیا کو کون چمکائے۔

تفسیر صوفیانہ: نیک بختوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خفیہ الطاف ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھے نہ کانوں نے سنے نہ کسی کے دل میں آئے یوں ہی بد نصیبوں کے لئے رب کی طرف سے خفیہ بلائیں ہیں جو کسی چیر سے دفع نہیں ہو سکتیں نہ اپنے علم سے نہ کسی بزرگ سے انسان کو چاہئے کہ کسی اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر بھی فن بلاؤں سے اپنے کو محفوظ نہ سمجھے، یہاں زیادہ مشہور یہاں کے بیس و عشرت ان بلاؤں کا دروازہ ہیں اور دنیا سے علیحدگی نفس امارہ کی مخالفت شہوات سے دوری الطاف ایسے کا دروازہ ہیں سب سے پہلے اس بلعم نے اللہ تعالیٰ کی ہستی سے انکار کیا بلکہ اس پر کتاب لکھی مبتدا ہے اس کے متعلق پہلے کتب لکھنے والا بلعم ہے (روح البیان) جب ایمان یا عرفان ملے رب کی طرف سے اس پر مہر لگے نبی کی نگاہ سے تب اس کی حفاظت ہوتی ہے اگر اس کا کرم ہو تو سرام جیسے آتش پرست کو دیندار بنا دے اگر اس کا قہر ہو تو بلعم جیسے عابد زاہد کو کتے سے بدتر بنا دے۔

آں راہبری از صومعہ سر بر گیراں انگشی — وین راکشی از بتکدہ سر حلقہ مرداں کنی
چوں و چرا در کار عشق ریوں را کے رسد — فرماں دہ مطلق توئی خواہی آں کنی

www.alahazratnetwork.org

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

اور اگر چاہتے ہم تو بلند کر دیتے اس کو ان نشانیوں کے ذریعہ اور لیکن وہ ذلیل ہی طرف رہا کے اور پیچھے پڑا وہ اپنی
اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب سے اٹھا لیتے مگر وہ تو رہا نیچے اور پیچھے پڑا اپنی خواہش کا تابع ہو تو اس کا حال کتے کی

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذّٰلِكَ

جو اس کے بیل کہاوت اس کی کتے کی کہاوت کی طرح ہے اگر تو حملہ کرے اس پر تو ہانپتا ہے یا چھوڑ دے تو ہانپتا ہے
طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

تو سنا تو ان کو یہ کہاوت ہے اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس تو بیان کر قصے یہ تاکہ وہ غور کریں
ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ تاکہ کہیں وہ دھیان کریں۔

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت سے یہ ہے کہ اس میں علم اس بات پر دے کر ہو جانے کا ذکر تھا اب اس کے گمراہ رہنے کا ذکر ہے کہ وہ پھر ہدایت پر نہ آیا اس کے اس پر علم نہ ملنے کی۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں علم کی گمراہی کا ذکر تھا اس کی وجہ کا ذکر ہے کہ باوجود آیات ایسے رکھنے کے وہ گمراہ یوں ہو گیا نفسانی خواہش کی اتباع کی وجہ سے **تیسرا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں علم سے بہت اونچا ہونے فرشتوں پر بڑھ جانے کا ذکر ہوا اب اس کے ایک دم ایسا ہو جانے اور رذیل طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہونے کا ذکر ہے کہ رب اونچا کر سکتا ہے وہ نیچا بھی کر سکتا ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں علم کا قصہ مذکور ہوا اب اس قصہ کے ذکر کی حکمت کا بیان ہے کہ **لعلھم یتفکرون** لوگ اس میں غور و خوض کریں۔ ایسا کی برائی نہ بھولیں۔

تفسیر: ولو شئنا لرفعنہ بھا یہ جملہ ہے قسم کا اور اس کا جواب ابتدائیہ ہے **شئنا** کا مفعول پوشیدہ ہے **عظمتہ رفعتہ** وغیرہ **لرفعنہ بھا** بہت تفسیریں ہیں کی میں تر قوی تفسیر یہ ہے کہ **لو** کا جواب ہے **رفع** میں بلندی سے مراد ہے مرتبہ اور درجہ کی بلندی **ھا** کا مرجع علم ہے **بھا** میں ب سببیہ ہے **ھا** کا مرجع آیات ہیں جو علم میں کی تھیں (روح المعانی) یعنی ہم علم کو بڑھانا چاہتے تو اس کا درجہ اس آیت کی وجہ سے بہت اونچا دیتے کہ اس پر عمل کرنے اس پر قائم رہنے کی توفیق دیتے اس کا خاتمہ ایمان سے کرتے یہ ہے۔ آیات سے مراد وہ خصوصی عنایتیں ہیں جو علم کو عطا ہوئیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم کا علم اور اس کا مفعول الدعا ہونا قوم میں اعلیٰ عزت و عظمت بہت سے علوم و ایمان سے اور بھی مخصوص عنایتیں مراد ہیں (روح المعانی) اور نفس سے مراد ہے بہت شریف ذی آیتیں مراد ہیں شیں کا اعلیٰ علم **ولکنہ اخلد الی الارض** عمارت بھی یہ جملہ ہے اس سے جملہ عمارت پوشیدہ ہے **فلم نشا رفعتہ** (روح المعانی)۔ **اخلد** باب **خلد** سے معنی ٹھہر جانا رہ پڑنا اسی سے ہے **خلود** معنی ہمیشگی **خلدین فیھا ابدا** پھر اس رہنے

جھکنے کو طور کہنے لگے جس کے بعد انخلاع ہو یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں اس لئے اس کے بعد **الی ارشدہ الارض** سے مراد یا تو یہ ہے چونکہ دنیا کی ہر چیز زمین سے پیدا ہوتی ہے اس سے رشد پر دل کر دنیا مراد لی گئی بعض مفسرین نے ارض سے مراد لذت و خواری لی ہے کیونکہ ذلیل آدمی زمین پر پڑا رہتا ہے۔ یعنی لیکن وہ تو دنیا کی طرف جھک گیا گر گیا کہ پھر وہاں سے نہ اٹھ سکے۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف جھک گیا۔ بھول کر کہ وہ یہاں ہمیشہ رہے گا (روح المعانی) یہ وہ عزت والا تھا مگر ذلت کے گڑھے میں گر گیا اس پر ہم نے اسے لو چا کرنا چاہا **واتبع ھواہ** ظلم کا دوسرا جرم ہے جو پہلے جرم کی وجہ سے تابع ہے۔ معنی ہیں پیچھے چلنا **ھوا** کے لغوی معنی ہیں خلا ہونا **افئدتھم ھواء** اگر **لو تھوی بہ الریح** نفسانی خواہش کو **ھوا** اس لئے کہتے ہیں کہ وہ علم سے خالی بھی ہوتی ہے اور انسان کو ذلت و خواری کے گڑھے میں گراتی بھی ہے یعنی **وہ ھدی** کو چھوڑ کے ھوی کے پیچھے لگ گیا یا اسے مراد لیتے قوم کے تخلف **ھوی** سے مراد ہے اپنی بیوی کی ضد پوری کرنا **فمثلہ کمثل الکلب** اس قرآن عالی میں ظلم کے دونوں مذکورہ جرموں کے انجام کا ذکر ہے اس میں ف جزائیہ ہے اور یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے **لما کان کذالک فمثل** اور مثل کے فتح سے اس کے معنی کہاوت بھی ہیں اور حالت و کیفیت بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے تمام جانوروں میں ذلیل تر جانور کتا ہے کہ وہ مُردہ بھی کھا تا ہے اور اپنے قے کئے ہوئے گوشت سے زیادہ پسند مردار گوشت ہے۔ اپنی قوم کا شمن ہے بہت حریص ہے کہ دو کتے ایک ہڈی کھاتے ہیں ظلم کی حالت کتے کی سی ہو گئی مگر کتے کی حالت میں سے بدترین حالت کی طرح کہ **ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث** یہ عبارت یا تو **مثلہ** کا بیان ہے یا **الکلب** کا حال محل بنا ہے حمل سے جس کے معنی ہیں بوجھ لادنا بھی دھکا دینا بھی حملہ کرنا بھی یہاں تیسرے معنی مراد ہیں کیونکہ کتے پر تو کوئی بوجھ لادتا ہے۔ وہ اسے اٹھاتا ہے حملہ کرنے سے مراد ہے اسے لاٹھی مار کر دور کرنا بھگانا **یلھث** ہانپنا ہے **لھث** سے جس کے معنی ہیں کتے کا زبان باہر نکال کر ہانپنا دوسرے جانور تو سخت گرمی یا محنت میں ہانپتے ہیں مگر زبان نہیں نکالتے کتا آرام میں بھی زبان باہر نکال کر ہانپتا رہتا ہے اس ذریعہ سے سانس لیتا ہے **او تترک** معطوف محل علیہ پر ہے ترک سے مراد ہے اسے نہ مارنا دفع نہ کرنا یعنی ظلم کا حال اس کتے کا سا ہو گیا کہ اگر اسے دور کار کر بھگا دو تو بھی زبان باہر نکالے ہانپتے اور اگر اسے پیار کر کے پاس بٹھلاؤ تو بھی یہ ہی کرے بعض مفسرین نے فرمایا کہ چونکہ ظلم کی زبان بھی کھینچ کر اس کے سینے پر پڑی تھی یہ مارا کہ پچھلی آیت کی تفسیر میں کہا گیا اس لئے اسے کتے کی اس حالت سے تشبیہ دی گئی (بیضاوی مدارک وغیرہ) **ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایتنا** یا صفحہ ہے جس میں یہ بتایا گیا کہ یہ مت سمجھنا کہ یہ حالت صرف ظلم ہی کی ہوئی ہم نے اس سے ولی تعلق نہیں تا قیامت جو شخص اور جو قوم اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے وہ اس طرح ذلیل و خوار ہوتا رہے گا۔ **آیاتنا** سے مراد کتب اللہ کی آیات نبی کے معجزات بلکہ خود نبی کی ذات سب مراد ہیں کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کی شان معلوم ہوتی ہے حضور اور سراپا آیات الہیہ ہیں کہ آپ کی مراد عرصت آیتہ ایسا ہے یہ عیب آج تک یہود میں چلا آرہا ہے کہ نبی کی نظر بندی کی ہے (روح البیان) **فاقص القصص** اس قرآن عالی میں خطاب نبی علیہ السلام سے ہے یہاں ف جزائیہ ہے اور یہ جملہ پوشیدہ شرط کی جزا ہے **القصص** میں الف لام عہدی ہے یعنی یہ قصہ یہ واقعہ **قصص** صدر ہے۔ بمعنی مقصوص جیسے سلب بمعنی مسلوب (روح المعانی) یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ ظلم کی مثال ہر منکر

www.alahazratnetwork.org

بات پر پیشاں ہے تو آپ یہ واقعہ لوگوں کو سنایئے اس لئے **لعلھم یتفکرون** یعنی تاکہ وہ غور کریں آپ انہیں یہ واقعہ سنائیے کہ وہ اپنے دل میں سوچیں کہ کہیں ہم تو بلعم کی طرح نہیں ہیں ہم تو متقی صوفی ہیں ہمارا یہ حال ہے۔

خلاصہ تفسیر اے محمد ہمارے بندوں پر تلاوت فرمائیے تو ان آیات کے ذریعہ بہت اچھا دیتے علم عمل صوفی سب میں رہتا اسی حالت میں مرتا اور اس قابل بہت ہی تو پیدا ہو جاتا وہ فرشتوں سے بڑھ جاتا لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا دست و خواری کی رسی پکڑ لی یعنی اپنے نفسانی خواہش کے پیچھے چل پڑا لوگوں کے تحفے تحائف اس دنیا کی صدا سے بھلی۔ انجام یہ ہوا کہ اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اسے دھتکارو تو بھی وہ زبان نکالے ہوئے ہانپتا ہوا اگر اسے پچکارو کچھ کھلاؤ تو بھی اس کا یہی حال بلعم کی بھی زبان باہر نکل پڑی وہ کتے کی طرح ہانپتا رہا یہ حالت صرف بلعم کی نہیں بلکہ ہم بھی ہماری اکثر نیتیں تحلائیں ان کی حالت بھی یہی ہے کہ وہ صورت میں انسان ہیں سیرت میں دلیل و خوار کتے تو اے محبوب یہ واقعہ انہیں سنائیے تاکہ یہ سب خصوصاً یہود و نصاریٰ اور اپنے حال میں تامل کریں سوچیں کہ کہیں وہ تو بلعم سے مختلف نہیں چل رہے ہیں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ صرف قرآن سے قرآن پڑھنے سے جتنا علم ملتا ہے تورب کے فضل و کرم سے ملتا ہے منافقین بھی قرآن پڑھتے تھے یہ فائدہ **لو شئنا لرفعناہ** سے حاصل ہوا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے آیات الٰہیہ سے درجہ بلندی بخشتے دوسرا فائدہ اگر دل میں ہی سے عداوت ہو تو قرآن اس کے لئے وبال ہے دیکھو بلعم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخالف ہو گیا تو سے آیات الٰہیہ آئیں۔ اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو حسد، انور سے عداوت رکھ کر لوگوں کو قرآن سناتے پھرتے ہیں دل میں جی کی اللت آتی ہے پہلے بعد میں قرآن مجید کا لور داخل ہوتا ہے ہم نے عرض کیا ہے۔

وہ جس کو لے ایمان ملا ایمان تو کیا رحمن ملا — قرآن بھی سب ہی پڑھتے ہیں یاسین سے دونوں جہان پایا

تیسرا فائدہ ہی کا تاریخ عالم سے کی طرح دلیل و خوار ہے اسے۔ دنیا میں عزت ملے نہ آخرت میں وہ بلعم۔ اللہ تعالیٰ! فرشتوں وغیرہ کا منکر۔ تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہوا تو رب نے اسے کتے کی مثل حالت سے بدتر بنا دیا۔

چوتھا فائدہ اسلاف سے سند حاصل کرنا چاہئے تو فرشتوں سے افضل ہے اور اگر اچھا تو کتے جیسا نجس ہے یہ بات بھی قرآن سے ثابت ہوئی۔

لہیت الکلاب لما کانت مجاورۃ — ولیتنا صاری محمص نری احدا

ان الکلاب لتھدا فی مرابضھا — والناس لیس بھا و شرھم ابدا

حضرت قفیہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ جس سے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

الکلب احسن عشرۃ — وھوالنھایتہ فی الخساسہ

محمص یبالغ فی الریا — سمتہ فیں لوقات الریاسہ

خلاصہ یہ ہے کہ شریر بڑی سے بڑے کتے سے بدتر ہے کہ کتے کے شر سے بچا جا سکتا ہے مگر شریر انسان کے شر سے بچنا مشکل ہے جو شخص ریاست کے قابل نہ ہو اور ریاست طلب کرے وہ کتے سے بڑھ کر خسیس ہے (روح المعانی)۔ پانچواں فائدہ علماء

www.alahazratnetwork.org

سوء اور عابدین سوء ہوتوں اور بت پرستوں سے بدتر ہیں دیکھو رب تعالیٰ نے بتوں اور بت پرستوں کو علمی اور عملی بے بسی ہی ہے مگر رہے عالم و عابد ہونے سے بے بسی ہی معلق عالموں سے افضل ہے اس لئے متعلق رشاد ہوا **انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا۔**

نوٹ ضروری یہاں تفسیر روح المعانی سے ایک خط نقل فرمایا جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے امام فخر الدین رازی کو لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصنف میں دو علم ہیں علم تعلق علم دین پھیلانے کے لئے حق تعالیٰ سے دیا جاتا ہے اس کے ساتھ ہوا و ہوس نہیں ہوتی یہ علم تعلق عالم کو **ھوی** (نفسی خواہش) سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ **ھوی** ایک قسم کا علم کے سمندر کو گدلا کر دیتا ہے۔ دوسرا علم **ھوی** سے ملی ہوئی ہوتی ہے صحیح علمی میں وارث نبی حاشیہ رہوں سے بچتا ہے ایسے عالم کا علم عمل نیز ہیں اور عمل نیز علم میں سرت ہوتا ہے اس کی برکات یہاں بھی اور آخرت میں بھی جہاں عیاں ہے وہاں برہان کی ضرورت نہیں۔ پھر فائدہ علم میں بندہ کا فضل ہے اور علم تعلق فضل خاص ہے تو قرآن نے کئی جگہ عزت بخشی ہو گئی کہیں یہ علم **نرفع من نشاء** سے حاصل ہوا کہیں **نرفعہا** سے سب کے سب فرمائے۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین توا العلم درجت علم میں عدالت ہیں ہوتی عزت و وقار سب کچھ ہے۔

تنگ و گدا نہ شو بدی صد وقار ہی ۔۔۔ ۔۔۔ ہی عزت ہی اقتدار ہی

بے علم چون دو نیم بہ ہزاراں شوق بر خوانم ۔۔۔ ۔۔۔ ہی روئی ہی قرار ہی

ساتواں فائدہ علم تعلق سب کی ہدایت پسند فرماتے مگر سب کی ہدایت کا ارادہ نہیں فرماتے محبت کا ارادہ اور مشیت میں فرق ہے دیکھو سب کو یہاں سے حکم ہے **اسوا باللہ ورسولہ** مگر سب کے ایمان کا ارادہ نہیں یہ فائدہ **لو شئنا** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض اس بحث میں رشاد ہوا کہ تم چاہتے تو سب کو ہدایت دیتے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے سب کو ہدایت نہیں چاہی جب رب نے نہیں چاہی تو ہم کیا کر سکتے تھے جواب ہم تمہارے پہلے سے شروع میں مسئلہ تقدیر کے بیان میں دے چکے ہیں رہا **ولو شاء اللہ لما اقتتلوا** یہاں تک کہو کہ یہاں اس جگہ بھی رشاد ہے **ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ** حکم کی تعمیل سے دو سبب ہوتے ہیں ایک حکم کا علم ہونا دوسرے اپنی خواہش کے نیچے چاہنا دونوں میں سے پہلے سبب کے متعلق اختیار پر اس کی پکڑ ہے اخلاق اللہ نے سب بندوں کو اس کے دونوں سبب اختیار میں دیئے ہیں۔ دوسرا اعتراض بندر اور سور تو مسخ کر دیئے گئے تھے کہ تم تو رب تعالیٰ سے بندر سور کیوں نہیں بنائے جواب بندر اور سور تمہارے ہیں حقیقی اور مسخ شدہ سور بے حیائی میں مشہور ہے کہ اپنی ماں سے بھی دو سرا نہیں کرتا بے حیائی میں مشہور ہے اگر دیوانہ ہو کر کسی کو لات مارے تو ساتھ کے رہنے سے بیس برس بعد حضرت اس کا ظاہر ہوتا ہے باقی اس کی خباثتیں ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے گھر میں اگر بلا ضرورت کتا پالا ہو تو رحمت کے فرشتے نہیں آتے سور کے متعلق کسی حدیث میں یہ ارشاد نہیں۔ تیسرا اعتراض حضور اور سے طالب دیدار ہوتے ہے یوں شیعہ ہی ہے

www.alahazratnetwork.org

فرماتے ہیں **الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب** دنیا مردار ہے اور طالب دنیا کتے ہیں کوئے بھی مردار کھاتے ہیں۔ **جواب** اس نے کہ کتا مردار خور بھی ہے مگر ساتھ ہی حریص بھی اور اپنی قوم کا دشمن بھی۔ دو چار کتے کا مردار ہو یا تازہ وہ تنہا گوشت کھا نہیں سکتا مگر دوسرے کتے کو آنے نہیں دیتا اس پر غراتا ہے مگر ایسے موقعہ پر وا شور مچا کر دوسرے کتوں کو بلا لیتا ہے دنیادار انسان کا بھی یہی حال ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میں ہی اکیلا کھاؤں دوسرا نہ کھائے لہٰذا طالب دنیا کتے کو نہیں جتنی وہ حرص کرتا ہے اتنا کما نہیں سکتے حضور انور کا ایک ایک لفظ انمول موتی ہوتا ہے **چوتھا اعتراض** جب یہ دلیل اور اسقدر پختہ ہے تو اصحاب مصطفےٰ مارے دوارے پرے کیوں رکھا یا پھر اسے اپنی عورتیں کیوں دی گئیں۔ اس کا جواب حرمت کے ساتھ قرآن مجید میں ہے۔ **جواب** دو وجہ سے ایک یہ کہ کتا باوجود اتنی ذلت و خواری کے رکھوالی خوب کرتا ہے اسے ان حضرات کا پڑوسی اور دربان بنایا گیا۔ دوسرے اس لئے کہ حضرات اولیاء اللہ کی عزت و عظمت ان کے نفس و ذات کا لحاظ مقصود ہے کہ ان کی صحبت و خدمت کی وجہ سے جیسے حقیر پانی اور عام دوا عرق گلاب پینے سے بہت بیماریوں میں مفید ہوتا ہے راحت سردی گرمی سے حفاظت جیسی نعمتیں مل جاتی ہیں تو خواص اولیاء اللہ کے استعمال کی حالت سے یہ کتا بھی گویا کچھ حضور انور کا قرب یعنی ساتھ رہنے والا شیطان اس پر بھی اللہ کا کرم ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا جیسا کہ حدیث شریف سے **ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر** (حدیث شریف) جب حضور انور سے قرب سے شیطان کی حقیقت بدل دی تو خواص بارگاہ اس حکیم مطلق کے ساتھ سایہ کی طرح رہنے والے کیسے بیباک نہ ہو گا۔ پانچواں **اعتراض** یہاں سے کی اس حالت نماز کیوں ہوا۔ اگر تو اس پر حملہ کرے تو وہاں نکالے کرے تو وہاں نکالے اس تذبذب میں کیا حکمت ہے۔ **جواب** یہ اس لئے کہ حضور فی الحال اس وقت یہ ہی ہو گیا تھا کہ وہاں باہر نکل پڑی تھی ہر وقت ہانپتا رہتا تھا اس لئے کہ جب کتا اس طرح ہانپتا ہے تو اس وقت وہ کوئی کام نہیں کر سکتا نہ تو شکار کر سکتا ہے نہ کھا پی سکتا ہے یوں ہی حریص و طماع عالم و عابد سوا زبان چلانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا اس کے کلام میں اثر نہیں صحبت میں نیض نہیں وہ صرف بوجھ ہی ہوتا ہے یہ محض دنیاداروں کے سامنے اپنے فضائل و کمالات میں ہی زبان چلاتا رہتا ہے اس سے دنیا اپنے نفس کی حرص پوری کرتا ہے یہ محض بے فائدہ ہے یا پھر وہ تو ہر وقت ہانپتا ہی رہتا ہے یوں ہی حریص عالم و عابد ہر وقت حرص کے پنجے میں گرفتار رہتا ہے مگر حریص عالم و عابد اوست طرح پنجے کتے سے مشابہت ہے (تفسیر کبیر)

تفسیر صوفیانہ: روح انسانی کا میلان عالم علویت کی طرف ہے نفس امارہ کا میلان سفلیات کی جانب علم و عبادت گویا نفس کے پیر ہیں جیسے پیر اوپر کے ذریعہ اوپر چڑھتا ہے اور نیچے پروں سے نیچے گرتا ہے مگر علم و عمل کا تعلق روح سے ہو جاوے تو یہ دونوں پر انسان اوپر ہی پہنچتے ہیں جہاں فرشتے نہ پہنچیں علم کی وجہ سے حضرت آدم کو ملائکہ ہوئے اللہ بنے **وعلم ادم الاسماء کلھا** یہ تھی عالم بالا کی طرف پرواز اور ریاضاتی علم و فضل ہی کی وجہ سے شیطان **اسفل السفلین** میں پہنچا اگر علم کے ساتھ عشق رسول حب خدا وابستہ ہو جاویں تو یہ اوپر کی طرف پرواز کرتے ہیں علم کے ساتھ حرص و طمع رچ مل جاویں تو پھر یہ ہی علم و عمل اسے نیچے گراتے ہیں۔ علم یا علم اس قدر وسیع علم کے باوجود ہانپنے والا کتا بن گیا حرص کی وجہ سے حالانکہ وہ دوست خدا تھا مگر قوم کے تحفے تحائف اسے اڑے شامیں اور گندھ دوسروں کے پاس پہنچیں مگر

www.alahazratnetwork.org

شاہین اپنے پروں سے ان طرف جاتا ہے اور مدعا اپنے پروں سے مراد پر کرتا ہے۔

شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

مومن سعید اپنے علم، عمل سے اسی دنیا سے رب تک پہنچتے موت کی شکل یہ ہوتی ہے۔

ہاتھ میں تسبیح ہو اور ہونٹ پر ہو تا رہے ساس چلتا رہے

آخری وقت ہو اس نے قدموں میں سر سجدہ ہوتی رہے دم نکلتا رہے

سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

بری ہے مثال میں وہ قوم جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے تھے

کیا بری مثال ہے ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ

وہ جسے ہدایت دے اللہ پس وہ ہی ہدایت والا ہے اور وہ جسے گمراہ کردے اللہ پس یہ لوگ

جسے اللہ راہ دکھائے تو وہ ہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کردے تو وہ ہی نقصان

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

والے ہیں

والے ہیں۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت کے آخر میں ارشاد ہوا تھا کہ ظلم کی طرح کافر آیات کھلانے سے اعمال سے ارشاد ہوا تھا کہ اس سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اب ارشاد فرمایا کہ ان کی مثال بری ہے۔ ظلم کا وبال اپنے اوپر پڑتا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضور کو خطاب تھا کہ آپ کا کام یہاں سوا پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں حضور کو خطاب تھا کہ آپ کا کام یہاں سوا پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ آپ کا کام یہاں سوا پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ اب ارشاد ہو

www.alahazratnetwork.org

تفسیر ساء مثلا یہ جملہ یا ہے چونکہ اس کا تعلق پچھلے مضمون سے ہے اس لئے واؤ ابتدائیہ نہ دیا گیا عربی جاننے والے سے بخوبی جانتے ہیں کہ ساء اور حبذا وغیرہا ایسے افعال ہیں جن کا استعمال چند طرح ہوتا ہے یہاں ان کا فاعل **ھو** ہے جس کی تمیز ہے مثلا یہاں مثل یا تو معنی کہاوت ہے تو مطلب یہ ہے کہ کفار کے لئے بدترین کہاوت ہاں انکا اپنے ہوئے کتے کی طرح ہے اس سے زیادہ بری کہاوت نہیں ہو سکتی اور **مثل** معنی حالت و کیفیت ہے یعنی بدترین حالت کفار کی ہے اچھا دونوں ہی بظاہر اچھی سامنے میں نظر آتیں **القوم الذین کذبوا** بتنابہ عبارت عون آیت سے **ساء مثلا** کا مخصوص ہے یا تو اس کا مبتدا ہے یا **ھو** پوشیدہ کی خبر ہے یہاں رہے کہ **القوم** سے پہلے **مثل** پوشیدہ ہے کیونکہ فعل ذم کا فاعل تمیز اور مخصوص ایک ہی چاہئے چونکہ قوم مفرد تو حدت گر سکتی ہے اس لئے **الذین اور کذبوا** جمع فرمایا گیا آیات سے مراد قرآنی آیات ہیں یا عمومی آیتیں اور حضور ﷺ کے معجزات ہیں کہ یہ سب معرفت الہیہ کی نشانیاں ہیں **وانفسھم کانوا یظلمون** یہ جملہ یا تو **کذبوا** پر معطوف ہے اور دونوں ماضی ہیں یا حال ہے واؤ حالیہ ہے **انفس** جمع ہے **نفس** کی معنی ذات یا جان ہے **یظلمون** پر مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ لوگ صرف اپنی جانوں یا ذاتوں پر ہی ظلم کرتے ہیں اس کا پہلو خود ان ہی پر پڑتا ہے کیونکہ انسان پر سب سے زیادہ حق اس کی اپنی نفس کی ذات اپنی جان کا ہے کہ نیک عقیدے نیک کام کرکے دارین کے بھلے حصے حاصل کرے اس لئے سب سے بڑا ظالم وہی ہے جو خود اپنے نفس کا حق مارے اسے ستائے **من یھدی اللہ فھو المھتدی** یہ عبارت گذشتہ مضمون کی تائید اور تاکید ہے **من** سے مراد سارے انسان ہیں **یھد** میں ہر قسم کی ہدایت داخل ہے ہدایت ایمان ہدایت اعمال ہدایت افعال ہدایت احوال ہدایت سے مراد وہ کھلا ہدایت کی آیت اتار دینا نہیں ہے کہ یہ تو سب کے لئے کر دیا گیا ہے بلکہ اس سے مراد ہدایت قبول کرنے کی توفیق دینا یہ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے چونکہ ہدایت ایک ہی چیز ہے کہ تمام گمراہیوں برائیوں سے بچالے اور **من** لفظ واحد اس لئے **ھو اور مھتدی** واحد ارشاد ہوا **مھتدی** کے معنی ہیں ہدایت پانے والا یعنی **مھدی** متعدی ہے اور **مھتدی** لازم یعنی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے کہ اسے ہدایت قبول کرنے کی توفیق ملے ہدایت پانے والا صرف وہی ہے یہ نعمت بھی اللہ تعالیٰ کے رحم کے نصیب ہوتی **ومن یضلل فاولئک ھم الخسرون** یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے یہاں بھی **من** سے مراد انسان ہیں کیونکہ فرشتے وغیرہ گمراہ نہیں ہوتے **من** لفظ واحد سے تو معنی ہیں کہ اس سے مراد سارے گمراہ لوگ ہیں اور گمراہیاں بہت سی قسم کی ہیں گمراہ بہت طرح کے لوگ الوہیت سے منکر، بہت سے توحید کے منکر، قیامت کے منکر، نبوت کے منکر کسی خاص نبی کے انکاری، پھر معاصی میں بدعمل لوگ بدخصلتیاں بہت سی قسم کی ہیں یوں ہی اس کا خسارہ اور نقصان بہت طرح کا ہے جس کے گمراہ کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس سے وہ سب کچھ چھین لے جو اس نے آیت میں بھیجے کہ یہ تو ناممکن ہے بلکہ اس سے مراد اس کو ہدایت قبول کرنے کی توفیق نہ دینا خود اس کی بری حرکتوں کی وجہ سے اس کے دل میں گمراہی پیدا کرنا وغیرہ اللہ آیت واضح ہے یعنی جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے وہی پورے خسارہ والا ہے۔

خلاصہ تفسیر: جو قوم الذین آیتوں یعنی اللہ کے کلام اس کے نبیوں اور نبیوں نے فرمان اس کے معجزات کو جھٹلائے یہ ہیں اس کی حالت بہت ہی بری ہے اس بدترین مثال کی مثل صادق آتی ہے جس سے فضلہ ہی ہو کوئی فائدہ نہ ہو جیسے وہ کتے

www.alahazratnetwork.org

کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنے پر ہی ظلم کرتے ہیں اپنی دنیا بگاڑ لیتے ہیں کہ اپنے کو دائمی عذاب کا مستحق کر لیتے ہیں اے اللہ کے بندو ظلم کا واقعہ سن کر یہ یقین کر لو کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے یہ نعمت صرف اپنی کوشش اپنے علم و عبادات سے نصیب نہیں ہوتی یہ تو خاص عنایت ربانی ہے جس پر وہ کرم کر دے وہ ہدایت پر ہو گا ہدایت پر رہے گا اور جسے وہ گمراہ رکھے کہ اس کی حرکتوں کی وجہ سے اسے یہی مناسب تو وہ پورے پورے انصاف میں ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** کفار کی برائی کرنا ان کی بری مثالیں دینا ان کے بتوں ان کے بزرگوں کی برائی بیان کرنا سنت انبیاء ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے یہود کے سردار ظلم ابن باعورا کو ہانپتے ہوئے کتے سے تشبیہ دی ظلم ان کا بڑا پوری پوپ تھا دوسری صدی عیسوی میں مخلوق کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے **عتل بعد ذلک زنیم** ان برائیوں کے بعد وہ حرامی بھی ہے۔ **دوسرا فائدہ** تمام کفروں کی جڑ ہی ان کے فرماں ان کے معجزات کا انکار کرنا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ رب تعالیٰ کا انکار کرتا ہے یہ فائدہ **الذین کذبوا بایاتنا** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** ہدایت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جو محض اس کے کرم اس کی مہربانی سے حاصل ہوتی ہے علم، عمل، زور، طاقت وغیرہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ فائدہ **من یھدہ اللہ** سے حاصل ہوا ہم نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں **اھدنا الصراط المستقیم** یعنی ہدایت کی دعا مانگتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ** ہدایت اور گمراہی سب رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے ارادے سے ہے یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے **والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ** یہ فائدہ **ومن یضلل** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض قرآن مجید فرماتا ہے **ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم** کفار کے جھوٹے معبودوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے مگر یہاں رب تعالیٰ نے ظلم کو کہنے کی طرح فرمایا تمہیں میں تعارض ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے بہت جواب ہیں قوی جواب یہ ہے کہ وہ آیت منسوخ ہے اس کی ناسخ یہ ظلم والی آیت اور دوسری آیات ہیں یا یوں کہو کہ بلا ضرورت انہیں برا نہ کہو **ضرورۃً** کہہ سکتے ہیں۔ **دوسرا اعتراض**۔ کسی کو کتا گدھا وغیرہ کہنا تہذیب کے خلاف ہے اس سے اپنا منہ ہی گندا ہوتا ہے قرآن مجید نے جو کہ اعلیٰ درجہ کی مہذب کتاب ہے یہ طریقہ کیوں اختیار فرمایا۔ **جواب** جی ہاں یہ آج کل کی فرنگی تہذیب کے خلاف ہو گا مگر یہ مہذب لوگ جب اپنی دولت اور علم پر بڑے تو یہ تعلیم بھول جاتے ہیں اپنی ذاتی معاملات میں برداشت کر لو مگر اللہ کے رسول کے دشمنوں کو کبھی طرح برا کہو ہم تو نماز میں پہلے شیطان کو برا کہتے ہیں پھر تلاوت شروع کرتے ہیں **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** قرآن مجید کی پوری ایک سورت ابولہب ہے اس کی بیوی ام جمیل کی برائی میں آئی ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے دوسری آیات میں ہے کہ شیطان گمراہ کرتا ہے کونسی بات درست ہے۔ **جواب** دونوں باتیں درست ہیں شیطان گمراہ کرتا ہے اس طرح کہ وہ بندے کو گمراہی کی رغبت دیتا ہے اسباب جمع کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان اسباب کے جمع ہونے پر اس میں گمراہی پیدا کر دیتا ہے خالق رب ہے کاسب بندہ ہے گمراہ کن ابلیس ہے۔ مقتول کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ فلاں قاتل نے اسے مارا اور یہ بھی کہ رب نے اسے مارا۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیہ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ان کی بقا بلکہ زیادتی کا ذریعہ ہے ناشکری زوال نعمت کا سبب پھر ہر نعمت کا شکریہ علیحدہ ہے اللہ کے نبی اس سے مستثنیٰ ہیں ان کے احوال فرض اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں بلکہ اعلیٰ نعمتیں کہ دنیاوی نعمتیں فانی ہیں وہ نعمتیں باقی جو ان کا شکریہ ادا کرے گا انشاء اللہ ایمان پر قائم رہے گا جو ان کی ناشکری کرے گا اس سے چھین لی جائیں گی یہاں ارشاد ہے کہ جھٹلانے والوں سے جو نعمت کا شکریہ ادا نہ ہوا اس لئے وہ اپنے نفس پر ظالم ہوئے ان کا حال خراب ہو جسے اللہ ہدایت دے کہ شکر کی توفیق دے وہ ہدایت پر قائم رہے گا اور جسے اللہ گمراہ کرے کہ شکر کی توفیق نہ ملے وہ پورے نقصان میں رہے گا کہ وہ ہدایت کھو بیٹھے گا ایک نبی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مولیٰ تو ہم انبیاء کو اس گمراہی کا سبب کیا ہوا فرمایا کہ اس نے اپنے علم و عمل کا شکر کسی دن دانہ برابر بھی شکر ادا نہ کیا تھا جب برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو جناب یوسف کی زندہ صحت بلکہ سلطنت و حکومت کی خبر دی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کس دین پر ہیں انہوں نے عرض کیا **علی دینک و دین ابائک ابراھیم واسحق** وہ اسی دین پر ہیں جو تمہارے باپوں اور حضرت اسحاق و ابراہیم علیہ السلام کا ہے تب آپ سجدے میں گرے اور بولے آج میری دی ہوئی تعبیر پوری ہوئی اللہ نے نعمت پوری کر دی اللہ کے بعد دوں کا معاملہ خطرناک ہے عمر تقصیر ہے عمل میں تقصیر ہے حساب لینے والا بصیر و خبیر ہے اگر وہ بخش دے تو **فالملک علی اللہ یسیر** الٰہی بندہ حقیر کی امید حقیر پوری کر اے سمیع و بصیر (از روح البیان) اللہ تعالیٰ بغیر نبی کے دیدہ کسی کو کسی کے نیک عمل کو پوچھتا بھی نہیں اگر کسی کا وسیلہ میسر ہو تو اپنے فضل سے بد عمل بھی بخش دیتا ہے کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر نبی کے دروازے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ

اور بے شک پیدا کئے ہم نے واسطے دوزخ کے بہت جنات اور آدمیوں میں سے کہ ان کے دل ہیں کہ نہیں سمجھتے وہ

اور بے شک ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں

بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ

ان سے اور واسطے ان کے آنکھیں ہیں کہ نہیں دیکھتے وہ ان سے اور واسطے ان کے کان ہیں کہ نہیں سنتے

اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

وہ ان سے یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں یہ لوگ وہ غافل ہیں بے خبر ہیں

ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ یہ لوگ وہ غافل ہیں بے خبر ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں مذکور اس جملے سے ہوا کہ وہ ہدایت پر گمراہ ہوگئے اب اس آیت کریمہ میں اس بھٹکنے کی وجہ ارشاد کرتا ہے کہ اس کی پیدائش دوزخ کے لئے تھی لہذا اس کی وہ ہدایت نارضی تھی جو رائی ہوئی سے حاصل ہوئی۔ دوسرا **تعلق** ابھی پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ صحیح ہدایت یافتہ وہ ہے جسے اللہ ہدایت دے اور حقیقی گمراہ وہ ہے جسے اللہ گمراہ کرے اب اس کی تفصیل کی جارہی ہے گویا یہ آیت کریمہ پچھلی مکمل آیت کی تفصیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گمراہ کرنے سے بھی یہ نہیں کہ اسے دوزخ کے لئے پیدا کیا جارہا ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں ہدایت اور گمراہی دونوں طالب میں سے قابل اعتبار کو ذکر کرے بہتر گمراہی یا ہدایت وہی ہے جس پر وہ پیدا کیا گیا اور جس پر اس کا خاتمہ ہونا ہے زندگی کے حالات ثانوی اعتبار سے گویا ہدایت و گمراہی کی جنس کا پہلے ذکر تھا اس کی خاص نوع ذکر کی ہے۔

تفسیر ولقد ذرانا لجھنم: جو خدا اس آیت کا مضمون بہت مشکل ہے عوام کی عقل سے ورا ہے جب عقل اس کا انکار کردیتی ہے اس کے لئے لام اور قد کے ساتھ مؤکد کیا گیا ذرا کے لغوی معنی ہیں نشر کرنا، پھیلانا اسی سے **ذریت** کی اسل اس کی نسل جو بہت دور پھیلی ہو مگر اصطلاح میں یہ معنی خلق و عمل آدمی کے پیدائش پھیلاؤ کا ذریعہ ہے یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں (روح البیان) **لجھنم** میں لام مقصد و علت کا نہیں بلکہ عاقبت و انجام کا ہے لہذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں کہ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** تفسیر روح المعانی، خازن و روح البیان (وغیرہ) جہنم اللہ تعالیٰ کے سخت قہر جلال کا نام ہے یہ اصل میں **جاہ نم** تھا یعنی گہرا کنواں یا جہنم تھا کہا جاتا ہے یہ جہنام یعنی بہت ہی گہرا کنواں چونکہ اس کا گہرائی و قعر میں فاصلہ پچھتر سو سال کا ہے جبکہ زمین و آسمان کے فاصلہ سے بہت زیادہ کہ زمین و آسمان میں فاصلہ صرف پانچ سو سال کا ہے اس لئے کہا جاتا ہے اس میں گرنے والے دونوں قسم کے ثقلین جن اور انسان ہمیشہ حرارت و زمہریر سہتے رہیں گے (روح البیان) **من الجن والانس**: یعنی ہم نے دوزخ میں جانے والے کام کرنے کے لئے پیدا کئے **کثیرا من الجن والانس**: یہ عبارت **ذرانا** کے مفعول سے کثرت سے مراد اصلاً کثرت ہے کیونکہ جن و انس میں کئی ہزار نو سو ننانوے دوزخی ہیں (ایک صحیح حدیث شریف) **من الجن من** تو کثیرا کے بیان کے لئے یا تبعیض کے لئے ہے جن کے معنی ہیں چھپی مخلوق اسی سے ہے جنت (باغ) جس کے درختوں وغیرہ کی وجہ جنات انسانوں کی نگاہ سے چھپے ہوئے ہیں لہذا ہر جس کہا جاتا ہے انس کے معنی ہیں ظاہر ہونا اسی سے دیکھنے کو ایناس کہا جاتا ہے **انس من جانب الطور نارا** جیسے **انی انست نارا** چونکہ اسل عام مخلوق سے خاص ہی رہتی ہے اسی سے اسے انس کہا جاتا ہے چونکہ جنات پیدائش میں انسان سے بہت پہلے ہیں یہ آدم علیہ السلام سے بھی پہلے پیدا ہو چکے تھے یہاں تک عمریں انسانوں سے بہت بڑی ہیں یہ بھی انسانی قوتیں انسانوں سے بہت بڑھ رہیں یہ چاہیں تو انسان سے زیادہ لطیف عمل کریں اس لئے جن کہا گیا ہے اس لفظ میں جن عام مخلوق سے انسان خاص (روح البیان) جیسے رہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں۔ ہمارے حضور جیسے سارے انسانوں کے نبی ہیں ایسے ہی سارے جنات کے نبی ہیں اس لئے آپ کا لقب ہے رسول الثقلین۔ گزشتہ انبیاء کرام جیسے خاص حلقے کے انسانوں کے نبی ہوتے تھے ایسے ہی خاص حلقے جنات کے (روح البیان) عام طور جنات

www.alahazratnetwork.org

میں اولیاء علماء صالحین ہیں مگر نبی رسول صرف انسانوں میں سورۂ احقاف میں ہے کہ جنات نے قرآن سن کر اپنی قوم سے کہا **سمعنا کتبا انزل من بعد موسی** جس سے معلوم ہوا کہ وہ توراۃ کے ماننے والے تھے اور اب قرآن پر ایمان لائے **لھم قلوب لا یفقھون بھا۔** آیۃ کثیراں صفت یا حال ہے اس میں **لھم** خبر مقدم ہے اور **قلوب** مبتدا مؤخر جس سے حصر کا فائدہ ہو گیا یعنی صرف غافلوں ہی میں رہنے والے مومنین کی ان سے جدا کے فصل سے سمجھ لیے گئے قلوب جمع ہے قلب کی قلب کے متعلق ہم پہلے پارہ میں **فی قلوبھم مرض** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ لطیفہ ربانی ہے جس کی تفصیل وہیں پارہ گزشتہ سے لے لیں ہم نے کہا ہیں **لا یفقھون بھا۔ قلوب** ہی صفت ہے اس کے دو معنی ہیں **فقہ فقہ** کے سر سے سمجھ **فقہ** کے پیش سے عالم فقیہ ہو گیا اصطلاح میں دینی سمجھ دینی علم کو فقہ کہتے ہیں یہاں **لا یفقھون** کا معنی یہ پڑیدہ ہے آیت محدثہ یہ ہدایت جن کی جنہوں کے پاس ہیں قرآن گروہ ان سے آیات الٰہیہ نہیں سمجھتے نیز دو قسم کی قرآن میں فرق نہیں رہتے **ولھم اعین لا یبصرون بھا** یہ عبارت پہلے جملہ **لھم قلوب** پر معطوف ہے اور کثیراں دوسری صفت یا حال **اعین** جمع ہے **عین** کی معنی آنکھ **لا یبصرون** کا معنی **بہ** محذوف ہے آیات محدثہ دلائل التوحید یا طریق الحق یعنی ان کی آنکھیں ایسی ہیں جو دنیا کی چیزیں دیکھتی ہیں مگر آیات الٰہیہ یا راہ حق نہیں دیکھتیں جانوروں کی آنکھیں اس سے باہر ہیں **ولھم اذان لا یسمعون بھا** یہ عبارت **لھم اعین** پر معطوف ہے اور پہلی تیسری صفت یا حال **اذان** جمع ہے **اذن** کی معنی کان بھی ان کے پاس ایسے کان ہیں جن سے دنیاوی آوازیں تو سنتے ہیں مگر حق کی آواز کی کسی وعظ اللہ کا کلام نہیں سنتے۔ خیال رہے کہ یہ لوگ سب کچھ دیکھتے سنتے تو تھے مگر پروا نہ کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے اس لیے ارشاد ہوا کہ وہ دیکھنے سننے ہی نہیں ایک شاعر کہتا ہے۔

وعورۃ الکلام صممت عنھا وانی ان اشاء بھا سمیع

خیال رہے کہ ان تینوں جملوں میں دو آنکھیں کان ہونے کا ثبوت ہے مگر ان کے ہونے کی پھر ہر جگہ الگ الگ **لھم** ارشاد ہوا ایک ہی **لھم** پر اکتفا نہیں کی اس سے ان کی اور زیادہ مذمت کی یہاں فرمایا کہ یہ لوگ اپنے ان اعضاء سے وہ کام نہیں لیتے جن سے یہ اعضاء پیدا کیے گئے صرف دنیاوی کاموں میں صرف کرتے ہیں لہٰذا **اولئک کالانعام** یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں کہ جیسے جانور اپنے ان ہی اعضاء سے صرف دنیاوی عیش کی چیزیں لیتے سنتے سمجھتے ہیں بات یہ ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی یہ اپنی عقل قوتیں دنیا کمانے میں ہی صرف کرتے ہیں دنیا سے بڑے تعلق میں آخرت سے بالکل بے وقوف ہیں **بل ھم اضل** ہی ان کا معنی چوپایے جیسے گائے اونٹ وغیرہ سے وہ بھی صرف اوٹ تم ہے۔ **بل ھم اضل** بلکہ وہ تو ان سے بھی بدتر جانوروں سے بڑھ چڑھ کر گمراہ ہیں کیوں جانوروں سے مذ فرمانے کی چند وجہیں ہیں، جانوروں سے ان آنکھ کان میں آیات الٰہیہ سمجھنے دیکھنے سننے کی قوت ہی نہیں ہے وہ آنکھیں معذور ہیں جانور ان اعضاء میں یہ قوت نہ پا کر وہ کام نہیں لیتے لہٰذا وہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ جانور اپنے برے بھلے کو جانتا ہے بھلے کو حاصل کرتا ہے برے سے بھاگتا ہے۔ جیسے سرچارہ شاہ کھائی ہے وہ سے سرپل ہوتی ہے سمجھ لگائی مگر یہ لوگ معبود مصنوعی میں بھی فرق نہیں کرتے سب کو ضم کر لیتے ہیں جانور اپنے مالک کے اشاروں پر چلتا پھرتا

www.alahazratnetwork.org

اٹھا بیٹھتا ہے مگر یہ کفار اپنے مالک کے احکام نہیں مانتے۔

ہاں ہاں مانے تک تک مانے اور چمکارے ہوئے کھڑا
کہے کبیر سنو تمہیں سادھو تجھ مورکھ سے بیل بھلا!

(4) جانور بے سمجھ ہو کر گناہ کفر نہیں کرتا کافر سمجھدار ہو کر یہ سب کچھ کر لیتا ہے کسی جانور نے دعوی خدائی نہیں کیا انسان نے کیا (5) جانور اپنے مالک روزی کھلانے والے کو پہچانتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے اس کا مقابلہ نہیں کرتا مگر کافر جس کا کھاتا ہے اس کی نافرمانی بلکہ اس کی غداری کرتا ہے جس داس کے سوا باقی تمام چیزیں مطیع فرماں ہیں۔

وریع آدمی راہ بر مگل! کہ باشد چو انعام بل ہم اضل

بہرحال نافرماں انسان جانور سے مدرجہا بدتر ہے۔ **اولئک ھم الغفلون** یہ فرمان عین گزشتہ فرماں کی وجہ اور علت ہے الغافلوں سے مراد ہے پورے غافل یعنی یہ لوگ پورے غافل ہیں انہیں اپنے انجام کی کچھ خبر نہیں۔ جانور اپنی خدمت اپنی ڈیوٹی پر کمربستہ رہتا ہے مگر انہیں کچھ فکر نہیں رب کی نعمتیں کھاتے ہیں مگر ان نعمتوں کا حق تو کیا ادا کر سکتے ہیں ان کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔

خلاصہ تفسیر ہم نے بہت سے داس ایسے پیدا کیے ہیں جس کا انجام دوزخ ہے کہ وہ بہرحال دوزخ کے کام کریں گے اور دوزخ میں جائیں گے ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے پہلو میں دل ہیں مگر دل سے اللہ کی آیات حق و شرک کی باتیں نبی کی تعلیم کو نہیں سمجھتے ان کی سمجھ صرف دنیا تک محدود ہے اسی طرح ان کے پاس کان ہیں مگر وہ کانوں سے ہدایت کی باتیں نبی کے فرماں غور سے نہیں سنتے سن کر ٹال دیتے ہیں یوں ہی ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر ان آنکھوں سے آیات الہیہ بغور نہیں دیکھتے ان سب اعضاء ان کی قوتوں کو صرف دنیا میں یا کہ نبی کی مخالفت میں صرف کرتے ہیں یہ لوگ صورت میں انسان ہیں سیرت میں جانوروں کی طرح ہیں کہ انہیں سوائے کھانے پینے عیش و عشرت کے اور کچھ کام ہی نہیں بلکہ غور کرو تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں کہ جانور کھاتا پیتا ہے تو مالک کا کام بھی کرتا ہے معمولی مذاق کر بہت بھاری کام انجام دیتا ہے مالک کے اشاروں پر چلتا ہے کوئی جانور کبھی رب کا گلہ نہیں کرتا ناں میں یہ کوئی بات نہیں یہ تو بالکل فطرت میں گرفتار ہیں ان کا یہ حال ہے کہ۔

دل ہو میں کھونا تجھے شب بند بھر سونا تجھے شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

فائدے۔ اس آیہ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** اگرچہ سارے انسانوں کی پیدائش کا مقصد عبادت الٰہی ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** مگر ان میں سے بہت کم لوگ اس مقصد کو پورا کرتے ہیں اکثر جن و انس سرکش ہیں جن کا انجام دوزخ ہے۔ یہ فائدہ **ولقد ذرانا لجھنم** سے حاصل ہوا تھوڑے لوگ اللہ رسول کے مطیع ہیں رب فرماتا ہے **وقلیل من عبادی الشکور** بندگان شکرگزار تھوڑے ہیں۔ **دوسرا فائدہ**: جن داس کے سوا ہر مخلوق دوزخ میں سزا پانے کے لئے نہ جائے گی یہ فائدہ **من الجنۃ والناس** سے حاصل ہوا رب فرماتا ہے **لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین** **تیسرا اعتراض**: حق یہ ہے کہ مومن صالح جنات کے لئے جنت نہیں جنت صرف مومن انسانوں کے لئے ہے جیسا کہ گذشتہ آیہ میں سورہ احقاف شریف کے حوالہ سے ثابت کیا۔ مومن جنات کی جزا

www.alahazratnetwork.org

یہ ہے کہ وہ دوزخ سے بچ جاویں وہ مٹی روپے حاویں گے۔ **چوتھا فائدہ** ہو ربان حمد الٰہی نعت مصطفوی میں تر ہو وہ گونگی ہے جو کلام اللہ رسول کے فرمان سے وہ سرے ہیں جو آنکھ اللہ کی آیات حضور کلام سے بند ہے وہ اندھی ہے جو ان میں غور نہ کرے وہ بے عقل ہے اگرچہ دنیاوی کاموں میں وہ بڑا تیز ہو یہ فائدہ **لایفقھون** سے حاصل ہو رب تعالیٰ ایسوں کے متعلق فرماتا ہے **صم بکم عمی فھم لایرجعون** اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وہ بے زبان کا جو منہ تکے وہ ہی سب جو تجھ پہ نعت کے
وہ ہے سر جو ان کے لئے جھکے وہ ہے دل جو ان پہ نثار ہے

جو چیز اپنا مقصد پورا نہ کرے وہ برباد کردی جاتی ہے گائے بھینس جب بالکل سوکھ جائیں تو ذبح کردی جاتی ہیں بیکار گھڑی پھینک دی جاتی ہے۔ **پانچواں فائدہ** بندہ مومن فرشتوں سے افضل ہے۔ کافر جانوروں سے بدتر یہ فائدہ **بل ھم اضل** سے حاصل ہوا مومنین کے متعلق رب فرماتا ہے **اولئک ھم خیر البریتہ** اور کافروں کے متعلق فرماتا ہے **اولئک ھم شر البریتہ** کشتی نوح میں جانوروں کے لئے جگہ تھی مگر کافر کنعان کے لئے نہ تھی جو بنی راہ تھا مومن کے لئے ہی راحت رحمت ہے کافر کے لئے ہی زحمت ہو ناالله کا عذاب ہے۔ **چھٹا فائدہ** غفلت کی زندگی کفار کا طریقہ ہے بیداری ہوشیاری کی زندگی مومن کا طریقہ بعض خوش نصیب سوتے میں بھی جاگتے ہیں بعض بدنصیب جاگتے میں بھی سوتے ہیں بلکہ خوش نصیب مر کر بھی جیتے ہیں بدنصیب جی کر بھی مرے ہوتے ہیں یہ فائدہ **اولئک ھم الغافلون** سے حاصل ہوا۔

بہرہ از مملکت ہست و نصیبے اردیو ترک دنیائے کہن و بگذر حسیت رملک

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آدمی جن و انس دوزخ کے لئے پیدا کئے گئے مگر دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** سارے جن و انس اللہ کی عبادت کے لئے پیدا ہوئے دونوں آیت میں تعارض ہے۔ **جواب** دونوں آیتیں صحیح ہیں یہاں اس آیت میں **لجھنم** میں لام عاقبت اور انجام کا ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں لام مقصد و حکمت اللہ تعالیٰ کے سارے جن و انس کو اس مقصد و حکمت سے پیدا فرمایا کہ سب اللہ کی عبادت کریں مگر اشرنے اس مقصد کو پورا نہ کیا اشر کا انجام دوزخ ہے کہ انہوں نے بدکاریاں کرکے اپنے کو دوزخ کا مستحق بنایا جیسے کارخانہ جو تیار ہوتا ہے پاؤں میں پہننے کے لئے نوٹی سر پر لوڑھے کے لئے یا ہے ان کے بنانے کا مقصد ہوئی پاگل جو تا سر سے باندھ لے نوٹی پاؤں میں پس لے یہ ہوا ان دونوں کارخانوں کا غلط انجام جو خود پہننے والے کی اپنی غلطی کا نتیجہ ہے۔ انجام کی مثال اس آیت میں ہے **ربنا انک اتیت فرعون وملاء زینتہ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک** یعنی رب تعالیٰ نے فرعونیوں کو مال دیا تھا نیکیاں کرنے کے لئے مگر فرعونیوں نے **لیضلوا عبادک** آئے تیرے بندوں کو گمراہ کریں یہ ہوا ان کا اپنا استعمال نورمال کا انجام۔

لہ ملک ینادی کل یوم لدوا للموت و ابنوا للخراب

جنے جاؤ موت کے لئے عمارتیں بناتے جاؤ بربادی کے لئے موت اور بربادی ان چیزوں کا انجام ہے دوسرا شاعر کہتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

و للموت تغدو الوالدات سخالها — كما لخراب الدهر تبنى المساكن
لدوا للموت وابنوا للخراب فكلكم — ولدتم لدوى الميراث نجمعها — ودورنا لخراب الدهر نبنيها
وأم سحبك فلا تجزعي — فللموت ما تلد الوالده

ان سب اشعار میں لام جنس کے ہیں ورنہ کوئی شخص دوسروں کے لئے مال جمع کر کے مگر اس کا بھائی ہی ہے۔ دوسرا اعتراض جانہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے تو چاہئے تھا کہ زیادہ جن وانس جنتی ہوتے تھوڑے دوزخی مگر معاملہ برعکس ہے۔ جواب: واقعی دوزخی بہت ہی تھوڑے ہیں کیونکہ سارے فرشتے حور و غلمان اور دوسری مخلوق جن انس سے ہیں زیادہ ہیں ان میں سے کوئی دوزخی نہیں صرف جن وانس ہی کافر دوزخی ہیں ساری مخلوق کو ملا کر دیکھو تو دوزخی بہت ہی تھوڑے ہیں (روح البیان) اس کی رحمت واقعی غضب پر زیادہ ہے۔ تیسرا اعتراض: اس میں کیا حکمت ہے کہ دوسری مخلوق میں کوئی دوزخی نہیں مگر جن وانس میں دوزخی زیادہ ان دونوں گروہوں میں یا تو دوزخی ہوتے ہی نہیں یا ہوتے تو مگر بہت کم ہوتے۔

جواب: اس میں صدہا حکمتیں ہیں ہم صرف دو حکمتیں عرض کرتے ہیں ایک یہ کہ اس میں رب تعالیٰ کی بڑی بے پایاں رحمت کا اظہار ہے کہ انسان جو اشرف الخلق ہے جس میں نبی رسول آئے اسی کا بکثرت یہ ہے کہ دوزخی بھی اس سے بھاری تعداد میں ہوں لو چاہے تو بہشت لو چاہے تو بہشت پر کوئی اپنی بلندی اور بڑائی پر ناز نہ کرے اس کی پہچان کے دوسرے یہ کہ دنیا میں جو چیز کم ہوتی ہے اسی چیز کی زیادہ قدر ہوتی ہے بہشت بہت زیادہ دوزخ کم ہے اپنی زیادہ اگر اعلیٰ چیز بھی ہوتی کی طرح زیادہ ہوتی تو اس کی قدر نہ ہوتی۔

اگر ہر شب شب قدر بودے — شب قدر بے قدر بودے

جسم میں بال بہت ہیں مگر دل دماغ صرف ایک ایک تھوڑے سے موس مٹی تھوڑے ہیں کافر دوزخی زیادہ تاکہ وہ زیادہ ان تھوڑوں کا فدیہ بنیں (بیان) چوتھا اعتراض: جب جنت کی پیدائش آگ سے ہے خلقتنی من نار و خلقته من طین تو انہیں دوزخ کی آگ میں تکلیف کچھ بھی نہ ہوگی آگ میں آگ مل جوے گی۔ جواب: جیسے انسان مٹی سے بنا ہے مگر اسے مٹی سے تکلیف پہنچ جاتی ہے کہ ڈھیلا مارو تو درد نہ بلکہ مردہ ہو جاتا ہے اسے مٹی میں دبا دو تو دم گھٹ کر مر جاتا ہے یوں ہی جنت کو دوزخ کی آگ سے تکلیف ہوگی یوں کہو جیسے انسان مٹی سے بنا ہے مگر مٹی ہے نہیں گوشت پوست وغیرہ ہے یوں ہی جنت آگ سے ہے مگر وہ آگ ہیں نہیں ان کے اجسام ہیں لہٰذا یہ بدن کی آگ اسی موجودہ آگ سے تکلیف پائے گی یا یوں کہو کہ عذاب روح کو ہوگا اور روح آگ سے نہیں بنی جیسے ہمارے مٹی کے قالب میں روح رہ کر مٹی سے ایذا پاتی ہے ایسے ہی آگ کے قالب میں رہ کر آگ سے تکلیف پائے گی (روح المعانی) پانچواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ ان کافروں کی آنکھیں ہیں مگر وہ نہ تو دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں حالانکہ یہ تو واقع کے خلاف ہے وہ تو خوب دیکھتے ہوتے دیکھتے ہیں۔ جواب: جن چیزوں کے دیکھنے کے لئے یہ اعضا بنائے گئے تھے وہ باتیں نہیں دیکھتے نہیں سنتے اگرچہ اور سب کچھ دیکھتے سنتے ہیں لہٰذا وہ نالائق بھرے اندھے ہوئے جو گائے بھینس دودھ دینے کا خوب اور گوبر پیشاب خوب کرے وہ رکھی جاتی ہے چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ میں کفار کو جانوروں سے بدتر کیوں فرمایا گیا۔ جواب: اس

www.alahazratnetwork.org

کی بہت و جہیں ابھی تفسیر میں بیان کی گئیں جو اشرف ہو کر اولیٰ بن جاوے اس سے بدتر ہے جو اولیٰ ہو اور اولیٰ رہے جو بوری ہو کر ناری بن جاوے وہ اس سے بدتر ہے جو خاکی ہو کر خاکی رہے اور خاک میں مل جاوے۔

نور الہ گر نہ ہو انساں میں جلوہ گر کیا قدر اس خمیرہ ماء و طین کی ہے
نور الہ کیا ہے محبت حبیب کی! جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوف و حزن کی ہے

گائے بھینس جتنی تو اپ دودھ گھی سے نفع پہنچائیں مریں تو اپنے گوشت ہڈی بال وغیرہ سے نفع میں یہ بدنصیب انسان جیتے تو مخلوق کو ستائے مرے تو دو گز زمین گھیرے اس کا گوشت پوست وغیرہ سب بیکار۔

تفسیر صوفیانہ: انسان کا دل ایک صاف آئینہ ہے غفلت و انکار اس کے گرد و غبار جس سے یہ دھندلا ہو کر آخر کالا ہو جاتا ہے تصدیق اور رجوع الی اللہ اس آئینہ کی صیقل ہے دل قرآن کے صاحب قرآن بلکہ رحمان کے رہنے کی جگہ ہے آنکھیں کان زبان قرآن کی گزرگاہ ہیں ان سب کو صاحب قرآن کے لائق پاک و صاف رکھنا چاہیے گندی جگہ میں رہتا سہتا گندے رہنے سے گزرتا ہیں۔

غبار ہوا چشم عقلت بدوخت سموم ہوا کشت عمرت بسوخت
بکن سرمہ غفلت از چشم پاک کہ فردا شوی سرمہ در چشم خاک
در چشم از پئے صنع باری نگوست زجیب برادر فرو گیر دست
گزرگاہ قرآں و بند است گوش نہ بہتاں و باطل شنیدن بکوش

لفظ ما قلبیں نے اپنے یہ اعضاء غفلت اور گناہوں کی کثرت سے بیکار کر لیے یہ ہی اعضاء ہدایت کا ذریعہ تھے اب انہیں ہدایت ملے تو کیسے اب ان کے دل حضور انور کی باتیں سمجھتے ہیں تردید کرنے کے لئے حضور کے معجزات دیکھتے سنتے ہیں مگر انکار کرنے کے لئے یہ سننا سننا دیکھنا دیکھنا سمجھنے سے بدتر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق رنگ برنگی پیدا کی ہے بعض لوگ قرب و محبت کے لئے پیدا ہوئے وہ اللہ اللہ ہیں اللہ کے حسن و جمال کے مظہر ہیں اللہ کی طاقت سے اللہ کی خبریں سمجھتے دیکھتے سنتے ہیں وہ رب کا کلام پہچانتے کلام سنتے جمال دیکھتے ہیں۔ بعض لوگ جنت کے لئے پیدا کئے گئے وہ لائق قدرت سمجھتے دیکھتے بولتے ہیں بعض دوزخ کے لئے پیدا کئے گئے وہ جانوروں سے بدتر ہیں کیونکہ جانوروں میں تو یہ استعداد تھی نہیں ان بدنصیبوں میں تھی مگر ضائع کر دی۔ جو دل کاشانہ یار ہونا چاہئے تھا اسے انہوں نے بنا جلانہ اغیار (یا ایہا الروح الہیاں) اللہ تعالیٰ ہم کو پہلی جماعت سے بنائے کہ وہ ہمارا ہو ہم اس کے ہوں۔ بڑا جرم غفلت ہے بڑی نیکی عزلت یعنی خلق سے علیحدگی جس مکان میں یکیں نہ ہو وہ برباد ہے جس دل میں سودا نہ ہو وہ بے کار جس مسجد میں نمازی نہ ہو ویران جس دل میں اللہ کا خوف و اللہ کا عشق نہ ہو ویران ہے۔

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے جو یاد سے غافل ہوا ویراں ہے برباد ہے

ہر چیز کی آبادی اس کے سمان سے ہوتی ہے رب تعالیٰ ہمارے دل آباد کرے ویران گھر میں سانپ بچھو کو زار رہتا ہے جس دل میں دو نہ رہیں اس میں حسد بغض وغیرہ ہزارہا کوڑے کچرے رہتے ہیں حضور کعبہ میں آئے بت وہاں سے بھاگے اس کعبہ دل میں حضور آجاویں تو عیوب نکل جاویں سارے کمالات حاصل ہو جاویں جس قسم میں حال پڑ جاوے اسے آنکھوں کان زبان کی قوت سامعہ دں کی اعضاء کی حرکت زبان میں بولنے کی طاقت سب کچھ سیر ہو جاتی ہے اگر جاں نکل جاوے تو یہ ساری

طاقتیں ختم ہو جاتی ہیں ایسے ہی جس دل میں دو عدد ایمان جلوہ گر ہو جائیں تو ساری خوبیاں اسے مل جاتی ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ

اور اللہ ہی کے لئے ہیں اچھے اچھے نام تو ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ

کرتے ہیں ان کے عنقریب سزا پائیں گے جو کچھ کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو ہم نے پیدا کئے ایک گروہ وہ ہے جو حق بتاتا ہے

بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

اور اسی پر انصاف کرتا ہے جو ہدایت دیتے ہیں ساتھ حق کے اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ وہ لوگ جن کو اللہ نے عقل دی ہے ان میں وہ ہیں جو عاقل ہوں مگر اللہ سے غافل ہوں اب ارشاد ہے کہ اے عاقل کو عاقل۔ رہو اللہ کا ذکر کرو اس کے اچھے ناموں کے ساتھ ہم نے ان سے اسے یاد کرنا بھلا دیا ہے تم اپنے پہلے ہوئے اچھے ہونے کے درجہ کو خراب ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ دوزخیوں کی تین قسمیں کی تھیں تو میں کہتا ہوں کہ اب ارشاد ہے کہ ان اصناف کو خبردار کر دو تاکہ ان سے بچ جاؤ اس سے پیارے ناموں سے ان سے ڈرو اے عقلمند سے ناموں کو بھولو اور سنو کہ اس آیت میں اس آیت میں جس سے مارے اصناف کو خبردار کیا گیا ان سے اچھے ناموں سے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ ہدایت دے دیتے ہیں حق سے ہدایت لینے والے درجہ اسے اچھے ناموں سے یاد کرنا اور رکھنا چاہئے۔

شان نزول ایک صحابی نے نماز میں کہا یا رحمٰن کہ کفار نے سنا تو ایک کافر نے کہا وہ ابو جہل تھا اپنے یاروں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں تو منع کرتے ہیں کہ دو اللہ کی عبادت کرتے ہیں مگر وہ پکارتے ہیں دو معبودوں کو اور رحمٰن کی نماز میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن و روح بیان)۔

تفسیر **وللہ الاسماء الحسنی** اس عبارت میں لام خصوصیت کا ہے اور **للہ** خبر مقدم ہے اور **الاسماء**

www.alahazratnetwork.org

الحسنیٰ اچھا جتنا جس سے حصر فاندہ اخذ اس عبارت سے چند معنی ہوسکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام اچھے ہیں اس سے حوالہ نہ کیجئے اور جس سے برے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے نام اچھے ہیں ان کے سوا اور نام نہ رکھو

www.alahazratnetwork.org

محمد کہو اے رب الحمد یہ رب کلاب نہ کہو کہ اگرچہ وہ کتے بندے کا خالق ہے مگر اس کی طرف نسبت کرنا اس کی بے ادبی ہے (۱۲) جس ناموں کے معنی معلوم نہ ہوں یوں ہی جن ناموں کے معنی اچھے بھی ہوں برے بھی وہ رب تعالیٰ کے لئے بولنا بھی الحادی الاسماء ہے لہٰذا اے شافی کو طبیب نہ کہو کیوں ہی اسے عالم کو معلم نہ کہو اے زارع کو عارث نہ کہو کہ حارث کسان کو بھی کہتے ہیں یوں ہی معلم اور طبیب پیشہ ور مدرسین اور حکیم ڈاکٹروں کو کہا جاتا ہے (تفسیر کبیر و حارس (معانی وغیرہ) یہ بھی یاد رکھو کہ بعض صفات رب تعالیٰ کے لئے قرآن مجید سے ثابت ہیں مگر اس کے الفاظ رب تعالیٰ کا نام نہیں بن سکتے دیکھ مکر اور مکر اللہ یوں ہی **یخادعون اللہ وھو خادعھم** یوں بھی **قل ای شیء اکبر شھادۃ قل اللہ** قرآن مجید میں ہے مگر اسے مکار یا خادع یا شی نہیں کہہ سکتے (روح المعانی) اس کی پوری تفصیل تفسیر کبیر و روح المعانی و روح البیان وغیرہ میں اسی جگہ دیکھو **سیجزون ما کانوا یعملون** یہ رب تعالیٰ کے ناموں میں الحاد کرنے کی سزا کا بیان ہے تو مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ اس حرکت سے بچے ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اس سزا کے مستحق ہو جاویں یعنی رب کے ناموں میں کجروی کرنے والے عنقریب سزا دیئے جائیں گے یا تو ہر زخ اور آخرت میں یا دنیا میں بھی جو خدا اللہ کے ناموں میں کج روی کرنے والے انجام برا ہے **وممن خلقنا امۃ** اس سے پہلے کافرین ناطقین طعین کا بیان ہوا اس کے مقابل پاکیں متقین مومنین کا بیان ہے یہ **ومن** پر معطوف ہے لہٰذا واؤ عاطفہ ہے اس میں **من بعضیت** کا ہے اور **من** سے مراد یا تو انسان ہیں یا جن و انس دونوں یہاں **امۃ** سے مراد امت محمدیہ علیہ السلام ہے چنانچہ ابن جریر وغیرہ نے بہ تریج سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا **ھذہ لکم** یہ آیت تم لوگوں کے لئے ہے (روح المعانی) خیال رہے کہ یہی آیت امت موسوی کے لئے بھی آئی ہے **ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون** تو وہاں بھی وہی موسوی لوگ مراد ہیں جو حضور انور پر ایمان لا کر مسلمان ہو گئے **یھدون بالحق** یہ عبارت **امۃ** کی صفت ہے **یھدون** ھدایۃ سے ہدی سے معنی رہبری رہنمائی کرنا **اھتدیٰ** ہدایۃ پانا حق کے معنی اس کے اقسام اور حق و صدق میں فرق بار ہا بیان ہو چکے ہیں **وبہ یعدلون** یہ عبارت **یھدون** پر معطوف ہے اور **امۃ** کی دوسری صفت **یھدون** میں عام امت فرما رہے اور **یعدلون** میں خاص کاملین حکام مجتہدین اور علماء کاملین جو دنیا کی مخلوق میں وہ لوگ بھی جو لوگوں کو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اگر وہ حاکم یا سلطان یا عالم نہ ہوں تو حق سے ہی فیصلے اور انصاف کرتے ہیں حق سے مراد قرآن مجید ہے یا قرآن و حدیث اس کے دقیق سے دقیق حق سے مراد ہے مصطفیٰ علیہ السلام۔

خلاصہ تفسیر اللہ تعالیٰ کے سارے نام اچھے ہیں ظاہر قرآن مجید میں چار سورتوں میں ہے پہلی سورۃ بقرہ میں اعراف اس کی یہ آیت دوسری سورۃ بنی اسرائیل کا آخر رکوع **قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعو فلہ الاسماء الحسنیٰ** تیسری سورۃ طٰہٰ کا پہلا رکوع **اللہ لا الٰہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ** چوتھے سورۃ حشر کا آخر **ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ** کہیں چنانچہ یہاں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے نام بہت اچھے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے سارے نام اچھے ہی ہیں کہ ہر نام کے معنی بہت اچھے ہیں لہٰذا اے لوگو اسے انہیں ناموں سے پکارو یہ نام تم کو نبی

www.alahazratnetwork.org

کے ذریعے میں نے اس نام کو بار بار دہرایا تھا چنانچہ اس نام کریم کے اپنی طرف سے عطا فرمائی رحیم کریم وغیرہ اسماء سے رابطہ بھی ہو گیا۔ علاوہ ازیں اس نام کریم کے ذریعے میں نے اپنی آخرت میں بھی بہتری کا سامان کر لیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے میری دعائیں قبول ہوں گی اور میں ہر طرح سے کامیاب رہوں گا۔ جماعت علی امت محمدیہ اس سے بہت سے مسائل کا حل یعنی قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح راستہ کی طرف ہدایت پائے گی اور اگر وہ سلطان عالم کا نام ہے تو حق سے جس فیصلہ کرنے کی اس میں طاقت ہے وہ نام یہ جماعت قیامت تک رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کے نام

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو اس کے علاوہ کسی کے نہیں ہو سکتے۔ وہ نام شریف یہ ہیں۔ **ھواللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق الباری المصور الغفار القھار الوھاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث المحی الممیت الحی القیوم الواجد الماجد الواحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الاخر الظاہر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الھادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور۔** مکمل یہ شخص اس طرح سے پڑھے **اللھم انی اسئلک یا رحمٰن یا رحیم** پھر سارے نام شریف پڑھے پھر ان کے بعد یہ کہے **ای تصل علی سیدنا محمد وآلہ وان ترزقنی وجمیع من یتعلق بی بتمام ممتک ودوام عافیتک یا ارحم الراحمین۔** پھر جو حاجت ہو مانگے ان شاء اللہ پوری ہو گی (روح البیان)

خیال رہے کہ رب تعالیٰ کے یہ نام توقیفی ہیں یعنی رب تعالیٰ نے خود اپنے لئے یہ نام مقرر فرمائے ہیں اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اور بہت سے نام ہیں چنانچہ ابو نعیم حلیہ میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے کل نام ایک ہزار ہیں اللہ نے فرمایا کہ اس کے نام چار ہزار ہیں جن سے فرمایا کہ رب کے نام بے شمار ہیں کیونکہ اللہ کی تعریفوں کی انتہا نہیں اور جتنی تعریفوں والے ناموں کی حد بھی اتنی ہی قوی ہے (روح المعانی) یہ بھی خیال رہے کہ حضور ﷺ کے اسمائے گرامی نام ہیں مشتق رب تعالیٰ کے نام ہیں (مدارج النبوۃ) یونہی اسمائے رحیم ایسے اور کریم واللہ کریم اس سے بھی عظیم۔

www.alahazratnetwork.org

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم ۔۔۔ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

نہ ہماری بگڑی بنانے والے کی حمد کریموں کے ناموں کا ثمر

اللہ کے ناموں کے احکام

اللہ کے ناموں سے متعلق چند قواعد یاد رکھنے چاہئیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا ہر نام ذاتی ہے یعنی اللہ باقی کا معنی جیسے رحمٰن میں اللہ ذاتی ہے قہار صفاتی اسی سے اسرائیل اسرا ئیل وغیرہ۔ عربی اور عجمی زبانوں سے ہو کسی زبان میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ (۲) اللہ کے ذاتی نام سے ہر وہ نام جو صفاتی تعبیر میں اللہ سے آتا ہے۔ اللہ کی صفت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام تین قسم کے ہیں۔ (۱) جو صرف اللہ کے نام ہیں اور کسی سے مشتق نہیں جیسے اللہ۔ (۲) جو اللہ کے نام بھی ہیں اور مخلوق کے بھی جیسے رحیم۔ (۳) جو اللہ کے نام ہیں اور مخلوق کے بھی مگر اللہ کے نام ان کے معنی خاص ہیں جیسے متکبر۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث شریف میں ہے ہر مسلمان کو ان کا اعتقاد یا ان کے معانی (۲) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جنہیں ہر مسلمان جانتا ہے جیسے وہ وصف جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۵) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۶) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۷) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۸) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۹) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۱) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۴) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۵) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۶) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۷) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۹) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ناموں سے متعلق چند قواعد یاد رکھنے چاہئیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا ہر نام ذاتی ہے یعنی اللہ باقی کا معنی جیسے رحمٰن میں اللہ ذاتی ہے قہار صفاتی اسی سے اسرائیل اسرا ئیل وغیرہ۔ عربی اور عجمی زبانوں سے ہو کسی زبان میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ (۲) اللہ کے ذاتی نام سے ہر وہ نام جو صفاتی تعبیر میں اللہ سے آتا ہے۔ اللہ کی صفت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام تین قسم کے ہیں۔ (۱) جو صرف اللہ کے نام ہیں اور کسی سے مشتق نہیں جیسے اللہ۔ (۲) جو اللہ کے نام بھی ہیں اور مخلوق کے بھی جیسے رحیم۔ (۳) جو اللہ کے نام ہیں اور مخلوق کے بھی مگر اللہ کے نام ان کے معنی خاص ہیں جیسے متکبر۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث شریف میں ہے ہر مسلمان کو ان کا اعتقاد یا ان کے معانی (۲) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جنہیں ہر مسلمان جانتا ہے جیسے وہ وصف جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۵) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۶) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۷) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۸) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۹) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۱) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۴) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۵) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۶) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۷) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۱۹) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام جن کا ذکر قرآن کریم یا حدیث میں نہیں مگر وہ صفات جن پر ہر مسلمان کا اتفاق ہے جیسے ہر مسلمان کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

معنی بہت ہی اچھے ہیں اس کا کوئی نے معنی نہیں یوں ہی کسی نے معنی بنا لیے یہ اسلام کی خصوصیت ہے۔ اس میں رب کے نام نہایت نپے تلے معنی والے ہیں دوسرے مذہبوں میں رب کے نام یا تو بے معنی ہیں جیسے ہندوؤں کے ہاں اوم خدا نام سے گویہ گیت شروع کرنے کی ایک آواز ہے جس سے گویا اپنی سرتال درست کرتے ہیں اس کے لغوی معنی کوئی نہیں یا ان سے معنی رب کی شان کے خلاف جیسے عیسائیوں کے ہاں رب لوآ آسمانی باپ یا روح القدس کہا جاتا ہے یہ فائدہ **الاسماء الحسنی** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ اللہ کو پکارنا یوں اس کو پکارو ملائکہ رب کو بہت پسند ہے یہ فائدہ **فادعوہ بھا** کی دو تفسیروں سے حاصل ہوا۔ دعا سے معنی پکارنا بھی ہیں اور مانگنا بھی یہ پکارنا اپنی عبدیت اس کی ربوبیت کے اظہار کے لیے ہے۔ اس لئے کہ وہ ہم سے بے حد بے پرواہ ہے پکارنے سے تو اسے خبر ہوگی۔ تیسرا فائدہ علامت سمجھ کر اپنی حاجت سے متعلق اسے ہمیشہ اس کے پکارنے اس کے نام سے ہوتا ہے۔ ہماری حاجتیں بہت ہیں یہ فائدہ بھی **فادعوہ بھا** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ اللہ تعالیٰ کی ولی سے دعا تو ہیں یا اسے معمولی نام سے پکارنا یا اللہ کے ہم سی مخلوق کو دینا ہر سے یہ فائدہ **یلحدون فی اسمائہ** سے حاصل ہوا۔ بعض جاہل پیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے بے ادب گستاخ ہوتے ہیں ان سے دور بھاگو حتی کہ سے عاقل اطیب اتقیٰ ۔ ہوا (تفسیر بیضاوی) بعض لوگ اللہ میاں کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے اسے اللہ تعالیٰ کہو۔ پانچواں فائدہ انشاء اللہ دنیا میں ہمیشہ حق پرستوں کی جماعت رب کی دنیا میں اس سے خالی نہ ہوگی اس کا باطل پرست باطل طلبی سے یہ فائدہ **یعدلون بالحق** سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ نال حق حق مسلمہ اتحاد واتفاق رہے وہ حق پر ہے مسلمین معتقد ہے یہ فائدہ **وبہ یعدلون** سے حاصل ہوا (تفسیر بیضاوی)۔

پہلا اعتراض: ہم نے کہا کہ خالق مشترک ناموں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کا بھی نام ہے اور بعض بندوں کا بھی تو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے یہ تو عرض شرک ہے۔ جواب: یہ اسی مقام پر تفسیر روح المعانی نے فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ معنی ہستی بخشنے والا ہست کو ہست کرنے والا پیدا کرنے والا بندہ خالق ہے معنی صورت گھڑنے والا شکل بنانے والا رب فرماتا ہے **وتخلقون افکا** اور فرماتا ہے **اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر** اور فرماتا ہے **فتبارک اللہ احسن الخالقین** ان سب آیتوں میں خلق بمعنی صورت گری ہے جیسے رب اللہ تعالیٰ کا نام ہے معنی حقیقی پالنے والا مگر قرآن مجید میں بعض بندوں کو رب فرمایا ہے کہ **کما ربانی صغیرا** یا **ارجع الی ربک** یہاں رب سے مراد مجازی مالک ہی مراد لینا دوسرا اعتراض۔ عام مسلمان اللہ تعالیٰ کو خدا کہتے ہیں یہ نام قرآن مجید میں آیا نہ حدیث شریف میں یہ بھی ان آیتوں میں ہے **یلحدون فی اسمائہ** اللہ سے نام تو ان میں چار اسے حدا یوں سے عادتاً ہے۔ جواب: ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ ان نام مسلمانوں کا نام ہے اس لئے بھی شریعت کی سند ہے۔ بعد دوسرے عوض ان کی طرح بھی رب تعالیٰ کا نام ہے اور رب تعالیٰ کا نام ہے

جائے اس کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے جیسے مالک قادر عالم وغیرہ میں عالم کو خدا کہتے ہیں جیسا کہ مالک کو کہتے ہیں تو کوئی سوال نہیں جیسے حفیظ کاتب حمید نگہبان ناصر کاتب حمید کاتب یہ اللہ کے نام ہیں اس کے پاک اوصاف ہیں۔ تیسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سارے نام جاننے میں عمل سے ہاتھ قاصر

www.alahazratnetwork.org

بھی ہیں یہ دونوں ہم معنی کے طاقہ سے اچھے نہیں کسی پر نہیں قرار پاتو برا ہے پھر اس کے یہ بات کیوں ہیں۔ **جواب** ہمارا مطلب ہے معنی خاص نہیں ہمارے معنی میں یہ نقصان یعنی تاخیر نہیں ہے، الا کہ ایک نیکی کی برکت سے صدہا گناہ معاف فرما دیتا ہے قادر معنی غالب ہے کہ ساری مخلوق اس کے زیر فرماں ہے لہذا یہ نام بہت ہی پیارے گنہگاروں کے سہارے اور شاندار ہیں۔

چوتھا اعتراض تم نے تفسیر میں کہا کہ قیامت تک اللہ والوں کا ایک گروہ رہے گا **امتہ یھدون بالحق** مگر حدیث شریف میں ہے کہ قیامت جب قائم ہوگی تو روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے **جواب** ہر وقت قیامت میں تھوڑے مدتی سے تھوڑا تھوڑا ایک گروہ حق پر رہے گا مگر قیامت کے وقت میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا آیت و حدیث مطابق ہیں۔

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام یعنی اللہ اس کی کسی صفت سے مشتق نہیں نہ رب کسی سے بنا نہ اس کا کوئی نام کسی سے بنا۔ ذاتی نام اس کی ذات پاک سے ہیں اس کے صفاتی ناموں میں سے بعض تو اس کی حقیقی صفت سے ہیں وہ غیر مخلوق ہیں کیونکہ اس کی ذاتی صفات قدیمہ ہیں جیسے حیوۃ، علم، کلام، علم، قدرت، ارادہ اور بعض فعل صفت سے ہے وہ مخلوق ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کے فعل مخلوق ہیں جب سے اس نے مخلوق کو پیدا فرمانا شروع کیا خالق رازق ہے بیماروں کو شفا دی تو شافی ہاں وہ ان تمام افعال پر قادر ہمیشہ سے تھا لہذا اس کے سارے نام اچھے ہیں اے لوگو تم اللہ کو اس کے اچھے ناموں سے پکارتے رہو اگر تم اخلاق حسنہ سے موصوف ہو جاؤ یا رزاق انشاء اللہ تم دولتمند اور محتاج پرور ہو جاؤ گے۔ انسان کا دل ایک صاف شفاف شیشہ ہے جو ماسوی اللہ کے تعلق سے دھندلا ہو جاتا ہے اس کی صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اس کے نام کا ورد ہے فرمایا **فادعوہ بھا** انسان خدا تعالیٰ کا ذکر اس کے محبوب کی اطاعت کرتے کرتے اس کا مظہر بن جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے اعضاء پر حدائی افعال صادر ہونے لگتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے **کنت لہ سمعا و بصرا فبی یسمع و بی یبصر** اس کا نام ہے جبھیوں ماہیں ہے ہے سہاروں کا سہارا جس دل و زبان پر اس کا نام نہ ہو وہ ہوس حرص مشہوات دنیا طبعی کا مرکز بن جاتا ہے وہ انسان عاطلوں کے زمرہ میں آجاتا ہے تو یہ نام ورد میں رکھتا ہے ان کے متعلق یہاں ہی ارشاد ہوا **ومن خلقنا امتہ یھدون بالحق** (روح البیان)

حکایت کسی مست سے کسی نے پوچھا اللہ تعالیٰ کے ہاں سے یوں ہوتے ہوئے ہیں ہوتے ہیں ہوتے ہیں مشائخ اس کی بہت پرواہ نہیں کرتے ہیں تو اس مست نے کہا سو فابھر پہ محبوب شطاح کے منہ سے خوش رہا یہ ہے حضور انور ذات حق اللہ میں نام کسی چیز کا ہو لے لیتے ہیں حضور انور اللہ تعالیٰ کے سر تاپا مظہر ہیں اس لئے اس کی تحقیق ہم اللہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ حضور انور اسم اللہ میں **وللہ الاسماء الحسنیٰ**۔

رہاں سے رہاں ہیں سے شاں و وہ گئے اس جہاں میں اس مخلوق کی ماہ

www.alahazratnetwork.org

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ

اور وہ لوگ کہ جھٹلایا ہوں نے ہماری آیتوں کو قریب ہے کہ ہم انہیں ڈھیل دیں گے اس جگہ سے کہ نہیں جانیں گے

اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بھلد ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں

لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۭ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ

اور ڈھیل دوں گا میں انہیں بے شک تدبیر میری مضبوط ہے۔ اور کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ نہیں ہے ساتھی

خبر انہیں ہوگی اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری تدبیر بہت پکی ہے کیا سوچتے نہیں کہ ان کے

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

کو کوئی دیوانگی نہیں ہیں وہ مگر ڈرانے والے ظاہر ،

کو جنوں سے کوئی علاقہ نہیں وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں ،،

تعلق: ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: ابھی پچھلی آیت میں اس جماعت کا ذکر ہوا جو حق پر قائم ہے عدل و انصاف کرتی ہے اب اس کے مقابل ان لوگوں کا ذکر ہے جو حق سے اپنی ہوئی ہے آیت ایسے بھلائی سے تاکہ لوگ پچھلی جماعت سے ہوں اس جماعت سے نہ ہوں چیزوں کی پوری پہچان ان کی ضدوں سے ہوتی ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اچھے ناموں سے پکارو انہیں ناموں سے پکارو انہیں ناموں سے اس سے دعا مانگو اب رب کو نہ پکارنے اسے اچھے ناموں سے یاد نہ کرنے یا اس سے دعا نہ مانگنے کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ان کا ہر قدم دوزخ کی طرف اٹھ رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہوا کہ وہ اعلیٰ صفات سے موصوف ہے۔ عیوب سے پاک ہے اس کے محبوب علیہ السلام کی بے عیبی کا ذکر ہو رہا ہے **مابصاحبکم من جنۃ** کہ یہ عیب رب نے بے عیب نبی کو اپنا محبوب بنایا ہے۔

شان نزول: ان آیات کے شان نزول چند ہیں (۱) کفار مکہ حضور علیہ السلام کو بہت ستا دیتے تھے آپ کو شاق اڑاتے تھے اس کے باوجود عیش و عشرت میں تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہم سے رب راضی ہے ہمارے ان جرموں سے خوش ہے تب ہی تو ہم کو مال تندرستی دے رکھی ہے اس کے رد میں ہوکہ نازل فرمائے گئے پہلی آیت **سنستدرجھم** نازل ہوئی (خازن و معالی) (۲) حضور علیہ السلام شروع رسالت تبلیغ میں ایک رات صفا پہاڑ پر کھڑے ہو کر صبح تک لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے رات میں ایک گھڑی بھی آرام نہ لیا اس پر کفار مکہ نے **محمد** علیہ السلام کو مجنون دیوانہ ہو گئے ہیں کہ تمام رات باتیں کرتے رہے اس پر آیت **اولم یتفکروا** نازل ہوئی (۳) جب حضور علیہ السلام پر وحی آتی تھی تو آپ کی حالت اس وقت عجیب ہو جاتی تھی چہرہ انور سرخ ہو جاتا تھا سردی کے موسم میں پسینہ آجاتا تھا بعض لوگ اس حالت کو دیکھ کر کفار مکہ کہتے تھے کہ آپ پر جنوں کا دورہ پڑتا ہے اس پر آیت **اولم یتفکروا** نازل ہوئی (کبیر روح المعانی خازن وغیرہ) عزیز رب تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

سے اپنے محبوب کی مصلحت میں غار کو جو لب دیا۔

تفسیر والذین کذبوا بایاتنا بعض مفسرین نے فرمایا کہ الذین سے مراد قریش ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی مگر حق یہ ہے کہ ہر کافر منکر اس سے مراد ہے کیونکہ اگرچہ شان نزول اس کا خاص ہے مگر عبارت عام ہوتی ہے معنی ہیں خوب جھٹلایا یا اس طرح کہ مرتے دم جھٹلاتے رہے اور کفر پر مرے یا اس طرح کہ قول و عمل سے جھٹلاتے رہے یا اس طرح کہ خود بھی جھٹلایا اور لوگوں کو بھی کافر بنایا یا انہیں کفر پر جملیا آیات سے مراد یا تو آیات قرآنیہ ہیں یا حضور انور کے معجزات یا خود حضور علیہ السلام کیونکہ آپ کی ہر ادا اللہ کی آیت ہے یا عام آیات مراد ہیں ان تینوں کو شامل **سنستدرجھم** یہ تدریج الدرج سے جس کا معنی درجہ ہے جس کے کئی معنی ہیں سیڑھی کے تختے یا زینہ کے درجے استدراج سیڑھی کے زینوں سے ریعنی کسی کو نیچے سے اوپر پہنچانا اوپر سے آہستگی کے ساتھ نیچے اتارنا یعنی آہستگی سے منتقل کرنا (2) بچہ کے قدم جو قریب قریب پڑیں جس سے بچہ آہستہ آہستہ چلے۔ لپیٹنا تہہ کرنا سمیٹ جانا ہے لہٰذا درج الکتاب اس نے کتاب لپیٹ دی۔ اصطلاح میں ہر نعمت منتقلی کو استدراج کہتے ہیں وہی معنی یہاں مراد ہیں (بیر خانہ معانی وغیرہ) یعنی ہم آہستگی سے دوزخ کی طرف لے جائیں گے کہ ان کا ہر سانس ہر قسم حال دوزخ کی طرف جانے والا رہے گا اور ان کی یہ روانگی ایسی ہوگی کہ **من حیث لا یعلمون** یہ عبارت ایک پوشیدہ لفظ "لانا" کے متعلق ہے۔ وہ کہ استدراجا مصدر پوشیدہ کی صفت ہے یعنی ہم طریقہ سے انہیں دوزخ کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ گناہ کریں گے ہم انہیں نعمت دیں گے جس سے وہ سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا یہ گناہ پسند ہے تب ہی تو ہم کو نعمت ملی اس پر وہ اور گناہ کریں گے ہم اور نعمت دیں گے یہاں پر وہ اچھی طرح گناہوں سرکشیوں میں پھنس جائیں گے کہ اچانک ان کو پکڑ لیا جائے گا۔

حکایت خلافت فاروقی میں شہنشاہ فارس کسریٰ کا سر ہی خزانہ بے شمار سونا مدینہ منورہ میں لایا گیا کہ مدینہ منورہ سونے سے بھر گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مولیٰ مجھے تو وہ مستدرج نہ بنانا جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور یہ ہی آیت کریمہ تلاوت کی (تفسیر کبیر روح المعانی) **واملی لھم** یہ عبارت معطوف ہے **نستدرجھم** پر مگر اس میں سین کا عمل نہیں کیونکہ استدراج تو آہستہ آہستہ ہوتا ہے مگر املاء میں آہستگی نہیں املاء بنا ہے ملی سے معنی درازی مدت کریم میں سے **واھجرنی ملیا۔ املاء** کے معنی درازی مدت نعمت دینا یعنی ہم ان کو درازی مدت تک نعمت دیں گے کہ ان کی عمریں لمبی کردیں گے جس سے وہ دھوکہ کھائیں گے کہ ہماری یہ بداعمالیاں درازی عمر کا سبب ہیں رب تعالیٰ اس پر ہم سے راضی ہے (تفسیر کبیر) اس تفسیر سے پتہ لگا کہ استدراج اور املاء دونوں علیحدہ علیحدہ سزائیں ہیں دونوں ایک نہیں۔ **ان کیدی متین** یہ ان دونوں مذکورہ جملوں کا بیان یا ان کی وجہ ہے لفظ **کید، خداع، مکر** قریباً ہم معنی ہیں جب یہ بندے کی طرف منسوب ہوں تو ان کے معنی ہوتے ہیں فریب یا دھوکہ دینا کسی کو پھسلانا بدترین عیب ہے مگر جب ان کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہو تو ان کے معنی ہوتے ہیں خفیہ تدبیر ہو کہ اعلیٰ درجہ کی صفت ہے مگر موافق تدبیر کو **کید** نہیں کہا جاتا بلکہ مخالف تدبیر کو یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں متین بنا ہے متانۃ سے۔ معنی قوۃ۔ شدت اسی لئے گھوڑے کی قوی پٹھ شال یا قوی پٹھے کو متن کہا جاتا ہے یعنی ہماری خفیہ تدبیر کفار کے خلاف بہت ہی مضبوط و قوی ہے **اولم یتفکروا** یہ عبارت ایک پوشیدہ کلام پر معطوف

www.alahazratnetwork.org

ہے اس میں الف سوال کا ہے اور سوال یا تعجب حیرت دلانے کے لئے ہے یا انکار انکار کے لئے اس میں دونوں احتمال ہیں کفار کی طرف سے ہو سکتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہیں یا ان پر دیوانگی کا طاری ہو جانا فکر کے معنی میں سوچنا غور کرنا اور فکر کے معنی ان میں فرق ہم دوسرے پارہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں اس کا متعلق پوشیدہ ہے یعنی صفت الٰہی میں سوچا یا ان کے اقوال و افعال و احوال و قولہ یعنی کیا ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات حضور کے حالات حضور کے اقوال و افعال میں کبھی غور نہیں کیا ان لوگوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ پہلے یہی لوگ حضور کو صادق الوعد امین کہا کرتے تھے انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ یہ فصیح و بلیغ کلام جو سناتے ہیں کہ اس کے مقابل ایک آیت بنانے سے تمام عرب و عجم کے فصحاء بلغاء عاجز ہیں۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کہے کوئی منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

کیا مجنوں کے حالات ایسے ہوتے ہیں **مابصاحبھم من جنۃ** یہ فرمان حال ایک پوشیدہ عبارت کا معنوں ہے **لیعلموا یستیقنوا صاحبھم** سے مراد حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ حضور اور عمر بھر مکہ معظمہ میں رہے بھی باہر سے نہ آئے کبھی باہر نہ رہے۔ عرصہ کے لئے گئے مکہ معظمہ میں بھی ان سے چھپ کر نہ رہے ان کے سامنے ان کے ساتھ رہے اس لئے صاحبھم فرمایا **من جنۃ** میں **من** تنکیر یہ ہے وہ کمی پر داخل ہو جس سے بہت سی عموم فائدہ حاصل ہوتی ان کے مقابلہ میں کوئی شائبہ بھی نہیں **جن** سے بھی ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ یہ معنی چھپنا ہے اسی سے ہے **جنات** جنین اندھیرا اور رحم سب میں چھپنے کے معنی ملحوظ ہیں جنون وہ بیماری جس سے عقل چھپ جاوے جو عقل چھپ جاوے جو عقل و خرد کو ڈھک دے یہاں یہ ہی مراد ہے۔ غشی غفت عقل دیوانگی میں بڑا فرق ہے نبی پر غشی طاری ہوتی ہے موسیٰ علیہ السلام پر چند وقت کے لئے غشی طاری ہوئی **فخر موسیٰ صعقا** اگر غفت عقل یعنی کہ عقل ہونا اور جنون یعنی عقل سے حضرات محفوظ و معصوم ہوتے ہیں **انھو الا نذیر مبین** یہ عبارت گویا پچھلے دعوی کی دلیل ہے کہ وہ محبوب کیوں نہ ہو سکتے ہیں وہ تو میرے ہی میری طرف مقرر کردہ بشیر و نذیر ہیں ان کے دم سے یہاں اسلام قرآن عرفان حق قائم ہوا ہے اگر وہ ہی دیوانہ ہوں تو عالم روحانیت کا نظام درہم برہم ہو جاوے۔ خیال رہے کہ حضور اور بشیر بھی ہیں نذیر بھی ہیں مگر بعض مقام پر بشیر ہیں بعض پر نذیر بعد میں بلکہ لوگ یہاں کہیں بشیر نذیر فرد مومن سب کے لئے ہیں مگر بشیر صرف مومنوں سے ان وجوہ سے یہاں صرف نذیر فرمایا یا حضور انور کی بشارت و نذارت بہت قسم کی ہیں جیسا کہ وہابی اس کے لئے اشارت و عبارت سے **لیکون للعالمین نذیرا** حضور تمام جہانوں کے نذیر ہیں اور انبیاء و صالحین مومنین اولیاء و شہداء میں غوث قطب ابدال تم تمام سے تحفہ رحمتوں کے بشیر ہیں نذیر۔

خلاصہ تفسیر ان آیات بینات میں حق تعالیٰ نے کفار پر دو سخت عذابوں کا ذکر فرمایا جو عنقریب میں ان محبوب شریعت سے ان کے ایک طعن کا رفع کیا اور آپ کی ایک صفت خاص کا اظہار فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جن لوگوں نے آپ کی نسبت قرآن سے یہ محبوب معجزات ان کی ذات والا صفت کو جو سب جہان سے بہتر ہے جھٹلایا ہم ان پر دو طرح غضب نازل فرمائیں گے ایک یہ کہ ان میں ہمیشہ مستقل سے عذاب کی طرف لے جائیں گے اسی طرح کہ انہیں خبر بھی نہ ہو کہ وہ جتنے سامان خدا میں کرتے رہیں گے ہم ان کو ان

www.alahazratnetwork.org

نعمتیں ناز فرماتے رہیں گے وہ لوگ اس عیش و عشرت سے سمجھیں گے کہ رب تعالیٰ ہم سے راضی ہے ہمارے یہ کام اچھے ہیں یہ نعمتیں ہم کو بطور انعام مل رہی ہیں دوسرے یہ کہ اسیں ڈھیل دیں گے ان کی عمریں درازیں تندرستی و صحت میں زیادتی کردیں گے تاکہ وہ زیادہ جرموں کا انبار لگالیں۔ خیال رکھو کہ کفار کے خلاف ہماری خفیہ تدبیریں بہت ہیں قوی و مضبوط ہیں ہماری ڈھیل سے کوئی دھوکہ نہ کھائے یہ جو میرے محبوب کو مجنوں دیوانہ کہتے ہیں کیا انہوں نے کبھی ان کے صفات، افعال، اقوال، احوال میں غور نہیں کیا یہ تو چالیس سال سے اسیں میں رہتے بستے ہیں ان کے تمام حالات ان کے ہر روز میں ہیں یہ ہی لوگ پہلے ان محبوب کو صادق الوعد اور بہت کچھ القاب دیا کرتے تھے ان کے کلام فصاحت نظام ان کا بیمثل خبر ہونا ان کی ان میں ہوں فلاں کتاب بھی نہیں نور ہو بھی نہیں سکتے وہ تو میرے مقرر کردہ ہی رسوں شیر و مدبر ہیں دیوانہ ہی یہ کام نہیں دے سکتا ہم نبی کو تمام مخلوق سے زیادہ عقل و دانش عطا فرماتے ہیں۔

فائدے اس آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** کفر کی بہت قسمیں ہیں اور ساری قسمیں سخت جرم ہیں مگر ان سب میں نبی کا انکار ان کے تجربات کو جھٹلانا سخت تر جرم ہے جس پر عذاب فت سے سخت تر ہے۔ **دوسرا فائدہ** کفار کو نعمتیں منجانب اللہ ہیں کہ ان نعمتوں سے اس کی غفلت اور بدکاری اور بھی زیادہ ہوگی یہ فائدہ **سنستدرجھم** سے حاصل ہوا اس جگہ تفسیر صاوی میں فرمایا کہ جب تم کسی بدکار کو دیکھو کہ اس پر نعمتیں بہت ہیں اور وہ اپنی بدکاری پر قائم ہے تو سمجھ لو کہ وہ مستدرج ہے یعنی ڈھیل دیا ہوا ایسے سے دور بھاگو۔ **تیسرا فائدہ** اپنے حالات میں غور نہ کرنا کہ میں کدھر جارہا ہوں میرے دل کا رخ کدھر ہے یہ بدبختی کی علامت ہے۔ یہ فائدہ **من حیث لا یعلمون** سے حاصل ہوا جیسے مشین کا ڈرائیور ہر وقت مشین کے ہر پرزہ پر نظر رکھتا ہے ایسے ہی انسان کو ہر وقت اپنی ہر حرکت ہر حالت پر نظر رکھنی چاہئے۔ **چوتھا فائدہ** بھی مجرم و بدکار کو بھی بھی عمر دے دی جاتی ہے جس سے وہ اور زیادہ گناہ کرتا ہے اس کی یہ عمر گناہوں میں کرتی ہے۔ درازی عمر خود کافر کے حق میں عذاب ہے۔ یہ فائدہ **واملی لھم** سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا تھا **انک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم** کیوں کہ نیک اعمال کی وجہ سے درازِ عمر عطا فرمائی جاتی ہے وہ عمر اللہ کی رحمت ہے۔ **پانچواں فائدہ** حضور ﷺ کی صفات عالیہ میں غور نہ کرنا جس سے آپ کی معصومیت آپ کی مثل معلوم ہوتی ہے یہ بھی غفلت ہے اس میں غور کرنا بڑی عقل ہے۔ یہ فائدہ **او لم یتفکروا** سے حاصل ہوا دوسری جگہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **ان تقوموا للہ مثنی و فرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید** اللہ کے واسطے تم اکیلے دوکیلے ہو کر سوچو غور کرو تمہارے محبوب میں جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں جنوں دیوانگی کا شائبہ بھی نہیں اللہ تعالیٰ یہ فکر و غور نصیب کرے خدا کے کاموں کا تصور ایسا پختہ ہو کہ ہر طرف وہی نظر آئیں۔

www.alahazratnetwork.org

ریاضت نام ہے تیری گل میں آنے جانے کا تصور میں تیرا روضہ ہے اس کا ہو سکتے ہیں

چھٹا فائدہ اللہ تعالٰی کا یہ خاص کرم ہے کہ حضور پیدا ہوئے مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہوئے اور وہاں ہی رہے آپ کی ولادت اندرون بیرونی سب کو معلوم ہوئی جس سے آپ کے متعلق کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی یہ فائدہ **بعلم اصحابھم** فرمانے سے حاصل ہوا۔ حضور کی پاکیزہ زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ سب سے پہلے حضور اور پر ایمان لانے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت خدیجۃ الکبری اندرونی زندگی سے ماہر تھیں ان دونوں حضرات کے فوراً ایمان لانے سے معلوم ہوا کہ رب نے آپ کو جو کمالات نبوی عطا فرمائے تھے وہ سب واقع میں تھے۔ **ساتواں فائدہ** نبی محض سے ہوتے ہیں وہ حضرات تبلیغ کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور یہ بات تبلیغ سے ظاہر ہوتی ہے یہ فائدہ **من جنتہ** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ** مراد قدیمی ہی تھا اور یہ مراد **مرائی** تھا مراق جنوں کی ایک قسم ہے انبیاء جنوں سے پاک ہوتے ہیں اس نے خود کہا کہ مجھے مراق ہے وہ خود اپنی کمزوری سمجھتا ہے یہ فائدہ بھی **مابصاحبھم من جنتہ** سے حاصل ہوا۔ **نواں فائدہ** بھولنے والی بات نہیں ہوتی وہ اپنی بات پر قائم نہیں ہوتا وہ اپنے خیال سے بعد عرب بھی تو حضور اور کو کہیں کہتے تھے کبھی مسحور کبھی ساحر کبھی شاعر دیوانہ یہ سب کلمات بے کار تھے وہ بھولے ہوئے تھے۔ **دسواں فائدہ** حضور اور رب نے جو صفت بتائیں ان سب میں ثابت ہے ان میں سے جو صفات بالکل ظاہر ہیں یہ فائدہ **نذیر** اور ساتھ ہی **مبین** فرمانے سے حاصل ہوا۔ **گیارھواں فائدہ** معترض سے بچاؤ کے لئے اعتراض دفع کرنا حضور کی صفت کمالیت ہے دیکھو عرب نے حضور اور کو کہیں ساحر کہیں شاعر کہیں مجنون اور ساتھ ہی صفت نعت میں فرمائی **انھوالانذیر مبین**۔

دشمن نے ترک تو چھوڑے کیا تھا سے اس کا جو ہے پیٹ کچھ شاید

پہلا اعتراض یہاں کفار پر دو عذابوں کا ذکر ہوا ایک استیصال دوسرے عذاب ان دونوں میں کیا فرق ہے جس کی وجہ سے ان میں تکرار نہیں ہے۔ **جواب** ان دونوں فرق ایسی تعبیر میں عرض کیا کہ مجرم کو دو سزائیں دینا تاکہ ان سے ایک دوسرے کو اور دوسرے سے قریب ہو تا ہے اور جرم کو اور بڑھا دیتا ہے اور جرم کو اور بڑھا دیتا ہے جس سے وہ اور زیادہ جرم خفیہ کرنے لگتا ہے دوسرا **اعتراض** یہ تو ہوگا کہ دنیا اور رب تعالٰی ہوگئے سے پاک ہے کہ ہوگا یہ اعیب ہے۔ **جواب** اس کا جواب ہے کہ رب کی حرکتوں کو اچھا سمجھا جاتا ہے رخصت دی جاتی ہے رب تعالٰی نے جرموں سے ڈرانے کے لیے ان کی سزائیں بیان فرمائیں تاکہ ان کا خیال کافی ہو جائے فرمادیا کہ دیکھو آرام کو ساتھوں پر نعمتیں ہیں تو وہ نعمتیں ہمیں جلد عذاب ہیں ان سے ہوگا کہ عذاب پر ہوں یہ بات ہے عذاب کی سزائی ہوتی ہیں ان کا ذکر ہوا۔ **تیسرا اعتراض** **ھکیلہ** معنی میں تکرار ہوگا کہ پہلے عذاب کے بعد اسے اللہ تعالٰی کی طرف سے کیوں پایا کہ **الکیدی متین** رب تعالٰی تو عیوب سے پاک ہے۔ **جواب** اس کا تفصیلی جواب پہلے پارہ میں ہے یہاں اتنا سمجھ لو کہ ایک لفظ کے معانی ان سے منسوب ایسے لفظ سے جاتے ہیں آپ کی مثل یہ دو دل ہیں ہوگئی ہے ہوگئی ہیں ہوگئی یا ہوگئی شدہ پر ہوگئی تیری بات میرے دل میں ہوگئی ان سب میں ہوگئے کے معانی الگ الگ ہے ہیں ہے یوں ہی لفظ کر خدا نے یہ دیا ہے اس کی نسبت اس کی طرف ہو تو عیب ہیں ہیں اس کی نسبت

www.alahazratnetwork.org

رب تعالیٰ کی طرف ہو تو ان کے معنی ہوتے ہیں حقیر تدبیر دیکھو لفظ ظلم قرآن مجید میں کتنے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم یہاں ظلم کے وہ معنی ہیں ربنا ظلمنا انفسنا اسی طرح انی کنت من الظلمین میں ظلم کے کچھ اور معنی ہیں حاصل یہ ہوا ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ یہاں ظلم کے اور معنی ہیں ہر جگہ ایک لفظ سے ایک ہی معنی کرنا سخت غلطی ہے لفظ ضلال بہت معنی میں استعمال ہوا ہے۔ **چوتھا اعتراض**: تم نے کہا کہ نبی کو جنوں نہیں ہو سکتا مگر موسیٰ علیہ السلام کو تجلی الٰہی دیکھنے پر غشی طاری ہوئی غشی بھی تو جنوں کی ایک قسم ہے۔ **جواب**: یہ غلط ہے غشی بیہوشی کی طرح ایک انسانی عارضہ ہے جس میں عقل تو رہتی ہے مگر اس پر ایک غلاف سا آجاتا ہے یہ نبوت کے ہرگز خلاف نہیں پھر اس حضرت کے لئے غشی بھی عارضی تھوڑے عرصہ کے لئے آتی ہے۔ **پانچواں اعتراض**: حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور پر جادو کیا گیا جس سے آپ کی عقل میں فتور آگیا ہے اس کو جنوں کیوں نہیں ہو سکتا ہے۔ **جواب**: یہ غلط ہے کہ اس جادو سے حضور انور کی عقل میں فتور آگیا صرف نسیان و بھول زیادہ ہو گئے تھے وہ بھی دنیاوی کاموں میں حضرات انبیاء پر نسیان طاری ہو سکتا ہے خیال رہے کہ جادو کا اثر نبی پر ایسا ہو سکتا ہے جیسے بھوکا اور زہر کا اثر جادو بھی ایک موثر چیز ہے مگر جب جادو کا مقابلہ معجزے سے ہوگا تو جادو ذلیل ہو جائے گا دیکھو فرعونی جادوگر کلیم اللہ کے مقابل ذلیل ہو گئے۔ **چھٹا اعتراض**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی صرف ڈرانے والے ہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں **انتم الا نذیر** حصر کا مفید ہے حالانکہ حضور کو رب تعالیٰ نے لاکھوں صفات بخشے۔ **جواب**: یہاں حصر اضافی ہے جنوں کے مقابل یعنی وہ محبوں نہیں صرف نذیر ہیں جو رب کی طرف سے نذیر و بشیر ہو وہ مجنوں نہیں ہو سکتا **ساتواں اعتراض**: حضور انور نذیر بھی ہیں بشیر بھی پھر صرف نذیر کیوں فرمایا۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں دیا گیا کہ حضور انور اولاً نذیر ہیں بعد میں بشیر۔ سب کے لئے نذیر ہیں صرف مومنوں کے لئے بشیر نذارت عام ہے بشارت خاص۔

آٹھواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہگاروں بدکاروں کی عمریں دراز کر دی جاتی ہیں کہ فرمایا گیا **واملی لھم** مگر حدیث شریف میں ہے کہ نیک اعمال صرف صحت سے اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرنے سے عمریں بڑھتے ہیں دونوں میں تعارض ہے۔ **جواب**: متقی مومن کی عمر اس لئے دراز ہوتی ہے نیک کاری کے لئے تاکہ وہ نیکیاں اور زیادہ کرے بدکار مجرم کو ڈھیل دی جاتی ہے اس کی عمر دراز کی جاتی ہے بدکاری اور زیادہ کرنے کے لئے حدیث شریف میں پہلی قسم کی درازی عمر کا ذکر ہے اور یہاں اس آیت میں دوسری قسم کی درازی کا ذکر ہے شیطان کو دراز عمر عبادت کے لئے نہیں دی گئی بلکہ بدمعاشی کرنے کے لئے دی گئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ کے عذاب سات قسم کے ہیں ان میں سے سخت تر عذاب استدراج ہے کہ رب نعمت لے مگر بندے بندہ نعمت کی طرف مائل ہو منعم کو بھول جائے بندہ ہر وقت خطا کرے رب اس پر نظر رحمت مبذول رکھے بندہ مست مسلسل ہو فقہ کا خوف نہ ہو ہر حملہ بندہ کا ظاہر ہوا سے مگر خائف نہ ہو استدراج کی بدترین صورتیں ہیں مرید اپنے شیخ سے جاہل مرشد کا عیب لوب ہو اس کے پاس دعوی کی بھرمار ہو مگر دل مقام اغیار ہو پھر اس پر پکڑ نہ ہو تو یہ بھی استدراج ہے امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے عدل سے ڈرو اس کا فضل مانگو رب کے مکر سے بے خوف نہ ہو اگرچہ نعمت میں پہنچ جاؤ دل کا تقرار اضطرار

www.alahazratnetwork.org

اللہ کی حمت سے اللہ تعالیٰ سے دور میں رہتا ہے یا سے فرار یعنی بھاگنے والے سے فرار یعنی عمر بھر ہے تھے یا ہے وہ استدراج میں ہے ہیں ہے وہ شکل میں (روح انسانی) اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا **صاحبھم** حضور اور ہمارے دوں کے ساتھی روحوں سے ساتھی ایمان کے ساتھی ہیں چاہے ساتھ حضور کا ہے باقی سب ساتھ چھوٹے ہیں حضور تو سب کے ساتھ ہیں مگر حضور کے ساتھ والی قسم والا ہی ہو سکتا ہے حضرت ابو بکر صدیق تجھ کے متعلق ارشاد ہوا **اذیقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا** حضرت ابو بکر صدیق وہ خوش نصیب ہیں جنہیں رب نے حضور کا ساتھی بتایا ہے حضرت صدیق بعد انبیاء افضل الخلق ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھی ہیں۔ حضور مجنوں یعنی چھپائے ہوئے نہیں وہ تو ایسے ظاہر ہیں کہ جنہیں مرئی جائیں فرئی جائیں انہیں انسان جانیں ظاہر پجاریں انہیں لکڑیاں پارات قطرے جانیں انہیں چاند سورج تارے پجاریں وہ نصیر بھی ہیں ہمیں بھی اس آیت میں حضور انور کی بہت شاندار نعتیں ہیں۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ
اور کیا انہوں نے غور کیا انہوں نے بادشاہت میں آسمانوں اور زمین کی اور وہ جو پیدا کیں اللہ نے چیز
کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی
وَّاَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ
اور یہ کہ قریب ہے یہ کہ قریب آ چکی ہو موت ان کی پس کس بات پر اس کے پیچھے
اور یہ کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک آ گیا ہو تو اس کے بعد اور کس بات پر یقین
یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ
ایمان لائیں گے جسے اللہ گمراہ کرے اللہ سے پس نہیں ہے کوئی ہدایت دینے والا اس کو اور چھوڑتا ہے
یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾
ہے ان کو سرکشی میں ان کی بھٹکتے ہوئے
کو اپنی سرکشی میں بھٹکتا کرتے ہیں۔

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیات کریمہ میں آیات قرآنیہ معجزات نبی ﷺ میں غور نہ کرنے پر عتاب ہوا اب دنیا کی چیزوں میں غور نہ کرنے پر عتاب ہو رہا ہے گویا تشریعی دلائل کے بعد تکوینی دلائل کا ذکر ہے۔ دوسرا اعتراض۔ پچھلی آیت میں حضور ﷺ کی ذات و صفات میں غور کر کے آپ کی نبوت

www.alahazratnetwork.org

مانے کی دعوت دی گئی سب دلائل توحید میں غور کرے اور رب تعالیٰ کی ذات وصفات ماننے کا حکم دیا جارہا ہے تو یہ نبوت کے بعد توحید کا ذکر ہے چونکہ نبوت اسلامی توحید ماننے کا ذریعہ ہے اس لئے ذریعہ کا ذکر پہلے ہوا اصل مقصود کا ذکر بعد میں۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیتوں میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم ان منکروں کو مہلت دیتے ہیں **واملی لھم** اب ارشاد ہے کہ یہ مہلت اور ڈھیل ہمیشہ رہے گی آخر انہیں موت آوے گی جس پر ہر یہاں عیاں ہو جاوے گا تو مہلت کا ذکر پہلے ہوا اس کی انتہا کا اب ہے۔

تفسیر اولم ینظروا یہ جملہ ہے اس میں بھی سوال یا تو انکار کے لئے ہے یا تعجب دلانے کے لئے ہے **ینظروا** ہا ہے نظر سے نظر آنکھ سے دیکھنے کو بھی کہتے ہیں یعنی بصارت کو اور دل سے غور کرنے کو بھی یعنی بصیرت کو بھی ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی سوچنا غور کرنا اسی لئے اس کے بعد فی ارشاد ہوا **الم** ارشاد نہ ہوا چونکہ حضور انور کی صفات علیہ میں غور کرنا کسی قدر آسان دلیل تھی اور عالم خلق میں غور بالکل ظاہر دلیل ہیں لئے وہاں ارشاد ہوا **اولم یتفکروا** اور یہاں ارشاد ہوا **اولم ینظروا** الفکر گہری غور و سوچ نظر سرسری غور و سوچ (روح المعانی) اور ہو سکتا ہے کہ نظر معنی آنکھ سے دیکھنا ہو **فی ملکوت السموت والارض** یہ متعلق ہے **ینظروا** کے ملکوت کے معنی اور ملک و ملوت میں بہت فرق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ ملکوت مبالغہ ہے ملک کا جیسے رحمت کا مبالغہ رحموت بڑی رحمت یا **رھبۃ** کا مبالغہ رھموت بڑا خوف وڈرائیے ہی ملکوت کے معنی ہیں بڑا وسیع ملک اس میں گفتگو ہے کہ ملکوت کیا چیز ہے اس میں چند قول ہیں (1) جو کسی سے بے وہ ملک ہے جو بغیر کسی کے بنے صرف کن سے وہ ملکوت یعنی عالم اجسام ملک ہے عالم امر ملکوت (2) چاند سورج تارے آسمانوں کا ملکوت ہے اور پہاڑ دریا زمین کا ملکوت (3) مخلوق کی ظاہری تکوین ملک ہے باطنی تکوین ملکوت مثلاً ہمارا جسم ملک ہے ہماری روح ملکوت (4) عالم شہادت ملک ہے عالم غیب ملوت (5) جس کی ملکیت کا انسان دعوی کر سکے وہ ملک ہے جہاں کسی کا دعوی نہ چلے وہ ملکوت ہے، کیڑے مکوڑے کے جسم کے ہم مالک ہو سکتے ہیں وہ ملک ہے اسکی روح کا کوئی مالک نہیں بجز پروردگار یہ ہے ملوت عالم کے ظاہری اعضاء پر کا رفرما دعوی ہے لہذا یہ ملک ہے اس کے دل و دماغ روح پر کسی کی ملکیت نہیں وہ ہے ملکوت (6) مشائخ کی نظر میں حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور محمد مصطفے ﷺ زمین و آسمان بلکہ عرش و کرسی سے ملوت ہیں باقی سب کو ملک **وماخلق اللہ من شی** یہ عبارت یا تو ملکوت پر معطوف ہے یا اس کے مضاف الیہ السموت والارض پر اس شی میں ساری چیزیں داخل ہیں مگر چونکہ آسمان و زمین کی ملکوت ایک امتیازی شان رکھتی ہیں اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر پہلے علیحدہ طور پر کیا گیا یعنی کیا یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں ہر چیز کی ملکوت میں غور نہیں کرتے ہر چیز باطنی ملوت ہے (روح المعانی) شی کے معانی اس کے اقسام و احکام ہم پہلے پارہ میں **ان اللہ علی کل شی قدیر** کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں یہاں شے سے مراد مخلوق و موجود ہے **وان عسی ان یکون قد اقترب اجلھم** یہ عبارت ملوت پر معطوف ہے شی کے تحت اس دراصل اسی تھا اس سے مراد ان کی موت ہے بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیامت ہے ظاہر یہ قول نہیں یعنی وہ اس میں بھی غور نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ ان کی موت قریب آن لگی ہو پھر یہ بات مانیں گے تو بے کار **فبای حدیث بعدہ یومنون** یہ جملہ یا ہے ایک پوشیدہ شرط کی جزا اور اس میں ف جزائیہ ہے **لما الیہ ومنوا بھا** حدیث بنا ہے حدث سے معنی نئی یا نو پیدا چیز اصطلاح میں بات کو حدیث کہتے ہیں کہ ہر بات یہاں سے نئی نکلتی ہے ایک لفظ کے حروف

www.alahazratnetwork.org

ایک ساتھ نہیں بولے جاتے جب پہلا حرف بولتے ہیں تو دوسرا اداہیں ہوتا جب دوسرا حرف بولتے ہیں تو پہلا فنا ہو چکتا ہے لہٰذا ہر بات بلکہ ہر حرف حدیث یعنی پیدا ہے بعد میں ہے مراد یا تو نہ کورہ دلائل ہیں یا قرآن مجید یا حضور ﷺ کے تمام فرمان ہیں یا خود حضور ﷺ ہی مراد ہیں آخری معنی پر ایک حدیث پوشیدہ ہے بعد حدیثہ (روح المعانی) یعنی جب لوگ ان دلائل سے یا قرآن مجید سے یا محبوب ﷺ کے فرمان سے یا خود حضور انور سے ایمان نہیں لاتے تو اب کس بات پر ان کی بات سے ایمان لائیں گے ہدایت کی آخری منزل تو یہ ہے نہ قرآن کے بعد کوئی کتاب آنے والی ہے اور نہ حضور کے بعد کوئی نبی تشریف لانے والے اللہ کی طرف سے آخری ہادی آچکے جو ان کے دور سے محروم رہا وہ رب کی رحمت سے محروم رہا **من یضلل اللہ فلا ھادی لہ** اس فرمان عالی کا مقصد حضور ﷺ کو تسکین دینا ہے کہ ان کفار کا ہدایت قبول نہ کرنا اس لئے نہیں کہ آپ کی تبلیغ میں تاثیر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کی تقدیر میں ہدایت نہیں ۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اس عبارت کی تفسیر بارہا کی جاچکی کہ اضلال کے معنی کسی کو گمراہی کی رغبت دلانا بھی ہیں اس معنی سے شیطان اور برے یار مگر ہو سکتے ہیں اور اس کے معنی گمراہی پیدا کرنا بھی ہیں یعنی بندے کے کسب کے بعد رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل میں گمراہی پیدا فرمادے جیسے گلے پر چھری چلانے کے بعد مذبوح میں موت پیدا فرماتا ہے اس معنی سے اضلال کا فاعل رب تعالیٰ ہے وہی معنی یہاں مراد ہیں **یمدھم فی طغیانھم یعمھون** یہ عبارت معطوف ہے **لا ھادی لہ** پر اور **من یضلل** کی جزا ہے ہماری قرأت میں **یمدھم** ہے ی سے بعض قراءت میں **نمدھم** ہے نون سے **یعمھون** ماقبل **عمہ** سے اس کی تفسیر ہم پہلے پارے میں کر چکے ہیں یعنی ایسے اندھی گمراہوں کو ہم ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ حیران اور پریشان ہی پھرتے رہتے ہیں انہیں دل کی تسکین میسر نہیں ہوتی ۔

ہر سو دود تنگس رود خویش براند آنرا کہ نخواند بہ درکس نہ رواند

یہ بھٹکنا پھرنا ان کے شقی ازلی ہونے کی علامت ہے۔

خلاصہ تفسیر کیا ان غافل کفار نے آسمان و زمین اللہ کی وسیع ملک میں غور نہیں کیا کہ جس کی سلطنت ایسی وسیع ہے وہ مالک و سلطان کیسی شان والا ہے اور انہوں نے اس میں بھی غور نہیں کیا کہ ممکن ہے کہ ان کی موت قریب ہو بھی وقت ہے ایمان لانے توبہ کرنے کا نہیں کیا خبر کہ یہ وقت کب ختم ہو جاوے آخری نبی تشریف لا چکے آخری کتاب آچکی اگر اب بھی وہ ہدایت پر نہ آئے تو کب آئیں گے اب ہدایت کہاں سے پائیں گے اے محبوب ان لوگوں کے ایمان نہ لانے پر غم نہ ہو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی تبلیغ میں کچھ کمی ہے بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے اسے ہدایت کوئی نہیں دے سکتا رب تعالیٰ ایسے لوگوں کو یوں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی گمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ان کا ٹھور ٹھکانہ کوئی نہیں ہوتا۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ**: علم دینیت اور علم سائنس بہت اعلیٰ علم ہیں اگر انہیں معرفت الٰہی کا ذریعہ بنا جاوے کہ ان علوم کے ذریعہ آسمان و زمین اور ان کی چیزوں کا پتہ چلتا ہے جو رب تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہے یہ فائدہ **اولم ینظروا** سے حاصل ہوا **دوسرا فائدہ**: جیسے روزہ نماز حج وغیرہ عبادات سے انہیں اداکرنا چاہئے ایسے

ہی عالم کی ہر چیز ہی سے خدا پہچاننے میں غور و فکر کرنا عبادت ہے اسی لئے اس کا رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ حکم دیا یہ فائدہ **ملکوت السموات** سے بھی حاصل ہوا اور **ماخلق اللہ من شی** سے بھی۔ تیسرا فائدہ اللہ تعالیٰ اپنے ملک اپنے بعض بندوں بادشاہوں وغیرہم کو عطا فرماتا ہے جس سے بندوں کو عبرت ہوتی ہے کہ یہ ملک میراث یہ عہدے فانی ہیں مالک ملکوت پر قصہ صرف رب تعالیٰ کا باقی ہے بندے سے یہ چیزیں لوٹ کر رب تعالیٰ کو پہنچ جاتی ہیں یہ مضمون کے متعلق ارشاد ہوا **ایوتی ملکہ من یشاء** یا ارشاد ہوا **توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء** پھر ملکوت سے متعلق ارشاد ہوا **اولم ینظروا فی ملکوت السموات** اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا **وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض** چوتھا فائدہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی موت کو قریب سمجھے بلکہ ہر سانس کو آخری سانس جانے اور آخرت کی تیاری کرے یہ فائدہ **فیکون قد اقترب اجلھم** سے حاصل ہوا۔

ہوائے رفتہ باز آید کہ نہ آید ۔۔۔ نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے ۔۔۔ دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

اگر یہ خیال رہے تو نشاء اللہ کلام سرور ہوں گے **پانچواں فائدہ** حضور پر نور آخری نبی ہیں اور قرآن مجید آخری کتاب حضور انور کے بعد کوئی نبی نہیں قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں اب ہدایت فقط حضور اور صرف حضور علیہ السلام اور قرآن مجید سے یہ فائدہ **فبای حدیث** سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ جو حضور علیہ السلام کے دروازے کے محروم راہ رب سے دور ہے کبھی محروم یہ ناممکن ہے کہ کوئی حضور کے دروازے سے دور ہو اور وہ کبھی اور جگہ سے اللہ کی رحمت حاصل کر سکے یہ بھی **فبای حدیث** سے حاصل ہوا۔

ہے ان سے واسطے کہ خدا یاد رہے ۔۔۔ حاشا غلط غلط یہ ہوس سے بصیر کی ہے!!

ساتواں فائدہ جس نے حضور کی دعوت سے اللہ سے اس کے دل پر گرہیں لگ گئی وہ کسی صحبت نیک کسی نصیحت و وعظ سے ہدایت پر نہیں آسکتا صدیوں سے یہ عہد عہد میں ہوسکتا ہے یہ فائدہ **ومن یضلل اللہ** سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ جسے رب گمراہ کرے وہ ہر جگہ بھٹکتا ہے وہ ہدایت سے وہ کسی در و دیوار پر نہیں جاتا بلکہ تلوق اس سے دور ہوتی ہے یہ فائدہ **ویذرھم** سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے بے پروا ہو جانا اسے اس سے غافل چھوڑ دینا کہ بندہ جرم بلکہ جرائم کرتا رہے اور محاسبہ نہ ہو یہ بھی رب سے دور ہونے کا نتیجہ اور بندہ کی عمومی بات ہے رحمت ہو جاتی اس سے بھی خاص رحمت سے یہ فائدہ **ویذرھم** سے حاصل ہوا۔ چھٹے حضرت آدم علیہ السلام کی ایک لغزش کا ذکر فرمایا یہ تھا اس کا حاصل رہا ہے کہ اپنی توبہ سے پھر بعد تقرب تام دوبارہ شروع یا مصطفیٰ ساتواں فائدہ ان کی بے اطمینانی کی پریشانی بندے اور رب تعالیٰ کی قربت سے یہ رب تعالیٰ کا قرب سے دل اطمینان و چین کا مقام ہے ہونا رب تعالیٰ کا خاص رحمت سے یہ فائدہ بھی **یعمھون** سے حاصل ہوا جس قدر رب تعالیٰ سے قرب زیادہ اس قدر دل کو اطمینان زیادہ فرمایا **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**

پہلا اعتراض ابھی پچھلی آیت کریمہ میں حضور کی ذات و صفات میں غور کرنے کے متعلق ارشاد ہوا **ولم یتفکروا**

www.alahazratnetwork.org

کیا انہوں نے سوچا کیں اور یہاں آسمانوں اور زمین میں غور کرنے سے متعلق ارشاد ہوا **اولم ینظروا** اس سے یہ بات نہیں اس فرق کا یہاں یہ ہے جواب اس کا جواب بھی شارح تفسیر میں گزرا کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جتنے گہرے حالات و صفات حضور پرنور کے میں عالم خلق سے تو حضور انور اس عالم میں تشریف فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ تشابہ یہ بتانے کے لیے یہ طریقہ یہاں اختیار فرمایا حضور ظہور میں مظہر الشمس ہیں اور خفا میں **من کل شیء ھو الظاھر والباطن** کا مظہر اتم ہیں رب کی صفت یہ ہے کہ

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار — اس پہ یہ گھونگٹ کہ صورت آئینہ در آئینہ ہے
یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے — ایک تو ہی آئینہ ہے تیرا ہی آئینہ ہے

اس سے حضور انور کو رب سے دور بھی فرمایا جو آنکھوں پہ کھلتا ہے **قد جاءکم من اللہ نور** اور یہاں بھی فرمایا **قد جاءکم برھان من ربکم** جو عقل سے سوچی جاتی ہے بلکہ حضور کو سراج بھی فرمایا **قد جاءکم بصائر من ربکم** دوسرا اعتراض یہاں پہلے ملکوت گاہ کر ہوا پھر خلق کا کہ ملکوت کے بعد فرمایا **وما خلق اللہ** اس سے معلوم ہوا کہ ملکوت بھی مخلوق ہے۔

جو تیرے سوا ہے وہ ترا بندہ ہے

اس کی یہ وجہ ہے جواب اس کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ خلق کے دو معنی ہیں ایک تو ان میں سے کوئی چیز اللہ کی مخلوق ہے دوسرے بادہ بنائی گئی چیز اس معنی سے ملکوت مخلوق نہیں بلکہ مخلوق صرف کن سے پیدا ہوئی جیسے عالم ارواح وغیرہ اور مخلوق وہ کسی سے بنی جیسے یہاں کہ مٹی وغیرہ سے بنائی گئی مخلوق موجود ہے ہماری روح ملکوت ہے ہمارا جسم مخلوق یوں ہی قبر میں بعض چیزیں ملکوت ہیں بعض چیزیں مخلوق جیسے ابھی تفسیر میں عرض کیا یہ تیسرا اعتراض جملہ نقلی ہے ایک وقت معلوم ہے اس کا آنا بھی معلوم ہے کہ اس نے تو یہ وقت مقرر کیے ہیں پھر یہاں **عسیٰ** یوں فرمایا گیا یہ لفظ تو شک کے موقع پر ہوتا ہے جواب یہاں **عسیٰ** فرمانا بندوں کے حال سے ہے یعنی ہر بندہ یہ خیال کرے کہ شاید میری موت قریب ہے اس خیال سے وہ اچھے نیکیوں میں زیادہ کرے گا اسی لیے اس **عسیٰ** کو معطوف کیا گیا **وما خلق اللہ** پر اور اس کا عطف **اولم ینظروا** پر ہے چوتھا فائدہ یہاں **اجلھم** کیوں ارشاد ہوا **موتھم** یوں نہ فرمایا جواب اجل کہتے ہیں وقت مقرر کو موت کا وقت ہو یا عذاب کا اور اجل قوموں کے لئے بھی آتا ہے جیسے **لکل امۃ اجل** اور موت کہتے ہیں موت کے حال کو بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا وقت آچکا ہوتا ہے مگر ان کو موت کا حال معلوم نہیں ہوتا اس لیے اجل کا لفظ ہوا ہر کمال کے لئے رذیل سے مواخذات و اعمال سے یہ اس نے حاصل جواب کا کہ اس کو وقت معلوم ہے

چراغے را کہ ایزد برفروزد — ہر آنکہ پف زند ریشش بسوزد

پانچواں اعتراض یہاں ارشاد ہوا **فبای حدیث بعدہ یومنون** یہاں عطائی تلاب کیوں ارشاد نہیں ہوا قرآن مجید کو حدیث نہیں کہا جاتا جواب یہاں حدیث بمعنی امر معنی میں ہے یعنی یہ بات اس میں قرآن مجید بھی شامل ہے اور حضور پرنور

www.alahazratnetwork.org

کے اقوال طیبہ ظاہرہ بھی بند حضور سے اخذ ہیں اصل بلکہ خود حضور پرنور کی ذات بابرکات شامل ہے۔ وہ بھی کن پیارے پیارے حضور پرنور کی ذات آپ کی مراد آخری ہدایت کائنات اس لئے یہ اشارہ ہوا کہ کتب قدیمہ سابقہ علوم حاصل نہیں ہوتے

تفسیر صوفیہ قدرت نے ہر چیز میں ظاہر بھی رکھا ہے باطن بھی ظاہر کو خلق باطن کو ملکوت کہا جاتا ہے ظاہر بصارت سے دیکھا جاتا ہے باطن بصیرت سے عقل والے وہ ہیں جو ظاہر خلق سے خالق حسی کو استدلال سے پہچانتے ہیں مگر فلک والے وہ ہیں ملکوت سے وہ بھی عالم غیب کا شہود یعنی مشاہدہ رکھتے ہیں جس سے انہیں ایقان والا بلکہ عیان والا ایمان نصیب ہوتا ہے۔ رب فرماتے **وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین** اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے خاص بندوں کو عالم ملکوت یعنی سموت بلکہ موجودات دکھاتا رہے گا اگر یہ علم میں نہ ہوں تو انسان وحیوان میں فرق نہ ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ عقل والوں سے استدلال ہے مگر قلوب والوں کے لئے دروں ہے اللہ تعالیٰ ہم کو عقل سلیم بھی عنایت فرمائے اور قلب سلیم بھی عیب کرے جو ایمان سے ایقان سے محروم رہا وہ طغیان کے جنگل میں سرگرداں رہا ہے ہدایت سب کو ملے۔ (از روح البیان)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ

سوال کرتے ہیں آپ سے قیامت کے کب ہے ٹھہرنا اس کا کہہ دو مجھ کو اس کے علم نہیں مگر میرے رب کے پاس ہے

تم سے نیا مت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے تم فرما دو کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ

کسے پاس ہے نہیں ظاہر کرے گا اس کو وقت پر اس کے مگر وہ بھاری ہے وہ بچکتا سا ہوں اور زمین کے رہنے والوں پر اسے وہ ہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی

اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

دفعۃً پر سکتہ پکڑ کر تے ہیں تم سے گویا کہ تم خوب واقف ہو اس سے تم فرما دو کہ اس کے سوا نہیں کہ علم اس کا

مگر خدا کے تم سے بار بار پوچھتے ہیں گویا تم نے اس سے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرما دو کہ اس کا علم

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

پاس ہے اللہ کے اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت لوگ جانتے نہیں

تعلق اس آیت سے پہلی آیت سے یہ طرح تعلق ہے۔ پہلی تعلق پچھلی آیت میں موت دنیا کی تھی کہ شاید یہ قریب ہو اب قیامت کے طور کا ذکر ہے۔ یعنی یہ بھی قیامت ہی موت کے ذکر کے بعد بھی قیامت ہی حشر کا ذکر ہے یہ بھی قیامت ہی وہشت ناک چیزیں ہیں۔ اگر انسان کا دھیان ان کی طرف رہے تو وہ گناہ پر دلیر نہ ہو۔ دوسرا

www.alahazratnetwork.org

تعلق پچھلی آیت میں توحید و رسالت کا اثبات اس کے متعلقات رہے یہ تیسری منزل ہے اس میں خاص اسلامی عمارت قائم ہے تیسرا تعلق پچھلی آیت میں خدا کا بے عیب ہونا اور وہ ضروری چیزوں سے منزہ ہونا تھا یہاں سے مخلوق میں غور کر کے خالق کو پہچاننے اب خدا کا وہ سراپا عیب بیان ہو رہا ہے کہ وہ غیر ضروری بخشش کرتے رہتے ہیں کہ قیامت کب ہوگی اس کی نہ بتانے سے وہ خدا کا بے عیب ہونا بیان فرمانے سے بعد اس سے دوسرے عیب کا تذکرہ ہے۔

شان نزول اس آیت کریمہ کے نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں (۱) ایک دفعہ سرداران قریش جس میں اکثر حضور علیہ السلام کے قرابت دار تھے حضور انور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بولے کہ ہم آپ کے رشتہ دار ہیں ہمیں عزیزوں سے راز کی بات نہیں چھپائی جاتی آپ ہم کو بتادیں کہ وہ قیامت جس سے آپ ہم کو ڈراتے رہتے ہیں کب آئے گی ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر خازن روح البیان مدارک وغیرہ) (۲) حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ دو یہودی حبر ان بنی قشیر اور ان بنی حضور انور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو فرمادیجئے کہ قیامت کب آئے گی تاکہ ہم کو اس کا علم ہو جائے ہم ایمان نہیں لائیں گے تاکہ آپ کو ضرور اس کا علم ہونا چاہئے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی روح البیان مدارک وغیرہ)۔

تفسیر **یسئلونک** یہ لفظ بتارہا ہے سوال سے قرآن مجید میں سوال کے معنی مانگنا بھی ہیں **واما السائل فلا تنھر** اور پوچھنا بھی جیسے **ویسئلونک عن الانفال** جب پوچھنے کے معنی ہوں تو اس کے بعد عن آتا ہے یہاں معنی پوچھنا ہے کہ اس کے بعد عن آرہا ہے اگرچہ یہ پوچھنے والے ایک دو آدمی تھے مگر چونکہ یہ سوال پوری قوم کی طرف سے تھا اس لئے **یسئلون** جمع ارشاد ہوا یہ خیال رہے کہ ان کا یہ سوال صرف مذاق کے طور پر تھا کہ حضور تاجدار مدینہ ہیں آپ ہی جیسے جو قیامت تک کو سمجھ جانتے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت اسرافیل میں سے ہے جس سے چھپانے کا حکم ہے آپ سے اسے ظاہر کیوں کرواسکتے ہیں یہاں سوال صرف مذاق کے تھا کہ رب جل جلالہ جو بے **عن الساعۃ** یہ متعلق ہے **یسئلونک** سے ساعت کے لغوی معنی میں تھوڑی دیر یا بہت کا پچھ حصہ کبھی عرف میں کبھی آتا ہے مگر اصطلاح میں قیامت کو ساعت کہتے ہیں یہ ملحدین کا قول ہے کہ قیامت کا نام ساعت چونکہ [illegible] اس لحاظ سے کہ قیامت کے بعد جو کچھ ہوگا وہ اس کا تابع ہوگا اس لئے قیامت کا نام ساعت رکھا گیا نیز وہ اس موصوف کا حصہ ہے اس میں عدل جلالہ کی کچھ کا معلوم ہوگا اس لئے قیامت کا مشہور نام ہے یہاں سے کہ قیامت سے بہت نام ہیں (۱) ساعت (۲) قیامت [illegible] (7) طامہ (8) صاخہ (9) برزخ (10) یوم الفرقہ (11) یوم الحسرۃ (12) یوم الحق (13) یوم الحسرۃ (14) یوم [illegible] یہ نام قرآن مجید میں آئے ہیں ان کے بہت معانی ہیں جن میں سے ہر معنی قیامت میں پائے جاتے ہیں (تفسیر صاوی) تو گویا آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں **ایان مرساھا** یہ عبارت **عن الساعۃ** کا بدل ہے لہٰذا محلی حالت میں ہے قول یہ ہے کہ اس لفظ کا

www.alahazratnetwork.org

ہے کسی سے بتا نہیں اس کے معنی میں ہیں جس میں علم کوئی کہتے ہیں کہ یہ بتانے والی ہے علم کو کسی گھڑی یا ای ان سے ۔۔۔ ای (کس وقت) ہیں ۔۔۔ ای کا لفظ ہے (یہ اعمال وغیرہ) **مرسا** صدر میمی سے رسا یرسو کا جس کا معنی ہے **رسو الامر** امر کا ثابت ہونا ٹھہرنا کہ کہتے ہیں رسا الشیء ثبت ہوا ہے فرماتے **بسم اللہ مجریھا و مرسا ھا** ۔۔۔ **والجبال ارساھا** میں ایں جو مقدمہ ہے ۔۔۔ **اقل انما علمھا عند ربی** یہاں سے ۔۔۔ میں ضمیر کا مرجع قیامت ہے ۔۔۔ قیامت کے ۔۔۔ میں عبارت میں قیامت کا ظرف ہونا ۔۔۔ سے ظاہر ہے صاف اللہ فرمایا ہے ۔۔۔ علم نہیں ہے ۔۔۔ یہ معلوم ہے ۔۔۔ وہ ہیں ۔۔۔ لیتا ہے لہٰذا اقام قیامت کا علم اسرار الٰہیہ سے ہے جس کے اظہار کی ۔۔۔ **الا اللہ** ۔۔۔ **الحکم** ۔۔۔ صاف اللہ کا ۔۔۔ **ھو السمیع العلیم** ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

www.alahazratnetwork.org

ثقلت فی السموت والارض یہ عبارت یا تو نفی ہے جس میں قیامت کی عظمت و ہیبت کا ذکر ہے **لایجلیھا** کا یں سے یعنی کفار تو قیامت کا مذاق اڑانے اس کے انکار کرنے میں مشغول ہیں مگر اس کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آسمانوں میں رہنے زمین میں مومن جن و انس اور تمام جانوروں پر بھاری ہے کہ سب انھی سے اس کی دہشت سے کانپ رہے ہیں یا مقصد یہ ہے کہ قیامت چھپنے کی وجہ سے سب پر بھاری ہے جس آفت کے آنے کا یقین ہو اس کا وقت نامعلوم ہو وہ بہت بھاری معلوم ہوتی ہے یا یہ مطلب ہے کہ جب قیامت آئے گی تو آسمانوں اور زمین پر بھاری ہوگی کہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور آسمانوں سے ٹکڑے اڑ جائیں گے ہیئت تبدیل ہوئی ملائے گی تارے بکھر جائیں گے چاند سورج بے نور ہو جائیں گے تو اس کا مطلب اور بھی ہو سکتے ہیں (روح المعانی) آسمان اور زمین سے مراد یہ تو یہاں کے رہنے والے ہیں یا خود وہ ہی **لاتاتیکم الا بغتۃ** یہ فرمان عالی یا تو گذشتہ فرمانوں کا بیان ہے یا مستقل علیحدہ جملہ ہے جس میں قیامت کی دوسری شان بتائی گئی ہے **بکم** میں خطاب کافر قوم سے ہے نہ کہ موجودہ کفار سے نہ مومنوں سے کیونکہ قیامت نہ تو مومنوں پر آئے گی کہ اس وقت مومن سارے وفات پا چکے ہوں گے اور نہ حضور کے زمانہ کے کفار پر کہ ان میں سے کوئی بھی اس وقت نہ ہوگا **بغتۃ اور فجاءت** دونوں ہم معنی ہیں **بغتۃ** اچانک جس کی تمہید تیاری نہ ہو یعنی تم کافروں جن و انس پر قیامت اچانک آئے گی جس کی آمد کی کوئی شان اس وقت نہ ہوگی اگرچہ اس سے پہلے علامات قیامت بہت ظاہر ہو چکی ہوں گی جملے کے معنی لیں میں رہے کہ مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس کا وقت بتادوں تو اچانک نہ رہے گی اور وہ اس لیے کہ اچانک آئے میں زیادہ لطف ہوتا ہے اسی وجہ سے **لاتاتیکم** ارشاد ہوا یا قیامت کفار کے لیے اچانک ہے حضور انور اور خاص خدام کے لیے اچانک نہیں ہمیں اس کا وقت بتایا گیا ہے **یسئلونک کانک حفی عنھا** یہ عبارت کفار کی دوسری حماقت بیان کرنے کے لیے لہٰذا یہ جملہ ہے **یسئلون** کی رو ہی تحقیق ہے ہو ابھی کچھ پہلے عرض کی ہو چکی **حفی** ہمزہ کے نیچے صفت مشبہ اس کا مصدر معنی یا حفوۃ ہے معنی بحث کرنا تحقیق کرنا دلائل میں غور کرنا اس میں مبالغہ کا معنی ہے۔

فان تسئلوا عنی فیا رب سائل حفی عن الاعشی بہ حیث اصعد

اسی سے ہے **احفا الشارب** چونکہ معنی میں مبالغہ کے معنی شامل ہیں اس لیے اس کے بعد عن ارشاد ہوا ورنہ علم کے بعد عن آتی ہے کہ عن (روح البیان) **عنھا** کا تعلق معنی سے ہے یعنی آپ سے یہ لوگ قیامت کا وقت ایسے پوچھ رہے جیسے آپ سے خوب تحقیق بحث مباحثہ سے دلائل میں غور کر کے معلوم کر لیا ہے اور بتانے کے قابل ہے کیونکہ یہ چیز بحث مباحثہ دلائل سے معلوم کی جاتی ہے شریعت اس کا ظاہر کرنا ضروری ہے بتانا ضروری ہے حقیقت یہ ہے کہ علم قیامت علم لدنی ہے جس کا اعیار سے چھپانا ضروری ہے اس وجہ سے یہاں **حفی** ارشاد ہوا علیم نے فرمایا خبیر نے فرمایا سب کا غور عسا اور سا کا فرق نہیں میں رہے معنی دوسرے معنی میں یہاں بھی بحث میں مبالغہ ہے اور رب فرماتے **امکان بی حفیاوہ** کچھ بڑا یہاں ہے اس صورت میں عنھا کا تعلق یسئلونک سے ہے وہ معنی سے بعد کلام پوشیدہ ہے یہ لوگ آپ سے اس قیامت کے متعلق ایسے پوچھ رہے ہیں کہ گویا آپ اس پر بہت ہی مہربان ہیں ایسی بتائی دیں گے حالانکہ آپ کا اس سے تعلق ہی کیا ہے کہ وہ اگرچہ آپ کے قرابت دار ہیں مگر روحانی طور پر آپ سے بہت دور ہیں۔ (تفسیر معالم البیان، تفسیر نعیمی) یہ دوسری

www.alahazratnetwork.org

تفسیر سیدنا عبداللہ ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے۔ معنی مخلوقات سے غائب۔ کسی نے فرمایا کہ کسی معنی مستور اور مخفی ہے یعنی وہ لوگ یہ بات اس طرح سے پوچھتے ہیں کہ گویا آپ اس سوال سے ست ہی خوش ہیں اسلئے ایسا کہتے ہیں۔ یہ ملی ایک سوال کو دو جگہ میں فرمایا پہلا اور دوسرا جگہ اس کا جواب دیا جیسے **قل انما علمها عند ربی** اور دوسرا **قل انما علمها عند الله** ان سوال و جواب کی اہمیت ظاہر فرمانے کے لئے جس جگہ سے فرمایا کہ یہ سوال قیامت کا وقت پوچھنے کے لئے ہے اور یہ دوسرا سوال قیامت سے حاصل حالات پوچھنے سے ہے تو قابل ہیں اس معنی **قل انما علمها عند الله** فرمان عالی پہلے ہے اس عبارت سے دلیل عالم غیب کی یہاں سے عبداللہ نبی اس نے یہ سوال کیا اور فرمایا اس کا جواب بھی کر دیا کہ سوال کرنے والے کی کیا حالت ہے یا فرمان ہے دوسرے سوال کا جس سے وہ آپ سے قیامت کے عجیب حالات پوچھتے ہیں وہ کہ کس طرح سے قائم ہوگی کس سے پاس سے ہوگی کیا طریقہ ہوگا وغیرہ ذالک **ولکن اکثر الناس لا یعلمون** اس فرمان میں عبارت دوسری کی تحقیق سے وہ کفار ہیں جو کہ اس کی تصدیق نہیں کرتے **لا یعلمون** اصل پوشیدہ ہے جس سے قیامت کو جس وقت سے کہ ہوگی وہ نہیں جانتے ہیں اس وقت کو قابل ہیں سے بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ قیامت کا وقت بتانا جو شخص سے وہ قیامت کا وقت نہیں جانتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر جب آپ سے بعض جاہل آپ سے قیامت سے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب ہوگی کس وقت سے عجیب ہوں سے اس کا ظہور کب ہوگا آپ ان جاہلوں کو جواب دیں کہ قیامت کے وقت کا علم صرف میرے رب سے قبضہ میں ہے وہ چاہے مدرجہ الہام بتلا دے کسی بندے کو طاقت نہیں کہ اپنی عقل اپنے علم اپنے حساب دانی وغیرہ سے معلوم کرسکے یہ امر ربانیہ میں سے ہے بندہ ظاہر بین کر سکتا ہے کہ وقت بتلانا صحیح ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے وقت پر بھیجنے کو بتانے ظاہر فرمادے گا قیامت کی وجہ سے آسمان و زمین والوں پر بھاری ہے کہ اس کے وقت کا اعلان کیسی بیاں جس ہو سکے خبر کا ناگہانی ہو مگر آنے کا وقت معلوم نہ ہو یہ دہشت ناک ہوتی ہے اے کافرو قیامت صرف تم پر آوے گی اور اچانک آوے گی کہ لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہوں گے کہ قیامت آجاوے گی اگر میں اس کے وقت کا اعلان کردوں تو وہ تو اور بھاری رہے گی اچانک یہ بات رہا والی سے صاف ہے۔ لوگ آپ سے قیامت کا وقت ایسے پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ سے اس کی بہت تحقیق کر رکھی ہے دلائل میں غور سے کہ شاید مخفی سے سے مخفی بات کہ اس کی شاید فرمادیں وہ لوگ آپ سے ایسے پوچھتے ہیں۔ گویا آپ اس کی بہت ہی تحریر میں ہیں آپ فرمادو کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ سے پاس ہے وہی مدرجہ وحی بندوں طور پر سے بتلاتا ہے اور کوئی بھی عقل اپنے علم اپنے حساب سے اس کا پتہ نہیں لگا سکتا ہے لوگ یہ ارادے میں تاکہ اس کا پتہ لگا لیں ہم تو قیامت کی وقت بتادیں اسے سمجھ لیں ہے کہ ہمیں ہاں کی وجہ سے کہ ہمیں ہاں کی وجہ سے کہ ہمیں ہاں کی وجہ س

www.alahazratnetwork.org

فرماتے ہیں کہ حضور پر کوئی علم نہیں کھلا ہو اس حضرات کے دلائل بہت قوی ہیں ہم نے علم قیامت کی تحقیق اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں لکھی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ اس آیت اور اس جیسی باقی آیت میں ایک سطحی نظر سے دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو اس علم کی کوئی خبر نہیں مگر یہاں علم کی نسبت علم نہیں فرمایا بلکہ چار باتیں ارشاد ہوئیں۔ (1) قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ (2) قیامت کو اس کے وقت پر اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا۔ (3) قیامت اپنے بھاری ہونے کی وجہ سے آسمان و زمین میں بھاری ہے۔ (4) قیامت اچانک آنے والی ہے۔ ان چاروں باتوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضور کو اس کا علم نہیں دیا گیا بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو بتانے سے منع فرمایا گیا۔ علم شریعت نہیں جس کی اشاعت کی حضور سے وعدہ لی گئی جس کا چھپانا ناجائز ہے اگر اسے شائع فرمانے کا حکم دیا جائے تو اس کے بھاری ہونے کی وجہ سے بھروسا نہیں رہتے۔

اس سے علم بہت دلائل قائم ہیں۔ (1) فرماتے ہیں کہ قیامت ان پر ایسی ہوئی لگیں گی جیسی حاملہ کو درد زہ۔ (2) حضور انور نے ایک مجلس میں قیامت کے واقعات من وعن تفصیل وار بیان فرمائے۔ (3) فرمایا کہ اس کا وقت ہو گا ان قیامت کے دس۔ (4) حضور انور نے علامات قیامت اس تفصیل سے بیان فرمائیں کہ آج تک کسی نبی سے بھی قیامت کے متعلق یہ تفصیل نہیں سنی گئی۔ (5) حضور انور نے قیامت کا سال بتایا جو علماء نے حساب لگا کر بتایا۔ (6) حضور انور نے قیامت کا مہینہ بتایا۔ (7) حضور انور نے قیامت کا دن بتایا۔ (8) بلکہ مشہور یہ ہے کہ حضور نے قیامت کا وقت بھی بتایا کہ محرم میں ہو گی تاریخ بھی بتادی کہ دسویں تاریخ عاشورہ کے دن ہو گی اللہ ورسول علم بالحق۔ اس کے بھی اشارات موجود ہیں۔ (9) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** سے مسلمانوں کی عمر کا حساب مہدی کے ظہور کی تاریخ ہیں اور ظہور امام مہدی سے پانچ سال بعد قیامت آئے گی۔ (10) فرمایا پیچھلے سے گذشتہ امتوں کے مقابلہ میں میری امت کی مدت اتنی ہے جیسے عصر سے وقت سے مغرب کتاب کی مدت (بخاری مسلم کی حدیث) (11) فرماتے ہیں کہ انسانی دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے ہم چھٹے ہزار میں پیدا ہوئے۔ (12) حضرت کی انگلیوں اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ (13) حضور نے اشارات حسیہ سے قیامت کے قیام کی تاریخ بتادی ہے مگر ان کے سمجھنے کے لئے علم باطن درکار ہے یہاں تفسیر روح المعانی نے علم قیامت کے متعلق بہت تفصیل سے کلام کی ہے علماء کے اقوال ان کے حیثیت لکھے ہیں بہرحال قوی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر اس علم کو ایسے ہی طرح قیامت کا علم بھی عطا فرمایا مگر اس کا اظہار اعلان سے منع فرمایا جس کی اعلان سے روکا گیا ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ پوچھ گچھ کرنا سوال کی حیثیت پوچھنے کی نیت سے مختلف ہوتی ہے ایک نیت سے پوچھنے والا مجیب اور تعریف کا مستحق ہوتا ہے دوسری نیت سے پوچھنے والا ڈانٹ کا مستحق ہوتا ہے یہ فائدہ **یسئلونک** سے حاصل ہوا۔ دیکھو قرآن کریم نے سوالوں کے جواب بھی نقل فرمائے **ویسئلونک عن المحیض** ہے **ویسئلونک ماذا ینفقون** میں جواب تسلی بخش جواب دینے کے لیکن عام طور سے سوال نقل فرما کر اس پر عتاب کئے اللہ تعالیٰ بھی بہت عجیب رب ہے۔ دوسرا فائدہ یہ فائدہ سوال سے بچنا چاہئے فائدہ مند سوال ضرور کرنا چاہئے یہ فائدہ **ایان مرساھا** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ علم قیامت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پاس

www.alahazratnetwork.org

شخص عقل، علم، حساب سے نہیں جان سکتا یہ فائدہ **انما علمها** کے **انما** فرمانے سے حاصل ہوا کہ انما حصر سے کہتا ہے جو کوئی علم قیامت کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے **چوتھا فائدہ**: اللہ تعالی نے علم قیامت حضور ﷺ کو عطا فرمایا حضور بہ اطلاع الٰہی جانتے ہیں یہ فائدہ **علمها عند ربی** فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ یہاں جواب میں **لا اعلمها** نہیں فرمایا گیا **غیر عند الله یا عند رب العلمین** نہیں ارشاد ہوا بلکہ عند ربی ارشاد ہوا دیکھو تفسیر جیسے ارشاد ہوا **وعنده مفاتح الغیب** **پانچواں فائدہ**: قیامت آخر دم تک مخفی ہی رہے گی کبھی اس کے وقت کا اعلان نہ ہوگا یہ فائدہ **وعنده لا یجلیها لوقتها** اور **بغتته** فرمانے سے حاصل ہوا اگر اس کا وقت بتادیا جاوے تو وہ اچانک کیسے رہے۔ **چھٹا فائدہ**: کسی آفت کا چھپا ہوا ہونا اسے بھاری کر دیتا ہے یہ فائدہ **ثقلت فی السموت** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ**: قیامت صرف کفار جس والس پر قائم ہوگی اس وقت روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا یہ فائدہ **لا تاتیکم** میں **کم** فرمانے سے حاصل ہو کہ اس میں خطاب کفار سے ہے۔ **آٹھواں فائدہ**: عاقل متقی مومن کے لئے کوئی آفت مفاجۃ یعنی اچانک نہیں وہ ہر دم تیار رہتا ہے۔ یہ فائدہ **لا تاتیکم الا بغتته** سے اشارۃ حاصل ہوا کافر غافل اگر دس سال بھی بیمار رہ کر مرے تو اس کی موت اچانک ہے کہ وہ اس دوران میں ہوا اور دوا کے پیچھے رہتا ہے رب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا مومن عاقل اگرچہ ہٹا کٹا مرے مگر اس کی موت اچانک نہیں کہ وہ ہر دم تیار رہتا ہے۔ **نواں فائدہ**: علم استدلالی اور علم شریعت اشاعت کے لائق ہیں مگر طریقت کے مسائل لدنی علوم قابل اشاعت نہیں ان کا چھپانا نااہل سے محفوظ رکھنا ضروری ہے یہ فائدہ **علمها عند ربی** اور **حفی عنها** سے حاصل ہوا۔ دیکھو تفسیر۔ **دسواں فائدہ**: اللہ تعالی اگرچہ عالمین کا رب ہے مگر اس کی ربوبیت خاصہ صرف حضور انور سے خاص ہے اس لئے رب کی ہر چیز حضور کی اپنی ہے ناممکن ہے کہ کوئی چیز قابل عطا ہو اور حضور کو عطا نہ کی گئی ہو یہ فائدہ رب فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو تفسیر

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کو علم قیامت نہیں دیا گیا کیونکہ انما حصر کے لئے ہے اگر حضور کو علم قیامت دیا گیا وہ تو انما کے معنی درست نہ ہوں گے پھر تم لوگ حضور انور کو علم غیب کلی کیسے مانتے ہو۔ **جواب**: اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے حضور کو علم نہ دیے جانے کی نفی ثابت ہو **لا اعلم یا ما عطیت** نہیں فرمایا گیا واقعی انما حصر کے لئے ہے مگر یہ حصر پاس ہونے کے لئے ہے یعنی علم قیامت صرف اللہ کے پاس ہے حضور انور کو علم قیامت بے حضور کے پاس علم قیامت نہیں رب تعالی کے پاس حاصل کیا ہوا ہے۔ اس قسم کے حصر قرآن مجید میں بہت ہیں دیکھو ہماری کتاب جاء الحق۔ آیہ کا مقصد یہ ہے کہ علم قیامت علوم شرعیہ میں سے نہیں جس کی میں اشاعت کروں بلکہ علوم اسرار میں سے ہے جس کے اظہار کی اجازت نہیں نیز علم قیامت بندوں کے عقل و حساب سے حاصل نہیں ہو سکتا یہ تو خزانہ الٰہی کا موتی ہے جو صاحب اسرار کو دیا جاتا ہے۔ **دوسرا اعتراض**: یہاں یہ کیوں ارشاد ہوا کہ قیامت کو اس کے وقت پر رب ہی ظاہر کرے گا ظاہر کرنا رب تعالی ہی کرتا ہے قیامت کی کیا خصوصیت ہے۔ **جواب**: اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کو آخر دم تک لوگوں پر ظاہر نہیں کیا جاوے گا ہو تو آخر اور قائم ہو کر ہی ظاہر کی جاوے گی یعنی فنا ہو جائے گی بتائی نہ جائے گی اس لئے آگے ارشاد ہوا کہ وہ اچانک آوے گی۔ **تیسرا اعتراض**: قرآن مجید اور دوسری آسمانی کتابوں

www.alahazratnetwork.org

نے قیامت کی خبر دے دی۔ حضور ﷺ نے علامت سے اسے روز روشن کی طرح ظاہر فرمادیا پھر واجب ہوا کہ یہاں بھی ایسا ہی کیا ضرور ہوا کہ **لاتاتیکم الا بغتۃ**۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ خطاب اس جماعت سے ہے جو سرے قیامت کو مانتے ہیں نہ ہی وہ ان کی خبروں کو جن کے سبب قیامت واقعی اچانک ہوگی لہٰذا ان سے یہاں علامتیں نہ دوسرے یہ کہ کتابوں نے قیامت کی جو دو علامتیں اس کا قرب ظاہر ہیں کہ اس کا قرب ظاہر ہوگا ان کی آمد اچانک ہوگی مثلاً سورج کا بالکل بے حرکت ہوجانا کہ وہ اپنے جانوروں کی کھلی درست رہ ہوگا کوئی تجربہ کار چرواہا وقت کھڑا ہوگا کہ قیامت آجائے گی یعنی صور پھونکے جائے گا اس کا قرب ظاہر ہوگا مگر اس کی آمد اچانک ہوگی۔ چوتھا اعتراض آیۃ کریمہ میں ایک سوال کو دو طرح سے کیوں بیان کیا **یسئلونک عن الساعۃ** اور **یسئلونک عنھا** تکرار سے کیا فائدہ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب اوپر تفسیر سے معلوم ہوئے ایک یہ کہ **یسئلونک عن الساعۃ** میں سے امراء اور صدر ظاہر ہوا کہ وہ اب یوں صدر سے پوچھتے ہیں کہ آپ کہیں گے یا پہلے ان کے سوال میں قیامت ظاہر ہو پھر دوسرے علامات قیامت اسرار قیامت خصوصی راویوں سے پوچھتے تھے جو وہ بھی قیامت کی تاریخ پوچھتے تھے بھی قیامت کے سرپستہ رہنے ظاہر سے فائدہ میں سے یہ سوال دو سے ہیں ہوئے کے لئے **پانچواں اعتراض** یہاں یہ یوں فرمایا کہ قیامت آسمانوں اور زمین پر بھاری ہے ہاں زمین پر۔ **جواب** ظاہر یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین سے مراد ان کے ساکنہ ہیں فرشتے جن سب پر بھاری ہے اس لئے سب کی فنا سے بچا لیں گے پھر عرصہ بعد زندہ ہوں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آسمان و زمین ہی ہوں قیامت کا خوف ان کو بھی ہے یونکہ اس وقت ان پر بھی آفت آئے گی کہ آسمان پھٹ جائیں گے زمین تو ٹوٹ جائے گی۔ زمین و آسمان میں شعور ہے ہمیں خوشی و غم رنج و فکر کا احساس سب ہی کو ہے۔ **چھٹا اعتراض** حدیث شریف میں ہے ایک بار مجمع صحابہ میں جبریل علیہ السلام مثل انسان میں آئے چند سوال کئے ان میں سے ایک یہ تھا **متی الساعۃ** قیامت کب ہے تو حضور نے جواب میں فرمایا **ما المسؤل عنھا باعلم من السائل** جس سے سوال کیا گیا ہے مسئول یہ زیادہ نہیں جانتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور کے علم قیامت میں وہ حدیث اس آیت کی شرح بتا رہی ہے کہ حضور کو قیامت کا علم نہیں۔ **جواب** ہم نے اس کا جواب مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں دیا ہے یہاں اتنا سمجھ لو کہ حضور انور نے جواب میں یہ فرمایا کہ علم میں میں جانتا ہوں یہ نہیں فرمایا جس میں علم کی نفی ہیں بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے مطلب یہ ہے کہ اے جبریل قیامت کا علم تو مجھے بھی ہے تجھے زیادہ علم نہیں تم مجمع میں یہ سوال کرکے اس سربستہ راز کو عام کرنا چاہتے ہو اسی لئے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا **احسبنی عن امارا تھا** اچھا حضور اس کی نشانیاں ہی بتادیجئے تب حضور انور نے نشانیاں بتائیں میں نشانیاں واقف ہیں ہوں ہی واقف سے نہیں **ساتواں اعتراض** قیامت ہوں پچاس ہزار برس کا ہے پھر اسے ساعت یا ایک ساعت سے بھی میں گھنٹہ یا گھڑی بھر بھر کا وقت دیکھو دن الجھن یہ ناصواب ہے **جواب** یہ ہے کہ قیامت میں ایسی ہولناکی ہوگی جو ہر ایک کو بھلا دے گی یا اس لئے کہ مومنوں کو وہ دن بہت چھوٹا محسوس ہوگا جیسا کہ تم دنیا میں اچھے وقت میں

www.alahazratnetwork.org

جلوے کا سرحال سے سلامت فرمایا کل فی رست ہے۔

تفسیر صوفیہ: قیامت دو طرح کی ہے صغریٰ و روحانی قیامت جسمانی ہیں۔ قیامت صغریٰ جس چھوٹی قیامت یہ ہر شخص کی موت سے فوراً ہی شروع ہو جاتی ہے قبر کی قیامت ہے کبریٰ جو سب قیامت سے بڑی جس سارے انسانوں کی موت عام طور پر ایک صور سے پہلے ہو چکی ہوگی قیامت جو ہر شخص کی موت ہی قیامت سارے مردوں کا محشور ہونا اور اللہ رب العزت کے دربار میں پیش ہونا یہ صور سے دوسرے صور سے ہوگی۔ یہ تینوں قیامتیں آپس سے متعلق ہیں اور جسمانی کہتی ہیں قیامت روحانی کسی کو نصیب ہوتی ہے وہی ہے۔ جس انسان کی نظر روحانی بند ہو جائے **موتوا قبل ان تموتوا** کا مظہر ہو جائے کہ موت سے پہلے مر جائے حالت یہ ہو جائے کہ

مجھ میں تجھ میں فرق نہ رہے جب یہ ہو تو ہو جائے

جسمانی قیامت میں جب ساری مخلوق مر جائے گی تو روحانی قیامت میں غفلت کاروں کو دنیا میں ہمیشہ والا رب مل جائے وہ یا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں رہتے ہوئے کوئی نصیب والے ہی ایسے ہوں گے جو قیامت کے متعلق زیادہ پوچھ گچھ نہیں کرتے بلکہ قیامت روحانی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دن قیامت سے ایسے مطمئن ہوتے ہیں جیسے دوست دار اللہ کا دوست کا انتظار کرتے ہیں وہ اس بات میں ہوتے ہیں کہ کب اللہ کا دوست آئے اور ہمیں قیامت کی خبر سنائے اس کے متعلق کچھ سنتے رہتے تھے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ

فرما دو کہ میں اپنی جان کے لئے نفع کا اور نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا

الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ

تو بھلائی بہت جمع کر لیتا اور مجھے برائی نہ پہنچتی میں تو یہی ڈر

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

سنانے والا اور خوشی دینے والا ہوں ایمان والوں کو

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے یہ طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت سے ہے اس میں حضور علیہ السلام کی علم غیب کی نفی کی تھی اب حضور علیہ السلام کی علمیت کی نفی جاری ہے یہ علمیہ دونوں طرح ہے اس میں ظاہری و باطنی علمیت کی نفی ہے۔ علم ظاہری طور حاصل ہیں سے علمیت ذاتی طور پر کسی کو حاصل

www.alahazratnetwork.org

نہیں ہو سکتی یہ دو چیزیں ہیں ذاتی علم اور ذاتی علمیت اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہیں دوسرا تعلق پہلی ہے ہے میں علم قیامت ہے تو مجھے ذاتی علم ہے یا عطائی حاصل کیسے ہوا عطائی علم ہے یہ علم ہمیں ہو سکتا یا خاص علم غیب ہے اللہ عام علم غیب ہے تیسرا تعلق پہلی آیت میں صفات الوہیت کی نفی کی تھی اب حضور سے معجزات کا ثبوت بارہا کہہ چکے ہیں تیسرا تعلق مقدم ہوتی ہے اس لئے یہ مضمون بعد میں بیان ہوا۔

شانِ نزول یہ آیت کریمہ کے نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ کفار نے حضور سے عرض کیا تھا کہ حضور آپ سچے نبی ہیں تو ہم آپ سے معجزات طلب کرتے ہیں اگر آپ ہمارے تجارتوں میں خوب نفع حاصل کریں یہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں خشک سالی سے نجات دلائیں ہمارے ان کی حد مقرر ہو جائے ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی تفسیر روح معانی میں صورت میں سورہ اعراف کی دوسری آیت کی طرح یہ آیت بھی کفار کے حضور سے معجزات طلب کرنے کے جواب میں نازل ہوئی کہ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں میرے پاس کوئی ذاتی علم نہیں ہے جو کچھ علم ہے وہ اللہ کی عطا ہے میں تمہاری خواہش کے مطابق معجزات دکھانے پر قادر نہیں ہوں میں تو صرف اللہ کا رسول ہوں اس کے حکم سے معجزات دکھاتا ہوں۔ تیسری آیت میں کفار نے کہا کہ ہمارے علم میں یہ بات ہے کہ تم پر کوئی شخص جادو کرتا ہے اس لئے تم ایسی باتیں کرتے ہو جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

تفسیر قل اے محبوب ان جاہل آیت میں **قل** فرما کر بتایا گیا ہے کہ یہ بات کہنے کا حق کسی کو نہیں ہے تو ہم یہ فرمائیں کہہ سکے گا اجازت دیں گے اس کلام سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آپ تا صبح حضور سے طلب کیجئے **قل انما انا بشر مثلکم** جیسے حضرات انبیاء سے فرمایا **ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین، نعلمتها اذا وانا من الضالین** جیسا کہ قرآن کریم نے دوسری جگہ فرمایا کہ حضور اپنے کل محمد سے فرمایا کہ حضور سے معجزات طلب کرنے کی صفت حضور نے انکار فرمایا کہ حضور سے یہ صفت اپنے اختیار سے نہیں فرمائی بلکہ اس کی تخلیق ہوئی ہے صفت معجزات یا اس میں کمالات یا یہ ہے جس کا اللہ خالق ہو اس کے حضور سے ظہور میں آنا ضروری ہے **لا املک** میں ذاتی علمیت مراد ہے جو غیر کی نفی سے ثابت ہوتا ہے علمیت اختیارات کی آیتیں میں علمیت اختیارات مراد ہیں تفسیر خازن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ علمیت مراد ہے اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کے ساتھ ہی ہے اس لئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا ہے یہ ناممکن ہے **انی کنت من الظالمین** (تفسیر)

www.alahazratnetwork.org

نفسی کے بہت معنی ہیں ذات، جان، خون، سانس وغیرہ یہاں یہ معنی جان ہی میں مراد ہو سکتے ہیں۔ رب سے مقابل اپنی ذات یا اپنی جان کے نفع نقصان کا مالک کہیں کہ رب مجھے نقصان دینا چاہے اور میں اس کا ارادہ اور اسے نفع حاصل ہوں وغیرہ۔ **نفعا" ولا ضرا"** یہ **لا املک** کا معمول ہے نفع نقصان سے لیا مراد ہے اس میں بہت قول ہیں (1) اس سے وہ ہی نفع و نقصان مراد ہے جس کا کفار نے مطالبہ کیا تھا چیزوں کے بھاؤ گرانی ارزانی کی خبریں مقامات کی تباہیاں ارزانی وغیرہ (کبیر) (2) اس سے عام دنیاوی نفع نقصان مراد ہیں کہ فلاں چیز فلاں کام مفید ہے اور فلاں فلاں مضر ہیں (3) اس سے دینی نفع نقصان مراد ہیں کہ فلاں شخص کو میری تبلیغ اثر کرے گی اسے تبلیغ کردی فلاں کو اثر نہ کرے گی اسے تبلیغ کرنے پر نہ ہوں (کبیر) (4) اس سے آخرت کے اعمال مراد ہیں یعنی میں خود اپنے اعمال کرنے برے اعمال سے بچنے پر قادر نہیں رب کی توفیق سے کرتا ہوں جو کچھ بھی کرتا ہوں (5) بھلائی سے مراد شکموں پر ہے برائی سے مراد تکالیف تنگی اور فاقہ ہیں یہ مطلب ہے کہ میں ان چیزوں کا مالک نہیں ورنہ اے منافقو یا اے کافرو تم سب کو سیر شکم بنا لیتا اور تم کو عافیت ہی میں رکھتا (خزائن العرفان) **الا ماشاء اللہ** قوی یہ ہے کہ یہ الا استثناء کا ہے اور ماشاء اللہ مستثنیٰ متصل ہے **ضرا و نفعا** کے اور **لا املک** کا معمول ہے یعنی کہیں میں اس نفع نقصان کا مالک ہوں سوائے اس کے اللہ چاہے اور مجھے مالک بنا دے (تفسیر کبیر) اس صورت میں **ما** موصولہ ہے اور **شاء اللہ** کا معمول پوشیدہ ہے یعنی **الذی شاء اللہ تملیکی ایاہ** سوائے اس کے جو اللہ نے مجھے مالک بنانا چاہا ہے **لا بمشیۃ اللہ** ہر حال مطلب یہی ہے کہ اللہ کے چاہنے سے نفع نقصان کا مالک ہوں پہنچانے کی اور دوسروں سے بھی جیسا کہ گذرہ علماء۔ تفسیر میں عرض کیا جاوے گا ماشاء اللہ بعض مصریں سے الا کو محض ہی کہا بعد میں اس پوشیدہ مان کر اس جملہ کو مستثنیٰ منقطع مانا جس اللہ جو چاہے وہ ہوتا ہے مگر پہلی ترکیب قوی ہے کہ دوسری آیت اس کی تائید کرتی ہیں **ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر** اس فرمان میں میں کفار کے اس مطالبہ کا جواب ہے کہ آپ ہمیں پہلے سے چیزوں کے بھاؤ اس کے اتار چڑھاؤ کی خبر دے دیا کریں اور قحط سالی ارزانی کے مقامات بتا دیا کریں تاکہ ہم اس کا انتظام کے خوب نفع حاصل کریں اس فرمان میں دو مقصد ہو سکتے ہیں (1) حضور سے بڑھ کر علم غیب اور رب کے علم کے سامنے کالعدم قرار دیا گیا ہے کہ میں یا مخلوق میں سے کوئی بھی رب سے چھپی ہوئی قدرت نہیں رکھتا (تفسیر صاوی) جیسے سبحان اللہ کے معنی

ہمہ شہ اللہ آنچہ ہستی توئی

الٰہی تو ہی ہے تیرے سوا کوئی نہیں یعنی موجود تیری ہستی کے سامنے سب کالعدم اور نیست ہیں (2) یہاں ذاتی اور حقیقی علم کی نفی ہے مخلوق کی ہر صفت جاری و عارضی ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی اور حقیقی ہیں (تفسیر صاوی) (3) یہ کلام عام اور آپ سے خاص طور پر ہے (تفسیر حاوی) ایک بڑے سے بڑا عالم بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمام غیب کا علم رکھتا ہوں (4) یہ آیت اس وقت کی ہے جب حضور کو علم غیب عطا نہیں ہوا تھا یہ آیت منسوخ ہے اس آیت سے **عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا** (خازن) اس وجہ سے آیت زیر بحث اس آیت کے خلاف نہیں جس میں حضور کا علم غیب ثابت ہے (تفسیر صاوی، حاوی) **لا ستکثرت** بنا ہے استکثار سے۔ معنی زیادہ لینا مراد زیادہ لینا ہے یعنی اگر میں غیب جانتا تو خیر سے مراد دنیا کی چیزیں ہی ہوتیں ان میں سے مراد ہے رب تعالیٰ کے ارادہ کے مقابل بھلائی نفع سے مراد رب جلنی دینا

www.alahazratnetwork.org

چاہے اور حضور انور اس کے ارادہ کے خلاف بچالیں یہاں جمع کریں یہ ناممکن ہے یعنی مجھے ذاتی اور حقیقی علم غیب ہوتا تو مجھے ذاتی قدرت بھی ہوتی کہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور اس میں اس پر قدرت رکھتا کہ اللہ کے ارادہ کے خلاف نہ جمع کرتا تو نہ مجھے ذاتی علم غیب بھی نہیں (تفسیر صاوی) لہٰذا یہ آیت ان آیت و احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ رب نے حضور انور کو بہت خیر عطا فرمائی جیسے **انا اعطینک الکوثر** یا جیسے **یوت الحکمۃ وقد اوتی خیرا کثیرا** وغیرہ۔ **وما مسنی السوء** اس جملہ کی دو ترکیبیں ہیں ایک یہ کہ یہ جملہ یہ ہے اور یہ ابتدائیہ ہو سے مراد جنوں ہے یعنی مجھے جنوں نہیں پہنچا دوسرے یہ کہ واؤ عاطفہ ہے اور یہ جملہ ماقبل پر معطوف ہو کر **قل** کا مقول ہے یعنی یہ بھی فرمادیں کہ مجھے جنوں نے مس بھی نہیں کیا نبی کو جنوں سے کیا تعلق وہ تو تمام دنیا کے عاقلوں سے بڑے عاقل ہوتے ہیں تیسرے یہ کہ معطوف ہو **لاستکثرت** پر اور یہ اس کی جزا ہو یعنی میں اگر غیب جانتا ہوتا تو میں بہت خیر بھی جمع کر لیتا اور مجھے کبھی برائی نہ پہنچتی (خازن و صاوی وغیرہ) لہٰذا یہ آیت ان آیت و احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کو دشمنوں کی شر سے بچا لیا فرماتا ہے **واللہ یعصمک من الناس** خیال رہے کہ یہاں بھی وہی مراد ہے جو **لا استکثرت من الخیر** میں مراد تھا یعنی اللہ کو چھوڑ ہوئی معصیت و برائی سے محفوظ رہتا کہ اس کے ارادے سے خلاف تھا سے بچ جاتا اس صورت میں سوء سے مراد اخروی و دنیاوی آفات و تکالیف ہیں **انا انا النذیر و بشیر لقوم یومنون** یہ بھی قل کا مقولہ یہاں حصر اضافی ہے حقیقی نہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں سوائے بشیر و نذیر کے اور صفات سے موصوف نہیں حضور نبی بھی ہیں رسول بھی شفیع بھی ہیں رؤف و رحیم بھی مطلب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا کہ میں یہ خدا ہوں نہ خدا سے بے یار یہ اس کا مقابل میں اسکا بندہ ہوں نذیر ہوں بشیر ہوں چونکہ نذارت پہلے ہے بشارت بعد میں یہ نذارت سب کے لئے ہے بشارت صرف **مطیعون** کے لئے اس وجہ سے نذیر کو بشیر سے پہلے بیان کیا چونکہ حضور کی نذارت سے فائدہ صرف مومن اٹھاتے ہیں اس لئے **لقوم یومنون** فرمایا لہٰذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں **لیکون للعالمین نذیرا** حضور انور سارے جہانوں کے نذیر ہیں فرماتا ہے **کافۃ للناس بشیرا و نذیرا** حضور سارے انسانوں کے لئے بشیر و نذیر ہیں۔ خیال رہے کہ سارے نبی بشیر و نذیر ہوئے مگر ان حضرات کی بشارتیں نذارتیں سب تھیں حضور کی بشارت و نذارت دیکھ کر سنت اور دائمی ہے لہٰذا نذیر و بشیر کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب مکرم آپ سے مطالبے کرتے ہیں کہ ہم کو آئندہ کے بھاؤ بتا دیں اور فلاں فلاں چیز بتاتے رہیں تاکہ ان چیزوں سے فائدے خود اٹھاتے رہو حالانکہ ان کے اس مطالبے کا مقصد تو یہ ہے کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے ارادے کے خلاف امور غیبیہ اللہ سے چھپے امور کو ظاہر کر دیں یہ تو عقلاً ناممکن ہوا کہ اس کی رسالت، احکام ربانی سنتے آپ ان کے جواب میں فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مقابل تو میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا مالک بھی نہیں کہ رب مجھے نقصان دینا چاہے اور میں اس کے مقابل نفع حاصل کر لوں یا رب مجھے فائدہ دینا چاہے اور میں اس سے خلاف نقصان دوں میں تو اسی قدر مالک و مختار ہوں جس قدر رب چاہے میری مملکت و اختیار اسی قدر ہے اگر میں رب کے مقابل علم غیب رکھتا ہوتا تو میں اس کے ارادے کے خلاف دنیا و دین کی خیر جمع کر لیتا اور مجھے خدا کی بھیجی ہوئی معصیت بھی نہ پہنچتی مگر ایسا نہیں ہے

ہو سکتا ہے میں خود اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کی طرف سے تین رسول دو رسول کا نام بتاتا ہوں اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے تم ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے نہ ان کی تکذیب کر سکتے ہو۔

سلطنت مصطفیٰ در مملکت الٰہیہ

مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی عطا سے جس کو اس نے جو کچھ دیا ایک ذرہ ایک قطرہ کا مالک نہیں پھر اس کریم نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کو اپنی چیزوں کا مالک بنایا یہ بندوں کی یہ ملکیت عطائی عارضی مجازی ہے رب تعالیٰ کی ملکیت ذاتی واقعی حقیقی ہے اس مطلب کو قرآن مجید ہو احادیث صحیحہ میں ہے ملاحظہ ہو آیات قرآنیہ

1 قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء	کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے
2 واتینھم ملکا عظیما	ہم نے آل ابراہیم کو بہت بڑا ملک دیا
3 وسخرنا لسلیمان الریح تجری بامرہ	ہم نے سلیمان کے زیر فرمان ہوا کو کر دیا جو ان کے حکم سے چلتی تھی
4 انا مکنا لہ فی الارض واتیناہ من کل شئی سببا	بے شک ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا
5 واوتیت من کل شئی ولھا عرش عظیم	ملکہ بلقیس کو ہر چیز میں سے حصہ ملا اور اس کا تخت ہے
6 ان الارض یرثھا عبادی الصالحون	اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے
7 ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ	ہم نے حضرت سلیمان کے تابع ایسے جن کر دیے تھے جو ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے
8 واتاہ اللہ الملک والحکمۃ	اللہ نے داؤد کو ملک بھی دیا اور علم بھی

ان چھ آیات کی آیات میں رب تعالیٰ کی عطا سے اس کے بندوں کا مالک ہونا ثابت ہے اب حضور علیہ السلام کے پاس الٰہی ملکیت عطائی کا ذکر سنیے

1 انا اعطیناک الکوثر	ہم نے آپ کو کوثر (یعنی عالم خیر) عطا فرمایا (بخاری شریف)
2 ووجدک عائلا فاغنی	ہم نے آپ کو بڑی عیال والا پایا تو غنی کر دیا (بخاری شریف)
3 اعبھم اللہ ورسولہ من فضلہ	اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیا

www.alahazratnetwork.org

4 **ولو انهم رضوا ما اتاهم اللہ ورسولہ** اگر وہ لوگ اللہ و رسول کے عطا سے راضی ہوتے

خود حضور ﷺ اپنے متعلق اپنے رب کی عطا کا ذکر فرماتے ہیں۔

1 **اوتیت مفاتیح خزائن الارض** مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں

2 **لو شئت لسارت معی جبال الذھب** اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

3 **انی املک مرافقتک فی الجنہ** یا رسول اللہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں (مسلم)

اس کی مفصل اور مدلل بحث ہماری کتاب سلطنت و مملکت میں ملاحظہ کرو۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** کوئی بندہ بدلت خود کسی چیز کا مالک مختار نہیں ہے ہر ملکیت و اختیار ملتا ہے رب تعالیٰ کی عطا سے **دوسرا فائدہ** اطلاق سے کسی کی ایک تعمیم سے حاصل ہوا جیسا کہ حق تعالیٰ نے عرض کیا گیا جب بندے کی اپنی ہستی بھی ذاتی نہیں تو اس کی کوئی صفت ذاتی کیسے ہو سکتی ہے صفت تو جبھی ہیں ذات پر دوسرا **فائدہ** کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مقابل کچھ نہیں کر سکتا تو کوئی کچھ بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے بلکہ بندے کا ارادہ رب تعالیٰ کے ارادے کے ماتحت ہے رب فرماتا ہے **وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ** **فائدہ** **لا املک** کی دوسری تعمیم سے حاصل ہوئی **تیسرا فائدہ** حضور ﷺ اپنے رب کی عطا سے اس کی دین نفع و نقصان کے مالک ہیں جس کو جو چاہیں بلا پروردگار بخش دیں اور جس کو اپنی نظر سے گرا دیں وہ کبھی اٹھ نہ سکے یہ فائدہ **الا ما شاء اللہ** سے حاصل ہوا دیکھو تعمیر لا سے اطلاق کی نفی توڑ دی اس کی بہت قوی دلیلیں موجود ہیں دیکھو ہماری کتاب سعادت ابدیہ۔ **چوتھا فائدہ** اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مخلوق کے نفع و نقصان کا مالک بنا دیا اور حضور اللہ کی تملیک سے مالک ہو چکے قیامت حضور سے لوگوں کو نفع حاصل ہو رہے ہیں یہ فائدہ **الا ما شاء اللہ** میں شاء کے ماضی فرمانے سے حاصل ہوا **پانچواں فائدہ** اللہ تعالیٰ نے بغیر بتائے کوئی شخص ایک ذرہ ایک پتے کا علم نہیں رکھتا جو شخص جو جانتا ہے اس کی تعلیم سے جانتا ہے یہ فائدہ **ولو کنت اعلم الغیب** سے حاصل ہوا **چھٹا فائدہ** علم غیب ذاتی کے لئے قدرت ذاتی ہر شے کا علم اس کی ایک صفت ذاتی ہوتا اس کی تمام صفات ذاتی ہوں گی تو ذاتی علم ذاتی قدرت الوہیت کی صفت ہے یہ فائدہ **ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ** نبی پر وحی ہوتی ہے کبھی خلاف نہیں ہوتے۔ **فائدہ** **وما مسنی السوء** کی ایک تعمیم سے حاصل ہوا دیکھو تعمیر ہاں اس کو خیر اور کبھی عیش بھاری فرماتا ہے رب فرماتا ہے **وخر موسی صعقا**۔ **آٹھواں فائدہ** حضور ﷺ تمام عالم کے ہی سب کے لئے بشیر بھی ہیں نذیر بھی یہ فائدہ بشیر و نذیر سے مطلق فرمانے سے حاصل ہوا۔ **نواں فائدہ** اگرچہ سارے نبی بشیر و نذیر ہیں کہ حضور سے ذکر ہوئے بلکہ خود رب تعالیٰ کو وکیل بشارتیں دیں اور فرمایا یہ فائدہ نذیر و بشیر کی تنوین سے حاصل ہوا۔ **دسواں فائدہ** اگرچہ حضور اور سارے انسانوں بلکہ سارے جہانوں کے بشیر و نذیر ہیں مگر آپ کی بشارت و نذارت سے فائدہ صرف موحدین ہی اٹھاتے ہیں یہ

www.alahazratnetwork.org

فائدہ **لقوم یومنون** سے حاصل ہو۔

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنی امت کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے تو دوسروں کو کیا پہنچائیں گے پھر ان سے امید و خوف رکھنا ان سے حاجتیں مانگنا ان کے دروازے پر سائل بن کر جانا شرک ہے اللہ کے سوا کسی سے مانگنا ان سے کس امید رکھو اور کیا **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ عام مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرتے تھے **ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی** غریب لوگ امیروں کی سے امید رکھتے ہیں تم لوگ امیروں کے دروازوں پر چندہ کی امید لے کر جاتے ہو رب فرماتا ہے **واما السائل فلا تنھر** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **ابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ** میں اللہ کے علم سے مادر زاد اندھوں کو اچھا کر سکتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا **اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا** میری یہ قمیص لے جاؤ میرے والد کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے یہ سب نفع رب نے محبوب علیہ السلام سے فرمایا **ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد وشراب** پاؤں زمین پر مارو اس سے پانی کے چشمے پیدا ہوں گے ان سے غسل کرو شفا ہوگی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاؤں کا دھوون بھی شفا دیتا ہے ان کی قمیص دفع بلا ہے یہ حضرات ان کے تو کلت نفع دیتے ہیں موسیٰ علیہ السلام سامری پر ناراض ہوئے تو اس سے فرمایا **فاذھب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لا مساس** جاؤ اپنی ساری عمر کہتا پھرے گا کہ مجھے چھونا نہیں چنانچہ ایسا ہوا کہ آخری عمر میں سامری کا یہ حال ہو گیا کہ جس سے چھو جاتا تو وہ بھی بیمار ہو جاتا اور سامری بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرات نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں تمہارا یہ قول ان تمام آیات کے خلاف ہے۔ **جواب تحقیقی** یہ ہے کہ ان تمام آیات میں حقیقی ذاتی ملکیت کی نفی ہے یعنی رب تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اس نے مستقل نفع نقصان کی ملکیت کسی کو نہیں دی اور ہماری پیش کردہ آیات میں مجازی عطائی ملکیت کا ثبوت لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ اس لئے اشاء اللہ سب کام اس کے حوالہ چاہے یعنی اللہ کے چاہے سے ہی نفع نقصان ملتا ہے ہمیں تمہارے اعتراض کا جواب خود اس آیت میں موجود ہے۔ **دوسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو مطلقاً غیب نہیں آپ بالکل بے خبر بھی جمع نہیں کی جس سے اپنے پاس کچھ نہ ہو تو خیر کیا دیں گے (وہابی) **جواب** اس سوال کے تین جواب ہیں دو الزامی ایک تحقیقی۔ پہلا الزامی جواب یہ ہے کہ قرآن میں علم غیب حضور اور کے لئے ثابت ہو چکا ہے حضور ﷺ ساری مخلوقات سے زیادہ علم والے ہیں یہ آیت علم غیب کی کامل نفی کر رہی ہے یہ آیت تمہارے بھی خلاف ہے (وہابی) اور دوسرا الزامی جواب یہ ہے کہ خود تمہارے بڑے اس آیت سے حضور کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں دیکھو **ویعلمھم الکتاب والحکمۃ** سے لوگوں کو علم و حکمت سکھاتے ہیں **ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا** حکمت دی گئی بہت بھلائی دی گئی دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ علم غیب دیتے ہیں۔ **جواب تحقیقی** یہ ہے کہ ان تمام ساری آیات میں علم غیب حقیقی ذاتی کی نفی ہے جس سے قدرت ذاتی ہو اس سے اور ثبوت علم غیب کی آیات میں علم غیب عطائی کا ثبوت ہے دیکھو الٰہی کی ہوئی ہماری تفسیر علم غیب کی نفیس تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو اور علمیت سے

www.alahazratnetwork.org

متعلق ہماری کتاب سلطنت مصطفےٰ کا مطالعہ کرو۔ **تیسرا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ آپ صرف نذیر و بشیر ہیں یعنی آپ میں سوا ان دو صفتوں کے اور کوئی صفت نہیں پھر تم حضور کو شفیع المذنبین دافع البلا صاحب عطا کیوں مانتے ہو۔ **جواب** اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو حضور کو بہت سی ماننے والوں نے صفت عالمین حالانکہ یہ صفت قرآن سے ثابت ہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں حصر حقیقی نہیں بلکہ صفت اضافی بیان کی گئی۔ **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا **لقوم یومنون** جس سے معلوم ہوا کہ حضور اور صرف مومنوں کے نذیر و بشیر ہیں مگر دوسری جگہ ارشاد ہے **للعلمین نذیرا** اس سے معلوم ہوا کہ حضور اور صرف جہانوں کے نذیر ہیں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر چکا کہ حضور کی عطا تو عالمین کے لئے ہے مگر عطا سے فائدہ وہی اٹھاتا ہے لہٰذا صرف مومنوں کو میرے یہاں مومنوں کے پینے کا ذکر ہے اس آیت میں حضور کی عطا کا ذکر ہے سورج سب کو روشنی دیتا ہے مگر چمگادڑ کی آنکھ سورج کی فیض میں نہیں آتی۔

تفسیر صوفیانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے بھی ہیں اس کے رسول بھی اس کے حبیب بھی۔ قرآن کریم نے مختلف آیتوں میں آپ کی مختلف صفات کا اظہار ہے۔ اس آیت میں حضور کی عبدیت کا ذکر ہے عبد یعنی بندہ۔ تو اپنا مالک ہوتا ہے نہ اپنے مال کا اپنے نفع نقصان کا سب کچھ اس کے مولیٰ کا ہوتا ہے وہ حقیقی المولیٰ ہوتا ہے جو مولیٰ کھلاتا ہے بندہ وہ کھاتا ہے جو وہ پہناتا ہے وہ ہی پہنتا ہے جب وہ سلاتا ہے تب سوتا ہے یہاں ارشاد ہوا کہ آپ فرمادو کہ میں اللہ کا عبد اس کا بندہ اس میں فنا ہوں نہ اپنے نفس کا مالک ہوں نہ اس کے نفع نقصان کا وہ چاہتا ہے وہی کرتا ہوں میری مرضی اس کی رضا میں گم ہے ایک عارف کہتا ہے

وغمک بالهدی فی کل امر　　فلست تشاء الا ما یشاء
ارید وصاله ویرید هجری　　ترکت ما اشاء لما یشاء

میرا علم اس کریم کے حضور غائب ہے میں تو اس کے سامنے اپنے کو بھی نہیں جانتا۔ شان نبوت کا تقاضہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام شریعت کے مالک کردئے گئے ہیں آپ کے ہاں سے چیزیں حلال بلکہ فرض ہو جاتی ہیں آپ کی کہ سے چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ رب فرماتا ہے **یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث** فرماتا ہے **توحی من تشاء و توی الیک من تشاء** حضرت ابو حریرہ کی گوئی دو سے برابر کردی ایک صاحب کو اس کا کفارہ اسی کو عطا فرمایا یہ ہے حضور کی شان نبوت شان محبوبیت یہ ہے کہ حضور اللہ کی ہر چیز کے عطاء رب مالک ہیں نعمتوں میں حضور کا ہاتھ ہے حضرت ربیعہ کی بیوی حضرت عثمان کے ہاتھ حوض کوثر فروخت کردیا چاندی چھپا سونا چھپا لیا۔ کہا نہ تو میں بیچے رہے ہیں حتی کہ اللہ اور رسول کی جوتی بندھی ہوئی ہے یہ ہے شان محبوبیت یہ سب پیار کے حلوے ہیں۔

شریک اور حبیب میں کئی طرح فرق

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے شریک نہیں اس کے حبیب ہیں انہیں اللہ کا شریک کہنے میں ہماری انتقاص ہے حضور تو ہیں شریک و حبیب میں چند طرح فرق ہے (۱) شریک کبھی ساری چیز کا مالک نہیں ہوتا اور نہ وہ شریک ہیں مگر حبیب اپنے

www.alahazratnetwork.org

محب کے سارے مال کا مالک ہوتا ہے۔

میں تو مالک ہی ہوں کہتا کہ ہو مالک سے حبیب یعنی محبوب و محب میں کہیں تیرا میرا!!

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں!

(2) شریک شرکت کی چیز میں خود مختار نہیں ہوتا یعنی ساتھی کے مشورہ کچھ نہیں کرتا مگر حبیب اپنے محب کی چیز میں خود مختار ہوتا ہے حضور باوجود الٰہی عرش و فرش پر ہونے کے اللہ کے مختار ہیں۔

کہی تمہیں دی ہے خدا نے سرکار بنایا تمہیں مختار بنایا!

حضور نے چاند توڑا تو رب نے یہ نہ فرمایا کہ ہم نے تم کو احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے کہ آپ میری چیزیں توڑیں پھوڑیں سورج واپس کیا تو یہ نہ فرمایا کہ تم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ میرا نظام عالم بدل دو۔ رات کو دن اور دن کو رات بنا دیا یہ ہے محبوبیت (3) شریک بھی کسی کام میں ضد نہیں کر سکتا اگر ضد کرے گا تو ساتھی کے گا کہ اپنا حصہ الگ کر لو مگر حبیب اپنے محب پر ضد کر سکتا ہے ضد کر کے اس سے جو چاہے لے سکتا ہے حضور حبیب ہیں ضد فرمائیں کہ حاجی کے سارے گناہ معاف ہو جاویں۔ فرمایا کہ حقوق اللہ معاف کر دیں گے مزدلفہ میں اگر ضد کی کہ مولیٰ حقوق عباد بھی معاف کر دے وہ معاف کرا لے یہ ہے محبوبیت۔

ال ایسے پیارے پہ صدقے جاں اک صدوں پر ہو قرباں
ضد کر کے اپنی امت کو بخشا لیا رحمت والے نے

(4) شرکت ختم ہو سکتی ہے محبت ختم نہیں ہو سکتی ہاں اگر محبت جگر اکلوتا بیٹا بھی ہماری محبت سے نہیں نکل سکتا حضور دونوں جہاں میں اللہ کی چیزوں کے مالک ہیں۔ حضور اللہ کا شریک نہ کہو نقصان میں رہو گے کہ اسلام سے نکل کر مشرک بن جاؤ گے۔ اس میں حضور کی توہین ہو گی کہ حضور کو تو نے مالک مانا پھر نہ مانا۔ کلمہ تو حضور کے حبیب ہیں ساری خدائی کے مالک ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مالک دو قسم کے ہیں۔ ایک مالک نفع تام یعنی جس میں تو ہیں اور اس کے نفع کا مالک اپنے لئے نہیں بلکہ اے بندو تمہارے لئے مالک ہوں۔

کوئیں بنائے تے سرکار نی خاطر ونیں نی خاطر تمہیں سرکار بنایا!
دیون والیں داتا بنا منگن لئی سوالی ایسے داتا کی اس چوکھٹ سے ولی نہ جائے خالی

کریم کے مال میں فقیروں کا حصہ ہوتا ہے۔

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم! ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

جو دو سخا بر گدائے بے نوا

فقیر تسکار احمد یار عرض کرتا ہے کہ میں نے یہ سطور نور اس آیت کی تفسیر مدینہ منورہ سے واپس آکر لکھی ہیں یعنی 1390ھ میں حضور انور نے مجھے مدینہ منورہ میں ساڑھے چار ماہ رکھا اس دوران میں مجھ پر عجیب کرم فرمائیاں ہوئیں جن میں سے

www.alahazratnetwork.org

چند عرس کی بات ہے [illegible] مدینہ منورہ میں پھسل کر گر پڑے [illegible] دردِ شدید ہوا [illegible] دے کر [illegible] دردِ تواں میرے [illegible] تجھے [illegible]

دردِ توام اسی وقت سے غائب ہوگیا ہاتھ کام دینے لگا ڈاکٹروں نے بعد مشقی ملک کی ٹائی ہسپتال میں ہاتھ کی دو ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں جن میں قدرے فاصلہ ہے ڈاکٹر صاحب نے پلاسٹر چڑھایا چند روز آہستہ آہستہ ہاتھ کام کرنے لگا مدینہ منورہ سے اس ہسپتال کے ڈاکٹر محمد اسماعیل نے کہا کہ یہ خاص تحفہ ہوا ہے یہ ہاتھ طبی لحاظ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا مگر میرے آقا کی نظر سے ہڈی اب تک ٹوٹی ہوئی ہے اس ٹوٹے ہاتھ سے تحریر لکھ رہا ہوں میں نے اپنے اس ٹوٹے ہوئے ہاتھ کا علاج صرف یہ آستانہ عالیہ پر کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا اب [illegible] عید کی ٹوٹی ہڈی [illegible] ابن عفراء فانوٹا بارد جوڑ دینے والے میرا ٹوٹا ہاتھ بھی جوڑ دیں یہ کہہ کر [illegible] مدینہ منورہ میں [illegible] آیا پتہ لگا کہ حکومت کا قانون یہ ہے کہ جو حاجی مدینہ منورہ کی زیارت کر چکے دوبارہ حج [illegible] میں نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زیارت کر لی اب میں حج کو جاتا ہوں۔

[illegible] جانے والے [illegible] ہمیں یاد رکھنا گلی میں [illegible]

[illegible] والوں سے [illegible] پہنچ جانا

دل میں القاء ہوا کہ حج کو جاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر جاؤں گا کہ جاؤں عشاء کی نماز مدینہ منورہ میں پڑھوں چنانچہ جمعہ کو بعد نماز عصر روانہ ہوا اتوار کو حج ہوا دو دن کے بعد مکہ معظمہ سے چلا اور نماز عشاء مدینہ پاک میں پڑھی راستہ میں چار جگہ بیماریوں نے تفتیش کرنی چاہی رب کی شان کہ میں ان کی طرف نہ آیا میری قوت میں اور [illegible] تفتیش ہوئی میری [illegible] ہوئی یہ ہے رحم نواری (۱) ایک دن بعد نماز فجر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے قلمی [illegible] آپ نے [illegible] قلم عطا ہوا اسی دن بعد نماز مغرب ہوا ثم الحمد للہ مجھے بیماری [illegible] میں نے [illegible] میں سے [illegible] بلکہ حق تو یہ ہے کہ

[illegible] محدود ہی کر کے رہ گئے ورنہ ہے نیاز ان

رب تعالیٰ ان سے [illegible] کاروباری رشتے

[illegible] ہاتھ [illegible] شرمساری [illegible]

[illegible] القمر [illegible] ہاتھ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ

وہ وہ ہے کہ پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور بنایا اس سے بیوی اس کو تاکہ تسکین پائے

وہ ہی جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین پائے

اِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا

اس کی طرف پھر جب ڈھانپ لیا اس نے اس کو تو اٹھا لیا اس نے بوجھ ہلکا سا پس گزرتی رہی وہ اس حمل کے ساتھ پھر جب

اس کی طرف پھر جب ڈھانپ لیا اس نے اس کو تو اٹھایا اس نے بوجھ ہلکا سا پس گزرتی رہی وہ اس حمل کے ساتھ پھر جب

اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا

اللہ رب ان دونوں کا البتہ اگر دے تو ہم کو ایک چنگا تو البتہ ضرور ہوں گے ہم

اللہ سے رب ان دونوں کا البتہ اگر دے تو ہم کو ایک چنگا تو البتہ ضرور ہوں گے ہم

صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ

نیک تو کر دیں اس کے شریک واسطے اس چیز میں کہ دی ان دونوں کو پھر بلند ہے اللہ اس سے کہ شریک ٹھہراتے ہیں

نیک تو کر دیں اس کے شریک واسطے اس چیز میں کہ دی ان دونوں کو پھر بلند ہے اللہ اس سے کہ شریک ٹھہراتے ہیں

خلق سے مراد پہلی بات سے چند طرح خلق سے پہلا **تعلق** پچھلی بات میں شرک فی الصفات کی تردید پر تھی۔ یہ دوسرا تعلق آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی شرک کی گنجائش نہیں۔ تردید ہے کہ اپنے اوپر کچھ سے شرک یہ ہے کہ اس عہد ربوبیت یا عہد الست کو بھول جانا۔ غرض گویا ایک قسم کے شرک کی تردید ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد تھا کہ کوئی شخص بذات خود کچھ نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد تھا کہ کوئی شخص بذات خود کچھ نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا۔ یہ دوسرا تعلق ہے کہ تمہارے خالق مالک میں تمہاری صفات میں کوئی شریک نہیں۔ دلیل بیان ہوئی ہے کہ تمہارے خالق مالک میں تمہاری صفات میں کوئی شریک نہیں۔ دلیل بیان ہوئی ہے

تفسیر هوالذی ہو تشدید **الذی** ہو سے ذات ہی مراد ہے اور **هوالذی** میں اللہ کی قدرت ہی کی تاثیر ہے۔ **وفی انفسکم افلا تبصرون** میں

www.alahazratnetwork.org

اپنے میں تلاش کریں گے وہ کامل قدرت پائیں گے **خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا** یہ عبارت الذی کا صلہ ہے اس میں گفتگو ہے کہ **خلقکم** میں کس سے خطاب ہے اور نفس واحدہ یعنی ایک جان سے کون مراد ہے اور زوجہا سے کون مراد۔ (1) جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں خطاب سارے انسانوں سے ہے اور نفس واحدہ سے مراد ہے حضرت آدم علیہ السلام اور زوج سے مراد ان کی بیوی حضرت حوا ہیں اور معنی یہ ہیں کہ اے انسانو اللہ نے تم سب کو ایک ذات جناب آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا اور خود ان سے ان کی بیوی حوا کو بنایا اس طرح کہ ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو بنایا تاکہ آدم علیہ السلام تنہائی کی وحشت سے گھبرائیں نہیں کیونکہ ہر شخص اپنے ہم جنس سے میلان رکھتی ہے۔ (2) بعض مفسرین نے فرمایا کہ **خلقکم** میں خطاب قریش سے ہے اور نفس واحد یعنی ایک جان سے مراد ہے قصی ابن کلاب جو قریش کا مورث اعلیٰ ہے اور زوجہا سے مراد قصی کی بیوی ہے اس سے بنانے کے معنی ہیں اس کی جنس سے بنائی یعنی ان کے نکاح میں ان کی بیوی دی۔ رب فرماتا ہے **جعل لکم من انفسکم ازواجا** وہ آیت اس کی تفسیر ہے۔ (تفسیر بیضاوی، خازن، مدارک، کبیر وغیرہ) (3) حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ **خلقکم** میں خطاب سارے انسانوں سے ہے اور نفس واحدہ سے مراد ہر شخص کا اپنا باپ ہے اور زوجہا سے مراد ہر باپ کی اپنی بیوی ہے (تفسیر کبیر، خازن، فرائد العرفان) خیال رہے کہ نفس مونث ہے مگر یہاں اس سے مراد مذ ہے اس لئے جعل متہا میں ھا ضمیر مونث لائی گئی اور لیسکن میں صیغہ مذکر ارشاد ہوا متہا میں لفظ نفس مراد ہے اور یسکن میں اس کے معنی کی طرف اشارہ ہے یوں ہی زوج سے مراد بیوی ہے لہٰذا اس کے لئے ضمیر مونث دی گئی **الیھا** ہماری یہ تحقیق خوب خیال میں رہے چونکہ خاوند کو سکون اپنی بیوی سے ہوتا ہے اس لئے **لیسکن الیھا** فرمانا بالکل مناسب ہے **فلما تغشاھا حملت حملا خفیفا** غشاہا ہے غشیان سے، معنی چھا جانا ہے اسی لئے مدہوشی کو غشی کہتے ہیں کہ وہ عقل پر چھا جاتی ہے پردہ کو غشاوہ کہا جاتا ہے کہ وہ چیز پر چھا کر اسے چھپا لیتا ہے یہاں غشیان سے مراد ہے اجماع اور صحبت اگرچہ صحبت دو طرفہ ہوتی ہے مگر چھا جانا مذ کی طرف سے ہوتا ہے، اسی عبارت تو لما کی شرط ہے اور **حملت** اس کی جزا **حملا خفیفا** سے مراد ہے نطفہ کا عورت کے پیٹ میں ٹھہر جانا اور رجوا سے کوئی بوجھ وغیرہ محسوس نہ ہونا یعنی جب خاوند نے اپنی بیوی سے صحبت کی تو اسے حمل ٹھہر گیا جو لولا صحبت ہی ہلکا اور غیر محسوس تھا **مرت بہ** یہ عبارت **حملا خفیفا** کی صفت یا حال ہے مرور سے مراد ہے چلنا پھرنا اور اسے لئے پھرنا یعنی عورت کو ایسا ہلکا پھلکا حمل قائم ہوا کہ وہ بے تکلف اسے اٹھائے پھری **فلما اثقلت دعوا اللہ ربھما** یہ عبارت پچھلے جملہ پر معطوف ہے یہاں بھی وہ تین احتمال ہیں جو **خلقکم** میں تھے یعنی جب حوا یا حمل ہوئیں ان کے پیٹ کا حمل بھاری ہوا پیدائش قریب ہوئی تو آدم و حوا دونوں نے رب سے دعا کی یا جب قصی کی بیوی بوجھل ہوئی اور پیدائش کا وقت قریب آیا تو قصی اور بیوی دونوں نے رب سے دعا کی یا جب ہر حمل کے ہلکے کا وقت قریب آتا ہے تو مرد و عورت دونوں رب سے دعا کرتے ہیں (کبیر و خازن وغیرہ) **لئن اتیتنا صالحا لنکونن من الشاکرین** یہ عبارت **دعوا اللہ** کی تفسیر ہے یعنی ان دونوں نے یہ دعا مانگی اگر یہاں حضرت آدم و حوا مراد ہوں تو اس دعا کی دو تفسیریں ہیں (1) حضرت آدم اگرچہ جنت میں بھی جناب حوا سے مقاربت کرتے تھے مگر وہاں نہ نطفہ قرار حمل (تفسیر صاوی) مگر جب یہ دونوں زمین پر آئے تو حمل قرار پایا یہ عجیب چیز دیکھ کر آپ دونوں گھبرا گئے اور دونوں نے یہ

www.alahazratnetwork.org

دعا مانگی (2) حضرت حوا کے اس سے پہلے بچے پیدا ہوئے مگر مر گئے اس بار جب حمل ظاہر ہوا تو ان دونوں حضرات نے یہ دعا مانگی فوت شدہ بچوں کے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن تھے (تفسیر صاوی)۔ خیال رہے کہ حضرت حوا پانچ سو بار حمل روانہ ہوئیں ہر حمل میں جوڑا پیدا ہوا کل ایک ہزار بچے ہوئے (روح البیان) (3) قصی اور ان کی بیوی سے اس وقت یہ دعا مانگی جب قصی دین کی روشنی کا زمانہ قریب آیا (روح المعانی) وہ یہ ہے کہ اے ہمارے مشرکوں کا کفر و تمہارے ساتھ ہمارے اپنے بچے ہونے سے پہلے پہلے یہ دعا مانگنا کہ **صالحا** سے مراد تندرست شکل صورت کی صحیح صحت ہے یہ قول حسن کا ہے (روح المعانی تفسیر کبیر وغیرہما) یا اس سے مراد تندرست اور صحیح اعضاء والا بچہ جس نامقبول سے ناقص اعضاء کا بچہ یا ایک دو صحیح جیتا سلامت نسل چلتا جس سے ہماری نسل چلے ہاں اگر تو تم کو ایسا بیٹا دے گا تو ہم شکر گزار بندے ہوں گے کہ تیری بارگاہ میں شکر کے سجدے کریں گے یہ تو دینی تعلیم ہے کہ خدمت دین پر لگائیں گے کہ اولاد کا شکریہ یہی ہے **اتٰھما صالحا** **جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰھما** اس فرمان عالی میں ان کی دعا کی قبولیت اور بعد میں ان کی بد عہدی اور کھلی نعمت کرنے کا ذکر ہے اگر اس سے مراد حضرت آدم و حوا ہوں تو اس بعد کی دو تفسیریں ہیں **جعلا** مضاف محذوف کے طور پر ارشاد ہوا جیسے حضرت ابراہیم نے چاند تاروں کو دیکھ کر فرمایا **ھذا ربی** یہ میرے رب ہیں مراد یہ ہے کہ جب حضرت آدم و حوا کا ایک صالح سالم بچہ سے پیدا ہوا تو ان سے بچہ میں حصہ شریک ٹھہرایا کہ اس کا نام مشرکانہ رکھا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے مانا نہیں ہرگز (روح المعانی و سیر وغیرہ) (2) **جعلا** میں مضاف پوشیدہ ہے **جعل اولادھما** یعنی حضرت آدم و حوا کی اولاد نے اللہ کے شریک ٹھہرائے اسی سے **فتعالی اللہ عما یشرکون** میں کے صیغے ارشاد ہو رہے ہیں کہ وہ دونوں حضرات مراد ہوتے تو **عما یشرکان** والا صیغہ ہوتا **عما یشرکون** والا **یشرکان** تفسیر خازن وغیرہا حسن و عکرمہ (3) خود آدم و حوا کے مشرکوں کا سا کام کیا کہ اس بچے کا نام عبد الحارث رکھ دیا حارث شیطان کا نام تھا اس امید پر کہ اس نام کے سبب یہ بچہ زندہ رہے یہ قول حضرت ابن عباس ابن جریر ابن منذر حاکم بیہقی کبیر (روح المعانی ترمذی شریف وغیرہ) مگر شرک فی العبودۃ نہیں بلکہ شرک فی الاسم ہے کہ عبدیت جہت غیر خدا کی طرف کی جائے مگر یہ تفسیر قوی نہیں جیسا کہ ہم انشاء اللہ سوال و جواب میں عرض کریں گے اور اگر اس سے مراد قصی اور ان کی بیوی ہوں تو معنی یہ ہوں گے کہ ان دونوں نے اپنے بچوں کے نام مشرکانہ رکھے عبد مناف عبد شمس عبد العزیٰ اور عبد الدار (روح المعانی) اور ان کے سوا اور بھی مشرکانہ نام ہوں تو مطلب ظاہر ہے کہ شریں دو تو ہم سے مٹھے میں کڑوا پیدا ہوئے پر شرک کرنے لگے ہیں **فتعالی اللہ عما یشرکون** یہاں حال میں ان کے اس مشرکانہ عمل کی تردید ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے برتر ہے اسے ان کی حرکتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

خلاصہ تفسیر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی تین تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اس میں حضرت آدم و حوا کا ذکر ہے دوسرے یہ کہ اس میں قصی اس کی بیوی اور قریش کے مورث ہیں تیسرے یہ کہ اس میں عام طور پر مشرکین کا تذکرہ ہے حقیر کے نزدیک یہ آخری تفسیر قوی ہے اس کی تائید میں ہم عرض کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ قدرت ہے جس نے تم میں سے ہر ایک جان کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس باپ کی جنس سے اس کی بیوی بنائی [illegible]

www.alahazratnetwork.org

طرح انسان سے غیر انسان نہیں پھر جب یہ دونوں یعنی تمہارے ماں باپ جمع ہوئے اور حمل قائم ہوا اس طرح کہ پہلے تو نطفہ کی شکل میں پیٹ میں رہا جس سے ماں کو کوئی شواری محسوس نہ ہوئی لو رہا اسے پیٹ میں لے پھری۔ پھر جب پیٹ میں بچہ بڑا ہوا اور ولادت کا زمانہ قریب ہوا تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائی لو رتدرہی کہ اے مولیٰ اگر تو ہم کو صحیح سالم رہ دی کے دے عطا فرمادے تو ہم تیرے شکر گزار رہیں گے بیں گے اس طرح کہ اس بچے کو تیری عطا میں گے لیں گے ہیں گے تو مومن بنائیں گے اسے خدمت دین کے لئے وقف کریں گے اموں سے وعدہ تو یہ کیا تھا مگر عمل یہ کیا کہ جب سے اس لڑکے نے ہوش سنبھالا یہ تو بجائے شکر کے شرک کرنے لگے کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ خدا نے ہی ہمیں اولاد تو اتفاقاً اسباب ظاہری سے ہو جاتی ہے جیسا کہ دہریوں کا عقیدہ ہے کوئی بولا کہ ہم کو دادا چاند تارے سورج دیتے ہیں جیسا کہ ستارہ پرست مشرکوں کا عقیدہ ہے کوئی بولا کہ ہم کو لولاد ہمارے بتوں نے دی جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے یہ تمام کو اس شرک خفی سے کہ رب سے عطیہ کو غیر کی طرف نسبت دے ی پوجا پاٹ کی حد تک نہیں رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کے شرک سے بلند و بالا ہے ان کے بد عقیدگیوں کی وجہ سے اس کا کچھ بھی نقصان نہیں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ اولاد باپ کی ہے اس لئے ماں باپ سے نسب نہیں یہ فائدہ **خلقکم من نفس واحدۃ** سے حاصل ہوا جس واحدہ سے مراد باپ ہے لہٰذا جو اولاد ماں باپ سید ہو تو اولاد سید ہوگی اور اگر ماں سید ہو باپ سید نہ ہو تو اولاد سید نہ ہوں۔ دوسرا اعتراف انسان کی بیوی انسان ہی ہو سکتی ہے حیوان یا جماد نہیں ہو سکتی یہ فائدہ **جعل منہا زوجہا** سے حاصل ہوا کیونکہ روح سے مراد بیوی ہے یوں تو انسان عورت کا خاوند انسان ہی ہو سکتا ہے کوئی حیوان یا جماد نہیں ہو سکتا۔ تیسرا فائدہ بیوی اسی سے ہونا چاہئے جس سے اولاد حاصل کی جائے اور وہ خاوند کے سکون قلب کا ذریعہ بنے اس طرح کہ اس کا گھر سنبھالے اسے آرام پہنچائے اس سے کہیں کہ خاوند کو یا اولاد کو کمائے یہ فائدہ **لیسکن الیہا** سے حاصل ہوا بیوی بچوں کا خرچہ مرد کے ذمہ ہے دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے **وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن** اگر اس کے برعکس کیا یا تو فطرت اور قانون الٰہی کے خلاف ہوگا کبھی برکت اور کامیابی نہ ہوگی۔ چوتھا فائدہ نکاح اور صحبت اگرچہ فریقین باہم ہے مگر اس میں مرد فاعل ہے عورت منفعل یہ فائدہ **تغشاہا** سے حاصل ہوا کہ یہاں فاعل مرد کو اور منفعل عورت کو قرار دیا گیا۔ پانچواں فائدہ عموماً انسان لڑکیوں کے مقابل بیٹوں کو پسند کرتا ہے یہ ممنوع ہیں۔ بیٹی لڑکیوں سے قطعاً نہیں ناقدری اور حقارت سے گھر میں رکھنا یہ ہے طریقہ مشرکین حضرات انبیاء کرام نے بیٹے کی دعائیں مانگیں ابراہیم علیہ السلام نے دعائی **رب ہب لی من الصالحین** حضرت زکریا علیہ السلام نے دعائی **رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین** اور دعا کی **فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب** یہ فائدہ **صالحا** کی قید سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ عموماً انسان نافرمان تو ہوتا ہے مگر مصیبت کے وقت رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور کام نکل جانے پر رب کو بھول جاتا ہے بلکہ اس کی نافرمانی کرتا ہے یہ فائدہ **فلما اتاہما صالحا** سے حاصل ہوا دوسری جگہ ارشاد ہے **واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبہ واذا مسہ الشر۔ فذو دعاء عریض** انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں رب

www.alahazratnetwork.org

کے دروازے پر ہے۔

ہر کہ بیمت راستی وارد سر خدمت بر آستاں دارد

نوٹ ضروری یہ تمام فائدے اس آیت کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوئے جو کہ قوی ہے **ساتواں فائدہ** آپ پر ہوں سے نام عبد حوث یا عبد الحارث رکھنا مجموع ہے جن انہیں بتوں کا بندہ یا بتوں کا خادم نہ کہو یہ عقیدۃً یا عملاً شریف ہے یہ فائدہ **عملاً لاشرکا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا اب اس سے مراد ہو جیسے کہ نام عبد الحارث رکھنے

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش ماں باپ دونوں سے ہے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ صرف ماں سے ہوئے اس آیت کے خلاف ہے رب فرماتا ہے **انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج** ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا فرمایا، مرد اور عورت دونوں کے نطفے ملے ہوئے ہیں جیسی تمام آیت میں اللہ تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہے واقعی انسان کی پیدائش کا قانون یہی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں اللہ کی قدرت کا ظہور ہے قانون کے پابند ہم ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ اس نے حضرت آدم اور حوا کو بغیر ماں باپ سے پیدا فرمایا حضرت عیسیٰ کے متعلق فرماتا ہے **ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم** اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سر الارکان میں ملاحظہ کرو۔ **دوسرا اعتراض** ترمذی شریف نے روایت سمرہ اس حدیث روایت کی یہ واقعہ حضرت آدم و حوا کا ہے اس کے پس شیطان نے اس حدیث حوا کو لور جناب حوا نے آدم علیہ السلام کو رغبت دی کہ ہونے والے بچہ کا نام عبد الحارث رکھیں انہوں نے ایسا ہی کیا رب تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس پر عتاب فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے یہ شرک واقعہ ہوا دونوں مشرک ہوئے۔ **جواب** حضرت آدم علیہ السلام نبی ہیں نبی شرک و کفر تو کیا گناہوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں ان کی عصمت قرآن مجید سے ثابت ہے یہ حدیث خبر واحد ہے پھر صحیح بھی نہیں ہے اسے ترمذی نے غریب حسن کہا پھر اس میں خارص بھی ہے بعض روایات میں مرفوع ہے بعض میں موقوف پھر بعض روایات میں ہے کہ حضرت حوا کا یہ پہلا حمل تھا جس میں ہے کہ یہ بچہ ان حمل تھا اس سے پہلے چار بچے فوت ہو چکے تھے تو ان کے باوجود قرآن مجید کے خلاف ایک عقیدہ اس سے کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے حق یہ ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے۔ **تیسرا اعتراض** سید نا عبد اللہ ابن عباس اور عام مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے پھر اسے کیوں نہ کیا جائے۔ **جواب** یہ تفسیر چند وجہ سے ناقابل قبول ہے (۱) حضرت آدم نبی معصوم ہیں اور معصوم سے شرک و کفر سرزد نہیں ہو سکتا (۲) حضرت آدم ایک بار ابلیس سے دھوکہ کھا چکے تھے اس وجہ سے بہت تکلیف اٹھا چکے تھے اور دوبارہ دھوکہ کیسے کھا سکتے تھے (۳) رب تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام نام سکھا دیئے تھے **وعلم آدم الاسماء کلھا** آپ کو معلوم تھا عبد الحارث میں کا نام ہے پھر آپ نے یہ نام عبد الحارث کیسے رکھ سکتے تھے (۴) اگر یہ واقعہ حضرت آدم کا ہوتا تو آگے **عما یشرکون** یوں ہی **ایشرکون ما لا یخلق** جمع کے صیغے ارشاد ہوتے بلکہ تثنیہ کے صیغے فرمائے جاتے کیونکہ یہ نام صرف حضرت آدم و حوا دو سے سرزد ہوا تھا (۵) اس صورت میں الیشرکون میں یا تغلیب ارشاد ہوتا کہ ما تغلیب کیونکہ ابلیس عاقل ہے غیر عاقل نہیں اور **ما** غیر عاقل کے لئے ارشاد ہوتا (۶) جب آدم علیہ السلام پر ایک لمحہ کے لئے خطرہ عرش کی وجہ سے اتنا سخت عتاب ہوا کہ جنت سے باہر بھیج گئے تیس سو سال تک رب سے کلام و سلام بند رہا تو آپ نے شرک کیا ہوتا تو اس سے زیادہ اس پر عتاب ہوتا مگر کچھ بھی نہ ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

معلوم ہوا کہ یہ کام ان کا تھا ہی نہیں (۲) اگر مان لیا جاوے کہ اس جگہ ان دونوں بزرگوں کا ذکر ہے تو **جعلا لہ شرکاء** میں سوال انکاری ہے یعنی کیا انہوں نے خدا کا شریک بنایا ہرگز نہیں جیسا کہ ہم بھی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں بہرحال یہ تفسیر بالکل فاسد ہے حضرت آدم سے شرک ہرگز صادر نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر کبیر) آخری تیسری تفسیر قوی ہے) **چوتھا اعتراض** بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں قصی ابن کلاب مراد ہے ان کا قصہ ہے انہوں نے بتوں کا شرک ساتھ لے کر اس تفسیر کو اختیار کیوں نہ کیا۔ **جواب**: قصی ابن کلاب حضور علیہ السلام کے ساتویں دادا ہیں اور حضور انور کا نسب شرک و زنا سے پاک صاف محفوظ ہے۔ بہرحال تفسیر کبیر نے فرمایا کہ کسی بچے کا نام عبد الحارث رکھ دینا شرک نہیں جب تک یہ عقیدہ نہ ہو کہ وہ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں فقط یہ نام رکھ دینا فاسد عقیدہ کی دلیل نہیں بہرحال تفسیر قوی وہ تیسری ہی ہے جو ہم نے اختیار کی **پانچواں اعتراض**: ان آیات سے معلوم ہوا کہ عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ نام رکھنا شرک ہے، دیکھو رب تعالیٰ نے عبد الحارث نام رکھنے کو شرک فرمایا **جعلا لہ شرکاء** پھر تم لوگ ان ناموں کو جائز کیوں رکھتے ہو ان ناموں سے معنی میں نبی یا رسول کا بندہ ان کی مخلوق یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ **جواب**: یہ تفسیر ہی درست نہیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا یہ شرک وہ عقیدے ہیں جو ہم نے خلاصہ تفسیر میں فاسد اور مشرکین کے نقل کئے۔ عبد الرسول، عبد النبی کے معنی میں ہی غلام ہی کا غلام رب تعالیٰ فرماتا ہے **من عبادکم و اماءکم** ایک شاعر کہتا ہے۔

وانی لعبد الضیف مادام ثاویا

اس شعر میں عبد الضیف کے معنی ہیں مہمانوں کا خادم (تفسیر خازن) یہاں تفسیر خازن نے فرمایا کہ بندہ کو رب کہہ سکتے ہیں جیسے الغلام مگر **الرب** الغلام سے صرف اللہ تعالیٰ کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: جو لوگ اسلام میں معظم ہیں ان کی طرف عبد کی نسبت بلا کراہت جائز ہے لہٰذا عبد النبی عبد الرسول نام رکھ سکتے ہیں اور مردودوں کی طرف عبد کی نسبت ممنوع حرام ہے لہٰذا عبد ابلیس نہیں کہہ سکتے۔ (تفسیر صاوی)۔ **چھٹا اعتراض**: تم نے جعل سے ثابت کیا کہ انسان کا نکاح انسان عورت سے ہی ہو سکتا ہے دوسری مخلوق سے نہیں مگر رب فرماتا ہے **وزوجناھم بحور عین** ہم نے جنتی انسانوں کا نکاح حوروں سے کر دیا حالانکہ حوریں انسان یعنی اولاد آدم نہیں پھر نکاح درست نہیں ہوا۔ **جواب**: یہ انعام اس دنیا کے ہیں جنت دوسری دنیا ہے وہاں کے احکام دوسرے ہیں وہاں غیر جنس سے نکاح درست ہو گا یہاں، اس دنیا کا ہے **ساتواں اعتراض**: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سے نکاح کیا وہ جنات کی تھی یوں ہی حضرت علی کا نکاح ایک جناتی سے ہوا جس کے پیٹ سے محمد حنیف پیدا ہوئے پھر تمہارا یہ قاعدہ درست نہیں ہوا۔ **جواب**: دونوں باتیں غلط ہیں بلقیس انسان عورت تھی قرآن کریم نے ہدہد کا یہ قول نقل فرمایا **انی وجدت امراۃ تملکھم** جس سے معلوم ہوا کہ وہ عورت تھی امراۃ انسان عورت کو کہتے ہیں۔ حضرت علی کا نکاح جن جناتی سے نہیں ہوا نہ آپ نے کسی بچے کا نام محمد حنیف بن حمد صدیقی میں قبیلہ بنی حنیفہ سے منقول ہوئی جو مسیلمہ کذاب کی قوم تھی اس قبیلہ میں ایک عورت خولہ بنت جعفر قید ہو کر آئی اس نے شکم سے ہوتے ہوئے شاہ محمد ابن حنیفہ ہوا کہ اس کی ماں حنیفہ تھی۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ: بالفعل عالم میں ایک نفس یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئیں مگر ساری ارواح ایک روح یعنی روح محمدی سے پیدا ہوئیں آدم علیہ السلام اور حضور ﷺ کی ارواح خود فرمائے **انما انا لکم کالوالد لولدہ** اور فرماتے ہیں **اول ما خلق اللہ روحی** مولانا فرماتے ہیں۔

گر بصورت نیست آدم زاد ہا ہست من معنی جد جدا افتاد ہا

(روح البیان)

اللہ تعالیٰ نے فیض نبوت کے ساتھ فیض ولایت کو اس طرح مخلوط فرمایا کہ نبوت کا فیض ولایت کے ذریعہ لوگوں تک پہنچا جیسے سورج کا فیض شیشے کے ذریعہ کپڑے کو جلا دیتا ہے طالب کی روح جب اس فیض سے مستفیض ہوتی ہے تو "اولیا" سے یہ انقلاب محسوس نہیں ہوتا پھر آہستہ آہستہ اسے یہ انقلاب محسوس ہوتے ہیں صبر والے خوش نصیب لوگ اسے برداشت کر لیتے ہیں کم ظرف جچے لوگ سے برداشت نہیں کر سکتے خوش نصیب اسے بالکل عطاء ربانی تصور کر کے شکر کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں ان سے کبھی کوئی غلط بیجی کا صدور نہیں ہوتا مگر بد نصیب سے اپنا کمال سمجھ کر متکبرین بن جاتے ہیں یہ لوگ اہل طریقت سے مشرب میں مشرک ہیں۔ انہوں نے اپنی انانیت نفسانیت کو رب کا شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شر سے بچائے۔

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ

کیا شریک کرتے ہیں وہ جو کچھ نہ پیدا کرے کسی چیز کو اور وہ خود بنائے جاتے ہیں اور نہیں طاقت رکھتے

کیا اللہ کے شریک کرتے ہیں جو کچھ نہ بنا سکے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں اور نہ وہ ان کو کوئی مدد

لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ

وہ واسطے ان کے مدد کی اور نہ اپنی جانوں اپنی کی مدد کرتے ہیں اور اگر بلاؤ تم انہیں طرف ہدایت کے تو نہیں پیروی

بھیجا گیا نہ اپنی جانوں کی مدد کریں اور اگر تم انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہ آئیں تم

سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾

برابر ہے تمہاری برابر ہے اوپر تمہارے کہ بلاؤ تم ان کو یا تم خاموش رہو۔

ہر ایک سا ہے چاہے نہیں پکارو یا چپ رہو۔

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق یہ آیت پچھلی آیات کی تفصیل ہیں ان آیات میں اجمال تھا ان آیات سے اس کی تفصیل کر دی گئی کہ وہاں پتہ نہیں چلتا تھا کہ دونوں ماں باپ کون تھے آدم حوا تھے یا قصی بن کلاب اور اس کی بیوی یا عام کافر ماں باپ اور انہوں نے شرک کیا صرف یہ کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث یا عبدالعزیٰ رکھا تھا یا

www.alahazratnetwork.org

غیر اللہ کی عبادت کی تھی اس آیت سے بتادیا کہ وہ کفار جن بتوں کو خدا بنا کر پوجتے ہیں وہ ان کا شرک صرف نام رکھنے کا ہے ورنہ شرک فی العبادۃ ہے اس لئے ارشاد ہوا کہ **ایشرکون مالا یخلق** کیا یہ ایسوں کو شریک فی العبادت بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے (تفسیر بیضاوی)۔ دوسرا **تعلق**۔ پچھلی آیات میں کفار و مشرکین کی ایک حماقت ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا لوگ کو تاروں یا چاند سورج یا بتوں کا معبود سمجھتے ہیں اب اس کی دوسری حماقتوں کا ذکر ہے کہ وہ خالق و مخلوق میں فرق نہ کر کے عبادت کرتے ہیں مخلوق معبود نہیں مگر ایسے معبود بنتے ہیں خالق مجبور نہیں مگر ایسے مجبور رہتے ہیں۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں یہ بتایا گیا کہ بیشمار بتوں چاند تاروں میں نفع دینے کی طاقت نہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ ان میں تو تمہاری مدد کی بھی طاقت نہیں جو کام تم کہتے وہ نہیں کر سکتے۔ عجیب بات ہے کہ عابد قادر اور معبود محض مجبور۔

تفسیر: ایشرکون مالا یخلق شیئا اس عبارت میں سوال ہے تعجب دینے کا **ایشرکون** میں شرک سے مراد شرک فی العبادۃ ہے یعنی غیر خدا کی پرستش کرنا ایسے مراد ہیں کفار کے بت اور چاند تارے سورج وغیرہ کیونکہ **ما** اب عقل چیزوں کے لئے آتا ہے خلق سے مراد ہے نیست کو ہست کرنا **شیئا** کی تنوین حقارت کے لئے ہے **یشرکون** کا فاعل سارے مشرکین ہیں خواہ بت پرست ہوں یا ستارہ پرست یا چاند و سورج پرست یعنی اے مسلمانو تعجب تو کرو کہ یہ لوگ ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جو بے جان بے عقل ہیں یعنی ان سے بھی بدتر ہیں کہ یہ جان والے عقل و ہوش و گویائی رکھتے ہیں یہ وہ چیزیں ایک ذرہ ایک قطرہ پیدا نہیں کر سکتے پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں **وھم یخلقون** ظاہر یہ کہ یہ عبارت محل پر معطوف ہے اور واؤ عاطفہ ہے جملہ اسمیہ کا عطف جملہ صدیہ پر جائز ہے چونکہ لفظ **خلقنا** واحد ہے معنی میں جمع اس لئے لفظ واحد لایا ہوا اور **ھم** نیز **یخلقون** جمع کیونکہ ان دونوں میں **ما** کے معنی کا لحاظ ہے۔ خیال رہے کہ مشرکین اپنے بے حال بے عقل بتوں تاروں وغیرہ کو جاندار عقل والا سمجھتے تھے حتی کہ ان کے نام کے بت انسانی شکل کے بناتے تھے اس لئے **ھم یخلقون** جمع مذکر لایا گیا جو کہ عقل والوں کے لئے آتا ہے یہ لوگ بتوں کو عورتوں کی شکل میں بناتے ہیں چنانچہ ہمارے کوئٹہ ہندوستان ملک کو بھارت ماتا کہتے ہیں ان کی صورتیں عورتوں کی سی بناتے ہیں۔ گنگا جمنا دریاؤں کو گنگا ماتا کہہ کر پوجتے ہیں اس فرمان عالی میں ان کی یہ حماقت ظاہر کی گئی ہے غرضکہ ان کے لئے جمع مذکر کر کے الفاظ فرمانا ان کے عقیدے کے لحاظ سے ہے (تفسیر خازن کبیر وغیرہ) ظاہر یہ ہے کہ یہاں **یخلقون** میں خلق سے مراد گھڑنا بنانا ہے اسی لئے یہاں مصنوع معنی حال کا صیغہ ارشاد ہوا یعنی وہ پتھروں کے بت خود گھڑے جاتے ہیں یہ پجاری خود گھڑتے ہیں کیونکہ مشرکین چاند سورج وغیرہ کی بھی شکلیں گھڑ کر اپنے بت خانوں میں رکھتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ خلق بمعنی پیدا کرنا ہو اور حال بمعنی ماضی ہو یعنی یہ بت بھی مخلوق ہیں تو خالق کے ہوتے مخلوق کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان بتوں سے پہلے خالقیت کی نفی کی اب ان کی مخلوقیت کو ثابت فرمایا وہ خالق نہ ہو اور مخلوق ہو وہ معبود نہیں **ولا یستطیعون لھم نصرا** یہ عبارت معطوف ہے **لا یخلقون** پر **لا یخلق شیئا** ان میں بتوں کی معبودیت کی دوسری وجہ بیان فرمائی گئی ہے یعنی وہ اپنے عابدین کی مدد پر قادر ہو خواہ مدد ہر قسم کی ہو خواہ مدد کرنے والے کی مدد کرنا ہو یا مدد مانگنے والے کی مدد کرنا ہو یا مدد کی کسی اور طرح کی ہوتی ہے نتائج چیز کا بیان مفرد چیز کا ذکر کرنا بت یہ دونوں کام نہیں کر سکتے اسی لئے **نصرا** نکرہ ارشاد ہوا کہ ہر قسم کی مدد

www.alahazratnetwork.org

گی ہو جاوے اور ممکن ہے کہ مدد سے مراد معجزات کی مدد یا عبادت پر مدد یعنی ان بتوں میں یہ طاقت نہیں کہ اپنے پجاریوں کی پرستش کر سکیں دستگیری تو درکنار یہ تو واقعی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی بندہ کسی کی مدد کرے تو اس کی عبادت ہو جاوے جیسے بادشاہ عام طور پر حکام عہدہ دار وغیرہ اپنے ملازموں کی خوبیوں کی مدد کرتے ہیں یہ بندہ کا خدا تعالیٰ کسی موقعہ پر ہماری مدد کرے تو اس کی عبادت نہ کی جاوے **ولا انفسھم ینصرون** اس فرمان میں بتوں کی دوسری کمزوری ظاہر کی ہے کہ وہ تمہاری مدد تو کیا کریں گے وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے سے تیس دور کیں رکھتے مشرکین عرب بتوں پر زعفران، سندور وغیرہ مل دیتے تھے جس پر بے شمار مکھیاں جمع ہو جاتی تھیں بتوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ مکھیاں اپنے منہ سے اڑا دیں یا ان کے پاس رکھی ہوئی مٹھائی اگر کھائے جاوے تو وہ اسے دفع کر دیں مٹھائی بچانے ایسی معمولی مخلوق کی پرستش کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ خیال رہے کہ بتوں کی یہ مجبوریاں ان کی معبودیت کی نفی کے لئے بیان فرمائی گئی ہیں نہ کہ دنیاوی چیزوں کی تعظیم کی نفی کے لئے مسلمان نعلین مطہر یا قرآن مجید یا قبروں کی عبادت نہیں کرتے ان کا احترام کرتے ہیں **وان تدعوھم الی الھدی لا یتبعوکم** اس جملہ کی نحوی ترکیبیں بہت ہیں اور اس کی تفسیریں بھی بہت ہم صرف دو ترکیبیں دو تفسیریں عرض کرتے ہیں (۱) **تدعوھم** میں **تدعوا** جمع مذکر حاضر ہے خطاب کے مشرکین سے پہلے سیاق غائب کے صیغے سے اگر فرمایا اب حاضر کے صیغے سے جسے بداعت میں التفات کہتے ہیں اور **ھم** کا مرجع بت ہیں **ھدی** سے مراد بتوں سے ہدایت مانگنا ہے اچھا مشورہ رہنمائی اے مشرکو! یہ بت ایسے ناکارہ ہیں کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ اور یہ تم سے جو تم کو ان کا مشورہ و تمہاری رہبری کرو تو ہو تمہاری اتنی مدد بھی نہیں کر سکتے تمہاری یہ بات بھی نہیں سن سکتے (۲) **تدعوا** میں خطاب ہے نبی علیہ السلام اور مومنین سے اور **ھم** کا مرجع مشرکین ہیں جس کے محبوب علیہ السلام مومنوں کو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آپ ان میں ہدایت یعنی دین اسلام کی طرف دعوت دیں اور ناکام کامل سے سمجھائیں یہ آپ کی پیروی نہیں کریں گے (روح المعانی) پہلی تفسیر قوی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ آگے پیچھے سے مناسب رکھتی ہے **سواء علیکم ادعوتموھم ام انتم صامتون** اس فرمان حال میں بتوں کی چوتھی مجبوری معذوری ظاہر کی ہے یہ یاد رہے کہ ان میں فرمایا کہ بتوں میں مذکورہ قوتیں تو کیا ہوتیں اس میں تو سننے سمجھنے کی بھی قوت نہیں تمہارا انہیں بلانا پکارنا اور ان کے سامنے خاموش رہنا برابر ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس میں بھی خطاب نبی علیہ السلام اور مومنین سے ہے یعنی آپ لوگوں کا انہیں دعوت اسلام دینا یا خاموش رہنا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا یکساں ہے کہ انہیں ہدایت نہیں ملتی مگر یہ تفسیر قوی نہیں ورنہ پھر یوں ہوتا **سواء علیھم ادعوتموھم** جیسے رب فرماتا **سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم** کفار ہدایت پر آئیں یا نہ آئیں مبلغ کو ہدایت پہنچانے کی حالت میں دونوں حالتیں برابر ہیں طبیب کو معالجہ کی فیس اور دوا کی قیمت ہر حال میں ملتی ہے مریض دوا سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے شرکو تم بتوں کو پکارو یا چپکے دونوں حالتوں میں تم انسان ہی ہو اور وہ پتھر ہی ہیں نہ تم میں فرق آئے نہ ان میں (تفسیر بیضاوی وغیرہ)۔

خلاصہ تفسیر اے مسلمانوں یہی حیرت کی بات ہے کہ مشرکین بتوں، چاند، سورج، تاروں کو خدائی شریک مانتے ہیں جو کسی ایک ذرے یا ایک قطرے کے خالق نہیں بلکہ وہ خود گھڑے جاتے ہیں کہ بت پرست خود انہیں گھڑتے بناتے ہیں جو خالق

www.alahazratnetwork.org

نہیں وہ معبود نہیں جو انسان کے ہاتھ کا گھڑا ہوا ہے وہ انسان سے بدتر ہے پھر انسان کا معبود کیسے ہو تیسری بات یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں نہ تو اپنے پجاریوں کی کسی قسم کی مدد کر سکتی ہیں کہ نہ انہیں مفید چیز دے سکیں نہ مصیبت و آفت دور کر سکیں ان کی مدد تو یہ بت کیا کرتے یہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اگر ان کے منہ پر کھیاں۔ مکھیاں تو اڑا نہ سکیں اگر ان کے سامنے سے کھانا اٹھا لے جائے یہ خود انہیں اٹھا لئے جانے تو یہ کتنے سے بچ نہیں سکتے ان کی کمزوری کا تو یہ حال ہے پھر ان کی بے خبری کی یہ حالت ہے کہ اگر اے بت پرستو تم ان بتوں کو کو انہیں بلاؤ پکارو کہ ہم کو نیک راستہ بتلاؤ ہم کو اچھا مشورہ دو تو وہ تمہاری پکار نہیں تمہاری آواز پر لبیک نہ کہیں تمہارا انہیں پکارنا اور نہ پکارنا تمہارے لئے برابر ہے کہ تم بہرحال انسان قدرت والے دیکھنے سننے والے ہو اور ان کے لئے بھی برابر کہ وہ بہرحال جمادِ پتھر ہیں نہ سنیں نہ بولیں۔ خیال رہے کہ مذکورہ آیات اگلی آیات میں بتوں کی معبودیت کی جو بحث دلیلیں قائم فرمائی گئیں ان میں چھ دلیلیں تو یہاں ارشاد ہیں باقی اگلی آیات میں ان (1) بتوں کا مخلوق ہونا (2) انکا مخلوق ہونا (3) ان کا کسی کی مدد نہ کر سکنا (4) ان کا خود اپنی مدد نہ کرنا اپنے کو کسی سے نہ بچا سکنا (5) ان کا کسی کی فریاد نہ سننا (6) انہیں پکارنا پکارنا برابر ہونا یہ تمام دلائل عبادت کے انکار کے لئے ہیں عبادت صرف اس رب کی ہے جو خالق ہے مخلوق نہیں۔ دافع البلاء مشکل کشا حاجت روا ہے۔ وہ بندوں کی پکار سنتا ہے جو اس سے ہدایت مانگے اسے ہدایت دیتا ہے بذریعہ نبی کے یا کتاب اللہ کے الہام کے۔ یہ قید اطاعت میں نہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی بھی ضروری ہے نبی کی بھی۔ مگر عبادت دل عالم کی بھی **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** میں تعظیم و احترام اللہ تعالیٰ کا بھی ہے اس کے رسول کا بھی اللہ کے مقبول بندوں کا بھی فرماتا ہے **العزۃ للہ و لرسولہ و للمومنین** ان تینوں میں فرق ضروری ہے۔ عبادت کے ادنیٰ اطاعت اور ادب و احترام پر جاری کرنا سخت گمراہی ہے یوں ہی مدد مانگنے کے لئے بھی یہ قید نہیں مدد اللہ سے بھی مانگی جائے اس کے رسول سے بھی اور مومن بندوں سے بھی فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ**

فائدہ:۔ ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ انسان اپنے فعل کا خالق نہیں بلکہ فاعل ہے اگر خالق ہوتا تو معبود ہوتا یہ فائدہ **لا یخلقون شیئا** سے حاصل ہوا رب فرماتا ہے **خلقکم و ما تعملون** دوسرا فائدہ ہر ماسوی اللہ رب تعالیٰ کی مخلوق ہے کوئی ولی و اعلیٰ چیز اس کی ملکیت اس کی ربوبیت اس کی خالقیت سے علیحدہ نہیں۔

جو تیرے سوا ہے وہ تیرا بندہ ہے

یہ فائدہ **وھم یخلقون** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا احد خلق۔ معنی پیدائش ہو۔ تیسرا فائدہ بت پرستوں کے اشرف ان کے ہاتھ کے تراشے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اگر وہ چاند تاروں کی پرستش کرتے ہیں تو بھی انکے نام پتھروں سے بت بنا پوجتے ہیں۔ چوتھا فائدہ۔ ہاں سب مل کر بھی چیزوں کی پرستش کرنا اول درجہ کی حماقت ہے جس میں مشرکین مبتلا ہیں یہ فائدہ **و لا یستطیعون** سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ مجبوری و معذوری سے معلوم نہ ہونا چاہیے یہ تو اس کی بندگی کی دلیل ہے **عرفت ربی بفسخ عزائمی** یہ فائدہ **سواء علیکم** سے حاصل ہوا انسان کو اپنی ناموری مجبوری سے معلوم نہ ہونا چاہئے یہ تو اسکی بندگی کی دلیل ہے اگر بندہ اپنے کو عاجز بندہ اور رب تعالیٰ کو قادر رب صحیح طور سے مان لے تو انشاء

www.alahazratnetwork.org

اللہ کہلا کرنے کی جرأت نہ کرے۔

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان جھوٹے معبودوں کی عبادت نہیں کرنی چاہئے جو ہماری مدد نہ کرسکیں جو ہماری فریاد نہ سن سکیں اس سے لازم آتا ہے کہ جو مخلوق ہماری مدد کرسکے جو ہماری سن سکے اس کی عبادت کرنی چاہئے جیسے فرشتے یا بعض قوت والے انسان اس میں تو شرک کی تعلیم ہے۔ (از ریہ) **جوابیہ** اس اعتراض کے چند جواب ہیں جن میں سے بعض ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے (۱) ان آیت میں پہلے مردہ اور غیر خالق نہ ہونے کا مخلوق ہونے کا پھر مردہ اور غیر مدد کرنے کا فرشتے اور قوت والے انسان خالق نہیں ہیں مخلوق ہیں لہذا وہ معبود نہیں ہو سکتے (۲) ان آیات کا مقصود ان بت پرستوں کی حماقت کا بیان کرنا کہ یہ اشرف الخلق یعنی انسان ہونے کے باوجود بدترین اور کمزور بے عقل بلکہ سب جان مخلوق کی عبادت کرتے ہیں ان کا مقصد یہ نہیں کہ جاندار اور فائدہ مند مخلوق کی عبادت کیا کریں (۳) یہاں صرف اور مدد سے مراد عبادت کا صحیح آخرت میں مدد کرنا یہ بات کسی مخلوق میں ہیں۔ کسی کی عبادت مفید نہیں بجز پروردگار کے۔ **دوسرا اعتراض** تم لوگ بزرگوں کی قبروں کی تعظیم و توقیر کرتے ہو مرے ہوئے لوگوں سے مدد مانگتے ہو علانیہ یہ ساری باتیں ان میں بھی ہیں وہ خالق نہیں وہ مخلوق ہیں وہ تمہاری مدد نہیں کرسکتے وہ تو تمہاری مدد کے حاجت مند ہیں وہ تمہاری پکار نہیں سن سکتے وہ تمہیں ہدایت نہیں دے سکتے پھر تم میں اور کھلے مشرکین میں فرق کیا ہے (وہابی)۔ **جواب** اس اعتراض کے (۲) جواب ہیں ایک اجمالی اور دوسرا تحقیقی والے اجمالی تو یہ کہ تم بھی جب مظہر اطاعت قرآن مجید آپ موتی کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے ہو تم بھی مصیبت کے وقت حاکموں حکیموں سے مدد مانگتے ہو تم بھی بوقت امیروں سے چندہ مال امداد مانگتے ہو ان میں تمام مذکورہ چیزیں موجود ہیں تم مشرک ہوئے یا نہیں تم میں اور بت پرستوں میں فرق کیا ہے۔ **جواب تحقیقی** یہ ہے کہ مذکورہ صفات خالق ہونا مخلوق نہ ہونا مدد گار ہونا وغیرہ عبادت کے لئے ہیں کہ معبود وہ ہے جو ان صفات سے موصوف ہو لہذا عبادت تعظیم مدد مانگنا وغیرہ سے ثابت نہیں ہوتا تعظیم سے متعلق رب فرماتا ہے **ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب** اور فرماتا ہے **ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ** یعنی صفا مروہ پہاڑیوں کی عمدی کے جانور خالق نہیں۔ مخلوق میں کسی کی فریاد نہیں سنتے کسی کی مدد نہیں کرسکتے مگر ان کی تعظیم داخل فی الدین ہے ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ عبادت اطاعت اور تعظیم اور استعانت یعنی مدد مانگنا ان میں بڑا فرق ہے۔ عبادت صرف خالق کی ہی ہوگی مگر اور اطاعت تعظیم مدد مانگنا یہ بندوں کی بھی ہو سکتی ہے۔ عبادت اور تعظیم میں فرق کرنا چاہئے۔ **تیسرا اعتراض** اگر عبادت صرف اس کی ہی ہے جو ہماری مدد کرے تو چاہئے کہ رب تعالیٰ کی عبادت بھی نہ کی جائے کیونکہ وہ ہماری مدد نہیں کرتا ہماری فریاد نہیں سنتا ہماری دعائیں قبول نہیں کرتا پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ مدد کرنے سے مراد رب **لا یستطیعون لہم نصرا** رب تعالیٰ ہر شخص کی ہر قسم کی مدد کرنے پر ہر وقت قادر ہے۔ کسی موقعہ پر مدد نہ کرنے میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ بارش نہ برسانا سورج نہ چمکانا ہوا نہ چلانا حکمت میں داخل پھر بھی سب رب تعالیٰ کی مدد میں ہیں وہ کون بندہ ہے جس کی مدد رب نہ کرتا ہو وہ ہم کو نظر نہیں آتا مگر ہمارے کام سارے بنتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

یا محی الذات محسوس العطاء انت کالماء ونحن کالرحی!

www.alahazratnetwork.org

انت کالریح و نحن کالعبار یعتمی الریح وعیراہ جہار

چوتھا اعتراض دھریے جو خدا تعالیٰ کی ذات [illegible] سطریں ایسی اس آیت کریمہ سے تسلی نہیں ہو سکتی وہ کہ ایں کہ یہ بت خالق ہیں نہ خدا تعالیٰ ہے۔ وہ خالق و مالک [illegible] ہیں۔ ہماری فریاد نہ سنتے ہیں نہ خدا تعالیٰ سنتا ہے ہماری حاجت بت پوری کر سکتے ہیں نہ خدا تعالیٰ اس آیت سے [illegible] ہیے قائل کیا ہوئے فذا یہ آیت مکمل نہیں۔ **جواب** یہاں دو سے محض مشرکین سے ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے۔ عرب میں دھریے یا تو تھے ہی نہیں یا تھے تو بہت تھوڑے مگر اس آیت سے دھریوں کی تردید بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل اتنے زیادہ اور قوی ہیں کہ ان کے ہوتے کسی کو انکار کی مجال نہیں اگر کوئی اندھا ہو کر انکار کرے تو وہ قابل شمار نہیں دنیا کا ہر ذرہ اپنے خالق کی دلیل ہے پھر آسمانی کتابیں اور سچے حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور سید الانبیاء کی ذات و صفات رب تعالیٰ کے قوی دلائل ہیں سورج کی شعاعیں سورج کی ہستی کی دلیلیں ہیں۔ **پانچواں اعتراض** اس عبارت میں یکسانیت نہیں ہے کہ ارشاد ہو **ادعوتموہم** یہ جملہ صیغہ ہے **ام انتم صامتون** یہ جملہ اسمیہ ہے معطوف اور معطوف علیہ یکساں چاہئیں یوں چاہئے **تھا ام انتم صمتم** تاکہ **دعوتم** سے موافق ہو تا۔ جواب اس صورت میں یہ دوسری آیات کے موافق نہ ہوتی وہاں **تم یخلقون یشرکون ینصرون** یہاں ہو **انصمتم** آیت کی مطابقت سے اس طرح ارشاد ہوا غیر کار بتانا رضی حالت ہے خاموش رہنا اصلی حالت ان دونوں حالتوں میں فرق دکھانے کے لئے اس طرح ارشاد ہوا۔

تفسیر صوفیانہ انسان ایک عجیب الخلقت مخلوق ہے اگر رب تعالیٰ اس پر فضل کرے تو جنات و فرشتوں سے بڑھ کر عارف باللہ ہو سکتا ہے اگر اس کا فضل نہ ہو تو بے عقل جانوروں سے بدتر ہے دیکھو جانور بھی بت پرستی نہیں کرتے وہ بھی ان بتوں کو اپنے سے کمتر جانتے ہیں مارا یہ کہا کہ ایک پتھر کو مشرک سجدہ کرتا ہے اس پر کتا پیشاب کرتا ہے اے عاقل انسان ان بے عقلوں سے سبق لے خالق غیر خالق مالک غیر مالک میں جانور فرق کریں اور تو نہ کرے یہ بڑی غیرت کی بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا عظیم خوف جس ہو جانے والوں کو محسوس ہوتا ہے بندہ ایک بار کہتا ہے **یا رب** وہاں سے ستر بار جواب آتا ہے **یا عبدی** بندہ تڑپ جاتا ہے **انقطعت** میں نے گناہ کیا وہاں سے ستر بار جواب آتا ہے کہ **غفرت** میں نے بخش دیا گناہ تجھے بخشے گئے۔ میں نے بخش دیا۔ اس نکتہ سے ظاہر ہے کہ بخشش بندے کی طرف سے ہوتی ہے اندھا آنکھ والوں سے کہتا ہے ہمیں بتاؤ ہم کو چاہیے کہ دیکھنے والوں کی باتیں غور سے سنیں اور چلائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ

تحقیق وہ لوگ کہ جن کو پکارتے ہو تم جن کی سوا اللہ کے وہ بندے ہیں تمہاری مثل پس پکارو تم ان کو

بے شک وہ جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تم تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو

www.alahazratnetwork.org

فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ

سو چاہیے کہ جو بندے کی وہ تم کو اگر تم سچے

بھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے

بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ

ہے کیا واسطے ان کے ہاتھ ہیں کہ پکڑتے ہیں وہ ان سے کیا واسطے ان کے آنکھیں ہیں کہ دیکھتے ہیں وہ ان

ہاتھ ہیں جن سے پکڑ کریں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں تم

أَذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ۝

ہے کیا واسطے ان کے کان ہیں کہ سنتے ہیں وہ ان سے کہہ بلاؤ تم شریکوں کو اپنے پھر داؤں چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو

فرما دو کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤں چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیات میں بتوں کی چند مجبوریوں محدودیوں مقہوریوں کا بیان ہوا ان کی تحقیر ان کا تعلق عقل سے تھا۔ یہاں بتوں کی وہ مجبوریاں بیان ہو رہی ہیں جن کا تعلق حواس سے ہے دوسرے لفظوں میں پچھلی آیات میں ان کا عجز ثابت کیا گیا تھا یہاں عجز، مقہور، مقہور مخلوق کی علامات ہیں۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیات میں بتوں کی بے مدد کی بتائی گئی تھی اور ہوا اے حضور ﷺ کی بے یاری کا تذکرہ تھا۔ **قل ادعوا شرکاءکم** فرما دینے سے کہ تم رب تعالیٰ سے کہو کہ وہ رب تعالیٰ سے علاوہ کچھ بھی رہا ہو اپنی ذات کریم سے وابستہ ہو اور سب کچھ ہو یا مخلوق سے مستغنی ہو یا اللہ بتوں سے بڑا اور طاقتور ہو۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ بتوں میں روحانیت نہ جسمانیت اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ بت اللہ تعالیٰ سے بے مثل روحانی قوتیں رکھتے ہیں ان کے پاس کیا امید ہے۔

نزول مشرکین عرب نے حضور اور صحابہ کے مقابلہ میں دلائل سے عاجز ہونے تو حضور کو اپنے بتوں سے ڈرانے لگے اور آپ نے ان کی ہر بات کی مخالفت کی تو یہ آپ کو جادو میں کہنے لگے یا آپ کو جنون سخت متصل ہو گیا ہے ان کی رد میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **قل ادعوا شرکاءکم** میں حضور اور ان چیزوں سے جن کو مشرکین معبود قرار دیتے تھے (روح المعانی)

تفسیر ان الذین تدعون من دون اللہ یہ مشرکین اس معنوں سے انکاری تھے وہ بتوں کو اپنے تئیں عبادت نہیں مانتے تھے بلکہ ان میں اللہ کی روحانی شان مانتے تھے ان سے اسی لئے شروع کیا الذین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ ملائکہ پتھر مٹی سے نہیں بنے ہیں یہ مشرکین جنات اور فرشتوں کو بھی پوجتے تھے مگر یہاں وہ داخل نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہ مشرکین ان بتوں کو عاقل مانتے تھے ان سے الذین جمع مذکر ارشاد ہوا الخ یہ فرمایا یہ مشرکوں نے عقیدے کی بنا پر یہ تو عرض کیا ہے قرآن مجید میں چند معنی میں استعمال ہوا ہے بتانا پکارنا نام رکھنا عبادت کرنا ملانا ملانا یہاں

www.alahazratnetwork.org

معنی عبادت کرنا ہے اور اس کا معنی پوشیدہ ہے اصل میں تو عبد کہتے ہیں غلام کو کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کے سامنے پوشیدہ ہوتا ہے **تدعون** کے متعلق ہونے کی وجہ سے **دون** (سوائے) **الله** کا مفعول ہونا ظاہر ہے اور علیحدہ کرنا اور علیحدہ ہونا بھی یہاں معنی ہو سکتا ہے جیسے اب شرک سے توبہ کرتے ہیں تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو یا اس کو چھوڑ کر **الله** کے ہوتے ہوئے **عبادتکم** یہ عبادت تمہاری اس حق یہ ہے کہ عبادت سے علیحدہ ہو جاؤ یا متعلق کرنا متعلق کرنا اور ہے جیسے عاقل دیوانہ عاقل اللہ کا عبد ہے اور اگر عبد صرف جاندار مثل والے کہتے ہوں تو ان معبودانہ کے عقیدے والے ہیں کہ وہ تو ان کو عاقل جانتے ہیں عاقلوں کی مثل بناتے تھے۔ اس لئے ان کے مثل کی معنی طرح یہ بھی یہ سب تمہاری طرح تمہارے معبود ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں **مملوکیت** بندہ ہونے میں مثل ہے ورنہ انسان پتھر مٹی سے مثل نہیں کہ وہ عاقل جاندار سمجھ دار ہے اس لئے ارشاد **فادعوهم فليستجيبوا لكم فادعوا** ہے اور **فليستجيبوا** اس نے دعا کرنے والوں کو جواب دینے والے یا دعا قبول کرنے والے کہا حالانکہ ان بتوں پر دعا کرنے والے دعا قبول کرنے والے نہیں ہوتے ہیں دعا مانگ رہے وہ تمہاری دعاؤں کو اس تمہاری حالت سے ان کی عبادت کرنے والے ہیں **الهم ارجل يمشون بها** اس دلیل کی مزید تشریح ہے۔

دیکھئے چلنے پکڑنے کی طاقت ہوتی پھر وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تمہارے پاؤں ہیں جن سے تم چلتے ہو ہاتھ ہیں جن سے تم پکڑتے ہو **الهم** میں ہاں کا ضمیر ہے **لهم** و **يمشون** کی ضمیر ہے وہ بتوں کی طرف ہیں **ارجل** جمع ہے رجل کی معنی ہیں پاؤں مشرکین بتوں سے ہاتھ پاؤں کا کام لیتے تھے کہ ان میں چلنے کی طاقت ہے **يمشون بها** ارشاد ہوتا ہے تم وہ حال ہو کہ ان بتوں سے بہتر ہو کیونکہ تم میں چلنے کی طاقت ہے بتوں کو چلنے کی طاقت نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین بتوں کو چلنے کی طاقت سے پاک جانتے تھے کہ ان کا چلنا تو دور کی بات ہے ان میں اپنی طاقت سے ہلنے کی طاقت نہیں **يمشون** کا ترجمہ **يتحركون** یا **يتنقلون** سے کرنا غلط ہے **ام الهم ايبطشون بها** میں **بطش** مفعول ہے اور معنی پکڑ ہے **لهم** سے پہلے سوال کا مقدر ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے **قوة رحمت امداد** یہاں آخری معنی میں ہے **بطش** مصدر ہے پکڑنے کے معنی میں صرف پکڑنے کے بعد کے متعلق ہو چکے ہیں یہاں بھی وہی تحقیق ہے بتوں کے ہاتھ تو تھے مگر ان میں پکڑنے کی طاقت نہ تھی یہاں بھی ان کی طاقت نہیں پکڑنے کی مقصود ہے ان کی بعد مقصود ہے چل پھر سکتے ہیں پکڑ سکتے ہیں پکڑ کر قائم رکھتے ہیں سہارا پاؤں سے چلتے ہیں پکڑ کر سہارا لیتے ہیں۔ **ام الهم اعين يبصرون بها** اس کی تحقیق بھی وہی ہے جو اوپر **ام الهم ايدٍ** میں کی گئی کہ بتوں کی مصنوعی آنکھیں تو ہوتی تھیں مگر ان میں دیکھنے کی طاقت

www.alahazratnetwork.org

مقصود سے قوی یہ کہ نظر بمعنی دیکھنا اور روئیت ہم معنی ہیں۔ اس لئے رب تعالیٰ کے لئے قرآن کریم میں ——— تینوں لفظ ارشاد ہوئے۔ کبھی ان میں فرق بھی ہوجاتا ہے کہ ظاہر کو دیکھنا نظر ہے غور کرکے دیکھنا ابصار جمعنی نظر دیکھنا تکمیلہ اور پھر سوچھ فرماتا ہے **ترنھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون** یہاں نظر کا ثبوت ہے ابصار کی نفی یعنی کیا ان بتوں کی آنکھیں ہیں جن سے وہ تم کو تمہاری مصیبتوں میں یا لڑائی کی چیزوں کو دیکھیں **ام لھم اٰذان یسمعون بھا** اس فرمان عالی کا وہی مطلب ہے جو پہلے ذکر ہوا **اذن** جمع ہے اذن کی معنی کان بتوں کے مصنوعی کان تھے مگر ان کانوں میں سننے کی طاقت نہ تھی۔ خیال رہے کہ سمع کے معنی سننا استماع کے معنی میں کان لگا کر ہو رہا سماع فرماتا ہے **فاستمعوا لہ وانصتوا**۔ حاصل یہ ہے کہ یہ تمہاری سنتے ہیں نہ تم کو دیکھتے ہیں نہ تمہاری مدد کو پہنچ سکتے ہیں نہ تمہیں آفت سے بچا سکتے نہ تم کو کچھ دے سکتے ہیں **قل ادعوا شرکاءکم** اب سے بتوں کی مجبوری کا اور عتاب اللہ تعالیٰ قدرت کاملہ اس کی مدد کا تذکرہ ہے کہ اگر تم کو میرے رب کی قدرت و قوت دیکھنا ہے تو مجھے اور میری بے یاری کو دیکھ لو میں اکیلا ہوں بے ساز و سامان ہوں تم جتھے والے ساز و سامان والے ہو تم سب مل جاؤ اور اپنے معبودوں یا عملہ کو اپنی مدد کے لئے میرے مقابل بلا لو یہاں دعا معنی بلانا ہے اور شرکاء سے مراد بت یا بتوں سے بنے ہیں اس میں اصنام یعنی مصنوعی فرشتے داخل ہیں رب فرماتا ہے **فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم** ان تین آیات میں یہ دونوں حضرات انبیاء و فرشتے داخل نہیں ہوتے کیونکہ یہ معبود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں وہ حضرات خود اللہ کے مقابلہ میں کب آتے ہیں اور کب فریب دے سکتے ہیں **ثم کیدون فلا تنظرون** یہ عبارت معطوف ہے **ادعوا** اور مفعول ہے قل کا یہاں ثم مہلت اور تراخی سے ہے یعنی پہلے اپنی طاقتیں جمع کرو پھر میرے خلاف تدبیریں سوچو پھر یہ کام کرکے مجھ پر حملہ کرو **کید** کے معنی مکر و فریب بھی ہیں اور خفیہ تدبیر بھی رب فرماتا ہے **انھم یکیدون کیدا واکید کیدا** یہاں دونوں معنی درست ہیں۔ نظر کے معنی ہیں دیکھنا مگر انظار کے معنی ہیں مہلت دینا یعنی تم متفق ہو سامان جمع کرکے مجھ پر اپنے سارے دنوں برت لو مجھے جنبشنے کی مہلت نہ دو پھر میرے رب کی قدرت اور اپنے بتوں کی بے بسی کا نظارہ کرو کہ تم سب میرا بال بیکا نہیں کرسکتے میری تیغ میں وہ طاقت ہے جس کے سامنے تمہارے معبودوں کی تو کل ہی کیا ہے جس پر حضور نظر رحم فرمائیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

خلاصہ تفسیر اے مشرکو اللہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ تو تم جیسے ہی ہمارے مملوک مخلوق بندے ہیں ان میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں تم انہیں بندے بلا پکار کر دیکھ لو اگر تم سچے ہو کہ الٰہ معبود ہیں تو چاہیے کہ وہ تمہاری پکار سنیں تمہارے بلانے پر تمہارے پاس مدد کو پہنچیں ایسا ہو سکے تو تم نے غور نہ کیا کہ یا بتوں کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں اور تم سب مل کر تمہاری مدد کر سکیں تم کو آفت سے چھڑا سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ تمہاری حالت دیکھ سکیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ تمہاری پکار سن سکیں یہ کچھ بھی نہیں تو وہ تو تم سے بھی بدتر ہوئے کہ تم میں یہ اعضاء اعضاء میں یہ طاقتیں ہو تو ہیں یہ کھلا آپ کو اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں کہ کہیں آپ نے تیغ تند سی تو ہمارے بت آپ کو جانی مالی نقصان پہنچائیں گے آپ ان سے علانیہ طور پر فرما دو کہ تم سارے بت پرست جمع ہو جاؤ اور اپنے بتوں کو بھی بلا لو اور میرے مقابل اپنی ساری قوتیں جمع کرو تدبیریں سوچ لو پھر جو تم سے ہو سکے میرا بگاڑ لو مجھے سنبھلنے کی بھی

www.alahazratnetwork.org

سلامت رہو پھر فرمایا کہ تم سب میرا پیغام لے جاؤ تمہیں میرا رب میرے ساتھ ہے تم سب میرا ہاتھ بٹاؤ گے۔

مصطفےٰ تیری جرات پہ کروں سلام

خیال رہے کہ کفار کی افکار سے غافل ہے۔ ہوئے انہوں نے حضور کے قتل اپنی ساری طاقتیں استعمال کر دیکھ لیں مگر حضور کو نقصان نہ پہنچا سکے دیکھو ہجرت کی شب اللہ نے اپنے حبیب کو ان کی تلواروں کے سایہ میں سے نکال لیا مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈوں کے وہ حضور کے شر سے بچایا یہ ہے اس آیت کا نتیجہ

فائدے: فائدے اس آیت کریمہ سے چھ فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ:** ساری مخلوق مل کر بھی کسی کو بغیر حکم الٰہی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتی اس کی مخلوق ہونے اس کے مملوک ہونے میں برابر ہیں نہ کوئی کسی کو خالق کے بغیر نفع دے سکتا ہے نہ خالق کی مرضی کے بغیر کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اس کا حصہ دار یہ فائدہ **امتالحکم** سے حاصل ہوا۔

نوٹ ضروری: اس برابری کے باوجود انسان اشرف الخلق ہے **ولقدکرمنابنی ادم** لہٰذا عرف میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان گدھے کے مثل ہے یوں ہی حضور انور سے کہلوایا گیا **انما انا بشر مثلکم** اس آیت کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا کہ ہم حضور انور کی مثل ہیں یوں ہی حضور ہماری مثل ہیں انسان کو خالق ہونے سے تمام سے افضل کر دیا حضور کو رسول شفیع مذنبین وغیرہ لاکھوں صفات عالیہ نے سب سے افضل کر دیا تعجب ہے کہ جو لوگ ظاہری صورت کھانا پینا چلنا پھرنا سونا جاگنا جیسا مرنا دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ہم حضور انور جیسے ہیں وہ لوگ یہ ہی صفات دیکھ کر یہ نہیں کہتے کہ تمام اصل فرعوں کفاروں جیسے ہیں یا وہ لوگ ہم جیسے ہیں جیسے ایک ایمان نے مومنوں کو ہمارے کفار سے افضل کر دیا یوں ہی حضور کی لاکھوں صفات نے حضور انور کو سارے مومنوں بلکہ ساری خلقت سے افضل کر دیا۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دوسرا فائدہ: ہمیشہ واجب کرنے کے لئے ہیں تاکید بہت مقاصد کے لئے آتا ہے **وما امروا الا** اس سے طرز امر سے نہ تو کفار کو بتوں کو پوجنے کا حکم دیا گیا عبادت دی گئی بلکہ صرف ان کی خالقیت ظاہر کی گئی رب فرمانے **فاتوا بسورة من مثله** لہٰذا اس آیت میں عاجز کرنے کی عبادت نہیں دی گئی۔ **تیسرا فائدہ:** مجبوری بندگی کی علامت ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتوں کی مجبوری دکھائی ان کی بندگی ثابت کی اس سے الوہیت کی کمی دلیل بن سکتی ہے بلکہ حضرات انبیاء کرام کی بعض دعاؤں کا قبول نہ ہونا بلکہ انہیں دعائے روکنا یا ان کی عبدیت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے حضور نے نہیں خدا کہلانے کے لئے **فائدہ الہم ارجل** سے حاصل ہوا **چوتھا فائدہ:** ہر سوال جواب علمی کی بنا پر نہیں ہوتا ان کے نور مقصد بھی ہوتے ہیں دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے کفار سے پوچھا کہ بتوں کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں یعنی غور کرو کہ نہیں ہیں پھر وہ خدا کیسے ہو گئے۔ **پانچواں فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں خصوصاً حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور پر اپنی ایسی جرات و ہمت عطا فرمائی ہے کہ اس کے دشمن میں ساری مخلوق کی پرواہ نہیں ہوتی یہ فائدہ **قل ادعوا شرکاءکم** سے حاصل ہوا۔ مرزا قادیانی مدعی نبوت تھا مگر ایسا بزدل بے باک تھا کہ جان کے خوف سے حج کو نہ جا سکا کفار کی رعایتیں کر رہا اسی حالت میں مر گیا نہیں سے ملک میں

www.alahazratnetwork.org

وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے راہ دے گا۔ پہلا اعتراض ان آیات سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کو نہیں پکارنا چاہئے اور حضور تعالیٰ سے ان لوگوں پر عتاب فرمایا جو ان کو پکارتے ہیں **ان الذین تدعون من دون اللہ** آخر تک۔ جواب اس اعتراض کے متعلق۔ حقیقی۔ اس آیت سے جس کا پڑھنا اعتراض ہے معلوم ہوا کہ مشرکین کے معبود بھی مخلوق ہیں اور عاجز ہیں اور ان کی عبادت بھی شرک ہے اور ان کا پکارنا بھی شرک ہے اور ان کا پکارنا بھی شرک ہے **تدعون** یعنی پوجتے ہو۔ **تعبدون** یعنی پوجتے ہو۔ ان دونوں کے معنی میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اس لئے ان کا ترجمہ بھی مختلف کیا گیا۔ اس اعتراض کے متعلق بھی بہت سے جواب دیئے گئے ہیں۔ **جواب** اول یہ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ **وانما شق الایسمع بحمدہ** سے۔ جواب دوم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ جواب سوم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ جواب چہارم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** پنجم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** ششم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** ہفتم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** ہشتم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** نہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** دہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** یازدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** دوازدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** سیزدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** چہاردہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** پانزدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** شانزدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** ہفدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** ہجدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** نوزدہم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔ **جواب** بیستم یہ کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں مخاطب مشرکین ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

رب تعالیٰ قرآن سمجھنے کی توفیق دے۔

تفسیر صوفیانہ بتوں کے پاس یہ تو عصاء سیں جیسے سارے پتھر یا عصاء ہیں مگر طاقت نہیں جیسے مختلف پیتل لوہے کے مجسم مورتیاں بت پرستوں کے پاس اعصاء اور عضاء میں قوتیں ہیں مگر سیں ان طاقتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی قوت نہیں اس لحاظ سے یہ بتوں سے بدتر ہوئے یہ بت بے عقل ہے جاں ہیں مگر بت پرست جاں دار عقل والے ہو کر بے عقل ہوگئے انہوں نے اپنی طاقتیں غلط جگہ صرف کیں اس لئے دوزخ میں بت پرست عذاب پائیں گے **وقودها الناس والحجارة** حضور اور ملائکہ بت پرستوں کو عرشہ عظمت دینا چاہتا انہوں نے جانا چاہا تو یہ حضور سے دشمن ہو گئے بتوں کو دلیل کیا انہیں اوپر سے نیچے گرایا مگر وہ طرح طرح کے چار سو سن تمہارے کے بلغ فرمارہے بت بالکل بے حس ہو گئی۔ حقانیت ہی جرات دلیلی ہے عصائیت میں روح اور عقل ہے دیکھو ایک حقانیت دے بدلہ سچائی کی مارے عصائیتوں کو مار رہے ہیں کہ تو کاذب ہے ہو جا کاذب

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے یہ کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے اور انہیں ان کے سوا

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ

اور وہ لوگ جنہیں پوجتے ہو تم سوا اس کے نہیں طاقت رکھتے وہ مدد کی تمہاری اور نہ اپنی

پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد

يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ

جانوں کی مدد کرتے ہیں اور اگر بلاؤ تم انہیں طرف ہدایت کے تو نہ سنیں وہ اور دیکھو تم

کریں اور اگر بلاؤ تم انہیں طرف ہدایت کے تو نہ سنیں اور تو انہیں دیکھے

يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

انہیں کہ وہ نظر کرتے طرف تمہارے اور وہ نہیں دیکھتے

کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور نہیں کچھ بھی سوجھتا

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا تھا کہ معبود کسی کی پکار نہیں سنتے اب ارشاد ہے کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ ہے جو دعا کی فریاد سنتا ہے اور بھی کرتا ہے۔ یا یہ کہ بت مجبور محض ہیں رب تعالیٰ قادر مطلق گویا قادر پچھلی آیت میں تھا اللہ قادر ہے اس آیت میں ہے۔ **دوسرا تعلق**

www.alahazratnetwork.org

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ تمہارے معبود تمہارے ہاتھ پاؤں ہیں مگر ان میں پکڑنے چلنے کی طاقت نہیں اب اس معبود حقیقی کی قدرت کاملہ کا بیان ہے جو تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ تم سب اور تمہارے معبود جمع ہو کر میرا بگاڑ تو کیا تم مجھ میں بگاڑ پیدا کر سکتے ہو اس کی وجہ ارشاد ہو رہی ہے کہ میرا ولی وارث اللہ تعالیٰ ہے جس کا ولی رب ہو اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ تم سب مل کر مجھ میں بگاڑ سکتے ہو اب اشارۃً ارشاد ہے کہ میرے مقابلہ میں اگر تمام دنیا بھی بگاڑ کی کیونکہ جس سے میرا رب راضی اس سے میں ناراض اس سے رب تعالیٰ ناراض۔

تفسیر: ان ولی اللہ یہ تمام مشرکین عرب حضور علیہ السلام کے بے یار و مددگار اپنے کو بڑی قوت اور بڑی حمایتوں والا سمجھتے تھے اس لئے اس مضمون میں ان کے شیخ ارشاد ہوا جس سے معلوم ہوا کہ جس کا ولی اللہ ہو وہ بے یار و مددگار نہیں ہوتا۔ **ولی** یہ لفظ جس مادہ سے ہے اس میں مختلف معنی ہیں ان میں سے چار معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں ان میں سے ہر معنی کے لحاظ سے اس کا ترجمہ الگ الگ ہوگا۔ ولی بمعنی محبت یا قرب یا دوستی ہو تو معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرے یا جو اس کا قریب یا دوست ہو۔ ولی بمعنی حفاظت وراثت وغیرہ ہو تو معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ جس کا حافظ و ناصر ہو یا جو اس کا وارث ہو۔ یہاں تمام معنی درست ہیں کیونکہ وہ سب کا محب بھی ہے دوست بھی ہے حافظ و ناصر بھی ہے وارث بھی ہے ان معنوں میں سے تیسرے معنی یعنی حفاظت و نصرت کے لحاظ سے ترجمہ ہوگا میرا حافظ و ناصر اللہ تعالیٰ ہے۔ **الذی نزل الکتاب** یہ عبارت صفت ہے اللہ کی اور وجہ ہے ولایت کی یعنی رب تعالیٰ میرا حافظ و ناصر اس لئے ہے کہ اس نے مجھ پر قرآن مجید اتارا مجھے پیغمبری عطا فرمائی تو ضرور وہ اپنے فضل و کرم سے میری حفاظت فرمائے گا یہاں انتساب میں اتنا ہم مدنی سے وہ اس سے مراد قرآن مجید ہے شب کے معنی ہوں گے قرآن مجید نے تمہیں نام پیدا کیا ہوں **ذالک الکتاب** کی تفسیر میں اور اوپر سے پہلے ہوئے اگرچہ قرآن مجید اتارنے والے حضرت جبریل ہیں مگر چونکہ جبریل علیہ السلام رب تعالیٰ کا فرشتہ ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وھو یتولی الصلحین**: اس میں پچھلے مضمون کا نتیجہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ میرا ولی اس لئے بھی ہے کہ میں اس کے صالح بندوں میں سے ہوں اور صالحین کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ کے ولی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہوتا ہے **یتولی** کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ صالحین کا ولی یا صالحین اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں یہاں دونوں معنی درست ہیں اللہ تعالیٰ صالحین کا ولی ہوتا ہے صالحین اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں **والذین تدعون من دونہ** یہ مضمون بھی پہلے مضمون کا نتیجہ ہے کہ جب میرا ولی اللہ تعالیٰ ہے تو ایسا قوی اور رحیم و کریم ہے اور تمہارے جھوٹے معبود ایسے بے بس اور ناکارہ ہیں جو عبادت پرست اپنے بتوں کو خالق سمجھتے حاجت روا سمجھتے تھے ان سب سے منقطع الدین ارشاد ہوا عقل والوں کے لئے کتاب **تدعون** سے معنی عبادت ہے

دون کے بہت معانی ہیں یہاں معنی سوا ہے اور مفرد معنی پکارنا یا معبود تجویز کرنا معنی مقابل ہے **لایستطیعون نصرکم** اس کی تفسیر بھی پہلے گزر گئی مدد کرنا اور چیز ہے اور مدد کی طاقت رکھنا اور چیز یہاں مدد کی طاقت رکھنے کی نفی فرمائی گئی **ولا انفسھم ینصرون** اس جملہ کا تعلق بھی **لایستطیعون** سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات کی مدد بھی نہیں کر سکتے اور اس کا پتہ عقل و تجربہ کے علاوہ بھی بہت سے ذریعوں سے چل سکتا ہے مثلاً کھیاں مکھیاں ان کے منہ پر بیٹھیں یہ نہیں اڑا سکتے **وان تدعوھم الی الھدی لایسمعوا** اس کی تفسیر بھی پہلے ہو چکی کہ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اگر قریشیوں کی رسم کے مطابق یہاں سے بھوکوں ننگوں بارش یا خوب سے بچانے والوں کو یاد کرتے ہو تو وہ تمہاری نہ سنیں گے دوسرے یہ کہ اگر تم انہیں ہدایت دینے کے لئے بلاؤ کہ مسلمان ہو جاؤ تو بھی یہ نہ مانیں گے تو وہ چھ بھی ہے۔ یعنی نہ قول میں اپنی ناکارہ چیز کی حمایت کی سکت ہے نہ عمل میں ہے۔ یہاں سے ان کی لاچاری طرف ہے اور یہ تصور پیش کرنے کے ارشاد پر کنکروں پتھروں نے کلمہ پڑھا آپ کے اشارہ پر چاند پھٹا یہ ان کا کمال نہیں کہ کلمہ پڑھا اے محبوب کا ہے۔ شاہد عین کے اشارہ پر سورج دو ٹکڑے ہو چاند پھٹا یہ آپ کا کمال ہے کہ آپ کے اشارہ پر سورج دو ٹکڑے ہو گیا **وترھم ینظرون الیکم وھم لایبصرون** اس فرمان الٰہی کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ **تری** میں خطاب ہر مومن سے ہے اور **ھم** کا مرجع بت ہیں یعنی اے مومن تو بتوں کو دیکھے گا کہ وہ تجھے دیکھ رہے ہیں یہ بت پرستوں سے ان کی آنکھیں بنائی ہیں اور آنکھوں میں سفید و سیاہ چھرا ایسے جڑے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے لگتا ہے کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ معصوم بچے ان سے ڈرتے ہیں وہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور تیری طرف ہی نظر ہے مگر حقیقت میں وہ دیکھتے نہیں کہ آنکھوں میں نور نہیں دوسرے یہ **تری** میں خطاب نبی علیہ السلام سے ہے اور **ھم** کا مرجع کفار ہیں یعنی اے محبوب تم تو دیکھ رہے ہو وہ تمہیں دیکھتے تو ہیں مگر صرف ظاہر میں حقیقت میں وہ تم کو نہیں دیکھتے کہ تم نور دیکھنے والی آنکھوں کے پیچھے نہیں دیکھتے سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل آنکھ میں دیکھتے ہیں اسے وہ صحابی تو یاد نہیں بھی نہیں سکتے۔

اندر آنکھوں کو دیکھ لیتے ہیں جلتے ۔۔۔ دل تھی ہوں وہ یاد کیسے نہیں جاتے

پھر یہ کیسے نہیں دیدار کسی کا ہو جنہیں دل محبوب دکھائے نہیں جاتے

خلاصہ تفسیر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کی مت تفسیریں ہیں ہماری میں ایک آسان واضح تفسیر ہے جو ہم نے عرض کرتے میں فرمادو کہ اے مشرکو تم نے یہ بھی غور کیا کہ میں تو یہ کہہ کر تمام دنیا کے کافروں کو للکارتا ہوں تم سے کیسے ٹکرا رہا ہوں کس طاقت کی بنا پر کہہ رہا ہوں کہ **ثم کیدون فلا تنظرون** تم پر اور تمہارے بتوں پر اور تمہارے چلائے ہوئے یہ ہے کہ میرا مددگار میرا وارث میرا رب ہے جس نے مجھ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور مجھے آخری نبی بنایا میری تو بڑی شان ہے تو میرے ادنیٰ غلام سے بھی نسبت ہو جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ اس کا ولی و مددگار ہو جاتا ہے اور تمہاری مجبوری یہ ہے کہ کسی کی وجہ سے تمہارے بتوں کی پوجا نہیں ہو سکتی تمہاری مدد نہیں کر سکتیں۔ تو اپنی ان کی عزت رہنے سے ایک نہ ایک دن تمہارے بتوں کو ایسے ہی ذلیل و خوار ہونا ہے اور اے محبوب مشرکین و کفار آپ پر یہاں کیوں نہیں لاتے صرف اس لئے کہ آپ انہیں دیکھتے ہیں وہ آپ کو

رہے ہیں مگر حقیقت میں وہ آپ کو دیکھتے ہی نہیں کیونکہ آپ کو دیکھنے والی نگاہوں کے پاس نہیں وہ صرف آپ کی بشریت پر بصارت سے دیکھتے ہیں انہیں آپ کی نبوت نہیں سوجھتی کہ ان کے پاس بصیرت نہیں۔

عمل: جو شخص یہ آیت **ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین** صبح شام پڑھا کرے تو انشاء اللہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا تجربہ شدہ ہے۔ تفسیر روح المعانی والے اسی جگہ فرماتے ہیں کہ میرے والد اکثر اوقات میں کسی بزرگ سے یہ عمل بتایا وہ صبح کو اپنے دروازہ میں یہ پڑھتے تھے (روح المعانی)

حکایت: امیر المومنین حضرت عثمان عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ کسی ولی کے پاس گئے۔ فرمایا کسی نے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنے سال ہے تو فرمایا کہ میری عمر صرف ایک سال ہے کیونکہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو رب تعالیٰ کی اس آیت کو پڑھا **ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین** اور اگر وہ مجرموں میں تو میں مجرموں کا مددگار کیوں ہوں اور وہ آیت پڑھی **فلن اکون ظھیرا للمجرمین** (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا مددگار بنا لیا تو میں کیا ہوا۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ حضور سے قرآن کا ضامن ہوا اور وارث ہے انشاء اللہ کسی مائی کے لال میں یہ دم نہیں کہ اس قرآن مجید کو حضور اور حضور والوں سے چھین لے۔ حضور سے مراد حضور اور حضور والے ہیں۔ حضور سے دشمن حضور کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو حضور والوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ یہ فائدہ **ان ولی اللہ** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: کوئی حضور سے اس قدر نسبت و رابطہ ہو جائے یا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ہوائیں وہ چراغ بجھا سکتی ہیں کہ جن کا چراغ کسی قندیل سے نہیں بجھ سکتا۔

چراغے را کہ ایزد برفروزد کسے کش نفت نہ فزود نیش نسوزد

یہ فائدہ **وھو یتولی الصالحین** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: قرآن مجید نے جسے حضور اور کتاب اس میں حضور انور کی بہت بڑی عظمت ہے۔

ہوئی نا ور اگر انجیل کوئی توریت جب کسی کو ملی پر تجھ سے سوا میرے پیارے ہی قرآن کا بنا جائے

یہ فائدہ **الذی نزل الکتاب** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: حضور کی عظمت یوں قرآن مجید سے ظاہر ہوئی فرماتا ہے **ذکرک ولقومک** اور قرآن کریم کو حضور سے عظمت حاصل ہوئی کہ حضور کی برکت سے قرآن مجید لغو سے محفوظ ہو گیا اور سارے عالم کی طرف کتاب بنا کر بھیجا گیا۔ حضور سے اللہ تعالیٰ کا تعلق اور اس کا رابطہ نبوت کے صدق اور رسالت سے وابستہ ہے۔ نبوت موسوی منسوخ ہوئی تو توریت بھی منسوخ ہو گئی سورج ڈوبے تو ستارے کہاں ٹھہریں۔ پانچواں فائدہ: بھی نظر اور بصر الگ الگ معنی میں آتے ہیں۔ ظر ظاہری نگاہ کو کہتے ہیں اور بصر باطنی حقیقی نگاہ یہ فائدہ **تراھم** اور **وھم لا یبصرون** کی بیک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **تری** میں خطاب حضور انور سے ہوا اور **ھم** سے مراد کفار ہوں دیکھو کفار کے لئے نظر کا ثبوت ہوا بصر کی نفی (تفسیر بیضاوی)۔ پانچواں فائدہ: پیغمبر کو نظر سے دیکھنا فائدہ مند ہیں بلکہ بصر سے دیکھنا فائدہ مند ہے دیکھو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ظر سے دیکھا مگر بصر سے نہ دیکھا۔

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مددگار ولی صرف اللہ تعالیٰ ہے **وھو یتولی الصلحین** جو کوئی بھی اور مددگار ہے وہ اس آیت کے خلاف اس کا عقیدہ ہے۔ **جواب** حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے خاص بندے اس کی مدد کے مظہر اور مجازی مددگار ہیں۔ دوسری جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا** اور فرماتا ہے **واجعل لنا من لدنک ولیا" واجعل لنا من لدنک نصیرا** ان آیات میں بندوں کو بھی ولی اور مددگار فرمایا گیا دیکھو حقیقی شافی حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن بعض دوا میں نافع عمار بعض کشائش شہرت فریاد رس کہتے ہیں بادشاہ کو ملک کا مالک اپنے آپ کو گدیار کمالات کہا جاتا ہے۔ آیت میں تعارض سے اور نہ ہی ولی کو مشکل شد حاجت روا کہنا شرک ہے یہ ساکوئیں پڑ جائے تو مشرک نہیں ورنہ گنہگار حضور کے روا ہے جائے تو مشرک نہیں اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ دوسرا اعتراض یہاں اللہ کے ساتھ **نزل الکتب** کیوں فرمایا کیا رب تعالیٰ قرآن نازل فرمانے سے پہلے مددگار نہ تھا اس نے تو حضور کی مدد ہمیشہ ہی فرمائی۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ابھی تقریر میں گزر گیا کہ چونکہ رب تعالیٰ نے مجھے نزول قرآن کے لیے منتخب کیا اس لیے وہ میرا خصوصی مددگار ہے وہ مجھے دشمنوں میں گھرا نہ رکھے گا۔

محل ست چوں دلست دلدار تو کہ در دست دشمن گذارد تو

دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو تو رب والا پایا تو کس طرح اسی فرعون کے شر سے بچایا۔ تیسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نبیوں کی مدد فرماتا ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ کبھی نبیوں پر بھی غضب ہو جاتا ہے رب تعالیٰ نبیوں کے مقابل مددگاروں کی مدد فرماتا ہے زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کو کفار نے شہید کیا امام حسین کو لشکر یزید نے شہید کیا۔

موسیٰ و فرعون شبیر و یزید ایں دو قلت ز اول آمد پدید

یہ آیت کیسے درست ہوئی۔ **جواب** مددگاری مدد نہیں بلکہ انہیں ڈھیل دی گئی ہے جسے بہتے میں استدراج کہتے ہیں تو چیزی او سے ہوئے مقبولوں کی ہوتی ہے مددگاروں کی اونچ قدر بھی ظاہری ہوتی ہے۔ **چوتھا اعتراض** اگر اللہ تعالیٰ نبیوں کی مدد فرماتا ہے تو وہ دوسرے ہاتھوں شہید کیوں ہوتے ہیں جس پر حملہ فتح ہونی چاہئے۔ **جواب** اس حضرت کی شہادت بھی رب کی مدد ہے وہ شہید ہو جاتے ہیں بلکہ بھوں ہو جاتے ہیں شہادت مومن کی فتح ہے حدیث میں صدی پر رہتا ہے شہید مرکر زندہ ہوتا ہے۔

فتح حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شہادت کی فتح سے اس کا مقصد حاصل ہوا امام حسین شہید ہو کر اپنے مقصد پر آگئے فتح ان کی ہوئی پانچواں اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر بصر میں فرق ہے حالانکہ حضرت میں نظر بصر و رویت نبیوں کی آنکھ سے ہے پھر غیر کا ثبوت اور بصری کی نفی صحیح ہوئی۔ **جواب** اس یہاں بتوں کا رد ہے تو مطلب یہ ہے کہ تو ایسی محسوس ہونے والی چیزیں بہت دیکھ رہے ہیں کیونکہ ان کی آنکھوں میں چمک مفید سیاہی سب چھپا دی گئی ہے مگر اللہ میں دیکھتے نہیں یہاں نظر کا ثبوت نہیں بلکہ نظر محسوس ہونے کا ذکر ہے جیسے **وتری الناس سکاری وما ھم بسکاری**

www.alahazratnetwork.org

وہ نوک شہ میں معلوم ہوں گے حقیقت میں نشہ نہیں (تفسیر کبیر) اور اگر بت پرستوں کا مذہب تو اس کا جواب دے چکے بھی فائدوں اور تصویر میں گدر اور بگاڑ اور سوجھتا بوجھتا اور سنتا اگر **یبصرون** نہ ہے بصیرت سے تو بالکل صاف ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ آپ کی شہرت کو دیکھتے ہیں نبوت کو نہیں دیکھتے۔

تفسیر صوفیانہ جیسے فرشتے قرآن کی حفاظت کرتے کے ذریعے سے اللہ نے قرآن کی حفاظت حافظوں قاریوں کے ذریعہ سے ایسے ہی قرآن کی حفاظت خدا کے ذریعہ سے اسرار قرآن کی حفاظت صوفیاء کے ذریعہ سے یوں ہی روح قرآن حال قرآن اصل قرآن کی حفاظت حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذریعہ سے ہے جس سینہ میں حب رسول نہیں اس میں قرآن مجید ہرگز نہیں رہ سکتا۔

اصل قرآن ، روح ایماں مغزدیں ہست حب رحمت للعالمین

اللہ تعالیٰ نے قرآن باقی رکھنے اس سے وہ حضور ﷺ کو دلی دعا ہی ہے وہ جانتا ہے کہ میرا قرآن اس سلطان سے ذریعہ باقی ہے پھر رب تعالیٰ حضور انور کا ایسے والا ہو کہ جو حضور سے دامن سے لگ گیا علماء اولیاء ان کا بھی رب ولی ہو گیا حضور کے نام کا اللہ والی حضور کی عزت کا اللہ والی۔ حضور کے کلمہ کا اللہ والی حضور کی نمازوں شرعی احکام کا اللہ والی حضور کے نام پر دوں کا اللہ والی۔

محمد مصطفےٰ سے بڑھ کے سب پھولے پھلے ہیں کہ سب پانی بھی تر رہتے ہیں مرضیا میں سے

جس ظرف میں قرآن رہے وہ ظرف عظمت والا جس سینہ میں صاحب قرآن رہیں وہ سینہ عزت والا۔

تیری عاشق سے پہلے مجھے کون جانتا تھا میری پوچھ گچھ یہ ساری ترے نام کی بدولت

اس لئے ارشاد ہوا **او ھو یتولی الصالحین** صالح وہی ہے جو اللہ کے قدم سے وابستہ ہے چونکہ مشرکین کفار اس نسبت علمی سے محروم تھے لہذا ان کا مددگار کون نہیں۔ رب تعالیٰ ان کے بت مومن کے مددگار اللہ تعالیٰ بھی ہے اور مشرکین کے بت بھی ہیں کہ مومن کے کہنے پر کلمہ پڑھ دیتے ہیں اسلام کی حقانیت کی گواہی دے دیتے ہیں جیسا کہ بت بزرگوں سے منقول ہے۔

حکایت شہر متھرا پٹنے میں ہندوؤں کا ایک تالاب تھا جس میں دودھ والوں کی دودھ کی بالٹیں تھیں ان میں پتھر کی گائیں تھیں ایک فقیر وہاں گیا دودھ والے اس فقیر کو اس پتھر کی گائے سے دودھ نکالتے دیکھ کر

www.alahazratnetwork.org

صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حق تعالیٰ کی شان کے لائق اس کی معرفت حاصل کر لی تو اس عین توحید کے انوار سے اور اسرار کشف اسرار سے وہ کچھ معلوم کر لیا جو دوسرے بعد وفات معلوم کرتے ہیں

مشو مغرور بر علم و ریاضت ۔۔۔ کہ خوانند ہر دم اندر خانہ ہا ہست

کہیں کوئی اور طرح نہ لیتے ہیں نبی اور نظر سے یہ بھی حضور صدیق اکبر سے ہوئے

حکایت حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے سوال کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ آپ نے عید کی نماز پڑھی پھر خطبہ کہنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو!

www.alahazratnetwork.org

صبر فرمانے کا ذکر ہوا کہ ایسے سرکشوں کو روزی پہنچانے ہر طرح کے آرام پہنچانے اب حضور ﷺ کو اخلاق ایسا اختیار فرمانے کا حکم ہے گویا اخلاق یہ کے بعد اخلاق محمدی کا تذکرہ ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں کفار کی جہالت کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے سے کمتر مخلوق کو پوجتے ہیں اب تصویر کا دوسرا رخ دکھایا جارہا ہے کہ اپنے سے افضل و اشرف ہی کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے محبوب آپ درگذر سے کام لیں گویا کفار ایک جہالت کے بعد دوسری جہالت فاتذکرہ ہے۔

نزول:۔ پہلی آیت **خذالعفو** نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ غصہ کی حالت میں حکم الٰہی کیا ہے تب دوسری آیت **واما ینزغنک** نازل ہوئی (تفسیر کبیر خازن و تفسیر روح المعانی)۔

تفسیر خذالعفو اس فرمان عالی کی چند تفسیریں ہیں (۱) **خذ العفو** سے **اخذ** یعنی لینا عفو کے معنی پڑی ہوئی حاصل چیز یعنی اے وصول فرمانیں لوگوں کی ضرورت سے بچے ہوئے مال اور وہ خرچہ و مساکین میں تقسیم فرمادیں رب فرماتا ہے **ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو** (۲) عفو سے یہی مراد ہے اس صورت میں یہ فرمان عالی زکوٰۃ کے حکم سے منسوخ ہوگیا سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں (تفسیر کبیر روح المعانی تفسیر خازن وغیرہ) (۳) **خذ العفو** سے معنی قبول فرمانے اختیار کیجئے۔ عفو کے معنی ہیں درگذر فرمانا یعنی لوگوں کی کچی بد خلقی پر درگذر فرمانا مری عقیدت پر صبر فرمانا اختیار کیجئے اس پر صبر فرمایئے اس صورت میں یہ آیت جہاد کی آیت سے منسوخ ہے یہ فرمان ہے حضرت ابن عباس ابن زبیر عائشہ صدیقہ مجاہد کا رضی اللہ عنہم (خازن کبیر وغیرہ) شاعر کہتا ہے۔

خذ العفو منی تستدیمی مودتی ولا تنطقی فی سورتی حین اغضب

اس شعر میں عفو کے معنی ہی پر درگذر کرنا ہے (۴) **خذ** کے معنی ہیں اختیار کر عفو کے معنی ہیں معافی دینا آپ قصور معاف کرنا یعنی اے محبوب لوگوں کو معافی دینا درگذر اختیار فرما اس صورت میں یہ حکم محکم ہے منسوخ نہیں یہی تفسیر قوی ہے علامہ مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے اور اس صورت میں معافی سے مراد ہے اپنے ذاتی معاملات میں معافی دینا اپنی ذات سے مجرم کو سزا نہ دینا قوی یہ ہے کہ مجرم اس میں داخل نہیں اسی لئے آگے ارشاد ہوا **وامر بالعرف** امر کے معنی ہیں حکم دینا عرف سے معنی ہیں معروف چیز یعنی جسے عمل اچھے اصول جسے علامہ بعض نے فرمایا کہ **کلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** معروف ہے مگر پہلی بات قوی ہے۔ اس میں کلمہ طیبہ بھی داخل ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرنا صلہ رحمی کرنا زبان جھوٹ سے محفوظ رکھنا نگاہ کو حرام سے اعضاء کو گناہ سے بچانا (تفسیر روح البیان) **وامر عرض عن الجاھلین** اس فرمان عالی کی دو تفسیریں ہیں (۱) اعراض سے مراد ہے توجہ نہ کرنا جاہلین سے مراد ہیں کفار یعنی کافروں کی سختی کی طرف دھیان نہ دیں اس صورت میں یہ حکم جہاد کے حکم سے منسوخ ہے (۲) جاہلین سے مراد ہیں وہ لوگ جو ادب آداب سے واقف نہیں یعنی ان بد خلقوں کی بد خلقی سے درگذر فرمائیں اس صورت میں یہ حکم محکم ہے منسوخ نہیں یہی قوی اور صحیح تر ہے **واما ینزغنک من الشیطان نزغ** یہ فرمان عالی علیحدہ جملہ ہے **اما** بمعنا ہے ان شرطیہ اور **ما** تنکیر یہ ہے اس کے معنی ہوتے ہیں اگر کبھی **نزغ** نسخ ہے چند معنی ہیں جس کے معنی ہیں سوئی یا نیزہ وغیرہا تیسرے معنی میں کہتے ہیں کوچا لگانا اگر اس میں خطاب نبی علیہ السلام سے ہے تو شیطان سے مراد ہے ابلیس کیونکہ حضور کافرین و مسلمان ہو چکا ہے یہ سارا

www.alahazratnetwork.org

حدیث شریف میں ہے اور **نزغ** یعنی کوچے سے مراد ہوگا معمولی وسوسہ اور خطرہ مومن سے ہے تو شیطان سے مراد قرین خبیث جن ابلیس کی اولاد سے ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے کیونکہ عام انسانوں پر براہ راست شیطان عمل نہیں کرتا قرین کے ذریعہ کرتا ہے (روح البیان) یہ دوسری تفسیر ہی قوی ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کو اختیار فرمایا ہے اس صورت میں **نزغ** سے مراد ہوسکتا ہے کہ کے ارادے برے خیالات سب ہی ہیں کہ یہ سب شیطان کی طرف سے ہے **فاستعذ باللہ** یہ عبارت انشائی ہے استعاذہ ہے عوذ سے اس کی تحقیق اس تفسیر کے شروع میں **اعوذ باللہ** کی تفسیر میں ہو چکی ہے اس صورت میں اے محمد اللہ کی پناہ مانگ **انہ سمیع علیم** یہ استعذ کی وجہ ہے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ **اعوذ** صرف زبان سے نہ ہو بلکہ دل سے ہو اس لئے سمیع کے ساتھ علیم ذکر ہوا سمیع کا تعلق ہے پناہ لینے کے قول سے اور علیم کا تعلق ہے پناہ لینے کے دل سے۔

خلاصہ تفسیر اسی تفسیر میں گزر گیا کہ پہلی آیت کی تین تفسیریں ہیں اور دوسری کی دو ہم آخری تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو روایت قوی ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور کو تین اخلاقی باتوں کا حکم دیا اور دوسری آیت میں ہر مسلمانوں کو ایک اہم ہدایت کا حکم دیا چنانچہ ارشاد ہوا اے محبوب کریم آپ معاف کرنے درگزر فرمانے کی عادت اختیار فرمائیے اور اچھی باتوں کا حکم دیتے رہئے اور اپنے ذاتی معاملات میں رہے دیں اور ملی تو میں اس میں کسی کی رعایت نہ کریں اچھی باتوں کا حکم دیتے رہئے اور ہاتھ سے اور زبان سے اچھے عقائد اچھے قول اچھے افعال سے کہ یہ تبلیغ کے سلسلہ میں عوام کی طرف سے آپ کو تکلیف پہنچے تو اس سے رنج نہ کریں اس میں تسلی ہے اور اے سننے والے اگر تجھے کبھی شیطان کا وسوسہ برے ارادے ظاہر ہوں تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ لے اس طرف متوجہ ہو اور یوں کہے **اعوذ باللہ** پڑھ رب تعالیٰ تیرے ارادہ کو جانتا ہے تیری نیت تیرے ارادہ کو جانتا ہے خیال رہے کہ اس آیت کی تفسیر منسوخ ہونے کی نہیں بلکہ آپ کی بندگی پاک ہے فرماتے ہیں کہ جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو جو تم پر ظلم کرے تم اس سے معاف کرو اپنے محرموں کو ایسی معافیاں دیں جس کی مثال دنیا میں نہیں ملے گی فتح مکہ کے روز قریش خصوصاً بنو امیہ کے معافیاں نظر سے اس اصل اور اخلاقی تعلیم کو ان کے عقل سے دور ہیں بلکہ اس پر دوام کی یاد تازہ فرمادی ؎

یہ دربار محمد سے پھرا کوئی نہیں جاتا یہاں سے ہاتھ خالی میرے گھر بھی بھر کے رہتے

فائدے اس دونوں آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ حقوق اللہ معاف کرنے میں ایک وہ حق ہے جس میں معاف چشم پوشی درگزر کرنی درست ہے جیسے اپنے حقوق خصوصاً ذاتی معاملات اس میں تین احوال میں معاف کرنے سے متعلق ہے فرمایا ہے **خذ العفو** اس سے متعلق ہے فرمایا ہے **ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک** اور فرمایا ہے **وجادلھم بالتی ھی احسن** ان کی تبلیغ نوش خلقی سے ہے دوسرے وہ حق ہیں جس کسی قسم کی دنیوی معاملہ سے ان کا تعلق ہو گا اس کے متعلق فرمایا **وامر بالمعروف** جیسے چوروں ڈاکوؤں کو سزا دینا مرتدین قاتلین کو قصاص میں قتل کرنا ظالم سے مظلوم کا بدلہ دلانا کہ یہ سب دنیوی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ بعض ایسے (تفسیر کبیر) رب فرماتا ہے **یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم** اور فرمایا ہے **اشداء**

www.alahazratnetwork.org

علی الکفار رحماء بینھم دوسرا فائدہ معافی اور درگذر سے عزت بڑھتی ہے مجرم خود شرمندہ ہوتا ہے بلکہ آئندہ کے لئے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے بدوں کا ظرف بھی بڑا ہوتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا کہ **اخرجنی من السجن** رب نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا کہ مجھے جیل سے نکالا وہاں سے نجات دی مگر کنوئیں سے نکلنا ذکر کیا کیونکہ بھائی سامنے کھڑے تھے وہ شرمندہ ہوتے۔ ابو سفیان ہندہ وغیرہم کے مسلمان ہو جانے پر حضور انور نے بھی ان کے گذشتہ قصوروں ظلموں کا ذکر نہ فرمایا بلکہ مکہ کے ایمان لانے پر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ کوئی مکہ کے سامنے ان کے باپ ابو جہل و برادر کے یہ ہیں ہی کی طرف نہ دیکھے اور ان کے احترام کرے کہ اپنے مجرموں کو سر اونچا کیا اسیں شرمندہ بھی نہیں کرتے۔

ندامت ساتھ لے رحمت سے حاصل حلا سنا ہے شرمساروں کو وہ شرمایا نہیں کرتے

دعا اے یوسف علیہ السلام کے رب اے محمد رسول اللہ کے رب تیرے ان بندوں نے تیرے مجرموں نے ایسے ایسے جرائم کئے ہیں تو ان کا رب ہے **ارحم الراحمین** ہے ہم مجرم ہیں انہیں محبوبوں کا صدقہ ہم کو معافی دے دے بخشش میں ہم کو ہمارے محمدی ہونے کی رعایت رکھ جس لائق ہم تھے وہ ہم نے کیا جو تیری شان رحمت کے لائق ہے وہ تو معاملہ ہم سے کر معافی تو دے دے ہمیں وہ دے جس کو ہم لائق ہم کو وہ دے جو تیری شان کریمی کے لائق ہے ہم کو سرمدی معافی دے۔ تمام انبیاء اپنے قصور کا اقرار کرتے ہیں رحمت سے ان کی دعا قبول ہوئی۔ **تیسرا فائدہ** ہم بڑے خوش نصیب ہیں ہمارے رب ہمارے نبی ہمارے ہمارا ہی وظیفہ رحیم ہے

یا رب تو کریم و رسول تو کریما صد شکر کہ ہستیم میاں دو کریم

دیکھیں رب تعالیٰ ہماری سفارش پیارے حبیب سے فرما رہا ہے کہ **عنا لعفو** سے پیارے ان گنہگاروں کو معاف کر دے آخرت میں انشاء اللہ حضور ہماری شفاعت کریں گے کہ اے مولیٰ ان گنہگاروں کو معاف فرما دے اور ظاہر ہے کہ حضور انور رب کی مانتے ہیں اور رب حضور کی مانتا ہے تو رہے **کلا سوف یعطیک ربک فترضی** اس سے ہم گنہگاروں کو امید ہے کہ انشاء اللہ دونوں طرف معاملہ ہوگا۔ **چوتھا فائدہ** مطلب یہ ہے کہ حضور انور کو حکم ہو رہا ہے کہ تم اپنے حقوق کی معافی دیدو یا معاف کرو۔ اشارہ یہ ہے کہ ہم اپنے حقوق معاف کریں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رب تعالیٰ حضور کو معافی کا حکم دے اور خود معاف نہ کرے وہ تو فرماتا ہے **لم تقولون مالا تفعلون** پانچواں فائدہ: تبلیغ دینی یعنی اچھائیوں کا حکم دینا بھی بہترین عبادت ہے دیکھو رب نے ہم کو تو نماز روزہ وغیرہ کا تاکیدی حکم دیا مگر اپنے محبوب علیہ السلام کو تبلیغ کا تاکیدی حکم فرمایا **وامر بالعرف** لفظ تاکید پر دھیان رکھو حضور نے تبلیغ پہلے کی ہے نمازیں بعد میں معراج کے بعد پڑھی ہیں۔ یعنی **یاایھا المدثر قم فانذر** پہلے **اتوی** ہے اور نماز معراج کی رات یعنی تین سال کے بعد فرض ہوئی دوسری عبادت پہلے ہے تبلیغ امت رسول کے لئے رحم سے متعدی اچھا جاہد اپنی کمی پچاتا ہے مبلغ عالم امت رسول کو پار لگاتا ہے۔ **چھٹا فائدہ** جاہل سخت رہاں سخت گیر آدمی سے تبلیغ کا علم نہیں ہوتا۔ تبلیغ میں خوش خلقی نرمی ضروری ہے یہ فائدہ **اعرض عن الجاھلین** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے تبلیغ کا ذکر عفو اور اعراض کے درمیان کیا۔ **ساتواں فائدہ**: تبلیغ میں رکاوٹ ڈالنے والا مبلغ پر

www.alahazratnetwork.org

سختی کرنے والا اگر عالم بھی ہو تو مقرر مقابل سے یہ فائدہ حاصل نہ جاہیں فرمانے سے حاصل ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جاہل سے تو دشمنی پھیر لو اور مخالف عالم سے گلے پڑ جاؤ یہ حکم عمل سے متعلق ہے۔ **آٹھواں فائدہ**: برے وسوسے رد کرنے کی حالت میں **اعوذ باللہ** پڑھنی چاہیے یہ رفع شیطان اور دفع نقصان کے مانع کے لئے مفید ہے۔

عمل: جس شخص کو وسوسوں کی زیادتی ہو جایا کرے یا نماز میں ہوں نہ شتابی وہ رانہ جلد نماز پڑھو نماز مغرب یا عشاء کے وقت بائیں طرف تخلائے اور درود شریف پڑھے انشاء اللہ فائدہ ہوگا مجرب ہے۔ **نواں فائدہ**: اعوذ باللہ پڑھتے میں حضور قلبی چاہیے دل سے انسان یہ سمجھے کہ میں اپنے خالق کو پناہ میں دے رہا ہوں یہ فائدہ سمیع علیم فرمانے سے حاصل ہوا۔ سمع کا تعلق ہمارے الفاظ سے ہے علم کا تعلق نیات سے۔ **دسواں فائدہ**: اگر تبلیغ کے موقعہ پر لوگ گالی دیتے ہوں ہم کو اس پر غصہ آوے تو ہم **اعوذ باللہ** پڑھ لیا کریں یہ فائدہ بھی **واما ینزغنک** سے حاصل ہوا کہ رب نے تبلیغ سے منع اس لئے فرمایا یہ ہی سمجھانے کے لئے۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور طبیعت سخت تھی آپ لوگوں سے لڑتے جھگڑتے بھی تھے اور تبلیغ بھی نہیں کرتے تھے اگر پہلے سے آپ کی عادت ایسی ہوتی تو رب تعالیٰ آپ کو ان چیزوں کا حکم یوں نہ دیتا حکم اس کو دیا جاتا ہے جو پہلے سے مائل نہ ہو (ریاض)۔ **جواب**: اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے محبوب تم اس مقام پر قائم رہو رب فرماتا ہے **یاایھا النبی اتق اللہ** اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور اس آیت سے پہلے متقی و طہارت موصوف نہ تھے۔ فسق و فجور سے مثل رکھتے تھے نعوذ باللہ ہم اعتراض ہیں۔ **اھدنا الصراط المستقیم** کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم گمراہ ہیں ہم کو ہدایت دے مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم کو ہدایت پر قائم رکھ۔ حضور انور پر پین شریف بلکہ پیدائشی سمع پر بھی تبلیغ حضور سے پیدا ہوتے ہی کی۔

بھائیوں سے ترے پستاں پیے کی نسبت پہ ہوں سلام

غار عرب پیپی شریف سے آپ وصدق اوحد امین کے لقب دیتے تھے مگر قرآن کے بعد آپ نے قوی تبلیغ شروع فرمائی بلکہ حضور انور پر قرآن سے پہلے آسمانی علوم تھے اعتکاف کی حالت میں پہلی آیت نازل ہوئی۔ دوسرا اعتراض یہ فرمایا کہ حاملوں نے روایات یا حضور کو حاملوں سے مراد ہیں یہ جواب۔ حفظ و عام اعتبار سے وہ طرے حافظ سے عام ہے عمل کے لحاظ سے حامل لہذا **الحاملین** دونوں کو شامل ہے۔ **تیسرا اعتراض**: بعد مفسرین سے پہلی آیت کے اگلے جز **غنا لعمو** اور آدمی کو عرض عمل کا یقین ان دونوں جزوں کو آیت محکمہ سے منسوخ بتلاتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ بات بھی نہ کہیں نہ کہیں منسوخ نہ کا ہونا ضروری ہے ایک اخلاقی احکام منسوخ نہیں ہو سکتی ہے ان میں اور حاملوں سے لڑتے پھریں دیکھو تفسیر کبیر۔ **جواب**: معنی دو طرح کی ہوتی ہے دنیا کی جب کہ ہم ظالم سے بدلہ نہ لیں اور اخلاق کی۔ مدینہ لیے تیار ہوں نرم و مہربانی سے رہیں دیکھو اس معنی منسوخ ہے۔ رب معنی فرماتا ہے **فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ** یوں ان حاملوں سے درگزر کرنا دو قسم کا ہے مجبوری کی بنا پر اور اخلاقی وجہ سے پہلا

www.alahazratnetwork.org

اعراض اور چشم پوشی منسوخ ہے دوسرا قائم ۔ مفسرین کے نزدیک یہاں دوسرا مجبوری کی معافی ہے کسی بااعراض مراد ہے لہذا دونوں منسوخ ہیں حضور انور نے ابو سفیان وغیرہم کو معافی دی مگر کب جب ان کا دل نرم ہو گیا اور وہ مومن بن گئے یہ بھی اخلاق اور کرم کی معافی اس کی تعریف ہے جو کسی کی معافی کمزوری ہے۔ خیال رہے کہ ظلم اور دینی نقص کو معافی دینا معافی نہیں بلکہ لاقانونی ہے جس سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے۔

کوئی بیداں کردن چنان است کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

حضور انور نے ابو سفیان وغیرہم کو معافی دے دی کہ وہ لوگ حضور کے مجرم تھے مگر عائلہ مخزومیہ جن سے چوری سرزد ہو گئی تھی انہیں معافی نہ دی ہاتھ کٹوا دیا۔ معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں پر ناراض ہوئے کہ یہ قانون کا جرم تھا رضی اللہ عنہم اجمعین **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ جب تم کو شیطان کا اثر پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگو دوسری جگہ ارشاد ہے کہ **اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ** سے قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ تلاوت قرآن کا وقت تو رحمت نازل ہونے کا وقت ہے۔ **جواب**: تلاوت کرتے وقت شیطان وہاں بہکانے کا وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس وقت اعوذ پڑھنا چاہئے جیسے اذان میں **حی علی الصلوۃ** سن کر لاحول پڑھتے ہیں کہ اس وقت شیطان کے داخل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے **پانچواں اعتراض**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ پناہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی لینی چاہئے نبی ولی کی پناہ لینا شرک اور اس کی آیت کے خلاف ہے۔ دیکھو فرمایا **فاستعذ باللہ**۔ **جواب**: نبی ولی کی پناہ رب تعالیٰ ہی کی پناہ ہے انہیں رب عالم کی پناہ بنا کر بھیجا ہے دیکھو بارش میں چھت کی اور دھوپ میں گھنے درخت کی پناہ بنائیں ہی بیماری میں طبیب کی اور کوئی ظلم کرے تو حاکم کی پناہ بنانا رب ہی کی پناہ ہے مولانا جامی عرض کرتے ہیں:

یا رسول اللہ بدگاہت پناہ آور دہ ام! ۔ ایچو کا ہے آدم کو ہے گناہ آور دہ ام

تفسیر صوفیانہ: غصہ چند قسم کا ہے اللہ کے لئے غصہ جیسے مجاہد کو میدان جہاد میں کفار پر غصہ آتا ہے اپنی ذات کے لئے غصہ۔ نفس کے لئے غصہ مال کے لئے غصہ وغیرہ جو غصہ اللہ کے لئے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی نعمت ہے جو جاری رہنا ثواب ہے جو غصہ نفسانی یا شیطانی ہے وہ شیطان کی طرف سے ہے اسے دفع کرنا معافی دینا ثواب ہے یہاں آخری قسم کے غصہ کا ذکر ہے صوفیاء کے نزدیک مومنین کی بیسویں شے معروف یہ عرف کہتے ہیں وہ اولیاء ہے مگر عارفین کی تیسری یا دوسری رضائے رب تعالیٰ اور اس سے حبیب ملانے سے راضی ہوں تو وہ آسمان میں رہنمائی بن جاتا ہے حضرت صدیق اکبر ثور میں اپنے دو ساتھی سے کہ ثانی اثنین حضرت علی کا بستر میں حضور کی جگہ پر سونا قصداً فرمانا تعالیٰ تھی جو ہم کو اللہ رسول سے روکے وہ حائل ہے۔ اللہ رسول کو نہیں جانتا عالم وہ ہے جو یار شناسی ہو اپنے جاہلوں سے منہ پھیر لو اگر چہ وہ عالموں سے ہاں میں ہوں جو علم رب سے حجاب ہے وہ جہالت ہے اپنے علم کے متعلق مولانا فرماتے ہیں:

صد کتاب و صد ورق در نار کن! دوئے دل را جانب دلدار کن

اگر دل غلط میں شیطان دل مارنے کی کوشش کرے تو تو اسوسی اللہ سے اللہ کی طرف بھاگ کہ رب تیری پناہ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

طلب و رجوع کا حال ہوتا ہے **فمروالی اللہ** شیطان کا وسوسہ آتے ہی اللہ کی یاد میں لگ جاؤ شیطان سے پناہ مانگو شیطان کو دھتکارو شیطان سے بچنے کی یہی تدبیر ہے شیطان کے پیچھے نہ پڑو نہ اس کی پیروی کرو نہ اس سے دوستی کرو نہ اس کی باتیں سنو نہ اس کی طرف توجہ کرو نہ اس سے ڈرو نہ اس کی پرواہ کرو نہ اس سے مدد مانگو نہ اس کو مدد دو نہ اس کی عبادت کرو نہ اس کی اطاعت کرو نہ اس کی فرمانبرداری کرو نہ اس کی دعوت قبول کرو نہ اس کی دعوت دو نہ اس کی تعریف کرو نہ اس کی مذمت کرو نہ اس کی محبت کرو نہ اس کی دشمنی کرو نہ اس کی دوستی کرو نہ اس کی مخالفت کرو نہ اس کی موافقت کرو نہ اس کی پیروی کرو نہ اس کی مخالفت کرو نہ اس کی اطاعت کرو نہ اس کی نافرمانی کرو نہ اس کی عبادت کرو نہ اس کی پرستش کرو نہ اس کی بندگی کرو نہ اس کی غلامی کرو نہ اس کی خدمت کرو نہ اس کی مدد کرو نہ اس کی مدد مانگو نہ اس کی پناہ مانگو نہ اس کی پناہ دو نہ اس کی حفاظت کرو نہ اس کی حفاظت مانگو نہ اس کی حفاظت دو نہ اس کی نگہبانی کرو نہ اس کی نگہبانی مانگو نہ اس کی نگہبانی دو نہ اس کی رکھوالی کرو نہ اس کی رکھوالی مانگو نہ اس کی رکھوالی دو نہ اس کی چوکیداری کرو نہ اس کی چوکیداری مانگو نہ اس کی چوکیداری دو نہ اس کی پاسبانی کرو نہ اس کی پاسبانی مانگو نہ اس کی پاسبانی دو نہ اس کی حفاظت کرو نہ اس کی حفاظت مانگو نہ اس کی حفاظت دو نہ اس کی نگہبانی کرو نہ اس کی نگہبانی مانگو نہ اس کی نگہبانی دو نہ اس کی رکھوالی کرو نہ اس کی رکھوالی مانگو نہ اس کی رکھوالی دو نہ اس کی چوکیداری کرو نہ اس کی چوکیداری مانگو نہ اس کی چوکیداری دو نہ اس کی پاسبانی کرو نہ اس کی پاسبانی مانگو نہ اس کی پاسبانی دو **بل احیاء ولکن لا تشعرون** مولیٰ علیہ السلام نے اس آیت سے ثابت کیا کہ شیطان سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اس لئے شیطان سے ڈرنا چاہیے اس آیت سے ثابت کیا کہ شیطان سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اس لئے شیطان سے ڈرنا چاہیے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم

بے شک وہ لوگ جو پرہیزگار ہوئے جب انہیں کوئی خیال شیطان کی طرف سے آتا ہے وہ خدا کو یاد کرتے ہیں پس

مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾

جبکہ وہ دیکھنے والے ہو جاتے ہیں اور ان کے بھائی کھینچتے ہیں گمراہی میں پھر کمی نہیں کرتے

تفسیر اس آیت سے ثابت ہوا کہ شیطان کے وسوسے سے پہلا تعلق پہلی آیت میں شیطان سے محفوظ رہنے کا حکم دیا گیا دوسرا تعلق پہلی آیت میں شیطان سے **اعوذباللہ** کہنے کا حکم دیا گیا تیسرا تعلق پہلی آیت میں

تفسیر **ان الذین اتقوا** اللہ کے مقبول بندوں کے کفار و مشرکین سنکر تھے اس لئے اسے **ان** سے شروع فرمایا **الذین** سے مراد **اتقوا** سے مراد **طائف** سے مراد **تذکروا** سے مراد **ھدی للمتقین** کی تفسیر

www.alahazratnetwork.org

جو لوگ کہ بچتے ہیں فسق و فجور سے ان کی صفت ہے **اذا مسھم طائف من الشیطان** یہاں **اذا** معنی شرط ہے یا جب کبھی ہے **مس** اور **مس** دونوں کے معنی قریب قریب ہی ہیں فرق اتنا ہے کہ چھونے کو **مس** کہتے ہیں اور سخت چھونے کو **مس** معنی لپٹنا یا ٹھیس لگنا عام ہے قرآت میں **طائف** ہے مگر اس لئے کہ **طیف** سالی کی قرات میں **طیف** سے سو **طائف** سے دونوں معنی ایک ہی ہیں تفسیر کبیر) اس شیطان سے معنی تاحال گھومتا پھرتا ہوا شیطان یہاں مراد ہے جو ہر وقت یہ بھی آنے جانے والی چیز ہے وسوسہ دل میں ڈالتا ہے اس سے اسے طائف یا خطرہ کہتے ہیں **من الشیطان** صفت ہے طائف کی شیطان سے مراد قرین شیطان ہے جن سے بھی انسان شیطان کی طرف سے وسوسہ ڈالا جاتا ہے **تذکروا فاذا ھم مبصرون** یہ ان دو سے **تذکر** سے بہت معنی ہیں بیدار ہو جانا نصیحت حاصل کرنا ہوشیار ہو جانا اس سے مراد ہے ان کی ابتدائی حالت خواہش نفسانی سے روکنے سے **فاذا** یہاں **اذا** مفاجاتیہ ہے معنی اچانک **مبصرون** بصارت سے یا بصیرت سے ان دونوں میں فرق ہم بار بار لکھ چکے ہیں یعنی متقی لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کبھی شیطانی وسوسہ پاتے ہیں تو اچانک ہوشیار ہو جاتے ہیں جاگ جاتے ہیں اور ان وسوسوں کی تاریکی حل جاتی ہے اور وہ توبہ کرتے ہیں ان وسوسوں سے بچ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ صفت نصیب کرے **واخوانھم یمدونھم فی الغی** یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے جس میں غیر متقی یعنی بداعمال فساق کا حال بیان فرمایا گیا ہے تاکہ مومنین ان عیب سے بچیں **اخوانھم** میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ **اخوان** سے مراد بداعمال فساق **ھم** سے مراد ہے کفار و فساق **یمدون** سے مراد ہے ان لوگوں کا ان کو اور بھی زیادہ گمراہ رکھنا یعنی شیاطین ان کی طاعت کیے رہتے ہیں اور بھی متکبر ہو جاتے ہیں یا ان فساق و کفار کے شیاطین بھائی انہیں اور بھی زیادہ گمراہی میں گھسیٹتے ہیں کہ پہلے ان سے معصوم کہلاتے ہیں پھر بڑے گناہ پھر انہیں بدعقیدہ بنا دیتے ہیں **ثم لا یقصرون** یہ عبارت معطوف ہے **یمدونھم** اور **اخوانھم** پر قصور بمعنی قصر سے معنی روکنا باز رکھنا قصر کہتے ہیں کہ اس میں نماز کم ہو جاتی ہے یہاں معنی مراد نہیں فسق شیاطین گمراہ انسانوں کو صرف ایک بار بہکا کر خاموش نہیں رہتے بلکہ گمراہ رکھنے میں کوئی کمی نہیں کرتے جہاں تک ان کا بس چلتا ہے گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر یہ متقی لوگ ہیں کہ جب کبھی ان کو کوئی برا خیال شیطان کی طرف سے آتا ہے تو اس وقت ان کو خدا کا خوف یاد آ جاتا ہے اور اس خیال کو دفع کر دیتے ہیں اور شیطان کا خیال بھی پیدا ہوتے ہی ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور شیطان کا وسوسہ چھوڑ دیتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور گناہ اور سبب گناہ میں غور کرنے اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں بلکہ گناہ کا خمیازہ اور نتیجہ بھی سامنے آ جاتا ہے اور اس سے توبہ کر لیتے ہیں وہ شیطان سے رحمت خدا میں جا پہنچتے ہیں اس کے بعد تو شیطان کا خطرہ ہی نہیں آتا سو سب نعمتیں میسر ہو جاتی ہیں رہے وہ کافر و فاسق جو شیطان کے بھائی برادر ہیں شیطان انہیں ہر طرف سے گناہوں میں کھینچے گھسیٹے پھرتے ہیں پھر وہ گمراہ کرنے سے بھلا کب باز آ سکتے ہیں آپ سے آپ بڑھتے جاتے ہیں۔

مسائل ہدایت یہاں تفسیر بیرے سے مسائل ہدایت ہے اس آیت نے واضح کیا ہے اگر کوئی شخص تیرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے شیطان تیرے دل میں غصہ پیدا کرے تجھے غصہ دلائے تو اس سے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ نہ ہو بلکہ ایک یہ اس سے یہ کلام

www.alahazratnetwork.org

بہت ہی برا کیا (2) میں اس سے قوی تر ہوں اسے مٹا دے سکتا ہوں (3) وہ مجھ سے کمزور ہے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ خیالات طائفہ شیطانی اور آپ دشمن دین کی کاپیش خیمہ ہیں۔

ان کاملان جنہیں تذکر اور بصیرت چند خیالات ہیں (1) اس نے جو کچھ برائی کی وہ مقدرت نہیں سے ہے میرے مقدر میں آج یہ تکلیف لکھی تھی یہ فحص اس کا مظہر ہے۔

از خداواں خلاف دشمن و دوست　　کہ دل ہر دو در تصرف اوست

گرچہ تیرا از کماں ہمی گزرد　　از کماں دار بیند اہل خرد

(2) اگر میں اس سے زیادہ قوت والا ہوں تو میرا رب مجھ سے زیادہ قدرت والا ہے وہ مجھے سزا دے سکتا ہے (3) اگر وہ شخص میرے آگے مجبور ہے میرا کچھ نہیں کر سکتا تو میں رب کے حضور مجبور ہوں (4) ہو سکتا ہے کہ آج میں قادر ہوں وہ مجبور کل وہ قادر ہو جائے میں مجبور پھر وہ مجھ سے بدلہ لے تو میں کیا کروں گا (5) اگر میں نے اس سے بدلہ لیا تو وہ کلام یا تو جو کو در گذر بھی کر دیتے ہیں اور اگر میں نے اسے معاف کر دیا تو وہ کام کیا جو اللہ کے نبی دوں کرتے ہیں دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام اور حضور نبی مصطفی ﷺ کی معافیاں انشاء اللہ ان خیالات کے آتے ہی تمام جوش ختم ہو جائے گا اور وہ شخص تمام احسان ہو جائے گا یہ تذکر اور بصیرت (تفسیر کبیر)

فائدے اس آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ برے خیالات اور وسوسوں سے کوں محفوظ ہیں یہ تو آتے ہی رہیں گے یہ فائدہ **اتقوا** اور **مسھم** سے حاصل ہوا کہ متقی لوگوں کو شیطانی وسوسے پہنچتے ہیں رکھیں ان آیات میں کہ وسوسے کمال ایماں کی دلیل ہیں چور بھرے گھر میں جاتا ہے شیطان بھرے دل میں جاتا ہے جو ایمان و عرفان سے بھرا ہو۔ **دوسرا فائدہ** جیسے ہر رحمانی باری کی دو اللہ نے پیدا فرمائی ہے ایسے ہی ہر روحانی بیماری شیطان اللہ پیدا فرماتے ہیں کہ اللہ کا ملاح تو حقوق کا ملاح کفارہ۔ یوں ہی وسوسوں کا ملاں تذکر اور بصیرت ہے جس کا یہاں ذکر ہے **تیسرا فائدہ** انسان کو چاہیے کہ گناہ سے توبہ بہت جلد کرے یوں ہی حقوق کا کفارہ جلد دے وسوسہ کو جلد رد کرے یہ فائدہ **فاذا** کی ف و **اذا** مفاجات سے حاصل ہوا کہ ارشاد ہوا **فاذاھم مبصرون** رب نے اسے متقیوں کی علامت قرار دیا۔ **چوتھا فائدہ** معلوم ہوا وسوسہ کا ملاح بھی شریف ہے بڑے وسوسہ کا ملاح صرف دعا میں نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہمت اور کوشش کی مخالفت بھی چاہیے کیونکہ رب تعالیٰ نے رجوع کے ساتھ فرمایا **فاستعذ باللہ** اور طائف من الشیطان سے جدا فرمایا **تذکروا** اور **مبصرون** **پانچواں فائدہ** وسوسہ کو قرار نہیں ہوتا یہ دلوں پر بجلی کی طرح آتے جاتے ہیں جیسا کہ تجربہ ہے کہ ہر ساعت یا وسوسہ آتا ہے یا ملاح شیطان کو قرار ہے نہ اس کے وسوسوں کو یہ رحمانی الہام سے قرار ہے یہ فائدہ طائف فرمانے سے حاصل ہوا جیسا کہ اصل عبارت میں عرض کیا گیا۔ **چھٹا فائدہ** مگر اوانسان شیطان کے عقائد میں وہ صورتاً اصل میں یہ ہیں شیطان یہ فائدہ **اخوانھم** فرمانے سے حاصل ہوا یہ لوگ شیطان کی ہم جنس ہیں۔ **ساتواں فائدہ** طیف اور اس کی مثل شیطانی وسوسوں کی تعبیروں میں عرض کرتے ہیں یہ فائدہ **یمدونھم فی الغی** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ** جس کی ملاحت توبہ استغفار کی ندامت نصیب ہو جائے وہ اس عبادت سے افضل ہے جس سے غرور و تکبر پیدا ہو جائے حضرت آدم علیہ السلام کا ندامت فرمانا

www.alahazratnetwork.org

ابلیس کی عبادت سے افضل ہے یہ فائدہ تذکرہ اور **فاذاھم مبصرون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض اس آیت میں شیطانی وسوسوں کے دو علاج ارشاد ہوئے **تذکر** اور بصیرت مگر تذکر کو ماضی سے اور بصیرت کو جملہ اسمیہ سے اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ **جواب** تذکر ابتدا ہے اور بصیرت انتہا بتذکر آئی ہوتی ہے۔ متقی یعنی وہ حضرات وسوسہ سے وقت وہ غور کرتے ہیں پھر فکر میں مشغول رہتے ہیں اس کے قریب نہیں جاتے ماضی میں عادت ہونے کی وجہ ہمیشہ میں دوام۔ **دوسرا اعتراض** انسان کی اس کا بھائی یا باپ اخوان نہ ہو سکا کہ یہ رشتے خصوصیت چاہتے ہیں جیسے جانور اور انسان میں رشتے نہیں ہوتے یہ ہی حیوانیت میں نہیں ہو سکتے پھر کفار فساق کو شیاطین کا بھائی کیوں کہا گیا دوسری جگہ فرمایا ہے **ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین** یہ آیت واقعہ کے خلاف ہے۔ **جواب** یہاں اخوان سے مراد نسبی یا اصل بھائی نہیں ہیں بلکہ ان کے سے کام کرنے والے ان کی مثل مراد ہیں اہل عرب مثل کو بھائی کہہ دیتے ہیں علی وطلی سانی پیشہ سے جمل چارے تو مار سے ماں کہی بولے جاتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ جیسے انسان کی فطرت بعض علوم میں قوی نہیں ہوتی مگر وہ پیشہ میں پختہ ہو جاتے ہیں تو فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں ایسے ہی متقی کی فطرت شیطان وسوسوں جیسی خیالات کو قوی نہیں کرتی یہ چیزیں بھی وساوس و پیش آجاویں تو رب کی طرف سے مدد اور بصیرت کے ذریعہ ان کو نکال دیا جاتا ہے پہلی آیت میں اسی کا ذکر تھا یہاں تقوی سے خالی ہے وہ شیطان کا بھائی ہے اس لیے ان کی اور شیطان کی فطرت یکساں ہے یعنی سرکشی ان کے دونوں میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ جیسے یہ سرکش انسان شیطان کا ہم جنس ہے ایسے ہی مومن متقی فرشتوں کا۔ وہ ہے کہ ان کی اور فرشتوں کی فطرت یکساں ہے یہ حضرات شرمسار ملک سیرت ہوتے ہیں دیکھو حضور انور نے عدی کے متعلق فرمایا کہ **ھالک یطلع قرن الشیطان** یہ شیطان کا سینگ نکلے گا ان انسانوں کو شیطان کا سینگ فرمایا کیوں چوپایہ جانور کے تمام اعضاء میں سینگ بہت سخت ہوتا ہے کوئی بھی شیطان سے سخت تر نہیں شیطان تو فتنہ والوں کے متعلق کہہ چکا **لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین** میں تیرے سارے بندوں کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے خالص بندوں کے فتنہ والوں سے شیطان بالکل مایوس ہو چکا ہے اس سے بچنے پر زور دیتے ہیں معلوم ہوا کہ شیطان سے سخت میں [illegible] سینگ [illegible] سے سینگ پر [illegible] شیطان کی [illegible] اشیاء میں [illegible] اور پیچھے سے [illegible] **وامدادھم یمدونھم فی الغی** یہ ہے شیطان کی مدد شیطان لوگوں کی خصوصاً [illegible] سے سینگ [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] سے پہلے کو عمل کرتے پھر قبیح کام کو چھوڑتے ہیں شیطان اس سے ہو جاتا پہلے وہ [illegible] عمل ہو گا اب پھر **ثم لا یقصرون** یہ دونوں آیتیں یہاں طبعیں کی رسائی کو شیطان ان سے دور کرتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ تکلیف کو مرد ساوس کی طرف سے سمجھتا شیطانی ہے کہ ان سے بچنا متقی سے اور ہر دو تکلف کو رب تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اس فاطن سے اور رحمت فاذا ھم سے **واذا مسھم طائف من الشیطان** یہ ہے مرض اور تذکر **واذا ھم مبصرون** یہ ہے علاج۔ شعر۔

www.alahazratnetwork.org

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ مِنْ

اور جب نہیں لاتے آپ ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کیوں نہیں گڑھ لیتے آپ اسے (اپنی طرف سے) فرما دیجئے میں تو پیروی کرتا ہوں صرف اس کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف

رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۰۳

میرے رب کی (طرف) سے (یہ قرآن) بصیرتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے یہ ربط ہے کہ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں شیطان کا تھا۔ شیاطین سے فرمانبردار انسانوں سے مراد لے سکتے ہیں تو ان کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے اب اس آیت میں شیطانوں سے مراد لے کر یہ ربط حاصل ہوگیا۔ فرمایا جارہا ہے کہ یہ قصہ وغیرہ جو آپ نے پڑھا ہے اس کی کوئی اصل نہیں یہ سب گڑھا ہوا ہے۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں شیطان سے دور رہنے کا حکم تھا۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ شیطانی چکر میں پھنس جانے والے مکہ صاحب قرآن سے بھی ہدایت نہیں لیتا۔ یہ ہے تیسرا **تعلق**۔ پچھلی آیت میں شیطان اور شیطانی حرکت کا ذکر تھا اب قرآن اور قرآن والے کے عیب اور قرآن مجید کے خوبیوں اور برکات کا تذکرہ ہے گویا پہلی سے تعلق ضد کا ہے۔ **ھدا بصائر**

تفسیر **واذا لم تاتھم بایۃ**۔ معجزات کے تقاضا کا دوسرا جواب دیا ہے اور کوئی طرف لے سے ہے معنی جب بھی **لم تات** میں خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت سے مراد یا تو قرآن مجید کی آیت ہے یا عام معجزات جیسے ہمارے مسلمانوں کے معجزات ہیں یا مردوں کو زندہ کرنا آپ کی نبوت کی گواہی دے سکتے ہیں یا کلمہ کلمہ سے پہلے ہوسکتے ہیں یا کلمہ طیبہ کی برکت کی دوسری جگہ پہنچ جانا اس سے مراد قابل قائمت نہیں بلکہ مطلقہ میں مقید کرنا ہے یہاں بھی یاد رہے کہ یہ معجزات میں بھی ہوں آیت یا کچھ اور ہے سے مراد وہ معجزات ہیں جو آپ کی آیت ظاہر ہوتے ہیں جب آپ کفار کے مسائل معجزات میں مانگتے آیت سے مراد ہر قسم کے معجزات کو شامل ہے۔ **قالوا لولا اجتبیتھا**۔ اس میں اب **لولا** معنی **ھلا** کے ہیں یہاں اجتباء کے بہت معنی ہیں۔ سارے ہی معنی کسی نہ کسی لحاظ سے حوص کو چنے ہوئے ہیں۔ یہاں اجتباء کرنا گھڑنا بنانا (روح المعانی) یہاں آیت سے مراد قرآنی آیت ہے تو اجتباء کے معنی گھڑنا اور بنانا ہے اور آیت سے مراد ان سے معجزات ہیں تو اجتباء کے معنی یہ ہیں کہ آپ خود آیت قرآن گھڑ لیں جیسے اور آیات گھڑتے

www.alahazratnetwork.org

رہتے ہیں اور بلاشبہ وہ آپ کا معجزہ ہے اسی لئے کفار نے جب کبھی آپ سے کوئی معجزہ طلب کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہم مقصود الہٰی ہیں ہمارے قبضہ میں معجزات کی کنجیاں نہیں ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ہمیں وحی فرمائے اسے تمہارے سامنے بیان کر دیں۔ **قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی** یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات سے مراد صرف وہ آیات نہیں جو حضور پر نازل ہوئیں بلکہ وحی الٰہی کی پیروی میں حضور نے جو کچھ فرمایا وہ سب قرآن ہے میں قرآنی آیت کے معنی بیان کرتا ہوں اور اس آیت سے مراد معجزہ لیتا ہوں اس فرمان عالی سے وہ حضرات سبق حاصل کریں جو یہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جو خود ارشاد فرمایا ہے میں وہ نہیں مانتا کیونکہ وہ میری عقل میں نہیں آتا۔ ارے بھائی تمہیں سمجھ نہیں ہوئی اس لئے تم رب کا انکار کر رہے ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ نے مجھے عقل بنایا ہے میں اس کے دیئے ہوئے اختیار سے سب کچھ کر سکتا ہوں مگر کرتا وہی ہوں جس سے مجھے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ مجھے دین میں عقل لڑانے کا اختیار نہیں دیا گیا۔ خیال رہے کہ **ما یوحی الی** میں قرآن حضور انور کے سنت، حضور انور کی خوابیں، حضور انور کے وہ فرمانے جو حالت بیداری میں ارشاد فرمایا سب شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ **یوحی الی** کا معنی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ **قل انی اخاف ان عصیت ربی** یہ جملہ بتا رہا ہے کہ نافرمانی کی روک بھی اس کی ربوبیت کا حضور کے دل پر پہرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح کی دوستانہ تربیت حضور کی فرماتا ہے ویسی کسی کی نہیں۔ وہ سارے عالم کا پالنہار ہے مگر حضور کی پرورش اور طرح پالتا ہے۔ دوست دوست کو اور طرح پالتا ہے کاروباری اور طرح موحدوں میں ایمان ہے اور طرح پالتا ہے عوام کو اور طرح خواص کو۔

اور طرح اس نے میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی ربوبیت کا ذکر فرمایا۔ **ربکم** میں **ربی** بمعنی حضور کی ربوبیت کا ذکر ہوا جیسے حضور انور سب مثل ہیں ایسے ہی حضور انور کی تربیت بے مثل ہے۔ **ھذا بصائر من ربکم** یہ فرمان عالی اللہ تعالیٰ کا اپنے اور نیا صفہ بی بی کلام سے سنوایا ہوا ہے **قل** کا مقصد کفار کے مطالبوں کی تردید ہے یہاں قرآن مجید کی تین صفتیں بیان ہوئیں پہلی صفت **بصائر من ربکم**۔ **بصائر** جمع ہے بصیرت کی۔ معنی دل کی روشنی قرآن مجید چونکہ دلوں کی روشنی کا سبب ہے اس لئے مبالغہ کے طور پر اسے بصائر فرمایا۔ قرآن کریم کو قلبی دولت بصیرت ہے جیسے قرآن مجید نور ہے ویسے ہی بصیرت ہے چونکہ قرآن مجید صدہا آیات اور مجموعہ سے اس لئے مضمون کی جمع لائی ورنہ واحد کی تمیز واحد ہی آتی ہے۔ پھر چونکہ قرآن میں بہت قسم کی روشنیاں قرآن مجید سے پیدا ہوتی ہیں یہ قرآن مجید کی آیتیں کا چراغ ہے اس لئے قرآن مجید کو بصائر یعنی روشنیاں فرمایا۔ ایمان کی روشنی، عرفان کی روشنی، خالق و مخلوق کو ظاہر فرمانے والی روشنی الغرض قرآن روشنیاں ہے جیسے سورج ہر عاقل و جاہل مومن و کافر کے لئے روشنی ہے ایسے قرآن مجید سارے انسانوں کے لئے روشنی ہے اس لئے یہاں **من ربکم** ارشاد ہوا۔ یہ تینوں صفتیں وہ تمام طرح ہے اس کی شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اپنے کسی بندے کو بے راہ و تاریک میں نہ رکھے اس لئے قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ اس نور سے سارے انسانوں کے دل روشن ہیں **وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون** اس فرمان میں قرآن مجید کی دوسری صفتوں کا بیان ہے جس سے صرف مومن فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عبارت بصائر میں معطوف ہے **ھدی** کی تفسیر کے پہلے پارے میں **ھدی للمتقین** کی تفسیر میں کر چکے ہیں یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ قرآن مجید عمل کی ہدایت صرف مومنوں کو دیتا ہے حضور کی سنت کی طرف ہدایت سارے انسانوں کو بخشتا ہے یہاں ہدایت

www.alahazratnetwork.org

اعمال مراد ہے یوں ہی گناہوں کی معافی کی رحمت، بخشش، جنت، دیدار الٰہی کی رحمت صرف مومنوں کے لئے ہے اور دنیوی عذاب الٰہی سے بچاؤ کی رحمت سارے لوگوں کے لئے یہاں پہلی ہدایت مراد ہے اس وجہ سے ارشاد ہوا **القوم یؤمنون** اس کی تحقیق **ھدی للمتقین** کی تفسیر میں ہو چکی وہاں مطالعہ کرو۔ خیال رہے کہ قرآن مجید کامل ہدایت کامل رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو مومن حقیقی اور ہمیشہ مرتے دم تک ایمان پر قائم رہیں اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہیں اس کوشش کو اطاعت خدا اور رسول یا خوف خدا عشق رسول کچھ بھی دیتے رہیں اس وجہ سے **للمومنین** ارشاد نہیں فرمایا بلکہ ایک دوسری عبارت **لقوم یومنون** ارشاد ہوئی غرضکہ اس مختصر سی عبارت میں بہت نکات ہیں۔

خلاصہ تفسیر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں ہم ان دونوں کا خلاصہ عرض کرتے ہیں (۱) جب چند روز کے لئے آیات قرآنیہ کا نزول بند ہو گیا اور آپ لوگوں کوئی آیت نہیں سناتے تو کفار طعنہ زنی کرتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے روز آپ آیات گھڑ گھڑ کر سنایا کرتے ہیں اب کیوں نہیں گھڑتے آپ چند روز سے خاموش ہو گئے ہیں آپ ان کے جواب میں تحمل فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں وحی الٰہی کا متبع ہوں جس آیت کی وحی ہوتی ہے وہ لوگوں کو سنا دیتا ہوں یا سمجھا دیتا ہوں یہ وقفہ جتنی آیات میں تم کو سنایا یا بتایا یہ سب تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے بڑے بڑے دلائل ہیں اور خاص مومنوں کے لئے ہر طرح کی ہدایت بھی ہیں اور اللہ کی رحمت بھی جس سے وہ اللہ کے انعام استحقاق جنت وغیرہ کے مستحق ہو جاتے ہیں (۲) اے محبوب مکہ والے کفار مکہ جو ہر وقت آپ سے معجزات مانگتے رہتے ہیں کہ ہمارے مردوں کو زندہ کرکے اپنی نبوت کی گواہی دلوا دو۔ مکہ کے پہاڑ سونے کے بنوا دو وغیرہ وغیرہ جب آپ ان کے یہ مطالبات پورے نہیں کرتے تو ہنستے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ اپنے رب سے دعا کرکے یہ معجزات لاتے کیوں نہیں آپ تو بقول آپ کے مقبول الدعا ہو رب آپ کی مانتا ہے فرما دو اے محبوب کہ میں تمہ کے فضل اس کی عطا سے یہ سب کچھ کر سکتا ہوں مگر نہ کروں ہوں دکھا دو ہی معجزہ ہوں جس کے دکھانے کی مجھے بذریعہ وحی جلی یا وحی خفی اجازت مل جاوے میرے رب کی طرف سے یہ تو تمہارے مطلوبہ معجزے میں نے تم کو دکھا دیئے یہ ہی تمام کو آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ مومنوں کے لئے ہدایت خاصہ بھی ہیں اور رب تعالیٰ کی رحمت بھی جو ان سے ہدایت لے رہے ہیں یہ دوہرا مرتبہ ہے دوہرا مرتبہ ہے ہدایت کے کہنے میں ہوتی وہ ہدایت کے سے ہوتی ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ مسلمان کو چاہئے کہ سائل کی حماقت کا خیال نہ کرے بلکہ بردباری سے دے کر یہ دعوت حق کا بہترین طریقہ ہے۔ دوسرا فائدہ ایک تندرست کی آنکھیں کھولنے کے لئے سو میں پچاس بیماروں کا ایک مکھی اڑا دیکھنے کو بھی نہیں بھاتی سکتا دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے مدتیں سے اب کفار سے مطالبہ کی گئی کئی چیزیں پورے طریقہ سے اپنے محبوب سے بیان فرما دیں۔ تیسرا فائدہ جس پیغمبر کے کمالات کا ظاہر طریقہ ہے یہ فائدہ **لولا اجتبیتھا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ کفار حضور سے مقبول الدعا ہونے کا طریقہ سے اظہار کرتے تھے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں کہ خدا میں نہیں [illegible]

www.alahazratnetwork.org

ناممکن ہے کہ حضور انور کسی چیز کو دل سے چاہیں اور رب نہ دے اس کی تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھو حضور انور نے صرف دس سے چاہا تھا کہ ہمارا قبلہ کعبہ بن جائے فوراً بنادیا گیا **فلنولینک قبلۃ ترضھا** یسیر افائدہ: حضور انور صرف قرآن کریم کے متبع نہیں بلکہ جو کچھ رب کی طرف سے وحی ہو اس سب کی اتباع فرماتے ہیں یہ فائدہ **اتبع ما یوحی الی** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا دیکھو سرکار دو عالم قرآن سے پہلے بھی وحی الٰہی کے متبع تھے راست گوئی پاک بازی دودھ اعتکاف صدقہ و خیرات امانت داری صدق مقال اکل حلال سب پر عامل تھے یہ ہے **اتبع ما یوحی الی** کی تفسیر عملی نمونہ۔ چوتھا فائدہ: حضور اور سوا وحی الٰہی کسی چیز اور کسی شخص کے متبع نہیں ہم نوح کھانے پینے میں ماں باپ کی رسم میں باپ کی علم میں استاذ کی اور بہت چیزوں میں اپنے عاقلوں کی اتباع کرتے ہیں حضور انور کل اس کی تمام اتباعوں سے پاک ہے یہ فائدہ **انما اتبع** سے حاصل ہوا یہ **انما** حصر کے لئے آتا ہے صیغہ وائی کی گود میں کبھی فن کاپیاں پنسل یہ چوسنا صیغہ سب چھوڑ کر صرف اتباع وحی الٰہی ساتواں فائدہ ہم دنیوی امور میں حضور انور کی اتباع دیکھ کر کرسکتے ہیں اور درست نہیں کرسکتے۔ دیکھو **اقیموا الصلوٰۃ** کی اتباع میں حضور انور نے پھر ہم نے حضور کا عمل حضور کی اتباع دیکھ کر اس آیت پر عمل کیا حضور کا عمل اس آیت کی زندہ جاوید حقانی تفسیر ہے اگر حضور کا عمل نہ ہوتا تو ہم اس آیت پر ہرگز عمل نہ کرسکتے یہ فائدہ بھی **انما اتبع** سے حاصل ہوا کہ وحی پر اتباع صرف حضور کریں گے۔ حضور کی اتباع یا حضور کو دیکھ کر قرآن کی اتباع ہم کریں گے۔ آٹھواں فائدہ قرآن حدیث اگرچہ سارے عالم کی ہدایت کے لئے آئے مگر اس سے فائدہ صرف مومن اٹھا سکتے ہیں یہ فائدہ **لقوم یومنون** سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ قرآن مجید حضور ﷺ کے لئے ہدایت نہیں حضور انور تو پہلے ہی سے ہدایت یافتہ تھے۔ یہ سوال بھی تفسیر میں عرض کیا گیا یہ فائدہ بھی **لقوم یومنون** سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ اگرچہ قرآن مجید سارے مومنوں کے لئے بصیرت ہدایت رحمت ہے مگر جیسا مومن ویسی اس کے لئے رحمت وہدایت یہ فائدہ **بصائر ھدی او رحمۃ** اور **لقوم** کے لام فرمانے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اجتہاد نہیں فرماسکتے نہ قیاس کرتے ہیں جو اپنی طرف سے کہتے ہیں صرف قرآن کی پیروی کرتے ہیں ہم کو بھی صرف قرآن کی پیروی چاہئے (تفسیر روح المعانی) یہ خلاصہ روح المعانی نے بعض سے نقل کیا۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں **مایوحی** سے مراد صرف قرآن مجید نہیں بلکہ ساری وحی الٰہی ہے خواہ قرآن ہو خواہ حدیث خواہ الہام خواہ اجتہاد سے حاصل کردہ مسائل حضور کی یہ تمام چیزیں وحی الٰہی ہیں اس لئے اتبع قرآن نہ فرمایا بلکہ اتبع وحی اور عبارت **مایوحی الی** ارشاد ہوئی دیکھو نمازوں کی اذان صحابہ کے

www.alahazratnetwork.org

جواب سے عارضی مولی حضور کی تصدیق کی وجہ سے۔ دوسرا اعتراض **ھدا** مبتدا ہے اور واحد ہے حالانکہ اس کی خبر الواح ہے نحوی قاعدہ سے یہ عبارت واحد کی واحد چاہئے پھر یہاں ایسا کیوں ہوا۔ جواب **ھدا** سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید میں چونکہ چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں۔ ہر آیت مومن کے لئے بصیرت بھی ہدایت بھی رحمت بھی ہے اس لئے جمع کی ضمیریں یا ویسے ہی واحد سے جمع لائی گئی ہیں۔ تیسرا اعتراض قرآن مجید ساری تعریف ہے ہدایت و رحمت ہے پھر یہاں مومنوں کی قیدیں کیوں۔ جواب **ھدایت** وغیرہ قرآن مجید کی صفت لازمہ ہے یا اس لئے کہ ہدایت و رحمت سارے انسانوں کیلئے ہے مگر ہدایت و رحمت صرف مومنوں کے لئے ہے یہاں یہ صفت صرف مومنوں سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ: نفس عقل دیا ہے جس سے حق و باطل میں تمیز کرتے ہیں اس آیت میں عقل و عشق میں فرق ہے **لولا اجتنبتها** میں عقل کا ذکر ہے **انا اتسع** میں حضرت عشق کی معذوری کہ عقل دلیل کی محتاج ہے یہ وقت کی ہے وہ صرف دلیل کا کام ہے پہلی عقل میں ہے دوسری عشق میں یہی حال حضرت

علم آلہ برتن زنی مارے بود ۔۔۔ علم اگر بردل زنی یارے بود

عقل علم ۔۔۔ چوں بر ایں تن شد شیطاں شد

قرآن مجید کی عقل والوں سے ہے صاحب دل کی طرف روشنیاں ہیں وہ علم یقین والوں کو بصیرت دیتا ہے اور یقین والوں سے ہدایت کا دامن اٹھنے والوں کے لئے رحمت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم یقین سے بڑھ کر عین الیقین اور اس میں دخل یعنی فنا و بقا حق الیقین جیسے بارش کا پانی سیپ و موتی اشتے ہیں تو پھل پھول اور حلیت ہوتے ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرآن کی رحمت عامہ سارے عالم کے لئے ہے کہ اس سے تمام دنیا میں علوم بھی نازل ہوئے جس زمانہ میں جو علم کی ضرورت ہوئی قرآن سے نکل آیا اور رحمت خاصہ صرف مسلمانوں کے لئے کہ انہیں ہدایت مل گئی۔ یہی حال قرآن سے محبوب ہونے کا ہے حضور رحمۃ معالمین بھی ہیں اور رسالو نبیں، رؤف رحیم بھی لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

اور جب قرآن پڑھا جاوے تو قرآن میں خوب سنو تم سے اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے

اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو

تعلق اس آیت کا پہلی آیات سے یہ طریق ہے۔ پہلے تعلق پچھلی آیت سے ہے۔ قرآن مجید سے یہاں ہے ہدایت و رحمت ہے اس سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں تو شرائط بھی ہونی چاہئیں کہ ان فوائد سے فائدہ اٹھا سکیں۔ دوسرا تعلق یہ بھی ہے۔ جب اعلیٰ علامات ہو تو خاموشی سے کان لگا۔ دوسرا تعلق پچھلی

www.alahazratnetwork.org

آیت میں ارشاد ہوا کہ قرآن کریم اس قوم کیلئے رحمت ہے جو ایمان رکھتی ہو لہٰذا فرمایا جارہا ہے کہ ایمان رکھنے کے لئے صرف اسے مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ قرآن کا ادب و احترام بھی ضروری ہے گویا ایمان اعتقادی کے بعد ایمان عملی جو ایمان اعتقادی کی دلیل ہے بیان ہو رہا ہے۔ **تیسرا الحق** گزشتہ پچھلی آیت میں کفار کا یہ عیب بیان ہوا کہ وہ ہمیشہ آیات کا مطالبہ ہی کرتے رہتے ہیں نازل شدہ آیات کی طرف دھیان نہیں دیتے اب مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ تم نازل شدہ آیات کو غور سے سنو آئندہ کے مطالبات میں اپنا وقت ضائع نہ کیا کرو۔

شان نزول ایک بار حضور ﷺ نے صبح کی نماز کو بلند آواز سے پڑھائی ایک انصاری نے حضور کے پیچھے بلند قرأت کی تب یہ آیت کریمہ **واذا قری القرآن** نازل ہوئی اور صحابہ کو حضور کے پیچھے نماز میں قرأۃ میں بند ہو گیا (روح المعانی بحوالہ عبد الرزاق عبد بن حمید ابن ابی حاتم مسند سعید بن منصور) یہاں رہے کہ شروع اسلام میں نماز میں دنیاوی باتیں بھی کی جاتی تھیں اور امام کے پیچھے قرأۃ بھی پھر **وقوموا للہ قنتین** سے نماز میں کلام یعنی باتیں کرنا منسوخ ہوا مسلم، پھر اس آیت سے نماز میں امام کے پیچھے قرأت منسوخ ہوئی جیسا کہ اس شان نزول سے معلوم ہوا۔ ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ آپ سے لوگوں کو نماز پڑھائی تو بعض لوگوں نے آپ کے پیچھے قراءۃ قرآن کی آپ نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ کیا اب تک تم لوگوں سے یہ آیت نہیں سمجھی **واذا قری القرآن** (روح المعانی) خیال رہے کہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق اور چار روایتیں ہیں مگر وہ قوی نہیں جیسے (۱) صحابہ کرام حضور انور کے پیچھے نماز میں بلند آواز سے قرأۃ کرتے تھے اس لئے اس عمل سے روکنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی مگر یہ درست نہیں لہٰذا اس لئے کہ مقتدیوں کی بلند آواز سے قراءۃ نہیں ثابت نہیں ورنہ مسجد میں شور مچ جائے گا دوسرے اس لئے کہ یہاں ہے انصتوا خاموش رہو پھر یوں ہوتا کہ آہستہ پڑھو (۲) یہ آیت نماز میں دنیاوی بات چیت منسوخ کرنے کے لئے اتری مگر ابھی ہم بحوالہ مسلم شریف عرض کر چکے کہ نماز میں کلام منسوخ ہوا ہے **وقوموا للہ قانتین** سے (۳) کفار قرآن سن کر شور مچاتے تھے اس لئے اس حرکت سے روکنے کے لئے یہ آیت اتری مگر یہ غلط ہے کیونکہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں نیز اگر کفار قرآن مجید بغور سن بھی لیا کریں خاموش رہ کر پھر بھی وہ اللہ کے رحم و کرم کے مستحق نہیں لہٰذا کارحم صرف مسلمانوں ہی ہوگا (۴) یہ آیت خطبہ جمعہ کے متعلق نازل ہوئی اور یہاں قرآن سے مراد خطبہ جمعہ ہے چونکہ خطبہ میں قرآن مجید کی آیت بھی ہوتی ہیں اس لئے قرآن فرمایا مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ آیت مکہ کے دور کے اور خطبہ جمعہ بعد ہجرت کے خطبہ میں سکوت و خاموشی حدیث شریف سے ثابت ہے دیکھو تفسیر خازن وغیرہ غرضیکہ اس آیت کے نزول کے متعلق یہ اقوال قوی ہے۔

تفسیر واذا قری القرآن حق یہ ہے کہ آیت کا نزول نماز کے مقتدیوں کے لئے ہے مگر چونکہ الفاظ عام ہیں اس لئے انصات کے معنی میں جب کبھی جہاں کہیں بھی نماز سے باہر قرآن پڑھا جائے مگر فرق یہ ہے کہ مقتدیوں پر اس وقت قرآن سننا خاموش رہنا فرض ہے مگر خارجی تلاوت پر وعید ہے کہ اگر ایک بھی اس پر عمل کرے تو سب کا ادا ہو گیا جیسے نماز جنازہ (شادی وغیرہ) **قری** کا لفظ بتا رہا ہے کہ جب پڑھنے والا تلاوت کرنے پڑھے تب یہ حکم ہے اگر کسی اور مقصد سے پڑھے تو نہ خاموشی واجب ہے نہ خاموش رہنا جیسے استاد کے سامنے شاگرد قرآن سیکھنے کے لئے پڑھے کہ وہ قرآن پڑھنا نہیں سیکھتا یا دکرتا

www.alahazratnetwork.org

ہے یہ [illegible] سے قرآن پڑھے تو اس وقت خاموش رہنا واجب نہیں کہ وہ تلاوت نہیں رہتے بلکہ قرآن کو سمجھنے کے لئے اس وقت خاموش رہنا ضروری ہے۔ وہ قرآن کی توہین کر رہے ہیں۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے قرآن سے کہ تلاوت قرآن اس کا حکم ہے اس سے ثابت ہوا کہ قرآن سناتے وقت **اعوذ باللہ** میں پڑھنا بھی تلاوت ہے وقت اعوذ پڑھنا چاہیے۔ رب فرماتے **اذا قرات القرآن فاستعذ باللہ** یہ قرآن سے تلاوت اور علمائے لکھتے ہیں یہ [illegible] یا فرض سے کفایہ ہی سے [illegible] تلاوت ضروری نہیں کہ وہ سلام نہیں بلکہ عبادت ہے تحقیق دیال میں رہتے ہیں جب مسجد میں آئی قرآن پڑھتے سنا خاموش رہنا فرض ہے اگر جانور یا فونوگراف یا ریپ ریکارڈ یا ریڈیو سے قرآت ہو تو اس سے خاموشی واجب فرض نہیں کہ یہ تلاوت نہیں اس لئے کل ریڈیوں سے سجدہ کی آیت کی صورت تو سجدہ واجب نہیں اس جیسے مسائل **یہ اللہ قری القران** سے حاصل ہوئے۔ **فستمعوا لہ وانصتوا** یہ عبارت ہے **اذا قری** کی اس میں خطاب موسوں سے ہے [illegible] کی وجہ سے یہ جاری ہیں استعمال ہوتا ہے سمع سے معنی میں سننا اور فعل میں [illegible] سے معنی ہے تو یہ سننا کان کا ہے اور طرف سے بنا کر سننا **للہ** کا ہے یعنی [illegible] سے معنی ان کی طرف [illegible] سے معنی ہوئی ہیں جس کی طرف کان لگا دیا ہے کل لگا کر سوتیے سے معنی قوی ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ کیا ہے **وانصتوا** باب افعال کا امر ہے اس کا مادہ **نصت** ہے نون سے پیش سے معنی خاموشی دوم (افعال) ہیں رہے کہ مرخاموشی و سکوت ہے میں مگر سکوت کے لئے خاموشی کو **صوت** اور سکوت عام ہے خصوصیت حاصل ہوئی اور دونوں میں خصوصیت ہے میں مگر مقتدیوں سے لئے فرض ہیں کہ دوسروں کے لئے فرض کفایہ یہ جواب خیال رہے مقتدی سے لئے ہر حال خاموشی فرض ہے خواہ قرات امام آہستہ پڑھ رہا ہو یا آواز سے ہر خارق تلاوت جب آ رہے ہو تو یہ علم ہے **لعلکم ترحمون** گذشتہ علمی حصے دیں رہے کہ **لعل** رب تعالیٰ کی سمت سے معنی شاید اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ فرمایا کہ دونوں معنی کو شامل ہے رحم کے معنی اس کے اقسام ان اقسام سے مستفیض ہونا مراد ہے فصل میں فرق ہم بار بار بیان کر چکے ہیں۔

خلاصہ تفسیر اعلیٰ [illegible] سے معلوم ہوا کہ [illegible] تفسیروں میں جو خلاف ہے اس سے متعلق بہت قول ہیں [illegible] تفسیر ان میں سے یہ تفسیر خاص ہے جو فرق سے [illegible] سے معنی قرآن کی تلاوت کی جائے تو اس وقت [illegible] کان لگا دے اس وقت [illegible] صرف قرآن کی طرف [illegible] طرف [illegible] دل حاضر [illegible] میں قرآن مجید [illegible] تفسیر یا [illegible] سے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

قراءت خلف الامام یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ

[illegible] سے پیچھے سورہ فاتحہ [illegible] قرآن پڑھتے [illegible] فرض [illegible] سے [illegible] **ولا الضالین** کہے [illegible] اس وقت [illegible] مقتدی نے [illegible] کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھے [illegible] قرآت [illegible] سے اس

www.alahazratnetwork.org

بارے مذہب حنفی نہایت حق قوی ہے ہم نے اس کی مکمل بحث اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں کردی ہے یہاں اس میں سے کچھ مختصراً عرض کرتے ہیں۔ امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنا حرام ہے دوسرے کے پیچھے فرض حرمت پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) آیہ کریمہ ۔ اس میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے تلاوت سے روکا گیا یا مامور خموشی ہوا (۲) فرمایا نبی ﷺ نے مقتدی جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے (۳) فرمایا ﷺ امام اسی لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جاوے وہ جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب قراءت کرے تو خاموش رہو (۴) ایک شخص نے حضور انور کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھی تو ایک صاحب نے اسے روکا لوگوں نے حضور سے شکایت کی فرمایا وہ ٹھیک کہتے ہیں امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءت ہے (۵) ایک دفعہ حضور انور نے نماز پڑھائی تو بعض صحابہ نے حضور کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھی بعد سلام فرمایا کہ تم مجھ سے قرآن میں جھگڑتے ہو (۶) اکثر صحابہ کا یہی فرمان ہے کہ امام کے پیچھے مطلقاً قراءۃ نہیں چنانچہ عبداللہ ابن عمر زید ابن ثابت عبداللہ ابن مسعود کا یہی فرمان ہے (۷) حضرت عمر اور سعد فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے کچھ تلاوت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو (۸) امام شعبی فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر کئی صحابہ کا اجماع ہے (۹) حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کچھ لوگوں نے امام کے پیچھے تلاوت کرتے سنا تو فرمایا کہ کیا تم نے ابھی تک یہ آیت نہ سنی **واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا** (۱۰) حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءت نہیں (۱۲) امام سرخسی نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تلاوت کرنے سے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے بہت صحابہ کے رویہ جس میں حضرت ابن لیلیٰ وقاص شامل ہیں (۱۳) حضرت اس فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کا منہ آگ سے بھر جاوے (ابن جنان) (۱۴) حضرت عبداللہ ابن مسعود اور جناب عثمان فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں خاک (طحاوی) (۱۵) حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (۱۶) حضرت عبداللہ ابن معقل صحابی فرماتے ہیں کہ آیت **واذا قری القرآن فاستمعوا** قراءت خلف الامام کے متعلق نازل ہوئی لہٰذا جب امام قرأت کرے تو تم سنو اور خاموش رہو (۱۷) ابوہریرہ و عطاء سے حضرت زید بن ثابت سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا امام کے پیچھے بالکل تلاوت نہیں مسلم، ان تمام احادیث سے علاوہ حوالے تفسیر روح المعانی اور بخاری کتاب جاء الحق حصہ دوم اور صحیح بخاری شریف میں ملاحظہ فرمائیں ان احادیث کے علاوہ اور بہت احادیث اس بارے میں موجود ہیں، دیکھو جاء الحق حصہ دوم۔

عقلی دلائل عقل کا تقاضا ہے کہ امام کے پیچھے تلاوت فرض نہیں ممنوع ہے، دلائل حسب ذیل ہیں (۱) رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہونے سے رکعت مل جاتی ہے اور وہ فاتحہ مقتدی پر فرض ہوتی تو اس فرض سے رہ جانے پر رکعت ملنے سے رکوع رہ جانے پر رکعت نہیں ملتی۔ اگر شرط سے یہ شخص تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً ایک تسبیح قیام کرے پھر رکوع میں جائے تاکہ تکبیر تحریمہ اور قیام دونوں فرض ادا ہو جاویں (۲) اور سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہے تو یہ کہ اگر مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ رہا ہے اور امام نے رکوع کر لیا تو اب یہ کیا کرے آیا فاتحہ پوری کرے رکوع میں سے مل جاوے یا فاتحہ چھوڑ دے رکوع میں مل جاوے مگر دونوں

حدیث سے ... مسئلہ کی ... ولا الضالین تک یہ آمین کے بارے میں حدیث ہے ... (4) ... والد ماجد سے سنے ہوئے ... فرماتے ہیں کہ ... میں ... کی طرف سے ایک شخص ... سے یوں کہا کہ بعض لوگ ... سے ... والد ... حاضر پڑھتے ہوتے ہیں تو ... خدا تجھ پر رحم کرے ... کریں گا عرض کیا گیا کہ ... تلاوت صحیح ہے۔

نوٹ ضروری یہ دلیل حضرت ... نظر سے ... پیش ہوئی تو آپ نے اس مسئلہ پر مناظرہ ... کے لئے ... مناظرہ فرمایا۔

فائدہ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ عبادات کی بلکہ ایمان کی اصل اور بنیاد اسی سے ... عبادات سب ... والا کہ ... یہ فائدہ **فاستمعوا** سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ مرجع خطاب جماعت ہے اس کی ... تیسرا فائدہ **فاستمعوا** سے حاصل ہوا۔ یعنی تلاوت قرآن خطاب سے سنو یا کہ اس وقت خاموش رہو۔ فقیر ... خطاب یہ ... کہ ... قرآن مجید خطاب ہے یہ کہ اس کی طرف توجہ کرو اس سے ... نفع ... یعنی ... ہے ... حصول ... حضور ... خطاب ... حضور ... خطاب ... حضور ... خطاب ... اساتذہ خطاب ... خطاب ... خطاب ... تمام ... اصل ... حضور ... مجلس میں ... حاضر ... **کانوا علی رءوسھم الطیر** جب قرآن مجید کے ... کے ... بلکہ ... حضور ... مجلس حضور سے ... حضور ... خطاب ... ہوئے ... فرمایا ... قرآن مجید ... خطاب ... ہے ... اللہ ہم ... خطاب ... فرمایا ... تمام ... اصل ... حضور ... خطاب ... قرآن ... ہے۔

... **تیسرا فائدہ** تلاوت قرآن مجید ... حاصل ... **چوتھا فائدہ** ... حاصل ... **پانچواں فائدہ** چند مخصوص ... تلاوت قرآن مجید کی ... حاصل ... **فاستمعوا** اور **انصتوا** سے حاصل ہوا **چھٹا فائدہ** مستفاد امام سے پیچھے ... قرآن مجید کی تلاوت ... خواہ سری ہو یا جہری یہ فائدہ

www.alahazratnetwork.org

فاستمعوا لہ وانصتوا سے حاصل ہو۔

مسئلہ [illegible] سے حاصل ہوا کہ [illegible] ہیں۔ مسئلہ [illegible] سے حاصل ہوا کہ [illegible] **ساتواں فائدہ** [illegible] **فاستمعوا لہ وانصتوا** سے حاصل ہوا کہ [illegible] **آٹھواں فائدہ** [illegible] **قری القراٰن** سے حاصل ہوا **نواں فائدہ** [illegible] **فاستمعوا** سے حاصل ہوا [illegible] **دسواں فائدہ** [illegible] **فاستمعوا** سے حاصل ہوا [illegible] **وقوموا للہ قنتین** سے حاصل ہوا **گیارھواں فائدہ** [illegible] **لعلکم ترحمون** سے حاصل ہو۔

پہلا اعتراض [illegible] **جواب** [illegible] **دوسرا اعتراض** [illegible] **لاصلوۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب** [illegible] **واذا قری القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا** [illegible] **واذا قرء فانصتوا** [illegible] **تیسرا اعتراض** [illegible]

کفار کی طرح خاموش رہو اسے سورہ فاتحہ سے کوئی تعلق نہیں۔ **جواب** اس اعتراض کا تفصیلی جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ ان سب صورتوں میں قراۃ قرآن نہیں بلکہ تعلیم قرآن یا حفظ قرآن ہے اس پر تلاوت قرآن کے احکام جاری نہیں ہوتے ریڈیو میں انسان کی بعینہ آواز نہیں لہٰذا یہ بھی قرآۃ نہیں یہ آیت کریمہ مقتدی کی قرآۃ کے متعلق ہی نازل ہوئی یہ بحثیں نماز کی تلاوت کا مستقل فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا **چوتھا اعتراض**۔ چوتھا سے ہاں کہ ہماری مقتدی امام کی قرات سے خود خاموش رہے تو ظہر و عصر میں امام کی قرآت سنی نہیں جاتی تو چاہئے کہ اس میں مقتدی قراءت کرے کیونکہ وہاں خاموشی کی وجہ نہیں پائی جاتی۔ **جواب** آیت کریمہ میں سننے کو خاموشی کی وجہ نہیں بتایا بلکہ نہیں کہ سننے کے لئے چپ رہو بلکہ دو مستقل حکم دیئے خود چپ رہو لہٰذا مقتدی کو ہر حال خاموش رہنا چاہئے خواہ سنے یا نہ سنے۔ **پانچواں اعتراض**۔ اگر یہ آیت کریمہ مقتدی کو تلاوت سے روکنے کے لئے آئی ہے تو تم جہری نمازیہ احکام کیوں جاری کرتے ہو۔ **جواب** اس لئے کہ آیت کریمہ کے الفاظ عام ہیں اور احکام الفاظ کے عموم پر جاری ہوتے ہیں یہ مثالوں سے خصوص ہیں ہاں قاعدہ ہے کہ بعد والی اصول الفقہ میں ملاحظہ ہو۔

تفسیر صوفیانہ چونکہ قرآن مجید کا بیان بہت ہے کہ یہ بصائر بھی ہے رحمت بھی ہاں بھی ہے اس کی سنت بہت قوی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس کا احترام بھی سنت کہ اس کے سنوش ہو سے وضو چھوا حرام اس سے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا منوع اس کے ہر ورق اس کی ہر حرف کا بھی احترام ہے اس کے الفاظ کی قرات کے وقت دنیاوی کلام حرام تو اس سے سننے والے کیلئے بھی ادب کا احترام بھی ایمان کی جان ہے کیونکہ قرآن مجید اس پاس سے تفرات یا اس سورت کی شعاعیں ہیں ان محبوب کی وہاں قرآن کی کل ہے حضور کا فیضان قرآن سے فیضان سے زیادہ سب اور قوی ہے قرآن قاری بتاتا ہے حضور علیہ السلام اپنے دیکھنے والے کو صحابی بناتے ہیں یہ آیت حضور کے ادب احترام کی قوی دلیل ہے۔ تلاوت قرآن سے وقت سامعین کو خاموش اور توجہ باطن دیا جا رہا ہے کہ قرآن میں غور کرنا چاہئے تو شخص جس غور کے لائق ہے وہی غور کرے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ علماء ظاہر سے لئے اور ربانی ہونے قبل صد احترام ہیں کہ ان سے قرآن کے معانی پڑھتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن کے وقت اپنی ظاہری زبان بھی بند رکھ تاکہ ظاہری فال میں قرآن پڑھے اور باطنی زبان بھی بند رکھ تاکہ اپنے باطنی کان سے باطنی قرآن سنو تب تم پر رحم یا جائے گا کہ اپنے اعضاء میں ربانی قوتیں پاؤ۔ **فکمت سمعہ فیصم بہی** کی عملوگری ہو۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

اور ذکر کرو اپنے رب کا دل میں اپنے عاجزی کرتے ہوئے اور ڈر سے نہ کہ آواز دے کلام سے

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے

www.alahazratnetwork.org

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

صبح اور شام کے وقت اور نہ ہو تم غافلوں میں سے بیشک وہ لوگ جو نزدیک ہیں تیرے

صبح اور شام اور غافلوں میں سے نہ ہونا بے شک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ

رب کے وہ عاجز نہیں تیری عبادت سے اس کی اور تسبیح کرتے ہیں

اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اسی کی پاکی

وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝ ع

اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں

تے ہیں اور اسکو سجدہ کرتے ہیں

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں قرآن مجید کے احکام بیان ہوئے وہ بھی ایک طرح ذکر الٰہی ہے اب تلاوت کے علاوہ دوسرے طریقوں کے احکام ذکر ہے گویا احکام ذکر کے بعد دوسرے انداز کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی میں ذکر علانیہ تھا اب جب تلاوت جہراً ہو تو سننے والے یہ اب ہیں اب وہ خفی ذکر ہے گویا ذکر جہری کے بعد خفی ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں دوسروں کو ذکر بتایا تھا اب خود اپنے نفس اپنے دل اور اپنے سے قائم رہنے والی شان ذکر فرمانے سے بعد جز ذکر ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیات میں قرآن مجید سننے اور اس کی تلاوت کے آداب تھے اور صرف انسان ہی مرتا ہے اب عام ذکر الٰہی فرشتے بھی کرتے ہیں **ان الذین عند ربک**۔ **پانچواں تعلق** پچھلی آیت میں سننے والوں کو حکم تھا کہ تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہو اب ایسی حکم ہے کہ جہاں میں قرآن پڑھا جائے رہو گویا قرآن مجید سنتے وقت بھی اللہ کا ذکر دل میں کرتے ہو صرف زبان پر خاموشی کی ہے۔ **چھٹا تعلق** پچھلی آیت میں فرض نماز باجماعت کا ذکر تھا کہ اس میں عام قراءت کرے اور مقتدی خاموشی سے سنیں اب فرض کے علاوہ اس کو اصل نماز بتا رہے کہ اس میں ہر شخص ذرا اللہ اپنے دل میں یعنی آہستگی سے پڑھے (روح المعانی) یا یہ کہ ان نمازوں میں تلاوت تسبیح تہلیلات اور درود شریف عبادت سے دور ہوتے ہیں اور سارے ہی بہتر اس سے **واذکر ربک** فرمایا۔

نزول علامہ ابن سعد اس سے بھی اسلام ثابت کرتے تھے کہ اسلام میں رب تعالیٰ کو سجدہ کرنا پڑتا ہے اس میں ناری قومیں ہیں چنانچہ وہ سجدہ کرتے تھے **اسجد لما تامرنا وزادھم نفورا** اس کی تردید میں آیت کریمہ **ان الذین عند ربک** نازل ہوئی جس میں فرمایا کہ کفار کی یہ نفرت ان کے رب تعالیٰ سے دور ہونے کی وجہ سے ہے جو قرب الٰہی میسر ہے وہ اس سے نفرت نہیں کرتے وہ تو اس پر فخر کرتے ہیں (روح البیان)۔

www.alahazratnetwork.org

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تفسیر: واذکر ربک فی نفسک قوی یہ ہے کہ یہ مدنی ہے اور دلوا بتدائے ہجرت میں مگر روح المعانی نے فرمایا کہ یہ ہو سکتا ہے یہ فرمان عالی معطوف ہو **قل انما اتبع** اور دلوا سابقہ ہو۔ **اذکر** بنا ہے ذکر سے اس سے بہت معنی ہیں جس کی تفصیل ہم **فاذکرونی اذکرکم** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یہاں معنی یاد کرنا تدبر کرنا ہے۔ **اذکر** میں خطاب یا تو نبی علیہ السلام سے ہے یا ہر مسلمان سے یا ہر عقل پڑھنے والے عاری سے مگر دوسرا احتمال قوی ہے کہ خطاب ہر مسلمان سے ہے **ربک** فرما کر ذکر کی وجہ بیان فرمادی کہ چونکہ ہم تمہارے پالنے والے ہیں لہذا ہمارا حق ہے کہ تم ہمارا ذکر کرو۔ بیضاوی وغیرہ کئی مفسر غازی نے فرمایا کہ لفظ ربک کہہ کر امید سے بھی ہوتا ہے اور ڈر سے بھی **ربک** فرما کر امید والے کی طرف اشارہ کیا۔ چاہئے یہ کہ زندگی میں خوف غالب ہو اور مرتے وقت امید غالب (حاوی) نفس کے بہت معنی ہیں ذات، دل، روح، خون، جسم، عین، عقل، نفس امارہ، نفس لوامہ وغیرہ یہاں معنی دل ہے دل میں ذکر کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بہت آواز سے نہ کہا جائے وہ آواز اپنے کان تک تو پہنچ سکے دوسرے تکلف پیدا نہ ہو ذکر جلی میں اگر اتنی آواز بھی نہ پیدا ہو تو ذکر نہیں بلکہ فکر ہے اس پر لفظ کے ادغام، طلاق، نکاح، رجع وغیرہ جاری نہیں ہوتے دوسرے یہ کہ دل پر وسوسوں میں سوچ سمجھ تدبر خشوع و خضوع ہوں کہ یہ ذکر کا مغز ہے (تفسیر کبیر و روح البیان وغیرہ) جو شخص بغیر معنی سمجھے ذکر کرے وہ مکلف نہیں یا بغیر معنی سمجھے خرید و فروخت کرایہ کے الفاظ زبان سے بولے تو نہ تجارت ہو نہ کرایہ (کبیر) **تضرعا وخیفتہ** یہ دونوں لفظ مصدر ہیں معنی اسم فاعل اور **اذکر** کے فاعل سے حال ہیں **ضراعتہ** سے معنی عاجزی، انکسار اور **خیفتہ** اصل میں **خوفتہ** تھا واو **ن فعلتہ** چونکہ واو سے پہلے کسرہ تھا لہذا ی بن گیا۔ ذکر کے وقت انسان کو تین خوف چاہئیں ایک گزشتہ کا کہ نہ معلوم میرا نام نیکیوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہے یا دوزخیوں کی دوسرے موجودہ کا کہ نہ معلوم یہ قول سے یا نہیں تیسرے آئندہ کا کہ نہ معلوم میرا خاتمہ ایمان پر ہو گا یا نہیں قبر کے امتحان میں پاس ہوں گا یا نہیں حشر میں میری نجات ہوگی یا پکڑ غرضکہ ذکر کرو اور ڈرو وہ بارگاہ فخر الکرا کی ہیبت **ودون الجھر من القول** اس عبارت کی بہت ترکیبیں ہیں آسان ترکیب یہ ہے کہ یہ معطوف ہے پہلے حصہ پر اصل عبارت یہ ہے **ومتکلما بکلام هو دون الجهر من القول** اس کلام کا بیان ہے یعنی اتنی آواز سے اللہ کا ذکر کرو جو جہری نیچ درجہ کے پکارنے سے کم ہو۔ دونوں نے بہت معنی میں یہ سواد اور علیحدہ کم نہ کہ۔ یہاں معنی ہم ہے جہاں آواز ہوتے ہوئے اپنے علاوہ دوسرا کوئی بھی نہ سنے لیکن بہت زور سے عبارت سے زیادہ بہت پست اس سے تکلیف اپنے کو بھی ہو دوسرے کو بھی یہ تو ہر جگہ بہت ہی برا ہے خلاصہ یہ کہ اللہ سے وقت تمہارے دل میں بکثرت انکسار ہو اور تمہاری آواز میں کمی اور نرمی ہو **بالغدو والاصال** یہ عبارت ظرف ہے **واذکر** کا اس میں ذکر اہی خوفت مستحب بیان فرمایا گیا ہے **غدو** اصل میں **غدوو** ہے بروزن فعول اس کا واحد **عدوۃ** ہے غدوہ کہتے ہیں نماز فجر سے سورج نکلنے تک کے وقت کو فرماتا ہے **غدوها شهر ورواحها شهر** بعض نے فرمایا کہ **عدو** مصدر ہے **غدا یغدو** کا مگر پہلا قول قوی ہے یہ لفظ **آصال** جمع ہے (از صاوی و روح البیان) یہ بھی شروع دن ہوتے ہیں مگر اس میں سورج نکلنے تک کی قید نہیں اسی سے ہے **غداء** معنی ناشتہ فرماتا ہے **اتاغدانا** اصل جمع ہے اصل ی بدل

www.alahazratnetwork.org

اصل یہ جمع ہے اصیل کی۔ اصیل دن کا آخری حصہ یعنی عصر کے بعد سے سورج ڈوبنے تک چونکہ عین کی جمع بروزن افعال نہیں آتی۔ اس لئے اسے جمع الجمع بنایا گیا مگر قوی یہ ہے کہ یہ قاعدہ طلبہ ہے اصیل جمع ہے اصیل کی جیسے اعیان جمع ہے عین کی (روح المعانی)۔ خیال رہے کہ صبح و شام فرما کر سارے اوقات مراد لئے یعنی ہر وقت اللہ کو یاد کرو یا چونکہ ان دو وقتوں میں نوافل جمع ہیں اس لئے فرمایا کہ ان دو وقتوں میں اللہ کے دوسرے ذکر کرو تاکہ تمہارا کوئی وقت ذکر سے خالی نہ رہے یا چونکہ ان دو وقتوں میں بڑا بھاری انقلاب ہوتا ہے کہ صبح کو رات جاتی ہے دن آتا ہے اور رات آتی ہے اور جاتا ہے تاریکی آتی ہے جاگنے کا وقت قریب ختم ہوتا ہے۔ سونے کی تیاری ہوتی ہے گویا جینے کے بعد مرنا آرہا ہے ان دو وجوہ سے ان دو وقتوں میں اللہ کا ذکر ضرور کرو (تفسیر کبیر، روح البیان و معانی وغیرہ) نیز یہ وقت عموماً فراغت کے ہوتے ہیں اس وقت ذکر میں دل خوب لگتا ہے لہٰذا اے حبیب جانے اللہ اللہ کرے (معانی) **ولا تکن من الغفلین** یہ عبارت یا تو نئی ہے تو واو ابتدائیہ ہے یا معطوف ہے **فاذکر** پر تو واؤ عاطفہ ہے اس فرمان عالی کی دو تفسیریں ہو سکتی ہیں (۱) ان دونوں وقتوں میں ریا سے ذکر کرو دل میں بیداری رکھو غافل نہ ہو، یعنی تو ذکر میں مشغول ہو دوسرا میں لگا ہو یعنی غفلت دریا سے ذکر کرو (۲) ان دونوں وقتوں میں خصوصیت سے ذکر کرو تاکہ غافل کسی وقت بھی نہ ہو ہر آن رب کی طرف دھیان رکھو۔ غفلت رہا تو کیا مالکوں کی عبادت سے بھی نہ ہو **ان الذین عند ربک** مسلمانوں کو اللہ کے حکم کے بعد اس کی عبادت کرنے کے لئے مقرب بندوں کا ذکر فرمایا الذین سے مراد فرشتے ہیں عند سے مراد مکانی قرب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان و زمان سے پاک ہے بلکہ رتبہ عزت و شرف کا قرب مراد ہے جیسے کہا جاتا ہے وزیر بادشاہ کے پاس ہے یا فلاں بادشاہ کے پاس اتنی فوج ہے یا یہ مطلب ہے کہ فرشتے دو قسم کے ہیں مدبرات امر جو اللہ کے پاس رہتے ہیں ان کی بہت قسمیں ہیں۔ جاں نکالنے والے، رحم میں بچہ بنانے والے نیک و بد اعمال لکھنے والے وغیرہ دوسرے ملائکہ مقربین جو صرف عبادت کرتے ہیں زمین پر نہیں آتے یہاں مقربین مراد ہیں لہٰذا عند ربک فرمایا گیا ربک فرما کر یہ بتایا کہ مقرب فرشتوں کے تم پر اللہ سے رحم زیادہ ہیں کہ تم کو ذکر و اذکار سے گاہ گاہ فرشتوں کو کچھ نہیں پھر بھی وہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور تم غافل رہو تو کتنے افسوس کی بات ہے

بعد از سہ تو سر بستہ و فرمانبردار شرما فلسف نہ باشد کہ تو فرماں نہ دہی

اور ہو سکتا ہے کہ الذین سے مراد حضرات انبیاء و صالحین و اولیاء ہوں **لا یستکبرون عن عبادتہ** یہ عبارت الذین کی خبر ہے استکبار بڑائی کبر سے ہوں کے معنی ہیں اپنے کو بڑا جاننا اس تکبر و غرور کرنا عبادت سے مراد ذاتی عبادت ہے کیونکہ فرشتے کبھی عبادت نہیں کرتے یعنی مقرب فرشتے بھی اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اس کے حضور عبادت گزار رہتے ہیں **ویسبحونہ ولہ یسجدون** یہ عبارت معطوف ہے لا یستکبرون پر اس میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے یعنی عبادت تسبیح و سجدہ بھی داخل ہیں تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی عیوب سے پاکی بیان کرنا اس کی قدوسیت کا ذکر کرنا **لہ یسجدون** میں **لہ** کو مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا یعنی مقرب فرشتے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں تسبیح قولی عبادت ہے سجدہ فعلی عبادت یعنی فرشتے باوجود مقرب بارگاہ ہونے کے عبادت یعنی قیام، رکوع تکبیر بھی کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اس کی زبان بولتے ہیں صرف اسی کو سجدے کرتے ہیں یہاں قرآن مجید کا پہلا سجدہ تلاوت ہے۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ تفسیر اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے ذکر کا حکم دیتے ہوئے چھ صفات کے ساتھ (اور کرنا میں ہو) عاجزی سے ہو (2) ڈر اور خوف کے ساتھ ہو (3) زیادہ چیخ کر نہ ہو درمیانی آواز سے ہو صبح شام ہو اگر ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے مومن اپنے رب کو اپنے تجھ کو قسم قسم کی نعمتوں سے پالنو پال رہا ہے اور پالے گا اپنے دل میں یاد کیا کر مگر عاجزی و زاری کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے کہ میں اپنے رب کو کما حقہ نہ تو یاد کر سکتا ہوں نہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر سکتا ہوں میرا ذکر محدود ہے اس کی نعمتیں غیر محدود ہیں وہ رب جلیل ہے میں بندہ ذلیل ہوں وہ کریم ہے میں کمیں ہوں

تو کریمی من کمینہ بندہ ام ۔۔۔ بر کمینی ہائے خود شرمندہ ام

خوف اور ڈر کے ساتھ گزشتہ کا خوف کہ نہ معلوم میں دوزخیوں کے زمرہ میں لکھا جا چکا ہوں یا نہ لکھے کے گروہ میں موجودہ کا خوف کہ نہ معلوم میری عبادات اور ذکر قبول ہے یا نہیں آئندہ کا خوف کہ نہ معلوم میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا کفر پر کامیاب ہوؤں گا یا نہیں حشر میں نجات پاؤں گا یا پکڑا جاؤں گا پست بلند آواز سے ذکر نہ کر نہ اس سے تجھے چیخنے کی تکلیف ہو دوسروں کو تیری چیخ سننے کی شام سویرے میرد کر کہ ان وقتوں کا ذکر قبول ہے کیونکہ ان دونوں وقتوں میں دن رات سے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے دل کو قدرے فراغت ہوتی ہے دنیا میں انقلاب ہوتا ہے کہ رات جا رہی ہے دن آ رہا ہے پس رات کی غفلت میں نہ گزار بیدار ہو اور ہوش کر پھر یہ وقت نہ ملے گا غور کر کہ مقرب فرشتے جو کبھی گناہ نہیں کرتے جن کو عبادت کا جواب نہیں ملتا کمال حد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنی بڑائی نہیں جانتے۔ فخر سے اس کی عبادت کرتے ہمیشہ اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں ہمیشہ سجدے سجود کرتے رہتے ہیں تو بھی ان کا یہ حال سن کر سجدہ میں گر جا کہ اس سے مشابہت حاصل کرے

و تشبھو ان لم تکونوا مثلھم ۔۔۔ ان التشبہ بالکرام فلاح

اگر اچھے نہ ہو تو اچھوں کی سی شکل بناؤ اچھوں کی شکل بنانا بھی کامیابی ہے۔

نوٹ ضروری: قرآن مجید میں کل چودہ سجدے ہیں جن میں سے دو میں اختلاف ہے پارہ میں اتفاق سورہ حج کا دوسرا سجدہ احناف کے ہاں نہیں مگر امام شافعی اور امام احمد کے ہاں ہے اور سورہ ص کا سجدہ احناف کے ہے مگر شوافع کے ہاں مگر ہیں چودہ کل کے نزدیک یہ پہلا سجدہ ہے چونکہ اس میں فرشتوں کے سجدے کا ذکر ہے تو ہم بھی اس وقت سجدہ میں جائیں۔ احناف کے نزدیک سجدہ کی آیت پر سجدہ واجب ہے پڑھنے والے پر بھی سننے والے پر بھی نماز میں ہو یا نماز سے باہر فوراً ہو یا دیر سے بلا وجہ دیر نہ کرنا چاہئے کھڑے سے سجدہ میں گئے اور پھر کھڑے ہو جائے۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت میں وضو اور رو بقبلہ ہونا نیت ضروری ہے مگر معین کرنا ضروری نہیں کہ یہ فلاں آیت کا سجدہ ہے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت آہستہ پڑھے تاکہ دوسروں پر سجدہ واجب ہو جائے۔ **مسئلہ:** اگر ایک آیت جگہ میں بار بار تلاوت کرے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا لیکن اگر جگہ بدلتی رہے تو سجدے متعدد واجب ہوں گے ہر قرأت پر ایک سجدہ اس کے باقی احکام بہار شریعت اور دیگر کتب فقہ میں دیکھو۔

www.alahazratnetwork.org

فوائد اس آیۃ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** اللہ کا ذکر بہترین عبادت ہے اس کا حکم اس کے فائدے قرآن کریم میں بہت جگہ بیان ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر شہادت فی سبیل اللہ اور جہاد سے بھی افضل ہے کیونکہ جہاد اور شہادت دلالت کرتا ہے اور اللہ کے ذکر والا رب تعالیٰ کی ہم نشینی حدیث قدسی میں ہے کہ میں اپنے ذاکرین کا جلیس ہم نشیں ہوں۔ رب کا مشہود ہست کے حصوں سے افضل ہے۔ (روح البیان) اللہ کے ذاکر مجلد کو چاہئے کہ ہاتھ میں تسبیح رومال وغیرہ رکھے منہ میں ذکر اللہ شہید کو چاہئے کہ اللہ کے ذکر میں خون شہادت نوش کرے۔

نام باقی رہے ان کا وہ زباں ذکر ہوتا رہے سانس چلتا رہے
آخری وقت ہو ان کے قدموں میں سر دید ہوتی رہے دم نکلتا رہے

ذکر کے اقسام اور ان کا حکم دوسرے پارے میں **فاذکرونی اذکرکم** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں اور انشاء اللہ کچھ تفسیر صوفیہ میں عرض کریں گے۔ دوسرا فائدہ اکثر اوقات ذکر خفی ذکر جلی سے افضل ہوتا ہے کہ اس میں ریا کا احتمال نہیں یہ فائدہ **فی نفسک** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

نوٹ ضروری بعض لوگوں سے سنا کہ ذکر جلی افضل ہے بعض کے سے ذکر خفی یوں ہی بعض اوقات میں ذکر جلی افضل ہوتا ہے بعض اوقات میں ذکر خفی افضل یوں ہی بعض ذکر جلی افضل میں بعض خفی افضل اس لئے بعض آیات و احادیث ذکر جلی کا حکم دے رہی ہیں بعض ذکر خفی کا رب فرماتے **فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا** ذکر جلی ذکر خفی کی مثل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ دو نمازوں میں تلاوت خفی ہے ظہر و عصر اور تین نمازوں میں جمعہ و عیدین میں تلاوت جلی ہے۔ عید الفطر میں تکبیر تشریق آہستہ کہتے عید گاہ کو جاتے اور عید گاہ میں بلند آواز سے سارے حصہ عیدین مع ملحقہ واجبہ نماز تہجد خفیہ۔ دل تکبیر تلبیہ بلند آواز سے کہو بعض ذکر پوشیدہ سے کرو بعض سے تعدد آواز ہر چیز ذکر کے یہاں کی گواہی ہو جاتی ہے ظالموں کو ذکر کی توفیق ملتی ہے شیطان بھاگتا ہے وغیرہ وغیرہ خفی ذکر کا نقشہ یہ ہوتا ہے۔

دل میں ہو یاد تری گوشہ تنہائی ہو پھر تو خلوت میں بھی اک انجمن آرائی ہو

اور ذکر جلی میں یہ رنگ ہوتا ہے۔

سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں انجمن کرم ہو اور لذت تنہائی ہو!

تیسرا فائدہ ذکر اللہ حضور قلب کے ساتھ چاہئے۔ غافل دل کا ذکر گویا درست ہے پھل ہے یہ فائدہ **فی نفسک** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ حضور قلبی سے ذکر اللہ کرو۔

گر بہ لوائے نماز قافلہ شوی سبک رکاب ہست رکوع حجاب ہست سجودم حجاب

چوتھا فائدہ ذکر کے وقت عاجزی زاری خشوع خضوع چاہئے دل میں تکبر و غرور نہ ہو کہ ہم بڑے ذاکر شاغل ہیں یہ فائدہ **تضرعا** سے حاصل ہوا۔

مدت سے مجھ کو پچھلی صفت پہ ناز تھا اس دم نکل گیا جو سنا بے نیاز ہے

پانچواں فائدہ ذکر اور ذکر سے معلوم ہوا یہ نہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ شکر بھی شرک

www.alahazratnetwork.org

ہے میں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ خواجہ کی عظمتوں کا مقابلہ شکر سے کیا کہ میں تمہیں تیری شکر یہ میرا وہ شکر سے مقابلہ کیسا اپنے تصور کا اقرار کرو یہ کہو کہ تمہیں کھانے والوں سے حسد

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ فائدہ **خیفتہ** سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ** تلاوت میں اگر ضرورت سے زیادہ آواز بنانا حسن سے خارج ہے تکلف پیسے ممنوع ہے یہ فائدہ **دون الجھر** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ** یوں تو ہر شخص اللہ تعالیٰ چاہے کہ صبح کو شام کے وقت خصوصیت سے صوفیاء کرام مشائخ عظام اشراق و چاشت کے بعد ظہر عصر مغرب عشاء کے بعد تہجد کے بعد نماز پڑھتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **آٹھواں فائدہ** اللہ والوں کی عقل بتانا بھی مقصود ہے دیکھو اس آیت میں فرشتوں کے سجدے کا ذکر ہے اور یہاں قلم کو بھی سجدہ تلاوت رکھنا لازم ہے تاکہ اس سے تشبیہ ہو۔

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکر خفی واجب ہے ذکر جلی حرام ہے حالانکہ جلی مامور بہ ہے **واذکر ربک فی نفسک اذکر** صیغہ امر ہے امر وجوب کے لئے ہے لہٰذا تصور کرکے حق یا حق ہو ہو ذکر حرام ہے (دوسرا) **جواب** اس اعتراض کے تین جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی و جدانی تیسرا تنزیلی تعمیہ مقرر عید میں تکبیر تشریق ظہر مغرب عشاء جمعہ عیدین میں قرأت سب پر فوقیت رکھتے ہوئے بھی ان مواقع میں قرأت کم ہی تحریر کیے جاتے ہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ **فی نفسک** کے یک معنی یہ بھی ہیں کہ دل سے ذکر کرو علانیہ نہ کرو دوسرا جواب تحقیقی یہ ہے کہ بعض لوگوں کے لئے بعض وقت بعض ذکر میں خفیہ بہتر ہے یہاں اس کی کافی بحث ہے دیکھو تفسیر اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ **دوسرا اعتراض فی نفسک** کے بعد **دون الجھر** کیوں فرمایا یہ معنی تو **فی نفسک** سے معلوم ہو گئے تھے۔ **جواب فی نفسک** کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ دل سے کرو دوسرے یہ کہ اپنے دل میں ذکر اللہ کرو کہ آواز پیدا ہو **دون الجھر** کے معنی یہ ہیں کہ صورت سے زیادہ تکلیف دہ آواز نہ پیدا ہو لہٰذا مضمون میں تکرار نہیں۔ **تیسرا اعتراض** شام کے وقت کا محل یوں کہتے ہیں۔ **جواب** یہ محل میں **وصیل** وصل کا صفت مشبہ محل ہے یا ظرف شام کے وقت آپس کی آمد و رفت ملی ہوتی ہے اس لئے اصیل کہتے ہیں ملی دوسرے سے ماخوذ ہے یا وقت دیکھو تفسیر یہ **چوتھا اعتراض** بعد فجر تو وقت ہی چاشت کا یہاں صبح شام کی قید کیوں لگی **بالغدو والاصال** جواب اس اعتراض کا جواب اسی تفسیر میں آرہا ہے وہ صبح شام سے مراد یہ

رب فرماتے **النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا** اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جہنم میں شام کے وقت ہی عذاب ہوگا اللہ تعالیٰ جہنم میں وہ اوقات میں بھی کر دیا اس وقت کا دوسرے وقتوں سے فصل ہے اس لئے اس وقت کا ذکر ہوتے ہیں۔ رب فرماتے **ان قرآن الفجر کان مشھودا**

تفسیر صوفیانہ ذکر خفی متقدمین کے لئے بھی بہتر ہے اور متاخرین کے لئے بھی اپنے دل سے ذکر کرے اور متاخرین کیونکہ ذکر خفی سے محبت حاصل ہوتی ہے محبت میں ہوتی ہے پھر وہ اس چاہتا ہے

www.alahazratnetwork.org

کا نام امید نہیں رہتا جب سب موں میں لگا ہو جاتے تو اس کی ہر چیز امید سے چمٹی جاتی ہے فرمایا نبی علیہ السلام نے **من عرف اللہ کل لسانہ** جو عارف ہوا اس کی زبان گونگی ہو گئی (کبیر)

حکایت ایک بزرگ اپنے مریدوں کو چند رات بعد فراست اس کے سامنے اللہ کے 99 نام پڑھتے پھر پوچھتے کہ اس نام پر تیرے دل کی کیفیت کیا ہوئی وہ نام بتاتا فرماتے اسی نام کی تلاش میں پہاڑ کی گھاٹیوں میں پھرا کیا تھا میں تجھ کو کوٹے گا تفسیر کبیر) رب کا نام ان میں اتارے کہ سوا اس کے کسی کی یاد نہ رہے۔

محبت نور ہے جس دل میں تصور جاگیں تو اگر یاد کرے پھر دم

رب اول سے پالنے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ پر قوں فعل اخلاق اور حالت سے رب کو اس طرح پہچانے کہ اس کے افعال میں شریعت سے جانچ میں داخل کرے رب کے افعال ان جانوروں اور بندا اخلاق الٰہیہ سے موصوف ہو جائے اور اس کی ذات فنا فی الذات ہو جائے یا ذات ہو جائے۔ تکلف دور ہو جائے پھر خوف میں خوف پیدا ہو کا اور بندا اور الٰہیت سے موصوف ہو جائے کا صحیح بن شاہد میں ہے کا پھر بندے اور رب کے درمیان ایک ہی نظر ہو گا تم اس سے محبت نہ کرو کہ اللہ اور اللہ تعالیٰ ہی سے محبت رب سے قرب ہے اس میں محمد اور رب بھی نہیں بتلاوہ ہمیشہ ہم سے دور رہتے ہیں دو بندگاں قطعیں منہ ہوتے ہیں۔

رحمت تو بس کہ کمر بندگی تاج تو در بجہ سرا گندگی

(روح البیان)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ صبح شام کا ذکر اسی سے افضل ہے کہ وہ فرشتوں کے اجتماع کا وقت ہے اس آخری آیت پر سجدہ تلاوت واجب کہ یہاں مقبولوں کے سجدے کا ذکر ہے پتہ لگا کہ مقبولوں کے پاس ذکر اللہ افضل ہے اس کے سوا سے جدا ہو کر کیا جاوے عبادت اسی لئے افضل ہے فرشتوں کے پاس تلاوت عبادت اور ذکر اللہ اسی لئے افضل ہے وہاں بندہ مقبول کا قرب **ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ**۔

پارہ ۹ سورۃ ۷ انعام مدنیۃ ۱۰ رکوعاتہا ۱۶

یہ رکوع حضرت عمر ان سے موصل ہے اس سورہ کا نام سورہ انعام ہے سورہ تمام کے اس میں یہاں پہنچے ہیں اس سورہ کا نام انعام ہے یہ اس سے شروع ہوئی ہے اس میں انعام کی قسمتوں سے احکام بیان ہوئے ہیں یہ سورۃ مدنیہ ہے یعنی بعد ہجرت نازل ہوئی اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور دس رکوع ہیں اس کی دو آیتیں منسوخ ہیں ۱ **واذیمکر بک الذین کفروا** ۲ **یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک** کہ یہ آیت ہجرت سے پہلے

www.alahazratnetwork.org

لانے پر نازل ہوئی اس جناب کا یہاں ہجرت سے کہیں پہلے تھا۔

خیال رہے کہ تمام سورتوں کی ترتیب خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی سوائے سورہ انفال کے کہ اس کو سورہ اعراف کے بعد سورہ توبہ سے پہلے حضرت عثمان غنی نے اپنے اجتہاد سے رکھا یہ آپ کا اجتہاد تھا نیز سورہ توبہ کے لوں بسم اللہ نہ لکھی یہ بھی حضرت عثمان غنی کا اجتہاد تھا بعض صحابہ خصوصاً حضرت عبداللہ ابن عباس نے حضرت عثمان غنی سے دو سوال کئے (۱) یہ کہ سورہ اعراف اور سورہ توبہ کی آیات ایک سو سے زائد ہیں اور سورہ انفال کی آیات سے سو سے کم پھر آپ نے یہ چھوٹی سورۃ ان بڑی سورتوں کے بیچ میں کیوں رکھی (۲) ہر سورت کے لوں آپ نے بسم اللہ لکھی ہے سورہ توبہ کے اول کیوں نہ لکھی حضرت عثمان نے اس کی بہت وجہیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اس میں اشتباہ ہوا کہ سورہ انفال اور سورہ توبہ ایک ہی سورت ہے یا دو نیز سورہ انفال کے مضامین سورہ توبہ کے مضامین سے ملتے جلتے ہیں حضور انور نے اس کی ترتیب دی نہیں اس وجوہ سے میں نے انفال اور توبہ کو ملایا اور ایک ہونے اور دو ہونے کا لحاظ کرتے ہوئے نام الگ الگ رکھے مگر بیچ میں بسم اللہ نہ لکھی (بخاری شریف، تفسیر روح المعانی اور جلال الدین سیوطی) اس کی نفسی بحث اس جگہ روح المعانی میں دیکھو۔

تعلق اس سورہ اعراف سے چند طرح کا تعلق ہے **پہلا تعلق** پچھلی سورت میں اعراف کا ذکر تھا خواہ دوزخ کے سوا ایک عارضی مقام ہو گا اس سورت میں اعراف یعنی بال بہشت کا ذکر ہے جو جہاد کے اصلی مقصود یعنی خدمت دین اور رضاء الٰہی کے علاوہ ایک عارضی چیز ہے۔ **دوسرا تعلق** سورہ اعراف میں اطاعت الٰہی کا اجمالی حکم **تواصوا بالمعروف** اس سورت میں احکام الٰہی کی تفصیل ہے گویا تقوی کا اجمالی حکم دے کر اب تفصیل فرمائی جارہی ہے (معالی)۔ **تیسرا تعلق** سورہ اعراف میں عموماً پچھلے نبیوں اور ان کی کافر قوموں کا ذکر تھا اس سورت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کافر قوم کا تذکرہ ہے۔ **چوتھا تعلق** سورہ اعراف میں قرآن مجید کے دین کا ذکر تھا کہ وہ بصائر، ہدایت اور رحمت ہے اب اس سورۃ میں ان موصوں کا ذکر ہو گا جو قرآن مجید سے نہ کورہ فیوض لیتے ہیں۔ **انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم** گویا دینے والے کے بعد لینے والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اس کی تفسیر سورہ فاتحہ سے پہلے **اعوذ باللہ** کی تفسیر کے بعد کی جاچکی ہے یہاں اتنا سمجھ لو کہ یہ سورہ مل شریف میں پوری آیت نہیں بلکہ آیت کا جز ہے اور سورتوں کے شروع میں پوری آیت ہے امام شافعی وغیرہ کے ہاں ہر سورۃ کے جز میں داخل ہوئی اس لئے وہ جہری نمازوں میں بسم اللہ بھی اونچی آواز سے پڑھتے ہیں ہمارے امام اعظم کے ہاں صرف ایک سورۃ کے اس میں نازل ہوئی پھر ہر سورت میں مکرر کردی گئی اس لئے ہمارے ہاں تراویح میں حافظ کسی ایک سورت میں بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا ہے۔ سورۃ توبہ کے اول میں حضرت عثمان غنی کا بسم اللہ نہ لکھنا اسی حق کی تائید کرتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا

سوال کرتے ہیں لوگ آپ سے غنیمتوں سے بتا دیجئے کہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی پس ڈرو اللہ سے

اے محبوب تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ و رسول ہیں تو اللہ سے

اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

اور درستی کرو اپنے درمیان والی کی اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی اگر ہو تم

ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللہ رسول کا حکم مانو اگر ایمان

مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ایمان والے

رکھتے ہو۔

تعلق اس آیہ سورہ عراف کی آخری آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں مسلمانوں کو عبادات خصوصاً تسبیح و تہلیل اور ذکر کا حکم دیا گیا تھا اب مسلمانوں کی دینی معاملات آپس میں اچھے تعلقات رکھنے کا حکم دیا جارہا ہے کیونکہ تقوی کے دو رکن ہیں ایک عبادات دوسرے معاملہ ایک رکن کا ذکر فرمانے کے بعد دوسرے رکن کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں قرآن کریم کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ بصارت و ہدایت ہے رحمت ہے اب قرآن مجید سے فیض لینے کی شرائط کا ذکر ہو رہا ہے کہ اللہ رسول کی اطاعت کرو تب ہی تم قرآن سے رحمت و ہدایت لے سکتے ہو۔ تیسرا تعلق پچھلی آیات میں بدنی عبادات کا ذکر ہوا اب جہاد غنیمت وغیرہ کا ذکر ہے جو ان عبادات کا ذریعہ ہے کہ جہاد سے ہی نماز وغیرہ قائم ہے۔

شان نزول اس آیت کریمہ کے نزول کے متعلق چند روایات ہیں (۱) غزوہ بدر کے موقعہ پر نبی کریم علیہ السلام نے جب مال غنیمت تقسیم فرمایا تو ایسے لوگ حضرات کو بھی حصہ دیا جو غزوہ بدر میں شریک نہ تھے حضور انور کے حکم سے اور دوسری خدمات انجام دیتے رہے جس میں تین مہاجر تھے اور پانچ انصاری تین مہاجر تو حضرت عثمان ابن عفان حضرت طلحہ اور سعید ابن زید تھے۔ حضرت عثمان تو حضور انور کی صاحبزادی رقیہ کی تیمارداری میں مشغول تھے جو آپ کی زوجہ تھیں اور سخت بیمار تھیں اور حضرت طلحہ اور سعید ابن زید کو حضور نے جاسوسی کے لئے بھیجا تھا پانچ انصاری ابولبابہ مروان ابن عبد المنذر عاصم حارث ابن حاطب حارث ابن صمہ حارث ابن حبیہ تھے تو حضور انور کے حکم پر مختلف ڈیوٹیوں میں مامور تھے بعض حاضرین بدر نے کہا کہ جب یہ حضرات جنگ میں شریک نہیں ہوئے تو انہیں غنیمت میں حصہ کیوں دیا گیا اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (کبیر) (۲) بدری غنیمت کے متعلق جو بدر میں مختلف ہوئی کہ یہ سب کی جائے صرف مہاجرین کو یا صرف انصار کو یا دونوں کو تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (مدارک حازن) (۳) بدر میں جو حضرات تو جہاد میں مشغول رہے بڑھے حضرات ان کی پشت پناہی کرتے رہے جیسا کہ جنگوں میں ہوتا ہے تقسیم غنیمت کے وقت مجاہدین نے کہا کہ صرف ہم کو ملنی چاہئے کہ جہاد ہم نے ہی کیا

www.alahazratnetwork.org

سے بڑھوں نے کہا کہ ہم بھی حقدار ہیں کہ ہم تمہارے پشت و پناہ تھے وقت پڑنے پر ہم تمہارے کام آتے تب یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر خازن) (۱۲ مدرس) حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کسی کافر کو مارے گا تو مقتول کا سامان قاتل کو دیا جاوے گا۔ کسی کا گھوڑا جو ڈھ، غیرہ تقسیم غنیمت کے وقت اس کے متعلق صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ سلب یعنی مقتول کا مال غنیمت میں شامل ہو جاوے یا صرف قاتل کو دیا جاوے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عمر انصاری اور سعد ابن عبادہ انصاری میں اختلاف ہوا تب یہ آیت نازل ہوئی (خازن ۱۲ مدارک) کفار کے جس مال پر جہاد مسلمانوں کے قبضہ میں آجاتے تھے جیسے جنگی قرنطینہ دشمن کے سپرد کر مال جائیداد وغیرہ ان کے متعلق صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ ان کی تقسیم کیسے ہو یہ مال غنیمت ہے یا نہیں اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی یہ قول حضرت عبداللہ ابن عباس ثابت (تفسیر کبیر) 6. مال غنیمت میں پانچواں حصہ حضور ﷺ کا ہوتا تھا چار حصے غازیوں کے اس خمس کے متعلق گفتگو ہوئی کہ یہ کہاں خرچ کیا جاوے تب یہ آیت نازل ہوئی یہ قول محمد ابن اسحاق کا ہے یہ چھ روایات حسن ہیں، میں انہی کے مطابق آیت کی تفسیر کروں گا۔

تفسیر یسئلونک عن الانفال یسئلونک تا سے سوال کے معنی لغت میں پوچھنا معلوم ہیں اس نے بعد عن آنے تو معنی پوچھنا ہوتا ہے دوسری معنی یہاں مراد ہیں اس کا فاعل اصحاب بدر ہیں جنہوں نے پوچھے یہ آیت نازل ہوئی۔ انفال جمع ہے نفل کی معنی زائد چیز کے لئے اس عبادت کو نفل کہتے ہیں کہ وہ فرائض سے زیادہ میں پوتے کو نفل کہا جاتا ہے کہ وہ بیٹے سے زائد درجہ رکھتا ہے **ویعقوب نافلۃ** ہم نے یہ ابراہیم علیہ السلام کو یعقوب بخشا ان کی طلب سے زائد بخشے کہ انہوں نے صرف بیٹا مانگا تھا ہم نے پوتا بھی دیا یہاں نفل سے مراد یا تو غنیمت کا مال ہے جو جہاد میں غازی کو ملتا ہے جہاد سے زائد ہے کیونکہ وہ بھی مقصد جہاد سے زائد ہوتا ہے غازی صرف ثواب کے لئے جہاد کرتا ہے یہ مال اسے رب نے زائد دیا اس سے مراد وہ زائد حصہ جو امام بطور انعام مقرر فرماوے کہ جو شخص اس قلعہ میں پہلے داخل ہوا سے سر بر سے ہمراہی غنیمت زائد دیں گے یا مراد وہ خمس جس غنیمت کا پانچواں حصہ ہے جو حضور ﷺ کے لئے خاص ہوتا تھا جیسا کہ ان مروں کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے قوی یہ ہے کہ غنیمت کا مال مراد ہے اکثر مفسرین کا یہی خیال ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی یہ فرمایا کہ خیال رہے کہ مال غنیمت اور قربانی کا گوشت صرف مسلمانوں کے لئے حلال کیا گیا پہلی امتوں پر حرام تھا اسی لئے حکم تھا کہ یہ سارا مال پہاڑ پر رکھا جائے تب آگ آتی تھی اسے جلا دیتی تھی یہ جلانا قبولیت کی علامت تھی اس وجہ سے بھی غنیمت کو نفل کہا جاتا ہے یعنی ہمارے لئے زائد عطیہ یعنی اے محبوب غازیوں سے آپ سے غنیمت یا خمس یا غازی سے متروکہ مال یا ان کی متروکہ جائیداد کے متعلق پوچھتے ہیں ضحاک نے اس آیت کے معنی یہ کہے ہیں کہ لوگ آپس میں غنیمتوں میں حصہ مانگتے ہیں ان سے رئیس علی معنی میں ہے اور سوال کے معنی میں مانگنا یہ قول قوی ہیں **قل الانفال للہ والرسول** یہ ان حضرات صحابہ کے سوال کا جواب ہے اس فرمان میں دو تعلیمیں ہیں ایک یہ کہ **للہ** میں ہر غنیمت ہے خدا کے لئے ہے تو معنی یہ ہوئے کہ غنیمت حضور انور کی ملک ہے اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے اس کی ناسخ وہ آیت ہے **واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ** اس نے خمس مقرر فرما دیا یہ آیت مال بھی ہے منسوخ بھی ناسخ تو ہے مال غنیمت کو جاوے کے حکم دی کہ پہلی امتوں میں مال غنیمت جلا دیا جاتا تھا منسوخ ہوا اس سے

www.alahazratnetwork.org

کہ اب چار خمس مجاہدین کے ہوں گے ایک خمس حضور علیہ السلام کا دوسرے یہ کہ انفال سے مردے غنیمتوں کا حکم پھر **للہ** برات کے لئے فرمایا گیا اور معنی یہ ہیں کہ غنیمت کے مالوں کا حکم رسول اللہ کے اختیار میں ہے کوئی مجتہد قیاس سے اس کا حکم نہ دے۔ تیسرے یہ کہ انفال سے مراد ہے غنیمت کا نفس اور رقم ملکیت غانمین یعنی غنیمت کا پچواں حصہ اللہ رسول کا ہے حضور اس کے مالک ہیں چوتھے یہ کہ انفال سے مراد ہے مال سلب یا انعام مقرر کردہ اور معنی یہ ہیں کہ اس کا اختیار اللہ رسول کو ہے جب چاہیں جتنا چاہیں مقرر فرمادیں پانچویں یہ کہ انفال سے مراد ہے غنائم کا متروکہ کہ مال ان کی متروکہ جائداد جو بغیر جنگ مسلمانوں کو مل جائیں ان صورتوں میں یہ آیت محکم ہے (تفسیر روح البیان خازن وغیرہا) اس صورت میں آیت **واعلموا انما غنمتم** اس آیت کا بیان سے ناسخ نہیں۔ **فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم** اس فرمان حالی میں اس بات کی پوشیدہ شرط کی جواب ہیں جب اس کا حکم اللہ رسول کے سپرد تو تم لوگ آپس میں نہ جھگڑو اللہ سے ڈرو اس کے رسول کے حکم پر راضی ہو جاؤ اور اپنے آپس کے معاملات کی اصلاح کرو۔ اصلحوا ذات اصلاح سے معنی درست کرنا خرابی اور فساد موقوف سے دور کرنا، معنی والی اصل میں دو تھا واو الف حذف کیا گیا ہے مراد ہیں وہ حالات جو لوگوں کے درمیان واقع ہوں جن کے آپس کے حالات جیسے دلوں کے حالات کو ذات الصدور اور دل والی چیزوں کو ذات نار کہتے ہیں جن کے حالات کی اصلاح درستی مراد ہے مال جوں رکھو سی مال کے متعلق آپس میں لڑو جھگڑو نہیں **واطیعوا اللہ ورسولہ** یہ خاص پر عام کا عطف ہے یعنی آپس کا میل جول بھی اللہ رسول کا حکم ہے طاعت خدا و رسول میں یہ بھی داخل ہے اطاعت کے معانی اور اطاعت و عبادت میں اور اطاعت و اتباع میں نفیس فرق بار بیان ہو چکے ہیں پہلے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح حضور علیہ السلام کی اطاعت مطلق ہر مومن پر لازم ہے رسول کی بعثت رب کی طرف سے ہے جیسے کی ہماری طرف ہوتی ہے ویسے کی اللہ کے رسول کی طرف یعنی اللہ سے فیض لینے والے رسول۔ ہمارے رسول یعنی ہم کو فیض دینے والے اللہ کی نعمتیں پہنچانے والے رسول **ان کنتم مؤمنین** اس شرط کا تعلق گزشتہ تینوں حکموں سے ہے تقوی اصلاح اور اطاعت یعنی اگر تم مومن کامل ہو تو اللہ سے ڈرو بھی آپس میں میل جول بھی رکھو اور اللہ رسول کی فرمانبرداری بھی کرو کہ یہ چیزیں خاصہ ایمان بھی ہیں اور مومن کامل ہونے کی نشانیاں بھی۔

خلاصہ تفسیر ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی چھ تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک قوی اور صحیح ترجمانیہ کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو علی حضرت قدس سرہ کے ترجمہ کے بھی مطابق ہے اے محبوب علیہ السلام محمدیں مدد علم کے پہلے غازی آپ سے غنیمتوں کے متعلق پوچھتے ہیں کہ ان کا حکم کیا ہے کہہ دیجئے کہ غنیمت اللہ رسول کی ہے اور غنیمت پہلی غنیمت ہے اس لئے یہ اس کے احکام سے بالکل ہے جو میں آپ جواب میں ارشاد فرمادو کہ غنیمتیں اللہ رسول کی ہیں ان سے کام لو راست وہی بیان فرمائیں گے جس کی رائے کسی کے قیاس کو دخل نہیں وہ جس طرح تقسیم میں تمہیں جتانا میں شریک نہ ہونے والوں کو حصہ دیں تو انہیں اختیار ہے مجاہدین میں سے بعض کو بعض سے زیادہ دیں یہ حسب فعل کی شکل میں تو وہ مختار ہیں تم بلا چوں و چرا ان کے حکم پر سر جھکا دو اگر تم مومن کامل ہو تو تمہیں لازم کہ اللہ سے ڈرو کسی کی طرف سے دل میں میل نہ رکھو ہر مسلمان کی طرف سے دل صاف رکھو اور اللہ رسول کی فرمانبرداری کرو تمہارے یہ اعمال تمہارے ایمان

www.alahazratnetwork.org

کامل کی دلیلیں ہیں۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** مال غنیمت کا حلال ہونا اس امت کی خصوصیت ہے اس سے پہلے کسی نبی کی امت کے لئے یہ حلال نہ ہوا یہ فائدہ **یسئلونک** سے حاصل ہوا کہ صحابہ کرام غنیمت کی تقسیم سے بالکل بے خبر تھے اس لئے اس کے متعلق حضور انور سے بہت پوچھ گچھ کرتے تھے۔ **دوسرا فائدہ:** جہاد کا اصل مقصد تبلیغ دین ہے اس کا فائدہ رضاء رب العالمین ہے مال غنیمت مل جانا ایک زائد شے ہے یہ فائدہ **اعلم** کے لفظ سے حاصل ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زائد شے **تیسرا فائدہ:** حضور انور شرعی احکام خصوصاً مال غنیمت کی تقسیم میں بالکل مختار مطلق ہیں جس طرح چاہیں احکام جاری فرمائیں یہ فائدہ **للہ** فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں **للہ** فرمانا برکت کے لئے ہے **والرسول** نفاذ و اختیار کے لئے۔ **چوتھا فائدہ:** مال غنیمت بہت ہی طیب و طاہر ہے کہ اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی طرف بھی کہ یہ رب کا خاص عطیہ ہے اور حضور علیہ السلام کا تقسیم فرمودہ یہ فائدہ بھی **للہ والرسول** سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ:** اللہ کے ساتھ حضور انور کا نام کریم ذکر فرمانا جائز ہے دیکھو اللہ و رسول میں یوں ہی **اطیعوا اللہ والرسول** میں اللہ رسول ملا کر فرمایا گیا لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے عطا فرمایا اللہ رسول سے تم کو ایمان و عرفان نعمت و جمال عطا فرمائیں یہ شرک نہیں۔ **چھٹا فائدہ:** حضور علیہ السلام مالک و مختار ہیں اگر چاہیں تو میدان بدر بنا دیں چاہیں تو غیر مجاہد کو مجاہد بنا دیں جسے چاہیں بنا دیں غیر حاضر کو حاضر کر دیں حاضر کو غیر حاضر دیکھو حضرت عثمان غنی فرد و بدر کے موقعہ پر مدینہ میں رہے مگر انہیں حضور نے بدر میں حاضر بنا دیا غنیمت کے مال میں مجاہدین کی برابر انہیں حصہ دیا حالانکہ وہ لوگ محاذ سے پیچھے رہے اگرچہ انہوں نے جہاد نہ کیا تلوار نہ چلائی زخم نہیں کھائے۔ تیر کمان نہیں تھامے مگر انہیں ساری مجاہدین کا برابر کا حصہ دیا **صلح حدیبیہ** کے موقع پر حضرت عثمان غنی حدیبیہ میں موجود نہ تھے حضور کے حکم سے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے ان کے پیچھے بیعت رضوان ہوئی تو حضور انور نے اپنے ایک ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے لہٰذا یہ دوسرا ہاتھ محمد رسول اللہ کا ہاتھ ہے میں خود عثمان کی طرف سے بیعت کرتا اور بیعت لیتا ہوں یہ ہے میرے شہنشاہ کی بادشاہی رب خالق و مختار نے حضور کو مالک و مختار بنایا ہے۔ **اللھم صل وسلم وبارک علیہ** **ساتواں فائدہ:** اطاعت اللہ تعالیٰ کی بھی ہوتی حضور علیہ السلام کی بھی عالم و عالم دین کی بھی مگر اتباع صرف حضور کی ہوگی نہ اللہ تعالیٰ کی نہ کسی عالم و شیخ و حاکم کی یہ فائدہ **اطیعوا اللہ ورسولہ** سے حاصل ہوا دوسری جگہ ارشاد ہے **فاتبعونی** وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حاکم کا حوالہ نہ دیا کسی حاکم کا نام نہ لیا۔ **آٹھواں فائدہ:** تقویٰ دل کی صفائی اللہ رسول کی اطاعت ایمان کی دلیل ہے یہ فائدہ **ان کنتم مؤمنین** سے حاصل ہوا۔ **نواں فائدہ:** حضور کی اطاعت مطلق واجب ہے خواہ عقل میں آئے یا نہ آئے ہر حضور کا حکم دین ہو یا نہ ہو قرآن سے حکم ملے یا نہ ملے ہر وقت بھی حضور کی اطاعت فرض ہے یہ فائدہ **اطیعوا اللہ ورسولہ** فرمانے سے حاصل ہوا اس لئے سنت سنت ہے خواہ سنت مصطفیٰ میں ہو یا سنت صحابہ میں حضرت ابو ایوب انصاری اپنے گھر میں اوپر رہائش فرماتے تھے حضور نیچے تشریف فرما ہوئے حضرت علی کے لئے فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دوسرا نکاح ممنوع فرمایا حضرت عمر نے حضرت سعد سے متعلق بستر کی عورت سے دی وغیرہ۔ **دسواں فائدہ:** باہمی رنجش اس کی ہے جس کا دل کدورت بغض عداوت وغیرہ سے پاک صاف ہو یہ فائدہ **اصلحوا ذات بینکم** سے حاصل

www.alahazratnetwork.org

ہوا گیارھواں فائدہ: جنگ میں غازیوں اور ان کے مقتولوں کا ثواب اور غنیمت کا حصہ برابر ہے۔

پہلا اعتراض اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے فیصلہ سے ناراض ہوتے تھے۔ دیکھو حضور نے غازیوں مقتولوں کو غنیمت کا برابر کا حصہ دیا تو صحابہ ناراض ہوئے اور حضور کے فیصلہ سے ناراضی تقریباً روانض۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی **انی جاعل فی الارض خلیفۃ** ہم زمین میں اپنا نائب خلیفہ بنانے والے ہیں تو فرشتوں نے اس پر اعتراض کیا اور اپنا تحقیقی بیان کیا اور رب پر اعتراض کر بیٹھے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ وہاں اور یہاں بدر میں نہ تو اعتراض تھا نہ ناراضی بلکہ اس عمل کی حکمت پوچھنا مقصود تھا اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا **ویسئلونک** لوگ آپ سے پوچھتے ہیں یہ نہ فرمایا کہ آپ پر اعتراض کرتے ہیں نہ انہیں توبہ کا حکم دیا نہ دوبارہ کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کا۔ **دوسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت صرف اللہ رسول کا ہے کسی غازی میں کوئی حق نہیں **الانفال للہ والرسول** حالانکہ وہ تو غازیوں میں تقسیم ہوتی ہے۔

جواب: اس کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ اگر انفال سے مراد کفار کی متروکہ جائیداد ہو جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے تو اس آیت پر کوئی اعتراض نہیں اور اگر اس سے مراد مال غنیمت ہے تو بھی یہ ہیں کہ ان میں حکم اللہ رسول کا ہے جو چاہیں حکم دیں کسی کو قیاس وغیرہ کرنے کا حق نہیں اللہ میں ملکیت کا نہیں بلکہ اختیار کا ہے **تیسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ فاسق فاجر اور کینہ ور آدمی مومن نہیں کافر ہے ترک اطاعت ایمان مٹا دیتا ہے کیونکہ یہاں ایمان کو اطاعت پر معلق کیا کہ ارشاد ہوا **ان کنتم مؤمنین** جب موقوف علیہ نہ رہا تو موقوف بھی نہ رہا جب اطاعت نہ رہی تو ایمان بھی نہ رہا جب پھلت نہ رہی تو پھلت کی معلق چیزیں بھی نہ رہیں (تفسیر کبیر)۔ **جواب**: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک الزامی باقی تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے گناہ کبیرہ کرنے والوں کو مومن فرمایا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اس اعمال کو ایمان پر معلق کیا ہے۔ نہ ایمان کو مذکورہ اعمال پر **ان کنتم مؤمنین** شرط ہے وہ اعمال جزا اور جزا شرط پر معلق ہوتی ہے۔ برعکس تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں کامل ایمان مراد ہے تو ان اعمال کاملہ کرنے والا کامل مومن نہیں۔ **چوتھا اعتراض**: تقویٰ اللہ رسول کی اطاعت دلوں کی صفائی تو سارے مسلمانوں کی کرنی چاہئے پھر مومن کی شرط کیوں لگائی۔ **جواب**: اس لئے کہ ان اعمال کا ثواب صرف مومن کو ملے گا اگر کوئی کافر ایمان لا کر مسلمان ہو جائے خوف خدا کا دعویٰ کرے دل صاف رکھے حضور کے بہت ارشادات عالیہ پر عمل کرے وہ ثواب کا مستحق نہیں لہٰذا آیت واضح ہے۔

تفسیر صوفیانہ مومن کی زندگی و اعمال سب ہی گویا انفال ہیں جو رب کی طرف سے ہمارے استحقاق کے بغیر ملے ہیں کامل مومن وہ ہے جس کے اعمال یعنی انفاس و اعمال اللہ رسول کے لئے ہوں ہو لے تو اللہ کے لئے لکھے تو اللہ رسول کے لئے حال یہ ہو

لب تو میرے ہیں طوطی پر کرم ہے تیرا انگلیاں میری ہیں پر ان میں قلم ہے تیرا

تقویٰ اختیار کرو یعنی غیر اللہ سے چوکنا رہو دنیا بھائیوں پر حسد لوگوں کی دل آزاریوں سے دل کو صاف رکھو کہ یہ چیزیں نور ایمان کو دل میں نہیں آنے دیتیں اگر تم حقیقی مومن ہو کہ تمہارا نام الست کے دن مومنوں کی فہرست میں لکھا گیا ہے تو اللہ رسول

www.alahazratnetwork.org

لے احکام بازوں سے قبول کرو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے درخت کے پتے پھل پھول نشو نما میں بڑی ہوئی جڑ کی دلیل ہیں یوں ہی ظاہری تقوی طاعت خدا اور رسول دل میں چھپے ہوئے ایمان کی دلیل ہے **فلذا ان کنتم مؤمنین** فرمانا بالکل حق ہے اللہ نے حضور انور کو یہ قوت و قدرت بخشی ہے کہ حضرت عثمان غنی کے لئے مدینہ کو دو بار میں بائیں ہاتھ کو اپنے ہاتھ کے ذریعہ خدا کا ہاتھ بنا دیں کہ وہ فرما دیں کہ یہ میرا ہاتھ نہیں خدا کا ہاتھ ہے اور رب کے کہ محبوب تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے **یداللہ فوق ایدیھم** لہذا حضور کو یہ اختیار بھی دیا کہ جس کے لئے جس حد کو چاہیں مدینہ بنا دیں بلکہ چاہیں تو مدینہ سے بڑھا دیں انہیں سب کچھ بنانا آتا ہے۔

بنا دو میرے سینہ کو مدینہ ناخدا بحر غم سے یہ سفینہ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ

ان کے سوا نہیں کہ ایمان والے وہ ہیں کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا تو ڈر جائیں دل ان کے اور جب تلاوت کی جائیں

ایمان والے وہ ہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی

عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ

ان پر آیتیں اس کی تو بڑھا دیں ایمان ان کے اور رب اپنے پر ہی توکل کریں وہ لوگ جو قائم رکھتے ہیں

جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں وہ جو نماز قائم رکھیں

الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ

نماز کو اور اس میں سے جو دیا ہم نے انہیں خرچ کرتے ہیں یہ ہی لوگ ہیں ایمان والے سچے ان ہی کے

اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں یہ ہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۚ

واسطے ہیں درجے نزدیک رب کے ان کے اور بخشش اور روزی کرامت والی

ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی

تعلق ان آیات سے کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کی طرف سے دل میں میل نہ رکھو **واصلحوا ذات بینکم** لہذا اس کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ پھر تمہارے اس میں خوف الٰہی محبت الٰہی پیدا ہوں گے جو ایمان کی روح ہے۔ **وجلت قلوبھم** دوسرا تعلق پچھلی آیت کریمہ میں اللہ رسول کی

www.alahazratnetwork.org

اطاعت کا التزامی حکم دیا گیا اب اس التزام کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے **الذین یقیمون الصلوۃ** پچھلی آیت میں ایمان کی ظاہری علامات ارشاد ہوئیں۔ تقوی میں کامیل حول اطاعت خدا و رسول کب ایمان کی اصل حقیقت کلوکرے دل میں ہیبت الٰہی ہو تلاوت قرآن پر ایمان تازہ نماز میں خالق پر پورا توکل ہو نماز و زکوۃ پابند ہو وغیرہ۔

تفسیر انما المؤمنون انما حصر کے لئے ہے **المؤمنون** سے مراد کامل مومن ہیں ہم ایمان کی حقیقت پہلے پارہ کے شروع میں عرض کر چکے ہیں۔ **یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ** کی تفسیر میں اگرچہ فرشتے اور بعض جنات بھی مومن ہیں مگر قرآن مجید میں جب مومن مطلق آتا ہے تو اس سے مراد انسان مومن ہوتے ہیں وہی یہاں مراد ہیں نمازیں قائم کرنا، زکوۃ دینا انہی مومنوں کی ہی صفت ہیں **الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم** یہ عادت آئندہ سے حل **المؤمنون** کی جز ہے ظاہر ہے کہ **ذکر اللہ** سے مراد اللہ کی ذات و صفات کا ذکر ہے بعض نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب کا ذکر مراد ہے مگر پہلا قول قوی ہے۔ ذکر اللہ کے معنی اس کے احکام و احکام ہم دوسرے پارے **فاذکرونی اذکرکم** کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں **اذا** کا عموم وقت کے لئے ہے۔ معنی جب کبھی خوف مہیبت تقوی اور وجل قریب معنی میں مراعۃ وجل معنی ہیبت ہوتا ہے خوف اشرا کے ذکر کو بھی چاہتا ہے یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں شاعر کہتا ہے۔

لعمرک ما ادری واس لا وجل ۔۔۔ علی ایما تعدوالمنیۃ اولی

قلوبھم میں **ھم** کا مرجع مومنین ہیں ان میں اولیاء کرام کبار اصفیاء سب ہی شامل ہیں کہ رب کی ہیبت سب ہی دل میں ہے بلکہ جس قدر ایمان قوی اسی قدر رعب الٰہی زیادہ **واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا** یہ مومنین کاملین کی دوسری صفت ہے یہاں بھی اذا عموم وقت کے لئے ہے۔ معنی جب کبھی آیات سے مراد قرآنی آیتیں ہیں جیسا کہ **تلیت** میں تلاوت عام ہے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے ایمان کی زیادتی سے مراد مقداری زیادتی نہیں کہ یہاں میں مقداری زیادتی کی نہیں ہوتی بلکہ کیفیت کی زیادتی مراد ہے علم الیقین عین الیقین حق الیقین یہ مرتبے ہیں ان ہی میں ترقی ہوتی ہے یہ مطلب ہے کہ آیات نازل ہوتی رہتی ہیں یہ ان کی تصدیق کرتے رہتے ہیں یعنی صدق یہ کی زیادتی ایمان کی زیادتی ہے **وعلی ربھم یتوکلون** یہ مومنوں کی تیسری صفت ہے **علی ربھم** کو **یتوکلون** پر مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا۔ توکل کے معنی ابھی پہلے پارہ میں بیان ہو چکے کہ توکل دو قسم کا ہے اسباب کا اور ترک اسباب والا اسباب والے توکل کو یوں بیان کیا جاتا ہے۔

گر توکل می کنی در کار کن ۔۔۔ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

یعنی وہ لوگ اپنے رب پر ہی توکل و بھروسہ کرتے ہیں۔ **الذین یقیمون الصلوۃ** یہ مومنوں کی چوتھی صفت ہے پہلی تین صفتیں دلوں کی تھیں یہ صفات جسم کی ہیں نماز پڑھنے اور نماز قائم کرنے میں فرق ہم پہلے پارے میں **یقیمون الصلوۃ** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں نماز ہمیشہ پڑھنا صحیح پڑھنا بروقت پڑھنا دل لگا کر پڑھنا نماز قائم کرنا اللہ نصیب کرے۔ **ومما رزقنھم ینفقون** یہ مومنوں کی پانچویں صفت ہے اس کی تفسیر بھی پہلے پارہ میں اس آیت کے ماتحت ہو چکی ہے اللہ توفیق دے تو ہر روز میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے صرف مال کی ہی زکوۃ پر کفایت نہ کرے پھر صرف ایک دو بار پر قناعت نہ

www.alahazratnetwork.org

کرے بلکہ ہمیشہ خرچ کرے ایک جگہ میں خرچ نہ کرے بلکہ ہر جگہ ہر اچھے مقام پر خرچ کرتا رہے ہر جگہ دانہ ڈالے۔ معلوم کون دانہ کب اگ جاوے اس لئے اسلام نے صرف زکوٰۃ نہ رکھی بلکہ اس کے ساتھ اور صدقات بھی جاری فرمائے اسی ایک جملہ میں یہ تمام باتیں بیان فرمادیں **اولئک ھم المؤمنون حقا** جن میں یہ پانچ صفات ہوں وہ سچے مومن ہیں حق کے معنی ہیں درحقیقت یا سچے یا پکے یا مضبوط تینوں معنی درست ہیں یعنی یہ لوگ ہی درحقیقت مومن ہیں یا یہ ہی لوگ سچے مومن ہیں یا پکے مومن ہیں حقا کے نصب میں بہت احتمال ہیں یا یہ موصوف کا حال ہے یا الحق پوشیدہ کا مفعول مطلق جیسے رب فرمائے **اولئک ھم الکافرون حقا** اب ان کے تین انعام بیان ہو رہے ہیں۔ **لھم درجات عند ربھم** اس فرمان عالی میں **لھم** کو مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ ہوا اور درجات جمع درجۃ کی عربی میں درجہ کے دو معنی ہیں سیڑھی اور منزلت و طبقہ جب معنی سیڑھی ہو تو اس کی جمع درج بروزن فعل آتی ہے اور جب معنی منزلت و طبقہ ہو تو اس کی جمع درجات آتی ہے یہاں معنی قرب و منزلت ہے (روح البیان) عند سے مراد قرب مکانی نہیں بلکہ قرب رتبی ہے یا تو اس سے مراد جنت کے طبقے ہیں جو بعد قیامت ملیں گے یا دنیا میں ایمانی عرفانی درجے مراد ہیں فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ جنت کے سو درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ درجات کو رب کی طرف نسبت فرمانا ان کی عزت افزائی کے لئے ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ ان کو ان درجات کا ملنا یقینی ہے کہ رب کا وعدہ ہے (روح المعانی) **ومغفرۃ ورزق کریم** یہ عبارت معطوف ہے درجات پر اور دوسرے دو انعاموں کا اس میں ذکر ہے مغفرۃ سے مراد ہے تمام چھوٹے بڑے گناہوں خطاؤں کی بخشش اور رزق کریم سے مراد ہے جنت یا جنت کی نعمتیں عربی میں ہر قابل تعریف کو کریم کہتے ہیں (روح المعانی) اور ہو سکتا ہے کہ رزق کریم سے مراد ہو دنیا میں حلال طیب روزی یا نیک اعمال کی توفیق کہ یہ بھی روحانی روزی ہے۔ سر حال اس عبارت کے بہت معانی ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر: اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے کامل و کامیاب مومنوں کی پانچ صفات بیان فرمائیں تین روحانی اور دو جسمانی اور ان کے تین خصوصی انعام بیان کئے چنانچہ فرمایا کہ پیارے کامل قدر مومن وہ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاوے خواہ اس طرح کہ دوسرا شخص انہیں ذکر سنائے یا اس طرح کہ وہ دوسروں کو سنائیں یا اس طرح کہ خود اپنے دل یا زبان سے ذکر الٰہی کریں تو ان کے دل ہیبت الٰہی اور جلال کبریائی سے ڈر جاویں اور جب ان کے سامنے آیات الٰہیہ یعنی قرآن مجید کی تلاوت کوئی کرے تو ان کی کیفیت ایمان میں ترقی ہو جاوے ایمان تازہ ہو جاوے اور وہ حضرت ہمیشہ صرف اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں کبھی اسباب پر عمل کر کے اور کبھی اسباب سے بھی بے پروا ہو کر ان کا توکل حال یہ ہے کہ ہمیشہ صحیح طور پر دل لگا کر ہر وقت نماز ادا کرتے ہیں اور ہماری ہوئی روزی سے ہماری راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں جو ان پانچ صفات سے موصوف ہیں وہی درحقیقت سچے پکے مومن ہیں انہیں رب کے ہاں درجات کی عطا ہے ان سے تمام گناہوں خطاؤں کی بخشش کا وعدہ ہے اور ان کے لئے دار آخرت میں عزت کی روزی ہے۔

حکایت: کسی نے خواجہ حسن بصری سے پوچھا کہ کیا آپ مومن ہیں آپ نے جواب دیا کہ ایمان دو طرح کا ہے ایک تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں کتابوں رسولوں قیامت کو مانا اس معنی سے میں مومن ہوں دوسرا وہ ایمان جو اس آیت میں مذکور ہے **اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم** مجھے پتہ نہیں کہ میں اس ایمان سے موصوف ہوں یا نہیں (تفسیر کبیر) یہ ہے خوف

www.alahazratnetwork.org

الٰہی۔

فائدہ سے اس آیت کریمہ سے چودہ فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور خشیت سے خوف علامت ایمان ہے۔ اس قدر ایمان قوی اس قدر خوف زیادہ۔ یہ فائدہ **وجلت قلوبھم** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** اگرچہ مومن کو ہر وقت کی خوف خدا رہتا ہے مگر یہ مصراب کا کام ہے کہ اس وقت اس خوف کا ظہور ہوا ہے طبور میں ستار میں تار ہر وقت سے ریکارڈ میں تار بھری ہے مگر مصراب یا سوئی لگانے پر اس تار کا ظہور ہوتا ہے یہ فائدہ **اذا ذکر اللہ** سے حاصل ہوا۔ اس سے ذکر اللہ کی بہت تاکید ہے۔ **تیسرا فائدہ** اللہ کی ہیبت اور خوف و خشیت دیا سے بے خوفی اور اطمینان قلب کا ذریعہ ہے۔ دیکھو یہاں ارشاد ہے **وجلت قلوبھم** مگر دوسری جگہ ارشاد ہے **لاخوف علیھم** اور ارشاد ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** یعنی محبت ہی سے بے چینی یا کاہیں ہے محبت کا فیم ایں خوشی ست

ن صیب حق ہلی قہقہ لہ بو درج و محش ماہیہ شادی و خوشی

چوتھا فائدہ قرآن مجید خود پڑھنا بھی اچھا ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی اچھا ہے یہ فائدہ **واذا تلیت علیھم** سے حاصل ہوا حضور پرنور نے حضرت ابی ابن کعب سے فرمایا کہ مجھے رب نے حکم دیا کہ تم سے قرآن مجید پڑھوا کر سنوں اس پر حضرت ابی رو پڑے کہ رب نے میرا نام لیا مطلوبہ یہ بھی ثابت ہے کہ حضور انور نے قرآن مجید پڑھوا کر سنا اور اس آیت کریمہ پڑھی۔ **وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا** قرآن سنا سنانا بہترین مشغلہ ہے۔ **پانچواں فائدہ** ایمان میں زیادتی ہوتی ہے یہ فائدہ **زادتھم ایمانا** سے حاصل ہوا اگر یہ زیادتی بحیثیت ایمان میں ہوئی ہے کہ مقلد ایمان میں تمام اولیاء مسلمان سے سارے مسلمان پورے مسلمان میں کمزوری ناقص ہے۔ اس سے اولیاء اہل حضرت قدس سرہ سے ایمان زیادہ ہوں مسلمان کو پورے ناقص ہی کہی اب فلاح حاصل پانی ہے کہ میں مرکز تم میں **چھٹا فائدہ** مومن اگرچہ اسباب اختیار کرتا ہے مگر توکل صرف خالق اسباب پر ہی کرتا ہے یہ فائدہ **علی ربھم یتوکلون** سے حاصل ہوا دوسری جگہ فرمان ہے **خذوا حذرکم ساتواں فائدہ** مومن کسی وقت میں بھی کسی سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ اہل صلوٰۃ اہل ایمان اور یہ ہیں یہ فائدہ **الذین یقیمون الصلوٰۃ** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ** عشق و محبت یوں ہی خوف و خشیت والا ایمان پکا ہے اور انشاء اللہ اور کامل صرف اطاعت والا ایمان ہوا اس صفت سے خالی ہو وہ خطرہ میں ہے یہ فائدہ **ھم المؤمنون حقا** سے حاصل ہوا جبکہ حق کے معنی ہوں پکا مضبوط۔ **فائدہ نمبر ۹ ومما رزقنھم ینفقون** سے پانچ فائدے حاصل ہوئے اہل اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے کہ ہمارے حلال مال خرچ کرنے سے حرام بعض مال خیرات کرے۔ کہ کل ہر کار خیر میں مال خرچ کرے صرف روٹی پر قناعت نہ کرے خیرات ہمیشہ کرتا رہے ایک بار پر قناعت نہ کرے ہم اس کی تفصیل پارہ الم کے شروع میں اسی آیت کے تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ **چودھواں فائدہ** اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو دنیا میں بھی درجات عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی۔ ان درجات کی عظمت وہی جانے یہ فائدہ درجات کی جمع سے کثرت کے معنی ہونے اور مطلق ہونے سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر پندرھواں فائدہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کو آخرت کی روزی عطا فرماتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی یہ فائدہ **رزق کریم** سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نصیب کرے۔

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر سے مومنوں کے دل ڈر جاتے ہیں مگر دوسری جگہ ارشاد ہوا **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** اللہ کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک علماء دوسرا صوفیاء نے۔ جواب صوفیاء تو ہم تفسیر صوفیاء میں عرض کریں گے جواب علماء یہ ہے کہ اللہ کے ذکر سے اللہ کا خوف آخرت کا خوف پیدا ہوتا ہے مگر دنیاوی تکلیف سے امن و چین حاصل ہوتا ہے رب سے خوف دنیا سے بے خوفی کا ذریعہ ہے اس آیت میں دنیاوی امور میں مومن کا اطمینان مراد ہے اور اس آیت میں اللہ کا خوف مراد۔ **دوسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر سے مومنوں کو خوف حاصل ہوتا ہے مگر دوسری آیت میں ہے **لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون** اللہ والوں کو نہ خوف ہے نہ غم دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب پہلے اعتراض کے جواب سے حاصل ہو گیا اللہ والوں کو اللہ کا خوف ہوتا ہے انہیں دنیا اور دنیا والوں کا خوف نہیں ہوتا خدا کا خوف غیر خدا کے خوف سے نجات کا ذریعہ ہے۔ **تیسرا اعتراض** مگر موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے اور طور پر سانپ سے ڈر ہوا کہ انہوں نے عرض کیا **بنا انا نخاف ان یفرط علینا** اللہ والے ڈرتے بھی تھے اور اللہ سے ڈرتے بھی۔ **جواب** دو خوف ایک اتنا کہ خوف اطاعت **لا خوف** میں اس کی نفی تحقیق دوری کتاب ثمار صبیب مرحوم کے صفحہ میں ملاحظہ ہو۔

چوتھا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن سے مومن کے ایمان زیادہ ہوجاتے ہیں مگر متکلمین فرماتے ہیں کہ ایمان میں زیادتی کمی نہیں ہوتی وہ تو ایک بسیط چیز ہے چنانچہ امام ابو اللیث سمرقندی نے اپنی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ سے روایت کی کہ نبی تصنیف کائنات کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا یا رسول اللہ کیا ایمان میں زیادتی کمی ہوتی ہے فرمایا ہیں ایمان دل میں عمل ہی تک متصل بیان کرنے آیت و حدیث میں تعارض ہے (روح المعانی) **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ایمان مقدار میں نہیں زیادہ ہو سکتا کوئی شخص تو حضرات مومن نہیں ہوتا سارے قرآن کا منکر بھی پورا کافر ہے اور ایک آیت کا منکر بھی پورا کافر ہے۔

ہاں کیفیت میں زیادتی کمی ہوتی ہے ایمان ہمارے اللہ رسول پر یقین کا اور یقین کے کئی مرتبے ہیں علم الیقین عین الیقین حق الیقین اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ مجھے مردے زندہ کر کے دکھا دے فرمایا کیا تمہارا اس پر ایمان نہیں تو فرمایا **بلی ولکن لیطمئن قلبی** یہاں کیفیت ایمان کی زیادتی مروی ہے لہٰذا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میرا ایمان ابی یا جبریل کے ایمان کی طرح ہے اس کی برابر ہے فرمایا ہی ﷺ نے کہ اگر سارے زمین والوں کا ایمان ابوبکر میں رکھ دیا جائے تو ابوبکر کا ایمان زیادہ ہوگا (تفسیر کبیر) یعنی حضرت صدیق کی معرفت ایسی بہت قوی ہے **پانچواں اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندوں کو صرف رب تعالیٰ ہی عطا کرنا چاہئے تو یوں نعمتوں کے دروازوں پر جانا مگر یہ چاہئے کہ یہ توکل علی اللہ کے خلاف ہے۔ **جواب** اس کے کئی جواب ہیں جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم کو بھی ساری قوس داری مظلومیت میں حکیموں امیروں حاکموں کے پاس نہ جانا چاہئے۔

تیری انگلے تو حکیموں سے کرے استدلال ۔۔۔ یا محمد سے بگڑتی ہے طبیعت تیری

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کے دروازوں پر خود رب بھیج رہا ہے **ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک** تیسرا جواب

www.alahazratnetwork.org

یہ ہے کہ نبیوں ولیوں کے آستانے خدا تعالیٰ کے دروازہ ہیں ان کے پاس جانا اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ۔۔۔ نوشیند در حضور اولیاء

چوں شدی در راہ حضور اولیاء ۔۔۔ آں چناں داں دور گشتی از خدا

خیال رہے کہ توکل دو طرح کا ہے ترک اسباب والا توکل کوئی کرتے کبھی کبھی حضور انور سید عالم ﷺ بھی فرماتے مگر حضور نے اسباب اختیار فرمائے دوسرا اسباب والا توکل اسباب پر عمل ہو مگر اسباب پر نظر ہو حضور انور نے میدان بدر میں مجاہدین کو پہنچایا پھر رب پر توکل فرمایا۔ چھٹا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان پانچ صفت سے جو موصوف ہوں وہ سچے مومن ہیں **هم المؤمنون حقا** یہ ولی محمد صاحب مومن بھی ہوتے سارے مومن ہی سچے مومن ہیں۔ **جواب** اس شبہ کا بھی تفسیر میں گزر گیا کہ حقا کے بہت معنی میں ایک معنی یہ بھی ہیں یعنی ان حضرات کا ایمان اللہ تعالیٰ پاتے اور روس ہے جنت منزل مقصود پر پہنچے گا اس کے لیے ایمان حضور میں ہے ہر مومن دو قسم کے ہیں قوی مومن اور ضعیف مومن ضعیف مومن ہیں جیسے منافقین نہ قوی وہ مومن تھے اس لئے ان پر جہنم ہوا حضرات صحابہ قوی مومن بھی ہیں اور ضعیف بھی مومن بھی یہاں حقا سے یہ بتایا مومن مراد ہیں۔

تفسیر صوفیانہ نور ایمان کی مثال یہ ہے کہ دل کو نرم آنکھوں کو تر رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مومن تلاوت قرآن پر روتے ہیں **ترى اعينهم تفيض من الدمع** اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں **تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم** ان کے ایمان کی کیفیت میں زیادتی ہو جاتی ہے مگر یہ حال ابتدائی ہے انتہا والوں کا حال اس کے علاوہ ہوتا ہے انہیں اطمینان قلب سکون چین عطا ہوتا ہے وہ تلاوت قرآن ذکر اللہ کی تب رکھتے اس کا تحمل کرتے ہیں ان کے لئے فرمایا گیا **الا بذكر الله تطمئن القلوب** تالاب میں پتھر پھینکو تو اس میں تلاطم پیدا ہو جاتا ہے وہ پتھر سمندر میں ڈالو تو وہاں جنبش بھی نہیں ہوتی پتھر ایک ہے مگر پانی کی گہرائیوں میں فرق ہے۔

حکایت ایک صحابی حضور کی خدمت حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے قرآن سنا تو تڑپ گئے تھرتھرا گئے ہو بکر صدیق نے فرمایا یہ شروع اسلام میں ہم بھی ایسے تھے **ثم قست قلوبنا** پھر ہمارے دل پختہ و مصمود ہو گئے (روح البیان) اس فرمان عالی میں دو حرفی اشارہ ہے۔

موسیٰ رسول رفت بہ میقات ۔۔۔ تو ہیں دات ای نگری و در تسکی

ابتداء میں تلاطم و شور ہے انتہاء میں سکون و اطمینان ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایمان ایک نور ہے وہ مومن کے دل میں روز بروز کی بقدر بڑھتا ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس کو وسیع کر دیتا ہے جس سے نور ایمان زیادہ داخل ہوتا ہے یہ معنی ہیں **زادتهم** سے ایمان کے اس مقام پر پہنچ کر مومن اسباب سے بے زار ہو جاتا ہے۔

ہر کہ نور بحر متحقق شود ۔۔۔ فارغ از کشتی و از زورق شود

غرقہ دریا بجز دریا نہ دید ۔۔۔ غیر دریا ہست مرے را نہ دید

کشتی پر نظر اس کی ہوتی ہے جو سمندر کے اوپری سطح پر ہو جو اس میں غوطہ لگا کر تہہ کو پہنچ جاوے وہ کشتی کا محتاج نہیں (روح

سبحان اللہ **وعلی ربھم یتوکلون** یہاں دو طریقے ہیں عقلی اور عشقی عقلی یہاں اور وہاں کا خطرہ ہے یہ عقل اس کی بنیادوں پر ہے عقل اور ایمان کی عمارت بھی مضبوط ہوتی ہے مگر عشقی ایمان دوست اور دوست کے کہ اس کی بنیادوں پر ہے عقل سے بلکہ اس کے ایمان سے بھی فنا ہو جاتا ہے

عقل و خرد سے دوست میں حق پہ ایمان کی بنیاد رکھ

ان دونوں والوں کے لئے رب نے فرمایا **اولئک ھم المؤمنون حقا** اللہ و اللہ رسول کو دل سے مانو انہیں دل میں رکھو دل میں سوا ان کے کوئی نہ رہے۔

عشق آمد عقل رفت چو شد صبح آمد شمع خود ناکارہ شد

عشق وہ خوف خدا یہ دونوں وہ چیزیں ہیں جس کے آنے سے تمام ظلمتیں خود بخود دور ہو جاتی ہیں علامہ اپنی انانیت بھی عشق سے ہی ختم ہوتی ہے

آپ آمد وہ ہے اور میں تیمر برخاست مشعلہ خاک اپنی ہوا اور نور کا ہالہ تھا

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
جیسے اچھا کام کیا تمہارے رب نے تمہارے گھر سے تمہارے ساتھ حق کے اور بیشک ایک گروہ مسلمانوں کا ہے
جس طرح اے محبوب یہ حق تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور بیشک مسلمانوں کا ایک
لَكٰرِهُوْنَ ۙ يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى
اللہ ناپسند کرتے وہ تھا جھگڑا کرتے تھے تم سے سچی بات میں بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی گویا وہ ہے
کراہت میں رہے، خوش تھا سچی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی گویا وہ
الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۚ
جائے ہیں طرف موت کے حالانکہ وہ دیکھتے ہیں
آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں

تعلق اس آیت اور پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق گزشتہ پچھلی آیت میں غازیوں اور نہ جانے والوں کا اختلاف تھا جو غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد تقسیم غنیمت میں واقع ہوا کہ بعض نے کہا کہ صرف لڑنے والوں کو ہی ان غنیمت میں سے حصہ ملنا چاہیے غیر حاضر والوں کو نہیں ملنا چاہیے اس میں غازیوں کے اس اختلاف کا ذکر ہے جو غزوہ بدر سے پہلے واقع ہوا بعض نے کہا کہ ہم عنقریب ہی جائیں گے قافلہ پر حملہ کریں گے لہٰذا ہمیں غنیمت ملنی چاہیے جو جماعت نہ جا سکی اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے

www.alahazratnetwork.org

بعض لوگ اس جنگ سے مختلف تھا مگر متوکلین نے توکل علی اللہ کیا کفار پر غالب آئے اور اختلاف کرنے والوں کو بھی ذلت اٹھانی پڑی حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم اور مقدادؓ ان دونوں معاذ اللہ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ **تیسرا تعلق** بھی پہلی آیت سے ہے جس میں بتایا تھا کہ فتح مومنوں کو اللہ کی طرف سے رزق ہے یعنی غیب سے روزی عطا ہوتی ہے اب عرض کرتا ہے کہ یہ فتح و نصرت اللہ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو ملائکہ سے مدد دی اور مقدمہ کے تیسرے حصہ میں عطا فرمائی

نزول یہ آیت یہ تینوں واقعہ بدر سے متعلق ہیں ہوں **واقعہ یہ تھا** قریش کا قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں مکہ معظمہ سے شام تجارت کے لیے گیا ہے ابوسفیان قافلہ سمیت ہی مع سوا لاکھ تولے چاندی کے مسلمانوں سے مقابل حق تیار ہوئے خرچ کرتا تھا قافلہ تجارت لے کر مکہ معظمہ واپس ہوا تو حضور پرنور ﷺ مسلمانوں کو ان کی خبر دی اور فرمایا کہ اس میں صرف چالیس آدمی ہیں ان میں ابوسفیان عمرو بن عاص مخرمہ بن نوفل جیسے سردار بھی ہیں ان کا مال تجارت لے کر واپس جا رہے ہیں مسلمانوں کا قافلہ تجارت نہیں ہے یہ مال ان قافلہ والوں کا ہے اور ان کے ساتھ مال بہت تھوڑا ہے اور ان کے ساتھ مال بہت تھوڑا ہے اور ان کے ساتھ مال بہت تھوڑ

www.alahazratnetwork.org

جماعت سے اکثر نے عرض کیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم جنگ کی تیاری کر کے مدینہ منورہ سے نہیں چلے حضور نے فرمایا کہ عیر تو گیا لب فعیر سے دو دو ہاتھ کرنا ہیں ہی پڑیں گے یہ سنا کہ حضور عیر کے پیچھے چلے عیر کو چھوڑ دیئے حضور پر ناراض ہوئے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں سے بہت ہی دل شکن اور سخت تقریر کی پھر حضرات کو جوش آیا حضرت مقداد بن اسود کھڑے ہو کر بولے یا رسول اللہ آپ کو جہاں رب لے چلے ہم آپ کے ساتھ ہیں حضرت موسیٰ کے ساتھی نہیں جو آپ سے کہہ دیں کہ **اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون** آپ اور آپ کا رب جائیں دونوں جہاد کریں ہم تو یہاں ہی بیٹھے رہیں گے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ **اذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون**۔ آپ اور آپ کا رب جنگ کے لئے جائیں ہم آپ کے ساتھ جہاد کریں گے اس پر حضور انور بہت خوش ہوئے پھر حضرت سعد ابن معاذ اٹھ کر بولے۔

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے بادلوں کا پانی ہے دودھ ہم لوگوں نے بیعت عقبہ میں یا رسول اللہ اگر حضور ہم کو سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم کو کوئی عذر نہ ہوگا ہے ہمارے ہتھیار کو جائیں گے اس پر حضور انور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ چلو اللہ پر توکل کرتے ہیں کفار انشاء اللہ فتح شکست پائیں گے میں کفار کے قتل گاہ دیکھ رہا ہوں پھر جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا جو ہم پہلے پارہ میں تفصیل وار لکھ چکے ہیں اس آیت کریمہ میں اس واقعہ کا اس سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی دیکھو تفسیر روح البیان روح المعانی وغیرہا خازن مدارک وغیرہ۔

تفسیر کما اخرجک ربک اس عبارت کی بہت ترکیبیں کی گئی ہیں آسان ترکیب یہ ہے کہ **کما** میں کاف تشبیہ کا ہے ما موصولہ ہے یا مصدریہ اور یہ عبارت یک پارچہ عبارت کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ غنیمت بدر میں آپ نے جو تقسیم کی ہے وہ ایسے ہی حق ہے جیسے آپ کا خروج بدر کے لئے اپنے گھر سے نکلنا برحق تھا اور ان لوگوں کا اس تقسیم کو ناپسند کرنا ایسے ہی ہے جیسے آپ کے بدر کی طرف روانگی کو ناپسند کرتے تھے اور تقسیم غنیمت جو آپ نے کی ہے یا کرنا چاہتے ہیں ایسی فائدہ مند ہے جیسے آپ کی روانگی بدر کی طرف اور عروہ فرمانا مفید ہوا اگر کہ رب تعالیٰ نے تقسیم غنیمت و تنبیہ ہی سے بدر کی روانگی سے یا مفید ہونے میں یا ان لوگوں سے ناخوش ہونے میں یا برحق ہونے میں یہ معنی بالکل واضح اور آسان ہیں آئمہ خازن اور کبیر نے اس کے اور بہت معنی کئے ہیں حتی کہ فرمایا کہ یہاں کاف بمعنی علی ہے یا بمعنی فی قسم کا ہے مگر یہ تکلف ہے خیال رہے کہ حضور علیہ السلام کی مدینہ منورہ سے روانگی طرف روانگی یا تو حضرت جبریل کے عرض کرنے پر تھی یا وحی اپنی سے شریف سے بہرحال تھی رب کی طرف سے یہ وحی حضرت اسرافیل کا عرض کرنا وحی ہے اور حضور انور میں پیدا ہونا الہام و روحی خفی ہے لہٰذا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ آیت کے رب نے روانہ کیا درست فرما کر باریک اشارہ اسی طرف ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو نہیں بھیجتا مگر اس سے پہلے کہ وہ کہیں جائے یا کوئی کام کرے وہ رب ہے دیکھ و حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون سے بھاگنے والوں کی کیسی شاندار حفاظت فرمائی کہ اس مردود نے جس کی خاطر اسی نالائق نے اسے حوالی کیا یہ رب ہی

شان ربوبیت **من بیتک بالحق** اس فرمان عالی میں من بیتک کا تعلق ہے اخرج سے اور باحق متعلق ہے متعلق کے حال ہے **اخرجک** کے کاف سے روح البیان معالی وغیرہا بیت سے مراد یا تو حضور انور کا مدینہ والا وہ گھر ہے جس میں آپ

www.alahazratnetwork.org

رہے تھے خواجہ صاحب ماشاء صدیقہ فاطمہ وہ بھی ویسی ہی صاحب کمال ہو سکتا ہے کہ خود بے صبر اور ہمدرد حضور اور کا دائمی گھر ہے عربی میں بیت دھل دھی کہتے ہیں (تفسیر بیضاوی) **وان فریقا من المومنین لکارھون** یہ فرمان حال گزشتہ فرمان قال سے بدلا ہوا ہے یعنی فرمایا ہے کہ سارے حضرات ناخوش نہ تھے بلکہ کچھ ہی تھوڑے سے تھے یا کہ فریقا کی تنکیر سے معلوم ہو رہا ہے یہ تھوڑی ہی تھے ہیں حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں یہ حضرات اسی ناخوشی کی وجہ سے یہاں سے مدینہ چل دیئے مومن ہیں رسول اور ہمدرد ہیں یہ ناخوشی حضور اور حکم شریعت سے نہ تھی کہ یہ تو حضرت بعد اپنے سب سے بڑھ کر ہیں اور تیار ہو کر ہی تھے یہ جہاد رسول اللہ حضرت حال مقدر ہے یعنی آگے چل کر ناخوش ہونے والے تھے **فادخلوھا خالدین** میں خالدین حال مقدرہ ہے یعنی ان کی ناخوشی ہمیشہ رہنے کی نہ تھی اس وقت تو وہ بہت خوش تھے ابو سفیان کے ساتھ تھوڑے تھے وہ مال غنی سے واپس ہو گئے جب انہیں یہ خبر ملی کہ ابو سفیان کا قافلہ بچ گیا ہے تو حضور سے لڑنے آئے ہیں ناخوش ہوئے کہ ہم کچھ نہ پائے اور بے تیار ہو کر آئے تھے اور یہ ناخوشی بھی تھی جیسے بعض اوقات ماں باپ بچوں کو مصلحتاً پرہیزگی سے **یجادلونک فی الحق** یہ حالت **لکارھون** کی ہے حال سے **کارھون** تک یعنی مرادلہ اور مجادلت کا محل یہی ہے اور معمول عامل کے درمیان رہتا ہے **قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا** حال ہے ضمیر سے یعنی ناخوش ہونے والے تھے اس حال میں کہ ان کی حضرت میں حق سے جھگڑتے تھے جیسے میرے حق میں کرتے رہتے ہیں حضور سے مراد یہ ہیں کہ مقدر ہے اس کے لئے تیار ہو کر میں روانہ ہوئے ہیں حال یہ ہے کہ یہ لوگ میں ہمارے مقابل ہمت سارے ہو جانے کی وجہ سے لڑنے کے لئے تیار ہو کر مقابل ہی سے چلے فیرے مقابل یہ ہے کہ وہ حضور اور اللہ تعالیٰ حق ہے اس سے فی حق ارشاد ہوئی حق غنیمت تمہارے کچھ پر موقوف نہیں حوالہ کی ہاں حق آپ سے شدید ہی حق ہے تمہاری عقل میں آ رہا ہے **یجادلونک** یہ طرف ہے **یجادلونک** کا اس میں بیان ہے موصول سے یہ حضور سے ظاہر ہونے سے مراد حضور شہید کا حق ہے اسلام میں ہم کو یہ کہنے میں شاید ہو یہ حضور کی غیبت ہو گی ہمیں ان لوگوں کی حق کا پتہ رہا ہے اس لئے بعد میں ان کی قسم کا ذکر ہو رہا ہے قرآن کا فرمان حال ہے **کانما یساقون الی الموت** اس فرمان حال میں ان حضرات کی بے اختیاری بات کہی ہے یہ ساقوں بنا ہے سوق سے پیچھے سے ہانکنے والے کو کہتے ہیں اس سے گاڑی ہانکنے والے اور راہ رو ہوتے ہیں اور گھسٹنے سے کھینچنے والے کو کہتے ہیں یہ حضرات سے مراد ہیں حضور سے **وھم ینظرون** یہ ساقوں کی ضمیر سے حال ہے یعنی اس وقت ان کو ظاہر طور پر موت سامنے نظر آ رہی تھی جیسے کسی پر کوئی ظاہر بین دیکھ رہا ہو اس وقت ان حضرات کی صفائی بیان کی گئی ہے جیسے بچوں میں بعض وقت بے اختیاری سے قے اور رفع حاجت ہو جاتی ہے ایسے ہی ان لوگوں کی یہ بے اختیاری تھی یہ حضرات اس وقت سے واقف اور اس وقت سے ہمدرد تھے اور اس کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر کے آئے تھے۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ تفسیر اے محبوب بدر کی غنیمت کی تقسیم پر غازیوں میں جو کچھ بحث ہوئی ہے یہ بھی ایسی ہی ہے جیسے کہ جب آپ کو رب تعالیٰ نے مدینہ منورہ سے کفار قریش کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اور کچھ بعد ابوسفیان سے قافلہ کے ابوجہل کے لشکر سے مقابلہ کی نوبت آئی جماعت صحابہ سے کچھ لوگ اس معاملہ سے کچھ کترائے یہ لوگ اس برحق جنگ میں آپ سے لڑتے تھے حالانکہ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ انشاء اللہ فتح مسلمانوں کی ہوگی آپ نے اس کی پیش گوئی بھی کر دی تھی سردار ان کفر کے قتل ہونے کی جگہ بھی بتا دی تھی اس وقت ان کا حال ایسا تھا جیسے پھانسی والے مجرم کو جلاد کی طرف لے جا رہا ہو جیسے حادثہ موت سے ڈر رہا ہو ایسے ہی یہ لوگ قتل سے ڈر رہے تھے حالانکہ وہاں کا سامان قتل لغنائم اور کفر تباہ ایسے ہی یہ لوگ غنائم تجارت کے سارے سامان سے ڈر رہے تھے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** حضور انور کے سارے کام رب کی طرف سے ہیں اس سے ان پر اعتراض کرنا کفر ہے۔ **دوسرا فائدہ** اس سے یہ حکم حاصل ہوا کہ مدینہ منورہ سے حضور انور کو جدا نہ ہونے دیں گے اسی لئے فرمایا کہ مدینہ سے روانہ کیا۔

کعبہ سے ہے مدینہ سے ہے ملک سے ہے ملک میں ہے تیرا آستاں جہاں سے ہے

دوسرا فائدہ مدینہ منورہ حضور کا گھر ہے حضرت اللہ نے مدینہ بیت رسول اللہ ہونے کا یہ فائدہ **ھی بیتک** فرما کر حاصل ہوا کہ رب نے مدینہ کو حضور کا گھر بنایا تو حضور اس کی دوسری تعمیر مدینہ منورہ میں ان سے عشاق سے اس لئے ہیں کہ یہ محبوب کا گھر ہے۔

میرے آقا مدینہ میں ہے میں ہوں پیارا گدا مدینہ میں ہے

تیسرا فائدہ حضور انور کا ہر فعل ہر ادا برکت و رحمت ہے بلکہ حضور انور خود سراپا حق ہیں یہ فائدہ **بالحق** فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** کفر شرک سے طبعی ناپسندیدگی کا کفر ہے نہ کہ کراہیہ کے اختیاری چیز ہے ورنہ رب تعالیٰ ان حضرات کو مومن نہ فرماتا ابوجہل کی جماعت یعنی تعمیر سے جدا کرنے سے ناخوش تھے ناخوشی اور چیز ہے برا سمجھنا کچھ اور چیز۔ **پانچواں فائدہ** کفر نا کفر کفر پر حضور پر نور سے علانیہ عرض کرنا سے کفر کفر کہنا کفر ہے نہ کہ ورنہ دیکھو صحابہ کے متعلق رب نے فرمایا **یجادلونک** مگر نہیں مومن تھا یہ نہیں تو یہ کافر ہوا لفظ اختلاف قرآن کے موقعہ حضرات صحابہ میں جو اختلاف رائے ہوا وہ نہ کفر نہ گناہ رائے دیے اختلاف گناہ نہیں۔ اسی طرح حضرت علی و معاویہ کا اختلاف گناہ نہیں کہ جب بھی سے اختلاف رائے گناہ نہیں تو حضرت علی سے اختلاف رائے کفر گناہ کیسے ہو سکتا ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔ **چھٹا فائدہ** رب تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر عتاب فرماتے ہوئے بھی ان کی حمایت نہ چھوڑے ان پر عتاب بھی کرم ہوتا ہے یہ فائدہ **کانما یساقون الی الموت** سے حاصل ہوا کہ رب نے اس فرمان میں ان کی براءت کی دو بیت بیان فرمائی وہ ایسی تھی جیسے موت کا سامان۔ پھر کراہت غیر اختیاری ہوتی ہے اس لئے قرآن میں رب حمایت فرمائے۔ **ساتواں فائدہ** اس موقعہ پر سارے صحابہ سے اختلاف رائے نہ تھا بلکہ بہت تھوڑے حضرات نے یہ **فائدہ وان فریقا من المؤمنین** سے حاصل ہوا اس کی تیسویں آیتیں چاہئے ان میں سے بہت حضرات نے ان لوگوں کو سمجھا

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ حضور انور کے فرمان پر عمل سے عزت رکھتے تھے یہ عزت عرب سے بعد دوسرے مومن نہ تھے رہا دوسرا اعتراض **لکرھون رواھن** جواب یہ ہے کہ اس قبیل سے ہے **فریقامن المؤمنین** اس سے معلوم ہوا کہ عزت اور عزت میں فرق ہے یہ عزت سے بھی ہے اور عزت سے بھی ہے اس قسم کی آیات میں شرعی حکم سے عزت مراد ہے جبلی یعنی اختیاری ناخوشی یہ عزت نہیں ہوتی اس سے علماء نے فرق کیا ہے اور کہا ہے عزت موت عزت ہے اور عزت موت عزت نہیں تیسرا اعتراض **کانما یساقون الی الموت** دوسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اس جنگ کے واقعہ عارضہ معاندی ہوتے تھے جواب حضور کے صحابہ جیسے عاشق جاں نثار تھے ویسے ہی بہادر تھے ان سے دیکھے ہی صحابہ تھے ان میں سے بدر و احد میں بہت سے صحابہ تھے جنہوں نے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کیا تھا جن میں عادت ہو گئی تھی کہ میدان جنگ میں وہ سامنے سے آتی ہوئی موت کو دیکھتے تھے محبوب کی ملاقات کے شوق میں اس کو کچھ نہ سمجھتے تھے اس لئے اعتراض نہ تھا یہ ان کے لئے ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم لوگ ریل میں سفر کرتے ہیں اور ریل کے حادثہ کا خیال نہیں کرتے چوتھا اعتراض **لیحق الحق** اس سے معلوم ہوا کہ حق اور باطل میں ملا ہوا ہے یہ جواب ہے کہ **وانتم اذلۃ** سے یہ بتایا گیا ہے کہ حضور انور سے فتح کی شرط سے دین حق کی مدد کرنا اس طرح فتح کی حد ہے ستانوے تھیں ہے حضور انور نے ایک مٹھی سے میدان میں خاک پھینکی تھی جس سے ہر کافر کی آنکھ میں خاک پڑی تھی اس لئے ان کو بھاگنا پڑا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی مدد سے فتح ہوتی ہے اور اولیاء اللہ کی مدد سے فتح نہیں ہوتی یہ ان کی شان نہیں ہے

تفسیر صوفیانہ اے مومنو! جب تم کو دنیا کی محبت اور دنیا کی محبت میں میدان جنگ میں لڑنے سے موت نظر آتی ہے تو تم کو اللہ کی راہ میں جہاد کر

www.alahazratnetwork.org

ہر نہ ندر وجہ ہ باشد فنا کل شیء ھالک سہ وہ جز

واقعہ اور ا ست ہا گذشت مکہ ت ا ت و فانی گشت

(یہ حاشیہ یہاں ناکارہ اور ہے ہ ر وجہ پر آیت کریمہ ہاتھ آرہی اور رفتہ رفتہ ہوتے ہوتے اس قابل نہ رہا یہاں یہ ہے کہ وہ اس فنا کی شمع پر دانہ کی طرح قربان ہو جاتے ہے پھر اس پر کل شیء ھالک کا قانون جاری نہیں ہوتا جو فنا فی اللہ ہوا ہے بقا باللہ ہو گیا)

کون کہے جو اللہ میں پہنچ گیا اس کی ہستی سے گزر گیا جو اللہ میں گم ہو وہ کبھی فنا ہو اسکتا اللہ اس میں مو ماننے **بل احیاء و لکن لا تشعرون** کا نقشہ کھینچ دیا۔ فنا کی کنی ثبوت بن جاتی ہے موت فنی سے اور فنا فی اللہ فنی کی فنی ہے اللہ والے فنا فی اللہ ملنے کی صوبیاء فرماتے ہیں کہ یہی خصوصاً حضور پر نور ﷺ ذات خود بھی حق ہیں ان کا ہر قول و فعل حق ہے حتی کہ گذشتہ انبیاء کرام سے جو عہد شیں یا خطائیں صادر ہوئیں وہ بھی حق تھیں رب کی طرف سے تھیں جن پر بہت اچھے نتیجے برآمد ہوئے سارے عالم کا ظہور حضرت آدم کی خطاء ہی سے ہے اب پڑھو **ویعلمون انک فی الحق**۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

اور جب وعدہ فرماتا تھا تم سے اللہ دو ٹولیوں میں سے ایک کو کہ شک وہ تمہارے واسطے ہے اور

اور یاد کرو جب اللہ تم سے وعدہ فرماتا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے

الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ

پسند کرتے تھے تم یہ کہ تحقیق غیر کانٹے والا سو تمہارے لئے اور ارادہ کرتا تھا اللہ کہ حق کر دکھائے

قطع کر تمہیں وہ طے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ سچ کر دکھائے اور کافروں

دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

حق کو اپنے فرمانوں سے اور کاٹ دے جڑ کافروں کی تاکہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو اٹھا دے اگرچہ برا مانیں

کی جڑ کاٹ دے کہ سچ کر دے اور جھوٹ کو جھوٹا بنا دے چاہے یہ مجرم ناخوش ہوں

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں غازیان بدر سے خطاب تھا وہاں یہ فرمایا تھا کہ تم تھوڑے تھے مسلمان میں کم سے اللہ نے بڑی مدد فرمائی تم لڑنے نہیں نکلے تھے اللہ نے تمہیں فتح دینا چاہی تم سے اب رب تعالیٰ سے بدر کی فتح کا تذکرہ فرما رہا ہے جو صحابہ کے وقت سے بعد خوف والے مسلمانوں کو بھی ہر وقت ہر جگہ ہر حال میں یاد رکھنا چاہیے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ صحابہ کے ہاتھ سے کفار کو قتل کرواتا ہے اپنے سے موت کھلوا کر ان سے کہتا ہے کہ تم نے نہیں مارا ہم نے مارا اب یہ فرماتا ہے کہ ہم نے بدر میں کفار سے موت دلوائی تم سے نہیں ہو سکتی تھی۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں حضور پر نور ﷺ کی حفاظت کا ذکر ہوا کہ آپ کا ہر عمل ہر قول بلکہ ہر خیال حق ہے اب ان کی حفاظت کی

www.alahazratnetwork.org

وعدہ ارشاد ہو رہی ہے کہ فتح کا ہر عمل رب کے راضی سے ہوتا ہے اس کا انجام محمود بلکہ ساری تحقیق کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ حق ظاہر ہونے کے بعد یہ لوگ آپ سے جھگڑتے ہیں اب حق غالب ہونے کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے کہ اللہ نے ان سے وعدہ فتح فرمایا اگرچہ یہ وعدہ حضور نے کیا تھا مگر حضور کا وعدہ رب کا وعدہ اس لئے ظہور قرار دیا گویا یہ آیت پچھلی آیت کی شرح اس کی تفصیل ہے۔

تفسیر واذ یعدکم اللہ اس فرمان میں جو فکر ہے وہ یہ عبارت **اذکروا** پوشیدہ کا مفعول ہے یا معمول اس لئے اس میں واو اعتنائیہ ہے **یعد** باب وعد سے کسی اچھی چیز کا امید دلانا وعدہ ہے بری اور خطرناک چیز سے ڈرانا **وعید** اللہ تعالیٰ کے وعدے ایسے ہیں کہ ان کا خلاف ہونا بالکل ناممکن ہے اگرچہ وعدہ عام دیں مدرسے حضور مخاطب ہے یہ تھا مگر چونکہ حضور اور کا وعدہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے اس لئے **یعدکم اللہ** ارشاد ہوا **احدی الطائفتین** یہ عبارت **یعد** کا دوسرا مفعول **احدی** موث ہے وعدہ کا خلاف قیاس دونوں سے مراد عیر اور نفیر ہیں عیر ابوسفیان کا قافلہ جس میں صرف چالیس آدمی تھی اور نفیر ابوجہل کی جماعت جس میں ایک ہزار آدمی ہو گئے تھے جو سارے مسلح تھے دونوں میں سے یہ سے مراد نفیر ہے یعنی رب تعالیٰ نے آپ محبوب کے ذریعہ تم سے دونوں میں سے ایک یعنی نفیر کا وعدہ کیا تھا کہ **انہا لکم** یہ عبارت بدل اشتمال ہے **احدی الطائفتین** کا **لکم** میں مستلزم کا ذکر یا خصوصیت کا بیان ابوجہل کی یہ جماعت تمہارے لئے کہہ دی گئی ہے تمہارے پورے طور پر مسلط ہو گے کہ ان کے چوٹی کے سرداروں کو قتل کرو گے اور بہت کو قید اور ان قابل غنیمت بنا کر رکھو گے یہ مطلب خوب سمجھ میں آ رہے کہ رب نے تم سے ان دونوں میں سے ایک یعنی نفیر کا وعدہ کیا مگر تمہارا یہ حال تھا کہ اس وعدہ کے باوجود **تودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم** یہ عبارت معطوف ہے **یعدکم تودون** سے **ودّ** کے معنی چاہنا پسند کرنا رغبت کرنا ذات موث ہے ذو کا شوکت بنا ہے شوک سے معنی کانٹا یا کانٹے دار درخت کو بھی شوک کہتے ہیں یہ ہری لوک کو بھی شوک کہا جاتا ہے کہ وہ کانٹے کی مشابہ ہے اصطلاح میں تیزی اور تعبیر کو شوک کہتے ہیں ذات الشوکۃ تو ابوجہل کی جماعت یعنی نفیر تھی اور غیر ذات الشوکۃ ابوسفیان کی جماعت یعنی عیر تھی یہاں بھی لکم میں مستلزم کا ذکر ہے یعنی اس وعدے کے باوجود تم یہی پسند کرتے تھے کہ تمہارا قافلہ ابوسفیان کے قافلہ سے جو اس سے پہلے سے عیر میں ہے زیادہ تعداد کا نہ تمہیں تکلیف نہ پہنچے **ویرید اللہ ان یحق الحق** اس فرمان عالی میں رب تعالیٰ کے ارادے اس کے وعدے کی حکمت کا بیان ہے۔ **یحق** باب افعال سے معنی حق ظاہر کر دینا اس کی حقانیت لوگوں کو دکھا دینا حق سے مراد اسلام اور اس کی حقانیت ہے یعنی اگر تم ابوسفیان کے قافلہ پر قابو لیتے تو اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی یعنی مسلمان کا وہ قلیل سا قافلہ چھوٹا سا تھا اس کے پاس سامان جنگ تھا نہیں اس سے مقابلہ کرنا اب اس کے برعکس ہو کہ تم بے باوجود اپنی بڑی اور بے سامانی کے ایسے لشکر جرار کو تہ و بالا کر دو اس میں شان الٰہی پتہ چلا کہ تمہارے پاس روحانی طاقت ہے **بکلماتہ** یہ فرمان متعلق ہے حق کے کلمات سے مراد وہ وعدے الٰہی ہے جو حضور اور کو اس کے متعلق کئے گئے یا حضور اور کے فرمان عالیہ کہ کل فلاں یہاں مارا جوئے گا اور فلاں کافر یہاں یا وہ احکام یہ مراد ہیں جو غزوہ میں مدد کرنے والے فرشتوں کو دیئے گئے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے **ویقطع دابر الکافرین** یہ عبارت

www.alahazratnetwork.org

معطوف ہے **یحق الحق** اور یہ اس کا مفعول۔ اور یہ اس سے دور ہے مفعول پیچھے اور یہ پیچھے سے دال چیز استعمال میں جز ہوتے ہیں یہ اس وقت ہوتا ہے جب تاکید کے طور پر پہلے شخص مانے ہیں تو پہلے شخص مانے میں پھر تاکید پھر سب سے پیچھے جو کافروں سے کہا علماء نے ہم چاہتے تھے کہ تمہارا قافلہ جو سب سے آگے تھا اور جس کے ساتھ ابوسفیان اور ان کے ساتھی تھے اس تو کفار مکہ کے پاس سے سلامت رہے گا اور قیدی ہو جائیں گے **لیحق الحق** یہاں حق اور باطل کا مفعول تھا یعنی ہم نے حق کو ظاہر کرنے کا ارادہ کیا اور یہ ارادہ کیا کہ حق کو غالب کریں اور باطل کو مٹا دیں یہ اس حق و باطل میں فیصلہ کن جنگ ہوئی جس کا ذکر سورت میں کئی بار گزرا ہے **ویبطل الباطل** یہ معطوف ہے پہلے باطل سے مراد ہے جھوٹا دین اور جھوٹا مذہب اور باطل سے مراد ہے کفار مکہ کا شرک اور ان کے جھوٹے معبود ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ یہ اسی صورت میں ہو کہ تم کو ابوجہل جماعت سے علیحدہ کیا جائے **ولو کرہ المجرمون** یہاں مجرموں سے مراد کفار مکہ ہیں **کرہ** سے مراد ہے ان کا ارادہ اور خلاف توقع شکست ہاں اگرچہ کفار مکہ تمہاری فتح اور اپنی شکست سے بہت ناخوش تھے یہ وہ لوگ ان کی امید کے خلاف ہوا وہ تم کو شکار کرنے شراب پینے رقص و سرود کی محفلیں گرم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے مگر ہوا یہ کہ پہلے ہی حملہ میں ان کی دونوں کے ہاتھوں ابوجہل قتل ہوا۔

خلاصہ تفسیر اے مسلمانو وہ وقت بھی یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے ہاتھ آئے گا یعنی ابوجہل کی جماعت یا ابوسفیان کا قافلہ اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہارے ہاتھ بغیر کسی مسلح جماعت سے مقابلہ کئے ہوئے قافلہ ہی آجائے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ اسلام کی حقانیت اور کفر کا بطلان خوب ظاہر ہو جائے اگرچہ مجرم لوگ برا ہی مانیں۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب تم مدینہ سے چلے تھے اور ابوسفیان کا قافلہ شام سے آ رہا تھا اور ابوجہل اس کی حفاظت کے لئے مکہ سے آ رہا تھا اور ابوسفیان کو راستہ ہی میں اس کی اطلاع مل گئی تھی اس نے ضمضم غفاری کو مکہ بھیج دیا تھا کہ وہ جا کر قافلہ کی خبر گیری کے لئے مکہ والوں کو بلا لائے چنانچہ وہ مکہ پہنچ کر اپنے روایتی طریقہ پر چیخا چلایا تھا کہ اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کا منہ چیر دیا تھا کجاوہ الٹ دیا تھا اور کرتہ پھاڑ ڈالا تھا اس کی اس حرکت سے مکہ میں کہرام مچ گیا تھا اور ابوجہل کی جماعت کے ساتھ ہی ابوسفیان کا قافلہ بھی بچ کر نکل گیا تھا اور ابوجہل کی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو گیا تھا اور تم نے ان کو شکست دے دی تھی اور ان کے ستر آدمی قتل کر دیئے تھے اور ستر قید کر لئے تھے اور ابوجہل کی جماعت کے ساتھ ہی ابوسفیان کا قافلہ بھی بچ کر نکل گیا تھا اور تم نے ابوجہل کی جماعت سے بھڑ کر یہ چاہا تھا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ظاہر ہو جائے اگرچہ یہ شکست کفار کو بڑی ہی بری معلوم ہوئی اور ان کی یہ شکست ان کی توقع کے بالکل خلاف ہوئی۔

حکایت جب ابوجہل نے مکہ معظمہ میں مدد کے لئے اپنی جماعت جمع کی تو بڑے بڑے سردار اس لشکر میں شامل کیا ابولہب کے سوا بنی قریبا سارے ہی سردار لشکر میں شامل ہو گئے۔ ابولہب نے اپنی طرف سے عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیج دیا تھا اس نے یہ کہلا بھیجا تھا کہ وہ اگلی قسط سے ادا کر دے گا تمہارے سردار تو چل دیئے مکہ خالی ہے ہو سکتا ہے تمہارے پیچھے مکہ پر قبیلہ ہی بنو خزاعہ ان کے خون کے پیاسے ہیں اور تمہارے گھروں بچوں بیویوں پر حملہ کر دیں اس سے ہماری پوری قوم سے قریب تھا یہ شعر تر ہو جائے کہ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم کی مخصوص شکل میں آیا اور سراقہ قبیلہ بنی بکر کے سردار تھے اور بولا کہ تم ایک بڑے کام کے لئے جا رہے ہو میں تم کو ضمانت دیتا ہوں کہ میرا قبیلہ بنی بکر تمہارے پیچھے مکہ پر کوئی حملہ نہ کرے گا بلکہ تمہاری مدد کرے گا یہ سنتے ہی ان لوگوں نے خوشی سے نعرے لگائے اور حملہ کے لئے تیار ہو گئے (تفسیر خازن) اور حقیقت ان سب کے سروں پر موت سوار تھی یہ ہی ابلیس اسی جنگ بدر کے موقعہ پر خاص بدر

www.ahazratnetwork.org

کی رات تیغ بھدی کی شکل میں کفار مکہ کے دل پر اتاری رات بھر اسی جنگ کی چھیں سکھاتا رہا جس کا پورا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے صبح کے وقت کفار کو میدان جنگ میں ساتھ لایا مگر فرشتے نازل ہوتے دیکھ کر بھاگنا چاہا کفار سے روکا چاہا نہ رکے تو ان معون ہتا تھا ب وقت پر کہاں بھاگا جاتا ہے تو بولا **انی اری مالاترون انی اخاف اللہ رب العلمین**

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**: حضور علیہ السلام رب تعالیٰ کے نائب ہیں سے کفار سے جو کہ حضور کا وعدہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے یہ فائدہ **یعدکم اللہ** سے حاصل ہوا کہ یہ وعدہ ان حضرات سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا مگر رب تعالیٰ فرمایا **یعدکم اللہ** اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا۔ **دوسرا فائدہ** طبیعت انسانی طالب عیش و آرام چاہتی ہے حقیقت پر نظر کسی کسی کی ہوتی ہے یہ خواہش جرم نہیں اور نہ اس پر پکڑ ہے یہ فائدہ **وتودون** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ان غازیوں بدر کی یہ خواہش بیان فرمائی مگر اسے جرم قرار نہ دیا بلکہ اسی سے اتنا بڑا کارخیر کرایا۔ **تیسرا فائدہ** کبھی ظاہری معصیت و تکلیف کا انجام پرشاندار ہوتا ہے معصیت پر جلد گھبرانا نہیں چاہئے انجام کا انتظار کرنا چاہے یہ فائدہ **یحق الحق** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**: غزوہ بدر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حضور علیہ السلام کے معجزے کا بڑا نمونہ تھی اس میں چند باتیں بے مثل ہوئیں (1) مسلمانوں کا جنگ کے لئے بالکل تیاری نہ کرنا کفار کا پوری تیاری سے میدان میں آنا (2) مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہونا کفار کی تعداد لوگنی سے بھی زیادہ ہونا (3) مسلمانوں کا بالکل بے سروسامان ہونا کفار کا ہر طرح سازوسامان آلات جنگ سے مسلح ہونا (4) مسلمانوں میں اکثر کا ناتجربہ کار ہونا کفار کا تجربہ کار جنگ آزمودہ ہونا (5) حضور علیہ السلام کا پہلے ہی فتح کی بشارت دے دینا (6) حضور علیہ السلام کا ایک دن پہلے خط کھینچ کر ہر کافر کے قتل گاہ تعین فرما دینا پھر اس کافر کا اس جگہ مارا جانا ایک انچ ادھر ادھر نہ ہونا (7) جنگ شروع ہونے سے پہلے ابوجہل کا دو ناتجربہ کار بچوں کے ہاتھ قتل ہونا اور نقشہ جنگ کا موسموں سے موافق ہو جانا (8) اس جنگ میں بڑے بڑے سرداروں کفار کا مارا جانا (9) مسلمانوں کے ہاتھوں ستر کفار کا مارا جانا ستر کا قید ہو جانا (10) مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا اترنا وغیرہ وغیرہ ان وجوہ سے قرآن کریم نے اس غزوہ کو بڑا جگہ جگہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ آرام طلب عیش پسند تھے دیکھو ایسے نازک موقعہ میں بھی طلب تھی جس میں تکلیف ہے اور فرماتا ہے **وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم** جواب اگر یہ حضرات آرام طلب عیش پسند تھے تو بدر کی جنگ اس کے علاوہ بڑی بڑی جنگیں جن کی کس سے کہیں اسوں سے بھی کہیں بدر کی آرام طلبی نہ تھی بلکہ تیاری جنگ نہ کرنے کی وجہ سے عرض کیا تھا کہ ہم کوئی اچھی موقعہ تیاری کا یا جتھے علم ہو کہ ہمیں جانوروں سے فتح ہے دوسرا اعتراض کیا رب تعالیٰ نے غازیان بدر کو اختیار دیا تھا کہ چاہیں تو عیر یعنی ابوسفیان کے قافلہ سے لڑیں اور چاہیں تو نفیر یعنی ابوجہل کے جنگجو سرداروں سے، اگر نہیں دیا تو اس کے کیا معنی کہ **اذیعدکم اللہ احدی الطائفتین** اور اگر اختیار دیا تھا کہ وہ حضرات تو عیر سے جنگ چاہتے تھے انہیں نفیر سے لڑنے پر مجبور کیوں کیا گیا اختیار و جبر میں تعارض ہے۔ جواب اس آیت سے اختیار دینا ثابت نہیں ہوتا۔ آیت کے معنی ہی ہیں کہ ہم تو تم سے ایک وعدہ کرتے تھے یعنی نفیر کا اور تم دوسرے تو کو چاہتے تھے یعنی عیر کو جس میں تم کو کوئی دشواری نہ ہو۔ **تیسرا اعتراض** غزوہ بدر سے حق

دو باطل میں فرق کیسے ہو اور رسمیں جنتیں ہوتی رہتی ہیں جن میں بعض کو فتح بعض کو شکست ہوتی ہے پھر اس کفار سے شکست سے کیوں ہوتا ہے ابھی جنگ عظیم میں جو جرمن اور انگریزوں میں ہوئی ہوا ہوائی ہوئی مارے گئے بھی مریدہ دونوں میں جنگ ہو رہی ہے روزانہ سینکڑوں مارے جا رہے ہیں۔ **جواب** جنگ بدر کی اہمیت اور اس کی بے مثل اہم کئی چوتھے فائدے کے ماتحت عرض کر چکے ہیں۔ تھوڑے سے تجربہ کاروں سے بہادر لوگوں کا کہ تیاری کر سکتے تھے ایسے تجربہ کار تیار لشکر جرار سے مقابلہ پھر دو چوں کا ابو جہل کو مارنا یہی فرشتوں فلدوں کے بڑے بڑے سرداروں کا جہنم حق و باطل کا فیصلہ نہیں تو اور کیا ہے۔ **چوتھا اعتراض** جنگ بدر سے کفار کی جڑ تو نہیں کٹی کفار تو اب تک موجود ہیں پھر یہ فرمان کیونکر درست ہوا۔ **ویقطع دابر الکافرین** رب تعالیٰ کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ **جواب** کافرین سے مراد مکہ ہیں واقعی اس جنگ میں ان کی جڑیں کٹ گئیں کہ بڑے بڑے سردار مارے گئے جو بچے وہ آخر ایمان لے آئے بہت وہ تھے جو جنگ بدر کا حال یکھ کر دل سے ایمان لے آئے مگر اس کا اظہار بعد میں کیا جیسے حضرت عباس **پانچواں اعتراض** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ خصوصاً انصاری مدد مجرم لوگ تھے فرماتا ہے **ولو کرہ المجرمون** انہوں نے ہی کراہت کی تھی۔ **جواب** یہ ترجمہ ہی غلط ہے مجرموں سے مراد کفار مکہ ہیں جو مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے انہیں یہ شکست بہت ناپسند ہوئی کہ وہ بھوکے بھوکے تھے اور ہو گیا پیٹ اور حق و باطل کا فیصلہ مومنوں کے ہاتھ ہی ہوئی کاش ہوا وہ لوگ اس فتح سے کراہت کیوں کرتے۔

تفسیر صوفیانہ۔ جیسے عالم ظاہر میں روئی کھانے وغیرہ کے مختلف ڈبے ہیں کہ پانی کنوئیں تالاب دریا وغیرہ سے ملتا ہے مگر آگ کے لئے قدرت نے کوئی ڈبہ پیدا نہیں کیا آگ خانہ کیسی کنوئیں سے تالاب نہ سمندر بلکہ یہ ہر جسم میں قدرت نے ودیعت رکھی ہے کوئی تیلی لگانے والا ملے اس کے لگتے ہی وہ چیز آگ بن جاتی ہے یوں ہی عالم روحانیات میں اطاعت کا روحانی پانی ہے جس کا ڈبہ علماء دین اور نبی لوگ یا اور مقدس مقامات ہیں مگر عشق رسول کی آگ کے لئے یہ تمام ہیں مدرسے نہ معلمین یہ تو قدرت نے ہر دل میں رکھی ہے **وفی انفسکم افلا تبصرون** ان سے نئے دل تیلی لگانے والی نگاہ چاہئے تو دل جو ہی عزیز فقیر ہے یہ حضرت مدینہ رسول دیکھ کے مطیع تھے فرمانبردار تھے مگر جب میدان بدر میں پہنچے تو ان میں عشق رسول کی آگ لگی ہوئی تھی انہوں نے اطاعت کی نگاہ سے میدان اور لشکر کو دیکھا اور عشق کی نگاہ سے حبیب خدا کے ایک لفظ اور ایک نظر نے تیلی کا کام دیا دلوں میں لگی آگ بھڑک اٹھی جنگ بدر کا نقارہ بجا اور بدر کے میدان میں سب جہنم کر کے رکھ دیا عقل میں اگر مگر ہے عشق ان جھگڑوں سے آزاد ہے۔

ع خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اس عقل و عشق کی جنگ میں بدر کی جڑ کٹ گئی اور مومنوں کی جڑ اور بھی قائم ہو گئی یہ آیت یہ عقل و عشق کی جنگ

www.alahazratnetwork.org

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

جب کہ مدد مانگتے تھے تم اپنے رب سے پس قبول کرلی رب نے تمہاری (کہ) میں مدد دینے والا ہوں تم کو

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار

مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا

یکے بعد دیگرے فرشتوں سے آئے پیچھے اور نہیں جعلا اس کو اللہ نے مگر بشارت اور تاکہ مطمئن ہو جائیں دل تمہارے

فرشتوں کی قطار سے اور یہ تو اللہ نے نہ کیا مگر تمہاری خوشی کو اور اس لیئے کہ تمہارے دل میں پائیں

النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کے پاس سے بیشک اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

اور مدد نہیں مگر اللہ کی بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں جنگ بدر کا مقصد بیان ہوا حق کی حقانیت اور باطل کے بطلان کا اظہار اب اس کی صورت بیان ہو رہی ہے کہ یہ کیسے ہوا ان ہزاروں کی دعا اور آسمانی مدد بھی اس میں شامل تھی۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں مادی مدد کی مدعی نکچیاہٹ کا ذکر تھا کہ کفار کی ظاہری شان دیکھ کر سہم گئی تھی اب ان کے اصلی ذاتی استقلال اور اس اشتعال پر رحمت خداوندی کا تذکرہ ہے یعنی غیبی آسمانی مدد کا تیسرا تعلق پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا ذکر ہوا **واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین** اب اس وعدہ کے پورا ہونے کا ذکر ہے کہ یہ وعدہ آسمانی امداد سے پورا کیا گیا۔

نزول: مسلم شریف احمد ابوداؤد ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر ابن خطاب نے خبر دی کہ غزوہ بدر کے موقعہ پر حضور پرنور نے اپنے صحابہ کی قلت اور بے سروسامانی ملاحظہ فرمائی اور کفار کی کثرت اور ان کے سازوسامان کو دیکھا تو آپ عریش میں قبلہ رو ہو کر دعا کی الٰہی تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کر اے میرے رب اگر تو نے میری اس چھوٹی جماعت کی مدد نہ فرمائی تو تیری عبادت کبھی نہ ہوگی ہاتھ پھیلائے ہوئے یہ عرض کرتے رہے حتی کہ کندھے مبارک سے چادر شریف گر گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے چادر کندھے شریف پر ڈالی اور حضور سے لپٹ گئے عرض کی یا رسول اللہ آپ سے اطمینان کریں رب تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان معالم التنزیل خازن خازن بیضاوی صاوی وغیرہ) جس سے حضور اور حضور کے پاس حضرت ابوبکر صدیق بہت گئے۔ حضور اور پر یہ غنودگی کی طاری ہوئی پھر بیدار ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر مژدہ ہو تمہیں یہ جبریل امین اپنے گھوڑے کی لگام تھامے آرہے ہیں (خازن)

تفسیر: اذ تستغیثون ربکم اس مدد کی دو تفسیریں ہیں اول تو یہ کہ حق تعالیٰ کا نظر سے **اذ یعدکم اللہ** کا بیان ہے۔ مگر قوی یہ ہے کہ یہ **اذکروا** محذوف کا معمول بہ ہے یعنی اس وقت کو یاد کرو جب کہ **تستغیثون** سے

www.alahazratnetwork.org

استغاثتہ سے جس کا معنی ہوتا ہے **استغاثہ** دعا کرنا۔ یہ مصدر ہے اور اپنی امت کے امام ہیں امام کا کام ساری جماعت کا کام ہوتا ہے فواق الامر قوم نے **مستغیثون** پڑھا ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس دعا پر فرشتوں نے آمین کہی تھی اور آمین بھی دعا ہے اس لئے ارشاد ہوا۔ بدر کے موقعہ پر صحابہ کرام نے دعا کی تھی جس کے الفاظ یہ تھے **ای رب انصرنا علی عدوک یا غیاث المستغیثین** لغشا اس آیت میں اس دعا کو ذکر کیا ہے (روح البیان) یعنی اے ہمارے رب ہم کو اپنے دشمن پر فتح دے فریادیوں کی فریاد سننے والے۔ مگر پہلا قول قوی ہے چونکہ اس دعا میں لفظ رب تھا اس لئے **ربکم** فرمایا۔ جس عابد کی دعا **ربنا** کہا جائے وہ جلد قبول ہوتی ہے۔ رب کہہ کر جو دعا مانگی جاوے وہ جلد قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا **فاستجاب لکم** رب نے تمہاری دعا فوراً قبول فرمائی۔ معنی فوراً ہے استجابت کے معنی دعا کو قبول فرمانا بھی ہیں اور قبول فرمانا بھی یہاں یہ معنی قبول کرنا ہے۔ لکم میں لام نفع کا ہے۔ لکم میں خطاب سارے غازیان بدر سے یا حضور پرنور سے اور جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے ہے یہ مطلب ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کی دعا تمہارے نفع کے لئے قبول فرمائی **انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین** اس عبارت میں **انی** معنی **بانی** ہے اور یہ استجابت کا بیان ہے مجملاً اور یہ ہے معنی مدد کا طریقہ پہلے ایک ہزار فرشتے نازل ہوئے پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار پورے کر دیئے گئے لہذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں جس میں تین ہزار یا پانچ ہزار فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے **مردفین** باب ملکہ سے یہ لفظ بنا ہے **ردف** سے معنی پیچھے ہونا۔ **ردف لکم** ایک گھوڑے پر دو سوار ہوں تو پیچھے والے کو ردیف کہتے ہیں چونکہ یہ فرشتے ایک ساتھ بھی نہیں آئے تھے یہ اس طرح کہ وہ آگے آگے تھے بلکہ آتے پیچھے اس لئے آئے ہوئے آئے اور غازیوں کے ساتھ کھڑے ہوئے یہ نہیں کہ ایک دم نہ آئے بلکہ پہلے ایک ہزار پھر دو ہزار پھر ان کے پیچھے اور دو ہزار اس لئے مراد میں ارشاد ہوا اور یہ بھی ارشاد ہوا مسومین شاید اس لئے کہ وہ سب فرشتے جنگی وردی پہنے ہوئے تھے جیسی سپاہیانہ سامان میں **وما جعلہ اللہ الا بشری** فرمایا حال میں فرشتے بھیجنے کی حکمت ارشاد فرمائی یہ فرشتے غازیوں کو بشارت دینے آئے تھے ان کے ذریعہ اشاعت فتح ہو ایک فرشتے سے قوم ہود کی بستیاں الٹ دی گئیں ایک فرشتے نے چیخ مار کر قوم صالح علیہ السلام کی بستی ہلاک کر دی ملائکہ چند حکمتوں سے ہوا ایک یہ کہ اس سے تم کو خوشی ہوئی کہ جب تم نے فرشتوں کا دل سا تھ تمہارے مرحبا سے ہوئے چرے کھل گئے اور تم کو اپنی فتح کی دلی شکست کا یقین ہو گیا۔ دوسری حکمت یہ کہ **ولتطمئن بہ قلوبکم** تو ہے کہ یہ عبارت معطوف ہے بشری پر یعنی فرشتے غازیوں کا اطمینان اصل مقصود تھا اور بشارت اس لئے بھیجی گئی کہ اس سے اطمینان حاصل ہو یہ عبارت اس سے بیان فرمایا مقدر پر جملہ کا اور جملہ پر مقدر کا عطف جائز ہے رب فرماتا ہے **لترکبوھا وزینۃ** (روح المعانی) یعنی ان فرشتوں کے نزول کا ثمرہ یہ ہوگا کہ اس سے تمہارے دلوں کو جیسی دلی تسکین ہو گئی جہاد میں وہ کامیابی بہت ضروری ہے اگرچہ وہ فرشتے دیکھے نہیں گئے مگر اس کا اثر تمہارے دلوں پر ضرور پڑے گا یہ پڑا کرم تو ظاہر ہی ہے حقیقت یہ ہے کہ **وما النصر الا من عند اللہ** اور فتح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے فرشتے اور یہ تمام کارروائیاں صرف سبب فتح ہیں مسلمانو! اللہ فتح دے لہذا مسلمان چاہئے کہ رب پر نظر رکھے **ان اللہ عزیز حکیم** فرمایا حال

www.alahazratnetwork.org

وما النصر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب بھی بنا سکتا ہے جب نہ چاہے اسے غالب کرے اور حکمت والا بھی کہ ہر جگہ میں فتح نہیں دیتا کہیں حکمت سے اور کہیں شکست دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت۔

خلاصہ تفسیر اے مدینہ والو! جس وقت تم بدر کی طرف جا رہے تھے اور تمہیں یقین ہو گیا کہ ہم ابوجہل سے جنگ کیے بغیر نہ رہیں گے تو تم نے یا تمہارے نبی نے تمہارے رب سے فتح کی مدد طلب کی اور اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں تمہاری مدد کروں گا ایک ہزار فرشتوں سے جو پے در پے آئیں گے اور اللہ نے یہ مدد صرف اس لیے فرمائی کہ تمہیں خوشی ہو اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے۔ اور اگر تم نے اس جماعت کی مدد نہ کی تو بدر کی لڑائی میں تمہاری عملاً کوئی مدد نہ کرے گا کہ یہ امت آخری امت ہے تو رب تعالیٰ نے فرمایا "تمہاری حافظوں فرمائی اور تم کو یاد دلائی کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرتا ہوں جو گاہ بگاہ صف بستہ آتے چلے تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں چنانچہ اس جنگ نے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کی حضرت جبریل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کی جماعت لے کر بڑی شان سے ادھر سے آئے اور حضرت ابوبکر صدیق تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کی جماعت لے کر حضور انور کی بائیں طرف سے آئے (روح المعانی) یہ یاد رہے کہ فرشتے غار کو مدد کے لئے نہیں آئے تھے اس لیے کہ ایک فرشتہ ہی کافی تھا بلکہ اس نے چند فوائد کے لئے۔ (۱) ان کی آمد سے تمہارے مرجھائے چہرے کھل جائیں (۲) اس کے بعد اس سے بڑھ کر (۳) ان کی آمد سے تمہارے دلوں کو اطمینان و چین نصیب ہو جائے (۴) ان فرشتوں کی عزت افزائی ہو۔ وہ حضور انور کی قیادت میں پانچ (۵) تمہاری عزت فرمائی ہو کہ تم فرشتوں کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑے (۶) تمہارے محبوب کی عظمت ظاہر ہو اور جبریل کا مثل صرف انسان سے لشکر کی جان تھے اور روشن والے افسر ہیں کہ فرشتوں کی بھی کمک فرماتے ہیں۔ مدد تو صرف رب کی طرف سے ہے وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔ خیال رہے کہ دو غزوات میں فرشتے ناز ہوئے ہیں ایک غزوہ بدر میں دوسرے غزوہ حنین میں مگر بدر میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑنے کی بے حنین میں نہیں کی۔ صحیحین فرماتے ہیں بدر میں ایک کافر تلوار اٹھائے تھے تلوار اس کی گردن تک نہیں پہنچی تھی کہ اس کا سر کٹ کر گر گیا تھا ایک صحابی نے آواز سنی اقدم حیزوم یعنی اے حیزوم آگے بڑھ کر حضور انور سے فرمایا کہ حیزوم حضرت جبریل کے گھوڑے کا نام ہے۔ بہرحال بدر کے موقعہ پر بھی فرشتے آئے ہیں مگر اس وقت باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی اور بدر میں بعض صحابہ نے ان فرشتوں کو سفید عمامہ باندھے شکل انسانی میں دیکھا بلکہ اسیں اترتے بھی بعض نے دیکھا سیدنا ابوالیسر رضی اللہ عنہ مالک ابن رفیعہ نابینا ہو چلے تھے بعد فرماتے تھے اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جہاں فرشتے اترے تھے (خازن) فقیر حقیر احمد یار عرض کرتا ہے کہ میں نے کئی بار بدر شریف کی حاضری دی ہے ہر بار میں نے چاہا وہ جگہ معلوم کروں جہاں فرشتے اترے تھے وہاں اب چاند سے بدر ہیں سے قریباً دو فرلانگ دور وہاں ایک بار رات کے وقت اہل حضرت قدس سرہ کا مشہور سلام پڑھا یا سنا یہ شعر تھا۔

جاں نثاران بدر و حد پر درود حق گزاران بیعت پہ لاکھوں سلام

تو پڑھنے والوں نے طبل جنگ کی آواز سنی، ہوا پانچ منٹ تک جاری رہی۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ سوچنا تو چاہئے کہ اللہ کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھے اور یاد کیا کرے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا کرے کہ یہ اس کی نعمت کا شکریہ ہے یہ فائدہ اذ فرمانے سے حاصل ہوا کہ اس سے پہلے

www.alahazratnetwork.org

اذکروا فرمایا ہے رب فرماتا ہے وہ صحابہ کو کہ حدیث عرس بدر کان میلاد شریف میں مشغول ہوں کہ یاد رکھیں یہ تاکید دوسرا فائدہ حضور پر نور اپنی امت کے ایمان میں حضور نور سے دولت ہے تیسرا فائدہ **تستغیثون** کی آیات تین سے حاصل ہوا پہلا فائدہ مومن کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتا رہے خاص کر اس کے خاص ایام سے خصوصیت سے جمعہ کے وقت اور آفات کے وقت پر اللہ دعائیں وغیرہ سے اہتمام سے لیا کرے یہ فائدہ **تستغیثون** کی دوسری تعبیر سے حاصل ہوا جب کہ اس فاصل عبادیاں بتا دیں رب فرماتا ہے **فاذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون** جب تم کسی سے جہاد کی غایت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب رہو اللہ فائدہ تمہارے جو مومن کے پاس ہے خاص کر اس سے چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب کہہ کر پکارنا بہت ہی بہتر ہے یہ فائدہ رقم سے حاصل ہوا سیدنا ابن اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس دعا میں ربنا پانچ بار کہا جائے انشاء اللہ قبول ہوگی اور آپ نے دلیل میں وہ آیت پیش فرمائی **ربنا ما خلقت ھذا باطلا** کہ وہاں پانچ بار ربنا ہے پھر فاستجاب لھم سے دیکھو اس آیت کی تعبیر پانچواں فائدہ مسافر کی دعا اللہ تعالیٰ بہت قبول فرماتی ہے اور جو کوئی مسافر بھی ہو عازی بھی تو اس کی دعا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی اس آیت سے یہ فائدہ حاصل ہوا چھٹا فائدہ اللہ تعالیٰ کبھی فرشتوں سے مدد مسلمانوں کی فرماتا ہے یہ فائدہ **فانی ممدکم** سے حاصل ہوا ابھی 1965ء میں سن ۱۳۸۵ھ عیسوی میں اللہ تعالیٰ اور رسول کی مخالفت ہوئی اس میں شکل انسانی میں کچھ اسی صورتیں دیکھی ہیں۔ حضرات اولیاء اللہ کو مدد فرماتے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ابوجہل نے مرتے وقت حضرت عبداللہ ابن مسعود سے پوچھا۔ سعید غلام والے اجنبی لوگ کون تھے، تمہارے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے آپ نے فرمایا وہ فرشتے تھے دیکھو یا تمہاری ہلاکت کے وقت پر دشمن میں حضرت جبریل کی قسم نے ہی حملہ کی تلوار ماری تھی۔ صورتیں بدلوں سے دیکھیں حضور پر نور کی طرف سے روانہ ہوتے ہوئے دیکھا چھ صورتیں کہاں جا رہے ہیں فرمایا شمال کی طرف سے آئے ہیں ان کی صورت اس طرح ہے کہ سر پر عمامے باندھے ہوئے ہیں ان کے سر پر سفید کپڑے ہیں جو تمہارے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے۔ ساتواں فائدہ بدر میں فرشتوں کا نزول مسلمانوں کی بہت افزائی عزت افزائی کے لئے تھا کہ کفار کو ہلاک کرنے کے لئے یہ فائدہ **الا بشری** اور **ولتطمئن بہ قلوبکم** سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ، رحمت کے فرشتوں کے اترنے سے مومن کے دل کو اطمینان ہوتا ہے آپ دیکھ لیں اس آیت میں یہ فائدہ بھی **ولتطمئن بہ قلوبکم** سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے **تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا** اس میں بھی بشارت ہے

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدر میں فرشتے ایک ہزار اترے ہوں گے مگر دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے تین ہزار آئے تھے اور ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے پانچ ہزار آئے ان آیات میں تعارض ہے۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر چکا ایک ہزار فرشتے پہلے اترے پھر ان کی مدد کی گئی۔ **دوسرا اعتراض** وہ فرشتے آگے پیچھے کیوں آئے یہ ہم کہہ آئے **جواب** اس اعتراض کا جواب بھی تفسیر میں دیا یہ فرشتے بھیڑ کی طرح نہ آئے بلکہ صف بستہ سپاہ کی طرح آئے جیسا کہ جنگ میں ہوتا ہے تیرتیں بار میں ان کا آنا بھی

مومنوں کی ہمت افزائی کے لئے تھا بدر کا لشکر پہنچے تو لشکر کی ہمت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ **تیسرا اعتراض** جب فرشتے غازیوں بدر کو نظر ہی نہ آئے تو انہیں بشارت اور ان کا اطمینان کیسے نصیب ہوا۔ **جواب** حضور ﷺ کی خبر سے نیز بعض صحابہ نے بھی دیکھا یہ ان کے لئے مزید اطمینان تھا نظر آئیں یا نہ آئیں یہ اثر آج بھی کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے۔ **چوتھا اعتراض** جب فرشتوں سے مدد یہ عار کو بات آسان تھا تو اسی اتار آئیں یہ کام تو بے فائدہ ہوا۔ **جواب** اس مزدن حالات میں بہت حکمتیں تھیں (۱) مسلمانوں کو بشارت فتح دینا (۲) مایوس دلوں میں سکون طمانیت (۳) فرشتوں کی عزت افزائی یہ کہ جیسے تمام صحابہ میں بدری صحابہ سب سے افضل ہیں یوں ہی فرشتوں میں بدری فرشتے سب فرشتوں سے افضل ہیں۔ (۴) حضور انور عظمت و عزت کا اظہار کہ حضور کے ماتحت یہ فرشتے بھی ہوئے۔

جس کے غلام ہیں یہ سپاہی رب کی عدالتی میں اس کی شہنشاہی
لوچھے ہوئے یہاں تھکتے ہیں سارے انہیں کا منہ تکتے ہیں

(5) خود غازیان بدر کی عزت افزائی کہ وہ حضرات فرشتوں کے ہمدوش ہیں ان کے ساتھی ہیں جس محبوب اعظم کے غلام فرشتوں کے ہم پلہ ہیں تو محبوب اعظم کیسا ہوگا اور رب کیسا ہوگا۔

کس نداند کہ خدا گر محبوب کجا است ایں قدر ہست کہ با بندہ برابر می آید

پانچواں اعتراض اگر مکہ کو رب نے بالکل بلا سبب یوں ہی فرعونیوں کے جرم تو قوم فرعون وغیرہ سب کی طرح ہم سے بدر میں فرشتے آئے کافروں کو ہلاک کرنے کیلئے۔ **جواب** اس لئے کہ حضور انور رحمت عالم ہیں آپ کے آنے سے یہاں عذاب بھی عذاب نہ رہا بند ہو گیا بدر میں جو مارے گئے وہ تو مارے گئے باقی بچے ہوئے سارے کفار بعد میں ایمان لائے اور انہوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں حضور نے کفر کو مٹایا کافروں کو ہلاک نہ فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ فرشتوں کی مدد تا قیامت برحق ہے وہ مجاہد غازیوں کی بھی مدد کرتے ہیں اور اکیلے اکیلے مومنوں کی بھی گرچہ وہ دیکھنے میں نہیں آتے مگر کام کر جاتے ہیں ہر شخص ہر وقت مجاہد ہے وہ نفس اور شیطان اور شیطانی لوگوں سے جہاد کرتا ہے اور رب تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی مدد بھی آتی رہتی ہے۔ حضرت اسرافیل کو اطمینان میں ایک خاص قسم کی ہوا سے دیا جاتا تھا جسے نسیم کہتے ہیں۔ حضور کی امت کو خاص فرشتوں سے ذریعہ حضرت ابوبکر صدیق کو جب ہجرت کے موقعہ پر غار ثور میں حضور کے متعلق کچھ اندیشہ ہوا تو رب نے ان کے سکینہ پر نازل **فانزل اللہ سکینتہ علیہ** اس سکینہ سے خائف کو امن، غمگین کو تسلی، خلجان کو راحت نصیب ہوتی ہے اور یہی موقعہ پر سکینہ ناز ہوتا ہے۔

ہر عمل را ہست فعل نیز دست رحمت اندر قصر بیضی از قصور قیصرات

صحیحوں کی دعا سکینہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے جہاں سکینہ نازل ہوتا ہے وہاں تو فوراً ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔

دعا صحیحان امیدوار زیاد وئے عوے بہ آید بہ کار

صدق مقال و فعل حلال کہنہ رسول کی قیل و قال روں سکینہ نازل رہتا ہے تا قیامت ہماری رب کرے۔

www.alahazratnetwork.org

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

جب اس نے تمہیں اونگھ دے کر اپنی طرف سے امن دیا اور تم پر آسمان سے پانی اتارا

لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی

تاکہ تمہیں اس سے ستھرا کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرمائے اور

قُلُوْبِكُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ

تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جمائے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے دو طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں ہزار فرشتوں کی مدد کا ذکر تھا جس سے مسلمانوں کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ہم تو بہت تھوڑے ہیں ہزار فرشتوں کی مدد ہمارے لئے کافی نہیں ہو سکتی اس پر ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی مدد تو غیبی امداد ہے جو شہود میں نہیں آتی اصل مدد تو ہماری ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اونگھ دے کر تمہارے دلوں کو اطمینان بخشا اور آسمان سے پانی اتارا جس سے تمہارے جسم پاک ہوئے اور تمہارے دلوں کو اطمینان ہوا اور تمہارے قدم جمے یہ ہے اصل مدد جو تمہیں حاصل ہوئی۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ فرشتوں سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہوتے ہیں اس اطمینان قلبی کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ اسی اس موقعہ پر اونگھ آئی اور ظاہر ہے کہ اونگھ اطمینان میں ہی آتی ہے گویا ہونے سے بعد دلیل ثابت کر رہے ہیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے قرآن فرماتا ہے اب اس قبولیت کے ثبوت میں چند ظاہری دلیلیں بیان ہو رہی ہیں

نزول: جب نبی کریم مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں قریب بدر دو شخص ملے ان سے حضور انور نے پوچھا کہ یہاں سے ابو سفیان کا قافلہ کتنا فاصلہ ہے یہاں رات سے وقت گذرا تھا ان دونوں کو مسلمانوں سے عار تھی کہ بتائیں معلوم ہے کہ لشکر یا قافلہ کے پکڑ یا ان دونوں میں سے ایک تھا اور واقع تھے تاکہ حضرت عمر کا علم ہو کر حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے ان کو گرفتار کر لیا ہے وہ قریش کے قافلہ کے آدمی ہیں حضور انور نے فرمایا کہ تم نے سچ نہیں بولا تم ابو سفیان کے آدمی ہو پھر ان سے پوچھا کہ یہاں سے ابو سفیان کا قافلہ کتنا فاصلہ ہے وہ بولے ہمیں نہیں معلوم ہے ہم تو قریش کے آدمی ہیں حضور انور نے فرمایا کہ تم نے اب جھوٹ بولا ہے تم ابو سفیان کے آدمی ہو اور واقع سے پوچھا یہ بتاؤ تم کو کیا خبر ملی ہے وہ بولے ہاں جب ابو سفیان نے مسلمانوں کی خبر سنی تو ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ بھیجا کہ قریش سے مدد مانگے اور ہمیں خبر دے ضمضم نے مکہ کا سفر اختیار کیا اور ہم نے یہاں پڑاؤ کیا ہوا ہے ہم اپنی قوم سے یہ خبر لینے گئے تھے جب حضرات بدر کی طرف روانہ ہوئے تو حضور انور نے پیچھے سے نور اسلام کی مدد سے اپنے صاف میدان علاقہ پر قبضہ کر لیا جہاں پانی تھا مسلمان بدر سے ریتلے والے حصہ میں اترے جہاں پانی نہ تھا ان حضرات کو اس وقت وہ

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

اذ یغشیکم النعاس جس طرح [illegible] **اذ تستغیثون** [illegible] **اذکر** [illegible] **یغشی** [illegible] باب افعال کا مصدر ہے اور **یغشی** باب تفعیل سے [illegible] **یغشی** [illegible] **منہ** [illegible] **استغاثہ** [illegible] **یغشی** اور **استغاثوں** [illegible] معنی ہے [illegible] تمہاری طرف سے [illegible] **و ینزل علیکم من السماء ماء** [illegible] **من السماء** [illegible] **لیطہرکم بہ** [illegible] **ویذہب عنکم رجز الشیطٰن** [illegible]

www.alahazratnetwork.org

رجز شیطان سے مراد شیطان کا وہ وسوسہ ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں ڈالتا تھا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تم کو ایسے میدان میں رب تعالیٰ یوں ناامید نہ کرتا اس وسوسہ کو بارش برسا کر دور کر دیا تو دلوں سے یہ وسوسہ ہٹا۔ قرآن مجید میں لفظ رجز طاعون بیماری کو بھی کہا گیا ہے اور گندگی و ناپاکی کو بھی یہاں دوسرے معنی مراد ہیں **ولیربط علی قلوبکم** یہ بارش کی تیسری حکمت کا بیان ہے رسول کے عقلی معنی میں باندھنا قوت دل سے ربط کہتے ہیں۔ یہاں یہ معنی نہیں بلکہ یہاں مراد ہے یعنی تاکہ رب تمہارے دلوں کو قوت دے۔ شیطان نے یہ کہا تھا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو رب تمہاری مدد کرتا تم بے وضو مرے ہو پیاسے ہو اور سنیت کافر ہے تم ضرور ہلاک ہو گے اس سے بعض صحابہ کو بھی خطرہ ہوتا تھا اس بارش سے یہ وہم یہ اندیشہ ختم ہو گیا ہاں سے دل قوی ہو گئے سبحان اللہ رب تعالیٰ کے ہر کام میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں یہ بارش سجدہ شکر کی بعد قبل کی ہوئی اس سے قوت قلوب کا ذریعہ فرمایا بل درست ہوا **ویثبت بہ الاقدام** یہ بارش کی چوتھی حکمت کا بیان ہے نبی بارش کے ذریعہ ریت تم پر ہموار ہو گئے اور تمہارے قدم اس پر خوبی سے جمیں تم کو چلنا پھرنا آسان ہو جائے تم پر دشمن دشواری محسوس نہ ہو جنگ میں اس کی بھی سخت ضرورت ہوتی ہے اس سے بھی تاریوں کی ہمت اور زیادہ ہوتی ہے کہ ریت جب بارش سے جم جاتا ہے تو بہتیری سڑک بن جاتا ہے اس سے بھی بہتر ہوتا ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں قدم جمانے سے مراد ہے صبر اور اس کی قوت یعنی تمہارے دل صبر کریں قدم نہ ٹھہرتے ہیں بلکہ وہ بہت صبر جانب مقابلہ میں ثابت قدمی میں تفسیر خازن اگر یہی تفسیر قوی ہے۔ یہ معنی **لیربط علی قلوبکم** میں لگتے تھے۔ بہرحال اس بارش میں بہت حکمتیں تھیں۔

خلاصہ تفسیر اللہ تعالیٰ نے مجاہدین بدر پر بہت خصوصی عنایتیں کیں ایک یہی بارش کچھ ظاہر طور پر بھی عنایت تو فرشتوں کا قرنوں اور ظاہری نعمت ان پر ہیں جہاد کے وقت اونگھ طاری فرمانا بارش برسانا انہیں طہارت دینا کیونکہ اونگھ طاری ہونا شیطانی وسوسے دور کر دینا دھاریں بند ہوا میں ان کے قدم ثابت فرما دینا فرشتوں کا کرتوت پچھلی آیت میں ہوا باقی فرمایا اس آیت میں ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اے مجاہدین بدر ہمارے احسان بھی یاد رکھو کہ تم بدر کے میدان میں چند کے سے تھے کہ تمہارے دل کو ہم نے غنا دیا میں دیا کہ تم کو اونگھ آئی اس کے علاوہ تم پر آسمان سے خوب تیز شدت کی بارش برسائی جس سے تم غسل کرو وضو کیا پاک صاف ہو گئے اور اس کی وجہ سے شیطانی وسوسہ تمہارے دل سے دور ہو گیا کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو ہم کو مشکل اور ایسے میدان کیوں ملتا اور اس بارش سے ہی تمہارے دل مضبوط ہو گئے کہ یہ بارش تمہاری فتح و نصرت کا پیش خیمہ تھی اور اس بارش کے ذریعہ تمہارے قدم جم گئے کہ اس سے ریت تم کو اچھی سڑک کی طرح ہو گیا جس پر تم کو چلنا پھرنا آسان ہو گیا غرضکہ ہم نے تم پر دہری نعمتوں کے دروازے کھولے۔ خیال رہے کہ غزوہ احد میں بھی مسلمانوں پر اونگھ طاری ہوئی تھی مگر وہاں اونگھ مخلصین اور منافقین میں فرق کرنے کے لئے کہ مخلصین تو اونگھ رہے تھے اور منافقین ان حالات کی بنا پر سخت پریشان تھے مگر یہاں بدر میں اونگھ مومنوں کو اطمینان و تسلی دینے کے لئے تھی کیونکہ بدر میں کوئی منافق شریک نہیں ہوا یہ تو سارے مخلصین ہی تھے احد میں مجبوراً منافقین بھی پھنس گئے تھے رب عدل کے متعلق فرماتا ہے **ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشی طائفۃ منکم وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم**

www.alahazratnetwork.org

فائدہ سے اس آیت سے پندرہ فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ جمعہ، مناظرہ اور دوسری آفات میں اونگھ اللہ کی رحمت ہے کہ اس سے مال کا اطمینان اور مقابلہ کی ہمت پیدا ہوتی ہے مگر نماز مطالعہ وغیرہ میں اونگھ شیطان کی طرف سے حضرت ابن مسعود کا فرمان ہے تیسرا فائدہ جمعہ کے موقعہ پر بارش امید کی رحمت ہوتی ہے اور اس کی شارت سے یہ فائدہ **ویذھب عنکم رجز الشیطان** سے حاصل ہوا **ویربط علی قلوبکم** تیسرا فائدہ کوئی شخص اپنے کو شیطان سے محفوظ سمجھے دیکھو غازیان بدر صحابی غازی مجاہد سب پاک تھے مگر شیطان ان سے بھی سرچوکاں کے دلوں میں بھی وسوسے ڈال دیتے یہ فائدہ **رجز الشیطان** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ سلام میں ہمت قدمی اللہ کی رحمت سے چھوٹی جماعت کو ثابت قدم ہو بڑی گمراہ کن جماعت پر فتح ہوتی ہے یہ فائدہ **ویثبت بہ الاقدام** ایک آیت سے حاصل ہوئے۔

پہلا اعتراض تم نے کہا **امنۃ** مفعول لہ ہے **یغشیکم** کا فاعل رب تعالیٰ ہے اور **امنۃ** کا فاعل صحابہ کرام ہیں فعل ایک ہو فاعل ایک ہوں تو مفعول لہ پر عطف نہیں ہو سکتا یہاں تعاقب چاہئے تھا۔ **امنۃ** جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ **امنۃ** کے معنی امن پانا نہیں بلکہ امن دینا ہیں اس صورت میں اس کا فاعل بھی رب تعالیٰ ہے اس دونوں فاعل ایک ہوئے تو مفعول لہ پر عطف درست ہو گیا دوسرا اعتراض یہاں **یغشی** فرمایا ہے معلوم ہوا کہ یہ بارش تھوڑی تھوڑی برسی ہوتی رہی مگر واقعہ اس سے مختلف ہے وہ بارش تو بہت موسلا دھار تھی پھر **یغشی** کیوں ارشاد ہوا **جواب** اس کا بھی تیسرے میں گذر گیا کہ یہاں باب مفاعلہ سے تشبیہ کے لئے ہے یعنی جو بارش تھی مثل غشی کے تھی۔ تیسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو بھی شیطانی پلید خیالی بیماری اور ناپاکی کا وسوسے کا دھوکہ دے سکتے ہیں پھر حضرات اہل بیت کی وہ کیا خصوصیت ہوئی جو ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ **جواب** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ اس تطہیر کی آیت اہل بیت سے لے کر ہی آئی ہے فرمایا ہے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا** جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس آیت میں جو پاکی ان سے مراد ہے یہ عقیدگی نہیں بلکہ اس سے مراد شیطانی وسوسے بیرے خیالات ہیں اس وسوسہ کا زہر ہم نے بھی بروں کے بیان میں کر دیا بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں **یطھرکم** سے مراد وضو سے پاک کرنا ہے اور رجز شیطان سے مراد ہے غسل کا نہ کرنا احتلام شیطان سے آتا ہے تو اس موقعہ پر جن حضرات کو احتلام ہو گیا تھا پانی نہ ملنے سے وہ غسل نہ کر سکے تھے تو جو تفسیر ہم نے عرض کی وہ قوی بھی ہے اور عام بھی **عمل** جو شخص سوتے وقت اپنی انگلی سے اپنے سینہ پر لکھ لیا کرے انشاء اللہ احتلام نہ ہوگا کیونکہ احتلام شیطان کے ڈسنے سے ہوتا ہے اور وہ حضرت عمر کے نام سے بھاگتا ہے (روح البیان) مگر یہ عمل جو اس حقیر نے بیان کیا ہے اس میں بھی احتلام ہو جاتا ہے اس کے لئے یہ عمل ہے۔

تفسیر صوفیانہ ان کے دل پر یہ جملہ واقعہ یا ہوت سکینہ کے ذریعہ سکون قلبی عطا ہوا **وقال لھم نبیھم ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم** جب صدیق اکبر کو غار ثور میں ہجرت کی رات بذریعہ فرشتے کے سکینہ و اطمینان دیا گیا **فانزل اللہ سکینتہ علیہ** میں بذریعہ کوکبا کہ اور بارش اور اونگھ کے ذریعہ ان دونوں بختیاں

www.alahazratnetwork.org

حضرات فاتحوں بنی اسرائیل سے سنوں سے توی تر ہیں انہوں نے ان سے بڑے بڑے کام لیے ہیں جب میں ان میں پیدا ہوئی ہے صوفیاء فرماتے ہیں پانی کے خوف سے اس عورت کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے جب توکل قوی ہو جاتا ہے تو انسان مطمئن ہو جاتا ہے یہ توکل بدرواں مارش سے جو سانپ سے دل پر پڑتا ہے اے مومن تو شیر ہے شیر میں نہیں خصوصی صفات میں بھوک صبر و سہنائی بھوکا بھوکا مرد سرے غار میں تھا تیس برس صبر و حوصلہ انسان پر سانپ گزرتے تھے مگر نہ کاٹتے پیتا تھا یہ توکل ہے یا یہ شکار ہو چکے ہے بعد دوسرے صوفی نہیں حضرت ابو سعید نے فرمایا ہے جو شخص اپنے نفس پر بھروسہ کرتا ہے اس پر ہزار

علی المرء ان یسعی لنفسہ حالہ ولیس علیہ ان یسا عدہ الدھر

مسلمانوں کی مدد فرماتا ہے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ ہی مسلمان کو ستانا کتنا طریقہ ابلیس نے رواج دیا ہے)۔

تو نگرا دل دانش خود بدست آور کہ تخمین زرد گنج درم نخواہد ماند

رب تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَٰئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ

جبکہ وحی کرتا تھا تمہارا رب طرف فرشتوں کے بے شک میں ساتھ ہوں تمہارے پس ثابت رکھو تم

جب کہ محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو

سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَ

ابھی لوگوں کے دلوں میں ڈالے دیتا ہوں میں کافروں کے دلوں میں رعب پس مارو تم اوپر گردنوں

ثابت رکھو میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی گردنوں پر

اضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن

کہ اور مارو ان میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر یہ بدلہ اس کے سبب سے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی

اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ یہ اس لئے کہ انہوں نے

يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ

اور رسول کی اس لئے اور جو مخالفت کرے اللہ کی اور رسول کی اس کے لئے تحقیق اللہ سخت عذاب والا

ہے رسول سے مخالفت کی اور جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو تحقیق اللہ کا عذاب

وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ۝

ہے یہ ہے پس چکھو تم اسے اور تحقیق واسطے کافروں کے عذاب ہے آگ کا

سخت ہے تو چکھو اور اس کے ساتھ ہے کافروں کو آگ کا عذاب ہے

www.alahazratnetwork.org

تعلق میں آیت ۱۱ پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں بدر میں فرشتوں کی آمد کا ذکر ہوا اب ان کی نوعیں اور کارکردگی کی تفصیل ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں بدر میں فرشتوں کی حاضری کا بیان تھا اب بتایا جارہا ہے کہ ان فرشتوں کی تعداد کیا تھی۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں فتح کا وعدہ تھا اب بتایا جارہا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہمت و جرأت پیدا کرنے کے لئے ان فرشتوں سے کیا کام لیا گیا۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں مسلمانوں پر خداوندی نعمتوں کا بیان ہوا اب ان نعمتوں کی فرمانبرداری کے عوض نصرت کی اصل وجہ بیان کی جارہی ہے کہ ان کے رسول کی اطاعت کا نتیجہ ہے۔

تفسیر **اذیوحی ربک الی الملئکۃ** قرآن پڑھنے والے کو پہلے اعوذ باللہ پڑھنا ہے اور اسے **اذکروا** یا **اذکر** سے کیوں شروع کیا گیا اس کی وجہ بھی بیان ہوئی ہے۔ یہ محمد ہے اور اسے **اوحی ربک الی النحل** فرمایا۔ **واوحینا الی اموسی** بھی پڑھا گیا ہے۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی کی۔ یہ وحی شریعت میں نہ تھی نہ وہ نبی تھیں بلکہ فرشتہ کے ذریعہ سے ہوئی۔ **اذ** کے معنی ہیں جب۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے کا کوئی لفظ محذوف ہو جیسے کہ ہم نے کہا کہ جب تم بدر میں تھے اس وقت یاد کرو جب آپ نے اپنے رب سے مدد مانگی۔ فرشتوں نے فرمایا۔ اس صورت میں **انی ممدکم** کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ **ممدکم** یہ عبارت **یوحی** کا معمول ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ فرشتوں کو خبر دی گئی بلکہ یہ ہے کہ فرشتوں کو یوں فرمایا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی افسر اپنے فرشتہ سے کہے کہ جاؤ تمہارے مدد کریں گے تمہیں یہ عبارت ہوگی کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تم ہماری طرف سے ان کی مدد کرو۔ **فثبتوا الذین امنوا** اس جملہ میں کہ جو ایمان لائے ہیں پوشیدہ شرط ہے کہ اگر تم ان کی مدد کرو گے تو ہم خدمت جاری رکھیں گے۔ اس آیت میں مدد کے معنی میں اختلاف ہے کہ مدد کس طرح ہوئی۔ ثابت قدم رکھنے میں یہ احتمال ہیں کہ فرشتے اس طرح ان کے دلوں میں ڈالتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تم ثابت قدم رہو۔ یا فرشتے ان کے ساتھ مل کر لڑتے تھے جیسے شیطان انسان کے ساتھ مل کر لڑتا ہے۔ یا فرشتے ان کے سامنے آکر ان کے دلوں کو قوی کرتے تھے۔ **سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب** میں رب نے فرشتوں کو مخاطب فرمایا ہے کہ اے فرشتو! میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔ **الذین کفروا** سے مراد مشرکین ہیں۔ **الرعب** رب اور رعب دونوں سے پیش سے بھی آتا ہے اور ع کے پیش اور ب کے سکون سے بھی ہماری قراءت میں یہ دونوں ہی معنی چند ہیں۔ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

رعبت اسیں الوادی یلاب نے نکل کھڑے ہوں معنی بیت ہے، روح المعانی) **فاضربوا فوق الاعناق** یہ عبارت ہے **فثبتوا** کی تفسیر سے وقت تفسیر یہ ہے ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے تو تف جزا یہ ہے بعض نے فرمایا کہ **اضربوا** اس خطاب عازیان بدر سے ہے تو قوی یہ ہے کہ یہ سب بھی خطاب فرشتوں سے ہی ہے **اضربوا** کا مفعول پوشیدہ ہے **هم** ان سے مراد کفار مکہ ہیں جو بدر میں مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے **فوق** یہ تو معنی علی ہے یا اپنے معنی میں ہے یعنی فرشتوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں کی گردنوں پر تلواریں ماریں جس سے وہ مر جائیں یا ان کی [illegible] **واضربوا منهم كل بنان** یہ عبارت پہلے **اضربوا** کا عطف ہے اس میں [illegible] **منهم كل بنان** میں سے یہاں تک ہے **مفاتل** معنی جوڑ پورے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو اکثر علماء نے یہاں "بنان" سے مراد لیا ہے خصوصاً ہاتھ کے، روح میں ہے کہ بدر میں کفار کے بیکار ہو جانے سے انسان لڑنے کے قابل نہ رہے یہ تو [illegible] روحی تفسیر ہے [illegible] فرشتوں کا عمل ہے [illegible] **بانهم شاقوا الله ورسوله ذالك** میں اشارہ ہے گذشتہ قتل و [illegible] طرف **بانهم** میں ب سببیہ ہے **هم** ضمیر جمع مذکر غائب ہے **شاقوا** باب مشاقہ سے ماضی معروف ہے [illegible] اپنے مقابل سے [illegible] **عدوة** معنی حد سے بڑھ جانا [illegible] دشمنی کی حد سے بڑھ جانا [illegible] ہر دو معنوں میں حد سے نکل جانا (روح المعانی و کبیر وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ کفار خدا تعالیٰ کے منکر ہونے کے باوجود اس کو مانتے تھے اسے الٰہ تسلیم کرتے تھے اس کی عبادت کرتے تھے مگر چونکہ حضور انور کے دشمن تھے اور حضور دشمن خدا تعالیٰ کی دشمنی ہے اس لئے شاقوا اللہ و رسولہ فرمایا مقصد یہ ہے کہ اے فرشتو تمہارا کفار سے لڑنا بھی [illegible] اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اللہ رسول کے دشمن ہیں صحابہ اللہ رسول کے دوست ہیں تو صحابہ کی حمایت میں کفار سے جنگ [illegible] **ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب** یہ فرمان عالی یا تو ذکر کردہ قتل و مار کی وجہ سے ہے یا اس میں آخرت کے عذاب کا ذکر ہے یعنی جو اللہ رسول کا مخالف ہو تو اسے صرف دنیوی عذاب ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ اسے آخرت کا عذاب بھی دیا جائے گا یہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے **ذالكم فذوقوه وان للكفرين عذاب النار** اس میں بھی نحوی ترکیبیں بہت ہیں آسان ترکیب یہ ہے **ذالكم** سے پہلے **ذوقوا** فعل پوشیدہ ہے اور **فذوقوه** اس پوشیدہ فعل کی تفسیر ہے دونوں افعلوں میں واؤ عاطفہ ہے معنی صاف یہ ہیں کہ اے کفار یہ مذکورہ عذاب تو دنیا میں چکھو اس کے ساتھ ہی تم کو آخرت میں دوزخ کا عذاب بھی ہے یا ذالکم عذاب تو دنیا میں ہے اس کے ساتھ ہی [illegible] آخرت کا ہے (روح المعانی) چونکہ دونوں ہی عذاب کفار کو ہیں اس لئے **ذالكم** میں اشارہ واحد مذکر غائب سے دونوں کی طرف ہے [illegible] ان عذابوں کا مثل عذاب ان کے علاوہ بھی ہے [illegible] بھی تفسیریں اور ترکیبیں ہیں۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب شیطان آپ اپنے جاں نثار صحابہ کی مدد کو بھی یہ [illegible] اس کا بھی [illegible]

www.alahazratnetwork.org

اس کی مدد کے لئے مدد میں بھیجے گئے تھے ہم نے ان سے مدد بعد وحی الہام کر دیا تھا کہ اے فرشتو! تم میرے ان مسلمان بندوں کے ساتھ رہو کہ تم کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تم ان سے مقرب حاصل ہونے کے لئے ان مومنوں کی ہمت بڑھاؤ ہمیں ثابت قدم رکھو۔ قرآن میں ہے کہ فتح تمہاری ہے بلکہ قتل انسان میں ان سے ہاتھ کر فتح کی بشارت کا اظہار کرو۔ اظہار اکرام یہ ہے کہ وقت جنگ عام طور پر ہوتا ہے ان میں ان فرشتوں سے مدد مانگنا ان کی ہمت بڑھانا ان کی استقامت دیکھنا وہاں ہوتا ہے جہاں جنگ شروع ہو جائے تو مسلمانوں سے ہاتھ مل رہا ہو جاتی ہے پھر کافروں سے دو دو سو مسلمان دو دو ہزار کافروں سے لڑ رہے ہیں ایسے وقت مدد مانگنا ہمت بڑھانا ہوتا ہے۔ ہاں مگر یار ہو جائیں تو مدد مانگنے سے قبل بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ان دو کافروں سے اللہ رسول کی مخالفت کی سزا ان کافروں کو یہ ہے کہ خواہ رسول کا مخالف ہو اسے اللہ تعالیٰ سخت عذاب دیتا ہے کافر تو قیامت کا عذاب تو بھگتیں پھر دنیا میں بھی کافر ہو تمہارا مقابلہ ہو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے مددگار رہیں گے۔ اس فرمان میں مسلمانوں کو تسلی ہے کہ فرشتے ان کی مدد کریں گے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ ان میں ستر فرشتے مدد کے لئے اترے تھے۔ حضرت عباس سے مروی ہے حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے ان کو گرفتار کیا حضور انور سے حضرت عباس نے شکایت کی کہ مجھے ابوالیسر نے گرفتار کیا حضور نے فرمایا کہ تم کو ایسے آدمی نے گرفتار کیا جس کی مدد کے لئے ایسے فرشتے آئے تھے جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے تھے نہ اس کے بعد کبھی دیکھے گئے۔ ابوالیسر نے عرض کیا کہ میں نے اس کو اپنی طاقت سے گرفتار کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تم نے اس کو ایسی طاقت سے گرفتار کیا جس کی مدد کے لئے فرشتے آئے تھے (خازن)۔

ابوالیسر کی مؤنث حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں اسلام فتح مکہ سے پہلے ہی داخل ہو چکا تھا حضرت عباس اپنا اسلام کفار مکہ کے خوف سے ظاہر نہ کرتے تھے حضور انور کے ساتھ بھی انہیں کے خوف سے چلے گئے تھے ابوالیسر نے اپنی قید میں ان سے مال مانگا تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس مال نہیں تو ابوالیسر نے کہا کہ مال تو ہے مگر تم نے اپنے مال کو چھپا رکھا ہے۔ عباس نے کہا کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اپنی جان بچانے کے لئے کیوں نہ دیتا۔ ابوالیسر نے کہا کہ تم نے اپنی بیوی ام الفضل کے سپرد کیا ہے۔ عباس نے کہا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ ابوالیسر نے کہا کہ تمہاری بیوی نے میرے سامنے تم سے کہا ہے۔ عباس نے کہا کہ اچھا تم کو کتنا مال دوں۔ ابوالیسر نے کہا کہ اتنا مال دو۔ عباس نے کہا کہ اگر میں اتنا مال دے دوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے۔ ابوالیسر نے کہا کہ ہاں۔ عباس نے کہا کہ اچھا تم کو اتنا مال دوں گا

www.alahazratnetwork.org

ہماری مدد کرتی ہے ... تو ہمارے دشمن غیرت کھاتے ہیں ہم سے مالک نہیں ہم مالک والے ہیں۔

فائدہ اس آیت سے چند امور حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ قاریوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اللہ سے معیت کی مختلف قسمیں ہیں ہر مومن اس کے ساتھ ہونے سے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھی ہوتا ہے دوسرا فائدہ **اس محکم** سے حاصل ہوا کہ جس وقت ان قاریوں سے ساتھ ہوگئے تو اللہ ان کے ساتھ ہوا اور ان قاریوں کے ساتھ اللہ اس سے ... رسول اللہ کے ساتھ ہوگئے۔ شعر

ان کے در کا ہو ہوا خلق خدا اسکی ہوئی ... ہر کہ خواہد ہم نشیند باخدا ... وشیشہ ...

دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ مومنوں کا دل مضبوط رکھتے ہیں ان کے قدم جمائے ہیں ان پر نظر رکھتے ہیں ان کے دلوں کو سکون دیتے ہیں یہ فائدہ **فثبتوا** سے حاصل ہوا۔ دیکھو تفسیر تو حضور علیہ السلام کی نگاہوں کی تاثیر کا کیا کہنا۔

جس کی نسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں ... اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

تیسرا فائدہ فرشتوں سے ... جو مسلمانوں کو عیب ہوتے ہیں حضور انور ان سے ... پھیر کر براہ راست رب تعالیٰ نے دیئے یہ فائدہ **الذین امنوا** سے حاصل ہوا حضور نور سے ... فرشتوں اور دل کو سکون ملتا ہے حضور کے ... تو صحابہ کی قدیوں شیر خوار بچوں و پیروں و سکون مان ... دیتے ہیں۔

جس کے سر کوئی پیچ ہی رنج میں ہو ... جب یہ آگئے ہیں سب غم بھلا دیتے ہیں۔

رب فرماتا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** کہ اللہ حضور علیہ السلام میں **فانزل اللہ سکینہ علیہ** چوتھا فائدہ۔ جب فوج کی کثرت ہتھیاروں مددگاروں کی زیادتی دشمن کے دلوں میں رعب پیدا کرتی ہے ... دشمن کی تقوی سے دشمن کے دل میں رعب پیدا ہوتا ہے یہ فائدہ **سالقی فی قلوبھم** سے حاصل ہوا ... تھے اور یہ سراسر ... لشکر جرار کے ... میں اس کا رعب ... پانچواں فائدہ ... مومنوں کے ... سکون اور ... میں رعب ... مسلمانوں کی ... چھٹا فائدہ ... پر ... یہ فائدہ ... ساتواں فائدہ ... قاریوں کے ساتھ ... یہ فائدہ **فاصبروا** سے حاصل ہوا ... ہیں کہ ... وہ ہے ... **فاصبروا** ... رہتے تھے ... وغیرہ قاریوں ... مسلمان کافروں ...

Marfat.com

www.alahazratnetwork.org

فائدہ **بانھم شاقوا اللہ ورسولہ** سے حاصل ہوا یہ سزا اس جہاد میں کفار کے قتل ہونے کی وجہ سے ہے اپنی پوری ملک یعنی عیسائیت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کہ وہ چیز ہمیں خود حاصل ہو جائے گی۔ دوسرا فائدہ حضور علیہ السلام کی مخالفت دشمنی رب تعالیٰ کی مخالفت ہی ہے۔ تیسرا فائدہ **شاقوا اللہ ورسولہ** سے حاصل ہوا دیگر غار صرف حضور ہوئے۔ تین تھے مگر رب نے فرمایا رسول سے دشمنی یوں ہی حضور کا دوست رب کا دوست ہے۔ دسواں فائدہ۔ آگ کافر کے لئے ہے گنہگار مومن گناہوں سے پاک وصاف ہونے کے لئے رکھے جائیں گے یہ فائدہ **للکافرین** کو عذاب النار پر مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو کفار کا خوف تھا کیونکہ رب نے فرمایا **انی معکم** تم لوگ مسلمین تمہارے ساتھ ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا **انما لا تخافا انني معکما** کافروں سے ڈرو فرشتوں کی شان کے خلاف ہے۔ جواب اس فرمان میں خاص وہ مقصود ہے جو ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کر دیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس غزوہ میں ان مجاہدین کے ساتھ ہوں اور وہ حضرات تمہارے محبوب کے ساتھ ہیں اور میں اپنے محبوب کے ساتھ ہوں تو میری مدد کی وجہ سے میں تمہارے بھی ساتھ ہوں۔

میں اپنے ہی کو چاہوں تو چاہوں تجھے ۔۔۔ مجھے سے دل لگا تو تجھے دل لگا ہوا

دوسرا اعتراض جب حضور انور سے دور ہونے پر یہ ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے تو حضور کے ہوتے فرشتوں کی کیا ضرورت تھی کیا حضور دل کے بہلنے کے لئے تھے فرشتوں سے کیوں فرمایا **فثبتوا الذین امنوا** دیگر جواب اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے ہوتے فرشتوں کی یہ ضرورت تھی یا رب تعالیٰ اسیں سوں دیں ہے کے لئے تھا۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ تارے سورج سے نور لے کر چمکتے ہیں اس وقت فرشتے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رب تعالیٰ کے حضور انور کو ایمان عرفان محبت جیسی نعمتوں کا ظہور ملتا ہر ایک کو ہر نعمت اس مرکز سے ملتی ہے واسطہ ہو یا واسطے سے۔

تم ہی ہو جن اور قرار ہر دل بے قرار میں ۔۔۔ ایک تم ہی تو تھے جو قابو سے بیقرار میں

تیسرا اعتراض فرشتوں کو تلواریں دیں ان سے جو زخم پہنچے ان کے کیا ضرورت ہے وہ تو سارے کفار کو آن کی آن میں فنا کر سکتے ہیں پھر ان سے یہ کیوں فرمایا کہ ان کی گردنوں پر اور جوڑوں پر مارو۔ **جواب** اس کا جواب پچھلی آیت میں دیا جا چکا ہے۔ بدر میں فرشتے غار کے دہانے تک نہیں آئے تھے کہ پیچھے سے غار ایک ہی مومن ہونے والے اور اس کی مدد سے ۔۔۔ دیئے صرف تلواریں دی تھیں اور فرشتے اپنی جگہ سے ان کافروں کو قتل کرتے تھے اور فرشتے سے مردوں کا قتل ہونا۔ **چوتھا اعتراض** اس آیت میں **للکافرین** کو پہلے دیا گیا ہے اور عذاب النار کو پیچھے اس سے حضر کا فائدہ ہوا تو یا گنہگار مومن دوزخ میں نہیں جائیں گے حالانکہ مومن کو قتل کرنے والا دوزخ میں جائے گا اور قرآن میں ہے **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم** یوں ہی شرابی جواری زانی وغیرہ گنہگار مومن دوزخ میں جائیں گے۔ **جواب** ۔۔۔ گنہگار مومن دوزخ میں عذاب دیئے جائیں گے بلکہ گناہوں سے پاک کر کے ۔۔۔ جائیں گے جہاں سے

www.alahazratnetwork.org

مل سے ہیں سے ہیں ہے ہیں ہے ہیں ہ

www.alahazratnetwork.org

الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا

پیٹھیں اور وہ بچھیرے گا اس سے اس دن پیٹھ اپنی مگر داؤں پھیتے ہوئے جنگ کا
اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے کو یا اپنی جماعت میں جا بیٹھے کر

اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

ملنے والا طرف لشکر کے۔ بس بے شک لوٹا وہ غضب میں اللہ کی طرف سے اور ٹھکانہ اس کا
تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا بری

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

دوزخ ہے اور بری ہے وہ پھرنے کی جگہ
جگہ۔ پلٹنے کی

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق**: پچھلی آیات میں مومنوں کو بدر میں ثابت قدم رہنے پر فرشتے بھیجنے کا وعدہ ہوا اب ان آیتوں میں شکریہ کا حکم دیا جارہا ہے یعنی جہاد میں ثابت قدم رہنا جو بہت بڑا ہر نعمت کا شکریہ اس کے مطابق ہوتا ہے۔ دوسرا **تعلق**: پچھلی آیات میں کفار پر جملہ کا حکم یا قتال کی صورتوں اور ان کے چوتھا **تعلق**: اب حکم دیا جارہا ہے کہ کبھی ایسی بھاگنا اور اس جہاد کی شرط تمہاری ثابت قدمی ہے گویا مضمون ماقبل کا پہلے ہوا قتال کی شرط اول یعنی استقامت کا بیان ہوا۔ **پانچواں تعلق**: پچھلی آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ کافروں کے لئے ٹھکانا جہنم ہے۔ اب ارشاد ہوا کہ ایسی ان کے قتل سے مسلمانوں تم پچھتاؤ کہ ان سے زیادہ مقابلہ کیا ہمیں تم رسید ہوگیا کفار کا ٹھکانہ۔ فرمانے سے بعد ہمیں ٹھکانے قتل پچھتانے کا ذکر ہے جس کی شرط مسلمان ماریوں کی استقامت ہے۔ **چوتھا تعلق**: پچھلی آیات میں حالت جہاد استقامت کے فوائد بیان ہوئے اب ان آیات میں حالت جہاد میں فرار کے نقصانات کا بیان ہے۔ **فقد باء بغضب من اللہ** گویا مفید چیز کے فوائد کے بعد مضر چیز کے نقصانات کا بیان ہے۔

تفسیر **یایھا الذین اٰمنوا** اگرچہ یہ خطاب صرف غازیان بدر سے نہیں بلکہ تاقیامت سارے مسلمانوں سے ہے کیونکہ کفار سے جہاد تاقیامت جاری ہے تو احکام جہاد بھی تاقیامت جاری ہیں جہاد کا تعلق بھی شرائط سے تاقیامت سارے مسلمانوں سے ہے تو یہ خطاب بھی اتنی سارے مسلمانوں سے ہی ہے **اذا لقیتم الذین کفروا زحفا** یہاں اذا ظرفیہ ہے جس شرط کی لئے **فلا تولوھم** میں ف آیا ہے **لقیتم** سے مراد ہے جہاد میں ملنا۔ خود بھیڑ اور مقابلہ۔ ہمارے علماء البیان نے فرمایا کہ یہاں **لقیتم** بمعنی دنو تم ہے یعنی جب تم کفار کو اپنے مقابلہ میں آتا دیکھو **کفروا** سے حربی کفار واصل ہیں اہل کتاب ہوں یا مشرکین منافق یا وہی کفار مراد نہیں کہ اسلامی حاکم پر انکی حفاظت لازم ہے **زحفا** **لقیتم** سے فاعل سے حال ہے یا **الذین کفروا** سے حال زحف مصدر ہے بمعنی اسم فاعل زاحفین اس کی جمع زحوف آتی ہے، جھکنے بمعنی

www.alahazratnetwork.org

ہیں چھوٹے بچے کا ننھے کے بل گھسٹنا پھر مست رفتاری کو رحف سے تشبیہ دیتے ہیں اور بڑے بھاری لشکر کو رحف کہتے ہیں اور باوجود تیز رفتاری کے آہستہ چلتا محسوس ہوتا ہے بادی چیز کی تیز رفتاری سست محسوس ہوتی ہے۔ فرماتے **وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب** (روح المعانی) یعنی جب تم عظیم الشان لشکریں ہمارے حبیب کے مدد کو اس لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو **فلا تولوهم الادبار** یہ **اذا لقیتم** کی جزا ہے **لا تولوا** بناب **تولیته** سے جس کا معنی ولی، معنی قرب ہے باب تفعیل، معنی سلب ہے تو معنی ہوئے دور ہونا پھرنا یہاں معنی پھیرنا ہے۔ **ادبار** پیٹھ کی طرف سے انسان کے جسم کا پچھلا حصہ گدی سے کمر تک کو ادبار اور درخت کی جڑ کو ادبار کہا جاتا ہے **انجاز هؤلاء مقطوع** مفسرین فرماتے ہیں ہماری طرف پیٹھ نہ کرو بھاگنا تو درکنار پیٹھ پھیرنا بھی جرم ہے **لا تولوا** دو معصوموں کی طرف متعدی ہے پہلا معصوم **هم** ہے دوسرا ادبار یعنی اس کو پیٹھ نہ دو اسی پیٹھ نہ دینا **وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ** اس فرمان میں اس حکم سے مراد ہے **من** سے مراد ہے ہماری فوجوں میں **یولهم** میں **هم** سے مراد اپنے مقابل کفار ہیں **یومئذ** سے مراد ہے جہاد کا دن یعنی ہماری جہاد کے اس کفار کو پیٹھ، لفظ پیٹھ دکھانے کی تین صورتیں ہیں ایک تو مقابلہ سے بھاگنے سے جو دو صورتیں اور بھی ہیں وہ بھی ان سے ارشاد ہوا **الا متحرفا لقتال** یہ اس دوسرا دن میں سے ایک دوسرے کا استثناء کے معنی ہیں بغیر متحرفین کے ہمت حال ہے **متحرف** بناب **حرفته** معنی تدبیر حنفی چال مثل متعلق ہے **متحرف** سے حنفی چال کے بھاگنے کی چند صورتیں ہیں ہماری لشکر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا اس سے نیچے ہے، ہماری لشکر اپنے لشکر سے الگ ہوئے یہ تو رہا اچانک پلٹنا اور انہیں قتل کر دینا۔ یہ بھی خطرناک ہوتی ہے ہماری یہاں سے بھاگ کر معمور جگہ پہنچ کر وہاں سے حملہ کر دینا حضرت عبداللہ ابن عباس سے یہ بھی معنی کے ایک شاعر کہتا ہے۔

فررتم ... کر و فر ... فر

تم بھاگ گئے پھر ہوتیں کے تنگ بھاگنے والے کا نام ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لقب ہے حیدر کرار یعنی پلٹ پلٹ حملہ کرنے والے (فارس معانی) ہیں (وغیرہ) ہماری یہاں سے بھاگنا اس کے پیچھے ہماری صف والی جماعت سے تھوڑی دور جا کر اچانک اس پر پلٹ کر حملہ کر دینا سب کو موت کے گھاٹ اتار دینا۔ ہماری لشکر کے سامنے سے بھاگ کر ہمارے پیچھے پہنچ کر اس پر حملہ آور ہونے کی خدعہ یہ سب حنفی چالیں ہیں حرب خدعۃ جنگ ہم ہے دھوکہ کا بعض نے فرمایا کہ متحرف بناب حرف سے معنی کنارہ یا علیحدگی یعنی جنگ کے مقابلہ سے علیحدہ کنارہ پر ہو کر لڑے **او متحیزا الی فئته** یہ عبارت معطوف ہے متحرفا پر متحیز بناب تحوز سے تو یہ باب تفعل سے ہے اصل میں متحیز تھا واؤ ی سے بدلی ماقبل کسرہ سے ہے تو یہ باب تفعیل سے ہے اور یہ ہر حال حوز حیز سے معنی ہیں جمع ہونا یا حساب طلب سے ہے تو بھی حوز حیز آتے ہیں وہاں یہاں مراد ہے **فئته** معنی جماعت کردہ یعنی ہماری اس سے میدان سے بھاگ کر یہاں دور کہیں تھا اس کی جماعت یا امیر دوسری جگہ تھے یہ وہاں پہنچ کر کفار سے لڑے تب بھی گنہگار نہیں **فقد باء بغضب من الله** یہ عبارت جزا ہے **من یولهم** کی اس میں اسی جرم کی دنیاوی سزا کا ذکر ہے باء ماضی ہے بوء سے معنی مع ساتھ یعنی ایسا شخص جو ہمارا دو دشمنوں کے جتھوں کفار کے مقابلہ سے بھاگا تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا شکست بدنامی کمار

www.alahazratnetwork.org

ں علامی اپنی جماعت کا وقار قائم رکھ جاتا ہے **وماوٰہ جہنم** پر اس کی آخری سزا کا بیان ہے ہاوی ہاوے یوں سے معنی ہوتا ہاوی سے معنی ہیں ہوئے کی جگہ ہیں یعنی یہ بزول کافر آخرت میں دوزخ ہے **وبئس المصیر** دوزخ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے مصیر صیرورۃ کے یہ معنی ہیں لوٹنے کی جگہ نہیں رکھا کہ دوزخ بہت ہی بری جگہ ہے ہمارے لئے۔

خلاصہ تفسیر اس آیت میں میدان بدر سے بھاگنے والوں کی تین صورتیں بیان فرمائی گئیں ان میں سے ایک گناہ کبیرہ ہے اور وہ حاضر ہونا ہے ارشاد ہوا کہ اے مسلمانو جب تم کفار کے لشکر جرار سے بھڑو اس کے مقابل جانا خیال رکھو کہ اس وقت انہیں پیٹھ نہ دکھانا بھاگنا وہی حرکت کرنا ان کے مقابلہ سے بھاگنے کا وہ دنیا میں تو اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا کہ موت تو اسے وقت پر ہی آوے گی مرا ہوا تو ہے ہی مگر اس حرکت سے وہ گناہ ہوتا ہے مسلم قوم کی رسوائی ہوتی ہے حرکت بزدلانہ ہوتی ہے مسلمانوں کی ہمت پست ہوتی ہے بہادری کا نام مٹتا ہے اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا دوزخ بہت بری جگہ ہے یہ بڑی سزا ہے اس کا عذاب بڑا سخت ہے یا مراد ان دو صورتوں میں جن میں یہ بھاگنا ہے ایک یہ کہ غازی کافر شکست خوردہ کافروں کا پیچھا کرتے ہوئے مثلاً ان سے کہ غازی بھاگے چلے جاتے ہوں اس نے پیچھا کیا جب وہ اپنی فوج سے مل گئے تو یہ اچانک پلٹ کر ان پر حملہ کرے انہیں قتل کر دے یہاں سے بھاگنے کا پیچھے سے مارا جانا ثابت ہوا یا اپنا بھاگنا ظاہر کرتے ہوئے رات کو ان پر شب خون مارے دوسرے یہ کہ غازی فوج سے الگ ہو کر لشکر کفار سے قتال کرتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف آ رہا ہو یہاں سے بھاگنا اپنے لشکر سے جا ملنے کے لئے ہو ان دونوں صورتوں میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے کہ یہ بھاگنا بھی ایک چال ہے۔

روایت ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور ترمذی ان چاروں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضور ہمارے پاس ایک لشکر میں بھیجا وہاں ہم نے قدم جمائے مدینہ منورہ سے تشریف لا کر حضور اقدس کی خدمت میں عرض کرنے کا ہم سب نے ارادہ کیا۔

[illegible] حضور اقدس کا سامنا ہے اور ہم بھاگ کر مدینہ منورہ آ گئے ہیں حضور کا پتہ نہ تھا حضور سے پہلے حاضر ہو گئے تو فرمایا کہ ہم نے عرض کیا حضور ہم بھاگ کر آئے ہیں بلکہ مدد کی پناہ میں آئے ہیں تو پھر فرمایا **انا فئتہ المسلمین** میں مسلمانوں کی پناہ ہوں۔

دوسری روایت حافظ ابوداؤد میں ایک شخص فاریہ سے میدان سے بھاگ کر آیا تو حضرت عمر مومنین کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں تو آپ سے بھاگ کر آیا فرمایا میں تیری پناہ والوں تو پناہ کے پاس آیا ہے روح المعانی میں ہے کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ حکم صرف غازیوں بدر کے ساتھ خاص ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم حضور اور نفس نفیس موجود تھے نیز وہ وقت تھا کہ اس وقت یہ بھاگنا سزا کی جاتی تو بدی ہوتی حضرت قتادہ سے منقول ہے یہ ای قوں سے خاص نہیں ہے وغیرہ) مجاہد اس طرف گئے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کو حضرت ابوعبیدہ نے قتل کی خبر پہنچائی تو فرمایا ان

www.alahazratnetwork.org

میرے پاس آتے ہیں مسلمانوں کی پانچوں (خازن) بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت کی چند صورتیں ہیں ان میں ایک صورت منسوخ ہے

منسوخ صورت یہ ہے کہ کفار مومنین سے دوگنے سے زیادہ ہوں تو مسلمان ان کے مقابل سے نہ بھاگیں اس آیت سے **الئن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائتہ صابرۃ یغلبوا مائتین** یہ قول عطاء بن ابی رباح کا ہے (خازن) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ حکم قیامت تک باقی ہے کسی حالت میں بھی مسلمان کفار کو عادتہً مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں اگرچہ شہید ہو جائے کیونکہ **یایھا الذین امنوا** (شامل ہے (تفسیر خازن) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان تین کافروں سے جہاد میں بھاگا تو بھاگنا نہیں اگر دو کافروں سے بھاگتا تو بھاگنا ہے (یہ جمہور کا قول ہے اور علماء کا یہی قول ہے (خازن بیضاوی)۔

فوائد اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** جہاد میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں اللہ کی مدد و نصرت قوی انشاء اللہ فتح قدم چومے گی رب فرماتا ہے **اذا لقیتم فئتہ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون** یہ فائدہ **فلا تولوھم** سے حاصل ہوا **دوسرا فائدہ** استقامت ہے ہر حق جہاد میں چاہے وہ جہاد ہو یا مرتدین سے یا چوروں سے یا باغیوں سے جہاد میں یہ رعایت ہوئی کہ ان سے بھاگنا جائز نہیں ان کا مال غنیمت نہ بنایا جاوے کافروں سے قیدیوں کو وحشی غلام نہ بنایا جاوے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے وقت یہی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا **اخوانا بغوا علینا** یہ ہمارے بھائی ہیں ہم سے بغاوت کر بیٹھے ہیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جنگ جمل کے قیدیوں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو اپنی ماں سے کیا جاتا ہے مرتد مردوں کو صرف قتل کیا جاتا ہے اسلام میں مرتد عورتوں کے قید کی ہے اس کے لئے حضرت امام صدیق علیہ السلام راہ ہے تو آپ سے بیعت ہو جائے یا حضرت خواجہ وحشی بنائی گئیں پھر آزاد کر دیں حضرت علی سے ان کی

ہیں یہاں عارضی جہاد کا ذکر ہے **تیسرا فائدہ** جہاد میں دشمن کو حقیر نہ جانے اس سے بھاگنا حرام ہے ہاں پینترا بدلنا یا تھوڑی فوج سے بہت کثیر فوج پر حملہ کرنا یا دشمن کو دھوکہ دینا جائز ہے **الا متحرفا لقتال** سے حاصل ہوا (جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ ہر زمانہ کے کفار کے مقابلہ میں ان کا ہتھیار کے لحاظ سے لڑائی میں تغیر کی رعایت ہے (تفسیر خازن) **فائدہ** چوتھا فائدہ **الحرب خدعۃ** سے حاصل ہوا عارضی طور پر مقابل کافر سے بھاگنا جائز ہے **او متحیزا** سے حاصل ہوا **پانچواں فائدہ** جہاد سے بھاگنا بڑا گناہ ہے **فقد باء بغضب** سے حاصل ہوا نور سے کلمہ بیزاری ہے **تولی یوم الزحف** بھی فرما دیا گیا ہے بھاگنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے **چھٹا فائدہ** بعض حالتوں میں بھاگنا جائز ہے اور آخر جہاد میں بھی جہاد میں بھاگنا بھی اسی حالتوں میں سے ہے **بغضب من اللہ** اور **ماوہ** جہنم سے حاصل ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنگ میں بھاگ جانے والا سخت گنہگار غضب الٰہی کا مستحق اور دوزخی ہے تو حضرت عثمان غنی اور بہت سے صحابہ غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے وہ سب دوزخی ہیں۔ روافض، **جواب** اللہ تعالیٰ نے اس کی اسی معنی کا ملحق فرمادیا۔ ارشاد فرمایا **ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن و لقد عفا اللہ عنھم** اب ان حضرات پر اعتراض کرنا ایسی سے بیجا ہے جیسا کہ علمائے کرام کہتے ہیں اعتراض بیمار پر ہے نہ کہ طبیب پر۔ **دوسرا اعتراض** معنی ملحق ان لوگوں کے لئے تو ہوسکتا ہے جو بھاگ گئے تھے مگر وہ جنہیں میدان جنگ میں ہی ٹھہرے رہے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ بھاگ پڑے تھے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں کہ ان پر غضب الٰہی بھی ہے اور وہ دوزخی بھی۔ روافض، **جواب** اس اعتراض کا جواب اس آیت میں موجود ہے جہاں یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا **ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین و انزل جنودا** یعنی ان پر اللہ کی طرف سے سکینہ نازل ہوا جس کی وجہ سے وہ فرشتوں کی مدد سے جنگ فتح کی بعد ان اسقامت عطا فرمائی گئی۔ **تیسرا اعتراض** یہ تھا کہ ان کا بھاگنا مجبور ہو جانا تھا اپنا قتل ہونا ظاہر تھا۔ ایسی بات سے سر بچا کر بھاگ جانا جائز ہونا چاہیے۔ ہر مسلمان کو یہی کرنا چاہیے کہ تلوار چلتے دیکھے تو تلوار چلنے سے پہلے بھاگ جائے۔ **جواب** اس کا جواب اگلی تعمیم میں گزر چکا۔ یہ آیت ان کے حق میں منسوخ ہے جو میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے اور صورت اس آیت سے منسوخ ہے **الئن خفف اللہ** ایسے وقت جان دینا چاہیے جس سے کہ کفر کی جڑ کٹ جائے اور صورت سے ممکن ہو۔ کتاب اس فرمان میں داخل ہے **او متحیزا الی فئتہ** فرماتے ہیں کہ اپنے ساتھ اور لشکر سے ملنے کی غرض سے بھاگنا جائز ہے اور یہ بھاگنا خصوصیت چوتھا اعتراض۔ بھاگنے والے کافر ہیں تو ہر بھاگنے والا دوزخی ہونا چاہیے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ کفار مومن کا پیچھا کرنے سے متعلق یہ ہوں ارشاد ہو کہ **ماواہم جھنم** مومن کا ٹھکانا بھی جہنم ہونا چاہیے۔ **جواب** یہ فرمان ان لوگوں سے متعلق ہے جو بھاگنے میں مومن کو عمداً قتل کریں تو **فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا و غضب اللہ علیہ و لعنہ و اعد لہ** کا ان سے مراد ہمیشہ رہنا کیونکہ ان کا قاتل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ **پانچواں اعتراض** یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء** اللہ تعالیٰ شرک کا گناہ بغیر توبہ کے نہیں بخشتا اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے۔ **پانچواں فائدہ** یہاں زحفا کی قید یوں ہوئی کہ جب تعداد کفار سے دوگنا ہو تو بھاگنا حرام ہے اور اس سے کم ہو تو حکم جہاد ہے اور بھاگنا جائز ہو گا۔ **جواب** یہ قید اکثری ہے اور یہ حکم جہاد سے متعلق ہے یعنی جہاد کے مسلمانوں پر فرض ہونے کی یہ حد ہے کہ دشمن دوگنا ہو تو بھاگنا حرام ہے اس سے کم ہو تو بھاگنا جائز ہے۔ یہ مجبوری کی حالت میں تو بھاگنے کی اجازت دی اور جان بچانا فرض قرار دیا۔ **الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان** سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی بھی واقعہ اس سے متعلق مشہور و معروف ہے کہ وہ مجبوراً کلمہ کفر بھی پڑھ دیتے تھے مگر دل ایمان پر قائم رہتا تھا۔ **ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ** اس کے متعلق ہے کہ اپنی جان کا

www.alahazratnetwork.org

ہے ہمارے حضور پہنچے تھے تو حضور انور علیہ السلام نے فارمکہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

مسئلہ: علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر خاک کفار کی طرف پھینکی تھی (تفسیر روح البیان)۔ چھٹا اعتراض: حضور کا یہ کہنا کہ لڑائی میں ہر چالاکی جائز ہے۔ جواب: یہ حدیث پاک نہیں ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے **الحرب خدعته** جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑائی میں ہر چالاکی جائز ہے۔ حضور نے اس کی وضاحت فرمادی **متحرفا لقتال** اور حضور انور نے فرمایا **الحرب** یعنی لڑائی میں ہر چالاکی جائز ہے مگر کسی کے ساتھ دھوکہ دینا اب مگر کسی کے ساتھ دھوکہ دینا اب ہمارے حضور نے اس کی وضاحت فرمادی کہ

www.ahazratnetwork.org

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

یہ اور یہ کہ اللہ کمزور کرنے والا ہے کافروں کے

داؤ کو۔ تو تو نہ تھا انہیں مارنے والا لیکن اللہ نے مارا انہیں اور اے محبوب جب تم نے خاک پھینکی تو تم نے نہ پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی اور اس لئے کہ مسلمانوں کو اچھا انعام عطا فرمائے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں غازیان بدر کی اس امداد کا ذکر ہوا جو فرشتوں سے ربیعہ کی اب ان غازیوں کی اس مدد کا ذکر ہے جو بلاواسطہ خود رب نے کی **ولکن اللہ رمی** دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں اللہ رسول کی پوری اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا یا اتحاد اس کا نتیجہ اور انعام کا ذکر ہے کہ تم نے یہ عمل یا تو تم کو خالق اللہ کا درد عجیب ہو۔ تمہارے کام رب نے کام قرار پائے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں حد بات حالات میں بھی ثابت قدمی کا حکم دیا یا اب اس استقامت کا انجام بیان ہو رہا ہے یعنی مومنوں کی قوت اور کفار کی کمزوری **ان اللہ موھن کید الکفرین** چوتھا **اعتراض** پچھلی آیت میں غزوہ بدر کے موقعہ پر آسمانی مدد کا ذکر تھا مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اس فتح و اپنی طاقت و قوت کا نتیجہ نہ سمجھو اور فخر نہ کرو بلکہ رب تعالیٰ کا رحم جانو اور اس پر اس کا شکر کرو گویا فخر سے روکا شکر کا حکم دیا۔

شان نزول جب حضور ﷺ بدر میں کافروں کو اتار اتو وہ خاص حضور انور کی خدمت میں لائے اسلم جو بڑی عمر کا غلام تھا ابو یسار جو بیس عاص ابن سعد کا غلام تھا انہیں غازیان بدر پکڑ کر حضور کے پاس لائے ان سے حضور انور نے پوچھا کہ کفار مکہ کتنی تعداد میں ہیں وہ بولے بہت ہیں مگر ہم پوری گنتی نہیں معلوم فرمایا روزانہ کتنے اونٹ ان کی خوراک کے لئے ذبح ہوتے ہیں وہ بولے کبھی دس دوسرے دن نو حضور انور نے فرمایا کہ وہ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں پھر پوچھا کہ ان میں سردار ان قریش کتنے ہیں وہ بولے کہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ ابن ربیعہ ابوالبختری ابن ہشام حکیم ابن حزام حارث ابن عامر مطعم ابن عدی عباس ابن حارث عمرو ابن ہشام یعنی ابوجہل نبیہ ابن حجاج منبہ ابن حجاج سہیل ابن عمرو یہ بارہ تو چوٹی کے سردار ہیں باقی ان کے علاوہ ہیں حضور انور نے فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر پارے نکال پھینکے ہیں پھر عرض کیا اے میرے رب یہ قریش بڑے فخر و تکبر سے تیرے سامنے آئے ہیں اس نے تیرے نبی کو جھٹلایا تو نے مجھ سے جس فتح کا وعدہ فرمایا ہے وہ لا کر جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے ایک مٹھی خاک دو آپ نے پیش کی حضور انور نے شامت الوجوہ کہہ کر وہ خاک کفار کی طرف پھینکی تو سارے کفار کی دونوں آنکھوں میں وہ خاک پہنچی بلکہ نتھنوں اور منہ میں بھی ؎

میں تیرے ہاتھوں پہ صدقے کیسی ٹکریاں تھیں وہ
جس سے سارے کافروں کا مٹھ منہ پھیر گیا

یہ واقعہ فتح مدر کا پیش خیمہ ہوا پھر چند گھنٹوں میں مسلمانوں نے ستر کافر مار دیئے اور ستر گرفتار کر لئے ان سے پہلے ۱۶ غازی شہید ہوئے بدر میں امام فرماتے ہیں اس فتح سے بعد غازیان بدر آپس میں باتیں کرنے لگے کوئی کہتا کہ میں نے فلاں کافر کو یوں مارا کوئی کہتا میں نے فلاں کو یوں قید کیا تب یہ آیت اتری (تفسیر خازن) اس کو تفسیر بیضاوی صاوی مدارک روح

www.alahazratnetwork.org

المعانی، روح البیان وغیرہم نے یہاں یہ نکتہ تسہیل عبارت میں سے ذکر کیا ہے آیت کریمہ غزوہ حنین کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ حضور پرنور نے قلعہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس قلعہ سے اندر اس لئے داخل ہوئے یہ آیت غزوہ حنین کے موقعہ پر نازل ہوئی اس لئے کہ مدد میں قید ہوا ایسا سے فدیہ دے کر رہا ہوا پھر حضور کے ہاتھ سے آپ کو قتل کرنے کے لئے ایک گھوڑا پالے گا میں بات تو گھاس اپنی دانتوں میں لیتا ہوں اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا حضور نے فرمایا میں تجھے قتل کروں گا پانچ یہ مردود اس گھوڑے پر سوار حضور انور کی طرف دوڑا آیا مسلمان جاری اس کے مقابل آئے حضور نے فرمایا اسے کچھ تک نہ دو حضور انور نے اس پر نیزہ سے حملہ کیا اس سے اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی رہی ہو آپ ساتھیوں نے پاس زیادہ ہو سے ولی بات میں معمولی زخم ہے آرام ہو جائے گا ان اس حلف ہو، کہ زخم تو معمولی ہے مگر زخم لگانے والا بڑا قوی ہے محمد ظاہر کبھی بچ نہیں سکتا پھر وہ سے ہی طرح ہو گیا ہو مرگیا۔ یہ آیت کریمہ غزوہ حنین کے موقعہ پر نازل ہوئی حضور انور نے اس دن بھی ایک مٹھی خاک کفار کی طرف پھینکی جس سے ان سارے کی آنکھوں میں خول ہی خول ہو گئی کما قال ہو کہ یہ آیت غزوہ بدر میں نازل ہوئی (تفسیر کبیر تفسیر روح المعانی)۔

تفسیر **فلم تقتلوھم** اس فرمان عالی میں فاء یا تو جزائیہ ہے اور اس کا قتل پچھلے مضمون سے ہے یعنی مسلمانو میں کفار مدد تمہارے شامل حال رہی ہے پاک کا حضور فرشتوں کافروں تمہارے دلوں میں جمنے وقار کفار کے دلوں میں رعب اور قتل یہ سب چیزیں اللہ کی طرف سے تھیں تو تم نے کفار کو مستقل طور پر قتل نہ کیا یا یہ فاء فصیحہ ہے یعنی تم ان کو بدر پر فخر نہ کرو کیونکہ کفار کو تم نے قتل نہ کیا مستقل طور پر **تقتلوا** میں خطاب کافروں مدد سے ہے تمہارے مسلمانوں کو ہے کہ کبھی نیکی کو اپنی طرف سے نہ جانیں رب فرمارہا ہے **ولکم** میں ہم کا مرجع کفار مکہ ہیں جو مدد میں مسلمانوں کے مقابل آئے مسلمانو رب تعالیٰ کا شکر کرو کیونکہ **ولکن اللہ قتلھم** یہ عبارت پچھلی عبارت پر معطوف ہے یعنی اللہ نے درحقیقت قتل کیا کیونکہ اس نے تمہیں جرات و ہمت دی کفار کے دلوں میں رعب ڈالا اس نے آسمان سے فرشتے اتارے خیال رہے کہ یہ مشو حقیقت پر ہی ہے یعنی حقیقۃ فاعل تم نہیں ہم ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ یہ سارے کام تلواروں سے ہی ہوئے مگر مجاز **ومارمیت اذرمیت** یہ عبارت پچھلی پوری عبارت پر معطوف ہے اس میں خطاب ہے ہی یہ مدد سے مگر طریقہ بیان اس میں مدد ہوئے وہاں مسلمانوں سے قتل کی صرف نفی کی گئی تھی یہاں حضور انور سے پھینکنے کی بھی نفی کر دی **مارمیت** اور ثبات بھی **اذرمیت** اس میں بہت ہی لطف ہے رمیت کے معنی پھینکنے کے آرہے آیت کریمہ میں یہ معنی متعلق ہے تو اس کا معمول خاک ہے جو مٹھی بھر حضور انور نے پھینکی تھی اور رمیہ سے متعلق ہے تو اس کا معمول وہ تیر ہے جو حضور انور نے چلایا تھا اس لئے اس کا حقیقی قتل کا یا قتل سے یہ رکھ لیں کہ رہا ہے اور نظر بظاہر کا معمول ہے کہ ہم نے کفار کی آنکھوں میں ابتداء پھینکے اس سے ہوئی ہے اور اس خاک پھینکنے کا اللہ حضور انور کے ہاتھ سے ہوئی اس کے متعلق ارشاد ہوا **اذرمیت** اور خاک بھی ہوئی کفار کی آنکھوں میں گئی یہ رب کی طرف سے اس نے متعلق ارشاد ہے **مارمیت** میں جب تم نے مٹھی بھر خاک پھینکی تھی تو ان کفار کی آنکھوں میں تم سے نہیں ڈالی تھی بلکہ ہم نے دی تھی مقصد یہ ہے کہ یہ چیز کی ہے

www.alahazratnetwork.org

بعض تفسیروں میں ہے کہ تفسیر صوفیہ میں عرض کی ہے میں کی **ولکن اللہ رمی** اس کا عطف **ما رمیت** پر ہے۔ دن کا مطلب وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا یہ کفار کی آنکھوں میں ریت ڈالنا اس سے پہلے یا تو تمہارے تھے قوت بازو کی بنا تھا تھا نوں نہار اتھا یہ تو عطا تم ہو تمہارے محبوب ہو تمہارا مرشد ہے تمہارا کام ہے تمہارا پیغمبر ہے تمہارا امین ہے اور تمہارا مرتبہ فرمانا تمہارا فرمانا ہے **ویرکبوم** اس سے ہے رب تعالیٰ سے قرب زیادہ ہو جاتا ہے تو رب کے کلام کو بندہ کہتا ہے یہ میرا کام ہے **احی الموتی باذن اللہ** اور یہ سے رب کا کلام ہے کہ میرا کام ہے یہاں یہی رنگ ہے **ولیبلی المؤمنین منہ بلاء حسنا** یہ عبارت یا تو معطوف ہے کی صورت میں **لیبلی** متعلق ہے **لیمحق الکافرین** پر شیدہ پر اعتراض ہے اور یہ جملہ معترضہ اور **لیبلی** یک پر شیدہ عبارت کے متعلق ہے **وفعل ذالک لیبلی** جس سے کہ لیبلی بنا ہے بلاء سے۔ یعنی آزمائش رب تعالیٰ نعمتوں کے ذریعہ سے بندوں کو آزماتا ہے اور نعمتوں کے ذریعہ بھی یہاں دوسری قسم کی آزمائش مراد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جزی اللہ بالاحسان ما فعل بکم فانا عما صیر البلاء الذی یبلی

اہل عرب قوت سے بہت سے وہ بھی **بلاء حسنا** کہتے ہیں اور صبر جمیل کو بھی یعنی اللہ تعالیٰ نے بدر کی تمام کارروائیاں ہے یہ کافروں کو ہلاک اور مومنوں کو اپنی طرف سے اور آزمائش اچھی نعمتیں عطا فرمانے کے (معنی) فتح نصرت غیبت انعامات وغیرہ میں آئندہ کے لئے مومنوں کے دلوں میں جرات و ہمت چنانچہ بدر کے بعد کے تمام غزوات میں مسلمانوں کی فتح بدر کا نتیجہ تھے۔ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو چکے تھے **ان اللہ سمیع علیم** یہ عبارت یا تو گذشتہ کی علت ہے یا اس کا نتیجہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی دعا جو یا دعا میں مشغول ہے اور اس کے دین کے مسلمانوں کے حال سے خوب جانتا ہے کہ اگر مسلمان بدر میں شکست کھاتے تو آئندہ کے لئے ان کی ہمت پست ہو جاتی اس لئے انہیں یہ شاندار فتح و کامرانی عطا فرمائی **ذالکم** اس سے شارہ تمام بدر و فتحوں کی طرف ہے اس سے جمع یا آیا یا تو **خذوا** پر شیدہ کا مفعول ہے یعنی ابھی یہ نعمتیں تو اگلی نعمتیں آئندہ ہیں کی یا مقصود پر شیدہ کی خبر ہے یعنی تمہارا مقصد یہی ہے **ذالکم** سے اشارہ **بلاء حسنا** کی طرف ہے یعنی کہ تم کو انعام و احسان مقصود ہے **وان اللہ موھن کید الکفرین** یہ عبارت **ذالکم** پر معطوف ہے اور اس مقصود کی تاکید ہے یعنی تم کو معلوم والزام سے تو زلزلہ سے خائف کرکے فریب دکر و مکر سے **موھن** بنا ہے ایمان سے جس کا معنی کمزور کرنا ہے **کید** اور **مکر و خداع** قریب المعنی ہیں کافرین سے مراد تو کفار قریش ہیں جو بدر میں مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے یا ہمارے کفار عرب یا عام ہے باقی مت کفار تمام سے معنی زیادہ قوی ہیں۔

خلاصہ تفسیر اے مدد سے مارو جس وقت تم نے مارا تھا فتح میں حقیقت کے تھوں نے مارا تھا بلکہ اللہ نے مارا تھا اس سے سمجھو وہ مدد حقیقت میں تم نے قتل و قید میں یا تم نے غنیمت حاصل کیں کی تم نے مدد کی ہے بلکہ اللہ کا لشکر اور گروہ تھا اس نے مارا اور حقیقت قتل یا اس نے تمہیں فتح دی لڑائی سے تم نے جو حرکات کی تھیں مرعوب یا شقوں سے تمہاری مدد کی اور اے محبوب جب تم نے بدر میں کافروں کی طرف مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں تو کافروں کی آنکھوں میں تم نے نہیں

www.alahazratnetwork.org

بلکہ ہم نے ڈالیں پھینکا تمہارا کام تھا سچا مارنا کام یہ ظاہر تم نے پھینکیں مگر۔ حقیقت ہم نے پھینکیں یہ سر بالجملہ تمہارا تھا وہ ہمارا کام تمہارا تھا پیام ہمارا تھا مٹھی تمہاری تھی میں پر تھی ہماری تھی یعنی ہر انکار اللہ تعالیٰ سے مگر درحقیقت وہ لگ جاتی ہے انکار کرنے میں ظہور کرتے بظاہر ریزیاں پیٹی ہوتی ہے مگر درحقیقت ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے روشنی بظاہر ہوتی ہے مگر درحقیقت پانی دیتا ہے ہولناک میں حلیم کرب مگر ساقی یہ بھی ہے کہ آدمی کلاسطہ نہ ہو تو پانی ہر کو روشنی مگر سیں دے تا فرق ہے کلاسطہ ہو تو پانی ہر کو سردی گرمی دے گا حضرت سے یا نوٹ فرمایا۔

شکر ریزہ ہے زند دست جناب ۔۔۔ مارمیت اذرمیت آید خطاب
تابد گر شرح این مجمل کسم ۔۔۔ جز تحیر ہیچ نبود حاصلم

یہ سب کچھ اس سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کنکر ڈالے اور سوراخوں پر اپنی طرف سے اچھی عطائیں دے اللہ تعالیٰ سے محبوب کی دعائیں سنے والے اور حاجات پوری کرنے والے ہیں وہ جانتا تھا کہ آئندہ میں مسلمانوں کو فتح دینا ہے تو آئندہ ان کی مثال پیش کرنا کفار کی جرأتیں بڑھ جائیں گی سے موجودہ یہ فتنیں تو ہلکی فتنیں آئندہ ہیں گی اللہ تعالیٰ عذاب فرمائے والے وہابی اچھاتے رہیں گے مگر مسلمانوں کو آتی ہوتی رہتی ہیں ہو کہ اسلام محمد مصطفےٰ چھا تا ہے۔

محمد مصطفےٰ سے ہیں سب چھوٹے بڑے ۔۔۔ کہ سب ہیں بھی آپ ہی پر مرنے والے

فائدے: اس آیت کریمہ سے چھ فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: اس میں کسی نیکی پر فخر سے عجب باطل کرنے کیونکہ نیکی بندہ ہو نہیں کرتا رب تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوتی ہے تو کرتا ہے یہ فائدہ **فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: اگر نیت خیر ہو تو اللہ تعالیٰ موسیٰ کی سے مثل مدد فرماتا ہے تو یعنی حاتی سے یہ فائدہ بھی **لکن اللہ قتلھم** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: اگر رب کرم کرے تو بائیل سے لیل مروا دے گر رب کرے تو لیل بھی اپنی کو نہ مار سکے بدر میں تھوڑے سے مسلمانوں کے ہاتھوں بڑے لشکر جرار کو شکست فاش دے یہ فائدہ بھی **لکن اللہ قتلھم** سے حاصل ہوا اپنے محبوب پر کرم فرمایا تو اس میں مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈوں کے ذریعہ کفار کی یغار سے بچا لیا غار ثور میں فرعون پر قربان تو اس کے قلعہ کی دیواریں بھی اسے نہ بچا سکیں۔

گلستاں کند آتشے بر خلیل ۔۔۔ گردد بے حکم او بر او سلسل

چوتھا فائدہ: حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور کے ہاتھ اپنا ہاتھ قرار دیا یہ فائدہ **ولکن اللہ رمی** سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: اس سے بندوں میں حدوث طاقت ہوتی ہے اور رب کی قوت سے بیٹھتے اٹھتے چلتے پھرتے ہیں اعضاء ان کے ہوتے ہیں مگر ان اعضاء میں زور رب کا دیا ہوا ہے یہ فائدہ بھی **لکن اللہ رمی** سے حاصل ہوا۔ **کنت ادا بصر ہ الذی یبصر بی و سمعہ الذی یسمع بی** (حدیث قدسی) میں اس سے آنکھ کان وغیرہ ہوتے ہوں جس سے وہ دیکھتا سنتا ہے۔ چھٹا فائدہ: اللہ کی تقدیر بھی تقدیر کی تقدیر میں ہے اسی لئے دعا سے یہ فائدہ **لیبلی المؤمنین** سے حاصل ہوا۔ اللہ سے مدد مانگنے سے مدد ملتی ہے۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی [illegible]

www.ahazratnetwork.org

یہوں فائدہ دیا میں بھی دیتا ہے آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے یہ فائدہ **فالکم** سے حاصل ہوا کہ یہ خطاب صحابہ سے ہے یعنی آخرت کے انعام پاتی ہیں۔ آٹھواں فائدہ یہ ہوا کہ مومنوں کے ہاتھ تمہیں کفر فریب کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کے فریب سے بچا لیتا ہے کہ شہید مومن سچے مومن ہوں یہ فائدہ **موھن کید الکافرین** سے حاصل ہوا۔ غرض حسین شہید ہوئے مگر یزید فریب فن ہوا۔ چلا آپ نے اپنا کام پورا کر دیا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے ... اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

پہلا اعتراض بدر میں ہمارے قتل کافروں نے بھی کیا تھا اس سے وہ ہماری مدد کیسے ہوئے مگر قرآن یہ فرماتا ہے **فلم تقتلوھم** تم نے انہیں قتل نہیں کیا یہ بات تو خلاف واقعہ ہے۔ **جواب** یہاں حقیقۃً عبادات حقیقت قتل سے ہی کی ہے تم نے قتل کافر تمہاری طاقت سے باہر تھا اور حقیقت تم نے ہی میں قتل یہ ظاہر ہوتا ہے حقیقۃً کچھ اور لہٰذا آیت صحیح ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں ارشاد ہو **ومارمیت اذرمیت** تم نے کنکریاں پھینکیں اور تمہارے ہاتھوں نے پھینکی تھی یہ اجتماع نقیضین کیونکر درست ہوا۔ **جواب** ... اور صحیح و عظیم نے اس اعتراض سے بچنے کی بہت سی جواب دیے ہیں **مارمیت** میں ہماری آنکھوں نے پہچانے کی نفی ہے ہو **اذرمیت** میں ہاتھ سے پھینکنے کا ثبوت ہے آپ سے اپنے ہاتھ سے کنکریاں پھینکیں تو نفی آنکھوں میں آپ سے ہاتھوں میں ... ثبوت دوسری جہت سے ہوا لہٰذا تناقض نہیں رہا۔ تیسرا اعتراض اس آیت میں قتل کفار کی نفی کر کے پھر اسے کی ہے اور پہلے کی بھی حضور اور سے ہی کی گئی دونوں میں فرق کیا ہے حضور کے متعلق **اذرمیت** میں رمی ثابت ہوئی پھر بھی کفار کی موت کے متعلق **اذقتلتم** نہ کہا گیا ہوا اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ **جواب** اس دونوں نفی کے قصہ میں فرق ہے اس فرق کو رکھنے کے لیے یہاں میں فرق ہوا مسلمانوں سے قتل کی نفی کا قصہ کافروں کا غرور فرمانا ہے یعنی تم اس قلیل فوج کو شکر کر اور حضور اور سے رمی کی نفی کا قصہ حضور کی محبوبیت آپ کا فانی اللہ ہونا دکھانا ہے حضور اور نے تو فخر یا نہ تھا یہ کیا کہ آپ نے کنکر پھینکے تو ہیں مگر چونکہ فانی اللہ کے ہاتھ چلائیں اس لئے آپ کا ہاتھ اور اللہ کا ہاتھ فرق فخر اور ثبوت محبوبیت میں بڑا فرق ہے اس کے متعلق صوفیاء محبوبیت کی بہت باتیں فرماتے ہیں۔ چوتھا اعتراض اللہ تعالیٰ نے فتح بدر کو بلا یوں فرمایا تو آفات کو بلا کیوں فرمایا۔ **جواب** بلا کے معنی میں آزمائش بھی ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے **و لنبلونکم بشیء من الخوف** وغیرہ بھی اسی سے ہے رب تعالیٰ کی نعمتیں بھی بندہ کی آزمائش ہیں۔ رب فرماتا ہے **فاما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ فاکرمہ و نعمہ فیقول ربی اکرمن** یعنی اس آیت میں رب نے انعام دینا بھی آزمائش فرمایا معلوم ہوا کہ آزمائش مصیبت ہی سے نہیں ہوتی بلکہ آفت و مصیبت میں انسان جلد متوجہ **الی اللہ** ہو جاتا ہے مگر عیش و آرام میں اکثر غافل ہو جاتا ہے لہٰذا مصیبت میں صبر افضل ہے راحت و آرام میں شکر افضل ہے۔ پانچواں اعتراض اس آیت میں رب تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا **ان اللہ موھن کید الکافرین** اللہ کافروں کی تدبیروں کو سست کرنے کا مگر مشاہدہ یہ ہے کہ کافر تدبیریں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت جاری ہیں اور وہ کامیاب ہیں تو یہ وعدہ پورا نہ ہوا۔ **جواب** اس آیت میں کافروں کی تدبیریں اور خطاب صحابہ کرام سے ہے تو مطلب یہ ہے

www.alahazratnetwork.org

غار عرب سے مسلمانوں کے خلاف لڑی چڑھائی کے زور لگائے مگر ناکام ہوئے سارے عرب میں صحابہ چھائے اور ساری مسلمانوں سے حکومت اور کفر سے مراد سارے کفار ہیں تو اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے **وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین** اگر مسلمان سچے مومن ہیں آپ سے مقابل کفار کبھی غالب نہیں ہو سکتے یہ وعدہ ہے کہ قیامت تک ہر زمانہ میں مسلمان کو مٹانے کے درپے ہوں گی اس کوشش میں بھی ہوں گی مگر مسلمان اسلام اور اس کے ماننے والے ہمیشہ غالب ہوتے رہیں گے۔

تفسیر صوفیانہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عبد ہے مگر حضور شہ عبدہ میں عبد اور عبدہ میں چند طرح فرق ہے عبدہ وہ بندہ ہے جو چاہے عبدہ کرے اللہ اس کی رضا چاہے **ولسوف یعطیک ربک فترضی** 2 عبدہ وہ جو اپنی عبدیت پر ناز کرے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں عبدہ وہ جس کی عبدیت پر اللہ قدرت ناز کرے رب فرماتے ہیں کہ میں وہ ہوں کہ محمد رسول اللہ کا رب ہوں۔ 3 عبدہ وہ جس کی شان رب سے بلند ہو عبدہ وہ کہ رب کی شان اس سے بلند ہو 4 عبدہ وہ جو کسی کے لئے ہے عبدہ وہ جس کے لئے دوسرے ہیں **لولاک لما خلقت الافلاک** 5 عبدہ وہ جو رب سے ملنا چاہے عبدہ وہ جس سے ملنا چاہے کہ اللہ کی اسری عبدہ 6 عبدہ وہ رحمت رب کے پاس جائے مگر عبدہ وہ کہ رحمت رب تلاش کرے اس کے پاس آئے۔

کلام پینے کو جاتے تھے طور پر موسیٰ ۔۔۔ تمہارے گھر میں خدا کا کلام آتا ہے

7۔ عبدہ وہ جو کچھ ہو عبدہ وہ جو اپنا کچھ نہ جانے عبدہ وہ جو کسی سے لے عبدہ وہ جس سے ملے۔ تو **یا انور من نور اللہ وکل الخلائق من نوری** 8 عبدہ وہ جو اپنے کام کو خود صدقہ دار ہو عبدہ وہ جس سے رحمت ملے **فلما قضی زیدمنها وطرا زوجناکها** 9 عبدہ وہ کہ کبھی اس کا ہو اور کبھی اس کا ہو عبدہ وہ جس کا کام رب کا ہو یعنی مصدر اس کی ذات ہو حاصل مصدر رب کا مرہم ہو اس آیت سے رب تعالیٰ نے حضور کو عبدہ ہونے کی تعلیم فرمائی صحابہ سے فرمایا تم نے بدر میں جو قتل کیے وہ تم نے نہیں کیے بلکہ اللہ نے قتل کیے یہ ہے حقیقت رب سے یا تم سب ہو رب سب سے بڑے ہے فرماتے ہیں ؎

ہر چہ خواہد آں سبب آورد ۔۔۔ قدرت حق سبب ہا را درد

از سبب نے رسد بہ بے سبب شر ۔۔۔ نیست اسباب دو عالم را اثر

ایں سبب ہا ظل باری دان و بس ۔۔۔ کہ نہ ہر دیدہ صد نقش را سزا است

دیدہ بینا سبب ہا را کمیں ۔۔۔ تا بحق راہبر کند از ظن و شک

تا سبب ہا را بداند ربط ساں ۔۔۔ ہر یکے را جائے دہد در کن و مکاں

یعنی جب پڑھے مسبب الاسباب کے سب اسباب کے اس دونوں آنکھ سے اس کی قدرت کا جلوہ دیکھے اللہ پر نظر رکھے وہاں فعل صحابہ کی بالکل کی وہابی حضور شہ سب ہیں مگر مسبب الاسباب ہیں ہر ایک کو اس حصہ دے کر سب کو چھپائے دے کیے ہاں حاصل ہیں ہر ایک کو اپنا اپنا صاف سورج ظہر میں ٹھہرتی ہیں سب میں یا ظہر ہے ہیں

www.alahazratnetwork.org

نے فرمایا کہ تم نے نظر پھینکے مگر تمہارے اس کام میں یہ کی تجلی نظر آرہی ہے کہ وہ ہم نے پھینکے۔ صوفیاء فرماتے ہیں **ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی** جس کو تم نے رمی کہا وہ پھینکا تم نے قدرت سے مٹھیوں کو پھینکا تمہارا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے اس نے حضور کی بیعت اللہ کی بیعت **انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم** یہ وہ محل آیات ہے اور عمدہ آیات سے مسئلہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ما رمیت اذ رمیت گفت حق — کار حق ہر کارہا دارد سبق
گر بہ ابراہیم تیراں می رسانت — مالکاں دیگر اندازش خداست
تا نہ شد معشوق بس ایں سر بیاں — گر تو خوانی تا قل طرف بید ثنات

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ چراغ کو ہوا بجھاتی ہے اور چراغ ایمان چراغ تقویٰ کو ہوا یعنی تکبر بجھاتا ہے اپنے کاموں کو اللہ کی بارگاہ کا بدیہ بنا دو قیمتی ہو جائیں گے انگور خواہ شہ بارہ میں چند پیسوں کا ہوتا ہے لیکن اگر وہ بادشاہ کریم کی بارگاہ کا بدیہ بن جائے اور وہ کریم سلاطین قبول کرے تو اس کی قیمت لاکھوں روپے بن جاتی ہے اس پر بڑی بڑی جاگیریں انعام مل جاتی ہیں یہ چیز کی قیمت نہیں بلکہ سلاطین کی نظر کی قیمت ہے اپنے اعمال کو حضور کا صدقہ اتار کر نہیں کا تحفہ بنا دو کھوں پاؤ گے بازاری قیمت اور ہے بارگاہ کی قیمت اور ہے۔

حکایت ایک شخص نے کئی سال عبادت کی قبول نہ ہوئی دعا کی رد ہوتی یوں ندا ہوئی اے شخص اگر تو پڑھ ہوتا تو تیری دعائیں ہوں تو کچھ بھی نہیں یہ کہنا تھا کہ غیب سے آواز آئی تیری یہ ساعت اور یہ بات برسوں کی عبادت سے افضل ہے کہ قبول ہو گئی۔

در راہ عشق اہل مجرد بس — بار خود فروشی رنداں سوے دیگر است

ہمارے بازار میں صرف مجرد یار خریدا جاتا ہے غرور فروشی کے بازار دوسرے ہیں حضرت ربیعہ ابن کعب نے صرف حضور کا صدقہ مانگا تھا کہ فرمایا اے ربیعہ جو چاہو مجھ سے مانگو اس لیے حقیقت میں حضور کی ہر ادا حضور سے مانگنا ہوں فرمایا کچھ اور بھی مانگو یہ فانی ہے یہ سب تحفہ ہوں قیمت کہ وصول ہے اپنے ایمان تقویٰ عمل وغیرہ ہر چیز سے نجات سب کچھ مل گیا صوفیاء کی ایک بات حسن یہ ہے جس کا بیان ہو گیا۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَاِنْ

اگر تم فتح مانگتے ہو پس بے شک تمہارے پاس فتح اور اگر باز رہو پس وہ بہتر ہے واسطے تمہارے اور اگر
اے کافرو اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو۔ فیصلہ تم پر آچکا اور اگر باز آؤ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم پھر
تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ

لوٹو گے تم تو لوٹیں گے ہم اور ہرگز نہیں دفع کرے گی تم سے جماعت تمہاری کچھ بھی اگرچہ زیادہ ہو اور تحقیق
تمہارا رب ساتھ مومنوں کے اور تمہارا حق نہیں کچھ کام نہ دے گا چاہے کتنی ہی بڑی ہو اور بس

www.alahazratnetwork.org

اَللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اللہ ساتھ ہے مسلمانوں کے

کے ساتھ ہے کہ اللہ مسلمانوں کے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں فتح مکہ کا نقشہ کھینچا گیا اس کا نتیجہ کفار کو سنایا جارہا ہے کہ تم نے جس سے مثل فتح و کامرانی سے یہ نتیجہ نکالو اور ایمان قبول کرو۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں فتح مدر کا ذکر ہوا جو ہو چکی اب اگلی فتوحات کی خوشخبری دی جارہی ہے **وان تعودوا نعد** کہ ہم آئندہ بھی مسلمانوں کو فتح دیں گے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیات میں ارشاد ہوا کہ بدر میں فرشتے نازل ہوئے مدد کے لیے اب ارشاد ہے۔ ہم بھی مومنوں کے ساتھ تھے اور ہیں اور رہیں گے لہٰذا ان کو ایسی ہی شاندار فتحیں عطا ہوتی رہیں گی۔ چوتھا تعلق پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ بدر میں فتح مسلمانوں کی دعا سے ہوئی **ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح** اب ارشاد ہے کہ یہ فتح خود کفار مکہ کی اپنی دعا سے ہوئی کہ انہوں نے دعا مانگی تھی کہ ہم میں سے جو حق پر ہو اے اللہ اسے فتح دے ہم نے حق والوں کو فتح دے دی۔

شان نزول جب کفار مکہ اپنے دل سے بدر کی طرف چلے تو ابوجہل نے کعبہ شریف کا پردہ پکڑ کر دعا کی کہ یارب ہم میں سے جو تیرے محبوب کے دین کا دشمن ہو اس کو فتح دے اے میرے رب ان دونوں جماعتوں میں جو ہدایت پر ہو تو اس کی مدد کر اے اللہ ہم میں اور محمد میں سے جو تیرا مجرم ہو جو حق قرابت توڑنے والا ہو آج تو اسے ذلیل دے اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، روح المعانی، خازن، روح البیان، مدارک، تفسیر کبیر وغیرہ) اس معرکہ سے خود اپنے پر ہی یہ دعا کری جو رب نے قبول فرمالی اور وہ نہایت ذلیل ہو کر مارا گیا یہ قول حسن اور مجاہد کا ہے 2 غزوہ بدر سے پہلے مسلمانوں نے فتح و نصرت کی دعا کی اللہ نے فتح دے دی۔ پھر بعد فتح تقسیم غنیمت اور قیدی کفار سے فدیہ لینے سے متعلق آپس میں اختلاف کرنے لگے ان کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری یہ قول حضرت عطا اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما کا ہے (تفسیر روح المعانی و یہ خازن، مدارک) مگر پہلی روایت قوی ہے ظاہر آیت اس کے مطابق ہے۔

تفسیر ان تستفتحوا ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب کفار مکہ سے ہے جیسا کہ ہم شان نزول میں ایک روایت اس سے متعلق بیان کر چکے ہیں یہاں **ان** شک یا تردد کے بیان فرمانے کے لیے نہیں کیونکہ وہ لوگ یہ دعا تو یقیناً مانگ چکے تھے بلکہ مقطوع کے لیے ہے یعنی چونکہ فتح کے معنی فیصلہ کے بھی ہیں اور فتح کا نظر بھی یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی اگر تم یہ فیصلہ مانگتے تھے کہ حق کا فیصلہ فرما دے اور مسلمانوں کے درمیان یا اگر تم حق کی فتح مانگتے تھے کہ حق والوں کو فتح دے تو اس کی فتح ہو۔ دوسری روایت کی بنا پر خطاب مسلمانوں سے ہے کہ اے ہماری مسلمانوں اگر تم نے ہم سے فتح مانگی لہٰذا اس معنی میں تفسیریں ہیں اول تفسیر قوی ہے **فقد جاءکم الفتح** یہ عبارت جزائیہ محذوف کی اگر کفار کو خطاب ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تمہارے سامنے حق والوں کی فتح آگئی جو تم نے مانگی تھی یا تمہارے پاس ہمارا فیصلہ آگیا جو تم نے مانگا تھا ہمارا عملی فیصلہ حق و باطل کے درمیان اور اگر خطاب مسلمانوں کو ہے تو معنی ظاہر ہیں کہ اے مسلمانو تمہاری فتح ہو گئی یہ بات خیال میں رہے مگر

www.alahazratnetwork.org

پہلی تفسیر قوی ہے غرضکہ اس صورت میں بھی تین تفسیریں ہیں۔ **وان تنتھوا فھو خیر لکم** اس فرمان میں اگر خطاب مشرکین مکہ سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ اے مشرکو اگر تم بد عقیدگی اور ہمارے نبی کی مخالفت سے باز آجاؤ تو تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم دنیا میں قتل و قید سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں عذاب دوزخ سے اور اگر خطاب مازیوں سے ہے تو خطاب یہ ہے کہ اگر تم آئندہ تقسیم غنیمت وغیرہ امور میں اختلاف سے علیحدہ رہو تم تمہارے دشمنوں سے بہتر ہے کہ وقد پر فتح و نصرت تمہارے قدم چومتی ہے (تفسیر کبیر) اگر پہلی تفسیر قوی ہے **وان تعودوا نعد** یہ عبارت معطوف ہے **ان تنتھوا** پر یعنی اے مشرکو اگر تم پھر ہمارے نبی کے مقابلہ میں لشکر لے کر آؤ گے تو ہم پھر تم کو ایسی ہی عبرت ناک شکست دیں گے اور مسلمانوں کو تم پر فتح دیں گے اور اگر خطاب مومنین سے ہے تو مطلب یہ ہے کہ اگر تم آئندہ پھر کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا کرو گے تو ہم پھر تم پر عتاب فرمائیں گے (تفسیر بیضاوی و روح المعانی) **ولن تغنی عنکم فئتکم شیئا** یہ عبارت معطوف ہے **نعد** پر اور جملہ **ان تعودوا** کے درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور معنی ظاہر ہیں کہ جیسے بدر میں تمہاری بڑی جماعت وہاں کچھ کام نہ آئی تم قلت لشکر کے باوجود فتح پاگئے یوں ہی آئندہ معرکوں میں ہوگا تم بڑا لشکر لے کر آؤ گے مغلوب ہوگے رب تعالیٰ نے یہ جملہ معترضہ فرمایا۔ حنفیں اسحاق نے فتح مکہ میں اور حضرت طاؤس نے حدیبیہ میں تلاوت کی ہے تو کہا کہ فتح مکہ کے موقع میں سات سو مسلمان تھے اور مشرکین چالیس ہزار مسلمانوں نے فتح پائی یہ ہے ان آیات کی زبردست تفسیر اگر خطاب مسلمانوں سے ہے تو مطلب یہ ہے کہ تمہاری فتح و نصرت میرے محبوب کی غلامی میں ہے اگر تم رسول کی اطاعت سے قدم ہٹاؤ گے تو فتح و نصرت بھی تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی اور تمہاری جماعت چاہے کتنی ہی بڑی ہو کچھ کام نہ آئے گی اور کچھ ظہور حنین میں ہوا اگر تفسیر اول قوی ہے **واللہ مع المؤمنین** یہ جملہ مستقل ہے اس کا واؤ استیناف کا ہے اس سے مراد مکانی یا علمی معیت نہیں یہ جملہ ظلی معیت کا ہے رب تعالیٰ پاک ہے ہر معیت سے کہ رب تعالیٰ علم و قدرت سے ہر بندہ کے ساتھ ہے ہر مومن و کافر اس سے علم و قدرت میں ہے جملہ رحمت و نصرت کی معیت خاص مومنین سے ہے رب تعالیٰ کی رحمت اس کے ہمیشہ مومنین کے ساتھ ہے چنانچہ دعائیں قبول فرمانا گناہ معاف فرمانا وغیرہ آیت **ان رحمت اللہ قریب من المحسنین** عرض کرتا ہے رب تعالیٰ کی رحمت محسنین و نیکوکاروں کی معیت خاص سے ہے رحمت و نصرت ہمیشہ مومنوں کے ساتھ خاص اور علم و قدرت کی معیت سب کے ساتھ۔

خلاصہ تفسیر اس تفسیر کا یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کی تین تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں وہ تفسیر قوی اور ظاہر ہے آیت سے مطابق ہے۔ اے فارغ خطی تم نے وقعہ مظفر کا طلب پڑا رہے حق و باطل کا فیصلہ مانگا ہے لو تم سے فیصلہ آچکا وقت ہے اس کا اس تک میں حق و باطل کا فیصلہ ہے ہم دونوں فریق میں سے جو حق پر ہے اسے فتح دے دی باطل پر اس کو شکست دے تمہاری طلب کے مطابق تمہارے سامنے اس کا فیصلہ آگیا حق والے مسلمانوں کی فتح ہوئی اور قریشیوں کی شکست اگر تم نے اپنی ہٹ دھرمی اور ہمارے نبی کی مخالفت سے باز آجاؤ تو تمہارے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے تم آئندہ قتل و قید سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں عذاب سے محفوظ رہو گے اور اگر تم پھر ایسی ہی حرکتیں کرو گے تو ہم پھر تم کو بدر جیسی ہی سزا دیں گے تم کو تمہاری جماعت ہمارے غضب اور شکست سے بچا نہ سکے گی تم نے دیکھ لیا وہ تمہاری بڑی جماعت ہوا میں رہ گئی کہ اللہ کی رحمت اس کا کرم ہمیشہ مومنوں کے ساتھ ہے اور رب کا یہ وعدہ ہی

www.alahazratnetwork.org

ساتھ ہیں اور رحمت بھی کبھی ہی ساتھ ہے فقط رحمت بھی ان کے ساتھ ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جنگ بدر درحقیقت حق و باطل میں فیصلہ کن تھی، اس فتح حقانیت کی دلیل تھی اور شکست باطل ہونے کی دلیل یہ فائدہ **جاءکم الفتح** کی ایک تفسیر سے حاصل ہو جس فتح سے مراد فیصلہ ہو۔ دوسرا فائدہ: کبھی مجرم اپنے جرائم کا اقرار کرتا ہے اپنا سمجھی کی وجہ سے یہ فائدہ **ان تستفتحوا** سے حاصل ہوا کفار مکہ نے درحقیقت اپنی شکست کی خود دعا کی اسوں نے کہا کہ خدایا جو حق پر ہو اسے فتح دے اس دعا سے ان کا منہ عرق کر دیا۔ تیسرا فائدہ: یا میں بھی کافروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے یہ فائدہ **فقد جاءکم الفتح** سے حاصل ہوا کہ مکہ نے جو دعا کی وہ بھی قبول ہوئی **فقد جاءکم الفتح** سے پتہ لگا کہ اس فتح میں کفار مکہ کی دعا بھی شامل تھی۔ چوتھا فائدہ: انسان کے ایمان و نیک اعمال سے خواہ اپنا ہی بھلا ہے اللہ رسول کا کوئی نفع نہیں وہ ہم سے بے پرواہ ہیں یہ فائدہ **فھو خیر لکم** سے حاصل ہوا یوں ہی کفر و بد عملی سے اللہ رسول کا نقصان نہیں خود اپنا نقصان ہے وہ ہم سے بے پرواہ ہیں بلکہ ہمارے ایمان سے ہمارے ہی بھلے میں اللہ رسول کا بھی احسان ہے۔ پانچواں فائدہ: رب تعالیٰ قیامت تک مسلمانوں کا حامی و ناصر ہے مسلمان جب بھی اللہ کے لئے لڑیں جنگ بدر میں انشاء اللہ فتح ہی ہے یہ فائدہ **ان تعودوا نعد** سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: جنگ لشکر کی زیادہ تعداد پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مہربانی سے جیتی جاتی ہے یہ فائدہ **ولن تغنی** سے حاصل ہوا۔ ہفتم: دونوں جنگوں میں مسلمانوں کی تعداد کافروں سے زیادہ تھی لیکن پہلی جنگ میں کافروں کو اس سے کم تعداد میں بہت ہی پہلے فتح ملی جنگ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے ان میں بھگدڑ پڑ گئی پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی رب تعالیٰ فرماتا ہے **ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ** وہ جنگ حنین کا دن یاد کرو جس میں تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا سو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنی تسکین مسلمانوں پر اتاری۔

پہلا اعتراض کفار مکہ نے حضور اللہ میں یہ دعا مانگی تھی پھر اسے **ان تستفتحوا** کے ساتھ یہاں ذکر کرنا اس دعا کے ثبوت کی محتاج ہوا **جواب** اس کا اب ایسی تمہید میں گزر کیا کہ یہاں **ان** شک والے کے لئے نہیں بلکہ مطلق مرتب ہونے کے لئے ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے اگر میں تیرا باپ ہوں تو میری فرمانبرداری کر اس سے باپ ہونا بیٹے کا باقی ہے یہ **ان** شک کے لئے نہیں۔ **دوسرا اعتراض** کفار مکہ نے یہ فتح مانگی تھی مگر ان مسلمانوں کی جانوں کی جانے والی اور **فقد جاءکم الفتح** میں یہ خبر درست ہوئی **جواب** یہ ہے کہ ان کی یہی تمنا تھی مگر اللہ کے علم میں جو حق پر ہو اس کی فتح ہو اس لئے یہ اطلاق ہوئی ہو سکتا ہے کہ یہ **تیسرا اعتراض** کفار خصوصاً عارضہ حضور پر نور سے حق مانگتے تھے **یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم** پر انہوں نے مذکورہ دعا میں مانگی کہ خدایا حق اسے فتح دے **جواب** یہ لوگ اگر ہوتے تو وہ لوگ سمجھتے کہ واقعی یہ لوگ اپنے کو حق پر جانتے ہیں اور یہ جنگ میں حق بجانب ہیں۔ **چوتھا اعتراض** یہاں **فھو خیر لکم** یوں ارشاد ہوا کہ ایمان لانا تمہارے باز آنا بہتر ہے حالانکہ ایمان سے کبھی ان کے بال بچوں عزیزوں کے لئے بھی کوئی بہتری نہیں ہوتی۔ **جواب** اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے ایمان سے تمہیں

www.alahazratnetwork.org

اللہ رسول کا بھلا نہیں وہ تم سے بے پرواہیں بلکہ تمہارا بھلا ہے سورج سے روشنی لیتے ہیں سورج کا بھلا نہیں بلکہ ہمارا اپنا بھلا ہے یہ **لحکم** اللہ رسول کی نسبت سے ہے نہ کہ دوسرے لوگ کی نسبت سے۔ **پانچواں اعتراض** اللہ تعالیٰ تم سب کے ساتھ ہے فرماتا ہے **وھو معکم این ما کنتم** اور فرماتا ہے **ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم**۔ آیت اس آیت کے خلاف ہے۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزرا کہ یہاں رحم و رحمت ہمراہی عرب کے ساتھ ہمراہی عصمت و قدرت کے ساری مخلوق کے ساتھ ہمراہی علم و قدرت ہے۔ لہٰذا آیت میں تعارض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ اے تو آدم اپنے دل سے قفل صدق و اخلاص اور ترک ماسوی اللہ کی چابی سے کھولنا چاہتے ہو تو جان لو کہ تمہارے کھولنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے ہمیشہ تجلی ہدوں پر ڈال رہا ہے فرق تم میں ہے کہ بھی تم میں ہو جاتے ہو اپنے دل کے دروازے خود بند کر لیتے ہو اور تجلی سے محروم ہو جاتے ہو اگر تم ماسوی اللہ کی طلب سے باز آ جاؤ تو تمہارے ہر ہر ذرہ سے اللہ کے بہتر آثار ظاہر ہوں گے پھر ایمان بے تاب کی طرف ہوئے تو ہم پھر تم پر تمہاری اصلی صفات ظاہر کریں گے پھر تمہارے مقابل ساری دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ دنیوی نعمتیں اچھی ہیں مگر آخرت کی ایک نعمت سے بڑھ کر نہیں ہو سکتیں جو نعمتیں آخرت کی ہیں وہ دنیا کی نعمتوں سے بڑھ کر ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایمان سلام تسلیم ایمان یہ تمام صفات باطل کو اگل چکنے اور محال امید سے منقطع ہونے کے بعد اس کے دل و اضمحلال سے اللہ کے دینوں سے سب کی سے بڑھ کر خطرناک ہے رب تعالیٰ کو یاد کرو وہ تم کو یاد رکھے گا۔

وانالسعادۃ لا حظنک صیوبھا ۔۔۔ ثم فالمحاوف کلھن امان
امطر بھا السقاء فھی حبالہ ۔۔۔ واقتدبھا الجوزاء فھی عنان

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ پھرو ان سے حالانکہ

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ نہ پھیرو حالانکہ

تَسْمَعُوْنَ ۝ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝

تم سنتے ہو اور نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے

تم سنتے ہو اور نہ ہو تم ان جیسے جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے

تعلق ان آیات کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں کفار سے ممانعت تھی اللہ رسول کی مخالفت سے باز آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام تمہارے مذاہب سے بچا نہ سکے گا اب روئے سخن مسلمانوں سے ہے کہ تم بھی مخالفت رہو اللہ رسول کی نافرمانی سے بچو ان کی نافرمانی کا انجام عذاب ہے گویا نافرمانوں کی فرمانبرداری کی طرف جانے سے منع

www.alahazratnetwork.org

فرمانبرداری ، فرمانبرداری پر قائم رہنا چاہئے ہے فرمانبردار ہونا کافی نہیں بلکہ فرمانبردار رہنا ضروری ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں مذکور دلائل و عجیب واقعات یا ہوا جو اللہ کی قدرت معلوم ہوئی ہے معجزوں کی بھی شان ہے مسلمانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ تم سے پہلے قوموں کی فرمانبرداری سے تحقیق ہے کہ تعداد اور گنتی سامان سے زیادہ کی یہ قومیں فرمانبرداری سے ناظر رہنے سے ترقی پاگئیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار سے فرمایا گیا تھا اللہ تم پر شرارت کے نام پر ہر ایک سے اس قصور کا دوسرا رخ دکھایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! تم سے پہلے بھی قومیں فرمانبرداری سے ترقی پر تھیں ان میں سے یہ تو اگلی اقوام کے عروج و زوال میں سے ایک سبب ہے تم بھی ان کی تعلیم سے کام لو ورنہ ان کی طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

تفسیر یاایھا الذین امنوا اس آیت میں [illegible] سے پہلے ماضی کے [illegible] کے لئے حضور ﷺ کو پکارنا اظہار رحمت ہے پھر اللہ و رسول کی اطاعت کو [illegible] ان کی اطاعت سے علم سے پہلے ایمان کا ذکر یہ ہے کہ ہر ایک انسان کی دو ہی قومیں ہیں مومن و کافر باقی دنیا کی قومیں ان دو قوموں کی شاخیں ہیں اس لئے یہاں **الذین امنوا** سے پکارا یہود و نصاریٰ اور ہر مذہب والے مراد ہیں جو ایمان کی صفت سے محروم ہیں کہ یہاں **الذین امنوا** سے مراد مومن ہیں ایمان ان کی اصلی صفت نہیں ہے ظاہر ہے کہ [illegible] اس صفت کو [illegible] چاہتا ہے تو مومنوں کی اطاعت [illegible] یہاں سے [illegible] یہاں اللہ اور اس کی اطاعت میں فرشتے داخل ہیں اور ہو سکتا ہے کہ مومن میں فرشتے اصول میں اپنی اصل پر ہوں مگر یہ بات قوی ہے [illegible] کے مضمون سے ظاہر ہے **اطیعوا اللہ ورسولہ** یہاں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اللہ کی اطاعت قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا ہے اور رسول کی اطاعت حدیث شریف پر عمل کرنا ہے یہ بات ہے کہ اللہ کی اطاعت تو ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم اللہ کو دیکھ نہیں سکتے اس کی اطاعت کیسے کریں اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت ایک ہی ہے اللہ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی اس لئے یہاں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم ایک ہی ہے [illegible] میں ان **مداؤں** میں ایسی [illegible] اطاعت ست قسم کی ہے [illegible] میں اطاعت اور [illegible] میں اطاعت [illegible] میں اطاعت علم علامات و معلومات میں اطاعت [illegible] میں اطاعت [illegible] اطاعت [illegible] اطاعت [illegible] اطاعت [illegible] **تولوا** [illegible] **ولا تولوا عنہ** [illegible] **تولوا** [illegible] **عنہ** [illegible] **عنہ** [illegible] **عنہ

www.alahazratnetwork.org

حضور اللہ کے رسول بھی ہیں ساری مخلوق کے رسول بھی پھر مومنوں کے بھی رسول ہیں کافروں کے بھی مومنوں میں ہر ولی اصفیاء غوث و قطب کے بھی رسول ہیں ہم گنہگاروں کے بھی ان سے منہ کیسے پھیرا جا سکتا ہے **وانتم تسمعون** یہ حالت **لاتولو** کا حال **انتم** سے حال ہے **تسمعون** مضارع پر شیدہ ہے یعنی القرآن یا آیت القرآن یعنی حالانکہ تم اے مومنو قرآن آیات قرآنیہ سنتے رہتے ہو وہ تم کو اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اگر تم اس سے روگردانی کرو گے تو یہ کتنی قبیح ناشکری ہوگی سخت سزا پاؤ گے **ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا** اس فرمان عالی میں مسلمانوں کو تیسرا حکم دیا کہ کافر منافق کی تشبیہ کا۔ **الذین** سے مراد منافقین ہیں خلاف فرما دیا کہ منافق ہونا تو کیا صورت سیرت عادات افعال میں ان کی مثل بھی نہ ہو تم کو ان کی طرح وہاں ہاں ہم شامل ہونا بھی برا ہے **قالوا سمعنا** فرما کر بتا دیا کہ منافقین سے مراد صرف زبانی دعوی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ **وھم لا یسمعون** داخل سنتے نہیں یعنی خلوص دل سے قرآن مجید حضور انور کے فرمان احکام اطاعت کے سنتے نہیں بلکہ ان میں عیب کالنے یا عداوت پر پائے جاسوسی کرنے کے لئے سنتے ہیں دل سے سنتے ہیں ان سے انکار کرتے ہیں اس کی تصدیق وہ آیت ہے **وقالوا سمعنا وعصینا** مسلمانو تم کل سے شمار میں سے ہرگز ایسا کام اطاعت نہ کرنا۔

خلاصہ تفسیر اے وہ لوگو جو ہماری بارگاہ سے ایمان کی نعمت پا چکے مومنوں کے گروہ میں داخل ہو چکے ان کی حفاظت اس طرح کرو کہ جیسا طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اور کسی حال میں ان سے روگردانی نہ کرو پھیرو ان سے حالانکہ تم قرآن میں سنتے رہتے ہو کہ وہ تم کو اطاعت رسول کا حکم دے رہا ہے تم یہ سنتے جانتے ہوئے اطاعت سے باہر ہو گئے تو سخت سزا پاؤ گے اور یہ خیال رکھنا کہ تم صورت سیرت عادات کسی چیز میں ان منافقوں کی طرح مت ہونا جو صرف زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے یا رسول اللہ ہم نے قرآن آپ کے فرمان احکام سب کچھ سن لئے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ان میں سے کچھ بھی نہیں سنتے وہ اطاعت کے لئے نہیں سنتے بلکہ قرآن و حدیث میں عیب نکالنے کی جاسوسی کرنے کے لئے سنتے ہیں ایسا سننا حقیقت میں سننا نفع نہیں دیتا بلکہ سخت مضر ہوتا ہے۔

فائدہ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ شریعت کے احکام صرف مسلمانوں پر جاری ہیں کافر میں اس لئے کافر مسلمان ہونے پر زمانہ کفر کی نمازیں روزے قضا نہیں کرتا اس زمانہ کی زکوٰۃ دینا بھی لازم نہیں ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ فائدہ اس آیت **یاایھا الذین امنوا** سے شروع فرمانے سے حاصل ہوا کافر صرف ایمان لانا قرآن سے ایمان لانے کے بعد احکام کی اطاعت۔

نوٹ ضروری کفار مسلمانوں کی رعایا ہیں ان پر سیاسی و ملکی انتظام کی اطاعت کرنا لازم ہے مذہبی احکام میں وہ آزاد ہیں البتہ وہ سیاسی شراب نوشی سود خوری کرتے ہیں کہ یہ ان کے مذہبی احکام میں مگر چوری ڈکیتی رشوت خوری نہیں کرتے یہ ملکی جرائم ہیں۔ دوسرا فائدہ ایمان دار اچھا عمل نہیں بلکہ خاص عطیہ رب ہے ایمان سے یہ فائدہ **امنوا** فرمانے سے حاصل ہوا اللہ رب نے **یاایھا المومنون** نہ فرمایا بلکہ **یاایھا الذین امنوا** فرمایا دیکھو تفسیر۔ تیسرا فائدہ۔ مسلمان خواہ

www.alahazratnetwork.org

کہتے ہی لوٹے ... ہوں ہو مخلص ہو خوب ہو تو اس پر اللہ رسول کی اطاعت واجب ہے ... فرمانبرداری سے ... حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ اللہ رسول کی اطاعت خوش دلی سے چاہے ناخوشی کی جبری اطاعت پر کوئی ثواب نہیں یہ فائدہ لفظ اطاعت سے حاصل ہوا کہ یہ بابِ **طوع** سے بمعنی خوشی رضامندی قالب کے ساتھ قلب کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ **پانچواں فائدہ** حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی طرح ہر حال چاہے ہو یا سیاہی حکم دیں بھیجیں وہ حکم ہو خواہ قرآن مجید کے موافق حکم دیں یا اس سے خلاف حضرت علی کو حالتہ زبرانی موجودگی میں دوسرے نکاح سے منع فرمادیا تو ان کے لئے اس زمانہ میں دوسرا نکاح حرام ... قرآن نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے یہ فائدہ **ورسولہ** کے واو سے حاصل ہوا اس کی تحقیق ہماری کتاب ... میں دیکھو۔ **چھٹا فائدہ** اطاعت و فرمانبرداری صرف حضور انور کی لازم ہے جس آیت میں اللہ فرمائے تمہیدیا ... کے بعد ہوتا ہے یہ فائدہ **لاتولوا عنہ** میں ضمیر واحد لانے سے حاصل ہوا تفسیر بیضاوی کبیر روح المعانی خازن وغیرہ) اللہ کی اطاعت حضور انور کی اطاعت میں داخل ہے اس کی تصریح وہ آیت ہے **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ** **ساتواں فائدہ** ... کو چاہیے کہ کسی وقت کسی حال میں حضور انور سے ... حق نہ ہو حضور ہی کی طرف حضور ہی کی طرف رہے یہ فائدہ **لاتولوا عنہ** سے حاصل ہوا اس فائدہ سے ... کے گناہ سے بدتر ہے ... سزا بھی سخت ہوگی یہ فائدہ **وانتم تسمعون** سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر **نواں فائدہ** بغیر عمل وعظ وغیرہ سننا بیکار ہے علم فاضل مقصود عمل ہے یہ فائدہ **ولاتکونوا کالذین** سے حاصل ہوا دیکھو حضور انور کے ... فرمان مخلص مومنین ہی سنتے تھے اور منافقین بھی مگر رب تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا **وھم لایسمعون** یہ سننا نہیں کیونکہ وہ قبول سے نہ سنتے تھے ایسا علم اسلام کے لئے زوال ہے۔ **دسواں فائدہ** آپ متعلق ربانی شئی ... چاہیے کہ ہم ایسے ہم ایسے اس بارگاہ میں کسی کی ضرورت ہی نہیں جیسے ہم ہیں اللہ رسول خوب جانتے ہیں یہ فائدہ **قالوا سمعنا** میں **قالوا** فرمانے سے حاصل ہوا منافقین کہتے پھرتے تھے کہ ہم حضور کی سنتے ہیں مانتے ہیں مخلصین کو یہ الفاظ کی ضرورت بھی نہ تھی۔

پہلا اعتراض ... ساری خدائی کے نبی ہیں **کافۃ للناس بشیرا و نذیرا** آپ کی شان ہے **وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین** آپ کی شان ہے تو چاہیے ... ساری مخلوق پر آپ کی اطاعت ... ہو پھر اطاعت کی آیات میں خطاب صرف مسلمانوں سے کیوں ہوا تاکہ اس آیت **یاایھا الذین اٰمنوا** سے شروع ہوئی فرمایا۔ جواب بے شک آپ کی اطاعت سب پر واجب ہے **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ** ... اس کی اطاعت لازم پر آپ کی اطاعت ایمان بھی واجب ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں مسلمانوں پر آپ کی اطاعت اعمال و عبادات میں ضروری ہے حتی کہ چاند سورج ستاروں پتھروں پر آپ کی اطاعت لازم حکم ... میں صادق ہے ... اشارہ چاند ... اشارہ پر ڈوبا سورج لوٹا اشارہ پر جانوروں پتھروں نے کلمہ پڑھا یہ اس مخلوق کی اطاعت ہے جو مکلف یہاں دار شریعت میں اطاعت کا حکم ہے اسی لئے مومنوں کو خطاب ہوا اسی اطاعت پر ثواب ہوگا ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں ... فرمایا گیا اللہ رسول کی

www.alahazratnetwork.org

اطاعت مرد پھر اور تلہ ہو **ولاتولوا عنہ** اس رسول سے منہ پھیرو کیونکہ ضرور ست ہوا چاہتے تھا۔ یوں فرمایا **ولاتولوا عنھا** اس دونوں یعنی اللہ رسول سے منہ پھیرو یہ فرق عبارت ہے۔ **جواب**۔ اس کا جواب اعلیٰ تفسیر میں گزر گیا کہ درحقیقت اطاعت صرف رسول کی ضروری ہے مگر اللہ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ضمن میں آجاتی ہے اللہ کی اطاعت ظاہر پرست لوگوں کے سمجھانے کے لئے ہے ورنہ اطاعت صرف رسول سے ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ سے نہیں ہو سکتی اس نے کہ فرمانبردار ہوا قرآن مجید اس کی مثالیں بہت ہیں فرمایا **استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم** اس میں لام "اللہ رسول" کا رہے ورنہ صیغہ واحد ہے یونہی حضور کی بابت ہے اللہ تعالیٰ کسی کو براہ راست نہیں بلاتا فرمایا **مھاجر الی اللہ ورسولہ** اسی ہجرت رسے حضور سے پاس پہنچ سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس اللہ کا راہ براہ راست کے لئے ہے فرمایا **یخادعون اللہ والذین اٰمنوا** یہاں اللہ سے مراد اپنا یا کرا ہے رسول اللہ (خدا) اپنے ہی یہاں ہے۔ **تیسرا اعتراض لاتولوا** کے بعد یہ یوں فرمایا کہ **وانتم تسمعون** اس سے تم سنتے ہو تو رسول سے منہ پھیرو کیونکہ یہ سے منہ پھیرنا درست ہے۔ **جواب**۔ اس لئے کہ عالم کا اندھا جاہل سے بدتر ہوتا ہے یعنی تم قرآن مجید اس کے کلام پر ابھی رہے ہو قرآن مجید تم کو حضور کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے اب اگر تم روگردانی کرو گے تو سخت مجرم ہو گے جس کو قرآن اور صاحب قرآن پہچان نہ سکے وہ اندھا قوں نہ کرے پھر مجرم ہو گا کہ اسے اسلام کی دعوت نہیں اس سے اصحاب فترت جیسے حضور سے دور والدین وغیرہم سے صرف عقیدہ توحید طلب ہے۔ **چوتھا اعتراض** منافقین حضور اور کے فرمان عمل سنتے تھے سر سے منہ تک پھر اس کے متعلق یہ یوں ارشاد ہوا **وھم لایسمعون** نہ سنتے۔ **جواب**۔ نہ سننے کی نفی آنکھیں میں ہے کہ کسی کی بات سنا عاجزی کے ساتھ سنا محبت کے ساتھ سنا قبول کرنے اطاعت کرنے کیلئے سنا یا دعوت دینے پر جیسے آپ اپنے یار سے چپکے کی بھی بھلی باتیں سنتے ہیں یہاں قبول یا محبت کے لئے سننے کی نفی ہے واقعی منافقین اس طرح حضور کا کلام نہ سنتے تھے۔

تفسیر صوفیائہ۔ اس آیت میں علامی عبادات اطاعات کا حکم ہے اور ایمان والوں سے خطاب ہے وہاں ایمان سے مراد شرعی تکلیفی ایمان مراد ہوتا ہے اس سے فرشتے خارج ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان فطری ہے مگر حضور سے متعلق ہونے والی آیتوں میں ایمان سے حقیقی ایمان مراد ہوتا ہے جو تصدیق دل فطری جیسے اے ایمان والو اپنے آوازیں رسول کی آواز سے اونچی نہ کرو ایمان والوں سے کہ یہ حکم صحابہ کرام سے ہے یا ایمان والوں ہی سے کہ یہ ارشاد ایمان والوں سے ہے جہاں کہیں آیت میں فرشتے یا جماد حیوانات نظر پتھر جانور تمام کل ہیں سب پر حضور طالب اطاعت ہے۔

یہ ہے عمل جو ہوا بھی کھل کے کر نہ سکے ہوا
ہوا ہے تیز بہت اور چراغ مٹی کا

اطاعت۔ کی جاتی ہے پوجی جاتی ہے محبت کی جاتی ہے جیسی آیت میں محبت ہے اطاعت کا حکم ہے اسی طرح دل عقل کی تعلیمیں بدرجہ اتم حکم ہے اور ہمیشہ دیا ہے اسی طرح شریعت میں ہر وقت ہر حال سے پہلے نماز ہے اور نماز ہی ہو جاتی ہے طریقہ محبت میں اس کا نام حضور سے بھی ہیں پھر تو اور وہ نماز بھی اتم نہیں ہوتی جس کی نماز کا قبلہ نہ کعبہ عشق کی

www.alahazratnetwork.org

روح ال کی مدد کا ذکر ہے مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام **هم فی صلوتهم دائمون** ان کی نماز میں ریا کا شائبہ نہیں اس لئے ان کی نماز ہمیشہ قائم رہتی ہے ان کی نماز کی طرح میں بھی ریا سے پاک ہو جائے۔

تیری نماز میں سجدہ رسم سہی ۔۔۔ چھوٹ نہ جائے رسم سجدہ کہیں اختلاف

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا حکم ہے **لا تولوا عنه** ان سے منہ نہ پھیرو۔ ان کی طرف توجہ رکھو۔ **لا تعد عیناک عنهم** کے معنی یہ ہیں کہ اپنی آنکھیں ان سے پھیر کر امت نہیں بنتی۔ ان کی طرف توجہ رکھو۔

روح نماز ہے یہی اصل نماز ہے یہی ۔۔۔ میں ترے سامنے رہوں تو مرے سامنے رہے

اور فرمایا **واخفض جناحک للمومنین** اپنے محبوب مومنوں کے سامنے اپنے بازو جھکا دو۔ تمہاری بارگاہ میں یہ اپنے اعلیٰ مقام سے ہاتھ نیچے نہ کریں۔ صحابہ کرام نے ان سے اس لئے ایک ایک لفظ مومن و کافر صدیق و زندیق مخلص و منافق کے کانوں میں پہنچ کر سنتے ہیں ان کو مختلف مناقبوں کا حق ان کی قدروں کا علم ورجہ ان کا ہے فضیلت ان کی یہاں معلوم ہوئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرآنی ہے اب علماء سے سنیں اور ان کے مناقب کا تسلسل ایک سے ہوا ان مختلف ہیں۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۔ وَلَوْ

تحقیق بدترین جانوروں میں سے اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے

بیشک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے اور اگر

عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُم مُّعْرِضُونَ

جانتا اللہ ان میں بھلائی تو سنا دیتا انہیں اور اگر سنا دیتا انہیں تو پھر جاتے بے رخی کرکے اور وہ

تعلق ان آیات کا پہلی آیات سے پہلا تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوتھا تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پانچواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھٹا تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ساتواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد آٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد نواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد دسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد گیارہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بارہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیرہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چودہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پندرہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سولہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سترہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھارہواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بائیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیئیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوبیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھبیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستائیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھائیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چونتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اڑتیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پینتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سینتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اڑتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انچاسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچاسواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکاونواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد باونواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ترپنواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چونواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچپنواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھپنواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستاونواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھاونواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ساٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد باسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تریسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چونسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پینسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سڑسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انہترواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستترواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھترواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انہترواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکاسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بیاسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیاسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوراسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچاسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیاسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستاسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھاسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد نواسیواں تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد نوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ترانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چورانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ننانوے تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سو تعلق پچھلی آیت میں ان کی اطاعت کا حکم تھا اب ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد

تعلق دوسرا تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیسرا تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوتھا تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پانچواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھٹا تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ساتواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد آٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد نواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد دسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد گیارہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بارہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیرہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چودہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پندرہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سولہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سترہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھارہواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بائیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیئیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوبیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھبیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستائیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھائیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چونتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سینتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اڑتیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پینتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سینتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اڑتالیسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انچاسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچاسواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکاونواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد باونواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ترپنواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چونواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچپنواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھپنواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستاونواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھاونواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ساٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد باسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تریسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چونسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پینسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سڑسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھسٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انہترواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستترواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھترواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انہترواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکاسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بیاسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیاسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوراسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچاسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیاسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستاسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھاسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد نواسیواں تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد نوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ترانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چورانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھیانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ستانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ننانوے تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سو تعلق پچھلی آیت میں **هم لا یسمعون** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد

تعلق تیسرا تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوتھا تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پانچواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھٹا تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد ساتواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد آٹھواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد نواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد دسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد گیارہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بارہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیرہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چودہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پندرہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سولہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد سترہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اٹھارہواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد انیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد اکیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد بائیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد تیئیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چوبیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد پچیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم** اب ان سے مراد کافر ہیں جو اطاعت سے بعد چھبیسواں تعلق پچھلی آیت میں **صم بکم**

www.alahazratnetwork.org

شان نزول یہ ... حضور علیہ السلام کی بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ... ہمارے سامنے کرتے ہیں وہ ہم سے نہیں ... آپ پر ایمان لائیں ... **لوعلم الله** ... ہوتی ... (الخ) ... یہ ... حضور علیہ السلام سے عرض کیا ... ہم ... آیت ... متعلق ... ہوئے ... **قفسیہ ان شر الدواب عند الله** ... **شر** ... **ومامن دابة فی الارض الا علی الله رزقها** ... **الصم البکم الذین لایعقلون** ... **صم بکم عمی** ... **بکم** ... **لوعلم الله فیهم** ... **فیهم** ...

Marfat.com

www.alahazratnetwork.org

چکا ہے مراد ایمان کی قابلیت اور اپنی قوتوں کو ہدایت کی اتباع میں صرف کرنا ہے جو اس کی تغیر قلت و کمی یہاں فرمانے سے ہے یعنی اگر ان میں ذرہ بھر بھی بھلائی ہوتی تو رب تعالیٰ اسے ضرور جانتا کیونکہ وہ اس کا خالق ہے وہ ہر ایک ذرے کی قوت و قابلیت کو جانتا ہے **لاسمعھم** یہ فرمان حال جو ہے **لوعلم** کی **السمع** کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور **ھم** سے مراد وہ کفار ہیں جن کا دوسرا مضمون پوشیدہ ہے حق یا حضور حال کے فرمانے پر ان کے باپ دادوں کا اٹھ کر آنا اور ان کے سامنے حضور کی گواہی دینا یہ تیسرے معنی والی ہیں جو سیاق کلام سے معلوم ہوا یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کفار کے دلوں میں قبول اسلام کی لیاقت جانتا تو ان کے مردہ باپ دادے زندہ فرما کر ان کی گواہی اسلام سنا دیتا اس کی قدرت سے یہ کچھ بعید نہ تھا **ولواسمعھم** یہ تصور کافروں کا سراسر خ ہے اور سنانے سے مراد ہے اس حالت میں سنانا کہ ان میں قبولیت کی قابلیت نہ ہو اور مردے اگر کلمہ پڑھ جاویں یعنی اگر ہم اس حالت میں ان کو یہ معجزہ بھی دیں اور انہیں مردوں کی گواہی سنا بھی دیں تو **تتولوا وھم معرضون** **ولواسمعھم** کی جزا ہے یہاں تو سے مراد ہے حضور انور کے پاس سے چلا جانا اور اعراض سے مراد ہے آپ کی تعظیم سے منہ پھیرنا اسے قبول نہ کرنا یعنی پھر بھی یہ مسلمان نہ ہوتے بلکہ اسے جادو کہتے ہوئے آپ کے پاس سے بھاگ جاتے اور پھر ان پر عذاب آتا کہ منہ مانگے معجزے ایمان نہ لانا عذاب کا باعث ہے لہٰذا ان کے مطالبے پورے نہ کرنا بھی اس کے لئے ضرور رحمت ہیں۔

خلاصہ تفسیر سے محبوب مشکل وہ لوگ ہیں جو حق سننے سے بہرے ہیں حق بولنے سے گونگے حق سمجھنے سے بے عقل ہیں وہ سارے جانوروں کتوں گدھوں سوروں سے بدتر ہیں کہ انہیں اللہ نے حواس اور عقل دی مگر انہوں نے صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا عقل نہ ہونا معذور نہیں عقل ہو اور اسے دین کا ذریعہ نہ بنانا سخت جرم ہے محبوب مشکل اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں خیر یعنی توفیق ایمان جانی ہی نہیں اگر اللہ ان میں توفیق جانتا تو ان کے مطالبے پورے فرما دیتا ان کے مرے باپ دادے زندہ کر کے ان سے کلمہ پڑھوا کر حضور انور کی تصدیق کرا کر انہیں سنا دیتا اگر ہم اس طرح ان کو آپ کا یہ معجزہ کھا بھی دیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے بلکہ آپ کو جادوگر اور اس معجزے کے جادو کہتے ہوئے آپ کے پاس سے چلے جائیں گے اور پھر ان عذاب الٰہی آ جاوے گا یہ منہ مانگا معجزہ دیکھ کر ایمان نہ لانا عذاب الٰہی کا باعث ہے اور ہم یہ چاہتے نہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد دنیا میں بھی عذاب آئے انہوں نے سنکڑوں پتھروں جانوروں کو کلمہ پڑھتے دیکھ کر پھر ایمان نہ لائے تو مردوں کا زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا انہیں بے ایمان سے مسلمان نہ بنا سکتا لہٰذا آپ ان مطالبوں پر حیران نہ ہوں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا **فائدہ** اگر انسان عقل سے کام نہ لے تو جانوروں سوروں کتوں گدھوں سے بدتر ہے یہ فائدہ **شر الدوابد** سے حاصل ہوا کیونکہ وہاں میں سارے جانور داخل ہیں یہ نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں تو کتے گدھے سور سانپ بچھو کے لئے جگہ تھی مگر کافروں کے لئے نہ تھی رب فرماتا ہے **من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق القول** شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

سگ و گربہ و گویا شر — بزا گندہ گوناں بہ بتر
مثل ست ہ عقل آدمی راہ وہ فاش — چو طوطی سخن گوید نادان مباش

www.alahazratnetwork.org

دوسرا فائدہ ... اپنی جان و عقل صحیح معنی میں استعمال کرے تو فرشتوں سے بڑھ جائے رب فرماتے **ولقد کرمنا بنی ادم** ... دوسری **العشر الدواب** سے ... حاصل ہوا تیسرا فائدہ ... شخص اپنی جان و عقل کو ... کے لئے استعمال ... وہ ... کافروں سے ... اور ... قصد پورا ... وہ شر شری ... فائدہ **الصم البکم** سے حاصل ہوا اللہ ... شدہ ... ہیں **بل احیاء ولکن لا تشعرون** ... زندہ ... ظاہر ہوا ... احیاء ... چوتھا فائدہ ... شدہ ... کی ... ہیں ... **لو علم اللہ** ... **لو اسمعھم** سے حاصل ... شدہ ... کی ... پہلے تو ... معلوم ہوگا ... سے ... میں ... اس ... معلوم ہوگا ... میں ... معلوم ہوگا ... میں ... ہیں ... ہیں ... ہی

www.alahazratnetwork.org

صورت میں دعوی مع دلیل ہے یہ صورت واقع میں ہے تو صرف اس وجہ سے کہ رب اس کو چاہے لفظ جو چاہیں کہیں ہے، ہمارے کہ رب اسے عالم ہے اس کی طرف ہی دلیل ہوتی ہے رب سے اس میں خیر حاصل ہوتی ہے جیسے کہ کہیں کہ اندھیرا ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اندھیرا ہوتی تو سورج نکلا ہوا ہوتا ہے اس کا اور اس الیاں)۔ چوتھا اعتراض ہے ہوتا تھا۔ تمہارے مرے باپ دادے بھی رحمن کو ولی دیتے اور پھر بھی عذاب پھر تو ہے مجبور ہو جاتے پھر یہ فرمان بے ضرورت ہوا کہ **لو اسمعھم لتولوا** تو اب یقیناً ایمان ہو تمہارے خالی ہی ہے مردوں سے علم ہوتا ہے زندہ تجھ ناک کنکروں پتھروں جانوروں کا کلمہ پڑھنا ہے کفار مکہ سے یہ کہتے تھے ہر ایمان ہو تمہارے کیسی جاہلانہ بات ہے مجرو بھی دعا کہ مردے زندہ ہو کے کلمہ پڑھ لیں **واحی الموتی باذن اللہ** مگر یہ تمہیں سے نہ مانا ایمان لائے تو زندہ ہی جاتا ہے **پانچواں اعتراض** تو دونوں ایک ہی پھر تو لے ساتھ مرسلوں یوں رشتہ ہوا ہے اب جس دونوں میں بڑا فرق نے منہ پھیرنا فرمانے کا چاہا مطلب یہ ہے کہ وہ منہ پھیر چل دیتے آپ کی بات نہ سنتے۔

تفسیر صوفیانہ تمام علاوں کی تر عشق رسول سے اور تمام برائیوں کی جڑ عدوت رسول ہے اس میں عقل ہو تو عقل عقل رہی ہے پاتے ہیں چیز ہے عقل کی ملکہ انکار ہے عشق رسول سے تعبیر کیا ہے عقل کے بھی قابلیں ہو جاتی ہے جانوروں سے بھی عقل ہے عقل سے بھی سلوں پتھروں میں بھی ہے بغیر عقل کے تھا ہے عقلی کے باوجود حضور کو پہچانتے تھے اور سلام بھی حضور کو کرتے تھے اور بغیر زبان کلمہ پڑھتے تھے یہ عشق رسول ہے سب کو رب نے دیا حماقتوں جہالت کا لباس رسول میں روشنی عشق کی جلوہ گری تھی کفار عشق رسول سے عاری تھے تاریکی ہو دیوانے ہو گئے عقل ہوتے ہوئے بہرے زبان ہوتے ہوئے گونگے ہوئے اور تمام جانوروں سے بدتر اس لئے کہ ان میں عقل سے محرومیت رسول سے تھی غار میں عشق کی چنگاری ہوتی تو صرف شعلہ دکھانے کی دیر تھی حضور کو پہچان لیتے ہے زبان ہوتا اگر پتھروں میں بھی عشق قائم نہیں رہتا ہے مرتد ہو جاتا ہے عشق محبت والے کی تعظیم عقل زبان سے ہاتھ پاؤں میں رہائی طاقتیں آتی ہیں۔ حدیث قدسی عقل فرمائی کہ رب فرماتا ہے میں عقل کو ہاتھ پاؤں زبان میں عطا کروں سے زیادہ حقدار کیا چاہتا ہے ای عشق کی برقی طاقت سے حضرت عمر یا ابوبکر کے بیت تحت بلقیس میں سے فلسطین لے آتے عشق دیوانہ ہے اس چیز سے عشق اس کو ہوتا ہے اس میں عقل عطا ہے

مرحبا اے عشق خوشی ہو اے ما اے طبابت اے

عشق رسول اتباع رسول سے حاصل ہوتا ہے کسی طور پر کسی عاشق رسول کی صحبت میں کسی نظر سے حاصل ہو جاتا ہے عطائی ہو یا کسی عشق میرے عطائی عشق آناً فاناً میسر ہو جاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا اور اسکے رسول کا جب وہ رسول بلائیں تم کو اسکی طرف جو زندگی بخشے تم کو اور جان لو کہ اللہ

اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

اس لئے کہ وہ زندگی بخشتا ہے تم کو اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اسکے دل کے ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم اس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں کفار کی بدبختیوں کا ذکر ہوا کہ وہ باوجود عقل رکھنے کے بہرے گونگے اور بے عقل ہیں کیونکہ انہوں نے اس چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا جو ان کو علم سے حاصل ہو سکتی تھی اس لئے ان کو حکم ہوا کہ اللہ و رسول کی اطاعت میں صرف کرو اس کی صورت یہ ہے کہ بلا تامل حکم بجا لاؤ۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ کفار بہرے گونگے اور بے عقل ہیں اب اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ زندہ نہیں ان کی مثال مردوں کی سی ہے مردوں میں انتخاب مردہ ہیں کیونکہ زندگی تو حضور پر بخشتے ہیں وہی جان جان اور جہاں جان کی روح ہیں **لما یحییکم** سے کفار کا محجوب ہونا ثابت ہوتا ہے تو ان میں زندگی نہیں تو ان اعضاء کا مردہ ہونا عیاں گویا پہلے کفار کی بے عقلی کا ذکر ہوا اب اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ کفار اپنے مردہ باپ دادوں کو زندہ ہوتے دیکھ بھی ہیں ان سے توحید و رسالت کی گواہی لی بھی تب بھی وہ مسلمان نہ ہوئے اب اس کی وجہ بیان ہو رہی کہ ایمان مردوں کے کلمہ پڑھنے سے نہیں بلکہ زندہ دل ان کی اطاعت سے ملتا ہے اسی موضوع پر یہاں سے بحث ہے۔

تفسیر **یاایھا الذین امنوا** اس میں پہلے اطاعت کے حکم پر اہل ایمان کو صفت ایمان کے ساتھ پکارا یا تو اس لئے کہ علم بھی انہیں کی صفت ہے یا اس لئے کہ ایمان مدعی سے بار بار طلب عمل کے پکارے جانے کو وہ لذت آتی ہے جو محبوب کے بار بار پکارنے میں ہوتی ہے اور اس بار بار پکارنے میں یہ لطف ہوتا ہے ہر بار پکار میں یا لطف ہوتا ہے اس ادا میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ مومن اللہ رسول کی اطاعت کرے اس کی اطاعت میں قوت بھی ہے وہ ایمان والا ہی ہے جو اپنی ایمان پوری کرے۔ **اذا دعاکم** اللہ و رسول کی اطاعت ان کی عبادت میں اور ان کے ارشاد پر عمل میں ہے۔ **لما یحییکم** سے ثابت ہوتا ہے کہ علم سارے کا سارا نہیں مستی میں یہ تمام ہو جائیں گے اپنے اپنے مقام پر ہر ایک کا علم ہے اس سے اپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اگر یہاں توحید کا ذکر ہوتا یہاں چلے ہیں کہ اللہ رسول کا کام ہمیں سے ہے اس لئے **یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ** اس سے قرآن فرماتا ہے **اولئک ھم الکافرون حقا** ظاہر ہے کہ **الذین امنوا** سے مراد حضرات صحابہ

www.alahazratnetwork.org

میں کہ حضور انور کا پکارنا اور اس پکار پر دوڑ آنا ہمیں کو میسر تھا ہمارے لئے نصیب کہاں اور ہو سکتا ہے اس سے مراد قیامت کے مسلمان ہوں تو اگلے مضمون کی تفسیر کچھ اور ہی ہوگی **استجیبوا للہ وللرسول** اس فرمان میں **استجیبوا** ماضی **اجیبوا** باب استفعال مصدر **استجابۃ** معنی باب افعال ہے (خازن و بیضاوی) تفسیر صاوی نے فرمایا ہے میں اس اور مدد سے اس کے معنی میں حاضر یا گویا ہو جانا لئے پر حالانکہ اس صورت میں خطاب صحابہ کرام سے ہو سکتے کہ اس سے مراد وہ محفل ہے حضور سے ملاقات سے مراد ہوں کہ حضور انور ہی کی طرف پالواسطہ یا بلاواسطہ یا حضور انور کا دعوت دینا ہے جیسے خطبہ امام یا مدرسہ وں اس صورت میں یہ خطاب سارے مسلمانوں سے ہے یہاں اللہ تعالیٰ کا ہے مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ کہ رب تعالیٰ بلاواسطہ کسی کو نہیں بلاتا یوں ہو **وللرسول متعلق تفسیر** ہے **للہ** پر خطاب یہ ہے کہ اللہ کی پکار پکار رسول اللہ کی پکار ہے جو اس پر حاضر ہو وہ اس کے ارشاد ہے **اذا دعاکم** میں **دعا** سے **دعوۃ** ہے **اذا** کے معنی ہیں جب کبھی وہ فاعل رسول اللہ ہیں اس میں خطاب ہے صحابہ کرام سے اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کی پکار پر حاضر ہونا ہر وقت ہر حال میں ضروری ہے خواہ نماز میں ہو یا کسی اور کام میں

مسلمانوں سے ارشاد ہے **دعاکم** کا مطلب وہ ہو گا جو ابھی عرض کیا گیا کہ جب کبھی رسول تم کو بلائیں تو اس پر حاضر ہو جاؤ تم نماز میں ہو یا کسی اور کام میں سب چھوڑ کر حضور کی طرف چل پڑو **لما یحییکم** ما مصدریہ اس سے پہلے تین تفسیریں کرتے ہیں کہ **لما** میں **لام** معنی **الی** ہے یا صلہ ہے یا موصوف ہے یا تعلیل کا معنی شیء یحییکم فاعل ہے معنی جس چیز کی طرف رسول تم کو بلائیں تو تم کو زندگی بخشنے والا ہے قرآن مردہ ہو کیونکہ قرآن مومنوں کو روحانی زندگی بخشتا **اوحینا الیکم روحا من امرنا** میں مراد جبریل ہو کہ وہ قوموں کی زندگی کا ذریعہ ہے یا اس سے مراد سارے اسلامی عقائد و اعمال ہیں ان سے بھی روحانی زندگی ملتی ہے عروہ اس زیر کا یہی قول ہے یا مراد ایمان ہے کہ اس سے دونوں جہاں میں زندگی نصیب ہوتی ہے مجاہد شہادت فی سبیل اللہ ہے شہید کو حکم قرآن زندہ ہیں **بل احیاء ولکن لا تشعرون** میں اس تفسیر پر دو نکتہ اٹھاریں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اس صورت میں حضور انور کے ہر بلانے پر حاضری ہم پر نہیں رہتی بلکہ اصل بلانے پر حاضری ہے حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بلانے پر حاضری لازم ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعب والی حدیث میں ہے اس کا جواب اس محفل کی حاضری شریف والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے تم عام تفسیر میں عرض کریں گے دوسرے بلانے والے کو بتائے معلوم ہوا کہ حضور مجھے کسی کام سے لئے بلا رہے ہیں تو یہ کلمہ زندگی بخشنے والا ہے اور محفل حاضری ہے ہر بلانے والے پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہم میں **لھذا** ان فرمان کی قوی تفسیر فقیر نے یہ کی ہے **لما** میں **لام** **لاجلہ** ہے اور **یحییکم** فاعل رسول ہیں اور معنی یہ ہیں کہ رسول جب تم کو بلائیں تو اس پر حاضر ہو جاؤ یہ کلمہ رسول تم کو زندگی بخشتے ہیں لفظ اس لائق تم سے ہے کہ اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے آؤ اس تفسیر پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ ان کلمات سے حضور انور کے ہر حکم پر دوڑنا ضروری ہے ان شرطوں قید میں اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث سے یہ سوال حل ہو گیا **واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ** یہ مدعا یا ہے اس سے واضح ہے اس میں مدعا حکم کی وجہ علت یا دلیل ہے **یحول** ثلاثی مجرد سے ہے جس کے دو معنی ہیں کھوٹا ہونا جانا **یحول علیہ الحول**

www.alahazratnetwork.org

سال اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے یعنی اس کو محروم کر دیتا ہے پھر وہ نیکی میں جانے نہیں جانے کو حول کہتے ہیں اس سے پردہ کو حائل کہتے ہیں اسی سے ہے **حیلو لتھم** سے مراد صرف انسان ہے مرد ہو یا عورت اس فرمان میں دو بہت تفسیریں ہیں اللہ تعالیٰ اسلام اور اس کے دل کے درمیان آڑ واقع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دل میں ہدایت داخل نہیں ہوتی یا داخل شدہ ہدایت نکل جاتی ہے اللہ تعالیٰ کافر و منافق کے دل کے درمیان آڑ واقع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کفر سے ایمان یا معصیت کے تقوے سے بدلے ہوئے دل ایمان میں نہیں آتے اور وہ ہدایت سے محروم رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسلام اور اس کے دل کے درمیان موت کی آڑ واقع کر دیتا ہے کہ اسے موت دے دیتا ہے جس سے وہ اپنی دلی کیفیات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اللہ تعالیٰ اسلام اور اس کی دلی تمناؤں کے درمیان آڑ واقع کر دیتا ہے کہ اس کی آرزوئیں باوجود کوشش کے پوری نہیں ہوتیں گویا یہ سے مراد دلی تمنائیں ہیں۔ غرض ہوس کرنا مذموم ہے جیسے ہر حال ہے سال ہوا ہی خیال بھر کیا ہی دل میں پیدا ہو کیا ہے دل سے مراد عقل ہے رب فرماتا ہے **ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب** یہ قول کفار کے متعلق ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور اس کی عقل کے درمیان آڑ واقع کر دیتا ہے اسے پاگل دیوانہ بنا دیتا ہے یا قلب سے مراد قرب الٰہی ہے یعنی اس کی نیک خاص نعمت جس اللہ تعالیٰ اسلام اور اس کے قرب کے درمیان آڑ حائل کر دیتا ہے اسے اپنے سے دور کر دیتا ہے اور دوزخ سے قابل کر دیتا ہے کہ مستحق دائمی عذاب ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسلام اور اس کے دل کے درمیان سے مراد اس کی عقل اس کے بھی قریب ہے رب فرماتا ہے **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** (تفسیر نعیمی وغیرہ) سر حال مقصد یہ ہے کہ موقعہ صحت حاضر اللہ رسول کی اطاعت کرو پھر موقعے بار بار نہیں ملتے رہ مرد مرد ہو جاتا ہے عاقل پاگل ہو جاتا ہے جیتے جیاتے دم کے دم میں بدل جاتے ہیں اس کے نیکیوں میں جلدی کرو **وانہ الیہ تحشرون** یہ عبارت معطوف ہے **ان اللہ** پر اور **اعلموا** معمول ہے جس یہ بھی جان رکھو کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں آخر کار بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے پر پہنچنا ہے۔

اے لوگو مجھ قربان ہو جاؤ ان کے قدموں پر
یہ موقع زندگی میں بار بار نہیں کرتے

خلاصہ تفسیر اس تفسیر کے مصنف نے اس آیت کی بارہ تفسیریں بیان کی ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اطاعت کرو جب وہ تمہیں حضور کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہے اس سے غافل نہ ہو اور یاد رکھو کہ اللہ بھی ہر وقت تمہارے اس کے درمیان حائل ہے تم اس حال میں بھی ہو کہ اللہ کے حضور حاضر ہو اور اس کے سامنے ہو اور وہ تمہارے دل کے بھید جانتا ہے اور تم

www.alahazratnetwork.org

الٰہی میں پیش ہونے چاہئے کلام کرتے مرو تاکہ اچھی حالت میں اچھوں کے ساتھ تمہارا حشر ہو۔ بخاری شریف حضرت سعید بن معلی سے روایت فرماتے ہیں میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے رسول اللہ نے پکارا میں نے نماز ہلکی پڑھی پھر میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا حضور نے فرمایا اللہ جل جلالہ نے نہیں فرمایا کہ جب بلائیں حاضر ہو جاؤ اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی اس لئے نماز پڑھتے تھے حضور نے ان پر احسان فرمایا تھا حضور نے فرمایا تم قرآن پڑھتے ہو عرض کیا حضور تو نے فرمایا تم نے قرآن پڑھا ہے یہ آیت پڑھ کر عرض کیا حضور میں نماز میں تھا حضور نے فرمایا تم نے قرآن پڑھا ہے یہ آیت پڑھ **استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم** عرض کیا اب آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ ان مضمون کی احادیث ترمذی شریف وغیرہا میں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور نے ایک صحابی کے دروازے پر آواز دی وہ نماز میں مشغول تھے جلد فراغت کی طرف توجہ نہ کی حضور ناراض ہو گئے فرمایا **لعلنا اعجلناک** شاید ہم نے تم کو جلدی بلا لیا عرض کیا ہاں فرمایا تم غسل یا وضو کر کے آتے تو یہ روایت ہماری مذہب حنفیہ کی مؤید ہے۔ اس آیت سے عمل علماء کی عملی منکروں کا رد ہے۔

فائدہ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ حضرات صحابہ کے حق میں ہے کہ وہ حضور کی حاضری پر حاضر ہوتے تھے غائب نہیں ہوتے تھے۔ فائدہ **یاایھا الذین امنوا** سے یہ حال حاصل ہوا کہ جب

دم عیسیٰ ہاں ہوتے غائب نہ کبھی اپنے قدموں سے ہٹتے اترں
مر کر بھی یہ عیب میں تو یہ ناموری سے ہاں کہتے تھے

دوسرا فائدہ حضرات صحابہ کرام کو بہت سی عبادات وہ میسر ہوئیں جو ہم کو نہیں ہو سکیں جیسے حضور انور کا دیدار حضور کی خدمت حضور کے پاس جانے پر حاضری حضور کے دربار کے آداب یہ فائدہ بھی **الذین امنوا** سے حاصل ہوا۔ اس سے مراد حضرات صحابہ ہیں کلمہ الٰہی فعل ہی رہنے میں بچ کر بھی تمام ہیں بچ سکتا ہی ہیں تو ہے کلمہ سے تعلیم **فائدہ** حضور انور کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا ہے یہ فائدہ ترتیب قبل بالواسطہ کسی کو نہیں ملا تیسرا فائدہ **للہ وللرسول** ترتیب بعد میں بالواسطہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ **اذا دعاکم** میں ہے کہ جس حالت میں حضور بلائیں حاضر ہو جاؤ خواہ نماز ہی کی حالت ہو۔ حضور کی پکار کے وقت ہر حالت میں خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤ **اذا دعاکم** میں اس سے حاصل ہوا۔

مسئلہ نماز کی حالت میں حضور انور کے بلانے پر خدمت اقدس میں حاضر ہونا اور اس کا حضور حکم دیں اس سے بھی وہ نماز میں رہے کاٹ چھانٹ رعایت روا نہیں دیکھی پڑھے۔ تفسیر روح المعانی و تفسیر صاوی ایسا ہی ہے اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں حاضری ہے تو یہ حاضری وہ نہیں جس سے نماز ٹوٹ جائے فقیر ستار عفی عنہ کہتا ہے کہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں حاضری بارگاہ کے مراتب ہیں ادنیٰ درجہ کا حضور اعلیٰ درجہ کا حضور

www.ahazratnetwork.org

حضور کو سلام کرنا ہے۔ **السلام علیک ایھا النبی** دوسرے کو سلام کرنا نماز توڑ دیتا ہے اس کی بحث تحقیق ماری کتاب شان حبیب الرحمٰن اور سنت مصطفےٰ میں دیکھو **مسئلہ** چند صورتوں میں نماز توڑ دینا چاہئے ماں کے بلانے پر نفل نماز توڑ دے ملنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اگر کوئی شخص بے خبری میں چھت سے یا کنویں میں گرا جارہا ہو تو نماز توڑ دے اور اسے بچالے آگ لگی ہو اونٹ کا مہار تڑا کر بھاگا جارہا ہو یا ریل چھوٹی جارہی ہے یہ یہ نیچے نماز پڑھ رہا ہے وغیرہ ان صورتوں میں نماز سے علاوہ دوبارہ پڑھنی ہوں اس کی تفصیل شامی میں دیکھو **پچھواں فائدہ** حضور انور ہر مومن کے دل کی بات سننے والے ہیں **لما یحییکم** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جو حضور کے واسطہ سے مانگا جائے وہ موت سے بھی فائدہ دیتا ہے اور ہر مشکل سے نجات اور جنت بھی عطا ہوتی ہے۔

لا تحسبن الجھول حلتہ فلک میت و ثوبہ کفن

جس حال تک کی مراد ہے اس سے علی پر ہے ہیں اس کی موت اس طرح قبر میں ہے اور اس کا کفن ہے **چھٹا فائدہ** حدیث پر عمل کرنا ہے قرآن و حدیث ایک ہیں اس لئے حضور نے قرآن کے ساتھ حدیث کو بھی **متعلق** فرمایا ہے قرآن سے ہم نے سیکھا کہ قرآن میں ہر مال اور ہر قسم کی ظلمت کے متعلق فرمایا کہ یہ حدیث سے ہم نے سیکھا کہ حدیث میں ہر مال اور ہر قسم کی ظلمت کے متعلق فرمایا ہے حضور ہی نے ہمیں قرآن و حدیث پر عمل کرنا سکھایا **ساتواں فائدہ** **للہ والرسول** سے حاصل ہوا **ساتواں فائدہ** حضور انور کا فرمانا کہ یہاں آواز پر اس کا قبول کرنا اس آیت کے بموجب ضروری ہے کہ فرمایا **استجیبوا** **آٹھواں فائدہ** اس آیت کو تبلیغ کو جہت سے دیکھیں حدیث میں ہے کہ اس کو مدت نہیں قبل مسلمہ شریف سے روایت حضرت عبداللہ ابن عمرو حدیث نقل کی۔ فرمایا ہے کہ انسان کا دل رحمان کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اور پھر فرمایا ہے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی اطاعت پر جملے حضرت انس فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اکثر یہ دعا فرماتے تھے کہ **مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک** اے دلوں کے پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر جما دے۔ یہ فائدہ **یحول بین المرء و قلبہ** سے حاصل ہوا جو آیت سے مراد ہو تبلیغ فائدہ حاصل ہوتا ہے **نواں فائدہ** انسان کو دنیا کی محبت میں ڈوبے ہوئے دیکھ کر موت کو یاد کرنے میں جلدی کرے نہ معلوم موت کب آجائے یہ فائدہ **یحول** سے حاصل ہوا جو آیت سے مراد موت ہو دوسری تفسیر **دسواں فائدہ** تقویٰ کی اصل قیامت والے دن حساب کی شدت ہے حساب کا خیال رکھے وہ انشاء اللہ گناہ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا **گیارہواں فائدہ** **الیہ تحشرون** سے حاصل ہوا۔

پہلا لغت یہاں **استجیبوا** کا صلہ لام ہے حالانکہ اس کے معنی ہیں حاضری یا قبولیت، علم نے معنی سے حاضر

www.alahazratnetwork.org

ہو جاؤ یا قوں کر دیا گیا ہے جیسے **استعینوا** کے معنی میں مدد مانگو۔ لہٰذا کہ دیا۔ **جواب** اس اعتراض کا خود تفسیر صاوی سے یہ ہے کہ یہاں **استجیبوا** لہ اصل سے ہے جس کو ترک کر دیا گیا ہے جیسے **اھریقوا** ان **اریقوا** ہے اس میں ہ زائد ہے باقی حصہ ہے دیا۔ یہاں یہ سوال طلب کے لئے جس بلد میں ہے جس کا طلب ہے اور بلا حاضر ہو جاؤ۔ حروف ان زیادتی معنی کی زیادتی کا سبب ہے بہر حال یہ **استجیبوا** سے معنی پیدا ہے اس طرح ارشاد ہوا دوسرا **اعتراض** اس آیت زیر میں اللہ اور رسول دونوں کو بلانے والا ارشاد ہوا تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ارشاد ہونا چاہئے تھا یہ کیوں ہوا **جواب** اس کے جواب اسی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے لئے ہے بلانے والے صرف رسول ہیں اللہ کے اضافہ سے ارشاد ہوا معنی یہ ہیں کہ جب رسول اللہ تم کو بلائیں تو تم حاضر ہو جاؤ یا یوں ہوا کہ بلانے والے دو ہیں اللہ اور رسول مگر بلانا ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بلانا اصل ہے اور رسول سے یوں کہو کہ بلاوے ہیں مگر ان دونوں بلاووں کی ریل دہل ایک ہی ہے یعنی ریل دہل مضمون مشترک ہے اور اللہ کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے تھا **تیسرا اعتراض** اگر یہ بات ہے تو وہ خلاص رب تعالیٰ کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ اللہ اور رسول کا بلانا اصل ہے اور رسول کا بلانا اللہ کے بلانے سے حاصل ہوتا ہے۔ **جواب** یہ ہو سکتا ہے کہ یوں قریب ہے **دعاکم** سے اللہ اور رسول کا بلانا قریب ہے قریب کی طرف بلانا ہے۔ رب فرماتا ہے **اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ** یہاں بھی اللہ اور رسول کا غنا ہے مگر اصل میں غنا اللہ کی واحد چیز ہے رسول کے لئے یہ غنا رسول کی طرف سے دوسرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا بلاتا ہے۔ پارتا ہے رسول کی بلانے پارنے میں ہو اپنی طور سے دیں پارنے رب تعالیٰ کی طرف سے اللہ کا بلانا ہے رسول کی طرف دوڑنا چاہئے۔ اس میں دونوں پارنے شامل ہو جائیں گے۔ **چوتھا اعتراض** یہ ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ تم اللہ رسول کی کلام سننے کے بعد ہی جواب دیتے ہو حالانکہ بہت سے ایسے کام ہیں جن میں بلانے کے بعد حاضر ہونا ضروری نہیں جیسے فرض نماز شروع کر لینے کے بعد توڑنا حرام ہے تب تم حاضر ہو جاؤ یہ معلوم ہوا کہ ان کے بلانے پر حاضر ہو جانا ضروری نہیں۔ **جواب** اس کا جواب بھی اسی تفسیر سے یہ ہو سکتا ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے جس جگہ یہ واقعہ ہے جس وقت کلام سنے گئی تم ہو جاؤ جس سے وہ قید ہونا بھی نکلتا ہے کہ اللہ اور رسول کی کلام سننے کے بعد وہ حکم سزاوار ہیں کہ ان کا حکم ہر ارشاد میں ان سے تمہارے لئے رد کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ رب فرماتا ہے **من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا** یہاں بھی اس کی قید یا ہی ہے اختیاری نہیں ہے اللہ تعالیٰ جو قرض دیا جائے گا وہ جس کی ہو گا قبیح دیا جائے گا تفسیر میں عرض کیا جا چکا ہے ایک اس کا ایک قول میں کہ رسول تم کو رد کی گنجائش ہیں اور یہ حکم ان کی حیات ظاہری میں ہے اس صورت میں یہ اعتراض ہی نہیں۔ **پانچواں اعتراض** حضور انور کو رد کی ہے سکتے ہیں تو تم کو رد کرنا رب فرماتا ہے اللہ یہ حکم ہے (اب لو جواب) **جواب** تو حضور انور کو مراد لے کر اس کا جواب دیا گیا ہے اور رد کرنے والے رد ہیں رد کرنے والے رد ہیں جس پر وہ گواہ رہیں جو ایک صوفی نے کہا ہے۔

میں مری تو تجھ مرے میری جانے ۔۔۔ بچے پیر کا مالکا مرے نہ مارے

رب فرماتا ہے شہداء سے **بل احیاء عند ربھم** ان کی موت کی رد کرنا کیسی سخت بے ہودہ ہے

www.alahazratnetwork.org

نہیں جاتا حضور وقت پاتے ہیں چھپ سے میں مست نہیں گئے سورج چھپ کر بھی دیا کے کام بتاتا ہے رات بتاتا ہے تارے چمکاتا ہے ہلال مغرب عشاء تہجد الغرض ہر وقت کا وقت بتاتا ہے حضور انور قمر انور میں رہ کر ہم سے چھپ کر ہمارے سارے دینی و دنیاوی کام بناتے ہیں یہاں عرفان متقوی بلکہ عالم بلکہ حضور سے ہے اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب مرآت باب الجمعہ میں حدیث من لھ امام فی رمضان میں ملاحظہ فرمائیں تو وہ آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں اس کی تاثیریں اب بھی ہوا کرتی ہیں، محسوس ہوتی ہیں۔ چھٹا اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل پر آڑ بنا لیتا ہے یا خود آڑ بن جاتا ہے تو اس کی مثال کے خلاف ہے کہ لوگوں سے دل تو چھپ نہ سکے وہ ہم تو آنکھوں کے پردے اٹھا دیتے ہیں کہ خود ان سے جواب **یحول بین المرء** میں ہے اللہ کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کی سے نہ کسب کی جیسے چھری گلے پر چلانے سے اللہ عزوجل موت پیدا کر دیتا ہے ایسے ہی جب انسان غفلت والے کام کرتا ہے تو رب تعالیٰ دل میں غفلت پیدا کر دیتا ہے دوسری جگہ فرماتا ہے **کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون** ان کی غفلت ان کے اعمال سے پیدا ہوئی۔

تفسیر صوفیانہ: یہاں **الذین اصوا** میں مومن بھی داخل سارے فرشتے سارے جمادات نباتات ہر چیز ہمارے سورج کی اس میں داخل ہیں ہاں جس نے اللہ کی نافرمانی کی اللہ نے کوئی مخلوق ظالم نہیں سب مومن ہیں رب فرماتا ہے **وان من شیء الا یسبح بحمدہ** ہاں ہے ہر چیز اللہ کی حمد بیان کرتی ہے اور اس ساعت میں پکار میں حاضر ہو جاتی ہیں حاکم ہیں اور قبیل رشتہ دار ہیں ہر ایک تم سب کی دعا و ثنا میں سے مثیل ہے اس آیت پر عمل تھا کہ اشارہ پاتے ہی چاند پھٹا **اقتربت الساعۃ وانشق القمر**: ہے ہوتے ہی قبر پھٹتے حاضر ہوئے لشکروں پتھروں کو حکم ہوا توں ہی قبر شہادت پڑھنے لگے ہاں ہوا تو وہ بھی حاضر ہوئے فرشتے اس سلطان کونین کا حکم سب پر جاری و ساری ہے **استجیبوا للہ** ہاں ہو چاہے چوتھا حصہ کا ہیں ان کی اس فرمائش میں اسلام سرفہرست تھا اس کو بھگتانے اسے ہمت ہیں ان کے حضور ہمت سے اسے کھانے والے ہیں ارشاد ہوا ہے اسلام تمہاری عمریں چھوٹی ہیں تم کو نہ بتایا ہے ہی اللہ تمہیں عطا فرمائے طاعت و اطاعت والا بنائے ہاں اس آیت سے ثابت ہوا کہ توفیق خود اپنی رب اس پر قادر ہے تم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہوں میں جاؤ ہاں تم سے اور چاہو تو اپنے عمال لے کر آؤ۔ صوفیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت ہر ایک کے حضوری اطاعت کو اللہ کی اطاعت روح کی غذا ہے قلوب کی غذا ہے لہٰذا ہر روز مشاہدہ سے کی جائے اللہ سے حضوری طاعت کو اللہ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت میں کی چاہئے یہاں اطاعت اختیار ہے کہ توفیقات اللہ سب ہو۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

اور ڈرو تم اس فتنے سے جو ہرگز نہ پہنچے گا ان لوگوں کو جو تم میں سے ظلم کریں خاص کر اور جانو کہ بیشک اللہ
اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ کا عذاب

www.alahazratnetwork.org

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۶﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ

سخت عذاب والا ہے اور یاد کرو وہ وقت جبکہ تم تھوڑے تھے کمزور سمجھے ہوئے تھے زمین میں تم

سخت ہے اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے ملک میں دبے ہوئے تھے تم سے تھے کہ کہیں لوگ

تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ

خوف کرتے تھے کہ اچک لیں تم کو لوگ پس جگہ دی تم کو اس نے اور قوت دی تم کو اپنی مدد کے ساتھ

تمہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے زور دیا اور

الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ستھری چیزیں روزی دیں کہ کہیں تم احسان مانو

تعلق اس آیت کا اپنی پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیت میں اللہ کے حضور حاضر ہونے کا حکم دیا تھا اب اس نے حاضر نہ ہونے والوں کا انجام بیان کیا کہ اس پر عمل نہ کرو گے تو عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیت میں اندرونی روحانی بیماری آفت کا ذکر فرمایا تھا یعنی توفیق خیر نہ ملنا اس وجہ سے بیماریاں بڑھ جانا اب ظاہری اندرونی جسمانی آفت کا ذکر ہے یعنی عام قحط میں مبتلا ہو جانا اس سے ایک اعمال کا ضائع ہونا۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں اللہ رسول کی بارگاہ حاضری کا حکم دیا تھا اس انعام و احسان کا ذکر ہے جو حضور کے ذریعہ تم پر ظاہر ہوا یعنی قلت کے بعد عشرت ضروری ہے بعد قوت خود دار کے بعد اس **واذکروا اذانتم**

نزول آیت ربط **واتقوا فتنۃ** راوی نے متعلق چند روایات میں ایک آیت حضرت علی عمار طلحہ زبیر و غیرہم کے متعلق نازل ہوئی اس میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی جو بعد میں ان میں سے جو کیں جیسے حضرت عمر اور حسین وغیرہ روایت ہے کہ ایک بار حضرت زبیر باب بنی عمر تھی سے حضرت محبت سے باتیں کر رہے تھے حضور نے پوچھا کہ زبیر تم اس سے محبت رکھتے ہو حالانکہ تمہارا ماموں محبت رکھتا ہے بچوں عزیزوں سے کرتا ہوں فرمایا اس وقت کیا ہو گا کہ تم ظلم سے قتل کرو گے (تفسیر کبیر خازن وغیرہ) امام سدی نے فرمایا یہ آیت کربلا **واذکروا اذانتم** عروہ نے متعلق نازل ہوئی اور یہ آیت ربط **واتقوا فتنۃ** ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جن سے متعلق حضور انور نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں میثاق سے الگ ہوں اور وہ مجھ سے الگ ہیں (خازن)

تفسیر **واتقوا فتنۃ** میں یا تو **واعلموا** محذوف ہے یا یہ جملہ اپنے ماقبل سے ربط رکھتا ہے **اتقوا** میں خطاب یا صحابہ کرام سے ہے یا سارے مسلمانوں سے دوسری بات قوی ہے یہاں تقویٰ بمعنی ڈرنا ہے **فتنۃ** بمعنی

www.alahazratnetwork.org

آزمائش ہے یا فتنہ کی تخت تاکید ہیں یا فتنہ سے آپس کا لڑنا جدال یا فتنہ سے عذاب آخرت مراد ہے (جاء حق اور باطل) **لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ** ۔ عبارت صفت ہے **فتنۃ** کی فتنہ سے مراد ہے **لا تصیبن** فاعل اس کا ہے اور جملہ وہاں سے آنی ہے یعنی ظلم سے مراد ظلم اور فتنہ سے مراد آپس کی لڑائیاں ہیں **لا تصیبن** فاعل ہے اور ہی میں یہاں فاعل اور ظلم سے مراد وہ لوگ ہیں جو لڑائی میں مشغول ہوں **خاصۃ** یہ حال ہے فاعل کا یا **لا تصیبن** کے فاعل کا حال ہے یا **لا تصیبن** کے فاعل کا حال ہے خیال رہے کہ **لا تصیبن** اگرچہ نہی کے معنی میں ہے اس سے اس پر نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ کی تاکید لی پر نہیں آتی ہے وہ نہی کے معنی میں ہوتی ہے جیسے رب فرماتا ہے **ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم** سلیمان وہ خود ہیں **لا یحطمن** کی نہی کی ہے اس سے اس میں نون تاکید ثقیلہ آیا یعنی اے صحابہ رسول یا اے امت رسول اس آفت نامالی یا اس آزمائش رب یا اس آپس کے جدل و جدال کشت و خوں سے ڈرو تو صرف گناہگاروں خطاکاروں کو ہی نہیں پہنچے گی بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی یا ان گناہوں سے بچو جن کا وبال صرف گناہگاروں پر ہی نہ پڑے گا بلکہ اس کی لپیٹ میں سب ہی آجائیں گے **واعلموا ان اللہ شدید العقاب** یہ عبارت یا تو معطوف ہے **اتقوا** پر یا معطوف ہے **لا تصیبن** پر یعنی ڈرو اللہ کے عذاب سخت سے کہیں وہ تم پر نہ آجائے یا یعنی کچھ خطاؤں پر اللہ کا خوف دلانے کے بعد امید دلانے کے بعد رحم کا ذکر فرماتا ہے کہ **واذکروا اذ انتم قلیل** اس فرمان میں بھی وہی دونوں احتمال ہیں یا تو **اعلموا** پر معطوف ہے یا محذوف سے یعنی یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور یاد رکھو تم تھوڑے تھے اور یہ حال ہے مخاطبین صحابہ سے ہے یا مہاجرین سے یا تمام اہل عرب سے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں سے ہو کہ پہلے مسلمانوں سے وہی حاضرین تھے یا ان کے آباء ہیں یا ماضی ہ

www.alahazratnetwork.org

وایدکم بنصرہ یعنی مال غنیمت سے تمہارا ہاتھ پکڑا اور اپنی قوت بازو فوج فرشتوں سے تمہاری مدد کی تم کو انصار سے دل سے قوی کیا اے غازیان بدر اللہ نے تم کو فرشتوں کے ذریعہ قوت اور فتح دی یہ خطاب حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو نہیں ہوا تمہارے ہی لئے ہے **ورزقکم من الطیبات** تمہارے احسان کا بیان ہے رزق میں ساری حلال روزیاں داخل ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ستھری اس سے مراد وہ مال غنیمت ہے جو تمہارے لئے حلال کیا تم کو اپنے مال میں شریک کیا اے غازیان بدر تم کو انصار سے مال غنیمت بعد میں مال غنیمت عطا فرمایا تم پہلے وہ جو اس سے محروم رہے تھے پہلے ان سے حلال نہیں ہوئی تھی تمہارے لئے حلال کر دی گئی **لعلکم تشکرون** کہ تم بھی اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرو شکر کے معنی اور اس کے اقسام ہم پہلے بیان کر چکے ہیں **واشکروالی ولا تکفرون** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ شکر حقیقی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچے۔

خلاصہ تفسیر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں جن میں سے ہم نے تین تفسیر کا خلاصہ عرض کر دیئے ہیں اے مسلمانو! یہ تمہارے عام قصے ہیں ہوتا رہتا ہے کہ صرف ظاہر بحر کو نہیں پکڑتا بلکہ اپنی غیب سے تمام قصوروں کو دیکھتا ہے یہ تمہارے ہی قصے نہیں ہیں بلکہ اس نے ایسے قصے روا رکھے ہیں یہ خیال رکھو کہ رب تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے جو بھی دیا جائے گا ہاں ہو جانے اللہ کا یہ فضل بھی ہمیشہ یاد رکھو کہ پہلے تم تھوڑی تعداد میں تھے روئے زمین سے تمہارا وجود ضعیف سمجھتے تھے تمہارا کوئی حمایتی نہ تھا تم کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا کہ کہیں ہم کو دیار غیر میں اللہ تعالیٰ کے اوپر ان کے ایک ہی تھپڑ سے تم کو ہلاک نہ کر دے یہ تم نے تھوڑوں کو حملہ کرتے دیکھا ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

عوام پر عذاب نہیں بھیجتا ہاں جب یہ حالت ہو جائے کہ لوگ برائیاں کریں اور دوسرے انہیں روکنے پر قادر ہوں مگر نہ روکیں جس سے عام عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے اور دوسرے جزیرہ میں عبداللہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے جس قوم میں گناہ ہوں دوسرے لوگ اس روکنے پر قادر ہوں مگر نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان کی موت سے پہلے ان پر عذاب بھیجے گا (مظہری خازن) بعض روایت میں اس عذاب کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گروہ کشتی میں سوار ہوں ایک شخص کشتی کا تختہ توڑنے لگے اور دوسرے اسے نہ روکیں اور توڑنے میں کامیاب ہو جائے تو سب ہی ڈوبیں گے یہ احادیث اس آیت کی شرح ہیں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** اگرچہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے عام طور پر عذاب اٹھا لیا گیا صورتیں مسخ ہونا پتھر برسنا صورتیں مسخ ہونا غرق ہونا مگر دوسرے ظاہری عام عذاب اب بھی آ سکتے ہیں جیسے وبائی بیماریاں لڑائی آپس میں پھوٹ وغیرہ لڑائیاں فتنہ وغیرہ یہ فائدہ **واتقوا فتنۃ** سے حاصل ہوا **دوسرا فائدہ** معلوم ہوا چاہیے کہ کسی تباہی میں نہ پھنسیں مدد وہی سب سے ساتھ کر گرفتار ہو جائیں گے وہ یہ خیال کریں کہ ہم تو نیک ہیں تو ہمیں ہم تو بیماریاں ہر جگہ میں نیک کے ساتھ بد بھی پس جاتے ہیں اگر ایک شخص کشتی توڑے تو سارے سوار ڈوب جاتے ہیں۔ فائدہ **لا تصیبن الذین ظلموا** سے حاصل ہوا **تیسرا فائدہ** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں جس قدر بیماریاں ہوتی رہتی ہیں اور اس مارنی وبا لڑتے رہے۔ حضور سید عالم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوتے تھے۔ **چوتھا فائدہ** اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیماریوں کی وجہ سے بیماریاں ہوتی ہیں گناہ کا فرمانبرداری میں نہیں ہیں بیماریاں گناہ سے بلائیں ہوتی ہیں [illegible] **پانچواں فائدہ** معلوم ہوا چاہیے کہ اپنا گزر وقت یاد رکھے تاکہ اس میں تکبر و غرور نہ پیدا ہو یہ فائدہ **واذکروا اذانتم قلیل** سے حاصل ہوا یہ اور مہاجر مصری مدینہ میں قرآن کی حالت ہے تاکہ ہم کو اپنا وقت یاد رہے اور ہم اس مدینہ میں حلاوت قرآن کو ترس نہ رہے تھے عاد علیہ سے خوف سے کہ اس وقتوں میں غار کفر کی کوہ مدینہ میں پھیلے ہوتے تھے۔ **چھٹا فائدہ** یہ ہے کہ دنیا کی مصیبت سے ہمارے بلکہ خود حضور سید المرسلین علیہ السلام کو ڈرنے والے وقت میں ہم ہی کو یہ مسلمانوں کی جماعت ہوں سے اسلام کی طرف سے مدینہ میں تبلیغ ہونے کا حدیث میں ہے

مدینہ سے [illegible] عربوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

ساتواں فائدہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملک دینے والے ہیں یہ حضرات مہاجرین بلکہ حضور علیہ السلام کے مہاجرین ان کی عطا علیہ السلام نے اپنی تائید فرمائی یہ فائدہ **ولیمکم بنصرہ** میں ایک تعبیر سے حاصل ہوا **آٹھواں فائدہ** مدینہ منورہ کی ہوا میں وبا میں سب طیبات ہیں وہاں کی خاصیت ہے شفاء والے یہ فائدہ **ورزقکم من الطیبات** میں ایک تعبیر سے حاصل ہوا اس آیت میں خطاب مہاجرین سے ہوا اور طیبات سے مدینہ منورہ کی

www.alahazratnetwork.org

[illegible] نواں فائدہ [illegible] فاذا لکم [illegible]

[illegible]

دسواں فائدہ [illegible] من الطیبات [illegible]

پہلا اعتراض [illegible] وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم [illegible] جواب تمہاری پیش کردہ آیت میں وہ عذاب مراد ہے جو قوم پر بطور استیصال آتا ہے متعلق ہے کافروں سے فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسواھا ولا یخاف عقبٰھا یہاں اس آیت میں تکذیب وعناد کی وجہ سے عذاب مراد ہے اور عذابوں کو تکذیب میں اصل ہے [illegible] قوم کی تباہی اور چیز ہے تکذیب دوسری چیز وہاں اس آیت میں خلاف عادت کلی عذاب مراد ہیں جیسے [illegible] یہاں عذاب عام ہے [illegible] آپ کی اور آپ کی امت کی وجہ سے [illegible] دوسرا اعتراض [illegible] علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم [illegible] لا تزر وازرۃ وزر اخری [illegible] وعلیھا ما اکتسبت [illegible] جواب [illegible]

اور دوسرے وہ باوجود طاقت کے [illegible] مجرم جرم کرنے کے اقرار اور [illegible] اپنے جرم کی سزا پائے [illegible] مجرم اور دوسرے لوگ ان کے ساتھ رہنے سے مجرم نہیں ہو جاتے [illegible] یوں سمجھ لیں یہ عذاب مجرموں سے [illegible] اور غیر مجرموں کے لئے رحمت کہ ان کو [illegible] جیسے طوفان والی قوم سے [illegible] ہاں ہمارے بتانے کے [illegible] میں جو قافلہ اور چار ہوتے ہیں ان کو [illegible] وہ یہ خیال [illegible] اس آیت میں ارشاد ہے اذا اھتدیتم جب تم ہدایت پر رہو تو [illegible] کو مجرم نہیں ٹھہرا سکتے [illegible] ایک قریبہ [illegible] ہر حال آیات میں تعارض نہیں [illegible] تیسرا اعتراض [illegible] روزی کی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے لا تمنن [illegible] احسان [illegible]

www.alahazratnetwork.org

پھر ہے تم ان سے مع یوں فرمایا۔ جواب ان کا احسان جتانا ان عنایات سے تنگ دلی رغبت ہے شکر کا اس دعا کا نتیجہ ہے تم نے آخر میں رشاد ہوا **لعلکم تشکرون** دعا میں درمیت میں ان میں تفاوت ہیں۔ چوتھا فائدہ۔ یہاں ارشاد ہوا موہ وقت یاد رہے تم تھوڑے تھے مسلمان تو اب بھی تھوڑے ہیں دنیا میں مسلمانوں کی تعداد تو بہت ہے مگر بہت ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں پھر آیت پر عمل درمیت ہوا۔ جواب تم سے کہا گیا تھا کہ تم تھوڑے تھے کمزور تھے خوف رہتا تھا اب تعداد کر چہ خدا میں تمہارے ہیں طاقت پر غالب بھاری ہیں یہ مسلمان کمزور مجبور سے نہیں مگر ہاں اطاعت سے کہ وتعالی پر ہوا ہیں یہ ہمارا کہنا ان قل کے شمار سے ظاہر ہے۔

تفسیر صوفیانہ انسان کو چاہئے کہ اپنے سارے اعضاء سے نیکیاں کرائیں اور ان کو گناہوں سے بچائیں جیسے مجرموں کی حرکت سے یہ مجرم قابو میں ہوتے ہیں ایسا ہو سکتے ہیں جس طرح اب آنکھ اور پاؤں کو گناہوں سے بچاتے ہیں یونہی ہاتھ اعضاء کو بھی گناہ سے بچانا چاہئے کیونکہ ہاتھ سے بڑے بڑے گناہ ہوتے ہیں ہاتھ سے مارنا ہاتھ سے رشوت لینا ہاتھ سے زنا کرنا ہاتھ سے چوری کرنا ہاتھ سے ہی ہوتا ہے۔

[illegible]	[illegible]
[illegible]	مرد گشت و زندگی از وے بجست
[illegible]	کہ بود بہ مار بدار یار ما
[illegible]	یا مد آر و سوے مار مستیم

یہ ہمارے ہاتھ سے وہ مرد اور مردوں سے ساتھ ہیں مگر ہاں وہ مرد جو مردہ خدا کے ساتھ رہ اپنی مرضی ترک کر دے بڑے باپ سے بیٹا بگڑ جائے تو باپ صرف حال سے چھوڑ دیتا ہے مگر بیٹا ساتھی (درخ کی) ماں کے پیچھے ہے ماں کی طرف سے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیں ہاتھ چاہئے ہو تو ان کا شکر ادا کرو۔

[illegible]	[illegible]

اور ہر شکر کی اطاعت دو طرح سے چار طرح میں ہوتا ہے جانا یہ رب کا عطیہ ہے رب کا ہی ہے ہاتھ سے ہاتھ میں طاقت دینے والا ہے دل میں خرچ کرنا چار طرح میں ہوتا ہے ہاتھ سے پڑھنا ہاتھ سے پڑھانا ہاتھ سے لکھنا ہاتھ سے لکھانا چاری اس کے مستحبات ہیں اپنے ہاتھ سے کھانا پینا قرینا وضو کرنا [illegible] ہاتھ سے [illegible] ہاتھ سے [illegible] ہاتھ سے

www.alahazratnetwork.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ۔ خیانت کرو اللہ اور ۔ رسول کی اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں حالانکہ

اے ایمان والو اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ

تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ

تم جانتے ہو اور جان لو کہ اس کے سوا نہیں کہ تمہارے مال اور تمہارے اولاد آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ

خیانت اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد امتحان ہے اور اللہ کے پاس

عَظِيْمٌ ۝

اس کے پاس ثواب ہے بڑا

بڑا ثواب ہے ۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے ۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں حلال چیزوں کا بیان ہے اب حرام چیزوں سے منع فرمایا جارہا ہے یا حلال چیزوں سے روزی حاصل ہوتی ہے حرام میں نہیں ملتی ۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم ہوا **واتقوا فتنة** اب شاید اور وقت سے فتنہ کا ڈر ہے تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ایک فتنہ کا ذکر ہوا ہے پہلے اس کا ڈر ہے اب اس فتنہ کا ذکر ہے جس میں بہت ضرور ہے کہ ہم سے بچنا کہ ہمارے مال و اولاد ۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں بندوں اپنی خیانتوں کے شوم کا حکم یا کیا اب اس کی تفصیل کی جارہی ہے کہ اللہ و رسول کی خیانت سے پہلے مال و اولاد کے شر سے دور رہنا ۔

شان نزول اس آیت کے متعلق چند روایات ہیں ۔ ایک انصاری بارون ابن ہشام کی عورت اس سے قبل سے تھے ان کی بیوی کا نام یا مال بچے یہودیوں کی قریظہ کے محلہ میں رہتے تھے وہ دوست سے ہی قریظہ والوں کی صورت حال دریافت کرنے آگئے تو انہوں نے بڑی عاجزی طرح حضور سے صلح کی چاہی حضور نے یہ اور فرمایا ۔ چونکہ حضرت ابولبابہ سے ان کا پرانا تعلق تھا میں علم کا دانہوں نے ان سے مشورہ کیا ان کی بیوی بچے ان کے پاس تھے ان کے مشورہ کا ان کی قریظہ والوں نے حضور کے حکم پر اپنے قلعے خالی کردیئے اور حضور کے حکم پر ہتھیار ڈال دیئے ۔ حضور نے ان کے متعلق فیصلہ کا اختیار حضرت سعد بن معاذ کو دیا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کردیئے جائیں ان کے بال بچے عورتیں قید کرلی جائیں ۔ حضور نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ کیا ۔ اس فیصلہ کے بعد حضرت ابولبابہ کو خیال ہوا کہ میں نے اللہ و رسول کی خیانت کی ہے ۔ اس خیال سے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ فرمائے گا میں اپنے آپ کو نہ کھولوں گا نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا ۔ حضور نے فرمایا کہ اگر یہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے دعا کرتا اب تو اللہ ہی ان کی توبہ قبول فرمائے گا ۔ اس آیت میں ان کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے ۔

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

تفسیر: یاایھاالذین اٰمنوا اس خطاب شریف میں تمام حضور پر ایمان لانے والے داخل ہوتے ہیں یہ جملہ آگے بھی ہیں ایمان سے پہلے حضور انور یہاں ان لوگوں سے خطاب فرمارہے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں ایک سادہ سی بات سمجھ لیں ہم تم سے قائم ہیں یا تم ہم سے قائم ہو یہی حضور انور سے قائم ہونا ہے یہ لوگ ایمان لا چکے ہیں یونہی انہوں نے یہاں حضور سے یہی نہیں صرف سلام عرض کیا فرمایا **لاتقولوا اصاولکن قولوا اسلمنا** سلام اور یہاں میں فرق وہ بیان کر چکے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہم میں قیامت تک کے مومنوں سے خطاب ہے یہ اس خاص سے عمر عبارت عامہ ہے اگلا جملہ بھی اسی سے متعلق ہے **لاتخونوا اللہ والرسول لاتخونوا** یہ خون سے ہے معنی ہیں اس کا مقابل ہے وفا، معنی پورا کرنا **وابراھیم الذی وفی** یہاں [illegible] یات تو ایک چیز ہے اور عہدوں کی [illegible] یات [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

www.ahazratnetwork.org

میں بہت بڑی ہیں۔ عمل میں سستی، مال و اولاد کی الفت، آخرت کی یاد سے غافل کرتی ہے۔ مال و اولاد کی محبت کی وجہ سے مسلمان جہاد جیسے اہم فریضہ سے رہ جاتا ہے۔ اس کا تعلق براہ راست مسلمانوں کی عاقبت سے ہے۔ **وانتم تعلمون** کا عطف **لاتخونوا** پر ہے۔ **لاتخونوا** کی قید سے خیانت واضح ہو گئی کہ یہ کام حال حرام ہے۔ **لاتخونوا** کی حالت میں اگر تم بھول گئے تب بھی وہ خیانت ہے۔ **لاتعلمون** کا معنی پوشیدہ ہے یعنی تم خیانت کو جان جاتے ہو یا تم جانتے ہو کہ خلق پر اخلاقی پیغام دینا بھی عملی خیانت ہے یا تو جانتے ہو کہ خفیہ خط لکھ کر اسلامی راز دشمن کو بھیجنا (تفسیر حقانی) لہٰذا اس کا تعلق قلبی خیانتوں سے ہے اور **لاتعلمون** اسی خیانت کی قید ہے۔ **اللہ ورسولہ اعلم باسرارھا** اس فرمان سے بعض خیانتوں کی وجہ بتلا دی کہ تم خیانت نہیں سمجھتے، چنانچہ ارشاد ہوا **واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ** یہاں کی خطاب سے ایسے مسلمانوں سے جن سے **لاتخونوا** تھا۔ قیامت تک کے مسلمانوں سے یہاں **اعلموا** میں علم یقینی ہے **انما** حصر کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال میں عادۃً یہ مفاسد اور مفسد مال یوں ہی اولاد میں بھی ہیں۔ بچے پوتے نواسے سب ہی داخل ہیں ان مال اولاد سے مراد وہ مال و اولاد ہیں جن میں ان کا اسلام اللہ و رسول کو بھول جانا ایسی وقت فرمایا جاتا ہے جب ان کی محبت ان کے دل میں مال اور اولاد کی محبت سے غالب ہو جائے۔ **فتنۃ** کہتے ہیں آزمائش و امتحان کو۔ مال و اولاد میں آزمائش یہ ہے کہ مال و اولاد والے اس مال و اولاد کی وجہ سے اللہ و رسول کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں یا نہیں۔ اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد کفار ہیں جو مال و اولاد کی وجہ سے مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام مسلمان ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ **واللہ عندہ اجر عظیم** یہ عبارت معطوف ہے **انما اموالکم** پر اور معمول ہے **اعلموا** کا۔ اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اگر تم اپنے مال و اولاد کی وجہ سے اللہ و رسول کو راضی کرو گے تو اس کے پاس بڑا اجر پاؤ گے۔ دوسرے یہ کہ اگر تم اپنے مال و اولاد کی خوشنودی رب کو فدا کر دو گے تو اس کا اخروی اجر و ثواب پاؤ گے۔ ظاہر یہ کہ اگر اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔ اگر ناکام ہوئے تو نقصان میں رہے دونوں راستے تمہارے لیے ہیں جو چاہو اختیار کرو۔

خلاصہ تفسیر اے ایمان والو! تم اللہ و رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو درانحالیکہ تم ایمان کے دعوے دار ہو۔ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (جن کی محبت میں مبتلا ہو کر خیانت کرتے ہو) ایک آزمائش کی چیز ہے اور یہ بات بھی جان لو کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے (جو اس آزمائش میں پورا اترے) اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے (یعنی اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچتے رہو گے) تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے (حق و باطل میں) امتیاز کر دینے والی چیز پیدا کر دے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ایمان کے لئے [illegible] ہیں اس سے ایسی دلیلوں کو چاہو یہ تمہارے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہیں اس آزمائش میں کامیاب رہنے والوں کو معقل رضوانی حاصل ہوتی ہے پس عظیم الشان والی چیز تمہارے موجود سے یا اپنے مال و اولاد کی محبت کی وجہ سے [illegible] کر کے [illegible] چھوڑ دے [illegible] ہو تمہارے [illegible] اس سے [illegible] ہو [illegible] ہو [illegible] ہو

www.alahazratnetwork.org

[illegible] علمی خدمات جلیلہ کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

پہلا اعتراض [illegible] معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم [illegible]

الصحابۃ کلھم عدول جواب: ہم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو معصوم نہیں مانتے بلکہ عادل مانتے ہیں [illegible] قائم [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ہم قائم ہیں رہے [illegible] واقعہ میں خود [illegible] کسی [illegible] دوسرا اعتراض [illegible] کہ [illegible] کیے ان کو قبول [illegible] حیات [illegible] صورت [illegible] وفات [illegible] حیات [illegible] ہوئی [illegible] حضور [illegible] تمام [illegible] دوسروں [illegible] یا [illegible] جواب: حضرات صحابہ اپنے [illegible] ہیں کہ [illegible] رب تعالیٰ [illegible] قرآن مجید [illegible] بات [illegible] یا [illegible] قرآن [illegible] وہ خاص ہیں تو قرآن مجید مخلوط ہو گیا **نعوذ باللہ** [illegible] وہ [illegible] حیات [illegible] وہ [illegible] رہے [illegible] وہ خاص نہیں [illegible] تک صدیق [illegible] روز [illegible] حال [illegible] آ [illegible] حیات [illegible] حضور [illegible] مال [illegible] ان کی [illegible] کے گنہگاروں [illegible] جو [illegible] نہیں [illegible] چاہیے تھا [illegible] حضور [illegible] میں [illegible] تیسرا اعتراض [illegible] یہ [illegible] معلوم [illegible] کہ [illegible] باتوں [illegible] ان [illegible] ایک [illegible] واحد [illegible] چاہئے تھا۔ جواب: آیت [illegible] ہے [illegible] حیات [illegible] چوتھا اعتراض [illegible] آیت سے معلوم ہوا [illegible] ہو [illegible] حیات [illegible] کہ [illegible] حیات [illegible] جاتے [illegible] ہو [illegible] حال [illegible] ہوئے [illegible] ہوا [illegible] ہے۔ جواب: آیت کا مطلب [illegible] ہے [illegible] بھی [illegible] میں [illegible] عرض [illegible] کیا [illegible] کہ [illegible] ہو [illegible] آ [illegible] ہوئے [illegible] حیات [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] طرح [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] روح [illegible] مطلب [illegible] ہے [illegible] بھی [illegible] مطلب [illegible] صحیح [illegible] ہے [illegible] حیات [illegible] آ [illegible] حیات [illegible] سے [illegible] ہوا [illegible] ہے [illegible] طور [illegible] وہ [illegible] واقع [illegible] ہوا [illegible] وہ [illegible] حیات [illegible] میں [illegible] عام [illegible] اور [illegible] ہوئے [illegible] قتل [illegible] میں [illegible] آ [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] ان [illegible] باتوں [illegible] میں [illegible] فرق [illegible] نہیں [illegible] ہو [illegible] گا۔ پانچواں اعتراض: اس [illegible] آیت [illegible] سے [illegible] معلوم [illegible] ہوا [illegible] کہ [illegible] ان [illegible] آیات [illegible] میں [illegible] حدیث [illegible] شریف [illegible] سے [illegible] معلوم [illegible] ہوا [illegible] کہ [illegible] یہ [illegible] آیت [illegible] حدیث [illegible] میں [illegible] قتل [illegible] میں [illegible] جواب: [illegible] قتل [illegible] میں [illegible] ان [illegible] سے [illegible] ان [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] ان [illegible] میں [illegible] کہ [illegible] ان [illegible] سے [illegible] ان [illegible] سے [illegible] ان [illegible] سے

www.alahazratnetwork.org

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بہتر ہے یہاں ارشاد فرمایا کہ وہ ارواح و قلوب جو نور ایمان سے منور ہو چکے اور عرفان کی نعمتوں سے تیار ہو چکے ابدی حیات سے ہمکنار ہیں وہ دنیا کے شکار سے حاصل نہ ہوں اور رسموں کی خیانت نہ کرو اطاعت کے مقابل معصیت پر عمل نہ کرو اپنی اداؤں میں بھی خیانت نہ کرو کہ محبت الٰہی اور محبت رسول کو محبت دنیا میں تبدیل کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی دنیا تک رہنے دے گا جس کی سزا میں وہ اللہ کی رحمتوں سے محروم رہے گا تم جانتے ہو کہ دنیا کے حوالے کرنا اور فروخت کرنا بارہا دیکھا ہے اور سنا ہے آزمائش ہوتے وقت ہے اس سے ہر ایک صادق اور صدیق و زندیق میں فرق ہو جاتا ہے اللہ کے پیارے حقیر سی چیزوں میں پھنس کر بڑی نعمت سے محروم نہیں ہوتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ دے گا تمہارے لئے فرق و امتیاز اور دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں اور بخش دے گا تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرو

سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اور مٹا دے گا تم سے گناہ تمہارے اور بخش دے گا تمہیں تمہارے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

تعلق اس آیت کا پچھلی آیات سے چار طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کا ذکر ہے تقویٰ سے اللہ کے فضل کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیتوں میں تین قسم کی خیانتوں سے مسلمانوں کو روکا ہے اب ارشاد ہے کہ اگر تم نے تقویٰ یعنی خیانتوں سے پرہیز اختیار کیا تو تم کو تین بڑی نعمتیں عطا ہوں گی فرقان، مغفرت، اجر عظیم پہلے دو اور عمل کی اجرت آخرت میں ملے گی۔ **تیسرا تعلق** یہ بھی پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل والے بنو اس سے فضل حاصل کرنے کا طریقہ ارشاد ہو رہا ہے یعنی تقویٰ اختیار کرو یہ بھی اللہ کے انعامات کے حصول کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

تفسیر یاایھا الذین امنوا اس جملہ میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے ان کو تقویٰ کا حکم دیا ہے اس میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علماء، صلحاء، اولیاء، مجتہدین، مقلدین، شارحین، مفسرین، محدثین، فقہاء، قاری، ہر زمانہ کے مسلمان داخل ہیں جو ایمان سے متصف ہوئے ایمان سے متصف ہونا علم یقینی اور ایمان یقینی والا اور حق الیقین والا ہر قسم کے مسلمان سے خطاب ہے۔ **ان تتقوا اللہ** یہاں ان شرطیہ ہے اس کی شرط محذوف ہے جس کا تقویٰ سے تعلق ہے تقویٰ کے تین درجے ہیں تقویٰ عوام، تقویٰ خواص، تقویٰ اخص الخواص۔ تقویٰ عوام ترک شرک، تقویٰ خواص ترک گناہ، تقویٰ اخص الخواص ترک ماسوی اللہ۔ **شعائر اللہ** کی تعظیم تقویٰ ہے قرآن نے فرمایا **ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من**

www.alahazratnetwork.org

تقوی القلوب یہاں یہ تینوں تقوی مراد ہیں یا طلبہ تقوی کی ابتداء خوف خدا پیدا ہوتی ہے اس کی انتہا عشق خدا ہے اس **اتقوا** سے جملہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا یا ہر خوف ابتداء سے شوق و شوق درمیانی حالت اور عشق و سوز انتہا تقوی ہے میں عباد کا فرمانا ہے **یجعل لکم فرقانا** یجعل بنا ہے **جعل** سے معنی پیدا کرنا بنانا یہاں دو مفعول ہیں ایک **لکم** ہے دوسرا **فرقانا** ہے باب **فرق** سے معنی پہچان کرنا ہے اس لیے قرآن کریم کا نام فرقان ہے کہ حق و باطل میں پہچان کرتا ہے وہ ان کتاب ہے شاید رب تم کو فرقان پہچان عطا فرمائے کافروں سے یہ ہے کہ ان میں یہ فرقان ہے اس کا معنی ہے کہ حق و باطل میں فرق کیا کرے یہ قوی اس حرج سے بعید ہے اس لیے مفسرین نے اس کے معنی کیے صرف ہمیشہ مواقع میں کافی جس سے مسلمانوں کو عزت عطا کرے حق و باطل میں پہچان ہو جائے قرآن نے بھی اس کو عموماً یوم الفرقان فرمایا یوم التقی الجمعان اس لیے ہر اس مسلمانوں کی حالت عارض پڑے فوراً اس کا تدارک کرے اشتباہ و حیرت سے جائے کہ مومن یقین پا جائے میں مقاتل کا ہے مومنوں کی شہرت کمال کا بدلہ ہے اس کی حیثیت کہ کری ہے یہ قول محمد ابن اسحاق کا ہے جس سے صحیح صادق ہو اس کے ہیں جیسے علی الفرقان علی طائفۃ مومن سے وہ مخلص و صادق میں پہچانتے ہے

مدد ہو ان کی تائید سے پہچانتے ہے

مرجعل اس فرمان میں سے بہت مخاطب ہو سکتے ہیں بہتر یہ ہے کہ یہ سارے معنی مراد ہوں رب تعالیٰ قلبی مومن کو صفات عطا فرماتا ہے ہماری تفسیر روح المعانی میں ہے **و یکفر عنکم سیاتکم** یہ دوسرا امر ہے یہ عبارت معطوف ہے **یجعل لکم** پر اور ان شرطیہ ہے **یکفر** کا معنی چھپانا مٹانا معاف کرنا ہے اللہ تعالیٰ کی لشکری و کافروں اور اسلام کے کسی عقیدے سے کفار کو کہتے ہیں یہ نام کافور سے ہے اپنی تیز خوشبو سے دوسری خوشبوں کو چھپا دیتا ہے چونکہ اس میں چھپانے مٹانے کے معنی شامل ہیں اس لیے اس کے بعد **عن** رشوہ **سیات** ہے یہ دن جس **فاحشہ سوء** معنی برائی یہ بڑی قبیح ہے اور کبائر میں سے ہے یا قصداً اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد قصداً کرنا اعلاء روح انہیں) بھی گناہ صغیرہ کو کبیرہ عادتاً کرنے سے قرآن **ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم** اور بھی معنی دیا ہے کافر آتا ہے یہاں مطلقاً گناہوں سے معنی ہیں جب اس کے حقوق العباد غائب ہیں ہو وہ بھی اللہ کے حق سے معاف ہیں معاف ہو سکتے **و یغفر لکم** تیسرا امر ہے یہ عبارت بھی معطوف ہے **یکفر** پر اس کا مفعول بھی پوشیدہ ہے **ذنوبکم** ہو سکتے ہیں اس کا مفعول بھی سیات ہوں ہو ان میں کی طرح فرق دیا ہے ہیں تمہارے ہو چکے ہیں **و اللہ ذو الفضل العظیم** اس میں سے ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل و کرم اور مہربانی والا ہے وہ بندوں پر تعلق سے بغیر استحقاق کے عطا فرماتا ہے بخشتا ہے تمہارے وہ قصور جو تم سے ہو چکے ہیں اس لیے ہیں فضل سے ہے اس کا فضل و رحمت ہی ہے جو تمہیں حاصل ہو چکے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ تفسیر اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو کہ اس کے احکام پر عمل کرو اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچتے رہو اللہ تعالیٰ تم کو تین خصوصی نعمتیں عطا فرمائے گا تمہارے دلوں میں وہ نور پیدا کر دے گا جس سے تم حق و باطل میں بھلے برے کاموں میں اچھے برے آدمیوں میں فرق کر لیا کرو گے تمہارا اول تم کو فتویٰ دے گا کہ یہ کام اچھا ہے اسے کرو یہ کام برا ہے اس سے بچو یا یہ آدمی اچھا ہے اس سے میل ملاپ رکھو یہ برا ہے اس سے دور رہو یا تم کو ہر میدان میں دوست اور فتح اور تمہارے دشمنوں پر شوکت دے گا دوسرا دل باطل میں پہچان دیا رہے گی اس تقویٰ کی برکت سے تمہارے سارے سیئات کا تم کو پورا صاف فرما دے گا تمہارے عیوب چھپا دے گا تمہارے کام و عزت و عظمت دونوں جہاں میں بخشے گا تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنے یہ وعدے پورے فرمانے کو ہے فضل و کرم والا ہے وہ بغیر استحقاق یا استحقاق سے زیادہ عنایتیں بخشتا ہے تم بھی اپنے اللہ سے پورے رہو۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** اسلام کو پہچانئے۔ اپنے عقیدے عمل پر اقبال و درست رہے کہ عقیدہ و عمل کے تعلق اس سے ہیں اس پر ثواب ہوں اس کی برکات ہوتا رہا کو نصیب ہوتا ہے۔ **فائدہ دوم** یہ ہے حاصل ہوا پہلے ایمان تقویٰ ہو پھر تقویٰ سے دوسرا فائدہ ملتا ہے فرض ہیں۔ اعمال حرام ہیں ان چیزوں سے تقویٰ میں اور تقویٰ کا علم ایمان سے بعد سے بعد ہیں رہو تو یہ فرض ہیں ثواب اور یہ حرام ہیں فائدہ دوم اس آیت سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو علم عطا فرماتا ہے اس سے وہ بے علم ہوں یہاں بتایا اس کا معنی اس سے یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کو علم نہیں دیا جاتا۔ **چوتھا فائدہ** اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ سے پہلے ہی یہ فرق عطا ہو جاتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم کو اللہ تعالیٰ ایک نور عطا فرمائے گا جس سے تم حق و باطل میں فرق کر لیا کرو گے۔ **پانچواں فائدہ** اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حکایت حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ تھا کہ وہ بڑا فاسق و فاجر تھا اس کے گھر میں بہت سی لونڈیاں تھیں وہ ان سے بدکاری کرتا تھا اس کے گھر میں ایک لونڈی تھی جو بہت خوبصورت تھی اس کے آقا نے اس کو آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا اس کے بعد اس کے گھر میں بدکاری کرنا چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے اس لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اس کے بعد تم نے بدکاری کرنا چھوڑ دیا اس کی کیا وجہ ہے اس نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اس کے بعد میں

www.alahazratnetwork.org

عورت پر نگاہ پڑی جب خدمت عالیہ میں پہنچے تو فرمایا و بعض حضرات ہمارے ہاں اس حالت میں آتے ہیں تو ان کی آنکھیں زنا کا اثر ہوتا ہے حضرت اس آیت کے بموجب یہ بات بھی دیکھ لیتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے **اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ** مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے یہ ہے فرقان کی تفسیر۔ چھٹا فائدہ جس شخص کامل قدرتی طور اچھے کاموں اچھے لوگوں کی طرف راغب ہو اور برے کاموں برے لوگوں سے متنفر ہو تو وہ بعد تقوی مومن متقی ہے یہ فائدہ بھی **فرقانا** سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ اللہ تعالیٰ متقی مومنوں کو دشمنوں پر جہاد میں فتح دیتا ہے اگر فتح چاہتے تو ایمان مضبوط تقوی پختہ اختیار کرو یہ فائدہ فرقانا کی تفسیر سے حاصل ہوا کہ فرقان سے مراد ہو مومنوں کی فتح یا نصرت دے حق باطل میں فرق کردے فرماتا ہے **اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا** ایمان و تقوی دو روحانی تعمیریں تو عبادت میں اللہ کے وعدے پر ہیں۔ آٹھواں فائدہ قوت ایمان اور تقوی سے دشمنوں میں قدرتی ہیبت پیدا ہوتی ہے یہ قوت خدا اور بھی اللہ کی مدد سے یہ فائدہ فرقان کی چوتھی تفسیر سے حاصل ہوا۔ فرقان سے معنی نصرت ہوں۔ نواں فائدہ اللہ تعالیٰ پچھلے گناہ معاف فرمادیتا ہے یہ فائدہ **ویکفر عنکم سیاتکم** سے حاصل ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الحسنات یذھبن السیئات** بدی نیکیوں سے بدیاں نیکیوں میں تبدیل ہوتے ہیں رب فرماتا ہے **فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات تقوی اللہ** ہی کی مدد سے۔ دسواں فائدہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنے وعدوں سے بڑھ کر عطا فرماتا ہے یہ فائدہ **وفو الفضل العظیم** سے حاصل ہوا کہ اس فرمان عالی میں تین انعامات کے بعد رب نے اپنے فضل و کرم کا فرمایا جس میں تینوں انعامات بھی آجاتے ہیں تو فضل کا وعدہ ہے ہم تقووں سے کیا کیا دیں گے۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ **ان تتقوا اللہ** اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو پھر اس سے ان پانچ انعامات کا وعدہ فرمایا۔ **جواب** اس میں تعلق شرط سے ہے جزا سے نہیں یعنی اگر تقوی ہوگا تو یہ انعامات ملیں گے جیسے کہا جاتا ہے کہ اگر سورج نکلا ہے تو دن ہے یا اگر سورج نکلا ہے تو روشنی ہے یہ نہیں کہ سورج کا نکلنا روشنی کا سبب ہے بلکہ روشنی سے ملزوم ہے سورج کا نکلنا لازمی ہے اس موقوف علیہ وہی یہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے ایمان تقوی میں مضبوط ہیں تو تم سچے مومن ہو۔ **دوسرا اعتراض** یہاں وعدہ فرمایا کہ متقی مومن ظاہر و باطن میں تمیز کرلیتے ہیں ہم نے بڑے بڑے متقی شریعت سے بالکل بے خبر دیکھے پھر یہ وعدہ کیسا یہ غلط ہوا۔ **جواب** تقوی صرف عبادت کا نام نہیں بلکہ اور چیزیں بھی ضروری ہیں ہم نے ابھی تمہید میں عرض کیا کہ یعنی تقوی اللہ دین کے سارے احکام کا نام ہے ان کے دو رکن ہیں مجموعہ پر عمل کرنے سے رب عالم فرائض و سنت پر عمل کرنے والے کو ہی روحانی یعنی اللہ کی محبوب چیزوں کا مالک بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ تحریر ہے ان شاء اللہ اس کے بعد روحانیت صوفیہ میں سے **تیسرا اعتراض** کفارہ سیئات اور مغفرت میں کیا فرق ہے۔ **جواب** اس میں چند فرق ابھی تمہید میں ہم نے عرض کیے مثلاً کفارہ سیئات تو ہمارے عیوب یا چھوٹے گناہ معاف فرمانا کفارہ سیئات ہے چھوٹے گناہ یا معافی سے

www.ahazratnetwork.org

اعتراض ہوا تو اس کا جواب **واللہ ذو الفضل العظیم** میں ارشاد ہوا۔ جواب

ویرزقہ من حیث لا یحتسب فرمایا **وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ** فرمایا **ھدی للمتقین**

تفسیر صوفیانہ تقویٰ دو طرح کا شریعت کا تقویٰ جس سے حرام چیزوں سے بچنا اس آیت میں ہے **فاتقوا اللہ ما استطعتم** طریقت کا تقویٰ جس سے ماسوا اللہ سے بچنا اس آیت میں ہے **واتقوا اللہ حق تقاتہ**

تقویٰ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں ہیں ان میں سے چند یہ ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو جنت میں سب سے زیادہ کون سی چیز داخل کرے گی فرمایا تقویٰ اور اچھا خلق۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ کی جگہ دل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے اور سینہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس آیت میں تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف حکم ہے اور تقویٰ کی طرف کوئی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا اس لئے اپنے بندوں کو اپنی مدد کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ میں ہی تقویٰ کی توفیق عطا فرماتا ہوں جس نے مجھ سے مدد چاہی اور مجھ پر بھروسہ کیا میں اس کو حق و باطل، حلال و حرام میں فرق کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہوں اور اپنے محبوب پیغمبر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق عطا فرمائی تھی اور اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہاری دعا میں ہیں

اے دل تو نیز خاطر ایشاں نگاہ دار با کافراں بگو کہ فرستادۂ ویم

اے دل تو بھی ان کی خاطر داری کا خیال رکھ

لطف تو گفتہ اند و ما لطف تو دیدہ ایم حکم تو بردہ اند و ما حکم تو دیدہ ایم

تیرے لطف کو انہوں نے بیان کیا اور ہم نے دیکھا تیرے حکم کو انہوں نے مانا اور ہم نے دیکھا

اس لئے میں ان کو اپنی طرف بلاتا ہوں اور ہمیشہ بلاتا رہوں گا جو میرے اپنی محبت کے لئے بلاتا ہے اس کی طرف میں

کہ اگر ہست کہ تقدیر بر من چیرہ شود من ہمہ شب بہ امید سحر خواہم سوخت

اگر ایسا ہے کہ تقدیر مجھ پر غالب ہو جائے تو میں ہر رات صبح کی امید میں جلتا رہوں گا

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو امتحان سے بے خوف نہ ہونا چاہئے کہ آخر عمر تک دونوں میں سے کس کا ساتھ دے گا حق و باطل سے معیار بنانا اور اس کے فنی ہونے کو اپنے ایمان کو اپنے پاس رکھنا چاہئے

www.alahazratnetwork.org

ے تعلق ہے تعلق ہے ان کا الفضل ہے ان کا ذکری کا اور ان سے تعلق ہے طاقت سے ان کا تعلیم روح البیان)

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ

اور یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال

وَيَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

تم کو اور وہ اپنی تجھتے تھے اور تدبیر کر رہا تھا اللہ اور اللہ بہتر تدبیر والوں سے ہے

اور اللہ ان کا مکر کرتے تھے اور اللہ ان کی تجھ پر مکر فرما رہا تھا اور اللہ کی تدبیر تدبیر کر سکتے ہیں ہے

تعلق ان آیات کا یہ تیسری آیت سے چار طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فضل والا ہے اب اس فضل کا بیان ہے جو اس نے غزوہ بدر میں فرمایا۔ **دوسرا تعلق** گزشتہ پچھلی آیت کریمہ میں مسلمانوں پر ایک خاص فضل و کرم فرما ہوا **واذکروا اذانتم قلیل** اس فضل کا ذکر ہے اور خصوصی طور پر ایسی حضور فتور کو ایسے نازک موقعہ پر شرکفار سے محفوظ رکھنا بڑا فضل ہے مسلمانوں پر ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر مومن متقی بن کر رہیں تو ان میں فرقان عطا فرمائے گا اس فرقان کی عطا ثابت فرمائی جا رہی ہے۔ فرقان سے مراد کیا ہے چلے ہیں جس کا ذکر فرقان ابھی ہی تھا۔

شان نزول جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کرنے دوسرے علاقوں میں جانے کا ارادہ فرمایا یہ خبر رب کی مکہ کے کفار مکہ کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ بات ہر ایک تم سے یوں کہی جائے کہ مکہ والے نے انصار کے ہاتھ بیعت اسلام کی دوسرے سال ۱۳ کے موقعہ پر انصار نے بیعت عقبہ ثانیہ میں یہ خبر غار مکہ تک ہی تو وہاں بھی آپ سے آخر ہو گئی یہ بات قریش مکہ کے سرداروں کو اس کا پتہ چلا ہے ہو گئے اور دارالندوہ میں اکٹھے ہو کر مشورہ کرنے لگے اس وقت میں عقبہ ان ربیعہ ابوجہل ابوسفیان ابوالبختری ابن ہشام زمعہ ابن اسود حکیم ابن حزام ابی ابن خلف وغیرہ سب موجود تھے۔ بات چیت کرنے کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے اس کے اثرات دوسرے علاقوں میں پھیل رہے ہیں ابھی بات یہاں تک ہوئی تھی کہ ایک سفید ریش بوڑھا وہاں آ گیا اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے اور تمہارا اس خصوصی میٹنگ میں کیوں آنا ہے اس نے کہا میں شیخ نجدی ہوں مجھے تمہارا اس مشورہ کا پتہ چلا

www.alahazratnetwork.org

پتہ لگالو میں بھی تم کو اچھا مشورہ دیتا ہوں تم میرے مشوروں سے بہت فائدہ پہنچے گا یہ سن کر سب چلے گئے ابلیس آئے (یہ ابلیس تھا) لوگوں میں شامل ہو کر اب اس نے آگے چلی ابلیس نے یہ سب کچھ کہا گیا ابلیس یعنی شیخ نجدی بولا کہ اپنے مشورے پیش کرو پہلے ابوالبختری اس نے کہا ہم نے ان کو بہت کچھ سمجھایا مگر یہ نہ مانے اب ہم کو محمد مصطفےٰ ﷺ کا انتظام کرنا چاہئے میری رائے یہ ہے کہ ان کو ایک گھر میں قید کر کے دروازہ پتھروں سے بند کر دیا جائے وہیں بھوکے پیاسے ہو جائیں گے شیخ نجدی بولا یہ رائے غلط ہے کیا تم نہیں جانتے کہ ان کی قوم ہاشم ان کو جبراً وہاں سے نکال لیں گے اور مکہ میں جنگ نہ ہو جائے جس سے کچھ نہ کچھ نقصان پہنچے یہ رائے رد ہو گئی اس کے بعد ہشام ابن عمرو قبیلہ بنی عامر میں سے تھا کھڑا ہوا کہ اسیں ایک اونٹ سوار کر کے ملک شام کی طرف نکال دو کہ پھر وہ مکہ کا رخ نہ کر سکیں اور ہم اس آفت سے نجات پائیں شیخ نجدی بولا یہ رائے بھی نہیں ہے تم نہیں جانتے ہو وہ کیسے فصیح اللسان سیف زبان صاحب تاثیر ہیں کہ اپنی باتوں سے قبائل کے قبائل کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں اگر تم نے ان کو مکہ سے نکال دیا تو وہ کسی اور عرب کے قبائل میں جا کر ان کو مسلمان بنائیں گے پھر ان کی مدد سے تم پر حملہ آور ہو جائیں گے اور تم کو مکہ سے نکال دیں گے تم تمام باتوں پر غور کرو سوچا پھر یہ رائے بھی رد ہو گئی پھر ابوجہل کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ قریش کے ہر خاندان سے چند سردار نوجوان تلوار آبدار لے کر یکدم حضور انور پر ٹوٹ پڑیں اور انہیں قتل کر دیں یہ پتہ نہ چلے گا کہ قاتل کون ہے تو کفار ہاشم بنی قبیلوں سے لڑ نہیں سکتے وہ راضی ہو جائیں گے ہم قبیلے والے چند سے لے کر دیت ادا کر دیں گے شیخ نجدی بولا ہاں بہت ہی اچھی ہے یہ شخص بہت ہی رائے معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہ قرار داد پاس ہوئی اور کفار مکہ سے بھی حاضرین اپنے گھروں کو چلے گئے ادھر حضرت جبریل امین نے حضور انور ﷺ کو اس سارے واقعہ کی خبر دی اور حضور انور کو ہجرت مدینہ کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا چنانچہ ایک رات کفار قریش ننگی تلواریں لے کر حضور انور کا گھر گھیر لیا حضور انور نے بحکم الٰہی حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر اس رات سو رہو تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کفار تمہارا بال بیکا نہ کر سکیں گے ابھی قاتل حملہ آوروں کی لاشیں میرے پاس ہیں ان کی لاشیں لوٹا کر میرے پاس مدینہ منورہ چلے آنا حضرت علی خوشی راضی ہو گئے اور حضور انور یہ آیت پڑھتے ہوئے گھر سے کفار سے صاف نکل گئے **انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا الی قولہ فاغشیناھم فھم لا یبصرون** اور حضرت ابوبکر صدیق کو ہمراہ لے کر غار ثور میں تشریف لے گئے ادھر یہ کفار حضرت علی کو حضور انور سمجھتے رہے صبح صادق کے وقت جب حضرت علی بستر سے اٹھے تو کفار علی کو دیکھ کر حیران رہ گئے پوچھنے لگے اے علی محمد کہاں ہیں فرمایا آپ نے فرمایا کہ جب سے یہ لوگ حضور انور کی تلاش میں نکلے ہیں ادھر ادھر چاروں طرف پھیل گئے ادھر حضور انور ابوبکر صدیق کے ساتھ غار حضرت صدیق اکبر کے ثور پہاڑ کے ایک غار میں پہنچ گئے حکم الٰہی سے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور ایک جنگلی کبوتر نے انڈے دے دیئے بعض غار یہاں بھی تلاش کرتے ہوئے پہنچے مگر جالا اور انڈے دیکھ کر واپس چلے گئے حضور انور اس غار میں تین دن قیام فرما رہے حضرت عبداللہ بن ابوبکر (جو نوجوان لڑکے تھے) رات میں جو سارا قصہ واقعہ پیش آیا وہ مشورے یہ آیت یہ سب واقعہ بیان ہو رہی ہے اس سے متعلق تھا۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر: **واذ یمکر بک** یہ فرمان حال یا جملہ ہے اس لئے اس کا واؤ ابتدائیہ ہے اور **اذ یمکر** یک ہوشیدہ فعل کا معمول ہے **اذکر** یاد کریو شیدہ کا ئنات سے محبوب آپ وہ وقت یاد کریں یا لوگوں کو یاد دلائیں خیال رہے کہ یہ آیت مدنی ہے جس میں مکہ معظمہ کے ایک واقعہ کا ذکر ہے **یمکر** بنا ہے مکر سے جب اس کا فاعل کفار ہوں تو اس کے معنی ہوتے ہیں داؤ فریب وہی یہاں مراد ہے چونکہ یہ سازش بہت دیر تک ہوتی رہی جس میں مختلف لوگ تدبیریں پیش کرتے رہے اس لئے **یمکر** مضارع استعمال ہوا چونکہ ان ساری سازشوں کا تعلق حضور انور کی ایذا سے تھا اس لئے بک ارشاد ہوا یعنی آپ کے متعلق لوگ مکر و فریب کرتے تھے **الذین کفروا یہ یمکر** کا فاعل ہے اس میں کفار اور ابلیس سارے کافر داخل ہیں کیونکہ اس سازش میں شیطان بھی برابر کا شریک تھا چونکہ یہ سب کفر میں یکساں تھے اس لئے دونوں سے **الذین کفروا** ارشاد ہوا **لیثبتوک** یہ متعلق ہے **یمکر** کے **یثبتوا** بنا ہے **ثبت** سے جس کے معنی ہیں روکنا

قلت و یحکم ما فی صحیفتکم قالوا الخلیمتہ امس مثبتا" رجعا"

عرب کہتے ہیں **ضربہ حتی اثبتہ لاحراک بہ** (روح البیان) اس فرمان حال میں ابو البختری کی اس رائے کی طرف اشارہ ہے کہ حضور انور کو ایک مکان میں قید کر دیا جائے اس کے بعض ہم خیالوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر رکھا جاوے بعض نے کہا تھا کہ انہیں چونہیں نکال کر ہلاک کر دیا جائے کہ وہ چل پھر نہ سکیں ایک ہی جگہ رہیں اسی ایک لفظ میں یہ سب باتیں ارشاد فرما دی گئیں **او یقتلوک** اس فرمان حال میں ابو جہل کی اسی رائے کی طرف اشارہ ہے کہ سارے قبیلوں سے آدمی مجموعی طور پر حضور کو شہید کر دیں جیسا کہ شان نزول میں بیان ہوا یہ ہی رائے پاس ہوئی تھی **او یخرجوک** اس میں ہشام ابن عمرو کی رائے کی طرف اشارہ ہے کہ حضور انور کو اونٹ پر سوار کر کے مکہ سے نکال دیا جاوے جیسا کہ اسی شان نزول میں بیان ہوا یہ رائے بھی شیخ نجدی یعنی ابلیس نے رد کر دی تھی **ویمکرون ویمکر اللہ** اس فرمان حال میں ان سب کی تدبیروں کی کمزوری اور رب تعالیٰ کی تعبیر کی قوت کا ذکر یعنی وہ سب تو اپنی سی تدبیریں سوچتے تھے جیسے خود کمزور شیطان کمزور اس کی رائے کمزور **ان کید الشیطان کان ضعیفا** اور اے محبوب آپ کی حمایت میں آپ کے بچانے میں آپ کی حفاظت میں یا کفار کی ہلاکت میں ہم خفیہ تدبیر فرما رہے تھے اس میں گفتگو ہے کہ رب کی اس تدبیر سے کون سی تدبیر مراد ہے؟ اس سے مراد حضور انور کو بروقت ان کی سازشوں کی خبر دینا؟ یا حضور انور کو گھیرا ڈالنے والوں کی جماعت سے بچ کے سلامت نکال دینا؟ یا غار ثور کے دروازے پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے لگا دینا؟ یا بدر میں کفار مکہ کو میدان بدر کی طرف پہنچا دینا؟ یا بدر میں سب سے پہلے کفار کی نگاہ میں مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی نظر میں کفار مکہ کو تھوڑا کر دکھانا **ویقللکم فی اعینہم**؟ بدر میں دو بچوں کے ہاتھوں ابو جہل کو قتل کرانا؟ غزوہ احزاب یعنی خندق میں تیز ہوا سے دشمن کفار کا سارا لشکر تتر بتر فرما دینا وغیرہ ہو سکتا ہے کہ یہ سارے ہی واقعات مراد ہوں (از روح المعانی) **واللہ خیر الماکرین** یہ جملہ یا ہے یہاں خیر بمعنی بہتر نہیں بلکہ یا تو معنی قوی ہے مقابل ضعیف یا خیر مقابل ہے شر؟ **الماکرین** میں الف لام یا تو استغراقی ہے یعنی سارے فریب کرنے والوں سے اللہ قوی ہے وہ بہت کمزور ہیں یا عہد خارجی ہے اور مراد وہی دار الندوہ میں جمع ہونے والے سازشی کفار ہیں یعنی وہ سب تدبیریں سوچنے والے بدترین خلق ہیں کہ محبوب کے خلاف تدبیریں سوچتے ہیں ہم بہتر

www.alahazratnetwork.org

ہیں ہمارے سارے کام تیری تدبیریں ہیں کہ ہم محبوب کی حمایت و حفاظت میں تدبیریں خفیہ فرماتے ہیں لہذا آیت کریمہ واضح ہے (جاء الحق)

خلاصہ تفسیر اے محبوب علیہ السلام آپ پر اور آپ کی خلیل آپ کی امت پر بڑے ہی فضل و رحم فرمانے والے ہیں آپ کے ثبوت میں اپنی امت کو وہ وقت یاد دلاؤ جب آپ کے خلاف سردار ان قریش بلکہ ان کے ساتھ ان سب قبائل عرب اہل اہلیس مکر تدبیریں سوچتے تھے کوئی کہتا تھا کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو باندھ دیں کوئی کہتا تھا کہ آپ کو قتل کر دیں کوئی کہتا تھا کہ آپ کو وطن سے نکال دیں غرضیکہ ہر ایک اپنی اپنی تدبیریں دوڑا رہے تھے اور آپ کے خلاف سوچ رہے تھے اور آپ فارب آپ کے متعلق خلاقی تدبیریں فرما رہا تھا آپ سے دیکھ لیا کہ وہ کفار تدبیریں کر رہے تھے ہم قوی اور قوی تدبیر والے ہیں کہ ہم آپ کو ان شر سے اپنی حفاظت میں لے لیں گے اور وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے (ت)

فائدہ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ شیطان** آپ سارے میں نظر رکھتا ہے اس کا ہیڈ کوارٹر قلب میں ہے یہ فائدہ اس آیت کے شان نزول سے حاصل ہوا کہ خود اس نے آپ کو قتل بھی کرنا چاہا تو دیکھ لیا کہ وہ ہمارے حضور پر نور سے متعلق ہے ارشاد فرمایا **وھالک تطلع قرن الشیطان** میں سے شیطان کا قرن وہ شیطان کا پیٹ تھا۔

لطیفہ سیٹلائٹ والے ہمارے ہم میں بیٹھے ہوتے ہیں اسی طرح یہ قرن الشیطان کو شیطان سے ہوتے ہیں کہ وہ تو کہہ چکا **لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین** میں تیرے بندوں کو سب بہکاؤں گا مگر یہ قرن الشیطان ہمیشہ ان مخلصین کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں وہ مخلصین سے مایوس ہو کر چلے جاتے ہیں یہ سیٹلائٹ والا حاضر جب کسی سے لڑائی ہوتی ہے تو اسی قرن الشیطان کو آگے کر دیتا ہے تو پیچھے سے روکاوٹ ہو جاتا ہے اور وہ دوڑ دوڑ کر ہمارے خلاف کو مشورے دے کر ملک ہوا یا ہمارے آگے کر دیا یہ حاضر سے میں داخل ہوتا ہے تو پہلے آپ سیٹ داخل کرتا ہے پھر اپنی قسم ہوں ہی جب شیطان اور ان کے ساتھ جائے گا تو پہلے اسی قرن شیطان کو داخل کرے گا پھر جب وہ آخر میں خود جائے گا حضور اور کے سارے فرمان ہو رہا ہوتے ہیں دوسرا فائدہ شیطان پر ہمارا ان کی مدد آتے کہ اسی مشورے دینے کی لعنت میں گرفتار ہے یہ فائدہ بھی اس آیت سے شان نزول سے حاصل ہوا کہ جب شیطان شیخ نجدی کے پاس گیا تو اس نے اسے مفوں سے آپ کے خلاف مدد دی اور بلکہ اس نے اپنی رپورٹ بھی کرا دیتے میں بھی ہندوستان کے مولوی اسماعیل دہلوی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہاریوں میں دیکھا تو حضور انور اس جملہ میں تشریف فرما تھے جیسا کہ ہماری اس عبارت سے خبارات میں شائع ہوا تھا جب مدینہ میں ملا اسماعیل کے آنے کی خبر کیوں نہ ہوتی اس نے تو اپنے راہبہ کا فرد ضرور دیکھا ہوگا ہم ضرور اسے دیکھ پائیں گے۔

یوں ہوں میں ہیں ہوں میں یاں کہوں سے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پہ فدا تم پہ کروڑوں درود

www.alahazratnetwork.org

تیسرا فائدہ: غار ثور میں ابلیس سے ساتھ ہیں اس مقام ایک یہ فائدہ **الذین کفروا** سے حاصل ہوا کہ رب سے یہاں ابلیس اور کفار قریش کو ایک الذین اور ایک کفروا سے بیان فرمایا اس طرح اشارۃ اللہ حضور انور سے اس غار میں حضور سے غلام رہتے ہیں۔ رب تعالیٰ دیواروں میں ان سے غلاموں کو ان سے حفاظت رکھے آمین

علیہان وابستہ دامان تو ۔۔۔ اے پناہ ما غریباں السلام
اے رہ آمت لہ تو ما حریص ۔۔۔ مقدم عالم پتہ قربان

چوتھا فائدہ: غار ثور مسلمانوں سے مخالف سازشیں کرتے رہتے ہیں جب وہ حضور انور سے بازو رہے تو دوسروں کا کیا ہے فائدہ **واذ یمکر بک** سے حاصل ہوا مسلمان کبھی فن سے غافل نہ رہیں۔ پانچواں فائدہ: یہ آیت ہے۔ کفر کے مقابل بہت کام آتی ہے۔ دشمنوں میں گھرا ہوا مسلمان اس آیت کی برکت سے ان کے نرغے سے نکل جاتا ہے **وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون** اس فقیر نے اس بار یعنی 1369ھ حج سے موقع پر اچھی طرح آزمایا۔ چھٹا فائدہ: یہ ہے مخالف فن کے دین کے مخالف سازشیں کرنا شیطانی لوگوں کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دین کی حفاظت اس دین کی حمایت اور نصرت کے لئے تدبیریں کرنا عمل نور ہے۔ ملی لوگوں کی سنت ہے یہ فائدہ **یمکرون و یمکر اللہ** سے حاصل ہوا دونوں میں مقابلہ ہے۔ **اولئک حزب الشیطان** اور **اولئک حزب اللہ** سے حاصل ہوا اللہ میں ترے سے شیطانی لوگ ہیں۔

موسیٰ و فرعون شبیر و یزید ۔۔۔ ایں دو طائفت از ازل تا امد پید

یہی پتہ چلا۔ یہی طالب سے تیرا پتا اپنا مطلوب فخر دو عالم ہیں۔ سنت رسول ہے بلکہ نبی کی طرف سے کفار کے مقابل حضرت رسول حضرت جبریل فرماتے ہیں۔

فان ابی ووالدتی و عرضی ۔۔۔ لعرض محمد منکم وقاء

ساتواں فائدہ: اے رب کے محبوب اگر رب کا مقابلہ کریں تو رب کی تدبیر غالب رہے گی یہ فائدہ **واللہ خیر الماکرین** سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے حضور انور کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے۔ کفار کا مکر تو ہے ہی کیا حضور کی حفاظت کی یہ تدبیر ظاہر ہے کہ رب کی تدبیر کا ظہور حضور انور کے ہاتھ میں سے ہوتا ہے۔ اپنے ہاتھ نہیں لگاتے۔

آٹھواں فائدہ: آیت سے دشمن کی یا قاتل خونخوار کی اس کا لوا کرنا ثابت ہے۔ جیسے حضور حضرت علی کو ہجرت میں اپنے ساتھ نہ لیا تاکہ وہ ان کی امانتیں واپس کر کے آویں جو ان کی امانتیں حضور انور کے پاس تھیں حالانکہ حضور کو ان سے فرض ہونے کا علم تھا دوسری چیز۔ نواں فائدہ: حضور پر اللہ کے فضل سے یہ رہا تھا کہ دشمن بھی آپ کو امین مانتے تھے اپنی امانتیں حضور کے پاس رکھتے تھے دیکھو یہ ہیں خونخوار دشمن جو حضور انور سے پیاسے تھے قتل کے درپے تھے اپنی امانتیں اس وقت بھی حضور کے پاس تھیں حضور کو صادق القول مانتے تھے۔

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض کفار کا مطلب یہ تھا کہ اے محبوب کو پہلے گزشتہ رات میں ایک بار ہو چکا تھا پھر اسے **یمکر** حال سے ہے یوں ارشاد فرمایا۔ **جواب** اس میں فعل ماضی استمراری ہوتا ہے یعنی وہ مکر کرتے تھے اللہ بچانا تھا لہٰذا یہ فرمانا بالکل درست ہوا۔ **دوسرا اعتراض** یہ وقعہ ماضی میں صرف ایک بار ہوا تھا ماضی استمراری کبھی نہیں ہوتی وہ دوام و ہمیشگی چاہتی ہے پھر ماضی استمراری کیونکر درست ہوسکے۔ **جواب** اسی رات کفار نے بار بار طرح طرح سے ہوسکے اللہ تعالیٰ کی مخلوق نے بار بار طرح طرح کی ہوں اس لئے استمرار درست ہوا۔ **تیسرا اعتراض** یہ ہے کہ فعل طلب حبیب ہے یا پھر حضور اور فاعل کفار ہیں لہٰذا حرب طلب حبیب ہوا جو کہ بالکل غلط ہے۔ **جواب** اس کا حل یہ ہے کہ کفار نے آپ حبیب کو قتل کرنے کی تدبیریں کیں اللہ تعالیٰ نے ان تدبیروں کو باطل کر دیا۔ **چوتھا اعتراض** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں تو حکیمانہ ہوتی ہیں اور یہاں ان کی تدبیروں سے معلوم ہوا کہ کفار کی تدبیریں بھی اچھی تھیں حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ **جواب** اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں تو حکیمانہ ہوتی ہیں اور کفار کی تدبیریں ضعیف اور کمزور ہوتی ہیں مقابل شیطان کی تدبیروں کو **ان کید الشیطان کان ضعیفا** فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ظاہر و باطن میں دو دو قسم کی قدرتیں رکھی ہیں ظاہر میں ظاہری قدرتیں جیسے اور باطن میں باطنی قدرتیں جیسے خالق کی قدرتیں مخلوق کی قدرتوں سے مقابل ظاہر و باطن میں ہیں ظاہر کی قدرتیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

إِنْ هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ

تحقیق کہ لیں ہم مثل اس کے ہیں یہ مگر کہانیاں اگلوں کی اور جب کہا انہوں نے اے اللہ اگر ہو یہ یہی دین سچا

یہ تو ہیں مگر اگلوں کے قصے اور جب بولے کہ اے اللہ اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے

الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

پس برسا ہم پر پتھر آسمان سے یا کوئی اور ہم پر عذاب دردناک

تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لا

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت کریمہ میں سردار عرب نے اس مکر و فریب کا ذکر ہوا جس کا تعلق حضور انور کی ذات بابرکات سے تھا قید، قتل وغیرہ اب انہیں کافروں کے اسی مکر و فریب کا ذکر ہے۔ اس کا تعلق حضور انور کے دین سے ہے جن دونوں کے دلوں میں قرآن و اسلام کی طرف سے شبہات ڈالے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت کریمہ میں صاحب قرآن پر ہونے والے مکر و فریب کا ذکر تھا اب خود قرآن مجید کے خلاف مکر و فریب کا ذکر ہوا گویا قرآن ناطق، حضور ناطق پر فریب کے بعد اس خاموش قرآن کے خلاف فریب کا ذکر کردیا۔ تیسرا تعلق گزشتہ پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ ایمان و تقوی سے فرقان ملتا ہے جس سے انسان حق و باطل میں فرق و تمیز کرسکے اب تصویر کا دوسرا رخ دکھایا جارہا ہے کہ ان سے بغیر بھائے فرقان کے طلبگار اور عرفان مانگنے دیکھو کفار مکہ کو نہ تو قرآن سے کی توفیق ملی نہ صحیح دعا مانگنے کی کہ بجائے ہدایت سے عذاب مانگنے لگے۔

شان نزول ان دونوں آیتوں کے شان نزول میں دو پہلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنی عبدالدار میں ایک شخص تھا نضر ابن حارث ابن علقمہ جو سلسلہ تجارت فارس و روم جیرہ (عراق کوفہ) وغیرہ جایا کرتا تھا وہاں اہل فارس اور تمام علاقہ کے غیر مسلم سے قصے سنتا تھا، یعنی کہانیاں سنا کرتا تھا اس نے وہ قصے یاد کئے اور وہاں سے کتب قلیلہ وغیرہ خرید کر ساتھ لایا جب اس نے یہود و نصاری کو سجدے، عبادات کرتے دیکھا تو مکہ مکرمہ آکر کفار سے بولا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو قوم عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں میں تم کو رستم و اسفندیار کے قصے سناؤں وہ تم کو قرآن سناتے ہیں دیکھو میرے پاس کلیلہ و دمنہ جیسی کتاب ہے اہل مکہ اس کی طرف رجوع ہوئے اور اس کو علم دینے لگے جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اگر یہ حق ہے تو ہمیں اور یہود و نصاری کو بھی ملنا چاہئے۔ اس کی تائید میں پہلی آیت **واذا تتلی علیھم** نازل ہوئی (تفسیر خازن، روح البیان، معالم التنزیل، بیضاوی، ابن جریر)۔

دوسرا شان نزول حارث سے یہ ہوا کہ جب اس نے کہا کہ اے اللہ اگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم باطل پر ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی اور دردناک عذاب بھیج دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب تم ان میں ہو اور میں کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتا جب تک اس کے نبی اس میں موجود ہوں اور میرا یہ کلام بھی سچا ہوں اور میرا یہ کلام بھی سچا ہے کہ میں ان کافروں کو بھی عذاب نہیں دیتا جب تک یہ استغفار کرتے ہیں (اللہ اللہ) اللہ میں بھی ہتا ہوں اللہ اللہ ہاں ہتاؤں کہ بات اللہ کی یعنی فرشتے اللہ کی لڑیاں ہیں پھر وہ کہ ابھی کر قرآن اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو تجھ پر اور میری قوم پر مثل قوم ہود کے آسمانی پتھر برسا دے یا قوم صالح کو قوم ہود کی طرح ظلمات سے

www.alahazratnetwork.org

ی اس جملہ دوسری آیت ہے۔ **واذقالوا اللھم** ہاں ہوئی جائز یعنی اگر (روح المعانی وغیرہ) حیں رہے کہ حارث وہد بحث ہی کافر ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں دس سے زیادہ آیتیں نازل ہوئی یہ دو آیتیں اور آیت ربہ مال سائل عذاب واقع ہونے والا کافر ہے جو بدر میں تین شخصوں کو حضور انور سے قتل کیا تھا اس بعد حضرت علی حارث یعنی اس کا نام نضر بن حارث اس پر بدر میں نازل ہوا (مدارک وغیرہ) بعض روایات میں ہے کہ یہ دعا اس نے مانگی تھی بعض مفسرین نے کہا کہ یہ دعا سب قریشیوں نے مانگی ہو سکتا ہے کہ نضر اس حارث سے اور یہ دعا کی ہو پھر اسی دعا بھی ابو جہل نے پھر اسے ابو جہل اور دیگر قریش نے (از روح البیان)۔

تفسیر **واذا تتلی علیھم ایاتنا** یہ جملہ ہے اذا ظریہ معنی شرط ہے **علیھم** سے مراد ہیں اس حارث اور اس کی قوم کافر ہیں آیات سے مراد قرآنی آیات ہیں حضور پر نور اور حضرات صحابہ مسلمانوں کو بھی قرآن سناتے تھے اور کافر کو بھی اور سب کو بھی یہاں دوسری تلاوت مراد ہے جس کافر کے سامنے انہیں سنانے کے لئے تلاوت قرآن اتی عبارت شروع **قالوا قد سمعنا** یہ اس کی دلیل ہے اگرچہ یہ کلام صرف حارث کا تھا مگر چونکہ وہ اپنی قوم کا چوٹی کا تھا وہ سب اس کی قوم سے اسی لئے اس نے **قالوا** کا لفظ ارشاد فرمایا اس کا **قد سمعنا** میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اے محمد ہم نے آپ کو بارہا قرآن سناتے ہوئے سنا ہے اب ہم سے کیا چاہتے ہو سنا ہم نے سنا ہے دوسرا یہ کہ ہم نے قرآن سنا ہے تمہارے ساتھیوں کافروں میں سے ہیں اب تم ہم سے کیا چاہتے ہو اس صورت میں رتم اعتدیہ کلیہ دمسے کے لئے تمہارے قرآن سے قصص سے مراد ہیں **لو نشاء لقلنا مثل ھذا** یہ اس کی دوسری جواب ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ہے مثل کلام ہمیں اس کی مثل بن سکتی ہے ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں یہ محض اس کی شیخی تھی ورنہ حضور انور سے اس سال تک سارے کفار دو ہزار سال **ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ** کے باوجود ایک سورت بھی نہ لا سکے۔

کے کوئی منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں!

ان سب نے مل کر قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کی مثل بھی نہ لا سکے اور مثل بھی صرف ظاہری نہیں بلکہ فصیح و بلیغ عبارت کی ظاہری مثل بھی نہیں بلکہ حقیقت سورۃ کوثر وغیرہ میں مثل اس سے تو وہ قریب بھی نہ پھٹک سکے۔ **ان ھذا الا اساطیر الاولین** یہ ان کا مزید بیان ہے قرآن مجید ایک کہانیوں سے بھرا ہوا ہے پہلے لوگوں سے سن سنا کر آپ نے بیان کر دیا ہے **لقلنا مثل ھذا** کی دلیل ہے یہ محض قصے ہیں ان کی طرح ان سے میں بھی ان جیسے قصے بنا سکتا ہوں اس لئے ان کی مثل سے عاجز ہونا کوئی کمال نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ہم نے سنا ہے ہم سنا سکتے ہیں

www.alahazratnetwork.org

مسلمانوں سے تھا اس کلام میں بظاہر مخاطب رب ہے مگر در حقیقت سنانا ہے مسلمانوں کو اور اپنی قوم کفار کو تاکہ مسلمان قرآن مجید کی طرف رغبت میں بڑھ جائیں اور کافر محروم رہ جائیں لہذا یہ قرآن ہی سوال کا جواب ہوگیا۔ عذاب یوں سے کہا گیا عذاب والی بلا ٹیا لیں نے دعوں نے **ان کان ھذا ھو الحق** یہ عبارت اس کا مقصد عذاب میں شرطیہ ہے قال اصل مقصد عذاب کا ہم جو صرف فاسد کے لئے صحیح ہے لیکن کلام کی خرابی قرینہ میں حق سے حق سے پیش سے تک ہو جائے حق اصلی جو پہلے قال کی حد سے اشارہ ہے قرآن مجید کی طرف ہوئی زیادتی سے حصر فائدہ ہوتی اسے اللہ یہ قرآن ہی حق ہے اور نہیں ہوئی یا آیا اسی حق سے **من عندک** عبارت اصل فاعل یہ ان کی صفت سے اس سے پتہ **نازلا** یا **ثابتا** پوشیدہ ہے عذاب کے مراد ہیں قرآن مجید سے تیری طرف سے نازل شدہ اور حق سے تیری طرف سے **فامطر علینا حجارۃ من السماء** یہ اس قال کی دعا ہے اس کی علت پوشیدہ **لانالم یؤمن بہ** تا کہ ہم پر عذاب سے بھی پتھر برسا سے قوموں کی طرح یہ ہم اس پر ایمان نہیں لائے اور پہلی قومیں جب سے ہم میں ان کا ایمان نہیں لائے تھے قال پر عذاب آئے تھے **او ائتنا بعذاب الیم** یہ عطف ہے **فامطر علینا** عذاب الیم سے مراد ہے بھی پتھروں سے ہو اور ان سے عذاب جیسے رجز یہ طوفان ہو اور ان سے کچھ ہو جیسے پہلی امتوں پر آئے تھے یہ قوموں طرح پہلے قوموں اور ردا سے عذاب قوم شعیب قوم ہوں قوم عاد کی طرح صیحہ سے اس رہا ہے ان سے اور ہلاک تھے یہ تو ان قوموں تھیں پہلی تھا ہے ہو پہلے عذاب سے ہلاک ہوئے تھے پہلی امتوں پر چار قسم ہے دوسرے ہلاک ہوئے اپنی قوم کو ہر نہ مانا ان سے ہوں ہیں ان سے ہے قرآن مجید اللہ حق ہو تو ان سے عذاب ہو جائے کیونکہ ظلم کی عادت ہے۔

خلاصہ تفسیر ان کا حضور انور کی صداقت پر بطور تمسخر کے دعا کرنا اور اس کا قبول ہونا اور عذاب کا آنا ان آیات میں ان کا بعض دوسرے قبائح کا ذکر فرماتے ہیں جن کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہوئے ہیں ان کی ایک بات یہ تھی کہ جب ان کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی تھیں تو ان کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے ان کو سن لیا ہے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام بنا لائیں یہ تو وہی پرانے قصے ہیں جو ہم بارہا سن چکے ہیں اور

www.alahazratnetwork.org

طریقہ سوم یعنی یہ فائدہ **قسمعنا** کی ایک تعبیر سے حاصل ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ہم نے قرآن بہت سی کتابوں میں کر سوں انشاء اللہ عزوجل قبر میں بھی تلاوت کرے گا اس سے کبھی میرتہ ہو گا بلکہ اس سے جنت میں زیادہ ہو گا **فاقرؤا فارتقوا** پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔ **تیسرا فائدہ** قرآن مجید کے متعلق یہ کہنا کہ ہم نے اسی جیسی کتابیں بہت سی میں پڑھے اور طریقہ کفار یہ فائدہ **قسمعنا** دوسری تعبیر سے حاصل ہوا جب اس کے معنی یہ ہوں کہ ہمنے فارس و روم میں اس قصے بہت سے ہیں۔ قرآن مجید سے مثل تک نہ لے **چوتھا فائدہ**۔ کافر بہت سچی خبر اور اتارہ ہوتے ہیں اس کا عمل کا ناکارہ یہ فائدہ **لو نشاء لقلنا مثل هذا** سے حاصل ہوا اور کفار عرب میں کبھی ایک آیت قرآن مجید کی مثل نہ بنا سکے تو یہ ہی ہے کہ چاہتے تو ہم قرآن کی مثل بنا دیتے ہم نے چاہا نہیں۔ **پانچواں فائدہ** قرآن مجید سے صرف الفاظ و لفظ اس سے صرف ظاہری قصوں پر نظر رکھے دوسری کتابوں کو اس کی مثل کہنا کسی ظاہری باطنی بے مثل خوبیوں میں غور نہ کرنا نظر ہے اور کفار طریقہ یہ فائدہ **ان هذا الا اساطیر** سے حاصل ہوا یوں ہی حضرات انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء سے ظاہری حالات سنے پڑھے دیکھے دیکھ کر ان کی ہمسری کا دعوی کرنا مومن حضور سے مدروی صفات عالیہ سے مثالیہ میں غور کر کے پکار اٹھتا ہے۔

تجھے کس نے اکیلا بنایا

چھٹا فائدہ۔ کافر اپنی جاہلی ضد کی وجہ سے حاضر ہوتے ہیں آئندہ حضور ابن حارثہ سے فرمایا گیا کہ الٰہی اگر قرآن حق ہے تو ہم پر پتھر برسا عذاب دردناک بھیج دے نگلیاں چاہئے تھا کہ اگر قرآن حق ہے تو ہم کو اس کے ماننے کی توفیق دیدیجئے اے رب تعالیٰ درست مانگنے کی بھی توفیق ہے مومن دعائیں مانگتے ہے۔

جو ہیں خشک ہی مثل بے رحمت تجھ کی ۔۔۔ وہ آنکھیں ولی ہیں دھلا دے مجھے صورت تجھ کی

ساتواں فائدہ۔ کافر اپنے بارگاہ رسالت میں بے ادب اور اجیت بنتا ہے پھر بارگاہ الٰہی میں دیکھو کفار عرب پہلے تو حضور اور سے مانگتے رہے اب اپنے لئے ہیں تو ہم پر عذاب میں پھر بڑھ کر رب سے یہی کہہ بیٹھے **او ائتنا بعذاب الیم** حضور کے سے ادب بھی ہی رب فعال لما یشاء ہے سکتا ہیں ہی اسان پہلے حضور مطلوب کرتے پھر اپنے رب سے ادب نہ چاہئے حضور ہو دعا سے لا بھی جواب نہ ملے ناامید نہ ہو سکتے۔ **آٹھواں فائدہ**۔ مصیبت دنیا اللہ تعالیٰ کی جلیل حضور علیہ ی رحمت سے ہمارا فائدہ اٹھانے سے ہوتی ہیں ان سے بہت سا فائدہ اٹھاتے ہیں حارث دیہ تھی کہ حضور اور حمت حاصل ہیں آپ سے دعا کرے اللہ تعالیٰ رحمت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سے دعا کی اے اللہ اگر پتھر وہ حق ہے تو ہم پر عذاب بھیج دے نگلیاں چاہئے تھا کہ اگر قرآن حق ہے تو ہم کو اس کے ماننے کی توفیق دیدیجئے اے رب تعالیٰ درست مانگنے کی بھی توفیق ہے مومن دعائیں مانگتے ہے۔ **نواں فائدہ** مصیبت سے ہمارا عذاب، ہمارا طریقہ دوسرے مومن ہوجانے کبھی ہمارے گھر یک سے ناجائز فائدہ **فامطر علینا** سے حاصل

www.alahazratnetwork.org

ہو بعض لوگ اپنی جان اور مال کے لئے بددعا میں کرتے ہیں یہ سخت ممنوع ہے ممکن ہے کہ وقت قبولیت ہاتھ سے نکل جائے اور بددعا لگ جائے۔

پہلا اعتراض مسند عبد بن حارث اپنی اور اپنی قوم کی بے بسی برابر دیکھ چکا تھا کہ سارا عرب قرآن مجید سے عاجز ہے تو پھر یہ مطالبہ اور ہم چاہیں تو ہمیں مثل بنائیں یہ مت تو بالکل خلاف واقعہ تھی۔ **جواب** محض اشتعال اور بے حیائی سے حیاء و شرم تو بیان سے ملتی ہے جب ایسی بیہودہ حرکتیں کریں تو یہ ربانی معنیں کیسے ہیں۔ **دوسرا اعتراض** قرآن مجید فرماتا ہے **یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم** مشرکین قریش حضور انور کو ایسا پہچانتے تھے جیسا اپنے بیٹوں کو پھر انہیں حضور سے ہی قرآن مجید کی کتاب سے پھر وہ اس بددعا کی ہمت کیسے کرتے تھے کہ ہم پر پتھر برسادے۔ **جواب** وہ تو یہ بھی جانتے تھے کہ حضور رحمت عالمین ہیں آپ کی موجودگی میں دنیاوی عذاب نہیں آسکتا اس اطمینان پر بددعا میں کرتے تھے تو اپنی حفاظت سمجھتے تھے اس بددعا میں انکی معرفت کی دلیل ہیں۔ **تیسرا اعتراض** کفار قریش میں ان کی قوموں پر عذابوں کے نازل ہونے کی مثالیں موجود تھیں پھر وہ ایسے عذاب کیوں مانگتے تھے جو ان قوموں پر آئے تھے۔ **جواب** کفار عرب آپ کو ابراہیمی ملتے تھے جیسا ان کی امتوں ان پر آئے ہوئے عذابوں سے خبردار تھے اس بددعا میں رہتے تھے

تفسیر صوفیانہ عارف ہوی رہتے تھے کہ ہم نے قرآن میں لیا تو در حقیقت وہ کچھ نہیں جانتے تھے یہ ہے قرآن قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے قرآن سے ناواقفیت سے پکار اٹھے کہ ہم نے وہ قرآن سنا جو **یھدی الی الرشد** قرآن سے کے لئے دل میں ایمان کی طلب چاہئے یوں ہی حضور انور کی صحیح معنی سے دیکھنے کے لئے ایمان والی آنکھ چاہئے یوں ہی اس سے مقابلہ کا دعوی کرنا محض حماقت ہے کہ نہ خدا کی مثل کچھ ہے نہ اس کی صفات کی مثل قرآن کلام الہی صفت الہی ہے اس کی مثل کیسی نہ قرآن کی مثل ممکن ہے۔ قرآن اپنے محبوب کی مثل ممکن سے اسی ناسمجھی کی وجہ سے وہ ایسے بددعائیں کرتے تھے۔ مولانا فرماتے ہیں:

چوں کتب سد ر قدم ہر ناں — ایں چنیں ہفتہ زوند آں کافراں
کہ ہمانیم ذات و اسمد خدا — نیست ہمیتی ، تحقیقی لذا
نہ ہمال حر خویش سے کنند — نیست جز امر ہمد و نہ
نہ یہ ف نہ رلف پ خویش — کر یعقوب و یحیی و ہمیں
طاہر ذات نہ ہم ی پہ ہو — نہ ہماں کہ شود روں خود

جب عارف باللہ اپنے کلام و الہام و تحریر میں ایسی تسلیم کیں تکتے ہیں ہی عارف کامل تو تسلیم کیں تکتے وہ صاف یہی سمجھتے ہیں۔ یہ وہ صاف رکھنا یہ وہ قصص کا مجموعہ عالموں کی کتاب رب تعالی اپنے کلام کی تعریف فرماتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ

اور نہیں ہے اللہ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ ان میں ہیں اور نہیں ہے اللہ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ

اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جبکہ اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ ایسی بستی پر

يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ

وہ استغفار مانگتے ہیں اور کیا ہے وسیلہ ان کے لیے کہ نہ عذاب دے انہیں اللہ حالانکہ وہ روکتے ہیں حرمت

کرنے والا نہیں جبکہ وہ استغفار مانگ رہے ہیں اور انہیں کیا ہے کہ اللہ ان پر عذاب نہ کرے وہ تو مسجد حرام

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

کو اور نہیں ہیں وہ اللہ کے دوست مگر پرہیزگار اور لیکن بہت سے

سے روک رہے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ان کے دوست تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ان میں سے نہیں جانتے ہیں۔

کہ مسلم نہیں

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق**۔ پچھلی آیت میں کفار کا اپنے لئے دعاء عذاب کرنے کا ذکر ہوا اب اس آیت میں کفار کے اس دعا کو منظور نہ ہونے کی وجہ بیان کی گویا کفار کے عمل کے بعد رب تعالیٰ کے ردعمل کا تذکرہ ہے۔ دوسرا **تعلق**۔ پچھلی آیت میں کفار مکہ کے استحقاق عذاب کا ذکر تھا کہ وہ اس حرم میں کعبۃ اللہ کے پاس رہتے ہوئے عذاب مانگتے ہیں اس سے یہ وہم ہوا کہ عذاب نہ آنے کی وجہ کفار کے یعنی حضور پرنور کی ان میں موجودگی گویا ان سے اس عذاب سے بچنے کا ایک ذریعہ تھا حضور کی موجودگی کا فوائد میں سب پر غالب ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں کفار کی سرکشی اور ان کی ضد تھی پھر اس کا ذکر تھا کہ میں ہر جگہ سے ہزار طریقوں اور نظریاتی مذاہبوں کا سیلاب ہے ان سے بچاؤ کی دو ہی صورتیں ہیں ان میں سے دوسری صورت کا ذکر اس آیت میں ہے۔

تفسیر **وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم**۔ فرمان عمل یا مذہب جس میں انکار کفر و مذہب سے صحبت ہے اس کا نام **لیعذبھم** ہے۔ **وھم یستغفرون** جملہ اسمیہ خبریہ ہے **یکون بمعنی کان** ہو جاوے تب بھی اس کی خبر میں دوام آجاتا ہے بعض نے یہ زائدہ ہوتا ہے بعض نے زائد کیے بغیر زائدہ اصل عبارت یوں ہے **ما ان کان اللہ مریدا لیعذبھم** اس عبارت کی یہ تفسیریں ہیں۔ **لیعذبھم** اور **فیھم** دونوں صیغے میں غائب کی طرف میں اور حضور پرنور کے خطاب سے ہیں بعض نے کہا کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے کہ جب تک آپ مکہ

www.alahazratnetwork.org

لو تریلوا لعذبنا الذین کفروا
الناس قد جاءکم برھان من ربکم
لقد جاءکم رسول
قد جاءکم من اللہ نور
وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون
ما کان اللہ
لیعذبھم
معذبھم
وھم
وقضینا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا
معذبھم
وھم یستغفرون
وھم

www.alahazratnetwork.org

یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا ہم پر عذاب بھیجے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں عذاب نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور اور رحمت عالمین ہیں اور وہ تو تم میں موجود ہیں یہ ہم ہمیشہ دعوت دیا کرتے ہیں، علماء معتزلت نے عذاب قتل سے حل کیا اس آیت میں آیت بالکل واضح ہے اور مقصد بالکل ظاہر اس صورت میں اگلی آیت لغو ہو سکے ان کی دلیل یہ ہے **وما لھم الا یعذبھم اللہ** یہاں یہ سوال ہے اس لئے واؤ ابتدائیہ ہے تو ما معنی ای شئ ہے **لھم** اس کی خبر **الا یعذبھم** ان دلیلوں سے آپ ان کفار سے عذاب دفع کرنے کی چیز ہے اس کی وجہ سے اللہ انہیں عذاب نہ دے گا اس میں معتزلہ نے یہاں عذاب سے دو عذاب مراد لئے جس نے فرمایا کہ اس سے مراد قتل و قید مراد ہے ان پر نازل ہوا جبکہ حضور ان میں سے نکل ہجرت کر گئے یہ سورہ پڑھ گئے بعض نے فرمایا کہ عذاب سے عذاب مراد ہے جو بدر کو پہنچا حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں یہاں سے آخرت کا عذاب مراد ہے جو بدر کو پہنچا حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں سے آخرت کا عذاب مراد ہے بہرحال پچھلی آیت میں دنیاوی عذاب کی نفی ہو چکی اس آیت میں اس سے مطلق عذاب کی نفی ہو گئی) **وھم یصدون عن المسجد الحرام** عبارت حال ہے **ھم** ضمیر سے **لا یعذبھم** میں سے **یصدون** بابِ صد سے معنی روکنا اس کا مفعول پوشیدہ ہے **النبی والمومنین یصدونھ** اس حال کراری سے معنی یہ ہوئے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو حرم میں عبادت سے روکتے ہیں چنانچہ مسلمان وہاں باصفا نماز ظہر پڑھ رہے تھے عصر میں حملہ کفار کی کوچوں میں پہنچے ہوئے ہیں ان سے تلاوت کی گئی ہے انہیں خبر ہوئی کہ حضرات ہجرت پر مجبور ہوئے یا معنی مستقبل ہے اور اس روکنے سے مراد حدیبیہ ہے جہاں مسلمانوں کو عمرہ سے روکا تھا تو ان دونوں مسلمانوں کو مسجد حرام میں آنے اور عمرہ کرنے سے روکا ہے (روح المعانی) **وما کانوا اولیاءہ** عبارت سے پہلے شروع میں عرض کر چکے ہیں یہاں **ھم** سے یہ دوبارہ بعد میں **ان** قبل و ذکر ہے **وما کانوا اولیاءہ** عبارت **یصدون** سے حال **ھم** سے ان کو اولیاء حق کی ہے **ان اولیاءہ** سے ان کے متعلق **الا المتقون** ضمیر مسجد حرام کی طرف ہے تو یہ عام مسجد حرام سے متعلق ہیں یہ لوگ اس کے انتظام کے مستحق نہیں ہیں، ان دونوں کے انتظام کا ولی حق نہیں اس فرمان میں عام سے اس قول کی تائید ہے **وما لنا الا نتولی اللہ** اور حرم شریف سے ان معنوں میں ان کی تردید آیت **انما یعمر مساجد اللہ من یومن باللہ** سے ہو چکی ہے مسجدیں صرف مسلمان ہی آباد رکھتے ہیں **اولیاءہ الا المتقون** یہ فرمان عالی ہے **وما کانوا** یہاں بھی اولیاء معنی متولی ہے **الا** مرجع وہی مسجد حرام ہے ضمیر سے مراد مسلمان ہیں تو شرک و عمرہ سے روکتے ہیں فعل ضمیر سے فرمایا کہ یہ دونوں صد ضمیر رب کی طرف سے ہے **ولکن اکثرھم لا یعلمون** عبارت معطوف ہے **ما کانوا** پر ان اشعار بات نہیں جانتے یہ علت ہے اس مسجد حرام کی تولیت لائق نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو روکنے میں غلطی رکھتے ہیں، عباس نے فرمایا کہ بعض علماء سے سمجھتے تھے صد سے مانتے تھے۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ تفسیر یہی تفسیر سے معلوم ہوا۔ ان آیت کی بہت تفسیریں ہیں جس میں سے ہم نے تفسیر کا خلاصہ عرض کیا ہے ہوریدہ قوی ہے اے محبوب ﷺ یہ لوگ اپنے منہ سے اپنی ہلاکت مانگ رہے ہیں مگر ہم اس سے بڑھ کر ہیں ہم نے ان پر عذاب نازل نہیں فرمایا کیونکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں آپ رحمت عالم ہیں آپ کے ہوتے ہوئے اگر ان پر عذاب آجائے تو آپ کی رحمت کا ظہور کیسے ہو اور ان پر عذاب نہ آنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں مومن صالحین بھی ہیں وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں ان کی دعا و استغفار کی برکت سے یہ کفار عذاب سے بچے ہوئے ہیں یہ تو دنیاوی عذاب کا حال ہے رہا عذاب آخرت یا دنیاوی عذاب علاوہ ان کے تو ان پر آئے گا کیوں نہ آئے ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہی ﷺ اور مسلمانوں کو مسجد حرام میں عبادات سے روکتے ہیں جو ایسی حرکتیں کرے وہ کیوں عذاب نہ پائے حالانکہ یہ لوگ مسجد حرام کی تولیت و ہاں کے انتظام کے مستحق نہیں مسجد حرام کی تولیت اس کا استحقاق تو صرف مومن مسلمانوں کو ہے۔ مشرکین یہ خیال نہ کریں کہ اگرچہ بعض یہ سب کچھ جانتے ہیں محض عناد سے انکاری ہیں کیونکہ پتہ ہے کہ مسجد حرام کی تولیت مسلمانوں کی تولیت میں آئے گی۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** حضور ﷺ دنیا سے اٹھ گئے مگر رحمت عالم ہیں کہ حضور کی وجہ سے دنیا میں عام عذاب الٰہی نہیں آتے یہ فائدہ **وانت فیھم** سے حاصل ہوا دیکھو جن گناہوں کی وجہ سے گزشتہ قوموں پر عذاب آئے وہ سب گناہ ان سے زیادہ آج دنیا میں ہیں مگر آسمانی عذاب نہیں آتے یوں صرف حضور ہی کی موجودگی کی وجہ سے۔ **دوسرا فائدہ** حضور انور پردہ فرمانے کے بعد بھی ہم میں موجود ہیں حضور کا یہ ان آپ کی وفات سے بند نہیں ہوا یہ فائدہ بھی **وانت فیھم** سے حاصل ہوا اگر حضور بعد وفات ہم میں نہ رہتے تو عذاب الٰہی پاس نہ آنے کے ساتھ ہم میں ہیں یہ فائدہ بھی **وانت فیھم** سے حاصل ہوا اگر حضور ہم میں ایک آن کے لئے نہ رہیں تو عذاب الٰہی آنے سے ہم صرف حضور انور کی وجہ سے عذاب سے بچے ہوئے ہیں رب فرماتا ہے **وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین** اور فرماتا ہے **ان رحمت اللہ قریب من المحسنین** حضور انور رحمت عالمین ہیں اور رحمت ہم سے قریب ہے اور وہ ہم میں ہے جس کا جو بھی بازو ہو سر یا رحمت ہے۔ **چوتھا فائدہ** حضرت ابوبکر صدیق عمر فاروق کی قبروں میں عذاب نہیں ہو رہا حضور انور ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں وہ آغوش رحمت میں سو رہے ہیں خواہیں عذاب میں مبتلا وہ اس آیت کفار کی زد سے رحمت میں نوری بستر سے دور نار کا پیام۔ **پانچواں فائدہ** حضور کی ذات بابرکات دنیا میں کفار کے لئے بھی رحمت ہے کہ وہ حضور کی وجہ سے عذاب میں ہیں یہ فائدہ **لیعذبھم** سے حاصل ہوا کہ وہ کفار کی طرف ہو تو پھر مسلمانوں پر رحمت رسول کا کیا پوچھنا۔

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

چھٹا فائدہ تو۔ استغفار کی برکت سے عذاب الٰہی نہیں آتے یہ فائدہ **وھم یستغفرون** سے حاصل ہوا حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں ہم میں دو امانتیں ہیں محمد کے ہی اور استغفار اللہ کے ہی نبی نے پردہ فرمایا استغفار قیامت تک باقی ہے۔ ترمذی نے بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری نقل فرمایا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نے میری امت سے دو امانتیں

www.alahazratnetwork.org

اتاریں اور یہ ہی آیت پڑھی ہم پر وہ فرمائیں گے مگر استغفار قیامت تک رہے گی (خازن) یعنی ہم وفات پاکر تم کو محسوس نہ ہوں گے مگر تو بہ و استغفار سے تم کو محسوس رہیں گے یہاں تفسیر صاوی نے فرمایا کہ کافر کی توبہ و استغفار بھی دنیا میں ان سے عذاب دفع کرادیتی ہے اس سے صدقات و خیرات اور دوسرے نیک کام ان سے بلائیں ٹال دیتے ہیں اگرچہ آخرت میں یہ اعمال انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور آیت کریمہ **فجعلناہ ہباء منثورا** آخرت کے متعلق ہے (صاوی) ساتواں فائدہ۔ دعا و استغفار کے قرآن و حدیث یا احادیث شریفہ سے ثابت ہیں یا بزرگوں کے قول یا عمل سے استغفار وہ دعا ہے جس کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا اس کے فائدے قرآن میں بتائے گئے اس وقت قرآن نے بتایا پہلا اس آیت میں ارشاد ہوا کہ استغفار ان سے سورہ ہود میں ان کے فائدے ارشاد ہوئے اس سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے وقت پر بارشیں آتی ہیں مال کی کثرت اولاد میں برکت ہوتی ہے اس سے سوکھی پانی باغوں میں پھل پھول کی کثرت ہوتی ہے **یرسل السماء علیکم مدرارا** دوسرے مقام پر ہے **وبالاسحار ہم یستغفرون** سحر میں صبح کے وقت استغفار کرتے ہیں لہٰذا استغفار بہتر ہے دعا ہے اس سے پہلے دعا استغفار سے کی ہے کہ تمام ملیہ السلام نے اس میں عرض کیا **وان لم تغفر لنا وترحمنا** آٹھواں فائدہ۔ ان کی استغفار سے کفار کو بھی اس مل جاتی ہے ان سے بھی عذاب دفع ہو جاتے ہیں یہ فائدہ **وہم یستغفرون** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا لفظ **ہم** سے مراد مومنین ہوں تو دوسرے قائل تمام مسلمانوں کو ضروری اس سے فائدہ پہنچے گا نواں فائدہ۔ نیک اولاد کا فائدہ ماں باپ کو ہر وقت پہنچتا ہے اس اولاد کی پیدائش سے پہلے بھی پیدا ہونے کے بعد بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی اور جب بھی نیک اولاد دعا کرے ماں باپ مرجانے یہ فائدہ **وہم یستغفرون** کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ **ہم** سے مراد کفار کی وہ اولاد ہے جو ان کی پیٹھوں پیٹوں میں ہے۔ دسواں فائدہ۔ جو شخص بارگاہ الٰہی میں موسموں کی فہرست میں آکر اپنے گھر کے رستہ میں کہتے ہی کہہ کر مگر اس پر عذاب نازل نہ ہوگا آخر کافر توبہ کرکے یہاں پر مرے لہٰذا یہ فائدہ **وہم یستغفرون** کی چوتھی تفسیر سے حاصل ہوا اس کے معنی یہ ہوں کہ وہ آئندہ استغفار کریں گے۔ گیارھواں فائدہ۔ مسلمانوں کو باقاعدہ شرعی مسجد سے روکنا سخت جرم عذاب الٰہی کا باعث ہے یہ فائدہ **وہم یصدون** سے حاصل ہوا۔ بارہواں فائدہ۔ کوئی کافر کسی مسجد کا متولی نہیں ہو سکتا مسجد کی تولیت مسلمانوں کا حق ہے یہ فائدہ **وما کانوا اولیاءہ** کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ اس کے معنی یہ ہوں کہ کفار مسجد حرام کے متولی نہیں رب فرماتا ہے **انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ** تیرھواں فائدہ۔ کوئی فاسق فاجر فاسد خیالوں میں ہو مسجد ولایت الٰہی ایمان و تقوی سے ملتی ہے یہ فائدہ **ان اولیاءہ الا المتقون** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا لفظ اس کے معنی یہ ہوں کہ اللہ کے اولیاء صرف پرہیزگار لوگ ہیں رب تعالیٰ اولیاء اللہ سے متعلق فرماتا ہے **الذین اٰمنوا وکانوا یتقون** تبھی بارگاہ کے لئے اچھے بندے منتخب ہیں۔

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور کی موجودگی میں کفار پر عذاب نہیں آسکتا بدر و غیرہ جہاد میں حضور انور موجود تھے پھر کفار پر قتل و قید وغیرہ کا عذاب آیا تو یہ آیت کیسے درست ہوئی۔ **جواب** اس آیت میں عذاب سے دنیاوی عذاب مراد ہے قتل و قید وغیرہ **انت فیہم** کے معنی یہ ہیں کہ جب تک آپ مکہ شہر میں موجود باش

www.alahazratnetwork.org

رہیں گے تب تک ان پر عذاب نہ آئیں گے بدر و خیبر میں حضور انور کفار میں تھے۔ ان کے ساتھ تھے ان سے جدا نہ تھے بلکہ مومنوں کے پاس ان کے ساتھ اور ان میں تھے کفار سے دور جاں نکل جائے پر حکم کل سزا جانے خدا کرے وہ جاں ایمان اور ایماں جاں نثار نبی میں رہیں اپنے اس میں رہیں پھر جاں ہی جاں ہے۔

خوف نہ کر ذرا رضا تو ہے عبد مصطفٰے تیرے لئے اماں ہے تیرے لئے اماں ہے

دوسرا اعتراض اگر حضور انور تا قیامت ہم میں موجود ہیں اور دنیا میں عذاب الٰہی نہیں آسکتے تو دن رات قتل و غارت و لوٹ مار کفار سیلاب و زلزلہ دنیا میں کیوں آتے رہتے ہیں اگر یہ تو حضور رحمت عالم نہیں اور یہ آپ ہم میں موجود نہیں۔

جواب اس صورت میں عذاب سے مراد جنگی عام تباہ کن عذاب ہے یہ واقعی تا قیامت نہ ہوں گے تمہارے یہ عذاب یا تو نبی نہیں یا عام نہیں۔ **تیسرا اعتراض** یہاں پہلی آیت میں کفار پر عذاب نہ آنے کی خبر ہے مگر دوسری میں عذاب آنے کی خبر ہے کہ ارشاد ہوا **وما لھم الا یعذبھم** آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے چند جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو گئے ایک یہ کہ یہی عام عذاب کی نفی پہلی آیت میں ہے اور دنیاوی خاص عذاب کا ثبوت دوسری آیت میں ہے دنیا میں قتل و قید، فاقہ سالی وغیرہ دوسرے یہ کہ حضور انور سے یہ کہ مظلوم میں رہتے ہوئے عذاب آنے کی کفار مکہ سے ہجرت فرمائیے سے عذاب آنے کا ثبوت تیسرے یہ کہ پہلی آیت میں کافر امتیوں سے جس میں عذاب آنے کی نفی ہے دوسری آیت میں ان کی تائید میں رب تعالیٰ کا یہ فرمان جس میں عذاب آنے کی خبر ہے چوتھے یہ کہ پہلی آیت میں واقعہ طور سے جس میں عذاب نہ آنے کی خبر ہے دوسری آیت میں اس کے استحقاق کا ذکر یعنی ان پر عذاب آنے کا نہیں مگر یہ لوگ اس کے مستحق ضرور ہیں۔ **چوتھا اعتراض** پہلی آیت میں عذاب نہ آنے کی دو وجہ بیان ہوئیں حضور ﷺ کی ان میں موجودگی اور استغفار کفار موجودگی کے متعلق تو **لیعذبھم** فرمایا مضارع سے اور استغفار کے متعلق **معذبھم** ارشاد کیا اس فرق کی وجہ کیا ہے؟

جواب **لیعذب** میں عذاب کی نفی میں مبالغہ نہیں اور **معذبھم** میں مبالغہ نہیں معنی یہ ہیں کہ اے محبوب آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب اپنا اللہ کی شان نہیں اللہ تعالیٰ کے لئے لائق نہیں اور استغفار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ عذاب نہیں فرماتا اس میں ان دونوں میں وہی فرق ہے جو حضور اور کی شان عالی اور ہماری استغفار میں فرق ہے۔ **پانچواں اعتراض** اور **وھم یستغفرون** میں **ھم** سے مراد مومنین یا کفار کی اولاد ہو تو ضمیروں میں سخت اختلاف ہو گا کہ **معذبھم** میں **ھم** سے مراد کفار ہیں اور **ھم یستغفرون** میں **ھم** سے مراد دوسرے لوگ اسے نحوی لوگ استثناء منقطع کہتے ہیں یہ فصاحت کے بالکل خلاف ہے۔ **جواب** یہ ہے کہ ہم میں سے مکہ اور عارضی اور اصلی کفار کی ہم قوم ہمو طن برادری والے تھے وہ بالکل غیر تھے تو یہاں غائب پلٹوی کرتے اس لئے اختلاف ضمیر نہیں ہوا۔ **چھٹا اعتراض** تمہاری پیش کردہ حدیث اور قول ابن عباس سے ثابت ہوا کہ حضور اور بعد وفات دنیا سے امان ہے مگر تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور اور باقی مسلمان ہیں۔

جواب اس حدیث میں ایسا لفظ نہیں جس سے معنی ہوں کہ بعد وفات حضور امان نہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دونوں امانوں میں سے حضور انور چھپ گئے ہم کو محسوس نہیں ہوتے استغفار باقی و محسوس ہے رحمت کی بڑی چھپ بھی فیض دیتی ہے رات میں سورج چھپ کر فیض دیتا ہے چاند تارے ظاہر ہو کر

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ یہ آیت رحمت ہے مگر اس میں لطف ہیں ان میں اللہ کی رحمت کا اس کے عذاب پر سبقت لے جانے اس عالم آخرت کا ذکر ہے سابقت رحمتی ہی معلوم ہوتی ہیں دیکھو کفار عذاب آنے کے سبب جمع ہوئے ان کا اکثر شرک ان کا ایمان اور مومنوں کو ایمان کا ثواب الٰہی میں ہیں بلکہ اس کا ذکر شریف میں کعبہ معظمہ کے طواف میں سنگ اسود اور چاہ زمزم کے پاس اپنے مدعا میں رہنا سب حرفوں نے تقاضا کیا کہ عذاب آجاوے مگر ایک بات کریم نے رحمت علیہ میں کہتے ہیں اس کی موجودگی کا تقاضا تھا کہ عذاب نہ آوے اس سب پر اسی ایک کا غلبہ ہوا اور عذاب نہ آیا اس میں دو چیزوں کا بیان ہوا ایک تو میں ہے حضور معظم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہونا جو اس میں داخل ہو جاوے **من دخلہ کان اٰمنا** مگر دوسرا من مصطفےٰ کی ماں جیسا ہے ہر دور و قریب کو ہر وقت امن دیتا ہے **وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** اس لئے حضور کی رحمت عالمین کہا جاتا ہے یہ حصہ کو قرآن کو اس مصطفےٰ کی ماں سے ساری مخلوق ہر وقت فائدہ اٹھا رہی ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ہم سے نہیں بلکہ ہم حضور سے ہیں مگر ہاں حضور ہم میں ہیں کہ ہمارے دل و ایمان و جان ہیں ایسے ہی جیسے جسم میں جان جان سارے جسم کی محافظ حضور سارے عالم کے محافظ ہیں حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ عالم کا نظام آپ کے وجود شریف سے قائم ہے کہ حضور مظہر ذات کریم ہیں عالم کے بقاء کی سبب اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر نہ رکھا بلکہ زمین پر رکھا تاکہ زمین والے آسمان والے ہر دو میں رہے حضور تمام جہان کی رحمت اور ایمان میں رہیں تو ان چیزوں کی سمائے

دہر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات
قائم ہے تیری ذات سے سارا نظام کائنات

انشاء اللہ حضور سے عالم رہتی قیامت تک ہر جگہ میں عذاب سے امان میں رہیں گے کہ ہر جگہ ان میں حضور موجود ہیں۔ مولانا عطار فرماتے ہیں

حوالہ ان واد عرصت امت ارانا رحمۃ مھداۃ ست

صوفیاء فرماتے ہیں کہ مردہ اعتبار حیات ظاہری ہے اعتبار کی روح گذشتہ پر ندامت آئندہ کے بارے کا پورا رہنا ہے مولانا فرماتے ہیں

ست تق تا مردی ارمس فی طلب ہاں طلب مر خود را باشد سبب
از پے ارمہ اللہ از شوی ہست استغفار تریاق توی!

تاکہ تو شرمندہ نہیں یا اللہ

ندامت ماتم لے رحایہ م سیئۃ حلو سنا ہے شرمساروں کو وہ شرمندہ نہیں کرتے

صوفیاء نے ہر ایک دن اللہ دو ہے متعلق **باللہ مما سواھو** یعنی جو رب کا ہو اس کا ہو اشارہ یا خود اپنے دونوں میں جتنے علاقہ دونوں ہو سے ہیں **ولکن اکثرھم لا یعلمون** مراد اس میں ہے کہ بندہ اپنے رب سے اپنے حق جانے اور روح البیان۔

---

www.alahazratnetwork.org

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

اور نہیں ہے نماز ان کی پاس بیت اللہ کے مگر سیٹی اور تالی بجانا پس چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ

بسبب اس کے کہ تھے تم کفر کرتے بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا خرچ کرتے ہیں مال اپنے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ

راہ سے اللہ کے پس عنقریب خرچ کریں گے وہ پھر ہوگا وہ اوپر ان کے افسوس پھر مغلوب ہوں گے اور

كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ

جو کافر ہوئے طرف جہنم کی جمع کیے جائیں گے

تعلق پہلا تعلق پچھلی آیات سے یہ ہے کہ پہلی آیت میں عذاب کا ذکر تھا اور مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ ہم پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں اور اس کی خدمت کرتے ہیں اس آیت میں ان کا یہ خیال غلط کیا گیا کہ تم کعبہ کی خدمت کرتے ہو یا نہیں اس کی تمہیں کوئی سند نہیں ہے اور تم کعبہ کی خدمت کرتے ہو یا نہیں تم پر عذاب ضرور آئے گا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیات سے یہ ہے کہ پہلی آیت میں ایک جرم بیان ہوا کہ وہ مسلمانوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اس آیت میں اس جرم کی سزا بیان ہوئی کہ ان کے مال ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچائیں گے بلکہ وہ مال ان کے لیے وبال ہوں گے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیات سے یہ ہے کہ پہلی آیت میں عذاب کا وعدہ تھا اس آیت میں عذاب کا وقت بتایا گیا کہ یہ عذاب **جنوقوالعذاب** ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیات سے یہ ہے کہ پہلی آیت میں علماء کی اشاعت اسلام کی کوشش کا ذکر تھا اس آیت میں ان کوششوں کے مخالفین کا ذکر ہے اور ان کی ناکامی کا بیان ہے پانچواں تعلق پچھلی آیات سے یہ ہے کہ پہلی آیت میں اللہ کے راستہ سے روکنے کا ذکر تھا اس آیت میں اس کی سزا بیان ہوئی کہ ایسے لوگ اس عہدہ کے لائق نہیں۔

شان نزول جنگ بدر کے دن کفار کے ساتھ ناچنے گانے والی عورتیں تھیں جو ان کو جنگ پر ابھارتی تھیں ان میں سے کچھ عورتیں مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئیں ان قیدی عورتوں میں سے بعض عورتیں کہتے تھے یہ قید ہمارے لیے عذاب ہے ہم پر لوگوں کا طعنہ تھا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کی باندیاں بنا لی جائیں

www.alahazratnetwork.org

بجاتے پھر ہیں اور اپنی اس حرکت کو عبادت اور باعث ثواب سمجھتے کہ ہم نے حضور انور کی نماز اپنی اس نماز میں جھٹلا دی اس سے متعلق پہلی آیت **فکان صلوتھم** ہے (ملاحظہ ہو تفسیر خازن روح المعانی وغیرہ) نبی علیہ السلام مکہ مدرسہ میں نماز ادا فرماتے تھے اور سامنے سے ابوجہل کی ماں ہشام عتبہ ابن ربیعہ شیبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس یہ اس محن مسلم ابن حجاج ابوالبختری ابن ہشام ولید ابن عارث حکیم ابن حزام ابوجہل ابن ظلف زمعہ ابن اسود عارث ابن عامر ابن نوفل عباس ابن عبد المطلب یہ سب قریش تھے ان میں سے ہر شخص اپنی باری پر اس اونٹ ذبح کرتا تھا اور نشہ خمار کا عادی تھا تو یہ حضرات عید کے موقعہ پر اونٹ اس حرص سے بہت سے خمار کا ایک پرنگ کے سے تیار کیا اس پر چالیس اوقیہ سونا خرچ کیا ایک وقیہ چالیس مثقال کا ہوتا ہے ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ان لوگوں کے متعلق دوسری آیت **یتقون اموالھم** نازل ہوئی (ملاحظہ ہو روح المعانی وغیرہ) یاد رکھئے کہ مکہ مدرسہ میں بارہ آدمیوں میں سے دو صاحب ایمان تھے آپ حضرت عباس ابن عبد المطلب اور حکیم ابن حزام باقی کافر رہے۔ (ملخصاً تفسیر خازن۔ مقام)

تفسیر وما کان صلوتھم عند البیت یہ فرمان ان یا ہدایت ہے کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ ایسی نماز پڑھتے ہو جس کا نہ کوئی مغز ہے نہ چھلکا۔ **صلوۃ** سے مراد وہ حرکات ہیں جنہیں کفار عبادت سمجھ کر کرتے تھے کہ اسلامی نماز سے مراد یہ ہیں مسجد حرام شریف سے چونکہ یہ نماز بیت اللہ شریف سے کامل قریب ہوتی ہے اس لئے یہ بیت اللہ شریف سے پیش کام دوسری صورتوں سے زیادہ ہے اس لئے وہ ہے خدا ایسا ارشاد فرماتا ہے **الا مکاء و تصدیۃ** یہ دونوں لفظ ہیں **صلوتھم** سے **مکاء** دونوں اہل لغت صوت بہت میں **مکاء** سے مراد سیٹی بجانا ہے تصدیۃ سے مراد ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے یہ دونوں کام کئے جاتے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر خازن روح المعانی وغیرہ) تصدیۃ یا صدی سے ہے صدی یصدی صدیۃ عارت ہوتے ہیں یا صدہ سے مشتق ہے صد یصد صدا اس کی ایک شکل میں سے ہے کہ اس سے معنی میں ہیں ہنسی وغیرہ وقت نماز اللہ شریف سے پاس جا کر یہ وہ حرکات کرتے ہیں سیٹی اور تالیاں بجانا اسے عبادت سمجھتے ہیں آج کل بھی مدرسوں میں گھنٹے بجانے یا لوہے کی سلاخ سے لوہے میں ڈنڈا پھینکنے کو عبادت سمجھتے ہیں شاید یہ حرکات وہاں سے چلی آئی ہیں **فذوقوا العذاب** یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جواب ہے اور اس سے پہلے **فیقال لھم** پوشیدہ ہے یعنی اس کامل یہ سے قول سے ملائکہ سے یا خود رب سے بھی ہے بھی ہے وقت سے بھی ہے بھی ہے بھی ہ

www.alahazratnetwork.org

بلکہ انہیں یہاں کی بربادی کا تماشا دیکھنا ہوا اس سے موقعہ ہوا اس سے پہلے کفار کی بربادی کا بیان ہوا **الذین کفروا** سے مراد **الکافرین** فرمانا ہدایت کی مناسبت سے ہوا **ینفقون اموالھم** یہ صفات ہیں ان کے جو اللہ اور رسول پر ایمان نہ لائے اور اپنا مال خرچ کرتے رہے بدر کی طرف خرچ کا قصد ہوا اس سے پہلے مطلق ارشاد ہوا **ینفقوا** اور بعد **ینفقون** مضارع ارشاد ہوئی خرچ کرتے ہیں یہ بتانے کو کہ یہ لوگ ہمیشہ خرچ کرتے تھے اور اب بھی کر رہے ہیں **لیصدوا عن سبیل اللہ** یہ عبارت متعلق ہے **ینفقون** سے اس سے خرچ کا مقصد بیان فرمایا یعنی اسلام کو پھیلنے سے روکنے **لیصدوا** میں لام "تا" کے لئے ہے یعنی ان کا خرچ اس میں کہ اس کے خرچ کا مقصد یہ یا اصد اور صدود سے ہو دونوں کے معنی روکنے کے ہیں یہ لوگ اسلام کے روکنے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اسلام سے روکیں یہ بھی ہے کہ اسلام کی فوجی تیاریوں کے لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں پر اسلام کا رعب نہ پڑے اور مسلمانوں کو مرعوب کرکے کافر بنائیں ہمیشہ کفار مسلمانوں سے یہی مقصد لیکر لڑتے ہیں **فسینفقونھا** یہ بھی ہے ظاہر یہ ہے کہ اس فعل کا فاعل کفار ہیں جو حضور اور صحابہ کے زمانہ میں تھے یہ بھی ہے کہ قیامت تک آنے والے کفار اس کا فاعل ہوں **ثم تکون علیھم حسرۃ** اس فرمان میں کفار کے اس خرچ کے انجام کا ذکر ہے جو بظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے ارشاد ہوا **ثم** ارشاد ہوا **تکون** کا لام اس میں یہ خرچ بالآخر ان کے حق میں حسرت کا سبب ہوا مال برباد ہوا اور ندامت فرمایا حسرت بتاب حسد سے کسی چیز پر حسد ہمیشہ اس چیز سے اٹھ جاتا ہے حسرت بتاتے ہیں کہ ان کفار کے مال ہی حسرت اور ندامت و شرمندگی ہوں گے کہ وہ مال خرچ بھی دیں گے اور ان کا فائدہ بھی حاصل نہ ہوگا کفار ان سے نہ رک سکے گا یہ کہ اپنے مال مسلمان ہونے والوں کے حوالہ کر جائیں ان میں بھی یہی حسرت اور اگر یہ قیامت تک بھی ہوتا بھی معنی خاص میں کہ کفار کی تمام کوششوں سے اسلام ختم نہیں ہو سکے گا **واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون**

نور حق ہے نظر کی حرارت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ نہ جانے کا

ثم یغلبون اس فرمان عالی میں تیسری خبر ہے ترتیب ہدایت شاندار ہے پہلے کفار مسلمانوں سے مال لیں گے پھر ان کا مال خرچ کریں گے پھر شرمندہ ہوں گے پھر لڑیں گے پھر ایک وقت وہ آئیگا کہ مسلمان ان کے شہروں ملکوں پر قبضہ کریں گے کفار یا تو مسلمان ہو جائیں گے یا ذلت سے پناہ مانگیں گے یا جزیہ دینا قبول کریں گے **الذین کفروا الی جھنم یحشرون** اس فرمان عالی میں دوسرا جملہ کلام ہے یعنی مغلوبیت کے بعد کفار دو گروہ ہو جائیں گے ایک گروہ مسلمان ہو جائے گا دوسرا اپنے کفر پر اڑا رہیگا اس آخری ساعت کا علم یہ ہے کہ یہ سب دوزخ میں جمع کر دیئے جائیں گے قیامت میں جمع کرکے دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے خلاف گنہگار مسلمانوں کے کہ اگر وہ دوزخ میں پہنچائے گئے بھی تو تھوڑے

www.alahazratnetwork.org

عاشقین تک پہنچ جائیں۔

خلاصہ تفسیر ... اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں طرح طرح کی چال چلتے ہیں اپنے مال بار بار ادھر ادھر حرکت دیتے ہیں ایک طرف خیرات میں کچھ دیتے ہیں تاکہ لوگ سخی کہیں ایک طرف ناموری کے لئے خوب میں یہ حرکتیں کرتے ہیں وہاں حرکتوں پر ثواب کا مستحق سمجھتے ہیں ان کی ان حرکتوں کا ظاہر یہ ہوگا کہ اس سے ہوا ہوگا کہ ان پر لعنت کی مار پڑے گی اور جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی اور اس آگ سے داغے جائیں گے ان کے ماتھے اور پہلو اور پیٹھ جس سے ہر طرح مال نکلوں وغیرہ میں خرچ کرنے میں سے اپنے مقصد میں ناکام رہنے کے سبب چھپے ہوئے نہیں نکلے تھے ان سے یہ خرچ کئے ہوئے مال ہی شرمندگی اور ندامت کا باعث ہیں ہے وہ ان عضاؤں سے داغوں جن میں سے چراں سے مقابل معلوم ہوتا ہیں سے کہ یہ ہیں ان کا ہے تو یہ سب پاؤں ہیں ہیں ہی

www.alahazratnetwork.org

سبیل اللہ خرچ ... وہ ... مجرم ... پر حسرت ... سے ... یہ ... سے ... علیہم حسرۃ میں علیہم ... مقدم ... سے ... میں حصر کے معنی ہیں۔ ساتواں فائدہ: دوزخ میں ... سے ... محبوب ہوں گے! ... دوزخ میں گیا ہی تو ایسا ... کا ... سے ... یہاں ... میں ... علماء نے قرار دیا ... فرمایا واللہ ین کفروا۔

پہلا اعتراض: اس آیت ... میں ... کو ... کہنا ... تحقیر ... دوسرا اعتراض: ... سے ... ہے ... قوی ... میں ... ہیں ... وہ ... کہتے ... یہ ... قوی ... علامت ... کہتے ... ہیں ... قوی ... علامت ... ہیں ... ہے ... ہیں ... قوی ... علامت ... ہیں ... ہے ... ہیں ... ہے ... ہیں ... ہے

www.alahazratnetwork.org

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهٗ عَلٰى

بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ

www.alahazratnetwork.org

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ۝

اور اگر تو میں تو بے شک گزرے ہیں طریقے اگلوں کے

و اگر بھیجے وہ ہی کہ میں تو اگلوں کا دستور گزر چکا

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں عار سے بچنے کا حکم تھا اس عار سے پیدا ہونے والی بری عادتوں سے بچنے کا حکم ہے ان عادتوں کا بیان ہے جن سے معلوم ہو کہ عار سے بچنا کیوں ضروری ہے عار سے بچنے کی برائیاں بیان کرنا ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں عار سے ناحق ڈرانا تھا اس میں عار کی حقیقی وجہ بیان فرمائی تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں عار سے ڈرنے کا حکم تھا اس سے ڈرنے والوں کی تین قسمیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک قسم میں عار سے ڈرنے والے داخل ہیں۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں عار سے ڈرنے والوں کی تین قسمیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک قسم میں عار سے ڈرنے والے داخل ہیں۔

تفسیر: لیمیز اللہ الخبیث من الطیب اس عبارت شریفہ میں امر محذوف سے پہلی آیت کا مضمون یاد گزشتہ آیت سے اس مضمون کے شروع ہونے کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے۔ عار سے بچنے کا حکم ہوا تھا اس سے معلوم ہوا کہ عار سے بچنے والے ہوں گے یا نہیں

www.alahazratnetwork.org

کفار کی عترت کیلئے۔ اور ہر قسم کے ناقابل علاج مرض سے جلا دیں پھر ان سب کو دوزخ میں پہنچا دیا جائے۔ **فیجعلہ فی جھنم** یہ عبارت محذوف سے پیدا ہوئی کہ پہلے ہر قسم کا عذاب ان سب کافروں کو دیا جائے، بعد میں اس سے یہاں ف ارشاد ہوئی جس پہلے میں دوزخ سے سارے جہنم سے یہ سب ساری کیفیتیں دوزخ میں داخل کرے **اولئک ھم الخاسرون** یہ فرمان علی یا گذشتہ قصوں کا نتیجہ ہے یا اس کی وجہ خسارہ وہ نقصان ہوئی عبارت سے جس میں اصل قسم کی ہوئی ہو جملہ سے ہمیشہ کے لئے جنت سے محروم ہونے والے ہیں رہے مومن وہ اگرچہ نقصان والے ہوئے مگر ہمیشہ جنت میں رہنے والے ہیں۔ **قل للذین کفروا** یہ ملفوظ ہے جس میں حکم ظاہر ہوا ہے اور دعوت اسلام کی قل میں خطاب ہے یہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے اور حضور کے ذریعہ تا قیامت مسلمین اسلام سے ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ کافروں سے جہاد کرے اور جہاد سے پہلے دعوت اسلام دے اور حضور کے ذریعہ تا قیامت مسلمین اسلام سے ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ کافروں سے جہاد کرے اور جہاد سے پہلے دعوت اسلام دے اور حضور کے ذریعہ تا قیامت مسلمین اسلام سے ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ کافروں سے جہاد کرے اور جہاد سے پہلے دعوت اسلام دے **ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف** یہ پوری عبارت قل کا مقول ہے اس صاف معلق کرنے کے لئے ہے اس میں شرط و جزا ہے جس شرط ہونا ضروری ہے جزا کا ہونا ضروری ہے جزا کا ہونا ضروری ہے جزا کا

www.alahazratnetwork.org

یا اے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم تم ان سے فرما دو اے مسلمان خاکروبیہ تمہیں یاد کیا ہے اللہ
نعمت کا بدلہ اور کبھی بلائے ان سے کہ وہ کہ اگر یہ قوم طرح سے ہمارے چھپے ہیں اس کی قوم
خاطر رکھو ایسی آیتوں کی تفسیر تمہارے سارے شبہ دور ہو گئیں سب معاف
ہیں ان کے بعد ان سے بھی معافی زیادہ ہے اور ان کے صدقے ان کی قوم کو بھی ان سے خاص محبت ہے
تمام کفار سے ان کے مقابل میں ان کی نماری فتح

فائدہ اس سے حاصل ہوئے پہلا فائدہ یہاں کی چھوٹ قوم ہے
میں بھی صرف اور صرف یہاں تک ہے ہمارے موسیٰ ایک قوم ہیں اگرچہ یہاں کل قومیں ملف ہیں
ہے اس سے حاصل ہیں یہ ہے **لیمیز اللہ** سے
پھر ہے

ہے
ہے
ہے

www.alahazratnetwork.org

بات کامل ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے یہ بیان واقعی کریں گے (روح المعانی) **مسئلہ ۲:** کافر ہونے کفریہ چوری ڈکیتی وغیرہ جرم سے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو ان پر حد جاری نہ ہوگی (روح المعانی) **مسئلہ ۳:** مسلمان ہونے سے تو وہ عذابیت سے رہا ہو گا بلکہ دستور اپنے مولیٰ کا غلام رہے گا یہ عام اور اس سے عام ہو جاتا ہے **یغفر لھم ما قد سلف** سے متعلق ہو سکتے **آٹھواں فائدہ:** مرتد کی عبادتیں جو اسلام میں کی تھیں برباد ہو جاتی ہیں **وان یعودوا** یہ تعریض سے متعلق ہو سکتے جب کفر سے توبہ کر لے **مسئلہ ۴:** وہ عبادتیں جو اسلام میں کی تھیں برباد ہو جاتی ہیں مرتد ہونے سے پھر تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہو تو ان کا ثواب نہیں ملتا **مسئلہ ۵:** مرتد ہونے سے پہلے جو حقوق العباد اس کے ذمہ تھے وہ ساقط نہیں ہوتے **مسئلہ ۶:** مرتد ہونے سے پہلے جو حدود اس پر جاری ہو سکتی تھیں وہ ساقط نہیں ہوتیں **مسئلہ ۷:** مرتد ہونے سے پہلے جو حقوق شرعیہ معاف تھے ہوں گے (غایۃ روح المعانی) **مسئلہ ۸:** جو مسلمان بعد قوت ثابت ہونے کے پھر مرتد ہو جائے تو اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں **مسئلہ ۹:** جو مسلمان ہو کر مرتد ہو جائے اس کے ورثاء میں تقسیم ہو جاتا ہے پھر مسلمان ہو کر آئے تو اپنا مال نہیں پاتا **مسئلہ ۱۰:** مسلمان شراب پیتا تھا توبہ کر لی پھر مرتد ہو گیا اب مسلمان ہوا تو توبہ شراب خوری سے معاف ہو جاتی ہے **باقی ہیں** کی نسبت متعلق ورنہ سب سے ابتداء ہو یہ تمہیدات اجمالیہ روح المعانی میں اس جگہ دیکھو

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار مسلمانوں سے اور مسلمان کفار سے چھٹے ہوئے ہیں مگر آج دیکھا جا رہا ہے کہ بعض مسلمان مسلمانوں سے چھٹے رہتے ہیں عار سے گھٹے نے توبہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب ۱:** کہ اس آیت میں حکمت فاعلہ سے تو ان کا اختلاط نہیں کہ کافروں میں ان کی پہچان ہو سکے اور گرفتار کیا جائے مسلمانوں کی عار سے یہ دوستیاں محض عارضی ہیں آخر عار سے چھٹ جاتے ہیں مسلمانوں کے آپس کی دشمنیاں عارضی ہیں۔ **دوسرا اعتراض** یہاں ثابت ہوا **اولئک ھم الخاسرون** جس سے معلوم ہوا کہ صرف کفار ہی خسارہ و نقصان میں ہیں حالانکہ مسلمان بھی نقصان میں ہیں پھر حصر کیونکر درست ہوا۔ **جواب ۱:** کہ خسارہ میں نقصان میں توب مگر خسارہ میں نہیں ان سے بعید ہے درست ہیں وہ نقصان اصل پونجی کا ہے وہ خسارہ اصل پونجی یہاں ہے ساتھ ہے ان کا نقصان ہے اپنے نقصان میں ان سے بہتر ہیں کہ ان کا نقصان باقی رہنے سے ہے **تیسرا اعتراض:** تم نے عار سے کفار میں آنے ہوئے عارضی یہ درست نہیں ان کی کافر سے رکنے میں حاصل اس کا یہاں تائب نہیں ہیں۔ **جواب ۱:** یہ بھی ہیں مگر یہ صرف معلق کرنے سے آتا ہے وہ محل ہونا ہے **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ **فانا اول العابدین** خدا سے بندہ ہوتا ہے پہلے میں پہلا ہونا دونوں باتیں نامناسب ہیں۔ **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ **الاسلام یھدم ما کان**

www.alahazratnetwork.org

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا

فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

مَوْلٰىكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

www.alahazratnetwork.org

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے دو طرح تعلق ہے۔ پہلا **تعلق** پچھلی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طیب و خبیث میں امتیاز کا حکم دیا گیا تھا اس میں اس امتیاز کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ طیب و خبیث کا امتیاز کیسے ہو گا۔ دوسرا **تعلق** پچھلی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا اس حکم پر عمل کرنے کی تفصیل بتائی جا رہی ہے۔

نزول حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک مکہ مکرمہ میں مسلمان کفار مکہ کے ہاتھوں سخت قسم کی مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا تھے تو حضور علیہ السلام کو ان مشرکین کی طرف متوجہ ہونے کا حکم نہ دیا گیا۔ جب مسلمان ہجرت فرما کر انصار مدینہ کے دیار اور ساتھ شریف پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس فرض سے بھی سبکدوش فرما دیا اور مسلمان قوی ہو گئے اور ان کو جہاد کی اجازت مل گئی تو حضور علیہ السلام کو مشرکین کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا۔ (اس سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ تفسیر)

تفسیر **وقاتلوهم** یہ عبارت یا تو مستانف ہے تو واو ابتدائیہ ہے یا معطوف ہے **قل للذین** پر تو واو عاطفہ ہے **قاتلوا** باب قتال سے امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اصل میں ایک دوسرے سے بالمقابل قتال کرنا ہے۔ اس جملہ میں خطاب یا تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے۔ **هم** سے مراد کفار عرب ہیں یا کفار سارے کافر تو عرب ہوں یا عجم۔ خطاب صحابہ سے ہے تو قریب کے مسلمانوں سے ہے اور **هم** سے مراد سارے کفار ہیں لہٰذا ان فرمان جہاد کی تین تفسیریں ہیں اس کے نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تفسیر قوی ہے **حتی لا تکون فتنه** اس فرمان جہاد کی بھی تین تفسیریں ہیں۔ **قاتلوهم** میں کفار عرب سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے تو **فتنه** کے معنی ہیں کفر اور مراد ہے عرب شرک یعنی کفار عرب سے اس وقت تک جہاد کرو کہ عرب میں شرک و عبادت غیر اللہ باقی نہ رہے یا کفار عرب میں خصوصاً حجاز مقدس میں اسلام کے سوا کسی دین کے رہنے کی اجازت نہیں یا تو کفار عرب سے قتل کیے جائیں یا مسلمان ہو جائیں یا قتل و جزیہ کے لیے تیار ہو جائیں اور اگر **قاتلوهم** میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور **هم** سے مراد سارے کفار تو **فتنه** سے مراد کفار کا زور ہے یعنی مسلمان اس وقت تک جہاد کرتے رہیں جب تک اسلام قائم رہنے میں کفار کا زور ختم نہ ہو جائے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ **فتنه** سے مراد کفر کا زور ہے یعنی مسلمانو تم عرب میں کفار عرب سے جہاد کرو کہ عرب میں کفر کا زور ختم ہو جائے اور مسلمانو تم عبادت خدا کے لیے کسی جگہ اس کے کفر کا زور نہ رہے۔ اگر کفار زور و قوت سے توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو وہ مسلمان ہو جائیں۔ ان کو جزیہ دے کر تمہاری رعایا بن جائیں اس کی مراد میں مسلمان ہو جائیں تو تم کو ثواب ملے گا۔ **امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰه الا الله** میں بھی یہ تینوں مراد کفار عرب ہیں یا سارے۔ معنی نے یہ کہ تفسیریں ہو سکتی ہیں **ویکون الدین کله لله** میں

www.alahazratnetwork.org

معطوف ہے **لاتکون** پر حتی کے ساتھ ہے اس کی بھی تفسیریں ہیں جو ابھی گزریں کہ اگر کفار عرب پر جہاد مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس ملک میں سوا دین الٰہی یعنی اسلام کے اور کوئی دین نہ رہے اور اگر عام کفار پر جہاد مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کا دین مغلوب نہ رہے کفار مسلمانوں کو نہ ستا سکیں نہ انہیں عبادات سے روک سکیں غالب دین اللہ کا ہی ہو جاوے اس پر عمل کرنے سے کوئی کسی کو روک نہ سکے **وان انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر** اس فرمان عالی میں تصویر کا دوسرا رخ دکھایا جارہا ہے یعنی کفار کا باز آجانا اس جملہ کی بھی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ **انتھوا** کا فاعل کفار عرب ہوں تو باز آجانے سے مراد کفر و شرک سے باز آجانا ہے دوسرے یہ کہ اس کا فاعل دوسرے ملک کے کفار ہوں تو باز آجانے سے مراد مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے سے باز آجانا بھی ہے یعنی کفر کا زور ٹوٹ جانا **فان اللہ** ان کی خبر نہیں لہٰذا اس کی ف جزائیہ نہیں بلکہ یہ عبارت پوشیدہ جزا کی وجہ ہے اور فان کی ف تعلیلیہ ہے یعنی اگر کفار کفر سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں گزشتہ کفر و گناہ کی معافی دے دے گا اور ان کے کفر کے زمانہ کی نیکیوں کا ثواب دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے گزشتہ موجودہ آئندہ اعمال کو دیکھ رہا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں یعقوب کی قراءت ہے **تعملون** ت سے اور اس میں مجاہد مومنین سے خطاب ہے یعنی اگر اے مجاہدو تمہارے حملہ کرنے سے پہلے ہی کفار مسلمان ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں تو بھی رب تعالیٰ تم کو جہاد کا ثواب دے گا کیونکہ وہ تمہارے جسمانی و قلبی روحانی اعمال کو دیکھ رہا ہے تمہاری نیتوں سے خبردار ہے ان کے ایمان لانے ہتھیار ڈالنے کا ثواب تم کو عطا فرمائے گا (از روح المعانی) **وان تولوا فاعلموا ان اللہ مولکم** یہ فرمان عالی معطوف ہے **فان انتھوا پر تولوا** کا فاعل وہی کفار عرب یا دوسرے عام کفار ہیں اس فرمان عالی میں ایک مسئلہ ارشاد ہوا یعنی اگر کفار مومن بن جانے یا ہتھیار ڈال دینے کے بعد اسلام سے یا تمہاری اطاعت سے پھر جائیں کہ تم پر سرکشی کریں یا یہ مطلب ہے کہ اگر وہ کفر و سرکشی سے باز نہ آئیں بلکہ تم سے جنگ کرنے پر تلے ہو جاویں (خازن روح المعانی) اس کی جزا **فاعلموا** نہیں بلکہ پوشیدہ ہے یعنی تم جہاد پر تیار ہو جاؤ یہ یقین کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا والی وارث ہے مولیٰ بنا ہے ولی یا ولایت سے یہ مصدر میمی۔ معنی اسم فاعل ہے اس کے معنی ہیں مددگار سید متولی یہ اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اس کے بندوں کی بھی فرماتا ہے **فاللہ مولاہ و جبریل و صالح المومنین۔ نعم المولی و نعم النصیر** یہ فرمان عالی مولاکم کا بیان ہے **نعم** کا فاعل **المولی** اور **النصیر** ہے اس کا مخصوص بالمدح ہو پوشیدہ ہے یعنی اچھا والی اچھا مددگار رب تعالیٰ ہی ہے کہ اس کی ولایت اس کی مدد کے ہوتے ہوئے تم کو کسی کی ولایت و مدد کی حاجت نہیں اور تم کسی سے مغلوب نہیں ہو سکتے ان شاء اللہ تم غالب و فاتح رہو گے مولیٰ اور والی یوں ہی نصیر اور ناصر کا فرق بار بار بیان ہو چکا ہے۔

خلاصہ تفسیر: ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ ان آیات کریمہ کی چند تفسیریں ہیں ہم ان میں سے دو تفسیروں کا خلاصہ عرض کرتے ہیں اے جماعت صحابہ تم کفار عرب سے جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ اس مبارک خطہ میں کفر و شرک بالکل نہ رہے اس طرح کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لیں یا عرب چھوڑ دیں یا قتل کر دیئے جاویں اس خطہ میں صرف اسلام رہے یہاں سارا دین اللہ تعالیٰ کا ہو جاوے یعنی اسلام لیکن اگر کفار تمہارے حملہ سے پہلے ہی کفر سے باز آکر اسلام میں داخل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بہت ثواب دے گا ان کے سارے گناہ بخش دے گا کیونکہ رب تعالیٰ ان کے سارے اعمال دیکھ رہا ہے اور اگر وہ اسلام نہ لائیں

www.alahazratnetwork.org

کفر پر اڑے رہیں تو تم جہاد پر تیار ہو جاؤ یقین کرو کہ تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے وہ سارے مولاؤں سے بہتر مولیٰ ہے اور سارے مددگاروں سے اچھا مددگار اس کی مدد کے ہوتے ہوئے تم کسی غیر کی مدد کے حاجت مند نہیں۔2۔اے مسلمان غازیو تم تاقیامت کفار پر جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ ان کے کفر کا زور ٹوٹ جاوے ان کا فتنہ یعنی مسلمانوں پر یلغار نہ رہے اللہ کا دین بھی آزاد دین ہو جائے لیکن اگر کفار بغیر جہاد ہی کفر سے باز آجائیں مسلمان ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سارے گناہ معاف فرمادے گا اور انہیں بے کرس حساب دے گا کیونکہ وہ ان کے سارے نیک و بد اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ اسلام سے منہ موڑیں تو تم ان پر جہاد کرو اللہ پر توکل جان کہ وہ تمہارا مولیٰ ہے وہ ہی اچھا والی اچھا مددگار ہے تمہیں کسی غیر کی حاجت نہیں۔

فائدے:ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ**:اسلامی قانون سے ملک عرب میں سوائے اسلام کے دو سرا دین نہیں رہ سکتا یہ فائدہ **حتی لا تکون فتنۃ** کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ فتنہ سے مراد کفر و شرک ہو اور **قاتلوھم** میں **ھم** سے مراد کفار عرب ہوں۔دو **سرا فائدہ**:کفار عرب سے جزیہ قبول نہ ہو گا ان کے لئے دو ہی راستہ ہیں قتل یا اسلام یہ فائدہ بھی **لا تکون فتنۃ** کی اسی تفسیر سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**:ملک عرب کے علاوہ باقی تمام جہان میں جہاد کا مقصود کفار کو مٹانا کفر و شرک کو فنا کرنا نہیں ہوتا صرف کفر کا زور توڑنا مقصود ہوتا ہے یہ فائدہ **لا تکون فتنۃ** کی دو سری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ فتنہ سے مراد کفر کا زور ہو وہاں کفار کے لئے تین راستہ ہیں اسلام جزیہ یا قتل اس کی تفسیر وہ آیت ہے **حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون** **چوتھا فائدہ**:جہاد میں غنیمت حاصل کرنے ملک جیتنے اپنی ناموری وغیرہ کسی چیز کی نیت نہ کی جاوے صرف بلندی اسلام کی نیت سے جہاد ہونا چاہئے یہ فائدہ **حتی تکون** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ حتی۔معنی کے ہو جیسا کہ ابھی تفسیر سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ**:جب مقصد جہاد پورا ہو جاوے مثلاً کفار مسلمان ہو جاویں یا جزیہ قبول کرلیں پھر ہرگز تلوار استعمال نہ کی جاوے فوراً امان دے دی جاوے یہ فائدہ **حتی لا یکون** میں حتی کی دو سری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ انتہا کے لئے ہو۔ **چھٹا فائدہ**:اسلام کی برکت سے زمانہ کفر کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ فائدہ **بما یعملون بصیر** سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر۔ **ساتواں فائدہ**:غازی مومن کو چاہئے کہ بھروسہ اللہ پر کرے نہ کہ صرف ہتھیار اور ظاہری اسباب پر بھروسہ اللہ پر وہ ہتھیار ہے جو مسلمان کے پاس تو ہے کفار کے پاس نہیں یہ فائدہ **نعم المولی** اور **نعم النصیر** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض:اگر جزیرہ عرب میں کفار کو رہنے کی اجازت نہیں تو یہ دین میں جبر ہوا یعنی کفار کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا حالانکہ رب فرماتا ہے **لا اکراہ فی الدین**۔ **جواب**:جبر جب ہو تا جبکہ انہیں صرف اسلام کا حکم دیا جاتا انہیں اختیار ہو گا کہ عرب سے نکل جاویں یا اسلام قبول کرلیں جیسے دو سرے ملکوں کے کفار کو اجازت ہے کہ جزیہ دیں یا مسلمان ہو جاویں۔دو سرا **اعتراض**:آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ عرب میں کفار کو رہنے کی اجازت نہیں یہ تو ظلم ہے۔ **جواب**:اس کی تحقیق ہماری کتاب اسرار الاحکام میں ملاحظہ کرو یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ جیسے بعض مقامات اللہ تعالیٰ نے اپنے بنالئے ہیں وہاں کے داخلہ پر سخت پابندیاں ہیں جیسے مسجد کعبہ معظمہ کہ وہاں گندے انسان یا گندگی والے کو داخلہ کی اجازت نہیں منہ میں بدبو ہو کپڑے

www.alahazratnetwork.org

بدبودار ہوں۔ حقہ، پیاز، لہسن کھا کر وہاں نہیں جاسکتے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے عرب کو اشاعت اسلام کا مرکز بنایا اسے اپنے دین اپنے رسول کے لئے خاص کرلیا وہاں کفار کو رہنے کی اجازت نہیں اب بھی حکومتوں کے دارالخلافہ میں بعض ایسی پابندیاں ہوتی ہیں جو دوسری جگہ نہیں ہوتیں ہم نے رام پور، جونا گڑھ وغیرہ میں بعض مقامات دیکھے جہاں صرف پگڑی والوں کو جانے کی اجازت تھی جبکہ یہ اسلام ریاستیں تھیں بعض مقامات پر فوٹو گرافروں کے جانے کسی کو کیمرہ لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

تیسرا اعتراض یہاں ارشاد ہوا کہ سارا دین اللہ کا ہی ہو اس کا مطلب کیا ہے دین تو آدھا پاؤ ہوتا نہیں۔ **جواب**: اس کا مطلب ابھی تفسیر میں گزر گیا اس کے دو مطلب ہیں۔ ا سارے ملک عرب میں دین اللہ کا ہی ہو یعنی اسلام دوسرا دین نہ ہو۔ 2- پورا غلبہ صرف اللہ کے دین اسلام کو ہی ہو جاوے کسی دین کو غلبہ نہ رہے کوئی کافر کسی مسلمان کو عبادات سے روک نہ سکے۔

چوتھا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سچا وہی مددگار ہے اور اچھا مددگار ہے اس کی مدد کے ہوتے کسی مدد کی ضرورت نہیں پھر تم نبیوں ولیوں کی مدد کیوں لیتے ہو۔ **جواب**: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی شافی الامراض ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے پھر تم بیماری میں طبیب سے ظلم کے موقعہ پر حاکم سے مدد کیوں لیتے ہو۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ بندے کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے بندہ اس کی مدد کا مظہر ہے فرمایا ہے **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا** دیکھو اس آیت میں مددگار تین مقرر فرمائے اللہ رسول سارے متقی مومن فرمایا ہے **فاللہ مولاہ وجبریل وصالح المومنین والملئکۃ بعد ذالک ظھیر** وہاں چار مولی فرمائے اللہ تعالیٰ حضرت جبریل متقی مومنین فرشتے وہ آیات گویا اس آیت کی تفسیر یا تفصیل ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: جہاد کفار تو کسی خوش نصیب مومن کو کبھی نصیب ہوتا ہے مگر جہاد نفس ناانجار ہر مومن کو ہر وقت میسر ہے نور وہدایت دل وجان کے ہتھیار ہیں تاریکی وگمراہی نفس امارہ کے لوازمات قلب وروح کو حکم ہے کہ تم نفس امارہ اور اس کے ساتھیوں سے ایمان وصدق کی تلوار کے ذریعہ جنگ کرتے رہو حتی کہ نفس وہوا کا فتنہ جاتا رہے یہ تم کو خدا ہی سے روک نہ سکے تم میں سارا دین اللہ کا ہی ہو جاوے وجود ختم موجود گم ہو جاوے تاکہ جو دحاصل ہو تم عین اللہ رہے فنا آجاوے اگر نفس امارہ اپنی رکاوٹوں سے باز آجاوے وہ امارہ سے مطمئنہ میں تبدیل ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ عبودیت اور صدق دل کی اس کو جزا دے گا وہ نفس کاہر حال دیکھ رہا ہے لیکن اگر نفس اور اس کے ساتھ سرکشی کریں اور اطاعت سے منہ پھیریں تو اے قلب وروح تم یقین رکھو کہ اللہ تمہارا والی ہے وہ اس جہاد نفس میں تمہاری مدد کرے گا وہ تمہارا مولی ہے تم اس تک پہنچنے میں اس کی مدد لو وہ تمہارا مددگار ہے تم سے تمام وہ چیزیں دفع فرمادے گا جو اس تک پہنچنے میں رکاوٹ ہیں دین کے کام میں بے دینی سے مدد نہ لو

در کار دین زمرد م بے دیں مدد مخواہ — از گاہ شحنہ مطلب نور صبح گاہ
دوستی نفس را بگذار و بگزر از نفس — ہمچو مردان طالب حق باش نے چو یا نفس

رب تعالیٰ اس قلیل کو حل بنادے جہاد نفس کی توفیق دے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ **تفسیر نعیمی** نواں پارہ 11 شوال 1388ھ 1/69- ابدھ کے دن شروع ہوا اور آج 8 جمادی الاول 1390ھ مطابق 13 جولائی 1970ء دوشنبہ کے دن 9 بجے صبح بخیر وخوبی ختم ہوئی رب تعالیٰ قبول فرمائے اسے صدقہ جاریہ

www.alahazratnetwork.org

کرے جو کوئی فقیر کی اس حقیر خدمت سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ گنہگار سیہ کار کو دعا خیر سے یاد کرے رب تعالیٰ بہ طفیل محبوب کریم علیہ السلام مجھے اپنے حبیب کا عشق اپنا خوف تقوی کی زندگی ایمان پر خاتمہ نصیب کرے اپنے محبوب علیہ السلام کے غلاموں کے ساتھ حشر نصیب کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا محمد والہ و اصحابہ و بارک وسلم

احمد یار خان نعیمی۔ اشرفی۔ بدایونی وارد حال گجرات مغربی پاکستان

(8 جمادی الاولی 1391ھ یوم دو شنبہ مبارکہ)